کمال اور زوال

تاریخ جنگ یونان قدیم

کمال اور زوال

تاریخ جنگ یونان قدیم

مولفہ طوسی دیدیس

مترجم - میر حسن

ساہتیہ اکادیمی نئی دلی

Kamal aur Zawal : Urdu translation by Sri Mir Hasan of Thucydides' Greek classic, "History of the Peloponnesian War"
Sahitya Akademi New Delhi, 1966.

Price Rs. [redacted]/-

ملنے کا پتا

ساہتیہ اکادمی، نئی دلّی

قیمت [redacted] روپے

پرنٹرز:- اعجاز پرنٹنگ پریس-حیدرآباد ۲

فہرست مضامین

پہلا حصہ

دوسرا حصہ

تیسرا حصہ

ساتواں حصہ

آٹھواں حصہ

پہلا حِصّہ

پہلا حصّہ

پہلا باب

یونان کی سرگزشت، قدیم ترین زمانہ سے جنگ پلوپونیز کے آغاز تک

ایتھنز میرا وطن اور طوسی دیدس میرا نام ہے، پلوپونیزیوں اور ایتھنزیوں کے درمیان جیسے ہی لڑائی چھڑی مجھے خیال ہوا کہ کیوں نہ اس جنگ کی تاریخ لکھی جائے جنگ کے شعلے اٹھے ہی تھے کہ میں نے اس کی تاریخ کی ترتیب کا کام شروع کر دیا۔ میرا خیال تھا کہ یہ جنگ اپنی ہولناکی میں پچھلی ساری جنگوں کو مات کر دے گی، کیوں کہ دونوں طرف بڑے زوروں پر تیاریاں ہو رہی تھیں، یونان کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ ساری یونانی نسل جنگ کے شعلوں کی لپیٹ میں آئی تھی، اور ایک ہی نسل اور خون کے لوگ ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے، یونان کی آبادی دو فریقوں میں بٹ چکی تھی بعض مملکتیں ایسی تھیں جنھوں نے فی الفور کسی فریق کا ساتھ نہیں دیا لیکن وہ بھی زیادہ

زیادہ عرصہ تک اپنا دامن اس آگ سے محفوظ نہ رکھ سکیں اور اپنے دست وبازو کی توانائی کے مظاہرہ پر غور کرنے لگیں، نبرد آزمائی کی ایسی زبردست لہر نہ صرف یونان کی تاریخ بلکہ غیر یونانی دنیا کے بڑے حصّہ کی تاریخ میں پہلی بار اٹھی تھی، میں تو سمجھتا ہوں کہ عالم انسانیت کی تاریخ میں انسانی مصائب وابتلا کے اس سانحہ عظیم کی کوئی مثال نہیں ملتی، اگرچہ مرور زمانہ کی وجہ سے نہ صرف عہد عتیق کے واقعات کا یقین کے ساتھ پتہ نہیں چلایا جا سکا بلکہ وہ حالات بھی صحیح طور پر معلوم نہیں ہو سکے جو موجودہ جنگ کے آغاز سے کچھ ہی پہلے پیش آئے تھے، اس کے باوجود حملہ تحقیق و تدقیق سے جو شواہد ملے ہیں ان کی بنا پر میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اس سے قبل دنیا میں نہ تو اتنی بڑی کوئی جنگ ہوی اور نہ کوئی دوسری تحریک اس قدر بڑے پیمانہ پر اٹھی۔

مثال کے طور پر یہ امر مسلمہ ہے کہ جو ملک آج یونان کہلاتا ہے، قدیم ترین زمانہ میں اس میں کوئی مستقل آبادی نہیں تھی بلکہ ترک وطن کے واقعات اکثر پیش آتے تھے اور آبادی کے مختلف گروہ نسبتاً بڑے گروہوں کے دباؤ سے بے تامل گھربار چھوڑ کر ہجرت کر جاتے تھے، نہ تجارت تھی اور نہ بحری یا بری رسل ورسایل کی آزادی، لوگ اپنی زمینوں کے صرف اتنے ہی حصّہ پر محنت اور توجہ کرتے تھے۔ جن سے زندگی کی فوری ضرورتیں پوری ہو جائیں، ان کے پاس سرمایہ تھا اور نہ وہ زراعت کرتے تھے کیوں کہ ہمیشہ ڈر لگا رہتا تھا کہ حملہ آور فصلیں کاٹ لیجائیں گے جن کو روکنے کے لئے زمینوں کے گرد دیواریں نہیں تھیں، اس کے علاوہ سمجھتے تھے کہ روزمرہ کی ضروریات ہر جگہ پوری ہو جاتی ہیں، اس لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا بسنا کوئی مشکل کام نہیں ہے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نہ تو انھوں نے بڑے بڑے شہر تعمیر کئے اور نہ کسی اور طرح کی بڑائی یا عظمت حاصل کی، جو زمینیں سب سے زیادہ زرخیز تھیں،

ان کی ملکیت ہمیشہ اور سب سے زیادہ بدلتی رہتی تھی، مثلاً جو ضلع اب تھسلی کہلاتا ہے، بوشیہ، پلوپونیز کا بیشتر حصہ باستثنائے آرکیدیا اور بقیہ یونان کے زرخیز ترین حصوں کا یہی حال تھا۔ زمین کی زرخیزی خاص افراد کی دولت میں اضافہ کا باعث ہوتی تھی جس سے آبادی مختلف گروہوں میں بٹ جاتی اور آئے دن لڑائی جھگڑے تباہی پھیلاتے تھے، اور اس سے بیرونی حملہ آوروں کے سازگار فضا بھی پیدا ہو جاتی تھی۔ اٹیکا کی سرزمین زرخیز نہیں تھی، اس لئے شروع ہی سے یہاں کے باشندوں میں اس قسم کے اختلافات پیدا نہیں ہوئے، اور انھوں نے کبھی ترک وطن نہیں کیا۔ اس کے برخلاف دوسرے علاقوں میں ترک وطن کے واقعات اکثر پیش آئے، اس لئے وہاں اٹیکا کی طرح ترقی نہیں ہو سکی، یونان کے دوسرے حصوں میں جنگ یا گروہ بندی کا شکار ہونے والوں میں جو لوگ زیادہ طاقتور ہوتے وہ ایتھنیز کو مقام عافیت سمجھ کر اس میں پناہ لیتے تھے اور جلد ہی حقوق شہریت حاصل کر کے، وہاں کی آبادی میں مزید اضافہ کا باعث بن جاتے تھے حالانکہ وہاں کی آبادی پہلے ہی بہت بڑی تھی، بالآخر جب اس بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے اٹیکا میں گنجایش باقی نہیں رہی تو ایتھنیزیوں نے ایونیہ میں نئی بستیاں قایم کیں اور فاضل آبادی کو وہاں بسانا شروع کیا۔

قدیم ترین دور کی جس کمزوری کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے اس کا ثبوت ایک اور واقعہ سے بھی ملتا ہے۔ ٹروئے کی جنگ سے پہلے یونان کے باشندوں میں کسی اشتراک عمل کا پتہ نہیں چلتا۔ نہ صرف یہی بلکہ اس علاقہ کے لئے کوئی مشترک نام بھی عام طور پر رائج نہیں تھا۔ دوکالیوں کے بیٹے ہیلین کے دور سے پہلے ایسا کوئی نام موجود ہی نہیں تھا بلکہ ملک کے مختلف حصوں کے لئے مختلف قبیلوں، خاصکر پلاسگی کو فی قبایل کے نام مروج تھے، جب فتیوٹس میں ہیلین اور اس کے بیٹے زیادہ طاقتور

ہو گئے اور ان کو دوسری مملکتوں میں مخالفین کی حیثیت سے بلایا گیا تو رفتہ رفتہ اس تعلق سے یہ شہر یکے بعد دیگرے ہلینیز کہلانے لگے، اگرچہ اس نام کا اطلاق سارے شہروں پر ہونے تک کافی زمانہ گذر گیا۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت ہومر کے کلام سے ملتا ہے۔ گو ہومر ٹروئے کی جنگ کے کئی سال بعد پیدا ہوا لیکن اس نے یہ نام نہ تو مجموعی طور سے ان سارے شہروں کے لئے استعمال کیا اور نہ ان میں سے کسی ایک شہر کے لئے، البتہ فتیوتس سے تعلق رکھنے والے اکیلیس کے ساتھی اس سے مستثنیٰ ہیں جو سرزمین یونان کے اصل باشندے تھے، دوسروں کے لئے اس نے اپنی نظموں میں دانانز، آرگوسی، اور اکاٹیای کے نام استعمال کئے ہیں، ہومر غیر یونانی کی اصطلاح بھی استعمال نہیں کرتا، کیونکہ غالباً اس وقت تک یونان کے باشندوں اور دنیا کے دوسرے حصوں کے بسنے والوں میں فرق کرنے کے لئے کوئی مختص نام رائج نہیں تھا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یونان کی آبادی کے نہ صرف وہ حصے کمزور تھے جن کے لئے یہ نام پہلے پہل استعمال کیا گیا اور ان کی شہری آبادی میں یکے بعد دیگرے باہمی مفاہمت پیدا ہوی بلکہ وہ لوگ بھی جنھوں نے مجموعی طور پر ملک کے سارے بسنے والوں کو یہ نام دیا، نہ تو اس قدر طاقتور تھے اور نہ ان میں اس درجہ ربط و ضبط تھا کہ کسی اشتراک عمل کا مظاہرہ کرتے۔

سچ تو یہ ہے کہ سمندر سے گہری واقفیت حاصل کرنے سے پہلے وہ کسی معرکہ کے لئے متحد نہیں ہو سکتے تھے اور قدیم روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے بحری بیڑا تیار کیا اس کا نام مینوس تھا جو موجودہ بحیرہ ہلینیز کا مالک و مختار بن گیا تھا۔ وہ کاٹکلادیس کا حاکم تھا اور اس کے بیشتر حصوں میں اس نے نئی آبادیاں قائم کیں، اہل کاریہ کو باہر کیا اور خود اپنے بیٹوں کو گورنر مقرر کیا۔ مینوس نے ان علاقوں میں بحری ڈاکہ زنی کو روکنے کی بھی ہر ممکن کوشش کی۔

تاکہ ساری نوآبادیوں کے محاصل اس کے لئے محفوظ ہو جائیں۔

جب بحری رسل و رسائل زیادہ عام ہوے تو ابتداءً یونان کے باشندے اور ساحلی علاقوں اور جزیروں کے رہنے والے غیر یونانی گروہ قزاقی کی طرف مایل ہو گئے تھے، جن کی سرداری سب سے زیادہ قوی اور طاقتور اشخاص کیا کرتے تھے، اس کے دو محرکات تھے، ایک تو قزاقوں کی حرص و آز اور دوسرے غریبوں کی امداد، جن شہروں کے اطراف فصیلیں نہیں تھیں اور جو محض دیہات کا مجموعہ تھے ان پر یہ قزاق اچانک دھاوا کر کے لوٹ مار کرتے تھے اور در حقیقت یہ ان کا سب سے بڑا ذریعہ معاش بن گیا تھا اور اس زمانہ میں یہ پیشہ معیوب نہیں بلکہ ایک حد تک ممتاز سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ براعظم کے بعض باشندے آج بھی کامیاب لٹیروں کو عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں، اس کا ایک اور ثبوت قدیم شاعروں کے کلام سے ملتا ہے جس میں جا بجا لوگ سمندری سیاحوں سے پوچھتے ہیں "کیا آپ قزاق ہیں؟" گویا اس میں کوئی ذم کا پہلو نہیں تھا اور سوال کرنے والے اس میں کسی کی توہین نہیں سمجھتے تھے، بری علاقوں میں بھی اسی غارتگری کا دور دورہ تھا۔

آج تک سرزمین یونان کے مختلف حصوں مثلاً اوزولی لوکرسی، ایتولیائی اکارنیائی اور ان کے آس پاس کے علاقوں میں یہی پرانے طریقے رائج ہیں، اور قزاقی کی قدیم روایات سے زیر اثر براعظم کے ان باشندوں میں ہتھیار لگانے کا رواج اب تک چلا آرہا ہے، قدیم زمانہ میں سارے یونان کے باشندے ہتھیار لگائے رہتے تھے کیوں کہ ان کی بستیاں غیر محفوظ تھیں اور آمد و رفت اور خبر رسانی کے ذرائع بھی قابل اعتماد نہیں تھے، اس لئے ہتھیار بندی غیر یونانیوں کی طرح انکی روزانہ زندگی کا لازمی جزو بن گئی تھی، اور آج بھی یونان کے علاقوں میں پرانی وضع کے لوگ جو ہتھیار لگائے پھرتے ہیں ان کو اس دور کی یادگار سمجھنا چاہیے جب

ملک کے سارے باشندوں کا طرزِ معاشرت یکساں تھا، ہتھیار لگانے کے طریقہ کو سب سے پہلے اتھنیز نے ختم کیا اور اس کے باشندوں نے زیادہ آرام دہ اور پر تکلف طرزِ زندگی اختیار کیا۔ متمول اور عمر رسیدہ اتھنیزیوں نے کتان کے بیش قیمت زیر جامے پہننے اور سر کے بالوں میں سنہری ٹڈیوں کی مو باف باندھنے کا رواج حال ہی میں چھوڑا ہے، یہ رواج ان کے ایونیائی رشتہ داروں میں پھیل گیا تھا اور عمر رسیدہ افراد میں بڑے عرصہ تک مقبول رہا۔ اس کے برخلاف لاکے دیمونیوں نے سب سے پہلے سادہ سیدھا جدید دور کی ضروریات کے مطابق لباس اختیار کیا اور وہاں کے متمول طبقوں نے اپنی معاشرت کو عوام کی طرزِ زندگی کے مشابہ بنانے کی ہر ممکن کوشش کی، علاوہ بریں کھیلوں کے مقابلوں میں عریاں ہو کر حصہ لینے اور جسمانی کرتب دکھاتے وقت برسرِ عام سارا لباس اتار کر جسم پر تیل مالش کرنے کا طریقہ بھی سب سے پہلے انھوں نے رائج کیا، اس سے قبل اولمپیائی کھیلوں کے مقابلوں میں حصہ لینے والے بھی پٹی لگایا کرتے تھے جس کا رواج ابھی چند سال پہلے ختم کر دیا گیا، لیکن آج بھی بعض غیر یونانی، خاصکر ایشیا میں گھونسا بازی اور کشتی کے مقابلوں میں حصہ لیتے وقت پٹی لگاتے ہیں، اس کے علاوہ اور بھی بہت سی باتوں میں یونانِ قدیم کے باشندوں اور موجودہ دور کے غیر یونانیوں میں مشابہت پائی جاتی ہے۔

بعد میں جب جہازرانی کی سہولتیں بڑھ گئیں اور سرمایہ بڑی مقدار میں فراہم ہونے لگا تو ان لوگوں نے ساحلِ سمندر پر قصبات بسائے، جن کے چاروں طرف حفاظت کے لئے فصیلیں تعمیر کیں اور خاکنائے کے علاقوں کو تجارت اور پڑوسیوں کے خلاف مدافعت کی اغراض کے لئے استعمال کیا جانے لگا لیکن پرانے قصبے چاہے وہ براعظم پر قایم کئے گئے ہوں یا جزیروں میں، ساحلِ سمندر سے

دور رکھے گئے کیونکہ سمندری ڈاکوؤں کا ہر وقت سخت خطرہ لگا رہتا تھا، چنانچہ یہ قصبات آج تک وہیں آباد ہیں، وجہ یہ تھی کہ قزاق نہ صرف ایک دوسرے کو لوٹتے تھے بلکہ ساری ساحلی آبادیوں میں لوٹ مار کرتے تھے، چاہے ان بستیوں کے باشندوں کو سمندری سفر سے واسطہ ہو یا نہ ہو۔

جزیروں کے باشندے بھی بڑے زبردست قزاق تھے جن کا تعلق کادیائی اور فنیقی قبایل سے تھا، انھوں نے بیشتر جزیروں میں نوآبادیاں قایم کی تھیں جس کا ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے کہ موجودہ جنگ کے دوران میں دیلوس کی تخلیص کے لئے ایتھنیز نے جب اس جزیرہ کے قبرستانوں کی چھان بین کی تو پتہ چلا کہ آدھی سے زیادہ قبریں اہل کاریہ کی تھیں، جس کی شناخت قبروں سے برآمد شدہ ہتھیاروں سے ہوی اس کے علاوہ ان کا طریقۂ تدفین وہی تھا جو کاریہ میں آج تک رائج ہے لیکن جونہی مینوس نے بحری بیڑا تیار کر لیا، سمندری رسل و رسائل میں آسانیاں پیدا ہو گئیں، اور اس نے بیشتر جزائر سے جرائم پیشہ آبادی کو نکال کر اپنی نوآبادیاں قایم کر دیں، ساحلی علاقوں کے لوگوں نے اس زمانہ میں دولت حاصل کرنے پر خاص توجہ کی اور مستقل سکونت اختیار کرنے لگے، ان میں سے بعض لوگ جو جلد دولتمند ہو گئے انھوں نے اپنی جائداد کے اطراف حفاظتی دیواریں کھڑی کر دیں، منفعت کا لالچ مفلس کو دولت مند کا دست نگر اور فرماں بردار بنا دیتا ہے، چنانچہ دولت مندوں نے نتیجتاً چھوٹے قصبوں کو اپنی اطاعت قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔ ساحلی علاقوں میں ان حالات کے پیدا ہونے کے کافی عرصہ بعد وہاں کے لوگ ٹروے کے خلاف مہم پر روانہ ہوئے۔

میں سمجھتا ہوں کہ چونکہ اگامیمنون خود بہت طاقتور تھا اس لئے اس کو اس جنگ کے لئے ایک بڑا لشکر اکٹھا کرنے میں کامیابی ہوی، تنداریوس نے ہیلن کے

طلب گاروں کو اپنا ساتھ دینے پر مجبور کرنے کے لئے جو حلف دیا تھا اس سے اس مہم میں کچھ زیادہ مدد نہیں ملی۔ پلوپونیز کے جن باشندوں تک زیادہ سے زیادہ قابل اعتبار روایات پہنچی ہیں ان کا بیان ہے کہ پہلے پہل جب پلوپس ایشیا سے بیشمار دولت لے کر اس مفلس سرزمین میں پہنچا تو اجنبی ہونے کے باوجود اس درجہ طاقتور بن گیا کہ ملک کا نام اس کے نام پر رکھا گیا۔ اس کے بعد کچھ ایسے حالات پیش آئے کہ اس کے جانشینوں نے اس سے بھی زیادہ اقتدار حاصل کرلیا، ہیراکلا کے باشندوں نے یورستھیوز کو اٹیکا میں قتل کر ڈالا تھا، اتریوس اس کا ماموں تھا جس نے کریسپوس کے انتقال کے بعد اپنے باپ کا ساتھ چھوڑ دیا تو یورستھیوز نے مہم پر روانہ ہونے سے پہلے میکے ناٹے اور دوسری مقبوضات کا نظم ونسق اپنے اس رشتہ دار کے سپرد کردیا تھا، اس کے بعد جب دن گذرتے گئے اور یورستھیوز واپس نہیں آیا تو اتریوس نے اہل میکے ناٹے کی خواہش کے مطابق اپنی بادشاہی کا اعلان کردیا، میکے ناٹیوں نے یہ خواہش ہیراکلا والوں سے خائف ہوکر کی تھی، اس کے علاوہ ایک وجہ یہ تھی کہ اتریوس اس دوران میں خاصا طاقتور بن گیا تھا اور اس نے اہل میکے ناٹے کو خوش رکھنے اور ان کی تائید حاصل کرنے میں کوئی غفلت نہیں برتی تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ پلوپس کے جانشیں پرسیس کے جانشینوں سے زیادہ طاقتور ہوگئے اور اگامیمنوں کو ورثہ میں یہ سب کچھ مل گیا، اس کے علاوہ اس کا بحری بیڑا اس زمانہ کے سارے بیڑوں سے زیادہ طاقتور تھا، اس بنا پر میرا خیال ہے کہ جو متحدہ مہم شروع کی گئی، اس میں خوف کو اتنا ہی دخل تھا جتنا محبت کے جذبہ کو۔ اگامیمنوں کی بحری طاقت اور عظمت کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ ٹروے کی مہم میں حصہ لینے والے بیڑے میں سب سے زیادہ جہاز اسی کے تھے، اسکے علاوہ آرکیدیہ کا بیڑا بھی اسی نے فراہم کیا تھا۔ بہرحال ہومر کا بیان تو یہی ہے

گو اسے مشکل سے مستند قرار دیا جا سکتا ہے، اگا میمنون کی تخت نشینی کے باب میں ہومر اسے

"متعدد جزائر اور سارے آرگوس کا فرماں روا"

کہتا ہے اگا میمنون کی سلطنت سارے بر اعظم میں واقع تھی اس لئے ظاہر ہے کہ اگر بحری بیڑا نہ ہوتا تو اس کا اقتدار آس پاس کے جزائر تک محدود رہتا جنکی تعداد زیادہ نہیں تھی۔

اور اس مہم سے ہم، اس سے پہلے کے معرکوں کی نوعیت کا بھی اندازہ کر سکتے ہیں ہوسکتا ہے کہ میکے نائے کا علاقہ چھوٹا سا تھا اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس دور کے بیشتر شہر ہمیں غیر اہم معلوم ہوں لیکن کوئی صاحب بصیرت محض اس بنا پر یہ کہنا قرین انصاف نہ سمجھے گا کہ پرانی روایات اور نظموں میں وہاں کی فوجوں کی وسعت اور طاقت کے بارے میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں وہ درست نہیں ہیں، فرض کیجئے اگر لاکے دیمون ویران ہو جائے اور صرف مندروں اور سرکاری عمارتوں کے کھنڈر باقی رہ جائیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ایک طویل عرصہ گذر جانے کے بعد اسلاف کو یقین نہیں آئے گا کہ وہ اتنا طاقتور تھا، گو لاکے دیمونی اس وقت پلوپونیز کے دو بٹا پانچ حصہ پر قابض ہیں اور بقیہ پلوپونیز کی قیادت بھی انہی کے ہاتھ میں ہے اس کے علاوہ ملک سے باہر ان کے کئی حلیف بھی ہیں، اس کے باوجود ان کا شہر نہ تو کسی مربوط پلان کے مطابق تعمیر کیا گیا ہے اور نہ اسے شاندار مندروں اور وسیع عمارتوں سے آراستہ کیا گیا ہے بلکہ وہ قدیم یونانی طرز کے دیہاتوں کا مجموعہ ہے اس لئے دیکھنے والا متاثر نہیں ہوگا، اس کے برخلاف ایسی ہی آفت ایتھنیز پر آجائے تو اس کے آثار سے متاثر ہو کر دیکھنے والا جو اندازہ لگائے گا وہ اصل سے کہیں زیادہ ہوگا۔ اس بنا پر کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ کسی مملکت کی گذشتہ عظمت کے بارے میں شک وشبہ کرے یا کسی شہر کا تاریخی جائزہ لیتے وقت اس کی طاقت کا صحیح اندازہ کرنا ضروری نہ سمجھے، اس لئے بجا طور پر یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ زیر بحث افواج

اس سے پہلے کی ساری فوجوں سے جو جدید اصولوں سے بے بہرہ تھیں تعداد اور قوت میں بہت زیادہ بڑی تھیں، اب اگر ہومر کے بیان پر شاعرانہ مبالغہ سے قطع نظر کر کے غور کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ ان کی تعداد ہماری فوجوں کے مقابلہ میں کم تھی، ہومر کہتا ہے کہ وہ بیڑا بارہ سو جہازوں پر مشتمل تھا اور ان میں سے ہر ایک بوئیشیائی جہاز کے سپاہیوں اور ملاحوں کی تعداد ایک سو بیس اور فلوکتے تیس کے ہر جہاز کے سپاہیوں اور ملاحوں کی تعداد پچاس تھی، میں سمجھتا ہوں کہ ہومر نے اس طرح ان جہازوں میں آدمیوں کی کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ تعداد بتادی ہے، کئی اور جہازوں کا ذکر بھی ہومر کے یہاں موجود ہے لیکن آدمیوں کی تعداد نہیں بتائی گئی ہے، فلوکتے توس کے جہازوں کے بارے میں اس نے جو تفصیلات بتائی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ جہاز کے سارے لوگ سپاہی بھی تھے اور جہاز کھینے کا کام بھی کیا کرتے تھے۔ یہاں یہ بھی قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا کہ بادشاہوں اور اعلیٰ افسروں کے سوا غیر متعلقہ لوگ بڑی تعداد میں ان جہازوں میں سفر کر رہے ہوں گے، خاص کر اس لئے کہ انہیں اسلحہ جنگ لے کر کھلے سمندر کو عبور کرنا تھا، اور جہاز قدیم قزاقوں کے نمونہ کے تھے جن پر عرشہ نہیں ہوتا تھا۔ ان اسباب کے پیش نظر اگر ہم بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے جہازوں میں سفر کرنے والوں کی تعداد کا اوسط نکالیں تو وہ بہت کم ہوگا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں یونان کی مجموعی طاقت اتنی ہی تھی اور یہ صورت حال آدمیوں کی کمی کی وجہ سے نہیں بلکہ روپیہ پیسے کے فقدان کی بنا پر پیدا ہوئی، رسد کی فراہمی کی مشکلات نے حملہ آوروں کو مجبور کر دیا کہ فوج گھٹادیں تاکہ دوران جنگ میں خوراک کی کمی نہ پڑے، منزل پر پہنچنے کے بعد انھیں فتح ضرور ہوئی، جس کا ثبوت بحری استحکامات کی تعمیر سے ملتا ہے لیکن یہ ثابت نہیں ہوتا کہ لڑائی میں پوری فوج سے کام لیا گیا۔

اس کے برعکس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رسد کی کمی کی وجہ سے وہ خرسونیز میں زراعت کرنے لگے اور بحری ڈاکہ زنی شروع کر دی، یہی وجہ ہے کہ ٹروئے والے پورے دس سال تک میدان جنگ میں اُن کا مقابلہ کرسکے، فوجیں چونکہ منتشر رہتی تھیں اس لئے وہ آسانی سے اس کے ایک حصّہ کا مقابلہ کرسکتے تھے اگر وہ اپنے ساتھ کافی سامان رسد لے جاتے اور زراعت اور قزاقی کرنے کی بجائے جم کر پوری قوت سے مقابلہ کرتے تو اہل ٹروے کو میدان جنگ میں آسانی سے ہرا سکتے تھے اور جو فوجیں اس مہم میں انکے ساتھ تھیں وہ دشمن سے بآسانی نبٹ سکتی تھیں۔ غرض محاصرہ پر پوری طاقت صرف کی جاتی تو ٹروے پر جلد قبضہ ہو جاتا، اور جنگ کا صرفہ بھی کم ہوتا، لیکن جس طرح روپیہ کی کمی نے اس سے پہلے کی مہات کو کمزور کر دیا تھا اسی طرح یہ مہم بھی کمزور ہو گئی، گو اس نے اپنے پیشرؤوں سے زیادہ شہرت حاصل کر لی ہے، اور آج یہ سمجھنے کے کافی اسباب موجود ہیں کہ در اصل یہ مہم اتنی زبردست نہیں تھی جتنی اس کی شہرت ہے اور شعرا کی قصیدہ خوانی کی بناپر آج جو رائے قایم کی گئی ہے وہ درست نہیں ہے۔

ٹروے کی جنگ کے بعد بھی یونان کی آبادی میں تغیر و تبدل کا سلسلہ جاری رہا اور امن و امان کا ماحول پیدا نہ ہو سکا جس کے بغیر ترقی ممکن نہیں، یونانیوں کے الیوم سے لوٹنے میں طویل عرصہ لگ گیا اور اس دوران میں کئی انقلابات آئے، ملک کے تقریباً ہر حصّہ میں فرقہ بندی نے زور پکڑا تو آبادی کی کثیر تعداد ترک وطن کرنے پر مجبور ہو گئی، شہروں کی تعمیر کا آغاز انہی تارکانِ وطن نے کیا۔ الیوم کی تسخیر کے ساٹھ سال بعد تھسلی والوں نے جدید بوئیشیہ کے باشندوں کو آرنے سے نکال باہر کیا اور یہ لوگ موجودہ بوئیشیہ میں جا بسے جو پہلے کادمائس کہلاتا تھا ان کا ایک گروہ پہلے ہی سے وہاں آباد تھا جس کے بعض افراد الیوم کی مہم میں شریک ہو گئے تھے اس واقعہ کے بیس سال بعد دوریانیوں اور

اہل ہیراکلا نے پلوپونیز پر اپنا قبضہ جمایا، اس طرح یونان کی آبادی کے محفوظ اور مستقل حیثیت حاصل کرنے میں کئی سال لگ گئے، جن کے دوران میں کافی جدوجہد کرنی پڑی، اس کے بعد ہی یہ ممکن ہو سکا کہ وہ دوسرے علاقوں میں اپنی نئی بستیاں بسائیں، چنانچہ ایتھنزیوں نے ایونیہ اور بیشتر دوسرے جزائر میں اور پلوپونیزوں نے اطالیہ اور سسلی اور بقیہ یونان کے بعض علاقوں میں نوآبادیاں قایم کیں یہ ساری نوآبادیاں ٹروے کی جنگ کے بعد وجود میں آئیں۔

لیکن جوں جوں یونان کی طاقت میں اضافہ ہوتا گیا، حصول دولت کی طرف زیادہ توجہ کی جانے لگی، اور مملکتوں کی آمدنی بڑھنے لگی، ہر جگہ قدیم مطلق العنان شاہی کی جگہ خودسر حاکم برسر اقتدار آگئے۔ یونانیوں نے بحری بیڑے تیار کئے اور سمندر اور جہازرانی کے معاملات میں زیادہ دلچسپی لینے لگے، کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے جہاز سازی میں جدت طرازی کورنتھیوں نے دکھائی اور یونان میں سہ طبقہ جنگی جہاز سب سے پہلے کورنتھ میں بنائے گئے۔ یہ بھی مشہور ہے کہ امائنوکلیس جس نے ساموسیوں کے لئے چار جہاز تیار کئے، کورنتھ ہی کا باشندہ تھا موجودہ جنگ کے اختتام سے کوئی تین سو سال پہلے امائنوکیس ساموس گیا تھا اسکے علاوہ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ سب سے پہلی سمندری لڑائی کورنتھ اور کورکایرا والوں کے درمیان ہوئی تھی جو موجودہ جنگ کے اختتام سے تقریباً دوسو ساٹھ سال پہلے کا واقعہ ہے، خاکنائے پر واقع ہونے کی وجہ سے کورنتھ زمانہ قبل از تاریخ سے تجارتی منڈی بنا رہا ہے کیوں کہ پچھلے زمانہ میں پلوپونیز کے حدود کے اندر اور باہر یونان کے سارے اقطاع کے درمیان آمد و رفت، اور حمل و نقل خشکی ہی کے راستہ ہوا کرتی تھی جس کی بنا پر کورنتھ کا علاقہ ایک شاہراہ بن گیا تھا۔ کورنتھ کے مالی وسائل بہت وسیع تھے چنانچہ قدیم شاعروں کے کلام میں

کورنتھ کو "دولت مند" شہر کہا گیا ہے، اور جب سمندر کے ذریعہ آمد و رفت کا رواج بڑھ گیا تو کورنتھ اس قابل ہو گیا کہ اپنا بحری بیڑا تیار کر کے قزاقی کا قلع قمع کرے، چونکہ وہ بری اور بحری دونوں قسم کی تجارت کا مرکز تھا اس لئے اس نے وہ سارا اختیار اور اقتدار حاصل کر لیا جو ایک وسیع آمدنی کی بدولت حاصل ہو سکتا تھا اس کے بعد ایران کے اولین بادشاہ کورش اور اس کے بیٹے کامبی سس کے دور میں ایونیہ ایک زبردست بحری طاقت بن گیا اور جب اس کی جنگ کورش سے ہوئی تو کچھ عرصہ تک بحیرۂ ایونیہ پر اہل ایونیہ ہی کا قبضہ رہا۔ کامبی سوس کے دور حکومت میں ساموس کے خود سر حاکم پولی کراتیس کے پاس بھی ایک طاقتور بحری بیڑا تھا جس کی مدد سے اس نے متعدد جزیروں کو اپنی اطاعت پر مجبور کیا انہی جزائر میں رہینیہ بھی تھا جس کو اس نے دیلوسی اپولو کے لئے وقف کر دیا تقریباً اسی زمانہ میں فوکسیوں نے جو مارسیلز کی بنیاد ڈال رہے تھے ایک سمندری لڑائی میں قرطاجنہ والوں کو شکست دی، ان دونوں کے بحری بیڑے بہت بڑے اور طاقتور تھے اور اگرچہ ان کا زمانہ جنگ ٹروجن کے بہت بعد کا ہے تاہم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیڑے بھی پچاس چپوؤں والے جہازوں اور لمبی کشتیوں پر مشتمل تھے اور ان کے دستوں میں گیلی قسم کے جنگی جہاز کم تھے، دراصل ایرانیوں کے حملہ اور کامبی سوس کے جانشیں دادیوس کے انتقال سے کچھ ہی عرصہ پہلے سسلی کے خود سر حاکموں اور کورکایریوں نے پہلی دفعہ بڑی تعداد میں گیلی جہاز بنوائے، کیونکہ اسکے بعد یونان میں زرکسیز کی مہم کے آغاز تک کوئی قابل ذکر بحری بیڑا نہیں تھا، آئی گینہ ایتھنز اور دوسری مملکتوں کے پاس جو معدودے چند جہاز تھے وہ زیادہ تر پچاس چپوؤں والے تھے، جب یہ دور تقریباً ختم ہو گیا تو آئی گینہ سے جنگ اور غیر یونانیوں کے حملہ کے اندیشہ کی بنا پر تمسطاکلیس نے اہل ایتھنز کو ایک بحری بیڑا تیار کرنے کی

ترغیب دی جس کی مدد سے انھوں نے سلامس کی جنگ میں حصّہ لیا لیکن ان جہازوں پر بھی مکمل عرشے نہیں بنائے گئے تھے۔

پچھلے صفحوں میں جس دور کا ذکر کیا گیا ہے اس میں یونانی مملکتوں کے بحری بیڑوں کا حال میں بیان کرچکا ہوں، یہ بیڑے نہایت معمولی قسم کے تھے تاہم ان کی بدولت متعلقہ سلطنتوں کی نہ صرف دولت بلکہ اقتدار میں بھی بڑا اضافہ ہوا، انہی کی مدد سے فوجیں جزیروں کو جاتی اور ان پر قبضہ کرتی تھیں، اور چھوٹے جزیروں کو زیر کرنا تو بہت آسان ہوگیا تھا، خشکی کی جنگ ایک بھی نہیں ہوی، یا کم از کم ایسی جنگ نہیں ہوی جس نے طاقت یا اقتدار میں کوئی اضافہ کیا ہو، سرحد کے معمولی جھگڑوں کا سلسلہ البتہ جاری رہا مگر اس زمانہ میں یونان میں کسی ایسی مہم کا پتہ نہیں چلتا جو طویل مسافتیں طے کرکے فتوحات حاصل کرنے کے لئے روانہ کی گئی ہو، نہ تو کسی بڑی مملکت نے اپنے تحت کے شہروں کا اتحاد قایم کیا اور نہ برابر کی طاقت رکھنے والی مملکتیں مل جل کر مہمات سر کرنے کی غرض سے آپس میں متحد ہوسکیں، جو لڑائیاں اس زمانہ میں ہوئیں وہ سب مقامی نوعیت کی تھیں جن کا تعلق ہمسایہ مملکتوں کے آپس کے اختلافات سے تھا، کالسس اور اریتریہ کے مابین زمانہ قدیم میں جو لڑائی ہوی اس میں البتہ ایک حد تک متحدہ فوجی طریقہ کار اختیار کیا گیا اور تقریباً ساری یونانی مملکتیں فریقین میں سے کسی ایک کے ساتھ ہوگئی تھیں۔

اس زمانہ میں قومی ترقی کے راستہ میں مختلف علاقوں میں مختلف رکاوٹیں حایل تھیں، ایونیوں کا اقتدار تیزی سے بڑھتا جا رہا تھا کہ شاہ کورش کے دور میں ان کا تصادم ایرانی لشکر سے ہوگیا اور کورش نے کروئسوس کو تخت سے ہٹاکر ہیلس سے ساحل سمندر تک سارے علاقوں کو پامال کرنے کے بعد ساحلی علاقوں کو اپنے زیر نگیں کرلیا، رہے جزائر تو اُن پر داریوس اور فنیقی بیڑے نے قبضہ جمایا

اور جہاں جہاں خود سروں کا راج تھا وہاں کوئی قابل لحاظ کام نہیں ہو سکے، یہ حاکم سارے معاملات میں صرف اپنا مفاد پیش نظر رکھتے تھے اور ان کو ہمیشہ اپنے اور اپنے خاندان کے عیش و آرام اور ترقی و خوش حالی کی فکر رہتی تھی، اس لئے انھوں نے عافیت پسندی کو اپنا شعار بنا لیا، گو کبھی کبھی پڑوس کی مملکتوں سے ان کی لڑائیاں ضرور ہوتی رہتی تھیں، اپنے وطن میں تو خود سروں کا یہ حال تھا، لیکن سسلی میں انھوں نے بڑی زبردست قوت حاصل کی، اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ عرصۂ دراز تک یونان کے سارے حصوں کے حالات ایسے تھے کہ یہاں کی مملکتیں نہ تو کسی بڑے یا قومی مقصد کے لئے اپنا اتحاد قایم کر سکیں اور نہ اپنے طور پر کوئی اہم قدم اٹھایا۔

لیکن بالآخر ایک ایسا دور آیا جب ایتھنیز کے خود سروں اور سسلی کے سوا بقیہ یونان کی قدیم تر خود سر حکومتوں کو لاکے دیمون نے ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا گو یہ مملکت اپنے موجودہ دوریانی نسل کے باشندوں کے آباد ہو جانے کے بعد عرصہ دراز تک فرقہ بندی کا شکار بنی رہی، اس کے باوجود وہاں بہت ہی ابتدائی زمانہ سے معقول قوانین رائج تھے جن کی وجہ سے خود سروں کو اپنا دست تعدی دراز کرنے کے مواقع نہیں مل سکے، اگر ہم پچھلی جنگ کے اختتام تک کا زمانہ بھی شمار کریں تو پتہ چلے گا کہ لاکے دیمون میں ایک ہی طرز کی حکومت کوئی چار سو سال تک قایم رہی اور اس طرح وہ دوسری ریاستوں کے آپس کے جھگڑے چکانے کے قابل ہو گیا۔

خود سر حاکموں کی معزولی کے چند ہی سال بعد ایرانیوں اور ایتھنیزیوں کے مابین میراتھون میں لڑائی ہوئی، اس کے دس سال بعد غیر یونانی یونان کو اطاعت پر مجبور کرنے کی غرض سے دوبارہ بحری بیڑا لے کر آئے، اس زبردست خطرہ کے مقابلہ کے لئے یونانی مملکتوں کی متحدہ فوجوں کی کمان لاکے دیمونیوں نے سنبھال لی کیوں کہ وہ دوسروں سے زیادہ طاقتور تھے اور ایتھنیزی جنھوں نے اپنے شہر کا

تخلیہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا، گھربار چھوڑ کر جہازوں میں سوار ہو گئے جس سے ان کی بحری زندگی کا آغاز ہوا، غیر یونانیوں کی پسپائی کے بعد اس اتحاد کے اندر دو گروہ پیدا ہو گئے جن میں سے ایک گروہ شاہی کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے والے یونانیوں کا تھا اور دوسرے وہ لوگ تھے جنھوں نے جنگ میں بادشاہ کا ساتھ دیا تھا ایک کا سربراہ ایتھنیز بن گیا تو دوسرے کی قیادت لاکے ڈیمون نے سنبھالی، کیوں کہ یونان میں سب سے بڑی طاقتیں یہی دو تھیں جن میں سے ایک کو بحری تو دوسری کو بری برتری حاصل تھی، اس کے بعد اتحاد کچھ عرصہ تک تو قایم رہا لیکن جلد ہی لاکے ڈیمونیوں اور ایتھنیزیوں میں اختلافات پیدا ہو گئے اور انھوں نے اپنے مخالفین کو ساتھ لے کر ایک دوسرے کے خلاف لڑائی شروع کر دی، اور اس جنگ میں یونان کی ساری مملکتیں جلد یا بدیر شریک ہونے پر مجبور ہو گئیں حالانکہ ان میں سے بعض نے ابتدا میں غیر جانب دار رہنے کی کوشش کی تھی، اس طرح ایرانی لشکر سے مقابلہ اور موجودہ جنگ کے آغاز کے سارے درمیانی زمانہ میں امن کے چند وقفوں کے سوا ہر مملکت کو جنگ سے سابقہ رہا۔ یہ لڑائیاں یا تو مخالف مملکتوں سے ہوئیں یا داخلی سرکشوں سے اور ان کی بدولت یونانیوں کو فن حرب اور امور جنگ کی مشق و مہارت حاصل کرنے کے مسلسل مواقع حاصل رہے اور خطرات کے مقابلہ کا تجربہ بھی ہو گیا۔

لاکے ڈیمون کی حکمت عملی یہ نہیں تھی کہ حلیفوں سے خراج حاصل کیا جائے بلکہ وہ صرف یہی چاہتا تھا کہ حلیف مملکتوں میں چند حکومتیں قایم کر کے ان کو اپنا دست نگر رکھے، اس کے برعکس ایتھنیز نے رفتہ رفتہ حلیفوں کے جہازوں کو اپنے بیڑوں میں ضم کرا دیا اور ان سے جہازوں کا خرچ لینے کی بجائے خیوس اور لیسبوس کو چھوڑ کر باقی سارے حلیفوں پر نقد خراج عاید کیا۔ موجودہ جنگ کے

شروع میں فریقین نے اپنے اپنے وسایل کا اندازہ لگایا تو دونوں اس نتیجہ پر پہونچے کہ اتحاد کی موجودگی میں جو مجموعی وسایل تھے ان کی نسبت علیحدگی کے بعد جداگانہ وسایل وسیع تر ہو گئے تھے۔

یہاں تک میں نے قدیم ترین دور کے بارے میں اپنی تحقیقات کے نتائج بیان کئے اور مجھے اعتراف ہے کہ ان ساری تفصیلات کو درست باور کرنا مشکل ہوگا اکثر لوگ قدیم روایتوں اور خود اپنے ملک کی پرانی روایات کو بھی، چاہے وہ کسی روپ میں پیش کی جائیں صحیح مان لیتے ہیں اور ان کو تنقید کی کسوٹی پر نہیں کستے مثلاً ایتھنزی عوام سمجھتے ہیں کہ ہپارخوس ایک خودسر حاکم تھا جس کو ہارمودیوس اور ارسطوجیتان نے قتل کرڈالا، ان کو پتہ نہیں کہ پیسستراتوس کا بڑا بیٹا ہپیاس سب سے زیادہ طاقتور تھا اور ہپارخوس اور تھسالوس اس کے بھائی تھے، اس کے قتل کے لئے جو ساعت مقرر کی گئی تھی، عین اسی وقت ہارمودیوس اور ارسطوجیتان کو شبہ ہوا کہ شرکاء جرم نے ہپیاس کو خبردار کر دیا ہے، اس لئے اس پر حملہ نہیں کیا، تاہم اس اندیشہ سے کہ انھیں گرفتار نہ کر لیا جائے اور بے وجہ جان کا خطرہ نہ پیدا ہو، دختران لیوس کے مندر کے قریب وہ ہپارخوس پر ٹوٹ پڑے جو پان تھنائی جلوس کے انتظامات میں مصروف تھا اور اسے قتل کر ڈالا۔

اسی طرح یونان کے دوسرے حصوں میں بھی کئی بے بنیاد قصے عام ہو گئے ہیں جن میں سے بعض اس عہد کی تاریخ سے متعلق ہیں جن پر ابھی مرور زمانہ نے تاریکی کے پردے نہیں ڈالے ہیں، مثلاً لوگ سمجھتے ہیں کہ لاکے دیمون کے بادشاہوں کو دو دو ووٹ دینے کا حق حاصل ہے حالانکہ فی الواقع وہ ایک ہی ووٹ دے سکتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ عوام الناس حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے کوئی زحمت گوارا نہیں کرتے، اور کسی واقعہ کے بارے میں پہلے جو باتیں ان کے کانوں تک پہنچ جاتی ہیں انھیں کو آسانی سے

سچ مان لیتے ہیں لیکن میں نے جو دلایل پیش کئے ہیں اور ان سے جو نتائج نکالے ہیں وہ میری رائے میں بحیثیت مجموعی بلا خوف تردید قابل اعتماد ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ نہ تو شاعروں کا غلو ان کو متاثر کر سکے گا اور نہ ان رنگین مزاج وقائع نگاروں کی تحریریں جو حقایق کے خون سے دلکش بنائی گئی ہیں، شاعروں اور وقایع نگاروں نے جن موضوعات پر خامہ فرسائی کی ہے ان کے بارے میں کوئی تاریخی مواد نہیں ملتا۔ اور اب تو مرورِ زمانہ نے ان کی تاریخی اہمیت ختم کر کے انھیں قصص و حکایات میں شامل کر دیا ہے اس سے قطع نظر کیا جائے تو بقیہ حصہ کے بارے میں میں پورے اطمینان کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جو مواد استعمال کیا گیا ہے وہ زیادہ سے زیادہ مستند ہے اور میں نے عہد عتیق کے حالات سے ممکنہ حد تک صحیح نتائج اخذ کرنے کی کوشش کی ہے، یہ مانی ہوی بات ہے کہ جو لوگ کسی لڑائی میں حصہ لیتے ہیں ان کا رجحان اس کی اہمیت کو مبالغہ کے ساتھ بیان کرنے کی طرف ہوتا ہے اور جب جنگ ختم ہو جاتی ہے تو گزرے ہوے واقعات کو بڑھا کر چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے، تاہم اس جنگ کی تفصیلات کا جائزہ لیا جائے تو پتہ چلے گا کہ واقعی یہ ساری پچھلی جنگوں سے زیادہ ہولناک اور اہم تھی۔

جو تقریریں میں نے متن میں شریک کی ہیں ان میں سے چند آغاز جنگ سے پہلے کی ہیں اور چند دوران جنگ سے تعلق رکھتی ہیں، بعض تقریریں خود میں نے سنی تھیں اور بعض کا متن دوسرے ذرایع سے حاصل کیا گیا ہے، چونکہ ہر ایک تقریر کو لفظ بہ لفظ یادداشت میں محفوظ رکھنا مشکل تھا، اس لئے میں نے مقرروں سے وہ باتیں کہلوائی ہیں جو حالات اور موقع محل کے مطابق ان کو کہنی چاہیئے تھیں اور جو باتیں مقرروں نے فی الواقع کہی تھیں ان کے منشاء اور مفہوم کو زیادہ سے زیادہ صحت کے ساتھ ادا کرتے میں میں نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ہے، اور جہاں تک اس جنگ کے واقعات بیان کرنے کا تعلق ہے، کسی اطلاع کو اس کے ماخذ کی جانچ کئے بغیر

نقل کر دینا تو در کنار میں نے خود اپنے تاثرات پر بھی بھروسا نہیں کیا، جو حالات اس تاریخ میں بیان کئے گئے ہیں ان میں کچھ تو میرے اپنے مشاہدات پر مبنی ہیں اور کچھ ان لوگوں کے مشاہدات ہیں جنھوں نے میرے پاس اطلاعیں بھجوائیں اور ممکن حد تک سارے واقعات کی مکمل تحقیق و تفتیش کر لی گئی، ایک ہی واقعہ کے بارے میں مختلف عینی مشاہدوں کے بیانات کی عدم مطابقت کی بنا پر صحیح نتایج اخذ کرنے میں کافی کاوش سے کام لینا پڑا۔ بیانات میں یہ عدم مطابقت بعض صورتوں میں یادداشت کی کمزوری کی وجہ سے پیدا ہوی اور بعض صورتوں میں راوی نے کسی ایک فریق کی بیجا طرفداری سے کام لیا۔ میں نے وقائع نگاری میں رنگ آمیزی سے کام نہیں لیا ہے جس کی وجہ سے ممکن ہے کہ پڑھنے والے کی دلچسپی کم ہو جائے مگر میں سمجھوں گا کہ میری محنت ٹھکانے لگ گئی، اگر میری یہ تالیف ان متلاشیان حقیقت کے لئے مفید ثابت ہو جو ماضی کو اس کے اصل روپ میں دیکھنا چاہتے ہیں تاکہ مستقبل کے بارے میں پیش قیاسی میں مدد لے، کیونکہ فطرت انسانی کے رجحانات سے پتہ چلتا ہے کہ مستقبل اگر ماضی کا عکس نہیں ہوگا تو اس کے مشابہ ضرور ہوگا۔ مختصر یہ کہ میں نے یہ کام موقتی داد و تحسین حاصل کرنے کے لئے نہیں کیا ہے بلکہ میری تمنا ہے کہ اس کی قدر و قیمت ہر زمانہ میں باقی رہے۔

ایران کی جنگ گزشتہ زمانہ کا سب سے بڑا کارنامہ سمجھی جاتی ہے لیکن وہ دو بحری اور دو بری لڑائیوں کے بعد ختم ہو گئی، اس کے برخلاف پلوپونیز کی جنگ عرصہ دراز تک جاری رہی، یہ نہ صرف ایک طویل جنگ تھی بلکہ اس کے دوران میں یونانیوں پر ایسی زبردست آفتیں آئیں کہ ان کی مثال نہیں ملتی۔ اس سے پہلے کبھی اتنی بڑی تعداد میں شہر تاخت و تاراج نہیں کئے گئے تھے اس جنگ میں کہیں غیر یونانیوں کے خون کی ندیاں بہائیں تو کہیں خود یونانیوں کے گروہ آپس میں لڑ کر تباہ ہو گئے۔ بعض شہروں کی آبادی کو نکال باہر کیا گیا اور اس کی جگہ نئے

لوگ بسائے گئے۔ پہلے نہ تو کبھی اتنی بڑی تعداد میں لوگ جلاوطن کئے گئے تھے اور نہ انسانی خون کی اتنی ارزانی ہوئی تھی، کہیں میدان جنگ میں موت کا بازار گرم ہوا تو کہیں ایک ہی شہر کے مخالف گروہوں نے ایک دوسرے کے خون سے ہولی کھیلی، پرانے قصے کہانیوں کی جو باتیں پہلے بعید از قیاس معلوم ہوتی تھیں اُن پر یکایک یقین آنے لگا۔ زلزلوں نے غیر معمولی تباہی پھیلائی اور سورج گہن بھی اسقدر جلد جلد آئے کہ اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھے گئے تھے، کئی علاقے خشک سالی کے شکار ہوئے جہاں قحط پڑ گیا اور پھر سب سے زیادہ وہ تباہ کن اور ہلاکت خیز عذاب نازل ہوا جو طاعون کہلاتا ہے، یہ سب آفتیں اسی جنگ کے ساتھ آئیں، ایتھنیزیوں اور پلوپونیزیوں نے عارضی صلح کے تیس سالہ معاہدہ کو جو یوبیہ کی تسخیر کے بعد عمل میں آیا تھا، منسوخ کردیا اور جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔ اب سوال یہ ہے کہ معاہدہ صلح کیوں منسوخ کیا گیا؟ اس کے جواب میں پہلے میں فریقین کی شکایات اور اختلافات کے اسباب اور تفصیلات بیان کروں گا تاکہ آیندہ کسی کو ان فوری وجوہات کے بارے میں کوئی شبہ نہ رہے جنھوں نے یونانی مملکتوں کو اتنی بڑی جنگ کی آگ میں ڈھکیل دیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ جنگ کا اصل سبب جس کا باقاعدہ اظہار کسی فریق کی جانب سے بھی نہیں کیا گیا یہ تھا کہ لاکے دیمون، ایتھنیز کے بڑھتے ہوئے اقتدار کو اپنے لئے سخت اور فوری خطرہ کا باعث سمجھتا تھا۔ تاہم یہاں ان الزامات کا ذکر کردینا مناسب ہوگا جو فریقین نے ایک دوسرے پر لگائے اور جن کی وجہ سے عارضی صلح کے معاہدہ کو ختم کرکے جنگ شروع کی گئی۔

دوسرا باب

جنگ کے اسباب، اپیداموس کی لڑائی

پوتیدیہ کی لڑائی

شہر اپیداموس خلیج ایونیہ کے داخلی راستہ کی سیدھی جانب واقع ہے اسکے قرب وجوار میں تاڑ لانتی آباد ہیں جن کا تعلق الیریائی نسل سے ہے، یہ شہر کورکایرا کی نوآبادی ہے جسے فالیوس زیرن اور توکلید س نامی ہیراکلیدی نے بسایا تھا اور جسے قدیم ترین رواج کے مطابق رسم تاسیس ادا کرنے کے لئے مادر بلد کورنتھ سے طلب کیا گیا تھا، ان آبادکاروں کے ساتھ کورنتھ کے چند شہری اور دوریانی نسل کے کچھ افراد شریک ہو گئے۔ اس کے بعد جوں جوں دن گذرتے گئے شہر اپیداموس ترقی کرتا گیا اور اس کی آبادی بڑھنے لگی، لیکن کہا جاتا ہے کہ جب غیر یونانی پڑوسیوں سے جنگ کے دوران میں داخلی تنازعات پیدا ہوئے تو وہ بہت کمزور ہو گیا۔ جنگ سے پہلے وہاں آخری ہنگامہ یہ ہوا کہ شہری عوام نے امرا کے فریق کو نکال باہر کیا، اس پر جلاوطنوں کا گروہ غیر یونانیوں سے جا ملا، اور بحری اور بری راستوں سے شہر پر دھاوے کر کے غارت گری اور لوٹ مار شروع کی، اپیداموسیوں نے پریشان ہو کر

نوآبادی کے بانیوں یعنے کورکایریوں کے پاس سفارت بھجوای اور خواہش کی کہ بیچ میں پڑکر جلاوطن فریق سے صلح کرادیں تاکہ غیر یونانیوں کی جنگ سے نجات ملے۔ ان کے سفیر امان کے طالب ہوکر ہیرا کے مندر میں بیٹھ گئے اور کورکایروں کو اپنی حکومت کا پیام پہنچادیا۔ لیکن کورکایریوں نے ان کی درخواست منظور نہیں کی تو بے نیل ومرام واپس ہوگئے۔

جب اپیدا موسیوں کو کورکایریوں سے امداد کی امید نہیں رہی تو وہ ہراساں ہوگئے اور کچھ لوگوں کو بشارت کے لئے دلفی بھجوایا، وہ اس بارے میں دیوتا کی ہدایت چاہتے تھے کہ کیا شہر کو اس کے بانی کورکایریوں کے حوالہ کرکے کچھ امداد لینے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ دیوتا کی جانب سے ہدایت ملی کہ وہ خود کو اور اپنے شہر کو کورنتھیوں کے حوالہ کردیں چنانچہ اپیدا موسی کورنتھ گئے اور بشارت کے اتباع میں خود کو اور اپنی نوآبادی کو ان کے سپرد کردیا، انھوں نے بتایا کہ اپیدا موس کو ایک کورنتھی نے آباد کیا تھا اور دیوتا کی ہدایت سناکر درخواست کی کہ ان کی مدد کی جائے اور انھیں تباہی سے بچایا جائے، کورنتھی اس پر راضی ہوگئے، انھوں نے سوچا کہ اپیدا موس کا جتنا تعلق کورکایرا سے ہے اتنا ہی کورنتھ سے بھی ہے، اس لئے امداد کرنا ایک حد تک فرض ہوجاتا ہے اس کے علاوہ انھیں کورکایریوں سے نفرت ہوگئی تھی جو اپنے بانی مملکت کو حقیر سمجھتے تھے، پبلک اجتماعوں اور قربانی کی رسم کے مواقع پر کورنتھ کی بسائی ہوی دوسری نوآبادیاں بدستور اس کے اعزاز واکرام کو پیش نظر رکھتی تھیں لیکن کورکایرا اس کی توہین کرتا تھا، جہاں تک دولت کا تعلق ہے، کورکایرا یونان کے متمول سے متمول علاقوں کا مقابلہ کرسکتا تھا، اس کی فوجی طاقت نہایت زبردست تھی بعض اوقات وہ اپنے جزیرہ کی غیر معمولی بحری قوت پر فخر کرتا تھا، جسکی جہازرانی کی شہرت قدیم باشندوں فیشیائیوں کے زمانہ سے چلی آرہی تھی، ان اسباب کی بناپر بھی

کورکایرا اپنے بحری بیڑے پر غیر معمولی توجہ دیتا رہا جس سے وہ بہت طاقتور ہو گیا اور فی الحقیقت اس لڑائی کے آغاز کے وقت اس کے بیڑے میں ایک سو بیس جنگی جہاز تھے۔

متذکرۂ بالا شکایات کی بناء پر کورنتھ نے حسب وعدہ اپیدامنوس کو فوجی امداد بھجوانے میں بڑی سرگرمی سے کام لیا۔ رضا کار آبادکار اشتہار کے ذریعہ اکٹھا کئے گئے اور ایک فوجی دستہ کمک کے لئے روانہ کیا گیا جو امبریسیوں، لیوکاسیوں اور کورنتھیوں پر مشتمل تھا، یہ لوگ خشکی کے راستہ اپولونیہ پہنچے جس کا تعلق کورنتھ سے تھا، بحری راستہ اس لئے اختیار نہیں کیا گیا کہ اس میں کورکایرا کے حایل ہونے کا اندیشہ تھا جب کورکایریوں کو اپیدامنوس کے کورنتھ کو حوالہ کر دینے اور فوجی کمک اور آبادکاروں کی آمد کی اطلاعیں ملیں تو ان کے تن بدن میں آگ لگ گئی، انھوں نے فوراً ہی بیس پر پانچ جہازوں کا بیڑا روانہ کیا، اس کے بعد جلد ہی اور جہاز بھی بھجوائے گئے اور توہین آمیز انداز میں اپیدامنوسیوں سے مطالبہ کیا گیا کہ جلاوطن فریق کو شہر میں واپس بلا لیں (یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ اپیدامنوس کے جلاوطن امرا کورکایرا پہنچ گئے تھے اور اپنے اجداد کے مزاروں کا واسطہ دے کر اپنے رشتہ داروں سے التجا کی تھی کہ ان کو اپنا کھویا ہوا مقام واپس دلا دیں) اور کورنتھ کی فوجوں اور آبادکاروں کو شہر سے نکال دیں لیکن اپیدامنوس نے ان کی کوئی بات نہیں مانی، تو کورکایرا نے چالیس جہازوں کے بیڑے کی مدد سے اس کے خلاف فوجی کارروائی شروع کی، اپنے ساتھ جلاوطن فریق کو بھی لئے گئے جسے وہ بحال کرانا چاہتے تھے، اس کے علاوہ الیریائیوں کو بھی لڑنے کے لئے ہمراہ لے گئے۔ محاصرہ کی غرض سے شہر کے سامنے پڑاو ڈال کر انھوں نے اعلان کیا کہ جو ملکی اور غیر ملکی باشندے شہر چھوڑ کر جانا چاہتے ہوں وہ چلے جائیں ورنہ ان کے ساتھ دشمنوں کا سا سلوک کیا جائے گا۔ اس کا جواب نفی میں ملا تو کورکایریوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا جو خلیج پر واقع ہے، اس محاصرہ کی

اطلاع کورنتھیوں کو ملی تو انھوں نے فوجیں اکٹھی کیں اور اپیدا موس میں ایک نئی آبادی کے قیام کا اعلان کر کے اس امر کی ضمانت دی کہ وہاں آبادکاروں کو مکمل سیاسی مساوات حاصل رہے گی، یہ بھی اعلان کیا گیا کہ جو لوگ فوراً جانا نہ چاہتے ہوں وہ پچاس کورنتھی درا کما ادا کر کے گھر بیٹھے اپیدا موس میں اپنی جگہ محفوظ کرا سکتے ہیں، اس موقع سے متعدد لوگوں نے فائدہ اٹھایا، جن میں سے بعض تو فوراً روانگی کے لئے تیار ہو گئے اور بعضوں نے مقررہ رقمیں ادا کر دیں، یہ بھی طے کیا گیا کہ آبادکاروں کے ہمراہ جانے کے لئے مختلف شہروں سے حفاظتی دستے طلب کئے جائیں تاکہ ان کی راہ میں کورکایرا کوئی رکاوٹ نہ پیدا کر سکے، چنانچہ میگارا نے آٹھ جہازوں اور پالے واقع سفالینیہ نے چار جہازوں کے ساتھ اس قافلہ کی حفاظت کا انتظام کیا، اس کے علاوہ اپیدادروس نے پانچ، ہرمیو نے ایک، تروبزن نے دو، لوکاس نے دس اور امبریسیہ نے آٹھ جہاز فراہم کئے، تھیبزیوں اور فلیئشیائیوں نے مالی امداد دی، ایلریائیوں سے نقد رقم کے علاوہ جہاز کے ڈھانچے فراہم کرنے کو کہا گیا، خود کورنتھ نے تیس جہاز اور تین ہزار بھاری ہتھیار بند پیادے فراہم کئے۔

جب کورکایروں کو ان تیاریوں کی اطلاع ملی تو وہ کورنتھ پہنچے، لاکے دیمون اور سکیون کے ایلچیوں کو بھی سمجھا بجھا کر انھوں نے اپنے ہمراہ لے لیا تھا، اب کورکایریوں نے مطالبہ کیا کہ چونکہ کورنتھ کو اپیدا موس سے کوئی تعلق نہیں ہے اس لئے وہ اپنی فوجوں اور آبادکاروں کو واپس بلالے، اور اگر اس بارے میں اسے کوئی دعویٰ پیش کرنا ہو تو ثالثی کے فرایض انجام دینے کے لئے پلوپونیز کی ایسی مملکتوں سے خواہش کی جا سکتی ہے جن پر دونوں فریقوں کو اعتماد ہو، ثالث جس مملکت کے حق میں فیصلہ دیں، اپیدا موس کی نوآبادی اسی سے متعلق قرار دی جا سکتی ہے انھوں نے اس پر بھی رضامندی ظاہر کی کہ ڈیلفی کے دیوتا سے ہدایت حاصل کی جائے

اور کہا کہ اس احتجاج کو نظر انداز کر کے اگر لڑائی شروع کی گئی تو بڑی زیادتی ہو گی اور انہیں مجبور ہو کر ایسی طاقتوں سے ربط پیدا کرنا پڑے گا جن کو وہ اچھی نظر سے نہیں دیکھتے، نہ صرف یہی بلکہ امداد کی ضرورت کے پیش نظر وہ پرانے رشتوں اور تعلقات کو توڑنے پر مجبور ہو جائیں گے، اس کا جواب کورنتھ نے یہ دیا کہ اگر وہ اپیدا موس سے اپنی بحری بیڑے اور غیر یونانی سپاہیوں کو ہٹالیں تو اس مسئلہ پر گفتگو ہو سکے گی، جب تک شہر کا محاصرہ جاری رہے ثالث سے رجوع کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ کورکایریوں نے کہا کہ کورنتھ، اپیدا موس سے فوجیں ہٹالے تو وہ بھی محاصرہ برخواست کر دیں گے اور اس پر بھی آمادگی ظاہر کی کہ دونوں جانب کی فوجیں وہیں رہیں، اور ثالث کے فیصلہ دینے تک عارضی صلح کر لی جائے۔

کورنتھیوں نے ان تمام تجویزوں کو مسترد کر دیا، اور جب ان کے جہاز ساز و سامان سے لیس ہو گئے، اور حلیف اکٹھے ہو چکے تو جنگ کا اعلان کرنے کے لئے اپنا قاصد روانہ کیا، پچہتر جہازوں اور دو ہزار بھاری ہتھیار بند پیادوں کے ساتھ یلغار کر کے کورکایریوں سے مقابلہ کرنے کے لئے اپیدا موس روانہ ہو گئے۔ ان کا بحری بیڑا ارسطیوس ابن پلی خاس، کالیکرا تیس ابن کالیاس، اور تمانور ابن تمانتھوس کی کمان میں تھا اور فوج کے سپاہ سالار آرکیتیموس ابن یوری تموس اور اسارکیداس ابن اسارخوس تھے، جب وہ اناکتوریوم کے علاقہ میں خلیج امبریسیہ کے دہانہ پر اکتیوم پہنچے جہاں اپولو کا مندر واقع ہے تو کورکایریوں نے کشتی میں اپنا قاصد بھجوا کر خبردار کیا کہ آگے بڑھنا خطرناک ہوگا۔ اس اثنا میں ان کے سپاہی ان جہازوں میں سوار ہو گئے، جو جنگ کے لئے تیار رکھے گئے تھے، ان میں جو جہاز پرانے تھے ان کو مرمت کر کے جنگ کے قابل بنایا گیا تھا، جب قاصد کورنتھیوں سے کوئی پر امن جواب لئے بغیر لوٹ گیا،

بحری بیڑا جو تیار کھڑا تھا دشمن کے مقابلہ کے لئے آگے بڑھا، اس کورکایری بیڑے میں اسی جہاز تھے (ان کے چالیس جہاز اپیدامونس کے محاصرہ میں مصروف تھے) جنھوں نے باقاعدہ قطاریں بنا کر دشمن پر حملہ کر دیا، جس میں انھیں پوری کامیابی ہوئی اور کورنتھ کے پندرہ جہاز تباہ ہو گئے، اسی روز اپیدامونسیوں نے محاصرین کے مقابلہ کی تاب نہ لاکر ان شرائط پر اطاعت قبول کر لی کہ غیر ملکی افراد فروخت کر دیے جائیں گے، اور کورنتھیوں کو ان کی قسمت کا فیصلہ ہونے تک نظر بند رکھا جائے گا۔

اس لڑائی کے بعد کورکایریوں نے اپنے علاقہ کی راس لیوکیمے میں فتح کی یادگار نصب کی اور سارے قیدیوں کو ہلاک کر ڈالا، سوائے کورنتھیوں کے جو جنگی قیدی قرار دیے گئے۔ سمندری لڑائی میں اس شکست کے بعد کورنتھی اور ان کے حلیف اپنے اپنے وطن کو لوٹ گئے، اور کورکایری اس نواح کے سارے سمندر کے مالک و مختار بن گئے انھوں نے سمندر کے راستہ کورنتھی نوآبادی لیوکاس پر حملہ کر کے اس کے علاقوں کو تاخت و تاراج کیا، اس کے بعد الینس کی بندرگاہ کلینے کو آگ لگا دی، کیونکہ اس نے جہازوں اور نقد رقم سے کورنتھ کی امداد کی تھی، لڑائی کے بعد عرصہ دراز تک سمندر پر انہی کا راج رہا اور کورکایرا کے جنگی جہاز کورنتھ کے حلیفوں کو پریشان کرتے رہے بالآخر جب حلیفوں کے مصائب نے کورنتھ کو مشتعل کیا تو اس نے موسم گرما کے شروع میں جہاز اور فوجیں روانہ کیں، جنھوں نے لیوکاس اور دوسرے شہروں کو جن سے دوستانہ تعلقات تھے، دشمن کی زد سے محفوظ رکھنے کے لئے تھسپروتس کے علاقہ میں اکتیوم کیمبریوم کے قریب پڑاؤ ڈالا، ساتھ ہی ادھر کورکایریوں نے بھی اپنا فوجی مرکز لیوکیمے میں قائم کیا، فریقین میں سے کسی نے کوئی اقدام نہیں کیا بلکہ ان کی فوجیں ایک دوسرے کے مقابل گرما کے اختتام تک یوں ہی پڑی رہیں، اور ان میں سے کسی کے وہاں سے ہٹنے سے پہلے جاڑے کا موسم آ گیا۔

کورکایرا سے لڑائی کی بنا پر برافروختہ ہوکر کورنتھ نے لڑائی کے فوراً بعد پورے دو سال جہاز تعمیر کرنے اور ایک طاقتور بحری بیڑا تیار کرنے میں صرف کئے اور اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی، بڑی بڑی رقمیں عطیہ کے طور پر پیش کیں، جس کی وجہ سے پلوپونیز اور یونان کے دوسرے علاقوں سے جہاز راں کھنچ آئے، کورکایری دشمن کی ان تیاریوں سے سخت ہراساں ہوگئے، ان کا کوئی حلیف نہیں تھا کیونکہ وہ نہ تو ایتھنیز کے اتحاد میں شریک تھے اور نہ لاکے ڈیمون کے اتحاد سے ان کا تعلق تھا اس بنا پر کورکایریوں نے سوچا کہ ایتھنیز جا کر اس کے حلیف بن جائیں اور اس سے امداد حاصل کرنے کی کوشش کریں، کورنتھ کو پتہ چلا تو اس نے بھی اپنے سفیر ایتھنیز روانہ کئے تاکہ کورکایرا اور ایتھنیز کے بحری بیڑے متحد نہ ہوسکیں اور آیندہ لڑائی میں کورنتھ کی کامیابی کے امکانات کم نہ ہونے پائیں، چنانچہ مجلس عوام کے ایک اجلاس میں دونوں فریقوں کے نمایندوں کی تقریریں ہوئیں، کورکایریوں نے اپنی تقریروں میں کہا:۔

"ایتھنیز والو! آج ہم آپ کے پاس مدد کی درخواست لے کر آئے ہیں ہم جانتے ہیں کہ پڑوسی کی حیثیت سے ہم نے آپ کی کوئی ایسی خدمت نہیں کی، جو ہماری درخواست کی منظوری کی ضامن ہوسکے، ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ آپ کے دلوں میں یہ جذبات بھی اٹھ رہے ہوں گے کہ ہماری درخواست کو منظور کر کے آپ غیر مصلحت اندیشی کا شکار نہ ہوجائیں، یا آپ کو کسی خطرناک صورت حال کا سامنا نہ کرنا پڑے اس لئے آپ کے دلوں میں ہم سے چند شرطیں منوانے کا خیال پیدا ہو رہا ہے تو یہ بالکل فطری بات ہے اگر ہم آپ کی مدد حاصل کرنے میں کامیاب نہ بھی ہوسکے تو ہمیں جھگڑنے کا کوئی حق نہیں ہے، جہاں تک کورکایریوں کا تعلق ہے ان کو یقین ہے کہ آپ سے مدد کی درخواست کرتے ہوئے وہ آپ کے ہر استفسار کا تشفی بخش جواب دے سکتے ہیں۔

چنانچہ اس غرض سے انھوں نے ہمیں یہاں بھیجا ہے۔ سوئے اتفاق سے اس درخواست کے تعلق سے آپ کے بارے میں ہماری حکمت علی ہمارے سابقہ طرز عمل سے میل نہیں کھاتی اور اس نازک صورت حال میں ہمیں اپنا سابقہ طریقہ کار خود اپنے مفادات کی حفاظت کے نقطۂ نظر سے بھی اب خلاف مصلحت معلوم ہوتا ہے۔ ہماری حکمت علی میں یہ تضاد پیدا ہوگیا تھا۔ پہلے تو ہم کسی ہمسایہ مملکت کے حلیف نہیں بنتے تھے لیکن آج ملتجی ہیں کہ آپ ہمیں اپنا حلیف بنا لیں، ہماری سابقہ حکمت علی خلاف مصلحت یوں ثابت ہوی ہے کہ کورنتھ کے خلاف موجودہ لڑائی میں آج ہم خود کو یکہ وتنہا اور بے یارو مددگار پاتے ہیں، ہم سمجھتے تھے کہ اگر ہم دوسری مملکتوں کے مخالفوں سے خود کو الگ رکھیں تو کسی حلیف کے خطرات مول لینے کی صورت میں ہمیں خواہ مخواہ مصائب میں مبتلا ہونا نہیں پڑے گا۔ لیکن اب ثابت ہوچکا ہے کہ یہ خیال غلط اور غیر معقول تھا، یہ واقعہ ہے کہ حالیہ بحری معرکہ میں ہم نے کسی اور مملکت کی مدد کے بغیر کورنتھیوں کو اپنے ساحل کی حدود سے نکال باہر کیا لیکن اب انھوں نے پلوپونیز اور یونان کے دوسرے حصوں سے رنگروٹ اور سامان جنگ حاصل کر کے پہلے سے زیادہ فوجیں اکٹھا کرلی ہیں، ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اب بیرونی امداد کے بغیر ان سے نبٹنا ممکن نہیں اور اگر ہم لڑائی میں ہار گئے تو بالکل تباہ وبرباد ہوجائیں گے۔ یہ ہیں وہ اسباب جن کی بنا پر ہم نے آپ لوگوں اور دوسری مملکتوں سے امداد مانگنے کا تصفیہ کیا، اور ہمیں توقع ہے کہ پہلے الگ تھلگ رہنے کی جو پالیسی ہم نے اختیار کی تھی اسکے لئے آپ ہمیں معاف کردیں گے۔ کیونکہ یہ پالیسی ہم نے کسی بُری نیت سے نہیں بلکہ حالات کے غلط اندازہ کی بنا پر اختیار کی تھی۔

اگر آپ اس وقت ہماری یہ درخواست منظور کرلیں تو بعد میں کئی وجوہ سے آپ خود کو خوش قسمت سمجھیں گے اس لئے بھی کہ ہم آپ کے پاس آئے اور آپ نے

ہماری درخواست منظور کی، ہماری مدد ایک ایسی مملکت کی مدد ہو گی جس نے کسی پر دست درازی نہیں کی، اس کے باوجود ناانصافیوں کا شکار ہو رہی ہے اس لڑائی نے ان تمام اقدار کو خطرہ میں ڈال دیا ہے جو ہمیں دل و جان سے عزیز ہیں، اس لئے اگر آپ نے ہمیں اپنا حلیف بنا لیا تو یہ آپ کے جذبہ خیر سگالی کا بین ثبوت ہوگا۔ اور ہم ہمیشہ آپ کے مرہون منت رہیں گے۔ ایتھنیز کے بعد یونان میں سب سے زیادہ طاقتور بحری بیڑا ہمارا ہی ہے، اس لئے آپ کی اس سے زیادہ خوش قسمتی اور آپ کے دشمنوں کے لئے اس سے زیادہ حوصلہ شکن صورت حال اور کیا ہو سکتی ہے کہ جس مملکت کی رفاقت حاصل کرنے کے لئے آپ اپنا سب کچھ دینے پر تیار ہو جاتے وہ اپنے آپ بغیر بلاوے کے خود کو بلا زحمت آپ کے حوالہ کر دے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس طریقہ عمل سے دنیا کی نظروں میں آپ کا قومی وقار بڑھ جائے گا جن لوگوں کی آپ مدد کریں گے وہ آپ کے احسان مند ہوں گے اور ساتھ ہی آپ کی طاقت میں غیر معمولی اضافہ ہو جائے گا، آپ ساری دنیا کی تاریخ چھان ڈالیں تو بھی ایسی مثالیں کم ملیں گی کہ کسی مملکت کو یک وقت یہ سب کچھ مل گیا، یہ بھی بہت کم دیکھا گیا ہے کہ جس مملکت نے امداد طلب کی، اس نے امداد دینے والوں کے وقار اور سلامتی میں اتنا ہی اضافہ کیا جتنا اضافہ خود اس کے وقار اور سلامتی میں ہوا آپ کہیں گے کہ ہماری دوستی صرف جنگ کی صورت میں کام آ سکتی ہے، اس کا جواب ہمارے پاس یہ ہے کہ اگر آپ میں سے کوئی یہ سمجھتا ہے کہ جنگ بہت دور کی بات ہے تو وہ سخت غلطی کر رہا ہے۔ کیوں کہ لاکے دیمون جو آپ کی مملکت کو حسد کی نظر سے دیکھتا ہے جنگ پر تلا ہوا ہے، اور پھر کورنتھ بھی کافی طاقتور ہے، وہی کورنتھ جو آپ کا دشمن ہے اور اس وقت ہمیں دبانے کی کوشش کر رہا ہے تاکہ ایتھنیز پر حملہ کے لئے راستہ صاف ہو جائے، وہ ہم کو متحد ہونے سے روکنا چاہتا ہے، تاکہ

بہ یک وقت اسے دونوں کا مقابلہ نہ کرنا پڑے، وہ ہم کو بے بس کر کے یا ہماری طاقت پر قبضہ کر کے آپ پر سبقت لے جانے کا عزم کر چکا ہے، لیکن ہم چاہتے ہیں کہ اس کی چالوں کو ناکام کرنے کے لئے پہلے ہی سے ضروری اقدام کریں، اور وہ اقدام یہ ہے کہ کورکایرا محالفہ کا پیش کش دے اور آپ اسے منظور کر لیں، درحقیقت اب وقت آگیا ہے کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے کی بجائے ہم اس کے خلاف منصوبے بنائیں اور دشمن کو اس کا موقع نہ دیں کہ وہ ہماری مخالف مہم میں ہم پر سبقت لے جائے۔

اگر کورنتھ یہ باور کرانے کی کوشش کرے کہ اس کی نوآبادی کو اپنے حلیفوں میں شریک کرنے کا آپ کو حق نہیں ہے تو اس کا یہ ادعا درست نہیں ہوسکتا، اس کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ہر ایک نوآبادی جس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے اپنے بانیوں کی مملکت کی عزت کرتی ہے لیکن اگر ناانصافی کی جائے تو روگرداں بھی ہوجاتی ہے، کیوں کہ کوئی مملکت جب اپنے شہروں کو آبادکاری کے لئے روانہ کرتی ہے تو مفاہمت یہ نہیں ہوتی کہ آبادکار، ترک وطن نہ کرنے والوں کے غلام سمجھے جائیں گے بلکہ آبادکاروں کو مادر بلاد کے شہریوں کے مساوی حقوق دیے جاتے ہیں، یہ تو سب جانتے ہیں کہ کورنتھ ہمارے درپئے آزار ہوگیا ہے، اس نے اس تجویز کو مسترد کر دیا کہ اپیدامنوس کا قضیہ ثالث کے سامنے پیش کیا جائے اور اسے عدل وانصاف کی رو سے طے کرانے کی بجائے لڑائی شروع کر دی، ہم ان کے بھائی بند ہیں لیکن اس کے باوجود جو سلوک انہوں نے ہمارے ساتھ کیا ہے اس کی بنا پر آپ کو چاہیئے کہ خبردار ہوجائیں اور ان کے فریب سے خود کو بچائیں، وہ آپ سے کوئی درخواست کریں تو بھی آپ کو چاہیئے کہ آپ مسترد کر دیں، آپ دشمن کے ساتھ کوئی رعایت کریں گے تو سوائے اسکے کہ بعد میں پچھتانا پڑے اور کچھ حاصل نہیں ہوگا، عافیت اسی میں ہے کہ ان کو کوئی مراعات نہ دی جائیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ ہمیں اپنے حلیفوں میں شریک کرلیں تو لاکے دیمون کے ساتھ آپ کا جو معاہدہ ہے اس کی خلاف ورزی ہو گی تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہماری مملکت غیر جانب دار ہے، اور اس معاہدہ کی دفعات میں بطور خاص گنجائش رکھی گئی ہے کہ ہر ایسی یونانی مملکت کو جو غیر جانب دار ہو، حق حاصل رہے گا اپنی مرضی کے مطابق کسی ایک فریق کے ساتھ شریک ہو جائے، اور یہ امر ناقابل برداشت ہے کہ کورنتھ کو اپنے بیڑے کے لئے رنگروٹ نہ صرف اپنے مخالفین کے علاقوں سے بلکہ یونان کے دوسرے حصوں سے بھی حاصل کرنے کا موقع ملے، چنانچہ خود آپ کے علاقوں نے بھی اس کے لئے کافی تعداد میں سپاہی اور ملاح فراہم کئے ہیں، اور ہمارا موقف یہ ہے کہ وہ نہ تو آپ کے ساتھ ہمیں معاہدہ کرنے کا موقع دینا چاہتے ہیں جس کا ہمیں حق حاصل ہے اور نہ اس امداد سے استفادہ کی اجازت جو دوسرے ذریعوں سے ہمیں مل سکتی ہے، طرفہ یہ ہے کہ اگر آپ ہماری درخواست کو منظور کرلیں تو آپ پر سیاسی بے راہ روی کا الزام لگایا جائے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اگر آپ نے ہماری درخواست مسترد کردی تو ہمیں اس سے کہیں زیادہ شکایت پیدا ہو جائے گی، ہم خطرات میں گھرے ہوتے ہیں، اور آپ کے دشمن نہیں ہیں اس کے باوجود ہماری استدعا رد کر دی جائے اور اپنے دشمن کورنتھ کی نہ صرف یہ کہ آپ مزاحمت نہ کریں بلکہ اپنے تحت کے علاقوں سے ضروریات جنگ حاصل کرنے کا موقع دیں تو یہ ہرگز قرین انصاف نہیں ہوگا، یا تو آپ اسے ایتھنیز کی حدود میں فوجی بھرتی کرنے سے روک دیجئے یا جس حد تک بھی آپ مناسب سمجھیں ہماری امداد کیجئے۔

لیکن دراصل آپ کی پالیسی یہ ہونی چاہیئے کہ علی الاعلان ہماری مدد کریں، جیسا کہ اپنی تقریر کے شروع میں بتا چکے ہیں اگر آپ ہماری حمایت کریں تو اس سے بہت سے مفید نتائج برآمد ہوں گے، اب ہم ان میں سے صرف ایک کا ذکر کرتے ہیں جو غالباً

سب سے زیادہ اہم سمجھا جا سکتا ہے، ہماری صدق نیت کا اس سے زیادہ قطعی ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ جو مملکت ہماری دشمن ہے وہی آپ کی بھی دشمن ہے، اور اگر ہم آپس میں متحد نہ ہو جائیں تو دشمن ہمیں اس کی سزا دینے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے کسی غیر ساحلی مملکت کے محالفہ کی پیش کش کو رد کر دینا اور بات ہے لیکن ہماری مملکت تو ساحل سمندر پر واقع ہے اور آپ کی اولین کوشش یہ ہونی چاہیئے کہ جہاں تک ہو سکے کوئی اور بحری طاقت وجود میں نہ آئے، اگر یہ ممکن نہ ہوا تو جس مملکت کا بحری بیڑا سب سے زیادہ طاقتور ہو اس سے آپ کو دوستانہ تعلقات قایم کرنے چاہئیں، ہو سکتا ہے کہ آپ میں سے کوئی شخص ہمارے اس مشورہ کی معقولیت کو تو تسلیم کرے لیکن یہ اندیشہ محسوس کرے کہ اس پر عمل کیا جائے تو معاہدہ کی خلاف ورزی ہو گی اس سلسلہ میں یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ آپ کے اندیشے چاہے کچھ ہی ہوں، آپ زیادہ طاقتور ہو جائیں تو دشمن یقیناً مرعوب ہو جائے گا، اس کے برخلاف ہمیں حلیف بنانے سے انکار کر کے چاہے اپنی جگہ آپ کتنی ہی طمانیت محسوس کریں، آپ کی کمزوری طاقتور دشمن کو خوفزدہ نہیں کر سکے گی۔ یاد رکھئے اس وقت آپ جو فیصلہ کریں گے اس کا جتنا اثر ایتھنیز پر ہو گا، اتنا ہی کورکایرا پر بھی ہو گا، اگر آپ ہمیں محالفہ میں شریک کرنے میں پس و پیش کریں تو اس سے ایتھنیز کے مفاد کی حفاظت نہیں ہو سکے گی کیوں کہ جنگ کا خطرہ سروں پر منڈلا رہا ہے اور اس وقت آپ سخت متردد ہیں کہ تیاری مکمل ہونے سے پہلے جنگ نہ چھڑ جائے۔ اس مشکل صورت حال میں ہماری رفاقت اور عدم رفاقت دونوں کے نہایت اہم نتائج نکل سکتے ہیں، کیوں کہ اطالیہ اور سسلی کی جانب ساحلی جہاز رانی کے لئے ہماری مملکت کا محل وقوع نہایت موزوں واقع ہوا ہے، اور ہم ان مملکتوں اور پیلو پونیز کے مابین بحری کمک کی نقل و حرکت کو روک سکتے ہیں، اس کے علاوہ اور کئی لحاظ سے بھی کورکایرا ایک موزوں

اور اہم مرکز کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس وقت تک ہم نے جو کچھ کہا ہے اس کا مقصد مختصر الفاظ میں یہ ہے کہ آپ اس بات کو اچھی طرح سے سمجھ لیں اور یاد رکھیں کہ نہ صرف عام نقطۂ نظر سے بلکہ موجودہ خاص حالات کے پیش نظر بھی یہ ہرگز قرین مصلحت نہیں ہوگا کہ ہمیں دشمن کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے، یاد رکھیے یونان میں صرف تین بحری طاقتیں ہیں، ایتھنز، کورکایرا اور کورنتھ۔ اور اگر آپ نے ان تین میں سے دو کو یکجا ہونے کا موقع دیا اور کورنتھ ہم پر دست درازی کرنے میں کامیاب ہوگیا تو سمندر میں کورنٹیا اور پلوپونیز کے متحدہ بیڑوں کا سامنا آپ کو تنہا کرنا ہوگا لیکن اگر آپ ہمیں محالفہ میں شریک کرلیں تو ہمارے جہاز لڑائی میں آپ کے ساتھ ہوں گے۔"

یہ تھیں وہ باتیں جو کورکایری سفیروں نے بیان کیں، اس کے بعد کورنتھیوں نے اپنی تقریر اس طرح شروع کی:۔

کورکایریوں کی جو تقریر ابھی ہم نے سنی، اس میں انھوں نے اپنے بیان کو آپ کے محالفہ میں شرکت کے مسئلہ تک محدود نہیں رکھا بلکہ یہ بھی الزام لگایا کہ ہم نے ناانصافی کی ہے جس سے وہ ایک ناجائز لڑائی کا شکار ہو گئے ہیں۔ اسی لئے ہم پہلے ان دونوں امور کی وضاحت کردینا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ آپ ہمارے مطالبات کے جواز کے بارے میں صحیح اندازہ کرسکیں، اور ان کی درخواست کو معقول اسباب کی بنا پر مسترد کردیں، وہ کہتے ہیں کہ سابق میں انھوں نے محالفہ کی تمام پیش کشوں کو اس لئے مسترد کردیا تھا کہ وہ اعتدال پسندی کی حکمت عملی پر کاربند تھے، یہ سراسر جھوٹ ہے، دراصل ان کے ارادے نامبارک اور حرکات اس درجہ ناشائستہ تھیں کہ کسی کو حلیف بنا کر اپنی بدعنوانیوں سے واقف کرانے سے ڈرتے تھے، یا پھر ان کو اندیشہ تھا کہ حلیفوں کو اپنا ہم نوا بنانے کی کوششیں ناکام ہوجائیں تو خجالت اٹھانی پڑیگی، اس کے علاوہ جغرافی محل وقوع نے ان کی مملکت کو دوسروں سے آزاد کر رکھا ہے جس کا

نتیجہ یہ ہے کہ جب وہ کسی کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں تو اس سے متعلق جھگڑا فریقین کی رضامندی سے مقرر کردہ ثالث کے آگے پیش نہیں کیا جاتا بلکہ وہ خود حکم بن کر جو چاہتے ہیں طے کرتے ہیں اور کوئی ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا، کیوں کہ خود ان کے جہاز تو پڑوس کے علاقوں کو بہت کم جاتے ہیں لیکن دوسری مملکتوں کے جہاز کثیر تعداد میں ان کی حدود سے گزر جاتے ہیں جنھیں کورکایرا پر لازمی طور پر رکنا پڑتا ہے۔ قصہ مختصر انھوں نے الگ تھلگ رہنے کی پالیسی اس غرض سے اختیار نہیں کی تھی کہ ظلم اور زیادتی کرنے میں دوسروں کا ساتھ نہ دینا پڑے بلکہ مقصد در اصل یہ تھا کہ لوٹ مار اور غارت گری میں وہ کسی کو اپنا حصہ دار نہیں بنانا چاہتے تھے، وہ الگ تھلگ رہ کر بلا مزاحمت قتل و غارت کا پروانہ چاہتے تھے اور اپنی دغا بازیوں کو قانون کی گرفت سے محفوظ رکھنے کے لئے کوشاں تھے تاکہ من مانی لوٹ کھسوٹ کر کے بے تکلف عیش کر سکیں، یہ لوگ جو اب پارسائی کا سوانگ بھر رہے ہیں، اگر واقعی پاکباز ہوتے تو اپنی مملکت پر بیرونی دباؤ کی کمی سے فائدہ اٹھا کر زیادہ سے زیادہ خوش معاملگی کا ثبوت دیتے اور ہر قسم کے لین دین میں عدل و انصاف سے کام لیتے۔

لیکن انھوں نے نہ تو ہمارے ساتھ راست بازی سے کام لیا اور نہ دوسروں کے ساتھ، ہماری یہ نو آبادی ہم سے ہمیشہ کشیدہ رہی، اور اب تو علانیہ طور پر ہماری دشمن بھی ہو گئی ہے، وہ کہتے ہیں "ہمیں آبادکاری کے لئے اس غرض سے نہیں بھیجا گیا تھا کہ ہمارے ساتھ برا سلوک کیا جائے" اس کا جواب ہمارے پاس یہ ہے کہ ہم نے آبادکاروں کو کورکایرا اس لئے نہیں بھجوایا تھا کہ ہماری اہانت کریں بلکہ توقع تھی کہ وہ ہمیں اپنا سرپرست مانیں گے اور ہمارے ساتھ عزت اور احترام سے پیش آئیں گے، ہماری دوسری نو آبادیاں بہر حال ہماری عزت کرتی ہیں، اور وہاں کے آبادکار ہم سے خاص عقیدت رکھتے ہیں، یہ صاف ظاہر ہے کہ جب اکثریت ہم سے

خوش ہے تو صرف ان لوگوں کی ناراضگی واجب نہیں ہوسکتی، اور ہم جو ان کے خلاف جنگ کر رہے ہیں تو کسی نامناسب فعل کا ارتکاب نہیں کر رہے ہیں، اس کے علاوہ ہم نے اس وقت ہتھیار اٹھائے جب وہ ہمارے خلاف کھلے بندوں اشتعال انگیز کارروائیاں کرنے لگے۔ بالفرض اگر ہم غلطی پر ہوتے اور وہ عالی ظرفی سے کام لے کر ہماری بات مان لیتے تو ان کے خلاف ہتھیار اٹھانا ہم اپنے لئے باعث ننگ سمجھتے، لیکن عالی ظرفی اور اعتدال پسندی سے کام لینے کا تو سوال ہی نہیں، دولت کے نشہ میں انھوں نے ہمارے ساتھ بار بار زیادتیاں کیں، انتہا یہ ہے کہ ہماری ماتحت نوآبادی اپیدامنوس جب مشکلات میں گھری ہوئی تھی تو اس پر اپنا کوئی حق نہیں جتایا لیکن جب ہم مدد کے لئے پہنچے تو انھوں نے اس پر قبضہ کر لیا اور بزور شمشیر قابض ہیں۔

رہا یہ ادعا کہ وہ پہلے اس تنازعہ کا تصفیہ ثالثی کے ذریعہ کرانا چاہتے تھے تو یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ کوئی فریق اپنے موقف کو مضبوط اور محفوظ کر لینے کے بعد دعوت مقابلہ دے تو انصاف کی نظر میں اسے وہ مقام حاصل نہیں ہوسکتا جو جنگ کے لئے ہتھیار اٹھانے سے پہلے نہ صرف لفظاً بلکہ عملاً بھی اپنے آپ کو فریق مقابل کے مساوی سطح پر رکھ کر ثالث سے رجوع کرنے کی صورت میں حاصل ہوسکتا ہے لیکن انھوں نے اپیدامنوس کا محاصرہ کرنے سے پہلے نہیں بلکہ اس کے بعد اور اس وقت ثالثی کی پر فریب اصطلاح کی آڑ لینے کی کوشش کی جب آخر کار یہ بات واضح ہوگئی کہ ہم دب کر خاموش نہیں ہو جائینگے۔ وہاں تو انھوں نے یہ بدعنوانی کی اور طرفہ یہ کہ اس کے بعد ایک قدم اور آگے بڑھ کر چاہتے ہیں کہ ہم سے لڑائی کے باوجود آپ ان کے ساتھ ہو جائیں، یعنی ان کے شریک جرم بن جائیں، چاہیئے تو یہ تھا کہ جس وقت ان کا موقف مضبوط تھا اسی وقت آپ کے ساتھ محالفہ کی تجویز پیش کرتے، اگر وہ واقعی آپ کے حلیف بننے کے متمنی ہوتے تو اسی وقت اتحاد کی خواہش کرتے، اب آپ کے پاس اس لئے آئے ہیں کہ

ہمارے ساتھ زیادتی کرکے وہ سخت خطرات میں گھر گئے ہیں، اس وقت ان کو حلیف بنانے کے معنے یہ ہوں گے کہ آپ ایک ایسی مملکت کی مدافعت کی ذمہ داری قبول کریں جس کی طاقت اور اقتدار سے آپ کو کبھی کوئی فائدہ نہیں پہنچا، اور ہم آپ کو بھی انہی کی طرح موردِ الزام قرار دیں گے حالانکہ ان کی بدعنوانیوں میں آپ کا کوئی حصّہ نہیں رہا ہے، ان کو چاہیئے تھا کہ خطرات میں شریک کرنے سے پہلے آپکو اپنی طاقت کا حصّہ دار بناتے۔

ان واقعات سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ ہماری شکایتیں جائز اور واجب ہیں، ہمارے دشمن نے واقعی بدعنوانیاں کی ہیں اور قتل و غارتگری کا مرتکب ہوا ہے، اب صرف یہ امر غور طلب رہ جاتا ہے کہ ان کو اپنے محالفہ میں شریک کرنا آپ کے لئے کیوں ناجائز ہوگا، ممکن ہے کہ معاہدہ میں اس امر کی گنجائش موجود ہو کہ جن مملکتوں کے نام مندرجۂ معاہدہ فہرست میں شریک نہیں ہیں وہ جس فریق کے چاہیں حلیف بن سکتے ہیں، لیکن اس کا اطلاق ان مملکتوں پر نہیں ہو سکتا، جو دوسروں کو نقصان پہنچانے کی غرض سے محالفہ کرنا چاہتی ہوں، اس سہولت سے صرف ایسی مملکتیں فائدہ اٹھا سکتی ہیں جن کو امداد کی ضرورت اپنی مادرِ ملک سے انحراف کی بنا پر نہیں بلکہ کسی اور وجہ سے پیش آئی ہو، اور جن کو حلیف بنانے سے امن کو تقویت پہنچے نہ کہ جنگ کے شعلے بھڑک اٹھیں، اگر آپ ہماری ان باتوں پر توجہ نہ کریں تو اس کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوگا کہ جنگ کی آگ اور تیز ہو جائے، بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ دشمن کی اعانت بھی کریں اور ہم سے دوستی بھی قایم رکھیں اگر آپ دوسری مملکتوں کے خلاف جارحانہ کارروائیوں میں ان کا ساتھ دیں گے تو مدافعت کرنے والوں کا وار سہنے کے لئے بھی آپ کو تیار رہنا ہوگا، البتہ آپ چاہیں تو غیر جانب دار رہ سکتے ہیں، اس کا آپ کو پورا حق حاصل ہے لیکن اگر کسی وجہ سے الگ تھلگ رہنا مناسب نہ معلوم ہو تو ان کے خلاف ہمارے ساتھ

شریک ہو جائیے، کورنتھ کے ساتھ کم از کم آپ کے معاہداتی تعلقات موجود ہیں، لیکن کورکایرا سے کبھی آپ نے عارضی صلح تک نہیں کی ہے، غداروں کی ہمت افزائی کو اپنا شیوہ نہ بنائیے، جب ساموسی آپ سے منحرف ہو گئے تھے تو کیا ہم نے آپ کی مخالفت کی تھی؟ آپ کو یاد ہوگا کہ اس وقت ساری پلوپونیزی مملکتیں اس سوال پر دو مساوی گروہوں میں بٹ گئی تھیں کہ آیا انحراف کرنے والوں کی مدد کرنی چاہیئے یا نہیں، اس وقت ہم نے آپ کی مخالفت نہیں کی اور ان کے منہ پر صاف صاف کہہ دیا کہ ہر مملکت اپنے ماتحتوں کی سرزنش کا حق رکھتی ہے۔ یہ بھی سوچ لیجئے کہ اگر آپ سارے باغیوں کو اپنا حلیف بنانے اور ان کی حمایت کرنے کی پالیسی اختیار کریں تو آپ کی ماتحت مملکتیں بھی اتنی ہی بڑی تعداد میں ہماری طرف آجائیں گی اور ہم سے زیادہ خود آپ کے لئے یہ حکمت عملی نقصان دہ ثابت ہوگی۔

یہ ہیں ہمارے مطالبات جن کو یونانی قوانین کی تائید حاصل ہے، لیکن ہمیں اس بارے میں آپ کو کچھ صلاح مشورہ بھی دینا ہے اور چاہتے ہیں کہ آپ احسان کا بدلہ احسان سے دیں، ہم آپ کے دشمن نہیں ہیں، اس لئے آپ کو ہماری طرف سے کوئی بدگمانی نہیں ہونی چاہیئے، دوستانہ تعلقات کے باوجود ہمیں آپس میں ملنے اور تبادلۂ خیال کرنے کے زیادہ مواقع نہیں ملتے، اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ آپ اسی موقع پر اپنا حق دوستی ادا کر دیں، ایرانیوں کی یورش سے پہلے آئی گینہ کے خلاف لڑائی کے لئے جب آپ کو جنگی جہازوں کی ضرورت ہوئی تو کورنتھ نے بیس جہاز دیے تھے، اس کے علاوہ ساموس کے تنازعہ کے بارے میں ہم نے جو طریقۂ کار اختیار کیا، اس کی بنا پر پلوپونیزیوں نے ان کی مدد کرنے سے انکار کر دیا اور آپ آئی گینہ کی تسخیر اور ساموس کی سرزنش میں کامیاب ہو گئے۔ یہ سب کچھ ہم نے ایک نہایت نازک موقع پر کیا، ایسے موقعوں پر جب لوگ دشمن کے خلاف

جان کی بازی لگا دیتے ہیں تو فتح کے سوائے ان کے سامنے اور کوئی مقصد نہیں ہوتا جو بھی مدد کرے اسے دوست سمجھتے ہیں چاہے وہ پہلے دشمن رہا ہو اور جو مخالفت کرے اسے دشمن قرار دیتے ہیں، چاہے اس سے قبل دوست رہا ہو، غرض لڑائی جیتنے کے دھن میں کچھ اور سوجھتا ہی نہیں، جس کی وجہ سے ان کے اصل اور مستقل مفادات کو نقصان پہنچتا ہے۔

ان تمام امور پر اچھی طرح سے سوچ بچار کر لیجیئے، تو جوانوں کو ان کے بزرگ یہ ساری باتیں بتائیں تاکہ جیسا سلوک ہم نے آپ کے ساتھ کیا ہے ویسا ہی سلوک وہ ہمارے ساتھ کرنے کا تہیہ کر لیں، وہ ہمارے استدلال کو اس وقت نہ مانیں تو کوئی بات نہیں لیکن ہم چاہتے ہیں کہ جنگ کے مفاجاتی حالات میں اس کی صداقت کو آزمایا جائے، دانشمندی کا تقاضہ ہے کہ عام طور پر انسان سیدھا راستہ اختیار کرے، جنگ کا ہوّا بنا کر کورکاری آپ کو غلط راستہ پر ڈالنے کی فکر میں ہیں، لیکن کون جانتا ہے کہ جنگ کب ہوگی، یہ ہرگز مناسب نہ ہوگا کہ جنگ کے امکان سے گھبرا کر آپ کورنخ سے فوری اور کھلی دشمنی مول لیں، دانائی تو یہ ہوگی کہ میگارا کے ساتھ آپ نے جو طریقہ کار اختیار کیا تھا اس کے نامناسب اثرات کو دور کرنے کی کوشش کی جائے، رحم و کرم کا برمحل برتاؤ دیرینہ رنجشوں کو دور کرنے میں حیرت انگیز اثر رکھتا ہے، اس توقع پر کہ ایک طاقتور بحری اتحاد عمل میں آئے گا کوئی غلط اقدام نہ اٹھائیے، دوسری بڑی طاقتوں کے ساتھ غیر منصفانہ برتاؤ سے اجتناب کیا جائے تو زیادہ تقویت حاصل ہو سکتی ہے، بہ نسبت اس تقویت کے جو مستقل امن و سکون کو کسی عارضی اور سطحی منفعت پر قربان کر کے حاصل کی جا سکتی ہے۔ لاکے ڈیمون میں ہم نے جو اصول بنایا تھا کہ ہر مملکت کو اس کے مخالفین کی سرکوبی کا حق حاصل ہے، آج ہم اس سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے ساتھ

ویسا ہی سلوک کریں جیسا ہم نے آپ کے ساتھ کیا تھا، ہم نے اپنا ووٹ آپ کی تائید میں استعمال کر کے جو فائدہ پہنچایا تھا اس کا بدلہ اگر یہ ملے کہ آپ اپنا ووٹ، ہمارے خلاف استعمال کر کے ہمیں نقصان پہنچائیں، تو ہم اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کریں گے، نیکی کا بدلہ نیکی سے دیجئے، یاد رکھیئے ہم آج اس قدر خطرناک صورت حال سے دوچار ہیں کہ اس وقت جو مدد دے گا وہی ہمارا سب سے بڑا دوست، اور جو مخالفت کرے گا سب سے بڑا دشمن سمجھا جائے گا۔ ہماری شکایتوں کو نظر انداز کر کے نہ تو ان کورکایریوں کو اپنا حلیف بنائیے اور نہ ان کے جرائم میں معاون بنیئے، اگر آپ نے ہماری اس صلاح کو مان لیا تو نہ صرف ہماری جائز توقعات پوری ہوں گی بلکہ خود آپ کے مفادات کو بھی فایدہ پہنچے گا۔"

یہ تھے وہ خیالات، جو کورنتھیوں نے ظاہر کیئے۔

جب ایتھنیزی دونوں کی تقریریں سن چکے تو مجلس عوام کے دو اجلاس طلب کیئے گئے، پہلے اجلاس کا رجحان علانیہ طور پر یہ تھا کہ کورنتھیوں کے مطالبات مان لیئے جائیں لیکن دوسرے اجلاس میں عوام کا رجحان بدل گیا اور طے پایا کہ چند شرائط کے ساتھ کورکایرا کو حلیف بنا لیا جائے اور یہ محالفہ جارحانہ نہیں بلکہ دفاعی اغراض کے لئے ہو۔ اس طرح پلوپونیز سے طے شدہ معاہدہ کی خلاف ورزی کا سوال نہیں پیدا ہوا اور اس کے مطابق ایتھنیز سے یہ مطالبہ نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ کورنتھ پر حملہ کرنے میں کورکایرا کا ساتھ دے لیکن ہر ایک، فریق کو حق حاصل تھا کہ حملہ کی صورت میں حملہ آور کے خلاف دوسرے فریق سے امداد طلب کرے چاہے حملہ خود فریق کی مملکت پر کیا گیا ہو یا اس کے کسی حلیف کے علاقہ پر کیونکہ اب یہ محسوس کیا جانے لگا تھا کہ پلوپونیز کی جنگ جلد یا بدیر ہو کر رہے گی اور کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو کورکایرا جیسی بحری طاقت کو کورنتھ پر قربان

کرنے کے لئے تیار ہو جاتا۔ اگر ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا اور وہ آپس میں لڑکر کمزور ہو جاتے تو یہ اس لڑائی کے لئے کوئی نامناسب پیش بندی نہ ہوتی جو ایک نہ ایک روز ایتھینز کو کورنتھ اور دوسری بحری طاقت رکھنے والی مملکتوں سے لڑنی تھی لیکن ساتھ ہی ایتھینز والوں کے پیش نظر یہ امر بھی تھا کہ کورکائرا کا جزیرہ اطالیہ اور سسلی کی ساحلی بحری گزرگاہ کے ایک موزوں مقام پر واقع ہے، ان اسباب کی بنا پر ایتھینز نے کورکائرا کو اپنا حلیف بنایا اور کورنتھیوں کی واپسی کے کچھ عرصہ بعد اس کی امداد کے لئے دس جہاز روانہ کئے۔ یہ جہاز لاکے داموینوس ابن کائمن، دیوتیموس ابن استرومبی خوس اور پروتیاس ابن ابکلیس کی سرکردگی میں بھجوائے گئے جن کو ہدایت دی گئی کہ سوائے چند خاص صورتوں کے کورنتھی بیڑے سے متصادم نہ ہوں لیکن اگر وہ کورکائرا کے ساحل تک پہنچ جائے اور یہ اندیشہ پیدا ہو جائے کہ کورکائرا کی سرزمین یا اس کے مقبوضات کے علاقوں میں فوجیں اتار دیگا تو روکنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے، یہ ہدایات اس ڈر سے دی گئی تھیں کہ کہیں معاہدہ کی خلاف ورزی نہ ہو جائے۔

اس دوران میں کورنتھیوں نے اپنی تیاریاں مکمل کرلیں اور ایک سو پچاس جہاز لے کر کورکائرا روانہ ہوئے، ان میں ایلس کے دس جہاز، میگارا کے بارہ، لیوکاس کے دس، امبراکیہ کے ستائیس، اناکتوریوم کا ایک، اور خود کورنتھ کے نوے جہاز تھے، ہر ایک دستہ ایک امیر البحر کے تحت تھا۔ کورنتھی دستہ کی کمان زینوکلائیدیس ابن یوتکلیز اور اس کے چار تر کائے کار کے سپرد تھی، لیوکاس سے چل کر یہ لوگ کورکائرا کے بالمقابل ارض براعظم پر اترے اور ان کے جہازوں نے کیمیریوم کی بندرگاہ پر لنگر ڈال دیے۔ یہ بندرگاہ تھسپروتس کے علاقہ میں واقع ہے جس کے بالائی حصہ میں ساحل سمندر سے کچھ ہی دور ضلع ایلین میں ایرے کا

شہر واقع ہے جہاں جھیل اخر وسین سمندر سے جا ملتی ہے۔ دریائے تھیامس بھی اسی علاقہ میں بہتا ہے جو تھیپروتس اور کستراٹن کے مابین سرحد کا کام دیتا ہے۔ انہی دریاؤں کے درمیان راس کمیریوم واقع ہے۔ براعظم کے اس حصہ میں کورنتھیوں نے اپنے جہازوں کو لنگر انداز کر کے پڑاؤ ڈال دیا۔ جب کورکائریوں نے انکو آتے دیکھا تو ایک سو دس جہاز لے کر سیوتا کے ایک جزیرہ پر لنگر انداز ہو گئے۔ ان جہازوں کی کمان میکیادیس، ایسیمیدس اور ابوری بیتیس کے سپرد تھی، ایتھنیز کے دس جہاز بھی اس بیڑے کے ساتھ تھے، انھوں نے اپنی برّی فوج اور ایک ہزار بھاری ہتیار بند پیادوں کو جو زاکنتھوس سے ان کی مدد کے لئے آئے تھے۔ راس لیوکمے پر اتار دیا۔ کورنتھیوں کے پاس بھی حلیف سپاہ کی کمی نہیں تھی، غیر یونانی کثیر تعداد میں ان کی مدد کے لئے آ گئے تھے کیونکہ براعظم کے ان علاقوں کے باشندے ان کے دیرینہ حلیف تھے۔

جب کورنتھیوں کی تیاریاں مکمل ہو گئیں تو تین روز کا سامان رسد جہازوں میں لاد کر لڑائی کے لئے راتوں رات کمیریوم سے چل پڑے، سویرے انہیں دُور سمندر میں کورکائری بیڑا نظر آیا جو ان کی طرف بڑھ رہا تھا، جب دونوں بیڑوں نے ایک دوسرے کو دیکھ لیا تو جانبین نے لڑائی کے لئے جہازوں کی صف بندی کی، کورکائری بیڑے کے سیدھے بازو پر ایتھنیزی جہاز تھے اور بقیہ قطاریں خود انکے جہازوں پر مشتمل تھیں، ان کے تین دستے تھے اور ہر دستہ ایک امیر البحر کی سرکردگی میں تھا، یہ تھی ترتیب کورکائرا کے جہازوں کی، جن کے مقابلہ میں کورنتھیوں کے میمنہ میں میگاری اور امبروسی، اور قلب میں دوسرے مخالفین کے جہاز تھے، لیکن ایتھنیزیوں اور کورکائریوں کے میمنہ سے مقابلہ کے لئے انھوں نے اپنے میسرہ میں بہترین کورنتھی جہاز ڈال رکھے تھے لڑائی کا اشارہ ملتے ہی دونوں فریق

ایک دوسرے پر جھپٹے، دونوں طرف جہازوں کے عرشوں پر بھاری ہتھیار بند پیادے کثیر تعداد میں موجود تھے، تیر اندازوں اور نیزہ بازوں کی بھی کمی نہیں تھی کیوں کہ پرانی وضع کے ان ناقص ہتھیاروں کا رواج ابھی تک چلا آرہا تھا، گھمسان کی لڑائی ہوی اور جانبین نے خوب داد شجاعت دی لیکن کسی نے بھی فن حرب کی کوئی غیر معمولی مہارت نہیں دکھائی، اور در اصل یہ ایک بڑی لڑائی معلوم ہوتی تھی، جب کبھی وہ ایک دوسرے پر حملہ کرتے تو جہازوں کے اژدحام اور بھیڑ بھڑکے کی وجہ سے اس درجہ گتھ جاتے تھے کہ نقل وحرکت مشکل ہو جاتی تھی، علاوہ برایں دونوں کی فتح یابی کی امیدیں بھاری ہتھیار بند سپاہیوں سے والبستہ تھیں جو عرشوں پر لڑ رہے تھے، اور جنھوں نے ٹھیرے ہوے جہازوں پر ہی صفیں بنالی تھیں، صفوں میں رخنہ ڈالنے کے لئے کوئی نقل وحرکت نہیں کی گئی، مختصر یہ کہ اس معرکہ میں فن حرب کی مہارت سے زیادہ جراءت اور دلیری کا مظاہرہ کیا گیا، لڑائی نے پر شور ہنگامہ کی صورت اختیار کر لی اور ہر طرف ایسی ابتری پھیل گئی کہ کسی کو کچھ نہیں سوجھتا تھا، جب کبھی کورکائری جہازوں پہ دشمن کا دباؤ بڑھ جاتا، ایتھینزی دستہ ان کے قریب پہونچ جاتا، جس سے دشمن پریشان ہو جاتے تھے اگرچہ ایتھینزی کمان دار لڑائی میں حصہ لینے سے ڈرتے تھے کیوں کہ ان کو منع کیا گیا تھا، کورنتھیوں کا میمنہ سب سے زیادہ مجروح ہوا، کورکائریوں نے ان کو شکست فاش دی اور جب بھگدڑ مچی تو بیس ۲۰ جہازوں نے براعظم کے ساحل تک تعاقب کیا اور ان کے لشکر گاہ پر حملہ کر کے خالی خیموں میں آگ لگا دی اور ساز و سامان کو تباہ و برباد کر دیا، لڑائی کے اس حصہ میں تو کورنتھیوں اور ان کے حلیفوں کو شکست ہوی اور کورکائری فتح یاب ہوئے لیکن جہاں خود کورنتھی لڑ رہے تھے یعنی میسرہ میں

ان کو مکمل فتح ہوی، کیوں کہ ایک تو کورکائریوں کی تعداد پہلے ہی سے کم تھی دوسرے بیش[2] جہازوں کے تعاقب کے لئے چلے جانے سے وہ اور بھی کمزور ہو گئے تھے، کورکائریوں پر حملہ کا دباؤ بہت بڑھ گیا تو علانیہ طور پر ان کی مدد کرنی شروع کی، یہ سچ ہے کہ ابتدا میں انھوں نے جہازوں پر حملہ کرنے سے پرہیز کیا لیکن جب صریحی طور پر شکست ہونے لگی اور کورنتھیوں نے بڑھ بڑھ کر وار کرنے شروع کئے تو کسی بات کا خیال کئے بغیر سب ہی جنگ میں کود پڑے اور نوبت یہاں تک پہونچی کہ کورنتھی اور ایتھینزی ایک دوسرے پر وار کرنے لگے۔

اس شکست فاش کے بعد کورنتھی دشمن کے ناکارہ جہازوں کو اپنے جہازوں کے ساتھ باندھ کر لے جانے کے بجائے شکست خوردہ سپاہیوں پر ٹوٹ پڑے جن کو پکڑنے کی انھوں نے کوئی خاص کوشش نہیں کی بلکہ بڑی شقاوت کے ساتھ تہ تیغ کر ڈالا، میمنہ کی شکست کی ان کو اطلاع نہیں تھی، اس لئے انھوں نے غلط فہمی میں اپنی طرف کے چند سپاہیوں کو بھی ہلاک کر ڈالا، کیوں کہ فریقین کے جہازوں کی تعداد اس قدر زیادہ تھی اور وہ سمندر میں اتنی دور تک چلے گئے تھے کہ ایک دفعہ گتھ جانے کے بعد فاتح اور مفتوح میں امتیاز کرنا مشکل ہو گیا تھا، یہ لڑائی اس سے قبل کی ساری لڑائیوں خاص کر ان لڑائیوں سے بہت بڑی ثابت ہوی، جو اس سے پہلے یونانی مملکتوں کے مابین ہوی تھیں۔ کورکائریوں کا ساحل تک تعاقب کرنے کے بعد کورنتھی اپنے مردوں اور تباہ شدہ جہازوں کو اکٹھا کرنے کے لئے لوٹے جس میں ان کو بڑی حد تک کامیابی ہوی، اور وہ وہاں سے سیوتا چلے گئے، جہاں غیر یونانی حلیفوں نے ان کے لئے فرودگاہ بنائی تھی، یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ سیوتا، تھیسپروٹس کی ایک ریگستانی بندرگاہ ہے، اس کام سے فراغت پا کر وہ پھر یکجا ہوئے اور جہازوں میں سوار ہو کر کورکائریوں سے مقابلہ کرنے کے لئے

روانہ ہوئے، کور کائری بچے کھچے کار آمد جہازوں میں سوار ہو کر ان سے لڑنے کے لئے آگے بڑھے۔ ایتھینزی دستہ بھی ان کے ہمراہ تھا۔ کورکائریوں کو ڈر تھا کہ کہیں غنیم کی فوجیں ان کے علاقہ میں داخل ہونے کی کوشش نہ کریں، اب شام ہو چلی تھی، اور سپاہی فتح کا منتر پڑھکر لڑائی کے لئے آگے بڑھ رہے تھے کہ یکایک کورنتھیوں نے اپنے جہاز پیچھے ہٹانے شروع کئے۔ انھوں نے بیس[20] اور ایتھنیزی جہاز آتے ہوئے دیکھ لیے تھے، یہ جہاز ایتھنیزیوں نے بعد میں اپنے دس جہازوں کی کمک کے لئے بھیجے تھے، ان کا یہ اندیشہ درست ثابت ہوا کہ ابتدائی کمک کورکائریوں کا بچاؤ کرنے میں ناکام رہے تو وہ مغلوب ہو جائینگے ان جہازوں کو پہلے کورنتھیوں نے دیکھ لیا، ان کو شبہ ہوا کہ وہ ایتھنیز سے آرہے تھے، اور یہ کہ جو جہاز نظر آرہے تھے وہی نہیں بلکہ ان کے پیچھے اور جہاز بھی تھے، یہ سمجھ کر وہ پیچھے ہٹنے لگے، کورکائری ان جہازوں کو نہیں دیکھ پائے تھے کیوں کہ وہ ایسی سمت سے آرہے تھے جو ان کو اچھی طرح دکھائی نہیں دے سکتے تھے، کورنتھیوں کے پیچھے ہٹنے پر انھیں سخت حیرت ہو رہی تھی کہ اتنے میں ان میں سے چند افراد کی نظر آنے والے جہازوں پر پڑی اور وہ چلائے کہ جہاز آرہے ہیں، اسکے بعد کورکائری بیڑا بھی وہاں سے لوٹ گیا، کیوں کہ اب اندھیرا ہو چلا تھا اور کورنتھیوں کے پیچھے ہٹ جانے سے لڑائی رک گئی تھی، کورکائریوں کے اپنے لشکر گاہ واقع لیوکمے میں پہنچنے کے بعد یہ بیس[20] ایتھنیزی جہاز جن کی کمان گلاڈکون ابن لیگروس اور اندوکیدیس ابن لیوگورس کے سپرد تھی، لاشوں اور شکستہ جہازوں کے پاس سے گذر کر جلد ہی لشکر گاہ کے قریب پہنچ گئے، اب رات ہو چکی تھی کورکائری گھبرائے کہ کہیں وہ دشمن کے جہاز نہ ہوں لیکن جلد ہی شناخت ہو گئی اور ایتھنیزی جہازوں نے لنگر ڈال دیے۔

دوسرے روز یہ تیس ایتھنیزی جہاز سارے کار آمد کورکائری جہازوں کے ساتھ سیبوتا کی بندرگاہ پہنچے جہاں کورنتھیوں کی لشکر گاہ تھی۔ کورنتھیوں نے جب ان کو آتے دیکھا تو جہازوں میں سوار ہو کر کھلے سمندر میں پہنچ گئے اور وہاں صفیں بنالیں لیکن اس کے آگے کوئی نقل وحرکت نہیں کی، وہ کوئی اقدام نہیں کرنا چاہتے تھے کیوں کہ ایک تو ادھر ایتھنیز سے تازہ دم کمک آگئی تھی، دوسرے ادھر ان کو کئی مشکلات کا سامنا تھا، مثلاً ان کے جہازوں میں جو جنگی قیدی تھے ان کی نگرانی کا سوال تھا اس کے علاوہ اس ریگستانی علاقہ میں جہازوں کی مرمت اور دوسری ضروریات کا سامان دستیاب نہیں ہوتا تھا، اس لئے کورنتھی زیادہ تر اپنے وطن لوٹنے کی فکر میں تھے، وہ گھبرائے ہوئے تھے کہ ایتھنزیوں سے جو تصادم ہوا تھا اس کی بنا پر وہ یہ نہ سمجھ لیں کہ معاہدہ ختم ہوچکا اور اس خیال سے ان کا راستہ نہ روکیں، یہ سوچ کر انھوں نے چند افراد کو پیامبر کا عصائے منصبی دیے بغیر ایک کشتی میں بٹھا کر ایتھنزیوں کے پاس بھجوایا، ان لوگوں نے وہاں پہنچ کر کہا "ایتھنیزیو! تم غلطی پر ہو اور معاہدہ کی خلاف ورزی کرکے لڑائی شروع کر رہے ہو، ہم اپنے دشمن کی سرکوبی میں مصروف تھے کہ تمہارا مسلح دستہ ہمارے راستہ میں حائل ہوگیا، اب اگر تم ہمیں کورکائرا جانے سے یا جہاں بھی ہم جانا چاہیں اس سے روکنا چاہتے ہو اور معاہدہ کی خلاف ورزی پر تلے ہوئے ہو تو پہلے تم کو ہماری اس فوج سے نبٹنا ہوگا جو اس وقت یہاں موجود ہے۔ جس کورکائریوں تک ان کی آواز پہنچی انھوں نے ایک ساتھ للکارا کہ حملہ کرکے دشمن کے سپاہیوں کو تہ تیغ کردیا جائے۔ لیکن ایتھنزیوں نے جواب دیا، "نہ تو ہم جنگ شروع کر رہے ہیں اور نہ معاہدہ کی خلاف ورزی کر رہے ہیں لیکن چونکہ کورکائری ہمارے حلیف ہیں اس لئے ہم ان کی مدد کو آئے ہیں، تم اگر کہیں دور جانا چاہتے ہو تو ہم تمہارا راستہ نہیں روکینگے۔

لیکن اگر تم نے کورکائرا یا اس کی مقبوضات پر حملہ کرنے کی کوشش کی تو اسے روکنے کی حتی الامکان کوشش کریں گے۔"

ایتھنیزیوں نے جب یہ جواب دیا تو کورنتھیوں نے اپنے وطن لوٹنے کی تیاریاں شروع کیں اور ارض براعظم پر سبوتا میں اپنی فتح کی یادگار نصب کی، ادھر کورکائریوں نے اپنے شکستہ جہاز اور مردے اکٹھے کئے جن میں سے چند بہہ کر ان کے قریب آ گئے تھے اور چند تیز و تند ہواؤں کی وجہ سے رات میں ہر طرف منتشر ہو گئے تھے اس کے بعد انھوں نے بھی سبوتا میں اپنی فتح کی یادگار نصب کی، جانبین کے اپنے آپ کو فاتح سمجھنے کے اسباب یہ تھے کہ کورنتھی لڑائی میں رات ہونے تک فتح یاب رہے تھے، جس سے ان کو بیشتر شکستہ جہازوں اور مردوں کو اکٹھا کر کے لے جانے کا موقع مل گیا اس کے علاوہ ان کے قبضہ میں ایک ہزار سے کم جنگی قیدی نہیں تھے اور انھوں نے تقریباً ستّر جہاز غرق کئے تھے، ادھر کورکائریوں نے تقریباً تیس جہاز تباہ کئے تھے اور ایتھنیز سے کمک آنے کے بعد ان کو بھی شکستہ جہازوں اور مردوں کو اکٹھا کر کے لے جانے کا موقع مل گیا اور پھر تازہ دم ایتھنیزی دستہ کی آمد پر کورنتھی پیچھے ہٹ گئے تھے اور انھوں نے سبوتا سے بڑھ کر مقابلہ کرنے سے بھی انکار کر دیا تھا اور ان اسباب کی بنا پر دونوں فریق اپنے آپ کو فاتح سمجھتے تھے۔

اپنے وطن لوٹتے ہوئے کورنتھیوں نے اناکتوریوم پر قبضہ کر لیا جو جھیل امبراسیہ کے دہانہ پر واقع ہے یہ علاقہ کورکائریوں اور کورنتھیوں کی مشترک عمل داری میں تھا جس پر دھوکہ سے قبضہ کر لیا گیا، وہاں کورنتھی آبادکاروں کو بسانے کے بعد وہ اپنے وطن کو واپس چلے گئے۔ آٹھ سو کورکائری غلام بنائے گئے جو فروخت کر دیے گئے، ڈھائی سو کو انھوں نے قید رکھا اور ان پر اس توقع کی بنا پر خاص توجہ کی کہ رہائی کے بعد وہ اپنی مملکت کو کورنتھ کا طرفدار بنا دیں گے کیوں کہ

اتفاق سے ان میں سے بیشتر افراد ذی اثر کورکائری شہری تھے، اس طرح کورنتھ کے مقابلہ میں کورکائرا نے اپنے سیاسی وجود کو برقرار رکھا اور ایتھینزی جہاز جزیرے سے چلے گئے۔ کورنتھ نے ایتھینز سے جو جنگ کی اس کی پہلی وجہ یہی تھی، یعنے یہ کہ اس نے معاہدہ کے نفاذ کی مدت کے دوران میں کورنتھ کے خلاف لڑائی میں کورکائرا کا ساتھ دیا تھا۔

اس کے تقریباً فوراً بعد ایتھینزیوں اور پلوپونیزیوں میں تازہ اختلافات پیدا ہوے جن کی وجہ سے جنگ کے امکانات بڑھ گئے۔ کورنتھ انتقام لینے کے لئے منصوبے بنا رہا تھا اور ایتھینز کو شبہ ہوا کہ وہ اس کے خلاف جنگ کی تیاریاں کر رہا ہے۔ پوتی دیہ والے جو خاکنائے پالینے کے باشندے ہیں، ان کی نوآبادی کا تعلق کورنتھ سے تھا لیکن وہ ایتھینز کے باجگزار حلیف تھے، ان کو حکم دیا گیا کہ پالینے کی جانب کی شہر پناہ کو مسمار کر دیا جائے، ایتھینز کو یرغمال بھجوائے جائیں کورنتھی عامل برطرف کر دیے جائیں اور آئندہ وہاں سے کوئی عامل نہ آنے پائے (کورنتھ ہر سال یہاں اپنے عامل بھجوایا کرتا تھا) یہ اندیشہ محسوس کیا جا رہا تھا کہ کہیں پردی کاس اور کورنتھی ان کو ورغلا کر بغاوت پر آمادہ نہ کر دیں، اور وہ نواح تھریس کے بقیہ حلیفوں کو اکسا کر بغاوت میں شریک نہ کر لیں، پوتی دیہ والوں کے خلاف یہ احتیاطی تدبیریں ایتھینز نے کورکائرا کی لڑائی کے فوراً بعد اختیار کیں، اس کے بعد نہ صرف کورنتھ علانیہ طور پر دشمن بن گیا بلکہ مقدونیوں کے بادشاہ اسکندر کا بیٹا پردکاس جو دیرینہ دوست اور حلیف تھا اس سے بھی مخالفت ہو گئی، یہ دشمنی اس لئے ہوی کہ ایتھینز نے اس کے بھائی فلپ اور دیرداس سے محالفہ کیا جنھوں نے اس کے خلاف سازش کر رکھی تھی، اس سے پریشان ہو کر اس نے لاکے دیمون کو سفارت بھجوائی تاکہ ایتھینز کو پلوپونیز سے لڑا دیا جائے اور پوتی دیہ میں بغاوت

کرانے کے لئے کورنتھ کو اپنا طرفدار بنانے کی کوشش کر رہا تھا، اس نے نواح تھریس کے کالکدیسیوں اور بوتیائیوں سے ربط پیدا کیا اور ان کو بغاوت میں شریک کرنے کے لئے ورغلانے کی کوشش کی، اس نے سوچا کہ ان سرحدی ریاستوں کو حلیف بنا لیا گیا تو ان کی مدد سے جنگ بآسانی لڑی جا سکے گی، ایتھنزی ان تمام خطرات سے باخبر تھے اور ان شہروں کی بغاوت کے خلاف پیش بندی کرنے کے لئے ٹھیک اسی وقت تیس جہاز اور ایک ہزار بھاری ہتھیار بند پیادے آرکستراتوس ابن لائیکومیدیس اور اس کے چار شرکائے کار کی سرکردگی میں اس کے ملک کو بھجوا رہے تھے، انھوں نے کپتانوں کو ہدایت دی تھی کہ پوتی دیہ والوں کو گرفتار کر کے یرغمال کے طور پر اپنے پاس رکھیں، شہر کی فصیلوں کو ڈھا دیں، اور اس بات کی بھی پیش بندی کرلیں کہ اگر آس پاس کے شہر بغاوت کریں تو ان کی سرکوبی کی جا سکے۔

اسی دوران میں پوتی دیہ والوں نے ایتھنز کو اپنے سفیر بھجوائے تاکہ انھیں پوتی دیہ کے بارے میں مزید کارروائیاں کرنے سے باز رہنے کی ترغیب دینے کی کوشش کی جائے، ان کے ایلچی کورنتھیوں کے ساتھ لاکے دیمون بھی بھجوائے گئے تاکہ بہ شرط ضرورت اس کی حمایت حاصل کی جائے، طویل گفت و شنید ہوئی لیکن ایتھنزیوں نے کوئی تشفی بخش جواب نہیں دیا، اور انتہائی کوشش کے باوجود اس مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی کہ مقدونیہ جانے والے ایتھنزی جہازوں کو راستہ میں پوتی دیہ کے خلاف کارروائی کرنے سے روکا جائے، لیکن ادھر لاکے دیمون کی حکومت نے وعدہ کیا اگر ایتھنز، پوتی دیہ پر حملہ کرے تو وہ اٹیکا پر حملہ کر دے گی، جب حالات اس طرح سازگار ہو گئے تو پوتی دیہ نے کالکدیسیوں اور بوتائیوں کے ساتھ لیگ میں شریک ہو کر علم بغاوت بلند کر دیا۔ پردکاس نے کالکدیسیوں کو اس امر پر آمادہ کیا کہ وہ اپنے ساحلی شہروں کا تخلیہ کر کے ان کو مسمار کر دیں اور ساحل سمندر سے

دور شہر اولنتھوس میں قیام کر کے متحدہ طور پر اپنے بچاؤ کا مستحکم انتظام کر لیں، اس دوران میں جن لوگوں نے اس کی رائے پر عمل کیا ان کو اس نے مقدونیہ میں اپنے ماتحت علاقہ جھیل بولبے کے نواح میں کچھ رقبہ دیا تاکہ ایتھنیز سے جنگ کے دوران میں وہ وہاں سکونت اختیار کریں، چنانچہ ان لوگوں نے اس کے مشورہ کے مطابق اپنے قصبات کو مسمار کر دیا اور ساحل سمندر سے دور مقامات پر جا کر جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

ایتھنیز کے تیس جہازوں کا بیڑا جب تھریسی بستیوں کے پاس پہنچا تو اس نے دیکھا کہ پوتی دیہ اور دوسرے شہروں نے بغاوت کر دی ہے، ایتھنیزی کمان دار اس نتیجہ پر پہنچے کہ ان کے پاس جو فوج تھی اس کی مدد سے پردکاس اور اس کے علاوہ متحدہ شہروں کی فوجوں سے لڑنا ممکن نہیں ہوگا اور اپنی اصل منزل یعنے مقدونیہ کی طرف مڑ گئے اور وہاں اچھی طرح سے قدم جما لینے کے بعد فلپ اور دیردا اس کے بھائی کی مدد سے، جنھوں نے ملک پر اندر کی جانب سے حملہ کیا تھا جنگ شروع کر دی۔

اسی دوران میں کورنتھیوں نے یہ دیکھ کر کہ پوتی دیہ نے علم بغاوت بلند کر دیا ہے اور ایتھنیزی جہاز مقدونی ساحل پر پہنچ گئے ہیں، اس ڈر سے کہ کہیں وہ علاقہ ہاتھ سے نہ نکل جائے، اس کی مصیبت کو اپنے لئے خطرہ سمجھ کر کورنتھ سے رضاکار، اور بقیہ پلوپونیز سے اجیر سپاہی بھجوائے، ان کی بھجوائی ہوئی مجموعی کمک سولہ سو بھاری ہتھیار بند پیادوں اور چار سو ہلکے ہتھیار بند سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ ارسٹیوس ابن ادمانتوس نے جو پوتی دیہ کا ثابت قدم دوست تھا اس مہم کی کمان اپنے ہاتھ میں لی، اسے کورنتھ کے شہریوں میں بڑی مقبولیت حاصل تھی چنانچہ اسی بناء پر انھوں نے بڑی تعداد میں اپنی خدمات رضاکارانہ طور پر پیش کیں، یہ فوجیں پوتی دیہ کی بغاوت شروع ہونے کے چالیس دن بعد

تھریس پہنچیں۔

ایتھینزیوں کو بھی ان شہروں کی سرکشی کی اطلاع فوراً پہنچ گئی، جب ان کو پتہ چلا کہ ارستیوس کمک لے کر جا رہا ہے تو انھوں نے بغاوت کو فرو کرنے کے لئے دو ہزار بھاری ہتھیار بند پیادوں کا ایک دستہ جو خود ان کے شہریوں پر مشتمل تھا چالیس جہازوں کے ساتھ روانہ کیا، اس دستے کی کمان کالیاس ابن کالیادیس اور اس کے چار شرکائے کار کے سپرد تھی، وہ پہلے مقدونیہ پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ ابتداً ایک ہزار سپاہیوں کی جو فوج روانہ کی گئی تھی، اس نے اسی وقت تھرمے پر مکمل قبضہ کر کے پیدنا کا محاصرہ بھی کر لیا تھا وہ خود بھی اس محاصرہ میں شریک ہو گئے اور اسے کچھ عرصہ تک گھیرے رہے، اس کے بعد محاصرین نے فریق مخالف کی شرطیں مان لیں اور پردکاس سے مجبوراً مخالفہ کر لیا، کیوں کہ ان کو پوتی دیہ جانے کی جلدی تھی جہاں اب ارستیوس پہنچ چکا تھا چنانچہ وہ مقدونیہ سے ہٹ گئے۔ وہاں سے بروپا گئے اور پھر استریپسا پہنچے اور ثانی الذکر مقام پر حملہ کرنے کے بعد جس میں کامیابی نہیں ہوئی، خشکی کے راستہ اپنی منزل یعنے پوتی دیہ کو روانہ ہوئے، اس وقت ان کے پاس تین ہزار بھاری ہتھیار بند پیادے تھے جو خود ان کے شہری تھے، اس کے علاوہ محالفین کثیر تعداد میں موجود تھے اور چھ سو مقدونوی سواروں کا دستہ تھا جن کا تعلق فلپ اور پوسانیاس سے تھا، ساتھ ہی ستر جہاز کنارے کنارے ہمراہ چل رہے تھے، تیسرے روز ایتھینزی لشکر نے گگونس پہنچ کر پڑاؤ ڈال دیا۔

اس دوران میں اہل پوتی دیہ اور پیلوپونیزی، ارستیوس کے ساتھ خاکنائے کے اس حصہ پر پڑاؤ ڈالے پڑے تھے جس کا رخ اولنتھس کی جانب ہے اور ایتھینزیوں کی آمد کا انتظار کر رہے تھے، انھوں نے اپنا مارکٹ شہر کے باہر رکھا تھا۔

مخالفین نے ارستیوس کو ساری پیادہ افواج کا جنرل منتخب کیا تھا۔سوار فوج پروکاس کی سرکردگی میں تھی جو یکایک ایتھنیز سے روگردان ہوکر دوبارہ پوتی دیہ کے مخالفین میں شریک ہوگیا تھا اور جس نے یولاوس کو اپنا سپہ سالار مقرر کیا تھا۔ ارستیوس کا پلان یہ تھا کہ اس کی فوج خاکنائے پر ہی رہے اور ایتھنیزیوں کے حملہ کا انتظار کیا جائے۔ کالکدیسی اور دوسرے مخالفین کی افواج خاکنائے کی حدود سے باہر رہیں، اور جب ایتھنیزی اس کی طرف اقدام کریں تو پردکاس کے دوسو سوار اولنتھوس سے بڑھ کر ایتھنیزی لشکر کے عقب پر حملہ کریں جس سے دشمن آگے اور پیچھے دونوں طرف سے زد میں آجائے گا۔ ادھر ایتھنیزی جنرل کالیاس اور اس کے شرکائے کار نے مقدونیہ کی سوار فوج اور چند محالفین کو اولنتھوس بھجوا دیا تاکہ اس جانب سے دشمن کوئی کارروائی نہ کرسکے۔ خود ایتھنیزیوں نے اپنا کیمپ اٹھا دیا اور پوتی دیہ کی طرف بڑھنے لگے۔ خاکنائے پر پہنچنے کے بعد انھوں نے دیکھا کہ دشمن لڑائی کی تیاریاں کر رہا ہے تو مقابلہ کے لئے صف بندی کی' اور اس کے بعد جلد ہی لڑائی شروع کر دی' فوج کا جو حصہ ارستیوس کی کمان میں تھا اور جس کے ساتھ کورنتھی اور دوسرے آزمودہ کار سپاہی تھے اس نے اپنے مقابل کی ایتھنیزی فوج کو شکست فاش دی اور کافی دور تک ان کا تعاقب کیا لیکن پوتی دیہ والوں اور پلوپونیزیوں کی بقیہ افواج کو ایتھنیزیوں نے مغلوب کر دیا اور انھوں نے قلعہ کے اندر پناہ لی۔ ارستیوس جب تعاقب کے بعد لوٹا تو اس نے دیکھا کہ بقیہ فوج کو شکست ہوگئی ہے، اب یہ طے کرنا مشکل ہوگیا کہ وہ پوتی دیہ جائے یا اولنتھوس۔ کس طرف جانے میں کم خطرات پیش آئیں گے؟ بالآخر اس نے طے کیا کہ ساری فوج کو ایک چھوٹے سے چھوٹے مقام پر یکجا کیا جائے اور دوڑتے ہوئے لڑ بھڑ کر کسی طرح پوتی دیہ میں داخل ہونے کی کوشش کی جائے۔

کئی مشکلات کا سامنا کر کے اینٹ اور پتھر کی بارش میں سے گزر کر وہ سمندر میں سے ساحلی بند کے ساتھ ساتھ آگے بڑھا اور اس طرح اپنے بیشتر سپاہیوں کو صحیح وسالم نکال لے گیا، گو اس معرکہ میں اس کے چند ساتھی ہلاک ہو گئے، اس دوران میں پوتی دیہ والوں کی امدادی فوج جو سات میل دور اولنفوس میں تھی (جہاں سے پوتی دیہ صاف نظر آتا ہے) لڑائی شروع ہوتے ہی اشارہ پا کر امداد کے لئے کچھ دور آگے بڑھی لیکن مقدونوی سواروں نے اس کا راستہ روک لیا، اس کے بعد جلد ہی ایتھنیزیوں کی فتح کا اعلان ہو گیا اور لڑائی کے نشان گرا دیے گئے تو وہ قلعہ میں واپس چلی گئی۔ اور مقدونوی سوار دستہ ایتھنیزیوں سے جا ملا۔ اس طرح اس لڑائی میں کسی جانب سے بھی سوار فوج نے حصہ نہیں لیا۔ لڑائی کے بعد ایتھنیزیوں نے اپنی فتح کی یادگار نصب کی اور عارضی صلح کے معاہدہ کے تحت کشتوں کی نعشیں دشمن کے حوالہ کر دیں پوتی دیہ اور اس کے مخالفین کی فوج کے تقریباً تین سو سپاہی اس معرکے میں کام آئے اور ایتھنیز کی فوج کے ایک سو پچاس، ایتھنیزی شہریوں کے علاوہ ان کا سپہ سالار کالیاس مارا گیا، خالکنائے کی جانب جو فصیل تھی اس کے مورچے تعمیر کر دیے گئے اور ان پر ایتھنیزی فوج متعین کی گئی، پالینے کی جانب جو فصیل تھی اس کے بالمقابل استحکامی مورچے تعمیر نہیں کئے گئے۔ ایتھنیزیوں نے اپنے آپ کو اتنا طاقتور نہیں سمجھا کہ بیک وقت خالکنائے میں محاصرہ کے لئے فوج بھی رکھیں اور ساتھ ہی ساتھ پالینے پہنچ کر استحکامی مورچے بھی تعمیر کریں، ان کو اندیشہ تھا کہ فوج دو حصوں میں بٹ جائے تو موقع سے فائدہ اٹھا کر کہیں پوتی دیہ والے اور انکے حلیف حملہ نہ کر دیں، اس دوران میں جب ایتھنیز کو پالینے میں استحکامات نہ ہونے کی اطلاع ملی تو اس نے کچھ عرصہ بعد اپنے شہریوں کی بھاری ہتھیار بند فوج روانہ کی جس کی تعداد سولہ سو تھی، اس فوج کی کمان فورمیو ابن اسوپیوس کے

سپرد تھی، پالینے پہنچنے کے بعد اس نے اپنا مستقر اقی تس میں قایم کیا اور وہاں سے آگے بڑھ کر سارے علاقہ کو تباہ و برباد کر ڈالا جب اس کے مقابلہ کے لئے میدان میں کوئی فوج نہیں آئی تو اس نے پالینے کی جانب کی فصیل اور اس کے مورچے تعمیر کئے۔ اس طرح پوتی دیہ دو طرف سے گھر گیا اور جہازوں کی مدد سے سمندر کی طرف سے بھی اس کی مکمل ناکہ بندی کر دی گئی، ارسٹیوس نے جب دیکھا کہ شہر پوری طرح سے محصور ہو گیا ہے اور اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں رہی سوائے اس کے کہ پلو پونیز کی جانب سے کوئی کارروائی کی جائے یا پھر کوئی غیر متوقع صورت حال پیش آئے تو پانچ سو کو چھوڑ کر باقی سارے سپاہیوں کو اس نے مشورہ دیا کہ جب کبھی ہوا کا رخ موزوں پائیں سمندر کے راستہ وہاں سے نکل بھاگیں تاکہ سامان رسد نہ زیادہ دنوں تک کام دے سکے، وہ خود دوسروں کے ساتھ شہر میں ٹھیرے رہنا چاہتا تھا۔ جب فوج کو اس امر کی ترغیب دینے میں کامیابی نہیں ہوی تو وہ متبادل منصوبہ پر عمل کرنے اور پوتی دیہ کے بیرونی علاقہ میں زیادہ سے زیادہ موثر انتظامات کرنے کے ارادے سے سنتریوں کی آنکھ بچا، کشتی میں سوار ہو کر دشمن کے حلقہ سے باہر نکل گیا، اور کالکدیسیوں کے پاس پہنچ کر وہاں سے جنگ جاری رکھی۔

اس نے خاص طور پر شہر میلیلہ کے قریب کمین گاہ سے دشمن پر حملہ کر کے اس کے کئی سپاہیوں کو ہلاک کر دیا، اس نے پلوپونیزیوں سے بھی گفت و شنید کی اور کمک حاصل کرنے کی ترکیبیں سوچیں، اسی دوران میں پوتی دیہ کے محاصرہ تکمیل کے بعد فورمیو نے اپنے سولہ سو سپاہیوں کی مدد سے کالکدلیس اور بوتیکا کو تباہ و تاراج کر دیا اور ان کے بعض شہروں پر قبضہ بھی کر لیا۔

تیسرا باب

پلوپونیزی اتحاد کی کانگرس لاکے ڈیمون میں

مختلف واقعات کی بنا پر ایتھنیزیوں اور پلوپونیزیوں کو ایک دوسرے کے خلاف شکایات تھیں، کورنتھ کو شکایت تھی کہ اس کی نوآبادی پوتی دیہ کو جس میں کورنتھی اور پلوپونیزی شہری بھی تھے محصور کر لیا گیا، اور ایتھنیز کو پلوپونیزیوں سے یہ شکایت تھی کہ انھوں نے اس کے ایک شہر کو جو اس کے اتحاد کا باجگزار رکن تھا بغاوت پر اکسایا، اور پوتی دیہ کے ساتھ مل کر ایتھنیز سے علی الاعلان لڑ رہے تھے ان سارے اسباب کے باوجود کچھ عرصہ تک جنگ نہیں شروع ہوی، کیونکہ یہ کورنتھ کی ایک خانگی مہم تھی۔

لیکن جب پوتی دیہ محصور ہو گیا تو وہ خاموش نہ رہ سکا کیونکہ اس شہر میں کورنتھی بھی گھر گئے تھے اور ڈر تھا کہ کہیں شہر ہاتھ سے نہ نکل جائے، چنانچہ فوراً ہی اس نے اپنے مخالفین کو لاکے ڈیمون طلب کیا، اور وہاں پہنچ کر بڑی بے باکی سے ایتھنیز پر معاہدہ کی خلاف ورزی اور پلوپونیز کے حقوق پر دست درازی کے الزامات لگائے۔ اس کی تائید آئی گینہ والوں نے کی جنھوں نے ایتھنیز کے ڈر سے کارروائی میں کھلے طور پر حصہ نہیں لیا لیکن درپردہ جنگ کا شدت سے

مطالبہ کرنے والوں میں کسی سے پیچھے نہیں تھے، ان کا ادعا یہ تھا کہ معاہدہ میں جس آزادی کی ضمانت دی گئی تھی اس سے وہ محروم تھے، لاکے ڈیمون نے اپنے محالفین اور دوسری مملکتوں کے نام جنھیں ایتھنیز سے شکایت ہوسکتی تھی طلب نامے جاری کئے اور مجلس عوام کا اجلاس طلب کر کے اس کو مخاطب کرنے کی دعوت دی گئی مملکتوں کے نمایندے اٹھ کھڑے ہوئے اور انھوں نے مختلف شکایتیں پیش کیں اور حاضرین کی توجہ بطور خاص اس امر کی طرف منعطف کرائی کہ ان کو معاہدہ کے منشاء کے خلاف ایتھنیزی سلطنت کی بندرگاہوں اور ایتھنیز کے بازاروں سے خارج کردیا گیا تھا، جب یہ مقرر لاکے ڈیمونیوں کے جذبات مشتعل کر چکے تو بالآخر کورنتھی نمایندے اپنی جگہ سے اٹھے اور انھوں نے اپنی تقریر دں میں کہا:-

لاکے ڈیمونیو! اپنے دستور اور سماجی نظام پر آپ کو جو اعتماد ہے اس کی بنا پر آپ، دوسری مملکتوں کے بارے میں ہماری ہر رائے اور خیال کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھنے کی طرف مایل نظر آتے ہیں، آپ کی اعتدال پسندی اسی رجحان کا نتیجہ ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ سیاسیات خارجہ کے مسایل کے بارے میں آپ جو اپنی معلومات کے محدود ہونے کا ثبوت دیتے ہیں، وہ بھی اسی رجحان کا نتیجہ ہے. ہم نے بارہا ران جارحانہ منصوبوں سے آپ کو بروقت مطلع کیا جو ایتھنیز ہمارے خلاف بنا رہا تھا لیکن آپ نے کبھی ان اطلاعات کو جانچنے کی زحمت گوارا نہیں کی اور ہر دفعہ یہ کہہ کر خاموش ہوگئے کہ ان اطلاعات کے پیچھے خانگی مفادات کام کررہے ہیں، آپ نے آنے والی تباہی کو روکنے کے لئے کبھی حلیفوں کو مجتمع نہیں کیا بلکہ ہر دفعہ تاخیر سے کام لیا، یہاں تک کہ آج مشکلات میں گھر گئے- ہم بھی آپ کے حلیف ہیں اور ہمیں اس موقع پر بولنے کا کچھ کم حق حاصل نہیں ہے کیوں کہ ہم کو سخت ترین شکایات ہیں اور یہ شکایات ایتھنیز کی ظلم و زیادتی اور لاکے ڈیمون کی

بے اتفاقی کا نتیجہ ہیں، اہل یونان کے حقوق پر ان مجرمانہ حملوں کا اگر آپ کو علم نہیں ہے تو ہمارا فرض ہے کہ آپ کو حقیقت حال سے آگاہ کر دیں، اس وقت جو صورت حال ہے اس کے پیش نظر طول طویل تقریروں کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی، کیونکہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہم میں سے بعضوں کو طوق غلامی پہنا دیا جا چکا ہے، دوسروں کو (خاص طور پر ہمارے حلیفوں کو) غلام بنانے کی تدبیریں جاری ہیں اور جنگ کے امکانات کے پیش نظر حملہ آور تیزی کے ساتھ لمبی چوڑی تیاریوں میں مصروف ہے، اگر آپ کو ہمارے اس بیان کی صداقت پر شبہ ہو تو پھر آپ ہی بتائیں کہ انھوں نے دھوکہ سے کورکایرا کو اپنے مخالفہ میں کیوں شریک کر لیا، اور ہمارے خلاف اس پر بزور شمشیر کیوں قابض ہیں؟ اور پوتی دیہ کا محاصرہ کیوں کیا گیا؟ یہ وہ مقامات ہیں جن میں سے ایک تھریس کے شہروں کے خلاف فوجی کارروائی کے لئے موزوں مرکز ہے تو دوسرا پلوپونیز کے بحری بیڑے میں بہت بڑی حد تک اضافہ کر سکتا ہے۔

ان تمام خرابیوں کی ذمہ داری آپ لوگوں پر ہے، آپ ہی نے میدیان کی جنگ کے بعد ایتھنیزیوں کو شہر پناہ تعمیر کرنے اور اس کے بعد لمبی فصیلیں کھڑی کرنے کا موقع دیا تھا، اور اسی کے بعد ایتھنیزیوں نے نہ صرف دوسرے لوگوں کو غلام بنایا بلکہ ان لوگوں کی آزادی بھی چھین لی جو آپ کے حلیفوں میں تھے، یہ سب کچھ اس لئے ممکن ہوا کہ آپ نے ایتھنیزیوں کو فصیلیں تعمیر کرنے سے نہیں روکا، اس طرح ساری ذمہ داری آپ پر ہے، کسی قوم کی غلامی کی ذمہ داری اس کے فوری اسباب پر اتنی زیادہ عاید نہیں ہوتی جتنی اس مملکت پر جو روکنے کے وسایل رکھتے ہوئے بھی کوئی اقدام نہ کرے، خاص کر اس صورت میں جب کہ وہ مملکت یونان کا نجات دہندہ کہلانے کا امتیاز اور افتخار حاصل کرنے کی متمنی بھی ہو، بہرحال بالآخر آج ہم یہاں یکجا ہو گئے ہیں، یہ یکجائی آسانی سے نہیں نصیب ہوی اور ہنوز ہمارے مقاصد بھی

معین نہیں ہوے ہیں، جو ناانصافیاں ہمارے ساتھ کی گئی ہیں ان کے بارے میں غور و خوض کرنے کے لئے اب وقت نہیں رہا ہے، اس وقت تو ہمیں اپنے بچاؤ کے وسایل کی فکر کرنی ہے، کیوں کہ حملہ آور اپنے مکمل منصوبوں کے ساتھ جن کے مقابلہ میں ہمارے پاس پس و پیش اور تذبذب کے سوا کچھ نہیں ہے، تخویف و تہدید کی حدود سے آگے بڑھ کر اب عمل کی منزل میں داخل ہو گئے ہیں، اور ہم ایتھنیز کے جارحانہ طریقوں اور اس کے مکر و فریب سے بخوبی واقف ہیں، ممکن ہے اس خیال سے کہ آپ اپنی بے حسی کی بنا پر اس کی حرکات پر توجہ نہیں کرتے، اس وقت وہ یک گونہ طمانیت محسوس کر رہا ہو، لیکن اگر ایتھنیز کو پتہ چل جائے کہ آپ اس کی چالوں کو دیکھتے اور سمجھتے تو ہیں مگر ان کو روکنے کی زحمت گوارا کرنا نہیں چاہتے تو غضب ہی ہو جائے گا۔ اس کی جرات اس قدر بڑھ جائے گی کہ وہ اپنے اقدامات کو اور تیز کر دے گا۔ لاکے دیمونیو! سارے یونان میں صرف آپ ہی کی قوم بے عمل ہے۔ آپ اپنی مدافعت عمل کے ذریعہ نہیں کرتے بلکہ صرف حریف کو یہ یاد کرانا کافی سمجھتے ہیں کہ آپ کوئی عملی اقدام کرنے والے ہیں، دشمن کی سرکوبی اولین موقع سے فائدہ اٹھا کر نہیں کرتے بلکہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہتے ہیں، یہاں تک کہ اس کی طاقت دوگنی ہو جائے۔ یہ خصوصیت سارے یونان میں آپ لوگوں کے سوائے کسی اور میں نہیں پائی جاتی۔ اس کے باوجود دنیا آپ کی طاقت پر بھروسا کرتی تھی جو آپ کے عمل کے پیش نظر حق بجانب نہیں معلوم ہوتا۔ میدیائی حملہ آور دنیا کے دوسرے کونے سے نکل کر اطمینان کے ساتھ اس سرزمین میں داخل ہو گئے لیکن آپ کوئی معقول فوج تیار کر کے ان کا راستہ روکنے کے لئے نہیں روانہ کر سکے، خیر، ایران کا ذکر چھوڑئے وہ دور کا دشمن ہے لیکن ایتھنیز تو آپ کا قریبی پڑوسی ہے اس کے باوجود آپ اس کی جانب کوئی توجہ نہیں

کرتے، اس کے مقابلہ میں آپ ہمیشہ اپنے بچاؤ کی سوچتے ہیں۔ کبھی اس کے خلاف کوئی اقدام نہیں کرنا چاہتے، اور لڑائی کو طویل عرصہ تک ملتوی کرتے جاتے ہیں، یہاں تک کہ دشمن پہلے سے بہت زیادہ طاقتور ہوتا جاتا ہے جس کے بعد فتح و شکست کے بارے میں کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ حالانکہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہمارے وحشی دشمن اپنی غلطیوں کی چٹان سے ٹکرا کر چور ہوتے رہے، اور اگر ہمارے موجودہ دشمن ایتھنیز نے ہمیں بار بار تباہ و برباد نہیں کیا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ اس سے فاش غلطیاں سرزد ہوئیں، آپ نے تو ہماری حفاظت کے لئے کچھ نہیں کیا، اور یہ واقعہ ہے کہ جن مملکتوں کی توقعات آپ سے وابستہ تھیں اور جنھوں نے آپ کے بھروسے پر کسی قسم کی تیاری نہیں کی، ان میں سے چند تو تباہ ہی ہوگئیں۔

ہمیں امید ہے کہ آپ میں سے کوئی بھی اس شکوہ و شکایت کو دشمنی پر محمول نہیں کرے گا۔ انسان شکوہ و شکایت دوستوں ہی سے کرتا ہے، الزامات دشمنوں پر لگائے جاتے ہیں، جنھوں نے کوئی ناانصافی کی ہو، اس کے علاوہ ہم سمجھتے ہیں کہ دوسروں کی طرح ہم کو بھی اپنے پڑوسی کی کمزوریوں کی طرف توجہ دلانے کا پورا پورا حق حاصل ہے، خاص کر جب ہم فریقین کے قومی کردار میں ایک زبردست تضاد پاتے ہیں ایسا تضاد جس کا ہم سمجھتے ہیں کہ آپ کو قطعاً احساس نہیں ہے۔ کیوں کہ آپ نے ابھی تک یہ نہیں سوچا کہ آپ کا مقابلہ کس قسم کے لوگوں سے ہے ایتھنیز کی اور آپ کی خصوصیات میں زمین آسمان کا فرق ہے، ایتھنیزی فطرتاً جدت پسند ہیں اور وہ نہ صرف اپنے منصوبوں کی تشکیل و ترتیب میں بلکہ ان کو عملی جامہ پہنانے میں بھی بڑی چالاکی اور پھرتی سے کام لیتے ہیں، آپ کی فکر و نظر اپنی املاک اور علاقوں تک محدود ہے، آپ کو کبھی کوئی نئی بات نہیں سوجھتی

اور میدان عمل میں تو آپ بصورت مجبوری بھی مناسب حد تک آگے نہیں بڑھتے وہ اپنے وسایل کی کم مایگی کا خیال کئے بغیر جبارتیں کر جاتے ہیں، خطرات میں بے محابا کود پڑتے ہیں اور انتہائی مایوس کن حالات میں بھی امید کا دامن نہیں چھوڑتے اور آپ کا یہ حال ہے کہ آپ کسی کام میں پورا زور نہیں لگاتے، آپ کی قوت فیصلہ جس رائے کو درست قرار دیتی ہے اس پر بھی آپ کو کامل اعتماد نہیں ہوتا، اور مشکلات میں آپ اس درجہ سراسیمہ ہو جاتے ہیں کہ نجات کا راستہ ہی نہیں سوجھتا من چلاپن اور مستعدی ان کی فطرت ہے، اور تاخیر اور تعویق آپ کی خاصیت، وہ کبھی اپنی مملکت میں محدود نہیں رہتے اور آپ کبھی اپنا ملک چھوڑ کر باہر نہیں جاتے، وہ سمجھتے ہیں کہ غیر ممالک کو جانے سے ان کے حلقۂ اثر میں اضافہ ہوگا، لیکن آپ گھراتے ہیں کہ آپ کی غیر موجودگی میں آپ کے مفادات خطرہ میں پڑ جائیں گے وہ کسی مہم میں کامیاب ہوتے ہیں تو اسے بہ سرعت تمام اور آگے بڑھاتے ہیں مگر ناکامی کی صورت میں زیادہ بزدل نہیں ہوتے، وہ اپنے ملک کے لئے اس قدر سخت محنت و مشقت کرتے ہیں کہ گویا ان کے جسم، ان کے جسم نہیں ہیں، اور اپنے قلب و دماغ کی ساری صلاحیتوں کو پوری توجہ کے ساتھ ملک کی خدمت پر صرف کرتے ہیں، کوئی منصوبہ بنانے کے بعد اس پر عمل نہ ہو سکے، اور مقصد حاصل نہ ہو تو یہ سمجھتے ہیں کہ جیسے کوئی چیز جو ان کی تھی، ان کے قبضہ سے نکل گئی، کوئی چیز جب حاصل ہو چکتی ہے تو اس کی طرف پلٹ کر بھی نہیں دیکھتے بلکہ دوسری چیزوں کے حصول کے لئے جد و جہد شروع کر دیتے ہیں، ناکامی ان کو مایوس نہیں کرتی کیونکہ ان کے حوصلہ کامرانیوں کے لئے نئی نئی راہیں نکال لیتے ہیں جس سے نقصان کی تلافی ہو جاتی ہے، صرف ایتھنیزی ہی وہ لوگ ہیں جن کے مقاصد اور حصول مقاصد میں کوئی حد فاصل نہیں ہوتی، وہ جب کسی بات کا تہیہ کر لیتے ہیں تو اس پر

فی الفور عمل کرتے ہیں، ساری عمر جفاکشی سے کام کرتے اور مشکلات اور خطرات سے نبٹتے رہتے ہیں، اپنی املاک اور مقبوضات میں اضافہ کی دھن میں ہر طرح کے آرام اور آسایش سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں اور اپنے فرایض کی تکمیل کے سوا ان کے لئے کوئی سامان عیش و تفریح نہیں ہوتا۔ وہ بے عملی کی آسایش کو محنت کی تکان سے بدتر سمجھتے ہیں، مختصر الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے ان کی طبیعتوں کی افتاد ایسی ہے کہ نہ وہ خود چین سے رہیں گے اور نہ دوسروں کو چین سے رہنے دینگے۔

لاکے دیمو نیو! یہ ہیں خصوصیات ایتھنیز کی جو آپ کا دشمن ہے آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ دیرپا امن انھیں لوگوں کو نصیب ہوتا ہے جو طاقت کے استعمال کے جواز اور عدم جواز کا تصفیہ کرنے میں وقت نہیں گنواتے اور حریفوں پر واضح کر دیتے ہیں کہ کسی قسم کی ناانصافی کو ہرگز برداشت نہیں کیا جائے گا، اس کے برعکس انصاف پسندی کے بارے میں آپ کا تصور اس اصول پر مبنی ہے کہ آپ سے کسی کو نقصان نہ پہونچے، دوسرے آپ پر ظلم و زیادتی کریں تو ان کو روکنے کے لئے آپ کسی خطرہ میں نہیں پڑنا چاہتے، اگر آپ کے پڑوسیوں کی قومی خصوصیات بھی ویسی ہی ہوتیں جیسی آپ کی ہیں، تب بھی آپ کی یہ پالیسی مشکل ہی سے کامیاب ہو سکتی تھی، لیکن جہاں تک ایتھنیز کا تعلق ہے جیسا کہ ہم ابھی بتا چکے ہیں اس کے مقابلہ میں آپ کے یہ طریقے از کار رفتہ اور دقیانوسی ہیں، اگرچہ محفوظ اور مامون اقوام کے لئے غیر متغیر رواج اور طریقے مفید ترین ثابت ہوتے ہیں لیکن نئے نئے عملی اقدامات کی ضرورت پیش آئے تو پرانے طریقوں میں اصلاح اور تغیر لازمی ہو جاتا ہے، چنانچہ ایتھنیز نے اس طریقہ پر عمل کر کے وسیع تجربہ حاصل کیا، اور اصلاح و اختراع کی دوڑ میں آپ سے آگے بڑھ گیا ہے۔

کم از کم اب آپ لیت و لعل کو چھوڑئیے اور حسب وعدہ اپنے حلیفوں اور

خصوصاً پوتی دیہ کی امداد کے لئے اٹیکا پر جلد از جلد حملہ کر دیجئے، اپنے دوستوں اور عزیزوں کو ان کے بدترین دشمنوں پر قربان نہ کیجئے تاکہ ہم اور آپ کے دوسرے حلیف مایوس ہو کر کسی اور مملکت سے مخالفہ کرنے پر مجبور نہ ہو جائیں، اگر آپ یہ طریقہ کار اختیار کریں تو نہ وہ دیوتا آپ کو قصور وار ٹھیرائیں گے جن کے مندر میں ہم نے حلف لیا ہے اور نہ وہ لوگ جو اس کے گواہ ہیں، اگر حلیفوں میں سے کوئی کسی مملکت کا ساتھ چھوڑ دے اور وہ کسی اور طاقت سے ربط پیدا کرنے پر مجبور ہو جائے تو معاہدہ کی خلاف ورزی کا الزام اس مملکت پر نہیں بلکہ ساتھ چھوڑ دینے والے حلیف پر عاید ہوتا ہے لیکن اگر آپ علی اقدام کرنے پر تیار ہو جائیں تو ہم آپ کا ساتھ دیں گے، بھلا ہم آپ کو چھوڑ کر کسی اور سے کیسے ربط پیدا کر سکتے ہیں! یہ بات ہماری فطرت کے خلاف ہے۔ ہمیں آپ جیسے ہمدرد حلیف کبھی نہیں مل سکتے، ان اسباب پر غور کیجئے اور کوشش کیجئے کہ آپ کے اسلاف کے دور میں پلوپونیزیوں کی جو شان و شوکت تھی آپ کے زیر اقتدار اس میں کوئی کمی نہ آنے پائے۔

یہ تھیں وہ باتیں جو کورنتھیوں نے بیان کیں، اتفاق سے اس وقت لاکے دیموں میں ایتھنیز کے ایلچی موجود تھے جو کسی اور کام کے سلسلہ میں آئے تھے انھوں نے جب یہ تقریریں سنیں تو لاکے دیموتیوں پر اپنے نقطہ نظر کا اظہار کرنا ضروری سمجھا۔ ان کا مقصد یہ نہیں تھا کہ ان شہروں نے جو الزامات ایتھنیز پر لگائے تھے، ان میں سے کسی کی صفائی پیش کریں بلکہ وہ ایک وسیع تر نقطہ نظر سے یہ بتانا چاہتے تھے کہ زیر بحث مسایل ایسے نہیں ہیں کہ ان کو عجلت میں طے کیا جائے بلکہ مزید غور و خوض لازمی ہے، وہ ان کو ایتھنیز کی سطوت و جبروت کی طرف بھی متوجہ کرنا چاہتے تھے عمر رسیدوں کے حافظہ کو تازہ کر کے اور نوجوانوں کو ایتھنیز کی عظمت اور شان و شوکت سے واقف کرا کے انھیں جنگ پر امن کو ترجیح دینے کی ترغیب دینا چاہتے تھے،

اس غرض سے وہ لاکے دیمونیوں کے ہاں پہنچے اور کہا کہ اگر کوئی امر مانع نہ ہو تو ہمیں بھی مجلس کو مخاطب کرنے کی اجازت دی جائے۔ جب تقریر کی اجازت ملی تو ایتھنز کے ایلچی اپنی جگہ سے اٹھے اور انھوں نے کہا:۔

ہم یہاں آپ کے حلیفوں سے بحث مباحثہ کرنے کے لئے نہیں بلکہ دوسرے سرکاری کام سے آئے ہیں لیکن یہاں ہمارے خلاف جو ہنگامہ برپا ہے اس کی بنا پر ہم اس مجلس میں اپنے خیالات کا اظہار کرنا ضروری سمجھتے ہیں، مختلف مملکتوں نے جو الزامات لگائے ہیں ہم ان کی تردید کرنا نہیں چاہتے (دراصل ایسے مسایل کو تصفیہ کی غرض سے پیش کرنے کی صحیح جگہ ہمارے یا ان کے لئے یہ نہیں ہے) بلکہ ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ آپ کو اپنے اتحادیوں کی باتوں میں آکر ان مسایل کے بارے میں جو نہایت ہی اہم ہیں، عجلت میں کوئی غلط تصفیہ نہیں کرنا چاہیئے، جو الزامات ایتھنز پر عام طور سے لگائے جاتے ہیں ان کا جائزہ لے کر ہم یہ بھی ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ہمیں بیرونی مقبوضات رکھنے کا ازروئے انصاف حق حاصل ہے اور یہ کہ ہماری مملکت عزت اور احترام کی مستحق ہے، ہم تاریخ کے قدیم ترین دور سے متعلقہ واقعات کو دوہرا کر آپ کے جذبات سے اپیل کرنا نہیں چاہتے بلکہ ماضی قریب کے اور موجودہ دور کے حالات کا ذکر کریں گے تاکہ آپ خود اپنے تجربہ اور مشاہدہ کی مدد سے ہمارے استدلال کی صحت وسقم کا اندازہ کرسکیں، لیکن ایران کے حملے اور حال کی تاریخ کے واقعات کا ذکر کرنا ہی ہوگا اگرچہ یہ باتیں بار بار بیان کرتے ہم اکتا گئے ہیں، اس جنگ کے دوران میں بعض مقاصد کے حصول کے لئے ہم نے اپنے آپ کو سخت خطرات میں ڈال دیا تھا اور اس کے جو ٹھوس نتائج نکلے ان سے آپ اپنے حصہ کی حد تک استفادہ کرچکے ہیں، لہٰذا اس کامرانی کی بدولت ہمارے لیے فایدہ کی کوئی صورت نکل آئے تو

تو اس سے ہم کو سراسر محروم کرنے کی کوشش تو نہ کیجئے۔ بہر حال ہم یہاں اس لئے نہیں کھڑے ہوئے ہیں کہ جنگ و جدل کی پالیسی سے اپنی ناراضی کا اظہار کریں بلکہ ہم اس کے خلاف اپنے دلایل پیش کرنا چاہتے ہیں اور یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر آپ نے عاقبت اندیشی سے کام نہ لے کر ایتھنیز سے لڑائی شروع کر دی تو آپ کو کس قسم کے دشمن سے نپٹنا ہوگا۔ دنیا جانتی ہے کہ ماراتھون کی لڑائی میں ہماری فوجیں سب سے آگے تھیں اور انھوں نے غیر یونانی لشکر کا بلا شرکت غیرے مقابلہ کیا، اور جب انھوں نے دوبارہ یورش کی تو بری لڑائی میں ان کا پلہ بھاری ہونے کی وجہ سے ہم اپنے سارے ہم وطنوں کے ساتھ جہازوں میں سوار ہو کر سلامس گئے اور وہاں لڑائی میں حصہ لیا۔ اسی وجہ سے وہ پلوپونیزی مملکتوں کو پوری طرح سے مغلوب نہیں کر سکے اور ان کا بیڑا وہاں تباہی نہیں پھیلا سکا اگر ہم ایسا نہ کرتے تو دشمن کے جہازوں کی کثیر تعداد کی وجہ سے بچاؤ کے لئے کوئی متحدہ کارروائی ممکن نہ ہوتی، اس کا مکمل ترین ثبوت خود حملہ آوروں نے پیش کیا، جب بحری معرکہ میں پسپائی ہوی تو انھوں نے سونچا کہ ان میں وہ اگلی سی طاقت باقی نہیں رہی، اور اپنی فوجوں کے بڑے حصہ کو لے کر عجلت کے ساتھ واپس چلے گئے۔

وہ جنگ اس طرح ختم ہوی جس سے صاف طور پر ثابت ہوگیا کہ کامیابی اور ناکامی کا دارومدار کلیتاً یونان کے بحری بیڑے پر تھا، غیر یونانیوں کے حملوں کو ناکام بنانے میں ہم نے تین طرح سے حصہ لیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ ہم نے اس لڑائی کے لئے دوسری یونانی مملکتوں کی بہ نسبت بہت زیادہ اور کثیر تعداد میں جہاز فراہم کئے۔ قابل ترین کمان دار کی خدمات پیش کیں اور غیر معمولی حب الوطنی کا مظاہرہ کیا، ہمارے دستہ میں جہازوں کی تعداد یونانی بیڑے کے جہازوں کی مجموعی تعداد کی دو تہائی سے کچھ ہی کم تھی، اس کا کمان دار تمسطاکلیس تھا اور

زیادہ تر اسی کی بدولت لڑائی اپنائے پر ہوی جس کے بغیر ہمیں کسی صورت بھی کامیابی نہیں ہوسکتی تھی، یہی وجہ تھی کہ آپ کے شہر میں اس کا استقبال اس قدر شاندار طریقہ پر کیا گیا کہ اس سے پہلے کسی غیر مملکت کے شہری کا نہیں کیا گیا تھا اور وطن کی خاطر جان کی بازی لگانے میں کوئی ہماری برابری نہیں کر سکا۔ اس صورت میں بھی جب پیچھے سے کوئی کمک نہیں آئی اور سامنے جو کچھ تھا اس پر پہلے ہی دشمن کا قبضہ ہوچکا تھا، ہم نے ہمت و شجاعت سے کام لے کر اپنے شہر کا تخلیہ کر دیا اور املاک اور جائداد کو قربان کر دینے کے بعد (بجائے اس کے کہ لیگ کے بقیہ شرکا کا ساتھ چھوڑ دیتے یا منتشر ہو کر ان کو اپنی خدمات سے محروم کر دیتے) جہازوں میں سوار ہو کر خطرات کا مقابلہ کرنے کے لیے آگے بڑھے، اور آپ نے ہماری مدد کرنے میں جو غفلت برتی اس کا کچھ بھی خیال نہ کیا، اس لئے ہمارا دعویٰ ہے کہ آپ سے جو کچھ ہم کو ملا ہے اس کے برابر ہی ہم نے آپ کو دیا ہے، آپ کو اپنی املاک اور اسباب کی حفاظت کے لئے لڑنا تھا۔ آپ جن شہروں سے نکل کر آئے تھے، وہاں آپ کا گھر بار موجود تھا اور آپ کو لوٹ کر ان سے استفادہ کرنے کی توقع تھی، آپ نہ صرف ہم کو بلکہ اپنے آپ کو بھی تباہی سے بچانے کے لیے لڑائی میں شریک ہوے تھے اسکے باوجود ہمارا سب کچھ تباہ و برباد ہونے سے پہلے آپ میدان جنگ میں نہیں آئے اور ہم ایک ایسا شہر چھوڑ آئے تھے جس کا وجود ہی شہر کی حیثیت سے باقی نہیں رہا تھا اور ایک ایسے شہر کے لیے اپنی جان کی بازی لگا دی تھی جس کی بحالی اور بازیابی سراسر ناممکن معلوم ہوتی تھی، اس لئے ہم نے آپ کی اور خود اپنی نجات کے لیے جان توڑ کوشش کی، اگر ہم بھی وہی کرتے جو دوسروں نے کیا، اور اپنے علاقوں کی تباہی کے خوف سے آپ کے پہنچنے سے پہلے ایرانیوں کی اطاعت قبول کر لیتے، یا اگر ہم ہمت ہار کر بیٹھ جاتے اور جہازوں میں لد کر نہ چل پڑتے تو آپ کے

بیڑے کی کم مایگی کی وجہ سے بحری جنگ کی نوبت ہی نہ آتی اور ایرانی لڑے بھڑے بغیر اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جاتے۔

لاکے دیمونیو! اس نازک موقع پر ہم نے جس جذبۂ وطن دوستی کا ثبوت دیا اور جس تدبر اور دور اندیشی سے کام لیا، اس کے پیش نظر ہمیں اہل یونان میں اپنی نامقبولیت کی کوئی معقول وجہ دکھائی نہیں دیتی، کم از کم ہماری سلطنت تو اس غیر ہر دلعزیزی کی ہرگز مستحق نہیں ہے، ہم نے اپنی سلطنت ظلم و زیادتی کر کے حاصل نہیں کی، اس کے وجود میں آنے کے دو اسباب ہیں۔ ایک یہ کہ آپ نے غیر یونانیوں کے خلاف جنگ کو آخر تک جاری رکھنا نہیں چاہا۔ دوسرے یہ کہ حلیفوں نے اپنے آپ کو ہم سے وابستہ کر دیا اور از خود اور بے ساختہ طور پر اپنی قیادت ہمارے سپرد کر دی۔ اس کے بعد حالات کے اقتضا کے مطابق مجبوراً ہمیں اسے وسعت دینی پڑی یہاں تک کہ وہ اپنے موجودہ بلند مقام پر پہنچ گئی۔ اس کا اصل محرک جذبۂ خوف تھا، اگرچہ بعد میں شہرت و ناموری اور طلب منفعت کے محرکات بھی کام کرنے لگے اور بالآخر جب تقریباً سب ہم سے متنفر ہو گئے۔ بعضوں نے شورش بھی کی مگر ناکام رہے، آپ نے دوستانہ تعلقات منقطع کر لئے اور ہم نفرت اور بدگمانیوں کا شکار ہو گئے تو ہم نے دیکھا کہ اب سلطنت سے دست کش ہونا بھی خطرات سے خالی نہیں ہوگا۔ خاص کر یہ اندیشہ تھا کہ سارے حلیف ہم سے قطع تعلق کرنے کے بعد آپ سے جا ملیں گے اور کوئی قوم انتہائی خطرناک حالات میں اپنے مفاد کی حفاظت کے لئے ممکن حد تک مناسب انتظام کرے تو اس سے کسی کو شکایت نہیں ہونی چاہیئے۔

لاکے دیمونیو! آپ نے بہرصورت اپنے اقتدار اعلیٰ کو استعمال کر کے پلوپونیز کی

ریاستوں کا انتظام اپنے حسب دلخواہ کیا، اور جس زمانہ کا ہم نے ابھی ذکر کیا، اس وقت اگر آپ آخر تک ثابت قدم رہتے اور اس کے بعد اپنے اختیار اور اقتدار کے استعمال کی بنا پر غیر ہر دلعزیز ہو جاتے تو ہمیں یقین ہے کہ آپ بھی حلیفوں کے لئے ہماری طرح عذاب جان بن جاتے اور اس نتیجہ پر پہنچتے کہ اگر سخت گیر حکومت قایم نہ کی جائے تو خطرات کا سامنا ہوگا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہمیں ایک سلطنت کی پیش کش کی گئی، جسے ہم نے منظور کر لیا اور قیام سلطنت کے بعد خوف، نیک نامی اور حصول منفعت کے شدید محرکات کے تحت کنارہ کشی کرنے سے انکار کر دیا تو یہ کوئی اچنبے کی بات یا کوئی غیر معمولی بات تو نہیں تھی، سچ پوچھیئے تو ہم نے کوئی خاص اجتہاد نہیں کیا۔ کمزور ہر زمانہ میں طاقتور کا دست نگر رہا ہے، اس کے علاوہ ہم اپنے آپ کو اس اعزاز کا اہل سمجھتے تھے اور آپ کی بھی آج تک یہی رائے تھی لیکن اب آپ اپنی مصلحت اور مفاد اس میں دیکھتے ہیں کہ انصاف کا نعرہ بلند کیا جائے، مگر انصاف تو ایسی چیز ہے جسے آج تک کسی طاقتور نے جسے طاقت کے ذریعہ کامیاب ہونے کے مواقع حاصل ہوں، اپنے عزایم کی راہ میں حایل نہیں ہونے دیا۔ اور قابل ستایش ہیں وہ لوگ جو فطرت انسانی کے سطح سے خواہ اتنے بلند نہ ہوں کہ تسلط اور اقتدار کے حصول سے انکار کریں لیکن طاقتور ہونے کے باوجود اور مجبوری کی صورت میں نہیں بلکہ بطور خود حق و انصاف کا زیادہ خیال رکھتے ہیں۔

ہمارا خیال ہے کہ جن حالات سے ہمیں سابقہ رہا ہے انہی حالات میں دوسروں کو کام کرنا پڑے تو وہ جو طریقۂ کار اختیار کریں گے ان سے ہماری اعتدال پسندی کا بہترین ثبوت ملے گا، لیکن ہماری معدلت پسندی کی بھی کوئی ستایش نہیں کرتا بلکہ نہایت ناروا طور پر مذمت کی جاتی ہے۔ حلیفوں کے مقابلہ میں معاہدے سے

تعلق رکھنے والے مقدمات کے بارے میں ہم نے اپنے اختیارات پر تحدید عاید کر کے ان کا تصفیہ غیر جانب دار قوانین کے مطابق اتھنیز کی عدالتوں میں کرانے کا جو طریقہ مقرر کیا ہے اس کی بنا پر ہم مقدمہ باز مشہور ہو گئے ہیں، اور کوئی نہیں سوچتا کہ یہ الزام دوسری سامراجی حکومتوں پر کیوں نہیں لگایا جاتا جو اپنی محکوم ریاستوں کے ساتھ ہم سے کم اعتدال پسندی کا برتاؤ کرتی ہیں، اس کا راز دراصل یہ ہے کہ جہاں طاقت استعمال کی جا سکتی ہے لوگ قاعدہ قانون کو نظر انداز کر دیتے ہیں لیکن ہم نے اپنی رعایا کو مساوات کا درجہ دے رکھا ہے اور وہ مساویانہ سلوک کی اس درجہ عادی ہو گئی ہے کہ اگر کسی معاملہ میں عدالتی فیصلہ کی وجہ سے یا بہ حیثیت مقتدر اعلیٰ ہمارے خاص اختیارات کے استعمال کی بنا پر ناکامی کا منھ دیکھنا پڑے تو اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ ہم نے ان کے بیشتر علاقوں کو جو ہاتھ نہیں لگایا اس کی بنا پر انھیں ہمارا شکر گزار ہونا چاہیئے، اور ان کے علاقہ کے ایک جزو کو بھی ہم اپنے قبضہ میں لے لیں تو اس قدر دل گرفتہ ہو جاتے ہیں اگر ہم شروع ہی میں قانون اور انصاف کو بالائے طاق رکھ کر ان کے پورے علاقوں پر من مانے قبضہ کر لیتے تو بھی شاید اس قدر ناگوار نہ ہوتا، اگر ہم نے یہ طریقہ کار اختیار کیا ہوتا تو ان کو اس سے انکار نہ ہو سکتا تھا کہ کمزور کو طاقتور کے آگے سر جھکانا ہی پڑتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے ساتھ جبر و تشدد کیا جائے تو وہ اتنا برہم نہیں ہوتا، جتنا قانونی ناانصافیوں سے ہوتا ہے کیونکہ جبر و تشدد کرنے والا زیادہ طاقتور ہوتا ہے جس کے مقابلہ میں انسان اپنے آپ کو مجبور محسوس کرتا ہے، برخلاف اس کے قانونی کارروائی میں ناانصافی کی جائے تو وہ سمجھتا ہے کہ مساوی حیثیت والا فریق دھوکا دے رہا ہے، ایرانیوں نے ہم سے کہیں زیادہ ناروا سختیاں کیں جن کو بے چون و چرا

برداشت کر لیا گیا لیکن ہماری شکایت کرتے ہیں، یہ کوئی خلاف توقع بات بھی نہیں ہے کیوں کہ مفتوحین کے لئے معمولی سے معمولی مشکل بھی پہاڑ بن جاتی ہے۔ کم از کم یہ تو یقینی ہے کہ اگر آپ ہم کو زیر کر کے ہماری جگہ لینے میں کامیاب ہو جائیں، اور اسی پالیسی پر کاربند رہیں جس کا نمونہ آپ نے ایرانیوں کے خلاف کچھ عرصہ کے لئے متحدہ کمان سنبھال کر پیش کیا تھا تو وہ ہر دلعزیزی بہت جلد ختم ہو جائیگی جو لوگوں کے ہم سے خائف ہونے کی بنا پر آپ کو حاصل ہوی ہے، امور داخلہ سے متعلق آپ کے مروجہ آئین و قوانین دوسری مملکتوں کے آئین و قوانین کے متضاد ہیں اسکے علاوہ بیرونی ممالک میں آپ کے شہری نہ تو ان اصولوں کی پابندی کرتے ہیں اور نہ ان اصولوں پر چلتے ہیں جو یونان کے دوسرے حصّوں میں رائج ہیں، اس وقت آپ جس مسئلہ پر غور کر رہے ہیں وہ نہایت اہم ہے اس لئے کوئی قرارداد عجلت میں منظور نہ کیجئے۔ دوسروں کی رائے اور شکایتوں سے متاثر ہو کر کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیے، جس سے آپ مشکلات میں پڑ جائیں۔ مناسب یہ ہوگا کہ جنگ شروع کرنے سے پہلے اس کی ہولناک تباہیوں اور دور رس اثرات پر اچھی طرح غور کر لیا جائے۔ ایک مرتبہ لڑائی چھڑ جائے تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ فتح کس کی ہوگی، نہ ہم یقین سے بتا سکتے ہیں کہ ہمیں کامیابی ہوگی، اور نہ آپ اس بارے میں کوئی قطعی حکم لگا سکتے ہیں لوگ عام طور پر سوچے سمجھے بغیر جنگ شروع کر دیتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ ایک دفعہ بند ٹوٹنے کے بعد سیلاب کی تباہ کاریاں قابو سے باہر ہو جاتی ہیں لیکن ہم ابھی اتنے گمراہ نہیں ہوئے ہیں کہ جنگ شروع کر دیں، اور جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے آپ بھی اس خطرہ سے واقف ہیں، اس لئے ہمیں غور و خوض کر کے صحیح نتیجہ پر پہنچنے کا موقع حاصل ہے۔ ہمارا مشورہ یہ ہے کہ آپ نہ معاہدہ کو ختم کریں اور نہ اپنا حلف توڑیں بلکہ آپس کے اختلافات کو از روئے معاہدہ ثالثی کے سپرد کر دیں

اگر آپ نے ایسا نہیں کیا تو جن دیوتاؤں کے سامنے ہم نے حلف اتحاد لیا تھا وہی اس کے گواہ ہوں گے، اور لڑائی شروع کر کے ہمارے خلاف آپ جو بھی اقدام کرینگے اس کا بروقت دندان شکن جواب دینے میں ہم کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں گے۔

یہ تھیں وہ باتیں جو ایتھنیزیوں نے بیان کیں۔ لاکے ڈیمونیوں نے ایتھنیز کے خلاف اپنے حلیفوں کی شکایتیں اور ایتھنیزیوں کے جوابات سننے کے بعد ان کو اسمبلی سے رخصت کیا اور زیر بحث مسئلہ پر خود آپس میں غور و خوض کرنے لگے اسکے بعد اکثریت کی رائے سے یہ طے پایا کہ ایتھنیزیوں نے علانیہ طور پر تشدد کی پالیسی اختیار کر رکھی ہے، اس لئے ان کے خلاف فوراً اعلان جنگ کر دیا جائے لیکن اس موقع پر لاکے ڈیمون کا شاہ آرکی داموس جو فہم و فراست اور میانہ روی میں مشہور تھا اپنی جگہ سے اٹھا اور اس نے حسب ذیل تقریر کی:۔

لاکے ڈیمونیو! میں نے اپنی اس طویل عمر میں کچھ کم لڑائیاں نہیں دیکھی ہیں اور میں جانتا ہوں کہ آپ حضرات میں سے وہ لوگ جو میرے ہم عمر ہیں ناتجربہ کار نہیں ہیں جو اس عام بدبختانہ غلط فہمی کا شکار ہونگے کہ جنگ سے کوئی فائدہ ہوتا ہے اس لئے وہ جس قدر جلد چھڑ جائے بہتر ہوگا۔ جس جنگ کے بارے میں آپ اسوقت بحث مباحثہ کر رہے ہیں غور کرنے سے پتہ چلے گا کہ وہ سب سے زیادہ بڑی اور ہولناک جنگ ہوگی۔ پلوپونیزیوں اور ان کے پڑوسیوں میں لڑائی ہو تو چونکہ فریقین کی طاقت یکساں نوعیت کی ہے اس لئے آسانی سے اس کے سارے مسائل اور مدارج پر یکے بعد دیگرے عجلت کے ساتھ سوچ بچار کیا جا سکتا ہے لیکن جب ایک دور افتادہ اور ایسی مملکت کے خلاف نبرد آزمائی کا سوال ہو جہاں کے لوگ جہاز رانی میں کافی مہارت رکھتے ہیں، جن کی تیاری دوسرے شعبوں میں بھی نہایت مکمل ہے جن کے خزانوں میں روپے کی کمی نہیں اور جہاں خانگی دولت بھی

کثیر مقدار میں موجود ہے، جہازوں، گھوڑوں اور بھاری ہتھیار بند پیادوں کی کمی نہیں اور جہاں کی آبادی ساری دوسری یونانی مملکتوں سے زیادہ ہے اور پھر بالآخر یہ ہے کہ جو باجگزار حلیف بھی رکھتے ہیں تو ان کے خلاف جلدبازی سے کام لے کر جنگ شروع کر دینا کونسی عقلمندی ہو گی، آخر ہم کس بھروسے پر تیاری کئے بغیر بے دھڑک لڑائی شروع کر دیں؟ کیا ہم اپنے بحری بیڑے پر بھروسا کر سکتے ہیں نہیں۔ اس لئے کہ ہمارا بیڑا نسبتاً کمزور ہے اور اگر ہم مشق کے ذریعہ مہارت پیدا کر کے دشمن کے مساوی طاقت حاصل کرنا چاہیں تو اس کے لئے وقت درکار ہو گا کیا ہم اپنی دولت پر بھروسا کر سکتے ہیں، نہیں۔ اس لئے کہ روپیہ کی تو ہمارے پاس اور بھی کمی ہے ایک تو ہمارے خزانے خالی ہیں، دوسرے ہم اپنا خانگی روپیہ جنگ کے لئے دینے پر آمادہ نہیں ہیں۔ البتہ بھاری ہتھیار بند فوج اور ملک کی آبادی کی کثرت کی حد تک ہمیں برتری حاصل ہے جس کی مدد سے غنیم کے علاقوں پر حملے کر کے ان کو برباد کیا جا سکتا ہے لیکن ایتھنیزیوں کی سلطنت میں اور بھی کئی علاقے اور وہ اپنی ضرورت کی چیزیں سمندر کے راستہ درآمد کر سکتے ہیں اور پھر اگر ہم ان کے حلیفوں کو شورش پر اکسانا چاہیں تو ان کی امداد کے لئے جہازوں کی ضرورت ہو گی، کیونکہ ان کے بیشتر حلیفوں کا تعلق جزائر سے ہے، پھر آخر اس جنگ میں ہم کیا کر سکیں گے؟ جب تک ہم ان کے بحری بیڑے کو مغلوب نہ کریں یا پھر اس آمدنی کو نہ روکیں جس سے وہ بیڑے کے اخراجات کی بجا آوری کرتے ہیں ہماری شکست اور تباہی یقینی ہے، یہ بھی سوچ لیجئے کہ چاہے کچھ ہی ہو جائے اپنے وقار کو قایم رکھنے کے لئے ہمیں جنگ جاری رکھنی ہو گی، خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ اس کے آغاز کی ذمہ داری ہم پر عاید ہوتی ہو، ہمیں ہرگز اس خطرناک غلط فہمی میں نہ رہنا چاہیئے کہ دشمن کے علاقے تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

اور جنگ جلد ختم ہو جائے گی، اس کے برخلاف مجھے اندیشہ ہے کہ یہ جنگ ہماری اولاد کو میراث میں ملے گی، کیونکہ یہ ہرگز قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا کہ ایتھنیز کے حوصلے اس کے علاقہ کی تباہی سے پست ہو جائیں گے یا ایتھنیز جنگ سے مرعوب ہو کر اپنے تدبر اور پختہ کاری سے کام نہیں لے سکے گا۔

میں یہ نہیں چاہتا کہ ایتھنیز آپ کے حلیفوں پر دست درازی کرے تو آپ اس کا کوئی اثر نہ لیں اور اس کی سازشوں کو بے نقاب نہ کریں لیکن میری خواہش یہ ضرور ہے کہ آپ فوراً جنگ نہ شروع کریں، اس کی بجائے ایتھنیز کو سفارت بھجوایئے اور اپنی شکایتوں کو اس انداز سے پیش کیجئے کہ نہ تو یہ پتہ چلے کہ آپ جنگ پر تلے ہوئے ہیں اور نہ یہ معلوم ہو کہ عجز و انکسار پر اتر آئے ہیں، اور اس طرح جو مہلت ملے اسے ہم اپنی تیاریوں کو مکمل کرنے میں صرف کریں، اس سلسلہ میں ہمیں چند حلیف پیدا کرنے ہوں گے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ یونانی حلیفوں ہی کی تلاش کیجائے غیر یونانیوں کو بھی حلیف بنایا جا سکتا ہے بشرطیکہ اس سے ہمارے بحری اور مالی وسایل میں اضافہ ہو، میں کہتا ہوں کہ غیر یونانیوں کو بھی ہم اپنا حلیف بنا سکتے ہیں کیوں کہ ان سب لوگوں کے لئے جو ہماری طرح ایتھنیزیوں کے ناپاک ارادوں کی زد میں ہیں، حفاظت ذات کے قانون کے پیش نظر اس قسم کے اتحاد میں کوئی قباحت باقی نہیں رہتی، اور دوسرے یہ کہ ہم اپنے ملک کے وسایل میں اضافہ کریں اگر انھوں نے ہماری سفارت پر توجہ کی تو فبہا۔ لیکن اگر ایسا نہ ہوا تو دو تین سال کے بعد ہمارا موقف قرار واقعی طور پر مستحکم ہو جائے گا اور اس وقت اگر ہم مناسب سمجھیں تو ان پر حملہ کر سکتے ہیں، یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ان تیاریوں کو دیکھ کر اور ساتھ ہی ہمارے لہجہ کی معنی خیز تبدیلی کو محسوس کر کے اپنے علاقوں اور مفادات کو تباہی سے بچانے کی غرض سے جلد اطاعت قبول کر لیں، ان کی زمینیں دراصل

آپ کے لئے یرغمال کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس لئے ان پر جتنی بہتر کاشت کیجائے اتنا ہی ہمارے لئے مفید ہوگا۔ آپ کو چاہیئے کہ ان رقبوں کو زیادہ سے زیادہ عرصہ تک ہاتھ نہ لگائیں کیونکہ اگر وہ مجبور ہو کر جان پر کھیل جائیں تو ہماری مشکلات بڑھ جائیں گی، اس وقت جبکہ ہم جنگ کے لئے تیار نہیں ہیں حلیفوں کی شکایات سے متاثر ہو کر ان علاقوں کو تباہ کرنے کے لئے عجلت نہ کیجئے، ایسا نہ ہو کہ آپ کی یہ کارروائی پلوپونیز کے لئے پریشانی اور ذلت و رسوائی کا سبب بن جائے شکایتیں چاہے وہ افراد کی جانب سے پیش کی جائیں یا اقوام کی جانب سے، گفت و شنید کے ذریعہ دور کی جا سکتی ہیں لیکن اگر مختلف ریاستوں کا ایک متحدہ محاذ بنا کر اجتماعی مفاد کے لئے ایسی جنگ شروع کی جائے جس کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ آیندہ کیا رنگ اختیار کرے گی تو اسے باعزت طریقہ پر ختم کرنا آسان نہیں ہوگا۔

آپ میں سے کوئی اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ ہمارا اتحاد جو کئی حلیفوں پر مشتمل ہے یکہ و تنہا شہر ایتھنز پر حملہ کرنے میں توقف کرے تو یہ بزدلی ہوگی، کیوں کہ جس طرح ہمارے پاس کئی حلیف ہیں اسی طرح ایتھنز بھی کئی حلیف رکھتا ہے، اور حلیف بھی ایسے جو اسے خراج ادا کرتے ہیں، جنگ کے لئے اسلحہ اتنے اہم نہیں ہیں جتنا روپیہ جس کے بغیر اسلحہ سے کام نہیں لیا جا سکتا، اور جب ایک بری اور ایک بحری طاقت کے مابین جنگ کا سوال پیدا ہوتا ہے تو یہ بات اور بھی اہم ہو جاتی ہے تو آئیے پہلے ہم روپیہ فراہم کریں اور جب تک اس مقصد میں کامیابی نہ ہو اپنے مخالفین کی باتوں میں آکر جنگ نہ شروع کریں، جنگ کے اچھے برے نتائج کی ذمہ داری سب سے زیادہ ہم پر ہی عاید ہوگی، اس لئے ہمیں حق حاصل ہے کہ اس کے بارے میں ٹھنڈے دل سے غور کریں۔

ہمارے قومی کردار کے جس پہلو کو زیادہ تر ہدف ملامت بنایا جاتا ہے وہ

حزم و احتیاط ہے جس سے آپ کو شرمانا نہیں چاہیئے، اگر ہم اپنی تیاریوں کی تکمیل سے پہلے جنگ کی ذمہ داری قبول کریں تو جنگ جلد شروع تو ہو جائے گی لیکن اس کا اختتام دور جا پڑے گا۔ ہمارا شہر ہر زمانہ میں آزاد اور نیک نام رہا ہے ہماری جس قومی خصوصیت کی مذمت کی جاتی ہے وہ دراصل ہماری دانشمندانہ اعتدال پسندی ہے جس کے لئے ہمیں شکر گزار ہونا چاہیئے، وہ ہم ہی ہیں جو کامرانی کی صورت میں اپنے سے باہر نہیں ہو جاتے اور جب کوئی آفت آن پڑتی ہے تو دوسروں سے کم ہراساں ہوتے ہیں۔ لوگوں کی باتوں میں آکر ہم ایسے خطرات میں خواہ مخواہ نہیں کودپڑتے جن سے قوت فیصلہ ہمیں روکتی ہو، اور ناکامی کی صورت میں الزامات کی بھرمار سے پریشان ہو کر ہم اپنے تئیں خواہ مخواہ زیادہ مقصود وار بھی نہیں گردانتے۔ ہم جنگجو بھی ہیں اور مصلحت اندیش بھی، اور ہم میں یہ اوصاف احساس نظم وضبط کی بدولت پیدا ہوئے ہیں، ہم جنگجو اس لئے ہیں کہ عزت نفس، ضبط نفس کا ایک اہم اور لازمی جزو ہے اور بہادری عزت نفس کا لازمہ ہے اور مصلحت اندیشی کی صفت ہم میں اس طرح پیدا ہوئی ہے کہ ہماری تعلیم ہمارے ذہن میں یہ خیال پیدا ہی نہیں ہونے دیتی کہ اپنے قومی اداروں سے اپنے تئیں بالاتر سمجھیں، اور ہماری تادیب کی گرفت کبھی ڈھیلی نہیں ہوتی، جس کی بدولت ہم سے کوئی خلاف قانون حرکت سرزد نہیں ہوتی، ہمارے ذہنوں میں بے مصرف باتیں نہیں ٹھونسی جاتیں، اسی لئے ہمارا طریقہ یہ نہیں ہے کہ دھواں دھار تقریریں کرکے دشمن کی طاقت کو گھٹا کر بتائیں لیکن جب میدان کارزار میں مقابلہ کا وقت آئے تو بغلیں جھانکنے لگیں، ہمیں بتایا جاتا ہے کہ ہم دشمن کے منصوبوں کو اپنے منصوبوں سے مختلف نہ سمجھیں اور یہ کہ ایک دفعہ جنگ چھڑ جانے کے بعد جو اتفاقات پیش آ سکتے ہیں ان کے بارے میں قبل از وقت قطعیت کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

ہم دشمن کو حقیر نہیں سمجھتے بلکہ یہ فرض کرتے ہوئے کہ وہ بڑی ہوشیاری سے کام لے رہا ہے اس کے مقابلے کے لئے معقول اور قرار واقعی تیاری کرتے ہیں اور صحیح طریقہ بھی یہی ہے کہ ہم اپنی سلامتی کے لئے دشمن کی امکانی فروگذاشتوں پر نہیں بلکہ خود اپنی پیش بندیوں کی معقولیت پر بھروسہ کریں، سچ پوچھئے تو ایک سپاہی اور دوسرے سپاہی میں کچھ ایسا فرق نہیں ہوتا لیکن جس سپاہی کی تادیب زیادہ سختی کے ساتھ ہوئی ہو وہ زیادہ جیوٹ اور جفاکش ہوتا ہے تو آئیے ہم یہ عہد کرلیں کہ جو نظم و ضبط ہمیں اپنے اسلاف سے ملا ہے اور جس کی ہم اس وقت تک پابندی کرتے آئے ہیں اسے قایم اور برقرار رکھا جائے گا، ہمارے سامنے اس وقت ایک نہایت اہم مسئلہ ہے جس کے فیصلہ پر ہزاروں انسانوں کی جانوں، بے شمار جائداد اور متعدد شہروں کی سلامتی کا دار و مدار ہے، اس کے علاوہ خود ہماری نیک نامی کے بھی متاثر ہوجانے کا امکان ہے، اس لئے ہمیں نہیں چاہیئے کہ اس بارے میں دوسروں کی رائے پر چل کر عجلت میں فی الفور کوئی قرار داد منظور کریں، ضرورت ہے کہ ان امور کی جانچ پر کافی وقت صرف کیا جائے کیونکہ اپنی طاقت کی بنا پر ہمیں بطور خاص اس کا موقع حاصل ہے، جہاں تک ایتھنیز کا تعلق ہے ہمیں چاہیئے کہ پوتی دیہ سے متعلقہ مسائل اور اپنے حلیفوں کی مبینہ شکایات کے بارے میں سفارت بھجوائیں، یہ طریق کار اس لئے بھی مناسب ہوگا کہ ایتھنیزی ان امور کے بارے میں ہماری تشفی کرنے پر آمادہ ہیں، کوئی فریق تشفی کرنے کی پیشکش دے تو اس کے خلاف تلوار اٹھانا ہمارا شیوہ نہیں ہے جب تک کہ ہمارے پاس یہ سمجھنے کی معقول وجوہ نہ ہوں کہ وہ واقعی قصوروار ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ ہمیں لڑائی کی تیاری شروع کردینی چاہیئے۔ یہ حکمت عملی ہمارے لئے سب سے بہتر ہوگی اور اس کی وجہ سے دشمن بھی سراسیمہ ہوجائے گا۔

یہ تھی تقریر آرکی داموس کی۔ آخر میں استھینے لائدوس جو اس سال کے ایفوروں میں سے تھا اپنی جگہ سے اٹھا اور لاکے دیمونیوں کو مخاطب کرکے حسب ذیل تقریر کی :۔

ایتھنیزیوں کی یہ لمبی چوڑی تقریر میری سمجھ میں تو نہیں آئی، انھوں نے جی کھول کر خودستائی کی، لیکن ہمارے حلیفوں اور پیلوپونیز کے ساتھ ناانصافی کے جو الزامات ان پر عاید کئے گئے ہیں ان کی کوئی تردید نہیں کی، کہا جاتا ہے کہ انھوں نے ایرانیوں کے خلاف جنگ کے زمانہ میں ہمارے ساتھ اچھا سلوک کیا تھا، اگر یہ صحیح ہے اور اب ہمارے ساتھ ناانصافی کر رہے ہیں تو پھر وہ دوہری سزا کے مستحق ہیں کیوں کہ انھوں نے راہ راست کو چھوڑ کر غلط راستہ اختیار کر لیا ہے لیکن ہم تو نہیں بدلے، ہم وہی ہیں جو پہلے تھے۔ اور اگر ہم دور اندیش ہیں تو اپنے حلیفوں کو ناانصافیوں کا شکار ہوتے دیکھ کر خاموش نہیں رہیں گے یا ان کو مدد دینے میں تاخیر نہیں کریں گے، کیونکہ وہ اس وقت مصائب میں گھرے ہوئے ہیں، دوسری ریاستوں کے پاس دھن دولت، جہازوں اور گھوڑوں کی افراط ہے تو اس کے مقابلہ میں ہمیں قابل اعتماد حلیفوں کا تعاون حاصل ہے جن کو ہم ایتھنیزیوں کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ سکتے۔ ساتھ ہی ان نقصانات کی تلافی کے مسئلہ کو ثالث کے فیصلہ یا بحث و تمحیص کے ذریعہ طے نہیں کیا جا سکتا، کیوں کہ جو ناانصافیاں ہمارے ساتھ کی گئی ہیں ان کا تعلق الفاظ سے نہیں ہے۔ ہم کو چاہیئے کہ اپنے حلیفوں کی مدد جلد از جلد اور پوری قوت سے کریں، اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ اس وقت جب کہ ہمارے ساتھ صریحاً زیادتیاں کی جا رہی ہیں، طویل غور و خوض اور صلاح مشورہ میں وقت ضائع کیا جائے تو اس سے ہمارے وقار کو دھکا نہیں لگے گا تو اس کا یہ خیال درست نہیں ہے، طویل غور و خوض ان لوگوں کو کرنا چاہیئے جو ظلم و

زیادتی کرنا چاہتے ہیں، ہمارے لئے واحد چارہ کار جنگ ہی ہے، اسلئے ہمیں جنگ کا تہیہ کر لینا چاہیئے۔ اسپارٹا کا وقار اسی طرح قایم رہ سکتا ہے اگر تم اس وقت اقدام نہیں کروگے تو ایتھینز کی طاقت میں اور اضافہ ہوتا جائے گا۔ ہم اپنے حلیفوں کے ساتھ غداری کرکے انھیں تباہی کے گڑھے میں نہیں دھکیل سکتے، اسلئے آؤ ظلم و زیادتی کرنے والوں کے خلاف اقدام کریں، دیوتا ہمارے ساتھ ہیں۔

تقریر کے بعد خود ستھینے لائیداس نے بہ حیثیت ایفور یہ سوال لاکے ڈیمونی اسمبلی میں پیش کرکے رائے لی، اس نے کہا کہ باآواز بلند رائے کے اظہار سے ٹھیک طور پر پتہ نہیں چلا کہ تحریک کی تائید کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہے یا مخالفت کرنے والوں کی (وہاں فرداً فرداً رائے لینے کا نہیں بلکہ باآواز بلند اجتماعی رائے لینے کا طریقہ رائج ہے) لیکن دراصل وہ چاہتا تھا کہ اسمبلی کے اراکین علانیہ طور پر اپنی رائے دیں تاکہ ان کے جوش و خروش میں اضافہ ہو جائے، چنانچہ اس نے اعلان کیا کہ "جو لاکے ڈیمونی یہ سمجھتے ہیں کہ ایتھینز نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی ہے اور وہ قصور وار رہے، اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک جانب کھڑے ہو جائیں، اور جو لوگ اس کے خلاف رائے رکھتے ہیں وہ دوسری طرف چلے جائیں" یہ سن کر لوگ اپنی جگہ سے اٹھے اور ایوان دو حصوں میں بٹ گیا۔ جس گروہ نے اس رائے کی تائید کی کہ معاہدہ کی خلاف ورزی ہو چکی ہے اس کو قطعی اکثریت حاصل تھی، اس کے بعد انھوں نے حلیفوں کو طلب کرکے کہا کہ ان کی رائے میں ایتھینز کی دست درازی ثابت ہو چکی ہے لیکن سارے حلیفوں کو اکٹھا کرکے اس بارے میں ان کی رائے لینا ضروری ہے تاکہ اگر جنگ کرنے کا فیصلہ کیا جائے تو اسے سب کی تائید حاصل رہے اس طرح اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد حلیفوں کے نائبین فوراً اپنے اپنے وطن کو لوٹ گئے اور ایتھینز کے ایلچی بھی اپنے کاموں سے فارغ ہو کر کچھ عرصہ بعد

وہاں سے روانہ ہوئے یوبیہ کی لڑائیوں کے بعد تیس سال کا جو صلح نامہ ہوا تھا اس کے چودھویں سال اسمبلی نے متذکرۂ بالا فیصلہ کیا کہ ایتھنیز نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی۔

لاکے ڈیمونیوں نے محض اپنے حلیفوں کے استدلال سے متاثر ہو کر یہ رائے نہیں قایم کی کہ ایتھنیز نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی، اس لئے اس کے خلاف اعلان جنگ کر دینا چاہیئے بلکہ دراصل وہ ایتھنیز کی بڑھتی ہوی قوت کو جس کے زیر نگین یونان کے بیشتر علاقے پہلے ہی آچکے تھے، اپنے لئے خطرہ کا باعث سمجھتے تھے۔

(ﷺ)

چوتھا باب

ایران کے حملہ کے بعد جنگ پلوپونیز کے آغاز تک

ایتھنیزی اقتدار کا عروج اور سلطنت ایتھنیز کا قیام

جو حالات ایتھنیز کے اقتدار میں توسیع اور اضافہ کا باعث ہوئے ان کی تفصیل یہ ہے کہ یونانیوں کے مقابلہ میں بری اور بحری معرکوں میں ایرانیوں کی شکست اور ان کی یورپ سے واپسی کے بعد جب وہ بچے کچھے ایرانی بھی تباہ کر دیے گئے جو سمندر کے راستہ میکالے کو فرار ہو گئے تھے تو لیوتی کائدین شاہ لاکے دیمونیہ جو میکالے میں یونانی افواج کا سپہ سالار تھا، پلوپونیزی حلیفوں کو لے کر اپنے وطن لوٹ گیا لیکن ایتھنیزی اور ان کے ایونیہ اور ہیلسپونٹ سے تعلق رکھنے والے حلیف، جنھوں نے اب بادشاہ کے خلاف اعلان بغاوت کر دیا تھا اپنی جگہ پر جمے رہے اور انھوں نے سستوس کا محاصرہ کر لیا جو ہنوز ایرانیوں کے قبضہ میں تھا، اس طرح محاصرہ کی حالت میں جب موسم سرما گذر گیا اور غیر یونانیوں نے اس شہر کا تخلیہ کر دیا تو محاصرین نے اس پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد ہیلسپونٹ سے لنگر اٹھا کر وہ اپنے اپنے شہروں کو واپس ہو گئے۔ اسی دوران میں غیر یونانیوں کے

چلے جانے کے بعد ایتھنیزی فوراً ہی اپنے بیوی بچوں اور مال و اسباب کو مختلف مقامات سے اپنے شہر کو واپس لانے میں مصروف ہو گئے اور شہر اور شہر پناہ کی از سر نو تعمیر اور درستی کی تیاری کرنے لگے کیونکہ شہر پناہ کے کچھ ہی حصے کہیں کہیں باقی رہ گئے تھے اور اکثر مکانات شکستہ اور ویران ہو گئے تھے، صرف چند ہی عمارتیں اچھی حالت میں تھیں جن میں قبضہ کے دوران میں سربرآوردہ ایرانی سرداروں نے اقامت اختیار کی تھی۔

ایتھنیزیوں کی ان تیاریوں کی اطلاع جب لاکے ڈیمونیوں کو ملی تو انھوں نے اپنے سفیر بھجوائے۔ وہ خود بھی نہیں چاہتے تھے کہ ایتھنیز یا کسی اور شہر کے گرد فصیلیں تعمیر کی جائیں مگر یہ سفارت انھوں نے زیادہ تر اپنے حلیفوں کے اصرار پر بھجوائی تھی جو ایتھنیز کے نو ساختہ بحری بیڑے کی طاقت اور ایران کے مقابلہ میں اس کی جراءت و شجاعت کے کارناموں کی بنا پر خائف ہو گئے تھے۔ لاکے ڈیمونیوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ نہ صرف ایتھنیز اپنی شہر پناہ کی تعمیر کا خیال ترک کر دے بلکہ پلوپونیز خاص کے جن شہروں کے گرد ہنوز فصیلیں موجود تھیں ان کو مسمار کرنے میں ان کا ہاتھ بٹائے۔ اس مشورہ کی تہ میں جو مقاصد کام کر رہے تھے یعنے ایتھنیز کی جانب سے لاکے ڈیمونیوں کو جو اندیشے پیدا ہو گئے تھے ان کا اظہار نہیں کیا گیا۔ زور اس امر پر دیا گیا کہ غیر یونانی اگر تیسری بار یورش کریں تو ان کو اپنی حفاظت کے لئے کوئی فصیل بند شہر نہیں مل سکے گا جہاں سے وہ یونانیوں کے خلاف فوجی کارروائیاں کر سکیں جیسا کہ وہ بصورت موجودہ تھیبز سے کام لے سکتے ہیں، انھوں نے کہا کہ ساری یونانی افواج کے لئے پلوپونیز غنیم کے خلاف مرکز اقدام اور پسپائی کی صورت میں جائے پناہ کا کام دے سکتا ہے۔ لاکے ڈیمونی سفرا کی یہ باتیں سننے کے بعد تمسطاکلیس کے مشورہ کے مطابق ان کو فی الفور یہ کہہ کر رخصت کر دیا گیا کہ اس

اس بارے میں گفت و شنید کے لئے اسپارٹا کو سفرا بھجوائے جائیں گے تھمسطا کلیس
نے صلاح دی کہ خود اس کو سفیر مقرر کر کے جلد از جلد لاکے ڈیمونیہ بھجوایا جائے لیکن
اس کے رفقائے کار کو ان کے انتخاب کے بعد فوراً نہ روانہ کیا جائے بلکہ روک رکھا جائے
یہاں تک کہ شہر پناہ کی دیواریں اتنی بلند ہو جائیں کہ ان کی مدد سے شہر کا بچاؤ ممکن
ہو سکے۔ اور اس دوران میں سارے شہری مرد، عورتیں اور بچے فصیل کی تعمیر شروع
کر دیں جس کے لئے مال مسالہ جہاں سے بھی ملے حاصل کیا جائے اور اس غرض سے سرکاری
یا خانگی عمارتوں کو مسمار کرنے میں کسی قسم کا پس و پیش نہ کیا جائے، یہ ہدایت دینے
کے بعد تمسطا کلیس نے کہا کہ لاکے ڈیمون میں جو بھی صورت حال پیش آئے گی وہ اس
سے نبٹ لے گا۔ لاکے ڈیمون پہنچنے کے بعد اس نے وہاں کے ارباب اقتدار سے ملاقات
نہیں کی بلکہ حیلے بہانے کر کے ٹالتا رہا۔ جب کوئی افسر اسمبلی میں اس کے شریک نہ ہونے
کا سبب پوچھتا تو جواب دیتا کہ اسے اپنے رفقائے کار کا انتظار تھا جو کسی کام سے
ایتھنز میں رک گئے تھے مگر ساتھ ہی اس تاخیر پر سخت تعجب کا اظہار کرتا اور کہتا کہ
بہر حال وہ جلد ہی آ جائیں گے۔ ابتداء میں لاکے ڈیمونیوں نے تمسطا کلیس کی باتوں کا
یقین کیا کیونکہ وہ اسے اپنا دوست سمجھتے تھے لیکن جب ایتھنز سے اور لوگ آئے
اور سبھوں نے قطعیت کے ساتھ کہا کہ شہر پناہ کی تعمیر جاری ہے اور اسکی دیواریں
کافی اونچی بھی ہو چکی ہیں تو ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ ان اطلاعوں کو کس طرح
غلط باور کیا جائے۔ تمسطا کلیس کو جب اس کی اطلاع ملی تو اس نے کہا افواہیں
اسی طرح گمراہ کرتی ہیں اس لئے ان پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے، بہتر یہ ہو گا کہ
فوراً ہی چند افراد کو روانہ کر دیا تو تمس نے بصیغۂ راز ایتھنزیوں کو ہدایت دی
کہ ان افراد کو زیادہ سے زیادہ طویل عرصہ تک وہیں روک رکھا جائے، لیکن ان کی
نقل و حرکت پر کھلے طور پر کوئی پابندی نہ لگائی جائے اور جب تک خود تمسطا کلیس

اور اس کے ساتھی ایتھنیز نہ لوٹیں ان کو واپس نہ ہونے دیا جائے کیونکہ اب اس کے رفقائے کار ابرونخوس ابن لائسیکلیز اور ارسطیدش ابن لسی ماجس یہ اطلاع لے کر آگئے تھے کہ شہر پناہ کی دیواریں کافی اونچی ہوچکی ہیں اور اسے اندیشہ تھا کہ حقیقت حال سے واقف ہونے کے بعد کہیں لاکے دیمونی اسے اور اس کے رفقائے کار کو واپس جانے کی اجازت دینے سے انکار نہ کریں، ادھر حسب ہدایت ایتھنیزیوں نے لاکے دیمونی افراد کو روک رکھا تھا۔ بالآخر ایک دن تمسطاکلیس نے لاکے دیمونیوں سے رسمی ملاقات کر کے اس امر کا کھلے الفاظ میں اعلان کر دیا کہ ایتھنیز میں شہر پناہ کی تعمیر کا کام کافی آگے بڑھ چکا ہے جس کی بدولت اس کے شہری محفوظ و مامون ہو گئے ہیں اور یہ کہ لاکے دیمونی یا ان کے حلیف آیندہ ایتھنیز کو کوئی سفارت بھجوانا چاہیں تو ان کو یاد رکھنا ہوگا کہ جس ملک کو انکے سفرا جا رہے ہیں وہاں کے لوگ نہ صرف اپنے مفاد سے واقف ہیں بلکہ یونان کے مشترکہ مفاد سے بھی کماحقہ واقفیت رکھتے ہیں۔ ایتھنیزیوں نے جب اپنے شہر کا تخلیہ کر کے جہازوں میں سوار ہو جانے کا فیصلہ کیا تو اس پُرخطر اقدام کے بارے میں انھوں نے لاکے دیمونیوں سے کوئی صلاح مشورہ نہیں کیا تھا۔ اس کے برخلاف جب کبھی کسی مسئلہ کے بارے میں ایتھنیزیوں سے صلاح لی گئی تو انھوں نے ثابت کر دیا کہ ان کی قوت فیصلہ دوسروں کے مقابلہ میں کسی طرح کم نہیں ہے، انھوں نے اب اپنے شہر کے لئے شہر پناہ کی ضرورت محسوس کی ہے اور ان کا خیال ہے کہ اس سے ایتھنیز کے شہریوں اور یونانی اتحاد دونوں کو فایدہ پہنچے گا کیونکہ مساوی فوجی طاقت کے بغیر مشترکہ مفاد کے مسایل کے متعلق صلاح مشورہ میں مساوی اور موثر حصہ لینا ممکن نہیں ہے۔ تمس نے یہ بھی کہا کہ متذکرہ اسباب کی بنا پر صاف ظاہر ہے کہ یا تو کسی اتحادی شہر کے گرد فصیلیں نہ رہیں

یا ایتھنیز نے جو طریق کار اختیار کیا ہے اسے حق بجانب سمجھا جائے۔

طاکلیس کے اس استدلال کو سن کر لاکے دیمونیوں نے ایتھنیز کے خلاف غم وغصہ کے اظہار سے احتراز کیا، معلوم ہوتا ہے کہ ان کی سفارت کا مقصد ایتھنیز کے راستہ میں رکاوٹ پیدا کرنا نہیں تھا بلکہ وہ وہاں کی حکومت کو مفید مشورہ دینا چاہتے تھے، علاوہ بریں اس وقت اسپارٹا میں ایتھنیز کے لئے عام طور پر خلوص اور دوستی کا جذبہ پایا جاتا تھا کیوں کہ اس نے ایرانیوں کے خلاف نبرد آزمائی میں حب الوطنی کا ثبوت دیا تھا، بر ایں ہم اس ناکامی سے لاکے ڈیمونیوں کو کوفت ضرور ہوی، گو انھوں نے اس کا اظہار نہیں کیا اور جانبین کے سفرا کسی شکوہ شکایت کے بغیر لوٹ گئے۔

ایتھنیزیوں نے اس طرح کم سے کم وقت میں شہر پناہ تعمیر کر لی، جس کی دیواروں کی ساخت آج بھی اس امر کی گواہی دیتی ہے کہ کام انتہائی عجلت میں کیا گیا، بنیادوں میں ہر قسم کا پتھر لگایا گیا ہے اور بعض جگہوں پر تو ٹیڑھے ترچھے پتھروں کی نشست بھی ٹھیک نہیں ہے کیونکہ جو بھی پتھر ملے اور جس ترتیب میں ملے موزونیت کا خیال کئے بغیر ان کو پایہ میں ڈال دیا گیا، شہر کی حدود اور فصیل کے دور میں ہر جانب توسیع کی گئی اس لئے جو بھی مال مسالہ ہاتھ لگا، اس سے کام لیا گیا۔ طاکلیس نے اس امر پر بھی زور دیا کہ پری اوس کی دیواروں کی تعمیر کا کام جو اس کے دور آرخنی میں شروع ہوا تھا مکمل کر دیا جائے اس پر فضا علاقہ میں تین قدرتی بندرگاہیں ہیں، اس لئے طاکلیس کا خیال تھا کہ اس کا استحکام ایتھنیزیوں کی بحری قوت میں زبردست اضافہ کا باعث ہوگا طاکلیس ہی نے پہلے پہل ایتھنیزیوں سے کہا کہ ان کو اپنی توجہات بحری قوت اور تجارت میں اضافہ کرنے پر صرف کرنی چاہئیں اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایتھنیزی

شہنشاہیت کی بنیاد بھی رکھنی شروع کی، اسی کے مشورہ پر انھوں نے پری اوس کی دیواروں کی موٹائی میں اضافہ کیا، جس کے لئے دو گاڑیوں میں پتھر ایک دوسرے کے متصل لائے گئے اور جو دیواریں کھڑی کی گئیں ان کے درمیان خلا میں روڑے یا گارا نہیں ڈالا گیا بلکہ بڑی بڑی سلیں چورس کاٹی گئیں جن کو ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیا گیا اور باہر سے لوہے کی سلاخیں اور سیسہ لگا کر مضبوط اور مستحکم کیا گیا طاکلیس نے جو حد مقرر کی تھی اس کی تقریباً نصف اونچائی تک یہ دیواریں اٹھائی گئیں، اس کا خیال تھا کہ ان لمبی چوڑی اور مستحکم دیواروں کی وجہ سے غنیم کے حملے بے اثر ہو جائیں گے، ان کی حفاظت کمزور اور اپاہج سپاہی بھی موثر طور پر کر سکیں گے جس سے دوسرے سپاہیوں کی خدمات بحری بیڑے کے لئے وقف کی جا سکیں گی طاکلیس بحری بیڑے کو بڑی اہمیت دیتا تھا۔ میرا خیال ہے وہ سمجھتا تھا کہ بادشاہ کی فوجوں کے لئے بری راستے کی بہ نسبت سمندری راستے سے آنا زیادہ آسان ہوگا اسکے علاوہ وہ شہر کے بالائی حصوں کی نسبت پری اوس کو زیادہ اہمیت دیتا تھا اور درحقیقت اس نے کئی بار ایتھنیزیوں کو مشورہ دیا کہ اگر کبھی بری راستہ سے دشمن کے حملہ کا دباؤ بڑھ جائے تو انھیں پری اوس میں منتقل ہو جانا چاہیئے، جہاں دنیا کی کوئی قوت ان کے مقابلہ میں نہیں ٹھیر سکے گی، اس طرح ایرانی حملہ آوروں کے چلے جانے کے فوراً بعد ایتھنیزیوں نے پہلے شہر پناہ اور اس کے بعد استحکامات اور دوسری عمارتوں کی تعمیر کی۔

اس دوران میں لاکے دیمون کی حکومت نے پوسانیاس ابن کلیومبروتوس کو یونانی افواج کا سپہ سالار اعظم مقرر کر کے بیس پلوپونیزی جہازوں کے ساتھ روانہ کیا جس کے ہمراہ تیس ایتھنیزی جہازوں کا بیڑا اور کئی دوسرے حلیف بھی تھے انھوں نے قبرس پر یورش کر کے اس جزیرہ کے بیشتر حصّہ کو مغلوب کیا۔

اس کے بعد یا ئی زنطہ پر حملہ آور ہوے جو ایرانیوں کے قبضہ میں تھا اور اسے اطاعت پر مجبور کر دیا۔ اسپارٹیوں کا اقتدار اس وقت تک عروج پر تھا لیکن پئوسانیاس کے تشدد آمیز برتاؤ سے یونانیوں خاص کر اہل ایونیہ اور نئے آزاد شدہ علاقوں کے باشندوں کو شکایت پیدا ہو چلی تھی، اس بنا پر انھوں نے ایتھنزیوں سے رجوع کیا اور خواہش کی کہ ہم نسل ہونے کے رشتہ ان کی رہبری کریں، اور پسوٗسانیاس کو ان پر ظلم و زیادتی کرنے سے روکیں، ایتھنزیوں نے یہ درخواست منظور کر لی اور تشدد کا سد باب کرنے کا تہیہ کر لیا۔ انھوں نے یہ بھی طے کیا کہ تمام دوسرے امور کا تصفیہ ان کے مفادات کے مطابق کیا جائے گا۔ اس عرصے میں لاکے دیمونیہ کی حکومت نے پئوسانیاس کو معزول کر کے واپس بلا لیا اور اسکے خلاف شکایتوں کی تحقیقات شروع کی۔ جو یونانی اسپارٹا لوٹے تھے انھوں نے اس پر متعدد اور نہایت سنگین الزامات لگائے تھے، اور یہ کوئی راز نہیں تھا کہ سپاہ سالاری کے فرائض انجام دینے کی بجائے وہ ایک حاکم جابر کی سی حرکتیں کرنے لگا تھا۔ اتفاق سے معزولی کے احکام عین اس وقت آئے جب کہ اس کے خلاف نفرت کے جذبات انتہا کو پہنچ چکے تھے اور پلوپونیزی سپاہیوں کے استثنیٰ کے ساتھ باقی سارے حلیفوں نے اس کا ساتھ چھوڑ کر اپنے آپ کو ایتھنزیوں سے وابستہ کرنا شروع کر دیا تھا، جب وہ لاکے دیمون پہنچا تو خانگی امور میں تشدد کے برتاؤ کی بنا پر اس کے خلاف اظہار ملامت کیا گیا لیکن سنگین الزامات سے بری کر دیا گیا واضح رہے کہ پئوسانیاس پر جو سنگین الزامات لگائے گئے تھے ان میں سے ایک یہ تھا کہ وہ ایرانیوں کا طرفدار ہو گیا تھا جس کا کافی ثبوت بھی موجود تھا۔ بہرحال لاکے دیمونیوں نے اسے سپاہ سالار کے عہدہ پر بحال نہیں کیا بلکہ اس کی بجائے دورکس اور بعض دوسرے افسروں کو بھجوایا لیکن حلیفوں نے انکی سرکردگی کو

قبول کرنے سے انکار کر دیا تو وہ واپس چلے گئے اور اس کے بعد لاکے دیمون نے انکی جگہ کوئی تقرر نہیں کیا، ان کو اندیشہ تھا کہ کسی اور کو سپاہ سالار بنا کر بھوایا جائے تو کہیں وہ بھی پئوسانیاس کی سی حرکتیں نہ کرنے لگے، علاوہ برایں وہ ایرانیوں سے پیچھا چھڑانا چاہتے تھے اور ان کو یقین تھا کہ ایتھنیزی جن کو وہ اس وقت تک اپنا دوست سمجھتے تھے ایرانیوں کا مقابلہ کامیابی کے ساتھ کر کے ان کو شکست دے سکیں گے، پئوسانیاس کی نفرت انگیز حرکتوں کی بنا پر حلیفوں نے جب اس طرح خود اپنی مرضی سے اپنی قیادت لاکے دیمون کے بجائے ایتھنیز کے حوالہ کر دی تو انھوں نے طے کیا کہ غیر یونانیوں کے خلاف جد و جہد جاری رکھنے کے لئے کن شہروں سے نقد روپیہ لیا جائے گا اور کونسے شہر جہاز فراہم کریں گے، ان کا مقصد یہ تھا کہ جو نقصانات ان کو پہنچے تھے ان کا انتقام لینے کے لئے بادشاہ کے زیر نگین علاقوں کو تباہ و تاراج کر دیا جائے۔ اسی زمانہ میں ایتھنیز نے "خزانہ دار یونان" کا عہدہ مقرر کیا، یہ خزانہ دار حلیفوں سے روپیہ وصول کرتے تھے جو خراج کہلاتا تھا اور جس کی مقدار ابتداً چار سو ساٹھ تالنت مقرر کی گئی تھی، یہ مشترکہ خزانہ دیلوس میں قایم کیا گیا تھا اور کانگرس کے اجلاس وہاں کے مندر میں ہوا کرتے تھے، ایتھنیز کی سیاسی برتری کا آغاز اس وقت ہوا جب خود مختار حلیفوں نے مشترکہ کانگرس کی قراردادوں پر عمل کرنا شروع کیا، جنگ ایران اور موجودہ جنگ کے درمیانی وقفہ میں اس نے یہ ذمہ داری قبول کی تھی کہ غیر یونانیوں کے حملوں کو روکے گا۔ باغی اتحادیوں کی سرکوبی کرے گا اور پلوپونیزی ریاستوں سے سابقہ پڑے تو ان کا مقابلہ کرے گا۔ اور اس دور میں ایتھنیز کی برتری کی نمایاں خصوصیات یہی تھیں، میں نے اپنے موضوع سے ہٹنے کی جسارت کر کے یہاں یہ واقعات اس لئے بیان کئے ہیں کہ میرے سارے پیشرؤں نے تاریخ کے اس باب کو حذف کر کے یا تو اپنے بیان کو ایران کے

حملے سے پہلے کے یونان تک محدود دکھایا پھر جنگ ایران ہی کے حالات دیکھکر آگے بڑھ گئے۔ یہ سچ ہے کہ ہلانیکوس نے اپنی تاریخ یونان میں ان باتوں کا تذکرہ کیا ہے لیکن اس نے قدرے اختصار سے کام لیا ہے جس میں سنین کے حوالے بھی درست نہیں ہیں، علاوہ بریں میں نے اس باب میں جو تفصیلات بیان کی ہیں ان سے ایتھنیز کی سلطنت کی توسیع و ترقی کے اسباب پر روشنی پڑتی ہے۔

اولاً ایتھنیزیوں نے ایون کا جو استرائی مون پر واقع ہے محاصرہ کر کے اسے ایرانیوں کے قبضہ سے نکال لیا اور وہاں کے شہری غلام بنا دیے گئے۔ یہ مہم کیمون ابن ملتیادلیس کی قیادت میں سر کی گئی۔ اس کے بعد بحیرۂ اجین کے جزیرۂ اسکی دوس پر قبضہ کر کے وہاں کی دولوپی آبادی کو غلام بنایا اور خود اپنی نوآبادی قایم کر دی، پھر کارستوس کے خلاف نبرد آزمائی کی جس میں بقیہ یوبیہ غیر جانبدار رہا اور فریق مقابل نے چند شرایط کے ساتھ ہتھیار ڈال دیے، اسکے بعد ناکسوس نے اتحاد سے قطع تعلق کر لیا تو لڑائی شروع ہو گئی اور محاصرہ کے بعد وہ پھر اتحاد میں شریک ہو گیا۔ یہ پہلا موقع تھا جب کہ ایک اتحادی شہر کو مغلوب کر کے معاہدہ کی خلاف ورزی کی گئی اور اس نے ایک ایسی نظیر قایم کر دی جس کے پیش نظر بقیہ شہروں کو اقتضائے حالات کے مطابق یکے بعد دیگرے اطاعت پر مجبور کیا گیا۔ حلیفوں کے انحراف کی بڑی وجہ وہ مسایل تھے جو خراج کے سلسلہ میں رقموں، جہازوں اور خدمات کے بقایا کی بنا پر پیدا ہوتے تھے کیونکہ اس بارے میں ایتھنیزی بڑی سخت گیری اور بے دردی سے پیش آتے تھے اور جو لوگ، نہ تو مسلسل محنت کے عادی تھے اور نہ ان کا میلان طبع اس طرف تھا ان کو بری طرح دق کرتے تھے جس کی وجہ سے ان کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا ہونے لگے اور ایتھنیزی حکمرانوں کو پہلی سی مقبولیت حاصل نہیں رہی تھی، اور جب ایتھنیزیوں نے فوج اور بحری بیڑے سے

متعلقہ خدمات اپنے ذمہ لےلیں تو اتحاد سے علیحدہ ہونے کی کوشش کرنے کی صورت میں حلیف مملکتوں پر قبضہ کر لینا بھی زیادہ آسان ہوگیا۔ اس صورت حال کے ذمہ دار خود حلیف تھے کیونکہ خدمات کی ادائیگی سے چھٹکارا پانے کے لئے ان کی اکثریت نے اتحادی کمان کے اخراجات کی بابت اپنا چندہ جہازوں کی تشکل میں ادا کرنے کی بجائے نقد روپیہ دینا شروع کیا تاکہ ملاحوں اور جہازیوں کو اپنے وطن سے باہر نہ جانا پڑے، اس طرح ایک طرف انکے چندے سے ایتھنیز کے بیڑے میں ترقی اور اضافہ ہو رہا تھا تو دوسری طرف انحراف کی صورت میں باغی حلیف کے پاس لڑائی کے وسایل ہوتے تھے اور نہ فن حرب کا تجربہ رکھنے والے ملاح اور سپاہی۔

اس کے بعد دریائے یوری مدون کے کنارے ایتھنیز یون اوران کے مخالفین نے بسرکردگی کیمون ابن ملتیادلیس ایرانی سپاہ کے خلاف بحری اور برّی فوجی کارروائیاں کیں، اور ایک ہی دن میں دونوں محاذوں پر دشمن کو مغلوب کیا، اس معرکے میں انھوں نے سارے فنیقی بیڑے کو جس میں دوسو جہاز تھے تباہ کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد تھریس کے محاذی ساحل کی تجارتی منڈیوں اور ایک کان کے بارے میں جو تھاسوسیوں کے قبضہ میں تھی اختلافات پیدا ہوگئے، جن کی بنا پر تھاسوسی ایتھنیز سے منحرف ہوگئے، جب یہ صورت حال پیش آئی تو ایتھنیزی بیڑے نے حملہ کر کے سمندری لڑائی میں ان کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا اور ایتھنیزی فوجیں ان کے جزیرہ میں داخل ہوگئیں، تقریباً اسی زمانہ میں انھوں نے دس ہزار ایتھنیزی اور اتحادی آبادکاروں کو انیاہودے یا "نوراہہ" بھجوایا جو اب امفی پولس کہلاتا ہے تاکہ وہاں نئی بستی بسائی جائے، وہ ایدونیوں کو انیاہودے سے ہٹا کر اس میں داخل

ہونے میں کامیاب ہوے لیکن جب تھریس کے اندرونی علاقہ میں آگے بڑھے تو قصبہ ورالیکوس میں جو ایک ایڈونیائی بستی تھی، تھریسیوں کے انبوہ نے ان کا راستہ روک لیا کیونکہ وہ اس آبادکاری کو اپنے مفاد کے خلاف سمجھتے تھے، اسی دوران میں شکست خوردہ تھاسوسیوں نے جنھیں ایتھنیزیوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا تھا۔ لاکے دیمون سے ربط پیدا کرکے خواہش کی کہ اٹیکا پر حملہ کرکے ان کی مدد کی جائے۔ لاکے دیمونیوں نے ایتھنیز کو اطلاع دیے بغیر اس کا وعدہ کر لیا اور اٹیکا پر حملہ کرنا چاہتے تھے لیکن اس دوران میں ان کے علاقہ میں بھونچال آگیا اور ہیلوتوں، تھوریا والوں اور ییروکی کے اے تھینون نے اتھومے کو خروج کیا تو وہ اس منصوبہ پر عمل نہیں کرسکے، بیشتر ہیلوت، مسینیوں کی اولاد تھے جن کو اس مشہور ومعروف جنگ میں غلام بنایا گیا تھا اس لئے وہ سب مسینی کہے جاتے ہیں، ان اسباب کی بنا پر چونکہ لاکے دیمونی اتھومے میں باغیوں سے لڑائی میں مصروف تھے، تھاسوسیوں نے محاصرہ کے تیسرے سال چند شرائط کے تحت ایتھنیز سے صلح کرلی، شرطیں یہ تھیں کہ ان کی شہرپناہ کو مسمار کردیا جائے، سارے جہاز ایتھنیزی بیڑے میں داخل کردیے جائیں، رقمی مطالبات فی الفور پورے کردیے جائیں اور آیندہ خراج ادا کیا جائے اس کے علاوہ تھاسوسی ارض براعظم سے متعلقہ اپنی مقبوضات اور کانیں ایتھنیز کے حوالے کردیں۔

ادھر جب لاکے دیمونیوں نے دیکھا کہ اتھومے میں باغیوں کے خلاف جلد کامیابی حاصل ہونے کا کوئی امکان نہیں تو انھوں نے اپنے اتحادیوں اور خاصکر ایتھنیز سے مدد مانگی جس پر ایک ایتھنیزی دستہ کیمون کی سرکردگی میں اتھومے روانہ کیا گیا، ایتھنیزیوں سے فوری مدد اس لئے مانگی گئی تھی کہ محاصرہ کے

فن میں ان کی مہارت ضرب المثل تھی، محاصرہ جب طویل عرصہ تک بے اثر رہا تو لاکے ڈیمونیوں نے اپنی کمزوری محسوس کی ورنہ وہ یورش کر کے اتھومے پر قبضہ کر لیتے۔ ایتھنیز اور لاکے ڈیمون کے مابین کھلا اختلاف اسی مہم کے دوران میں پیدا ہوا، جب قلعہ پر چڑھائی میں ناکامی ہوی تو لاکے ڈیمونیوں کو ایتھنیزیوں کے من چلے پن اور انقلابی خصوصیات کی وجہ سے خدشہ پیدا ہوگیا، اس کے علاوہ وہ ان کو اجنبی الاصل بھی سمجھتے تھے، لہذا انھوں نے سوچا کہ اگر ایتھنیزیوں کو محاصرہ میں شریک رکھا گیا تو ممکن ہے اتھومے کے محصورین ان کو اس امر پر آمادہ کرلیں کہ چند سیاسی تبدیلیاں کرنے کی کوشش کی جائے، اس بنا پر انھوں نے سارے حلیفوں میں سے جو اس معرکہ میں شریک تھے صرف ایتھنیز کے دستہ کو کسی شک وشبہ کا اظہار کئے بغیر یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ ان کی ضرورت باقی نہیں رہی لیکن ایتھنیزی خوب جانتے تھے کہ محاصرہ سے ان کو ہٹا دینے کا کوئی معقول سبب نہیں تھا بلکہ اس کی تہ میں شکوک وشبہات کام کر رہے تھے، ان کو سخت اذیت ہوی اس لئے کہ انھوں نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا جس کی بنا پر لاکے ڈیمونیوں کا یہ سلوک جائز سمجھا جا سکتا۔ اپنے وطن لوٹتے ہی انھوں نے اس اتحاد سے علٰحدگی اختیار کرلی جو ایران کے خلاف قایم کیا گیا تھا اور اسپارٹا کے دشمن آرگوس سے اتحاد کر لیا جس کے تحت فریقین نے ایک ہی مضمون کا حلف اٹھایا اور تھسالویوں سے ایک ہی قسم کا معاہدہ کر لیا۔

اس دوران میں اتھومے کے باغیوں نے جو دس سال تک محاصرین کا مقابلہ کرتے رہے تھے محسوس کیا کہ مزید مدافعت ممکن نہیں ہو سکے گی، اس لئے انھوں نے لاکے ڈیمونیوں کی اطاعت قبول کرلی، صلح کی شرطیں یہ تھیں کہ باغیوں کو زیر نگرانی پلوپونیز کی سرحد کے باہر پہنچا دیا جائے گا جہاں سے وہ کبھی واپس نہیں آئیں گے، اگر کسی باغی نے پھر پلوپونیز کی سرزمین پر قدم رکھا تو جو شخص بھی

اسے گرفتار کرے گا اس کو اپنا غلام بنالے گا، یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ لاکے دیمونیوں کو دیلیفی کے دیوتا کی جانب سے کئی سال پہلے یہ ہدایت ملی تھی کہ کوئی شخص زیوس کے معبد واقع اتھومے میں داخل ہو کر امان مانگے تو اس کی جاں بخشی کی جائے، اس طرح وہ اپنے بیوی بچوں کو لے کر وہاں سے چلے تو ایتھنیز یوں نے جواب لاکے دیمونیوں سے نفرت کرنے لگے تھے ان کی سرپرستی کر کے انکو نیو پاکتوس میں بسا دیا جس پر اوزولی لوکریون سے مقابلہ کر کے انھوں نے کچھ ہی عرصہ پہلے قبضہ کر لیا تھا۔ ایتھنیز کے مخالفین میں ایک اور اضافہ میگاریوں کی شرکت سے ہوا جنھوں نے سرحد کے جھگڑوں کے سلسلہ میں کورنتھ کی مسلط کردہ جنگ سے تنگ آ کر لاکے دیمون سے قطع تعلق کر لیا تھا۔ ایتھنیزی، میگارا، اور پے گائے میں داخل ہو گئے اور میگاریوں کے لئے طویل فصلیں ان کے شہر سے نسیہ تک تعمیر کیں اور وہاں اپنی فوج کا ایک دستہ متعین کر دیا، کورنتھیوں کو ایتھنیز سے اسی بنا پر سخت نفرت ہو گئی تھی۔

اسی زمانہ میں لبیا تون کے بادشاہ اناروس ابن پسامطیق نے جس کی سلطنت مصر کی سرحد پر اور مستقر ماریا واقع بالائی فوروس میں تھا تقریباً سارے مصر کو شاہ اردشیر کی مخالفت پر آمادہ کیا اور بغاوت کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے کر ایتھنیز سے مدد مانگی، اس وقت ایتھنیزی دو سو جہازوں اور اپنے حلیفوں کی مدد سے قبرص کے خلاف ایک مہم میں مصروف تھے جسے روک کر وہ مصر پہونچے اور سمندر سے گذر کر ان کا بیڑا دریائے نیل میں داخل ہوا، دریا کے علاوہ ممفس کے دو تہائی علاقوں پر مکمل تسلط قایم کرنے کے بعد وہ بقیہ ایک تہائی حصہ پر حملہ کی تیاریاں کرنے لگے، یہ علاقہ قصر ابیض کہلاتا ہے جس میں ایرانی اور میری پناہ گزیں تھے اور جن مصریوں نے بغاوت میں حصہ نہیں لیا تھا وہ بھی

یہیں آ گئے تھے۔

اسی دوران میں ایتھنیز ی بیڑے نے ہالیا پر یورش کی جہاں کورنتھیوں اور ایپی دوریوں نے ان کا مقابلہ کیا اور لڑائی کورنتھیوں کی فتح پر ختم ہوی اس کے بعد ایتھنیزیوں نے ککروفا لیا سے کچھ فاصلہ پر پلوپونیزی بیڑے پر حملہ کر کے اسے شکست دی، پھر آئی گینا اور ایتھنیز کے مابین لڑائی چھڑ گئی جس میں بحیرۂ آئی گینا کے قریب فریقین اور ان کے اتحادیوں کے مابین زبردست مقابلہ ہوا اور بالآخر ایتھنیزیوں کو فتح ہوی جنھوں نے دشمن کے ستر جہازوں پر قبضہ کر لیا اور آئی گینا کی سرزمین میں داخل ہو کر لیوکراتیس ابن استروبوس کی سرکردگی میں شہر کا محاصرہ کیا، اس پر پلوپونیزیوں نے اہل آئی گینا کی امداد کے لئے تین سو ۳۰۰ بھاری ہتھیا بند پیادے بھجوائے جو پہلے کورنتھیوں اور ایپی دوروسیوں کے ساتھ لڑائیوں میں حصّہ لے چکے تھے، اس عرصہ میں کورنتھی گیرانیا کے ٹیلوں پر قابض ہو کر میگارد تک بڑھ گئے، ان کا خیال تھا کہ چونکہ ایتھنیزی افواج کا بڑا حصّہ آئی گینا اور مصر میں تھا اس لئے آئی گینا کا محاصرہ اٹھائے بغیر وہ میگاریوں کی مدد نہیں کر سکیں گے لیکن ایتھنیزیوں نے آئی گینا سے اپنی فوجیں ہٹانے کی بجائے شہر میں جو سن رسیدہ اور نوعمر افراد رہ گئے تھے ان کو بھرتی کر کے نئی فوج تیار کی جو بہ سرکردگی میرونڈلیس، میگارد میں داخل ہو گئی، کورنتھیوں سے ایک غیر نتیجہ خیز لڑائی کے بعد فریقین نے لڑائی روک دی، اور دونوں اپنی اپنی جگہ اس خیال میں تھے کہ ان کو فتح ہوی، بہرحال اس معرکہ میں ایتھنیزیوں کا پلہ ہی ایک حد تک بھاری تھا، جنھوں نے کورنتھیوں کے چلے جانے کے بعد وہاں فتح کی یادگار نصب کی، کورنتھ میں بڑے بوڑھوں نے لعن طعن کی تو کورنتھی فوج ضروری تیاری کر کے بارہ روز بعد پھر واپس آئی اور اس نے بھی اپنی فتح کی یادگار

نصب کی، میگارا سے خروج کرکے ایتھنیزیوں نے اس دستہ کا راستہ روک لیا اور جو جہازوں کی زد میں آئے ان پر وار کرکے شکست دی، شکست خوردہ فوج کا ایک بڑا حصّہ پسپائی کے دوران میں تعاقب کے دباؤ سے سراسیمہ ہو کر غلط راستہ پر آگے بڑھ گیا اور ایک ایسے خانگی رقبہ میں پہنچا جس کے اطراف گہری خندق تھی اور باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا، ایتھنیزیوں نے جو اس نواح سے واقف تھے ان کا راستہ روکنے کے لئے بھاری ہتھیار بند پیادوں سے کام لیا اور ہلکے ہتھیار بند سپاہیوں کو دائرہ کی شکل میں کھڑا کرکے دشمن کے سارے سپاہیوں پر سنگ باری کی، کورنتھ کو اس معرکہ میں سخت ترین نقصان ہوا گو اس کی افواج کا بڑا حصّہ بچ کر نکل گیا۔

تقریباً اسی زمانہ میں ایتھنیزیوں نے سمندر کی جانب لمبی دیواریں تعمیر کیں ان میں سے ایک فلیروم کی طرف اور دوسری پریؔ اوس کی جانب بنائی گئی اس دوران میں فوکیوں نے دورس پر چڑھائی کر دی، جو پہلے لاکے ڈیمونیوں کا وطن تھا اور جہاں بیوم، کتی نیوم اور اریٹیوم کے قصبات واقع ہیں، انھوں نے ان میں سے ایک قصبہ پر قبضہ کر لیا تھا کہ اتنے میں لاکے ڈیمونی شاہ پلیسٹوانا کس (جو ابھی نابالغ تھا) ابن پوسانیاس کے مقرر کردہ نائب نکومیدکیس ابن کلیومبروتوس کی سرکردگی میں دوریانیوں کی امداد کے لئے اپنے پندرہ سو بھاری ہتھیار بند پیادوں اور دس ہزار اتحادیوں کو لے کر وہاں پہنچ گئے اور چند شرائط کے تحت فوکیوں کو اپنا قبضہ اٹھانے پر مجبور کرنے کے بعد واپسی کا سفر شروع کیا لیکن سوال یہ تھا کہ کونسا راستہ اختیار کریں جو سمندری راستہ خلیج کریسین میں سے ہو کر گذرتا تھا اس کے ذریعہ جانے میں اندیشہ تھا کہ کہیں ایتھنیزی بیڑا سد راہ نہ ہو جائے۔ گرانیا کا راستہ تو اور زیادہ خطرناک معلوم ہوتا تھا کیوں کہ

میگارا اور پے گائے، ایتھنیز کے قبضہ میں تھے اور وہاں کی آبنائے دشوار گذار تھی جس پر ہر وقت ایتھنیزی کڑی نگرانی رکھتے تھے اور اس دفعہ تولا کے ڈیموینوں کو اطلاعیں بھی مل چکی تھیں کہ ایتھنیزی ان کے راستہ میں حایل ہوں گے اس لیئے انھوں نے بیوتہ میں پڑاؤ ڈال دیا تاکہ محفوظ راستہ کا پتہ چلے تو کوچ کریں، انکے وہاں رک جانے کی ایک اور وجہ یہ تھی کہ ایتھنیزیوں کے ایک گروہ نے جو عمومیت کے دور کو ختم کرنا اور لمبی دیواروں کی تعمیر کو روکنا چاہتا تھا، خفیہ طور پر ان کی حمایت کر رہا تھا اس دوران میں ایتھنیزی اپنے سارے لشکر، ایک ہزار آرگوسی سپاہیوں اور دوسرے حلیفوں کی فوجوں کو لے کر ان کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوے ان افواج کی جملہ تعداد چودہ ہزار تھی، یہ اقدام ایتھنیزیوں نے اس خیال کے تحت کیا کہ لاکے ڈیموینوں کو راستہ نہ ملنے کی وجہ سے جو پریشانی تھی اس سے فائدہ اٹھایا جائے، ساتھ ہی ان کو یہ بھی اندیشہ تھا کہ کہیں وہ عمومیت کے دور کو ختم کرنے کی کوشش نہ کریں، تھسالوی اتحادیوں نے کچھ سوارہ فوج بھی ایتھنیز بھجوائی تھی مگر یہ دستہ لڑائی کے دوران میں لاکے ڈیموینوں سے جا ملا

لڑائی تناگرا واقع بیوتہ میں ہوی، جس میں دونوں فریقوں کا کثیر نقصان ہوا، اور فتح لاکے ڈیموینوں اور ان کے اتحادیوں کی ہوی جنھوں نے میگارد میں داخل ہوکر پھلوں کے درخت کاٹ ڈالے اور گرانیا اور خاکنائے سے گذر کر اپنے وطن لوٹ گئے۔ اس لڑائی کے باسٹھ دن بعد ایتھنیزی لشکر جس کا کمانڈار میرونڈلیس تھا بیوتہ میں داخل ہوا اور اوے نوفیتہ کے مقام پر بیوتیوں کو شکست دے کر بیوتیہ اور فوکس پر اپنا کامل تسلط قایم کرالیا، انھوں نے تناگرا کی شہر پناہ کو ڈھادیا، ایک سو اوپنتی لوکریبیوں کو یرغمال کے طور پر اور اپنی لمبی فصیلوں کی تعمیر کا کام مکمل کیا، اس کے بعد آئی گیناوالوں نے چند

شرائط کے ساتھ ایتھنیزیوں کی اطاعت قبول کرلی، انھوں نے اپنی شہر پناہ کو ڈھا دیا، اپنے جہاز ایتھینز کے حوالہ کر دیے، اور آیندہ خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ ایتھنیزیوں نے تولمدیس ابن تولمایوس کی سرکردگی میں سمندری راستہ سے پلوپونیز کا چکر لگا کر لاکے ڈیمون کے سلاح خانہ کو آگ لگا دی، کورنتھیوں کے قبضہ خالکس پر قبضہ کر لیا اور سکیون پر اچانک دھاوا کر کے اسے مغلوب کیا۔

ایتھنیز کی جو فوج مصر بھوائی گئی تھی وہ ابھی تک وہیں تھی اور اس دوران میں اس نے وہاں کئی نشیب و فراز دیکھے، ابتداً ایتھنیزیوں نے مصر پر اپنا اقتدار پوری طرح سے قایم کر دیا تھا۔ اس کے بعد بادشاہ نے میگابازو نامی ایک ایرانی کو روپیہ دے کر لاکے ڈیمون روانہ کیا تاکہ وہ پلوپونیزیوں کو رشوت دے کر اٹیکا پر حملہ کرا دے، اور ایتھنیزی بیڑا مصر سے لوٹ جائے، لیکن جب اس نے دیکھا کہ کام بنتا نظر نہیں آتا اور روپیہ ضایع جا رہا ہے تو میگابازو کو ہدایت دی کہ وہ بقیہ روپیہ لے کر لوٹ جائے، پھر اس نے میگابازو ابن زوپیروس کو جو ایرانی نژاد تھا ایک بڑا لشکر دے کر مصر روانہ کیا خشکی کے راستہ وہاں پہنچ کر اس نے مصریوں اور ان کے اتحادیوں کو ایک لڑائی میں شکست دی اور یونانیوں کو ممفس سے نکال باہر کر کے بالآخر انھیں پروسوپتس میں محصور کر دیا جہاں وہ کوئی ڈیڑھ سال تک دشمنوں سے گھرے رہے، آخر میں میگابازو نے یہ ترکیب کی کہ جس نہر میں ایتھنیزی جہاز تھے اس کے پانی کا رخ بدل دیا، اب سارے جہاز خشکی پر بے مصرف ہو گئے اور اس جزیرے کا بیشتر حصہ براعظم میں شریک ہو گیا۔ اس کے بعد خشکی کے راستہ پیادہ پا اقدام کر کے اس نے پروسوپتس پر قبضہ کر لیا اور اس طرح چھ سال کی لڑائی کے بعد یونانیوں کی اس مہم کا انجام تباہی کے سوا کچھ نہ ہوا، جو کثیر فوج بھوائی گئی تھی اس کے چند ہی سپاہی صحیح و سالم براہ لیبیا سرنہ پہونچے، باقی

بڑی تعداد موت کے گھاٹ اتر گئی، اس طرح مصر دوبارہ شاہ ایران کا اطاعت گزار ہو گیا صرف دلدلی علاقہ کا فرماں روا شاہ امرتایوس اس کی زد سے بچ گیا کیوں کہ دلدل کی وجہ سے حملہ آور اس پر حملہ نہیں کر سکے، اس کے علاوہ دلدلی علاقہ کے لوگ مصر کے دوسرے حصوں کے لوگوں کی بہ نسبت زیادہ جنگجو ہیں لیبیا کا شاہ اناروس جو مصری بغاوت کا تنہا ذمہ دار تھا غداری کا شکار ہو گیا جسے گرفتار کر کے صلیب پر چڑھا دیا گیا۔ اس اثنا میں ایتھنز اور دوسرے اتحادی علاقوں سے پچاس جہازوں کا ایک بیڑا مصر کو کمک کے لئے روانہ کیا گیا تھا جو دریائے نیل کے مندیسی دہانہ پر لنگر انداز ہوا کیوں کہ ان بے چاروں کو خبر ہی نہیں تھی، غنیم خشکی اور تری دونوں جانب سے ان پر ٹوٹ پڑا، سمندر کی جانب سے فینقی بیڑے نے حملہ کیا جس سے بیشتر جہاز تباہ ہو گئے۔ معدودے چند جہاز حملہ آوروں کی زد سے بچ گئے تو ان کو خطرہ کے علاقہ سے باہر نکال لیا گیا۔ ایتھنزیوں اور ان کے اتحادیوں نے مصر کو جو زبردست فوج روانہ کی تھی اس کا یہ انجام ہوا۔

اسی زمانہ میں تھسالوی بادشاہ اورستس ابن اخیکراتید اس نے جو جلا وطن کر دیا گیا تھا ایتھنزیوں کو اس امر پر راضی کر لیا کہ وہ اس کی بحالی میں مدد دیں گے چنانچہ ایتھنزی اپنے بیوتی اور فوکسی اتحادیوں کی فوجوں کو ہمراہ لے کر فارسالوس پہنچے جو تھسلی میں واقع ہے اور وہاں اپنا تسلط قایم کیا۔ مگر ان کا اقتدار لشکر کے نواحی رقبوں تک محدود تھا کیونکہ تھسالوی سوار فوج کے ڈر سے وہ اس کے آگے قدم نہیں بڑھا سکتے تھے نہ تو وہ شہر کو فتح کر سکے اور نہ کسی اور مقصد میں انھیں کامیابی ہوی، اس طرح وہ ناکام و نامراد اورستس کو ساتھ لے کر اپنے وطن لوٹ گئے۔

اس کے کچھ عرصہ بعد ایک ہزار ایتھنزی پے گائے سے جہازوں میں سوار ہو کر فارقلیس ابن زانتھی پوس کی سرکردگی میں ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ سکیون

روانہ ہوئے (یاد ہوگا کہ اس وقت پے گائے ایتھنیز کے قبضہ میں تھا) سکیون کے ساحل پر اتر کر انھوں نے سکیونی فوجوں کو جو ان کے روکنے کے لئے آئی تھیں شکست دی، اس کے بعد فوراً اکائیوں کو اپنے ساتھ نیا اور سمندر کے راستے اقدام کرکے اوے نیاداے واقع اکارنیعنیا کا محاصرہ کر لیا لیکن جب اس پر قبضہ کرنے میں ناکامی ہوی تو اپنے وطن کو واپس ہو گئے۔

اس کے تین سال بعد پلوپونیزیوں اور ایتھنیزیوں نے ایک صلح نامہ پر دستخط کئے جس کی مدت پانچ سال مقرر کی گئی۔ اس طرح جب یونان میں جنگ سے چھٹکارا ملا تو ایتھنیزیوں نے کیمون کو اپنے اور اپنے اتحادیوں کے دوسو جہازوں کے ساتھ قبرس کی مہم پر روانہ کیا، ان میں سے ساٹھ جہاز دلدلی علاقہ کے بادشاہ امرتایوس کے ایما سے مصر بھوا دیے گئے اور باقی بیڑے نے کیتوم کا محاصرہ کر لیا لیکن کیمون کے انتقال اور رسد کی قلت کی بنا پر وہاں سے فوجیں ہٹانی پڑیں۔ سلامس کے قریب ایتھنیزی بیڑے نے فنیقیوں، قبرسیوں اور سلیسیہ والوں سے نبرد آزمائی کرکے بحری اور بری فتح حاصل کی جس کے بعد مصر سے واپس آئے ہوئے جہازوں کو اپنے ساتھ لے کر وہ اپنے وطن واپس ہوئے اب لاکے دیمونیوں نے ایک مقدس جنگ شروع کی اور دیلفی کے معبد پر قبضہ کرکے اس کو دیلفی کے باشندوں کے حوالہ کر دیا۔ لیکن جوں ہی ایتھنیزی واپس آئے انھوں نے فوراً دیلفی کی طرف اقدام کیا اور معبد پر قبضہ کرکے اسے فوکیسوں کے سپرد کر دیا۔

اس زمانہ میں اورخومینوس، کیرونیا اور بوتیہ کے کچھ اور علاقے بوتیائی جلاوطن افراد کے قبضہ میں تھے اس لئے ایتھنیزیوں نے ان کے خلاف بہ سرکردگی تولمیدس ابن تولمایوس ایک ہزار بھاری ہتھیار بند پیادے اور اتحادہ

فوج کے دستے روانہ کئے۔ انھوں نے کیرونیا پر قبضہ کرکے وہاں کے باشندوں کو غلام بنا دیا اور اس کے بعد وہاں سے پلٹے۔ راستہ میں بہ مقام کورونیا، اورخوبینوس سے تعلق رکھنے والے بیوتی جلاوطنوں نے، جن کے ساتھ چند لوکرسی اور یوبیائی جلاوطن افراد اور ان کے ہم خیال لوگ تھے، ایتھنیزی فوج پر حملہ کیا لیکن شکست کھائی اور ان میں سے چند جو لڑائی میں مارے نہیں گئے گرفتار کرلئے گئے۔ ایتھنیزیوں نے ایک معاہدہ کے تحت جس کا مقصد جلاوطن افراد کو بحال کرانا تھا، سارے بوتیہ کا تخلیہ کرایا تو غریب الوطن اہل بوتیہ واپس آکر دوسروں کی طرح آزاد شہری بن گئے۔

اس واقعہ کے کچھ ہی عرصہ بعد یوبیہ نے ایتھنیز سے بغاوت کی۔ فارقلیس فوج لے کر اس جزیرہ پر پہنچ گیا تھا لیکن وہاں اسے اطلاع ملی کہ میگارا نے بغاوت کردی ہے، پلوپونیز، اٹیکا پر جلد از جلد فوج کشی کرنے والا ہے، اور میگاریوں نے ایتھنیزی محافظ دستہ کو تہ تیغ کردیا ہے جس کے صرف چند سپاہی بچے ہیں جنھوں نے نسیہ میں پناہ لی تھی، یہ سن کر فارقلیس اپنی فوج کے ساتھ بعجلت تمام یوبیہ سے واپس ہوگیا، اس کے بعد پلوپونیزی اٹیکا میں ایلیوس اور تھریوس تک بڑھ آئے اور شاہ پلیٹستوانا کس ابن پوسانیاس کی سپہ سالاری میں اس سارے علاقہ کو تاخت وتاراج کردیا، اس کے بعد انھوں نے مزید اقدام نہیں کیا بلکہ اپنے وطن واپس چلے گئے۔ اس واقعہ کے بعد ایتھنیزی بیڑا فارقلیس کی قیادت میں یوبیہ پہنچا اور اس نے سارے جزیرہ کو اطاعت پر مجبور کردیا وہاں کے سارے علاقوں کا انتظام مرضی عامہ کے مطابق کیا گیا، صرف ہستیانیوں کو ان کے وطن سے نکال کر خود ایتھنیزی اس پر قابض ہوگئے۔

یوبیہ سے واپس ہونے کے کچھ عرصہ بعد انھوں نے لاکے دیمونیوں اور انکے

علیبفوں کے ساتھ تیس سال کے لئے صلح کرلی، جس کے تحت پلوپونیز کے مقامات نسیہ، پے گائے، تروائے زین اور اگائیہ پر سے ایتھنیز کا قبضہ اٹھا دیا گیا۔

اس صلح نامہ کے نفاذ کے چھٹے سال پری اپنے کے بارے میں ساموسیوں اور ملے سیاسیوں کے مابین جنگ چھڑ گئی جس میں آخرالذکر کو شکست فاش ہوئی، شکست خوردہ ملے ساموسیوں نے ساموسیوں کے خلاف ایتھنیز کے پاس لمبی چوڑی شکایتیں پیش کیں، اس معاملہ میں ان کا ساتھ خود ساموس کے بعض خانگی افراد نے دیا جو ملک میں سیاسی انقلاب پیدا کرنا چاہتے تھے، اس بنا پر چالیس جہازوں کا ایتھنیزی بیڑا ساموس روانہ ہوا، جہاں انھوں نے عمومی طرز کی حکومت قایم کردی، پچاس لڑکوں اور پچاس مردوں کو یرغمال کے طور پر لمنوس میں رکھا اور اس جزیرہ پر اپنی فوج کا ایک دستہ متعین کرکے واپس ہوگئے لیکن چند ساموسی جو جزیرہ سے فرار ہوکر ارض براعظم پہنچ گئے تھے انھوں نے ذی اثر شہریوں سے سازباز کی، اور سارڈس کے صوبہ دار وقت پسوتھنس ابن ہستاسپس سے معاہدہ کرکے سات سو اجیر سپاہیوں کی فوج تیار کی، اور رات کے اندھیرے میں مسافت طے کرکے ساموس میں داخل ہوگئے۔ پہلا کام انھوں نے یہ کیا کہ عمومیت کے اکثر طرفداروں کو کامیابی کے ساتھ گرفتار کرلیا۔ اس کے بعد لمنوس سے اپنے یرغمالوں کو نکال لائے اور ایتھنیزی محافظ دستے کے جو سپاہی ہاتھ آئے ان کو ان کے کمان دار کے ساتھ پسوتھنس کے حوالہ کرکے فوراً ہی ملطہ کے خلاف ایک مہم کی تیاری کی، ان کے ساتھ بائی زنطیوں نے بھی بغاوت کا جھنڈا بلند کردیا۔

جوں ہی ایتھنیزیوں کو اس سرکشی کی اطلاع ملی وہ ساٹھ جہاز لے کر ساموس روانہ ہوئے، ان میں سے سولہ جہاز فنیقی بیڑے کی نقل و حرکت پر

نظر رکھنے کے لئے کاریہ اور محالفین کو کمک سے متعلقہ احکام پہنچانے کی غرض سے خیوس اور لسبوس گئے۔ اس طرح انھوں نے لڑائی میں حصہ نہیں لیا۔ لیکن چوالیس جہازوں نے فارقلیس اور اس کے نو رفقائے کار کی رہبری میں جزیرہ تاراگیہ کے قریب ساموسیوں کے ستر جہازوں کا مقابلہ کیا ان میں سے بیس باربردار جہاز تھے جو ملطہ سے چلے تھے، لڑائی میں ایتھنز کو فتح ہوی، اس کے بعد جب ایتھنز سے چالیس جہازوں اور خیوس اور لسبوس سے پچیس جہازوں کی کمک آگئی تو ایتھنزی جہازوں سے اتر کر شہر کی طرف بڑھے، ان کا راستہ روکنے والا کوئی نہیں تھا اور انھوں نے تہری فصیل تعمیر کر کے شہر کو محصور کیا اور اسکے گرد سمندر میں جہازوں کا حلقہ بھی ڈال دیا۔ ساتھ ہی فارقلیس ناکہ بندی کرنے والے دستے میں سے ساٹھ جہاز لے کر سرعت کے ساتھ کاؤنوس اور کاریہ کی طرف بڑھا کیوں کہ اس کو ساموسیوں کی امداد کے لئے فینقی بیڑے کے آنے کی اطلاعیں ملی تھیں اور فی الحقیقت استساغورس اور جزیرہ کے دوسرے افراد پانچ جہاز لے کر فینقی بیڑے کو لانے کے لئے روانہ بھی ہو چکے تھے، اس عرصہ میں ساموسیوں نے ایتھنزی چھاؤنی کو غیر محفوظ پایا تو اس پر جھپٹے۔ انھوں نے چوکسی کرنے والی کشتیوں کو تباہ کر دیا اور جو جہاز ان کے مقابلہ کے لئے سمندر میں اتارے جارہے تھے ان پر حملہ کر کے مغلوب کیا، اس کے بعد چودہ دن تک وہ اپنے سمندری علاقہ کے مالک و مختار بنے رہے اور آزادی کے ساتھ جزیرہ میں ضرورت کی اشیا لانے لے جانے لگے۔ لیکن فارقلیس واپس آیا تو وہ پھر قلعہ کے اندر چلے گئے۔ اس کے بعد مزید کمک آگئی۔ ایتھنز سے چالیس جہاز طوسی دیدس، ہاگنون اور فورمیو کی سرکردگی میں اور بیس تلبو پولیموس اور انتکلس کی قیادت میں آئے اور تیس جہاز خیوس اور لسبوس سے آگئے۔ ساموسیوں نے لڑنے کی تھوڑی

بہت کوشش کی لیکن یہ بات ان کے بس کی نہیں تھی، بالآخر نو مہینوں کے محاصرہ کے بعد مجبور ہو کر چند شرائط کے تحت ہتھیار ڈال دیے، انھوں نے اپنی شہر پناہ کو مسمار کر دیا، یرغمال دیے، اپنے جہاز ایتھنیز کے حوالہ کر دیے اور جنگ کے اخراجات بااقساط ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ بائی زنطہ والوں نے بھی پہلے کی طرح ایتھنیز کی اطاعت قبول کر لی۔

———(ش)———

پانچواں باب

لاکے دیمون میں دوسری کانگرس، جنگ کی تیاریاں اور سیاسی تنازعے۔ کیلون، پٹوسانیاس، تھمسطاکلیس

اب ہم پھران واقعات کا ذکر کریں گے جو اس کے کچھ عرصہ بعد پیش آئے، یعنے کورکایرہ اور پوتی دیہ کی لڑائیاں، جن کا تذکرہ پچھلے صفحات میں کیا جا چکا ہے اور وہ حالات بھی بیان کریں گے جن کو بہانہ بنا کر موجودہ جنگ شروع کی گئی۔ یونانیوں کی یہ ساری آپس کی اور غیر یونانیوں کے خلاف لڑائیاں زرکزس کی واپسی اور موجودہ جنگ کے آغاز کے درمیانی پچاس سال میں ہوئیں، اس دور میں ایتھینزیوں نے اپنی سلطنت کی بنیادیں مضبوط اور مستحکم کر لیں اور اپنے داخلی نظم و نسق کو معراج کمال پر پہنچا دیا۔ لاکے دیمونی، ایتھینز کی اس ترقی اور عروج سے پوری طرح باخبر تھے لیکن اس کے باوجود انھوں نے کوئی جدوجہد نہیں کی، کیوں کہ عادتاً وہ جب تک حالات سے مجبور نہ ہو جائیں جنگ پر آمادہ نہیں ہوتے تھے اور پھر اس خاص صورت میں داخلی لڑائیوں نے ان کو پریشان کر رکھا تھا، بدیں وجوہ وہ ایتھینز کی طرف سے غافل رہے، یہاں تک کہ ایک وقت ایسا آیا جب ایتھینز کا

اقتدار بہت بڑھ گیا اور خود لاکے دیمونی اتحاد کے علاقے اس کی زد میں آگئے ....

.... تو ان کی قوت برداشت نے جواب دے دیا اور انھوں نے طے کر لیا کہ چاہے کچھ ہی ہو جائے فریق مخالف کی طاقت کو توڑنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی جائے گی اور اس مقصد کے تحت موجودہ جنگ شروع کرنے کی ٹھان لی اور اگرچہ لاکے دیمونیوں نے طے کر لیا تھا کہ ایتھنیز نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی ہے اور وہ خطا وار ہے، اس کے باوجود انھوں نے دیلفی کے دیوتا سے استخارا کیا کہ آیا جنگ شروع کرنا ان کے لئے مناسب ہوگا یا نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا جواب یہ ملا کہ اگر وہ اپنی پوری طاقت صرف کر دیں تو فتح انہی کی ہوگی اور دیوتا نے وعدہ کیا کہ چاہے وہ استمداد کریں یا نہ کریں اس کی تائید ان کے شامل حال رہے گی۔ تاہم وہ اپنے اتحادیوں کو طلب کر کے جنگ کے جواز کے بارے میں انکی رائے لینا چاہتے تھے۔ جب اتحادی ریاستوں سے سفرا آئے اور کانگرس کا اجلاس منعقد ہوا تو اس میں سبھوں نے اپنے خیالات ظاہر کئے۔ بیشتر مقرروں نے ایتھنیزیوں کی مذمت کی اور مطالبہ کیا کہ جنگ کا اعلان کر دیا جائے خاصکر کورنتھی اس معاملہ میں پیش پیش تھے، اپنے طور پر سارے شہروں سے تفصیلی گفت وشنید کر کے جنگ کی تائید میں رائے ہموار کر لی تھی کیوں کہ ان کو اندیشہ تھا کہ کہیں پوتی دیہ کو بچانے کی کوشش بعد از وقت نہ ہو جائے۔ کورنتھی اسوقت کانگرس کے اجلاس میں موجود بھی تھے اور سب سے آخر میں انھوں نے اپنی تقریروں میں کہا:-

"اتحادی بھائیو! ہم لاکے دیمونیوں پر اب یہ الزام نہیں لگا سکتے کہ انھوں نے اپنا فرض ادا نہیں کیا، کیوں کہ وہ تو جنگ کی تائید میں قرارداد منظور کر چکے ہیں، نہ صرف یہی بلکہ انھوں نے ہم سب کو یہاں اسی غرض سے طلب کیا ہے۔

فرض کا لفظ ہم اس لئے استعمال کر رہے ہیں کہ برتری کے ساتھ چند فرائض بھی وابستہ ہوتے ہیں اور رہنماؤں سے توقع کی جاتی ہے کہ اتحادی ریاستوں کے انفرادی مفادات کے انصرام کے علاوہ ان کے مشترکہ مفاد کا بھی بطور خاص خیال رکھیں، یہ گویا اس خاص عزت اور احترام کا معاوضہ ہوتا ہے جو اتحاد کے سارے اراکین اور طریقوں سے ان کا کرتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ جن لوگوں کو اتھینیزیوں سے کبھی سابقہ پڑ چکا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ اس خطرہ سے بچنے کے لئے کس قدر چوکس رہنے کی ضرورت ہے، جو مملکتیں ساحل سمندر اور تجارتی شاہراہوں سے دور واقع ہیں وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ اگر انھوں نے ساحلی مملکتوں کا ساتھ نہیں دیا تو ساحل سمندر تک ان کی برآمدی پیداوار کی روانگی اور اس کے معاوضہ میں سمندر کے ذریعہ سے درآمد شدہ مال کی منتقلی کے کام میں رکاوٹیں پیدا ہو جائیں گی، اس لئے یہاں جو باتیں بیان کی جا رہی ہیں ان کو غیر متعلق نہ سمجھیں بلکہ پوری توجہ سے سنیں اور ان پر غور کریں۔ یاد رہے کہ اگر ساحلی ریاستوں کو قربان کر دیا گیا تو ایک روز اندرونی ریاستیں بھی خطرہ کی زد میں آجائیں گی۔ اس طرح ان مسایل سے انکے مفادات کا گہرا تعلق ہے، بدیں وجوہ ان کو امن پر جنگ کو ترجیح دینے میں پس وپیش نہیں کرنا چاہیئے۔ دانشمند اسی وقت تک خاموش رہتا ہے جب تک اس کے ساتھ کوئی ناانصافی نہیں کی جاتی، بہادر کے ساتھ زیادتی کی جائے تو وہ امن کی آسایشوں سے منھ موڑ کر تلوار اٹھا لیتا ہے اور وقت آئے تو مفاہمت بھی کرلیتا ہے وہ نہ تو کامرانی کے نشہ میں آپے سے باہر ہو جاتا ہے اور نہ امن کی آسایشوں کی خاطر کسی زیادتی کو گوارا کرلیتا ہے، عیش وآرام کا خیال کر کے کوئی اقدام نہ کیا جائے تو بہت جلد وہ سکون اور اطمینان بھی رخصت ہو جائے گا۔

جس کو آپ اس درجہ عزیز رکھتے ہیں، فتح مندی کی صورت میں ڈینگیں مارنا، اور بے جا تعلّی سے کام لینا بہت بڑی بھول ہے۔ کیونکہ ایسے تفاخر کی بنیادیں کھوکھلی ہوتی ہیں، فتح و شکست کسی قانون کے پابند نہیں ہیں، بسا اوقات ناقص منصوبے حریف کی فہم و فراست کے ناقص تر ہونے کی وجہ سے کامیاب ہو جاتے ہیں تو اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ سراسر معقول منصوبے ذلت اور رسوائی کا موجب بن جاتے ہیں، جس اعتماد کے ساتھ ہم اپنے منصوبے مرتب کرتے ہیں ان کو عملی شکل دیتے وقت ہمارا وہ اعتماد کبھی پوری طرح حق بجانب نہیں معلوم ہوتا کیوں کہ منصوبے گوشۂ عافیت میں طمانیت قلب کے ساتھ مرتب کئے جاتے ہیں لیکن جب میدان کارزار میں ان پر عمل کرنے کا وقت آتا ہے تو خوف و ہراس کی وجہ سے ناکامی ہوتی ہے۔

اب آپ ان اصولوں کو اپنے حالات پر منطبق کر کے دیکھئے۔ ہم جنگ کی آگ اس لئے بھڑکا رہے ہیں کہ ہمارے ساتھ ظلم و زیادتی کی گئی ہے اور ہمیں جائز شکایات ہیں لیکن ایتھنیریوں کی سرزنش کے بعد ہم بر وقت ان شعلوں کو ٹھنڈا بھی کر دینگے۔ متعدد اسباب ایسے ہیں جن کے بنا پر ہم فتحمندی کی توقع کر سکتے ہیں، پہلے تو یہ کہ ہمارے پاس لڑنے والوں کی تعداد زیادہ ہے اور ہمیں لڑائیوں کا زیادہ تجربہ ہے دوسرے یہ کہ ہم بہرحال حکام کے احکام کی تعمیل کرنے کے عادی ہیں، دشمن کے پاس بحری طاقت ہے تو ہم بھی اتنا ہی بڑا بیڑا تیار کریں گے، اس کے لئے اتحاد کے اراکین اپنے اپنے وسایل کو کام میں لائیں گے اور پھر اولمپیا اور دیلفی کے خزانوں کا روپیہ بھی اس کام میں لگایا جا سکتا ہے، اگر ہم ان خزانوں سے قرض لے کر خرچ کریں تو غیر قوموں کے جو ملاح ایتھنیز کے بیڑے میں ہیں ان کو زیادہ تنخواہ کا لالچ دے کر منحرف کیا جا سکتا ہے، ایتھنیز کی افواج اور بحری بیڑے میں

زیادہ تر اجیر سپاہی اور ملاح ہیں، اس کے برخلاف یہ خطرہ ہم کو لاحق نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہماری طاقت روپیہ سے زیادہ افراد قوم کی قوت بازو پر مشتمل ہے۔ گمان غالب ہے کہ صرف ایک بحری معرکہ میں شکست ہو تو ایتھنیز کا خاتمہ ہو جائے گا لیکن اگر اس کے بعد بھی وہ ثابت قدم رہے تو ہمیں بحری مشق و مہارت حاصل کرنے کے لئے کافی وقت مل جائے گا اور جب بحری جنگ میں ہماری فنی مہارت ان کے مساوی ہو جائے گی تو کیا کسی کو اس بارے میں شبہ کی گنجائش ہے کہ ہم ان سے زیادہ ہمت و شجاعت کا ثبوت دیں گے، ہم میں جو فطری جوہر ہیں وہ ایتھینزی کسب کے ذریعہ حاصل نہیں کر سکتے لیکن فن حرب میں ان کو جو برتری حاصل ہے اسے مشق و مہارت کے ذریعہ ہم ختم کر سکتے ہیں، ان اغراض کے لئے جتنے بھی روپیہ کی ضرورت ہو، ہم چندہ کے ذریعہ سے فراہم کر سکتے ہیں، یہ سراسر مہمل بات ہو گی کہ ان کے اتحادی تو چندہ دینے سے کبھی انکار نہ کریں، حالانکہ اپنی رقموں سے ان کی غلامی کی زنجیریں مضبوط کی جاتی ہیں، اور ہم دشمن سے انتقام لینے اور اپنی حفاظت کا انتظام کرنے کے لئے روپیہ دینے سے انکار کر دیں، یاد رکھیئے اس انکار کی پاداش میں ہمارا روپیہ ایتھنیز کی حرص و آز کی نذر ہو جائے گا جسے وہ خود ہم کو تباہ کرنے کے لئے استعمال کرے گا۔

اس جنگ میں ہم اور طریقوں سے بھی کام لے سکتے ہیں۔ مثلاً ایتھنیز کے اتحادیوں کو بغاوت پر آمادہ کیا جا سکتا ہے، اس طریقہ کار سے وہ خراج کی رقموں سے محروم ہو جائے گا جس پر اس کی طاقت کا دارومدار ہے، اس کے علاقوں میں ہم اپنے لئے مستحکم مورچے تعمیر کر سکتے ہیں، اور اسی قسم کی کئی اور کارروائیاں بھی کر سکتے ہیں، جن کے بارے میں ابھی سے پیش قیاسی نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ دنیا میں سب سے زیادہ غیر یقینی چیز جنگ ہے جس کے بارے میں کوئی نہیں

بتا سکتا کہ وہ کیا رنگ اختیار کرے گی، اس کی رفتار اور راستے معین نہیں ہوتے، اس لیے دوران جنگ میں جو ناگہانی صورتیں پیش آتی ہیں انکے مطابق تدبیریں اختیار کرنی پڑتی ہیں، اور ایسے موقعوں پر جو فریق ڈٹ کر مقابلہ کرتا ہے، اور اپنے ہوش وحواس کو قایم رکھتا ہے، اسی کا موقف زیادہ مستحکم ہوجاتا ہے اور جو اپنا توازن کھودیتا ہے وہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ معاملہ اگر پڑوسی مملکتوں میں سرحدی نزاعات تک محدود ہوتا تو ہم اسے برداشت بھی کر لیتے لیکن یہاں تو مقابلہ ایتھنیز سے ہے جو ہمارے اتحاد کی مجموعی قوت سے ٹکرلے سکتا ہے اور اسکی قوت فرداً فرداً ہمارے اتحاد کی ہر مملکت سے بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہے اس لئے اگر ہم انفرادی اور اجتماعی دونوں وسایل سے کام لے کر ایک متحدہ محاذ نہ بنائیں تو وہ ہمیں ایک ایک کر کے نیست و نابود کردے گا۔ یاد رکھیئے جب ایتھنیز کو اس طرح اپنے ارادوں میں کامیابی ہوگی تو اس کا واحد اور قطعی مقصد یہ ہوگا کہ ہمارے پیروں میں غلامی کی زنجیریں ڈال دی جائیں، ہمیں غلامی کے تصور سے وحشت ہوتی ہے لیکن ہوگا یہی۔ ہم غلامی کا لفظ بھی برداشت نہیں کرسکتے چاہے وہ دبی آواز ہی میں کیوں نہ کیا جائے۔ پایلو نیزی غلامی کو موجب ذلت سمجھتا ہے وہ برداشت نہیں کرسکتا کہ ایک مملکت کئی مملکتوں کے حقوق کو غصب کرکے ان سے ناجائز فایدہ اٹھائے، اور دنیا کیا کہے گی؟ دنیا یا تو یہ کہے گی کہ ہم ایسے ہی سلوک کے مستحق تھے یا یہ کہ ہمیں بزدلی کی وجہ سے یہ دن دیکھنے پڑے، ہم اپنے آپ کو ناخلف ثابت کریں گے اگر ہم نے اس آزادی کو قایم نہیں رکھا جو ہمارے آباو اجداد نے یونان کو دی ہے، ہم یونان میں ایک خودسر سلطنت کیسے قایم ہونے دیسکتے ہیں، جب کہ انفرادی مملکتوں میں ہماری یہ کوشش رہتی ہے کہ مطلق العنان حکمرانوں کو ختم کیا جائے، ہمارے اس طرز عمل کو کم فہمی،

بزدلی یا غفلت پر محمول کیا جائے تو کیا ہم سے کوئی جواب بن پڑے گا؟ ہم یہ باور کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ آپ دشمن کو حقیر سمجھ کر خاموش ہو جانا کافی سمجھتے ہیں کیونکہ یہ طریقہ متعدد بار حد درجہ تباہ کن ثابت ہوا ہے اور اس قدر کثیر جانیں تلف ہوئی ہیں کہ اس جذبہ کو حقارت آمیز نہیں بلکہ حقارت انگیز کہا جانا چاہیے۔

بہرحال ماضی کے ان واقعات پر غور کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا جن سے ہمیں اپنے حال کو درست کرنے میں مدد نہیں ملتی۔ جو کچھ اس وقت ہمارے پاس ہے اسے قایم و برقرار رکھنا چاہیے اور اپنی جدوجہد کو دگنا کر دینا چاہیے ہم فطری طور پر محنت و مشقت کو عزت اور شرافت کے حصول کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور یہ وہ ورثہ ہے جسے گنوانا نہیں جا سکتا۔ چاہے آپ کتنے ہی صاحب تمول و اقتدار کیوں نہ ہوں، یہ کوئی عقلمندی نہیں ہوگی کہ جو چیز بے بضاعتی کے زمانہ میں حاصل کی گئی اسے خوش حالی اور تمول کے زمانہ میں کھو دیا جائے، نہیں ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ ہمیں ہمت و شجاعت سے کام لے کر جنگ شروع کر دینی چاہیے اور یہ طریقہ کار کئی اسباب کی بنا پر مناسب ہوگا۔ دیوتا نے جنگ کی ہدایت اور فتح کی بشارت دی ہے، یونان کی دوسری تمام مملکتیں ہمارا ساتھ دیں گی، ان میں سے کچھ خوف کی بنا پر اور کچھ اپنے مفادات کے پیش نظر ہمارے ساتھ ہو جائیں گی، معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے کا الزام بھی آپ پر نہیں لگایا جا سکتا، کیوں کہ دیوتا نے ہمیں جنگ کرنے کی ہدایت دے کر اپنا فیصلہ سنا دیا ہے کہ معاہدہ کی خلاف ورزی پہلے ہی ہو چکی ہے؛ اس کے برخلاف آپ معاہدہ کی حمایت کے لئے تلوار اٹھائیں گے جس کی بے حرمتی کی گئی ہے، معاہدات مقاومت کی وجہ سے نہیں بلکہ ظلم و زیادتی کی بنا پر ٹوٹتے ہیں، ان اسباب کے پیش نظر آپ جنگ شروع کرنے میں ہر لحاظ سے حق بجانب

ہوں گے اور ہم اس تجویز کی تائید سب کے مفاد کو پیش نظر رکھ کر کر رہے ہیں
ہیں، مفادات کی یکسانی سے زیادہ پائدار کوئی رشتہ اتحاد نہیں ہے اور یہ
اصول مملکتوں اور افراد دونوں پر منطبق ہوتا ہے، اس لئے پوتی دیہ کی مدد کرنے
میں تاخیر نہ کیجئے۔ اس دور یانی شہر کا ایونیوں نے محاصرہ کر لیا ہے، حالانکہ اصولاً
صورت حال اس کے برعکس ہونی چاہیئے تھی، اس کے علاوہ دوسری آزاد
مملکتوں کی بھی بروقت مدد کیجئے، ہم خاموش کیسے بیٹھ سکتے ہیں جب کہ تاخیر کے
معنے ہم سے بعض کی تباہی کے ہوں گے اور اگر یہ بات پھیل گئی کہ ہم نے ان
مسایل پر غور تو کیا لیکن اپنی حفاظت کے لئے کوئی اقدام کرنے کی جسارت نہ
ہوئی تو پھر ہم سب ختم کر دیے جائیں گے، اتحادی بھائیو! پس وپیش نہ کرو،
بلکہ وقت کی نزاکت اور ہمارے مشورہ کی معقولیت پر غور کر کے جنگ کی تائید
میں اپنی رائے دو، ہمیں جنگ کی ہولناکیوں کے خیال سے پست ہمت نہ ہونا
چاہیئے بلکہ اس دیر پا امن پر نظر رکھنی چاہیئے، جس کا دور جنگ کے بعد شروع ہوگا۔
جنگ کا شعلہ امن کے لوہے کو فولاد بنا دیتا ہے لیکن سکون اور آسایش کو عزیز
رکھ کر جنگ سے گریز کیا جائے تو خطرات سے بچنے کا زیادہ تعین نہیں رہتا یقین
مانیئے یونان کے جس شہر میں خود سر حکومت قایم کی گئی ہے وہ ہمارا، آپکا، سبکا
دشمن ہے اس کے سامنے ساری دنیا کی تسخیر کا پروگرام ہے جس کے کچھ حصہ
پر عمل ہو چکا ہے اور بقیہ کو پورا کرنے کی تدبیریں کی جا رہی ہیں، اس لئے
آئیے حملہ کر کے اسے شکست دیں، جس سے ہمارا مستقبل محفوظ ہو جائے گا اور
جو یونانی اس وقت غلامی کے عذاب میں ہیں وہ آزاد ہو جائیں گے"۔

یہ تھیں وہ باتیں جو کو زنتھیوں نے بیان کیں، لاکے ڈیمونی جب ساری
مملکتوں کے نمایندوں کی تقریریں سن چکے تو اب انھوں نے تمام چھوٹی بڑی

اتحادی مملکتوں کے نائبین کی جو کانگرس کے اجلاس میں موجود تھے یکے بعد دیگرے رائے لی، اکثریت کی رائے جنگ کی تائید میں تھی، اس تصفیہ کے بعد بھی چوں کہ ان کی تیاریاں مکمل نہیں تھیں، اس لئے جنگ فی الفور شروع نہیں کی جاسکتی تھی، اور یہ طے کیا گیا کہ اس کے لئے جس ساز و سامان اور وسایل کی ضرورت تھی، وہ مختلف مملکتیں جلد از جلد فراہم کریں گی، ضروری انتظامات میں وقت تو لگا لیکن اسکے باوجود ایک سال بھی نہ گذرا تھا کہ اٹیکا پر حملہ کیا گیا اور علانیہ طور پر جنگ شروع ہو گئی۔

کانگرس کے تصفیہ اور آغاز جنگ کے درمیانی وقفہ میں ایتھنیز کو کئی سفارتیں بھجوا کر شکایتوں کی بھرمار کی گئی تاکہ اگر ان پر کوئی توجہ نہ کی جائے تو جنگ کے لئے بہتر سے بہتر بہانہ مل سکے، پہلی سفارت میں لاکے ڈیمون نے مطالبہ کیا کہ ایتھنیز ی کیلون کے ساتھیوں کے قتل کا کفارہ دیں، اس کا قصہ یہ ہے کہ پچھلے زمانے میں کیلون نامی ایک شریف الخاندان اور ذی اثر ایتھنیزی جس نے اولمپک کھیلوں کے مقابلہ میں نمایاں کامیابی حاصل کر کے میگارا کے خود سر حاکم وقت تھی اے گینز کی بیٹی سے شادی کی تھی، ڈیلفی کے دیوتا سے استخارا کیا تھا تو ہدایت ملی کہ وہ زیوس کے بڑے تیوہار کے موقع پر ایتھنیز کے اکروپولس پر قبضہ کرلے، اس کے مطابق اس نے تھی اے گینز سے کچھ فوج مانگ لی اور اپنے دوستوں کو ہموار کرلیا اور جب پلوپونیز میں اولمپک تیوہار کا دن آیا اس نے اکروپولس پر قبضہ کرلیا تاکہ اس کا خود سر حاکم بن جائے، کیلون نے اسی کو زیوس کا بڑا تیوہار سمجھا اور اس کا خیال تھا کہ اولمپک کے سورما کی حیثیت سے یہی موقع اس کے لئے سب سے زیادہ موزوں ہوگا۔ نہ تو خود اس نے یہ سوچا کہ استخارے میں جس بڑے تیوہار کا ذکر کیا گیا تھا اس کا تعلق اٹیکا سے تھا یا کسی اور مقام سے ؟ اور نہ دیوتا نے اس کی وضاحت کی، واقعہ یہ ہے کہ ایتھنیز میں دیاسیا کا جو میلہ ہوتا ہے وہ بھی

زیوس مائی خیوس کا بڑا اتیوہار کہلاتا ہے جو شہر کے باہر منایا جاتا ہے اور شہری جان کی قربانی نہیں دیتے بلکہ اپنے ملک کی خاص چیزیں نذر کے طور پر دیوتا کے آگے پیش کرتے ہیں، بہرحال اس نے اسی کو صحیح موقع سمجھ کر اکروپولس پر قبضہ کر لیا۔ جوں ہی ایتھنیزیوں کو اس کی اطلاع ملی، وہ سب وہاں جمع ہو گئے اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن جب اس طرح زیادہ دن گذر گئے تو محاصرہ کی صعوبتوں سے بیزار ہو کر اکثر افراد واپس چلے گئے اور اس کی نگرانی کی ذمہ داری نو آرخنوں کے سپرد ہوئی، جن کو اپنا اختیار تمیزی استعمال کرنے کے پورے اختیارات حاصل تھے۔ یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ اس زمانہ میں بیشتر سیاسی فرائض انہی نو آرخنوں سے متعلق تھے، اس دوران میں محاصرہ کی وجہ سے کیلون اور اس کے ساتھیوں کے پاس کھانے پینے کو کچھ نہ رہا تو کیلون اور اسکا بھائی فرار ہو گئے۔ لیکن دوسرے لوگ جو خراب وخستہ حالت میں تھے اور جن میں سے بعض فاقہ کی وجہ سے نیم مردہ ہو گئے تھے، امان مانگنے کے لئے اکروپولس کی قربان گاہ میں داخل ہو گئے، جو ایتھنیزی وہاں پہرہ دے رہے تھے انھوں نے ان لوگوں کو مندر میں قریب مرگ دیکھا تو وعدہ کیا کہ کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ لیکن جب وہ مندر کی حدود سے باہر نکلے تو ان کو قتل کر ڈالا، چند اشخاص نے جلالی دیویوں کی قربان گاہ میں پناہ لی تو ان کو وہیں ہلاک کر دیا گیا۔ جن لوگوں نے اس طرح خوں ریزی کی ان کو اور ان کی اولاد کو گناہ گار اور دیوی کا معتوب سمجھا جانے لگا۔ جس کے بعد ان راندۂ درگاہ افراد کو اہل ایتھنیز نے اپنے ملک سے نکال دیا اور بعد کو لاکے ڈیمون کے کلیومینیزیوں اور ایک ایتھنیزی فریق نے بھی ان کو ملک بدر کر دیا، جو لوگ بقید حیات تھے ان کو نکال باہر کیا اور جو مر چکے تھے ان کی ہڈیاں قبروں سے نکال کر پھینک دی گئیں،

اس طرح ان کا مکمل اخراج عمل میں آیا۔ یہ سب کچھ ہوا لیکن اس کے بعد وہ پھر واپس آئے اور ان کی اولاد اب تک شہر میں موجود ہے۔

یہ تھے وہ اسباب جن کی بنا پر ان کے دیمونیوں نے مطالبہ کیا کہ متذکرۂ بالا افراد کو ملک سے نکال دیا جائے، وہ باور کرانا چاہتے تھے کہ یہ مطالبہ زیادہ تر دیوتاؤں کے احترام کو پیش نظر رکھ کر کیا گیا ہے لیکن ان کو معلوم تھا کہ فارقلیس ابن زانتھی پوس کا تعلق ننھیال کی طرف سے اس معتوب گروہ سے تھا جس کی جلاوطنی کو وہ ایتھنیز کے خلاف اپنے منصوبوں کی کامیابی کے لئے مفید سمجھتے تھے، ان کو یہ توقع نہیں تھی کہ واقعی فارقلیس جلاوطن کر دیا جائے گا بلکہ دراصل وہ چاہتے تھے کہ اہل ایتھنیز اس سے بدظن ہو جائیں اور جنگ کو ایک حد تک اس کی بدبختی سے منسوب کریں، کیونکہ فارقلیس جو اپنے دور کا سب سے زیادہ طاقتور آدمی اور سربرآوردہ ایتھنیزی مدبر تھا ہر معاملہ میں لاکے دیمون کی مخالفت کرتا تھا، وہ ان کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کرنا چاہتا تھا اور ہمیشہ ایتھنیزیوں کو جنگ کے لئے اکساتا تھا۔

ایتھنیزیوں نے اس مطالبہ کے دندان شکن جواب کے طور پر مطالبہ کیا کہ لاکے دیمون اپنے تیناروس کے گناہوں کا کفارہ ادا کرے، جہاں انھوں نے امان مانگنے والے ہیلوتوں کو پوسیدون کے مندر سے باہر نکال کر موت کے گھاٹ اتارا تھا اور جس کی بنا پر یا ور کیا جاتا ہے کہ اسپارٹا پر دیوتاؤں کا قہر ایک زبردست زلزلہ کی صورت میں نازل ہوا، انھوں نے یہ بھی مطالبہ کیا کہ لاکے دیمونی پئوسانیاس کی موت کا کفارہ بھی ادا کر دیں، جس کا قصہ یہ ہے کہ جب اسپارٹیوں نے لاکے دیمون کے پئوسانیاس کو سپہ سالاری کے عہدہ سے معزول کر کے ہیلیسپونٹ سے واپس بلا لیا (یہ اس کی پہلی برطرفی تھی) تو بعد تحقیقات اسے

سارے الزامات سے بری قرار دیا گیا لیکن جب اس کے بعد کوئی عہدہ دے کر ملک سے باہر نہیں بھجوایا گیا تو اس نے خود اپنی ذمہ داری پر لاکے ڈیمونیوں سے اجازت لئے بغیر ہرمیونے کا ایک جنگی جہاز حاصل کیا اور خانگی حیثیت سے ہیسپونٹ پہنچا۔ بظاہر اس سفر کا مقصد ایران کے خلاف جنگ میں حصّہ لینا تھا در اصل وہ یونان پر حکومت کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا اور اس غرض سے شاہ ایران سے سازش کرنا چاہتا تھا جس کا سلسلہ اس نے اپنی سپہ سالاری کے زمانہ میں ہی شروع کر رکھا تھا، جن حالات میں وہ شاہ ایران کو زیر بارِ احسان کرنے اور اس کے بعد سازشی کارروائیاں کرنے کے قابل ہوا، ان کی تفصیل یہ ہے کہ جب ایرانیوں کو شکست دے کر بائی زنطہ پر قبضہ کیا گیا تو شاہ ایران کے چند رشتہ دار اور لواحقین گرفتار کر لئے گئے یہ اس زمانے کا واقعہ ہے جب پئوسانیاس قبرس سے واپس ہو کر پہلی دفعہ بائی زنطہ پہنچا تھا ان اسیران جنگ کو اس نے اتحادیوں کو اطلاع دیے بغیر بادشاہ کے پاس بھجوا دیا اور مشہور یہ کر دیا کہ قیدی فرار ہو گئے، اس کام میں اس نے اریتریا کے باشندے گونگی لوس سے مدد لی جس کو اس نے بائی زنطہ اور جنگی قیدیوں کا انچارج بنایا تھا۔

پئوسانیاس نے گونگی لوس کو بادشاہ کے نام ایک خط بھی دیا تھا اس خط کے مضمون کا پتہ بعد میں چل گیا جو یہ تھا:۔

"فدوی، (اسپارٹی سپہ سالار پئوسانیاس) آپ کی خدمت کرنے کے لئے بیتاب ہے اور اسی لئے ان قیدیوں کو آپ کی خدمت میں روانہ کر رہا ہے، میری تمنّا یہ بھی ہے، بشرطیکہ اسے شرف قبولیت بخشا جائے کہ آپ کی صاحبزادی سے شادی کر لوں اور اسپارٹا اور یونان کے دوسرے حصّوں کو آپکا اطاعت گزار بناؤں، مجھے یقین ہے کہ حضور والا کا تعاون حاصل رہے تو مجھے اس مقصد میں

کامیابی ہو گی، لہذا ان میں سے کوئی تجویز پسند خاطر ہو تو کسی قابل اعتماد آدمی کو سمندر کے راستہ روانہ فرمایا جائے جسکی مدد سے ہم آیندہ اپنی مراسلت جاری رکھ سکیں"۔

خط میں صرف یہی باتیں لکھی گئی تھیں، جن کو دیکھ کر شاہ زر کزس بہت خوش ہوا اور اس نے ارتا بازو ابن فارناسس کو داسکی لیوم میں میگا بتیس کی جگہ گورنر مقرر کر کے سمندر کے راستہ روانہ کیا اور خط کا جواب اس کے حوالے کر کے ہدایت دی کہ اسے جلد از جلد بہ مقام بائی زنطہ پؤسانیاس کے حوالہ کر دیا جائے اور شناخت کے لئے شاہی مہر اسے دکھائی جائے، یہ بھی حکم دیا کہ پؤسانیاس شاہی مفادات کو آگے بڑھانے کے لئے جو بھی خواہش کرے اس کی تکمیل کمال احتیاط اور وفاداری کے ساتھ کی جائے، ارتا بازو نے وہاں پہنچنے کے بعد بادشاہ کے احکام کی تعمیل میں جوابی خط پہنچا دیا جس کا مضمون یہ تھا "مابدولت شاہ زر کزس اور خانوادۂ شاہی تمہارا ہمیشہ ممنون احسان رہے گا کہ تم نے ہمارے وابستگان کو ہلاکت سے بچا کر بائی زنطہ سے یہاں روانہ کیا جو تجویزیں تم نے اپنے خط میں پیش کی ہیں وہ مابدولت کی خوشنودی کا باعث ہوئی ہیں اور جو وعدے تم نے کئے ہیں ان کے ایفا کے لئے دن رات مسلسل اور پوری تن دہی کے ساتھ جدوجہد جاری رکھو، کیونکہ اسی میں مابدولت کا اور تمہارا بیشتر مفاد مضمر ہے، اور اس کے لئے جس قدر روپیہ اور افواج و اسلحہ کی ضرورت ہو اور جس مقام پر بھی ضرورت ہو، ارتا بازو فراہم کرے گا جو مابدولت سے غیر متزلزل عقیدت رکھتا ہے"۔

بلاطیہ کے فاتح کی حیثیت سے یونانی پہلے ہی پؤسانیاس کی بڑی عزت کرتے تھے جب شاہ ایران کا متذکرہ خط ملا تو وہ آپے سے باہر ہو گیا اس نے اپنے رہنے سہنے کے طریقے بدل دیے، ایرانی لباس پہن کر بائی زنطہ سے ایرانی اور مصری محافظ دستوں کی معیت میں روانہ ہو کر تھریس سے گذرا اور ایرانی

وضع کے کھانے کھانے لگا، غرض وہ اپنے عزائم کو چھپا نہ سکا اور چھوٹی چھوٹی باتوں میں اس کی حرکات و سکنات سے صاف پتہ چلتا تھا کہ وہ کس دن کے خواب دیکھ رہا تھا، اس نے ایسے طریقے اختیار کئے کہ لوگوں کی اس تک رسائی مشکل ہو گئی اور ہر ایک کے ساتھ اس قدر درشتی سے پیش آنے لگا کہ کسی کو اس سے ملنے کی جرات نہ ہوتی تھی، اتحادی افواج کی سرداری ایتھنیز کے قبضہ میں چلے جانے کی بڑی وجہ بھی دراصل یہی تھی۔

پئوسانیاس کی متذکرۂ بالا حرکتوں کا علم جب لاکے ڈیمونیوں کو ہوا تو انھوں نے اس کو سپہ سالاری کے عہدہ سے معطل کر کے واپس بلا لیا (یہ اسکی پہلی واپسی تھی) لیکن دوسری بار جب وہ ہرمیونے کے جہاز میں لاکے ڈیمونیوں کے احکام کے بغیر روانہ ہوا تو اس وقت بھی وہی طریقے اختیار کئے۔ ایتھنیزیوں نے بائی زنطہ کا محاصرہ کر کے اس کو نکال باہر کیا تو وہ اسپارٹا نہیں لوٹا بلکہ کولونا واقع تروآد چلا گیا اور غیر یونانیوں سے سازباز شروع کی کیوں کہ وہ وہاں کسی مبارک مقصد سے نہیں گیا تھا، ایفوروں کو اس کی اطلاع ملی تو انھوں نے اس کی طلبی کا حکم جاری کیا، جس میں لکھا تھا کہ وہ ان کے بھجوائے ہوئے قاصد کے ساتھ واپس آجائے ورنہ اسے جمہور کا دشمن سمجھا جائے گا۔ اب اس کو سخت پریشانی ہوی کہ اگر احکام کی تعمیل نہ کی جائے تو شکوک و شبہات پیدا ہو جائیں گے، ساتھ ہی یہ بھی یقین تھا کہ روپیہ کی مدد سے سارے الزامات سے برات حاصل کی جاسکے گی، اس لئے وہ دوسری دفعہ اسپارٹا واپس ہوا ایفوروں نے فوراً اس کو جیل خانہ بھجوا دیا (انھیں بادشاہ کو قید کی سزا دینے کے اختیارات حاصل تھے) لیکن اس نے بہت جلد معاملہ کو رفع دفع کرا کے رہائی حاصل کر لی، اور اعلان کیا کہ اگر کوئی عدالتی تحقیقات کراتا

چاہے تو وہ اس کے لئے آمادہ ہے۔

مشکل یہ پیش آئی کہ نہ تو پوسانیاس کے مخالفین کے پاس اور نہ اسپارٹی عوام کے پاس ایسی یقینی اور قطعی شہادتیں موجود تھیں کہ جن کی بناء پر شاہی خاندان کے ایک فرد کو سزا دی جا سکے، علاوہ برایں اس وقت وہ اپنے نابالغ چچازاد بھائی شاہ پلِسْتارخوس ابن لیونی داس کی اتالیقی کے عہدۂ جلیلہ پر فائز تھا۔ لیکن چونکہ اس نے مروجہ قوانین کی توہین کی اور غیر یونانیوں کے طور طریق کی تقلید کرنے لگا تھا اس لئے لوگوں کو شبہ ہوا کہ وہ مسلمات سے منحرف تھا، چنانچہ ان تمام واقعات پر بھی نظرِ ثانی کی گئی جیسا کہ اس نے مقررہ قاعدہ قانون اور رسم و رواج کی پابندی سے گریز کیا تھا اور لوگوں کے ذہن میں اس واقعہ کی یاد بھی تازہ ہو گئی کہ اس نے ڈیلفی کی تپائی پر جس کو اہل یونان نے ایرانیوں کی تباہی کے ثمر پیش رس کے طور پر دیوتا کی نذر کیا تھا حسب ذیل عبارت کندہ کرانے کی جسارت کی تھی:۔

ایرانیوں کی شکست کے بعد باعظمت پوسانیاس نے فیبس کے تشکرانہ کے طور پر یہ یادگار نصب کی۔

اس وقت لاکے ڈیمونیوں نے اس عبارت کو مٹوا کر اس کی جگہ ان شہروں کے نام لکھوا دیے تھے جنھوں نے غیر یونانیوں کی شکست میں مدد دینے کے بعد متذکرۂ بالا نذر چڑھائی تھی لیکن اس کے باوجود عام طور پر رائے یہی تھی کہ پوسانیاس نے ایک بھاری جرم کا ارتکاب کیا تھا، پھر جو اس نے یہ رویہ اختیار کیا تو اس کی روشنی میں تپائی کے واقعہ نے ایک نئی اہمیت حاصل کر لی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ بھی اس کی موجودہ ریشہ دوانیوں کی ایک کڑی تھی، یہ اطلاعیں بھی ملیں کہ اس نے ہیلوتوں سے سازباز شروع

کر دی تھی اور یہ حقیقت پر مبنی نہیں، کیوں کہ واقعی اس نے وعدہ کیا تھا کہ اگر ہیلوٹ بغاوت میں حصہ لیں اور اس کے سارے منصوبوں کی تکمیل میں مدد دیں تو ان کو آزادی اور شہریت کے حقوق دیے جائیں، یہ سب کچھ ہوا مگر اس کے باوجود ایفوروں نے خود ہیلوتوں کی شہادت پر بھی اعتماد نہ کر کے پُوسانیاس کے خلاف کوئی قطعی کار روائی نہیں کی، کیوں کہ روایتاً ایفور کسی اسپارٹی شہری کے بارے میں اس وقت تک کوئی قطعی کارروائی نہیں کرتے تھے جب تک اسکے جرم کے بارے میں ناقابل تردید ثبوت موجود نہ ہو۔ کہا جاتا ہے کہ بالآخر پُوسانیاس کا راز ایک آرگی لوسی نے فاش کر دیا جو کبھی اس کا چہیتا اور سب سے زیادہ قابل اعتماد ملازم تھا اور جس کو شاہ ایران کے نام آخری خط دے کر ارتاباز و کے پاس بھجوایا جا رہا تھا، چونکہ اس سے پہلے جو قاصد بھجوائے گئے تھے ان میں سے کوئی واپس نہیں آیا اس لئے اس شخص کو تشویش ہوی اور اس نے جعلی مہر تیار کر لی، تاکہ اگر اس کا قیاس غلط ثابت ہو اور پُوسانیاس مضمون میں کوئی ترمیم کرنے کے لئے خط واپس مانگے تو جعلی مہر کی وجہ سے پتہ نہ چل سکے کہ خط کھولا گیا تھا، اس کے بعد اس نے خط کھولا تو شبہ صحیح ثابت ہوا، چنانچہ آخر میں یہ ہدایت درج تھی کہ قاصد کو قتل کر دیا جائے۔

یہ خط جب ایفوروں کو دکھایا گیا تو ان کے یقین میں اضافہ تو ہوا تاہم وہ خود اپنے کانوں سے پُوسانیاس کی زبانی اقرار جرم سننا چاہتے تھے، اس غرض کے پیش نظر اس شخص نے تیئنا روس کے مامن میں پناہ گزیں ہو کر وہاں ایک کمرہ بنوایا جس کے بیچ میں پردہ کی دیوار اٹھا کر دو حصے کیے گئے اور ایک حصہ میں چند ایفوروں کو چھپا کر پُوسانیاس کو اپنے پاس طلب کیا تاکہ جو گفتگو ہو اس کو ایفور سن سکیں، پُوسانیاس وہاں آیا اور اس نے امان طلبی کی وجہ

دریافت کی تو اس شخص نے اس ہدایت کا ذکر کر کے جو خط میں اس کے بارے میں درج کی گئی تھی اسے برا بھلا کہا، اور اس کے بعد یکے بعد دیگرے سارے واقعات بیان کئے، اس نے کہا کہ شاہ ایران کے موسومہ پیامات پہنچانے میں اس نے کبھی غلطی نہیں کی جس سے پوسانیاس کو کوئی خطرہ پیدا ہوتا اس کے باوجود وہ ان خدمات کا انعام یوں دینا چاہتا تھا کہ بہتیرے دوسرے ملازموں کی طرح اسے بھی مروا ڈالے، پوسانیاس نے ان تمام الزامات کا اقبال کر کے اس سے کہا کہ غم و غصہ نہ کرے، اس نے وعدہ کیا کہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچائیگا اور منت سماجت کر کے اس امر پر راضی کرنے کی کوشش کی کہ وہ جلد از جلد روانہ ہو کر ارتا بازو کو خط پہنچا دے تا کہ اس کے منصوبوں کے راستہ میں کوئی رکاوٹ نہ پیدا ہو۔

الفوروں نے یہ ساری باتیں غور سے سنیں اور اس کے بعد وہاں سے چلے گئے۔ انہوں نے فی الفور کوئی کارروائی نہیں کی لیکن چونکہ اب ان کو یقین کامل ہو گیا تھا اس لئے پوسانیاس کو شہر میں گرفتار کرنے کی تیاری کرنے لگے۔ کہا جاتا ہے کہ راستہ پر جب الفور گرفتار کرنے کے لئے اس کی طرف بڑھ رہے تھے تو ایک الفور کے چہرہ سے پوسانیاس کو اس کے ارادوں کا پتہ چل گیا اور ایک دوسرے الفور نے از راہ ہمدردی خفیہ اشارہ کر کے اسے متنبہ بھی کر دیا جس پر وہ فوراً وہاں سے ایسا بھاگا کہ برنجی دیوی کے مندر میں پہنچنے تک دم نہ لیا مندر کا احاطہ قریب ہی تھا۔ اس لئے وہ تعاقب کرنے والوں کو پیچھے چھوڑ کر اس میں داخل ہو گیا اور موسم کی شدت سے بچنے کی غرض سے مندر سے ملحقہ کمرے میں داخل ہو کر بے حس و حرکت پڑا رہا۔ الفور جو اس کا تعاقب کر رہے تھے کچھ دیر بعد مندر میں پہنچے اور کمرہ کی چھت کھلوا کر پوسانیاس کی موجودگی کا یقین کرنیکے

بعد اس کے دروازے چنوا دیے اور نگرانی کے لئے وہیں قیام کیا، جب وہ بھوک کی شدت سے اس درجہ قریب مرگ ہو گیا کہ صرف سانس باقی تھا تو اسے مندر سے باہر لے گئے جہاں پہنچتے ہی اس کی روح پرواز کر گئی۔ لاش کو ایفورکٹیا داس میں پھینک دینا چاہتے تھے جہاں مجرموں کی لاشیں پھینکی جاتی ہیں لیکن بالآخر طے کیا گیا کہ قریب ہی کسی جگہ دفن کر دیا جائے لیکن بعد میں ڈیلفی کے دیوتا نے ہدایت دی کہ اس کی ہڈیاں مقام انتقال پر منتقل کر دی جائیں، چنانچہ پئوسانیاس کی قبر مندر کے مقدس احاطہ میں موجود ہے جیسا کہ اس کے کتبے سے ظاہر ہوتا ہے دیوتا نے یہ بھی ہدایت کی کہ اس گناہ کبیرہ کے کفارہ کے طور پر ایک کی بجائے دو بت برنجی دیوی کی نذر کئے جائیں، اس لئے پئوسانیاس کے دو برنجی مجسمے بنوا کر دیوی کے مندر میں رکھوا دیے گئے۔ یہ تھے وہ واقعات جن کی بنا پر ایتھنیزیوں نے لاکے ڈیمونیوں کو یہ ترکی بہ ترکی جواب دیا کہ پہلے وہ پئوسانیاس کی موت کا کفارہ ادا کریں، جس کی ہدایت خود دیوتا نے دی ہے۔

پئوسانیاس کی ایران پرستی سے متعلق تحقیقات کے دوران میں پتہ چلا کہ تمس طاکلیس بھی ان سازشوں میں شریک تھا اس لئے لاکے ڈیمونیوں نے ایتھنیز کو ایلچی بھجوائے اور مطالبہ کیا کہ جس طرح انھوں نے پئوسانیاس کو سزا دی ہے اسی طرح طاکلیس کو بھی کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ ایتھنیزیوں نے یہ مطالبہ منظور کر لیا لیکن طاکلیس اس زمانہ میں جلاوطن تھا اس نے سکونت کے لئے آرگوس کے علاقہ میں مکان لے رکھا تھا لیکن اکثر پلوپونیز کے دوسرے حصوں میں گھوما کرتا تھا۔ اس لئے لاکے ڈیمونیوں کے ساتھ جو تعاقب میں شریک ہونے پر آمادہ تھے، انھوں نے چند آدمیوں کو اس ہدایت کے ساتھ روانہ کیا کہ وہ جہاں بھی ملے اسے گرفتار کر لیں، لیکن طاکلیس کو اس کی اطلاع پہنچ گئی اور وہ پلوپونیز سے

بھاگ کر کورکایرا چلا گیا جہاں کے باشندے اس کے زیر بار احسان تھے، لیکن کورکایروں نے کہا کہ اگر انھوں نے پناہ دی تو ایتھنیز اور لاکے ڈیمون دونوں کی خفگی کا باعث ہوگا اس لئے اسے کورکایرا کے بالمقابل ارض براعظم پر پہنچا دیا لیکن جب تعاقب کرنے والے افسر وہاں بھی پہنچ گئے اور اس کی تلاش کرنے لگے تو وہ گھبرایا اور مجبوراً ادمیتوس شاہ مولوسیہ کے محل میں پناہ لی گو اس کے ساتھ طاکلیس کے اچھے تعلقات نہیں تھے اتفاق سے شاہ مولوسیہ اس وقت باہر گیا تھا اس لئے طاکلیس نے اس کی ملکہ سے پناہ کی درخواست کی اور اس کی ہدایت کے مطابق ننھے شہزادہ کو گود میں لے کر آتش دان کے پاس بیٹھ گیا، تھوڑی دیر بعد ادمیتوس گھر آیا تو اس نے اسے اپنا نام بتایا اور التجا کی کہ اگر ایتھنیز کے تمسطاکلیس نے اس کے کسی مطالبہ کی مخالفت کی تھی تو اس کا انتقام غریب الوطن تمسطاکلیس سے نہ لیا جائے اور فی الحقیقت وہ اس قدر تباہ حال ہوگیا تھا کہ انتقام لینا بادشاہ کے شایان شان نہیں معلوم ہوتا تھا۔ انتقام تو برابر والے سے لیا جاتا ہے، علاوہ بریں طاکلیس کی مخالفت سے آدمیتوس کے منصوبوں میں رکاوٹ پیدا ہوئی تھی، اس کی ذات کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوا تھا، اور اس وقت طاکلیس کو تعاقب کرنے والوں کے حوالہ کر دینا اسے سراسر موت کے منھ میں ڈال دینے کے مساوی تھا۔

بادشاہ نے جب یہ باتیں سنیں تو طاکلیس کو جو ننھے شہزادہ کو گود میں لئے امان طلبی کی تصویر بنا بیٹھا تھا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور تھوڑی دیر بعد جب لاکے ڈیمونی آئے تو کسی صورت میں بھی اسے ان کے حوالہ کرنے سے انکار کر کے خشکی کے راستہ پیدنا بھجوا دیا جو اسکندر کی مملکت میں واقع تھا کیوں کہ وہ شاہ ایران کے پاس جانا چاہتا تھا، وہاں پہنچتے ہی اس نے دیکھا کہ ایک

تجارتی جہاز ایونیہ کے لئے روانہ ہو رہا ہے، فوراً اس میں سوار ہو گیا تو طوفان کے تھپیڑوں سے جہاز اس ایتھنیزی بیڑے کے قریب جا پہنچا جو ناکسوس کی ناکہ بندی میں مصروف تھا، اب طاکلیس بہت پریشان ہوا (اتفاق سے جہاز پر کسی نے اس کو نہیں پہچانا) اور ناخدا کو اپنا نام اور فراری کی وجہ بتا کر خواہش کی کہ اسے بچایا جائے اور یہ دھمکی بھی دی کہ انکار کی صورت میں اس پر رشوت لے کر فراری میں مدد دینے کا الزام لگائے گا، اب ان دونوں کی خیریت اسی میں تھی کہ کسی مسافر کو جہاز سے اترنے کا موقع نہ دیا جائے، طاکلیس نے وعدہ کیا کہ اگر ناخدا اس کی مدد کرے تو معقول انعام دے گا، اس پر وہ رضامند ہو گیا، اور ایک رات اور ایک دن تک جہاز کو ایتھنیزی بیڑے سے دور ہی رکھ کر بالآخر اسے ایفی سوس پہنچا دیا۔

جب اس کے دوستوں نے ایتھنیز سے کچھ روپیہ بھجوایا اور کچھ رقم آرگوس میں اس کے خفیہ اندوختہ سے مل گئی تو طاکلیس نے ناخدا کو انعام دیکر رخصت کیا اور ساحلی علاقہ کے رہنے والے ایک ایرانی کو ہمراہ لے کر اندرون ملک روانہ ہوا، انہی دنوں ذرکزس کا بیٹا اردشیر بہمن تخت نشین ہوا تھا۔ طاکلیس نے اس کے نام ایک خط بھجوایا جس کا مضمون یہ تھا "فدوی تمسطاکلیس حضور کی خدمت میں حاضر ہے جس وقت حالات نے مجھے حضور کے والد کے حملہ کے خلاف اپنی مدافعت کرنے پر مجبور کیا تھا تو میں نے تمام دوسرے یونانیوں سے بڑھ کر حضور کی سلطنت کو نقصان پہنچایا لیکن ایرانی لشکر کی پسپائی کے وقت جب میں بالکل محفوظ تھا اور آپ کے والد کو سخت خطرات لاحق ہو گئے تھے میں نے اس نقصان سے کہیں زیادہ فائدہ پہنچایا جو میری وجہ سے ان کو پہنچا تھا، میں آپ سے اپنی اس نیکی کا صلہ چاہتا ہوں" یہاں اس نے اس پیام کا ذکر

کیا جو سلامس سے زرکزس کے نام بھجوایا گیا تھا اور جس میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہ واپس چلا جائے اور جب ایرانی لشکر پلٹا تو راستہ کا کوئی پل ٹوٹا ہوا نہیں تھا جس کو طاکلیس نے غلط طور پر اپنا کارنامہ بتایا۔" اس وقت میں آپ کے لئے بیش بہا خدمات انجام دے سکتا ہوں، اور اسی غرض سے یہاں حاضر ہوا ہوں، آپ کی طرفداری کی وجہ سے یونانی میرا تعاقب کر رہے ہیں ازراہ کرم مجھے ایک سال کی مہلت عطا فرمائی جائے جس کے بعد اپنی آمد کے مقاصد بالمشافہ عرض کروں گا۔"

کہا جاتا ہے کہ شہنشاہ نے یہ درخواست منظور کرلی، جس کے بعد اس نے فارسی زبان اور ایران کے رسم و رواج سے واقفیت حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی، اس طرح جب ایک سال گذر گیا تو دربار میں باریاب ہوکر ایسا بلند مقام اور مرتبہ حاصل کیا جو کسی یونانی کو اس سے پہلے حاصل ہو سکا اور نہ اس کے بعد، اس کا سبب کچھ تو اس کے سابقہ درخشان کارنامے تھا اور کچھ یہ کہ اس نے شہنشاہ کو امید دلائی تھی کہ یونان کو اس کا محکوم بنا دے گا لیکن سب سے بڑا سبب وہ غیر معمولی ذہانت اور استعداد تھی جس کا ثبوت اس کی ہر حرکت سے ملتا تھا، کیونکہ واقعی وہ عدیم المثال ذہانت اور ذکاوت کا مالک تھا اور اس بارے میں اس کی جتنی تعریف و توصیف کی جائے کم ہے، تعلیم و تربیت کی مدد کے بغیر اس کی فطری بصیرت ایسی حیرت انگیز تھی کہ نازک سے نازک ناگہانی حالات میں بھی جب کہ غور و فکر کا موقع نہیں ملتا وہ درست حل دریافت کرلیتا تھا اور آئندہ کے بارے میں اس کی پیش قیاسی ہمیشہ صحیح اور دور رس ہوتی تھی جو امور اس کے تجربہ میں آئے ان کے بارے میں فاضلانہ نظریاتی توضیح و تشریح کرتا تھا اور جن مسایل کا تجربہ اسے نہیں تھا

ان کے متعلق بھی صحیح رائے پر پہنچ جاتا تھا، علاوہ برایں آیندہ کے نفع ونقصان کے بارے میں حیرت انگیز طور پر صحیح پیشین گوئی کر سکتا تھا، بہرحال چاہے ہم اس کی فطری صلاحیتوں کی وسعت پر غور کریں یا اس کے اعمال کی کمزوریوں پر، بہر صورت تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ ایک غیر معمولی شخصیت کا مالک تھا اور جہاں تک ناگہانی حالات سے نپٹنے کے فطری جوہر کا تعلق ہے کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا، وہ دراصل بیمار ہو کر مرا۔ لیکن مشہور یہ ہو گیا کہ شہنشاہ ایران سے جو وعدہ اس نے کیا تھا اس کو پورا کرنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو زہر پی کر خودکشی کر لی۔

حقیقت کچھ ہی ہو ایشیائی مگنیشیہ کے چوک میں اس کی یادگار موجود ہے، وہ اس ضلع کا گورنر تھا، اور شہنشاہ نے تین شہروں کی آمدنی اس کے ذاتی اخراجات کے لئے مقرر کر دی تھی، مگنیشیہ (سالانہ پچاس تالنت) کی آمدنی روٹی کے لئے، لمپاس کوس کا زرخیز ترین علاقہ شراب کے لئے اور رمی اوس کی آمدنی دوسری ضروریات کے لئے مختص تھی، کہا جاتا ہے کہ وصیت کے مطابق رشتہ داروں نے اس کی ہڈیاں ایتھنز لے جا کر دفن کیں، یہ ایتھنزیوں کی اطلاع کے بغیر کیا گیا ہوگا۔ اس لیے کہ قانوناً کسی جلاوطن غدار کو ایتھنز میں دفن نہیں کیا جا سکتا۔ یہ تھے حالات لاکے دیموتی پؤسانیاس اور ایتھنزی تمسطاکلیس کے جنھیں اپنے زمانے میں یونان میں سب سے زیادہ شہرت حاصل تھی۔

اب پھر ہم لاکے دیمون کے حالات کا تذکرہ کرتے ہیں، دیوتاؤں کے معتوب افراد کے اخراج سے متعلق ان کی پہلی سفارت کے اشتعال انگیز مطالبات اور ایتھنز کے جواب کا حال تو بیان کیا جا چکا ہے اس کے بعد ایک اور سفارت بھجوائی گئی جس نے تحکمانہ انداز میں مطالبہ کیا کہ ایتھنز

پوتی دیہ کا محاصرہ اٹھالے اور آئی گینا کی آزادی کا احترام کرے، سب سے اہم مطالبہ صاف اور صریح الفاظ میں یہ کیا گیا کہ ایتھنیزی بندرگاہوں اور تجارتی منڈیوں سے میگاریوں کے اخراج کے احکام منسوخ کر دیے جائیں ورنہ جنگ لازمی ہو جائیگی، لیکن ایتھنیزی نہ تو میگارا سے متعلقہ احکام کو منسوخ کرنا چاہتے تھے اور نہ ان کے دوسرے مطالبات ماننے پر آمادہ تھے، ایتھنیزیوں نے اہل میگارا پر یہ الزام لگایا کہ انھوں نے دیوتاؤں کے وقف کی مقدس زمین اور سرحد کے غیر محصورہ علاقوں کو ناجائز طور پر اپنی کاشت کے رقبہ میں شریک کر لیا ہے اور ایتھنیز کے مفرور غلاموں کو اپنے پاس پناہ دے رہے تھے۔ بالآخر تین سفرا رامفیاس، میلے سپوس اور آگے ساندر لاکے دیمون کا آخری پیام لے آئے، انھوں نے کسی سابقہ مسئلہ کا ذکر نہیں کیا بلکہ صرف اس قدر کہا "لاکے دیمون کی خواہش ہے کہ امن برقرار رہے اور اگر یونانی مملکتوں پر سے آپ (ایتھنیزی) اپنا تسلط اٹھالیں تو امن کی برقراری میں کوئی امر مانع نظر نہیں آتا۔" ایتھنیزیوں نے یہ سن کر اپنی مجلس عوام کا اجلاس طلب کیا تاکہ اس مسئلہ پر غور و خوض کیا جائے۔ اجلاس میں کئی افراد نے تقریریں کیں، بعضوں نے جنگ کی تائید کی تو بعضوں نے اصرار کیا کہ میگارا سے متعلقہ احکام کو صلح و آشتی کے راستہ میں حایل ہونے دینا بڑی نادانی ہوگی، اس لئے ان کو منسوخ کر دینا چاہیئے، اس موقع پر فارقلیس ابن زانتھی پوس نے بھی تقریر کی جو ایتھنیز کا سب سے زیادہ سربرآوردہ اور ممتاز شہری تھا، اور میدان تدبر و میدان عمل دونوں کا بے مثل شہسوار تھا اس نے کہا:-

ایتھنیزیو! ایک اصول جس کی میں بہرصورت تائید کروں گا یہ ہے کہ پلوپونیزیوں کے ساتھ کسی قسم کی رعایت نہ کی جائے۔ میں جانتا ہوں کہ لوگ جنگ کا قصد جس جوش و خروش سے کرتے ہیں عمل کا وقت آئے تو اُسکی شدت

ہمیشہ باقی نہیں رہتی بلکہ ان کی قوت ارادی حالات کے تغیر سے متاثر ہوجاتی ہے اس کے باوجود میں بالکل وہی مشورہ دوں گا جو اس سے پہلے دے چکا ہوں، اور جو لوگ میری رائے پر چلنا چاہتے ہیں ان کو چاہیئے کہ یا تو ہماری قومی قرارداد کی بہرحال حمایت کرنے کا تہیہ کرلیں، چاہے ان کی وجہ سے بعد میں رکاوٹیں اور مشکلات ہی کیوں نہ پیش آئیں، یا پھر یہ طے کرلیں کہ کامیابی کی صورت میں وہ اپنی دانشمندی کی داد نہیں چاہیں گے، کیونکہ بعض دفعہ انسان کے منصوبوں کی طرح حالات میں کچھ اس طرح پلٹا کھاتے ہیں کہ ان کی اصولی توجیہ ممکن نہیں ہوتی یہی وجہ ہے کہ جب واقعات ہماری توقعات کو پورا نہیں کرتے تو بسا اوقات ہم اسے اپنی شومئ قسمت پر محول کرتے ہیں، یہ امر پہلے ہی واضح ہوچکا تھا کہ لاکے ڈیمون ہمارے خلاف جارحانہ عزائم رکھتا ہے لیکن اس حقیقت پر سے آخری پردہ بھی اٹھ چکا ہے، از روئے معاہدہ فریقین کی جانب سے باہمی نزاعات عدالتی تصفیہ کے لئے پیش ہونی چاہئیں اور ان کا فیصلہ ہونے تک ہر ایک فریق کی مقبوضات اسی کے پاس رہنی چاہئیں، لیکن نہ تو لاکے ڈیمونیوں نے اس وقت تک ہمیں کوئی ایسی پیش کش کی اور نہ اس بارے میں ہماری پیش کش پر توجہ کی، اس کے برخلاف وہ شکایات کو گفت وشنید کے ذریعہ نہیں بلکہ لڑائی کرکے طے کرنا چاہتے ہیں، اور بالآخر دوستانہ شکوہ وشکایات کو چھوڑ کر تحکم آمیز لہجہ اختیار کر رہے ہیں، ان کا مطالبہ ہے کہ ہم پوتی دیہ کا محاصرہ اٹھالیں، آئی گینا کو آزادی دے دیں، میگارا سے متعلقہ احکام کو منسوخ کردیں اور آخر میں جنگ کی دھمکی دے کر ہم سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ ہم اپنی ساری یونانی مقبوضات سے دست بردار ہوجائیں، میگارا کا مسئلہ ان کے مطالبات میں سب سے آگے رکھا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ اگر اس سے متعلقہ احکام منسوخ کردیے جائیں

تو ہمیں جنگ سے نجات مل سکے گی، لیکن مجھے توقع ہے کہ اگر ہم اس مطالبہ کو ماننے سے انکار کردیں تو آپ میں سے کوئی بھی یہ نہیں سمجھے گا کہ ہم معمولی سی بات پر جنگ شروع کر رہے ہیں، یا آپ میں سے کسی کا ضمیر یہ کہہ کر ملامت نہیں کرے گا کہ ایک حقیر سی بات پر جنگ چھیڑ دی گئی، کیوں کہ در اصل یہ کوئی معمولی بات نہیں بلکہ آپ کے عزم و استقلال کی کڑی آزمایش ہے، اگر آپ نے ہار مان لی تو یہ سمجھا جائے گا کہ آپ پہلے ہی مرحلہ میں خائف ہو گئے اور اس کے بعد فوراً ہی کوئی اہم تر مطالبہ پیش کیا جائے گا لیکن اگر آپ نے جرات اور استقلال سے کام لیکر انکاری جواب دیا تو ان پر واضح ہو جائے گا کہ ہمارے ساتھ بڑی حد تک برابری کا برتاؤ کرنا ہوگا اس لئے فوراً تصفیہ کرلیجئے کہ یا تو آپ کوئی نقصان پہنچنے سے پہلے ہار مان لیں گے یا جنگ کریں گے اور جہاں تک میری رائے کا تعلق ہے ہمیں جنگ ہی کرنی چاہئے اور ایک مرتبہ تہیہ کرلینے کے بعد یہ نہیں سوچنا چاہیئے کہ اسکے ظاہری اسباب اہم ہیں یا غیر اہم، ہمیں پکا ارادہ کرلینا چاہیئے کہ نہ تو لاکے ڈیمون کے ساتھ کوئی رعایت کی جائے گی اور نہ مقبوضات سے ہمارے تعلق کو ان کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا جائے گا کہ جب چاہیں وہ ہمیں بے دخل کردیں، کیونکہ مساوی حیثیت رکھنے والی طاقت عدالتی چارہ جوی کی کوشش کرنے سے پہلے ہمسایہ مملکت کو اپنے مطالبات چاہے وہ اہم ہوں یا نہ ہوں ماننے پر مجبور کر دے تو اس کے معنے غلامی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتے۔

جہاں تک فریقین کے وسایل جنگ کا تعلق ہے اگر آپ ساری تفصیلات کا جائزہ لیں تو ایتھنیز کی حیثیت کو کچھ کم تر نہیں پائیں گے۔ پلوپونیزی اپنی زمینوں پر خود کاشت کرتے ہیں، نہ ان کی سرکار کے پاس روپیہ ہے اور نہ عام شہریوں کے پاس، طویل سمندری لڑائیوں کا تجربہ بھی ان کو نہیں ہے اس لئے کہ روپیہ کی

قلت کی بنا پر ایک دوسرے کے خلاف فوجی کارروائی کرنے کے ان کے وسایل محدود ہو گئے ہیں، اس قسم کی مملکتوں میں اکثر بحری بیڑا تیار کرنے یا فوجوں کو باہر بھجوانے کی اہلیت نہیں رہتی کیونکہ ان کے شہری نہ تو گھر بار چھوڑ کر باہر جا سکتے ہیں اور نہ اپنا ذاتی روپیہ خرچ کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں، اس کے علاوہ انکو سمندر پر اقتدار حاصل نہیں ہے، یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ جنگ کے لئے زیادہ تر سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے، زبردستی محاصل عاید کر کے جنگ کا خرچ نہیں چلایا جا سکتا، کسانوں کا طبقہ ہمیشہ نقد روپیہ کی بجائے شخصی خدمات ادا کرنا پسند کرتا ہے، ان کو یقین رہتا ہے کہ اول الذکر خطرات سے بچ نکلیں گے، لیکن ثانی الذکر کے جنگ کے اختتام سے پہلے ختم ہو جانے کا اندیشہ لگا رہتا ہے خاصکر جب جنگ طویل عرصہ تک جاری رہے جو موجودہ صورت میں زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے، صرف ایک لڑائی ہو تو ممکن ہے، پلوپونیزی اور ان کے حلیف بقیہ سارے یونان کی مقاومت کر سکیں، لیکن ان میں یہ اہلیت نہیں ہے کہ اپنے سے مختلف نوعیت رکھنے والی طاقت سے جنگ کر سکیں، کیوں کہ انکے پاس ایک ایوانی کونسل نہیں ہے جس کے بغیر تیزی اور پوری طاقت کے ساتھ اقدامات نہیں کیئے جا سکتے۔ اس کی جگہ انھوں نے متفقہ مملکتی کونسل قایم کر رکھی ہے جو مختلف نسل کے شہریوں پر مشتمل ہے اور جس میں ہر ایک مملکت کو رائے دہی کا مساوی حق حاصل ہے وہاں ہر مملکت اپنے مقاصد کے حصول پر زور دیتی ہے جس کی وجہ سے عام طور پر کوئی عملی اقدام نہیں کیا جا سکتا۔ بعض مملکتوں کا واحد مطمح نظر یہ ہوتا ہے کہ کسی خاص دشمن سے انتقام لیا جائے، اور بعض صرف اس کوشش میں رہتی ہیں کہ انھیں کسی عنوان نقد چندہ ادا نہ کرنا پڑے، اس مجلس کا اجلاس طلب کرنے پر بھی بڑی دیر لگتی ہے اور اراکین پبلک مسایل پر کم سے کم توجہ دیتے

اور خود اپنے انفرادی مقاصد کو آگے بڑھانے پر زیادہ سے زیادہ وقت صرف کرتے ہیں، لطف یہ ہے کہ ہر رکن یہی سمجھتا ہے کہ اس کے توجہ نہ کرنے سے مشترکہ مفاد کو نقصان نہیں پہنچے گا کیوں کہ دوسرے اس کے لئے ضروری چارہ جوئی اختیار کریں گے اور چونکہ ہر شخص اپنی جگہ یہی سوچتا ہے اس لئے مشترکہ مفادات غیر محسوس طور پر پس پشت جا پڑتے ہیں۔

لیکن سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ روپیہ کی کمی کی وجہ سے انکوڑی دقتیں پیش آئیں گی، روپیہ اکٹھا کرنے میں بڑی دیر لگے گی لیکن جنگ کے مصالح اور مواقع کسی کا راستہ تھوڑا ہی دیکھتے ہیں! اور پھر ہمیں نہ یہ پریشانی ہونی چاہیئے کہ ممکن ہے وہ اٹیکا میں اپنے مضبوط مورچے قایم کریں اور نہ ان کے بحری بیڑے سے خائف ہونا چاہیئے، چاہے وہ کسی طرز کے مورچے قایم کرلیں، ہماری سرزمین میں کوئی شہر تو نہیں تعمیر کر سکیں گے، یہ امن کے زمانے میں بھی ممکن نہیں ہے تو فریق مقابل کے علاقہ میں تو اس کا امکان قطعاً نہیں رہتا کیونکہ جتنے مضبوط ان کے مورچے ہوں گے ان کے مقابلہ میں اتنے ہی مضبوط ایتھنیز کے مورچے بھی ہوں گے البتہ وہ کوئی مورچہ بنا کر وہاں سے اچانک دھاوے کر سکتے ہیں اور اس سے غداروں کو بھی ایک حد تک جائے پناہ مل سکتی ہے، جس سے ہمارے ملک کو کچھ نقصان پہنچ سکتا ہے لیکن یہ مورچہ ہمیں سمندری راستہ سے ان کے علاقوں پر یورش کرنے اور وہاں مورچے قایم کرکے انتقامی کارروائیاں کرنے سے نہیں روک سکتا۔ کیونکہ ہمیں اپنی بحری مہارت سے جس قدر مدد خشکی کے علاقوں میں فوجی کارروائیاں کرنے میں ملے گی، اتنی مدد ان کی فوجی مہارت بحری جنگ میں نہیں دے سکے گی، اور جہاز رانی کی مہارت حاصل کرنا ان کے لئے آسان نہیں ہوگا۔ آپ لوگوں نے اس فن کی مشق ایرانیوں کے حملہ کے ساتھ شروع کی تھی لیکن اب تک کمال

حاصل نہیں کرسکے تو کیا یہ ممکن ہے کہ ایک زرعی اور غیر ساحلی علاقہ کے باشندے بحری مہارت حاصل کرسکیں گے جب کہ ایتھنیز کے زبردست طلایہ گرد دستہ کی موجودگی کی وجہ سے ان کو مشق کرنے کے مواقع بھی نہیں مل سکیں گے، ممکن ہے تعداد کی کثرت کی بنا پر وہ ایک چھوٹے سے دستہ سے مقابلہ کرنے کی جسارت کرلیں لیکن بڑے دستہ کا مقابلہ ہو تو نقل و حرکت بھی نہیں کرسکیں گے، مشق و مہارت نہ ہونے کی وجہ سے ان میں پھرتی باقی نہیں رہے گی، اور بالآخر ہمت ہار جائیں گے۔

اگر وہ اولمپیا اور ڈیلفی کے خزانوں پر دست اندازی کریں اور زیادہ تنخواہ کا لالچ دے کر ہمارے بیڑے کے غیر ملکی ملاحوں کو ورغلائیں تو بھی ہمارے لئے شدید خطرہ اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے جب ان کے چلے جانے سے ہم اپنے شہریوں اور ایتھنیز میں مقیم غیر ملکیوں کی مدد سے دشمن کا مقابلہ نہ کرسکیں لیکن دراصل اس معاملہ میں ہمارا پلہ ہمیشہ بھاری رہے گا، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ خود ہمارے شہروں میں اعلیٰ قسم کے ناخدا اور ملاح اتنی بڑی تعداد میں موجود ہیں کہ بقیہ یونان کے سارے علاقوں میں بھی نہیں پائے جاتے اور ہمارے بیڑے کا کوئی غیر ملکی ملاح چند روزہ بڑی تنخواہ کے لئے ان کی خدمت قبول کر کے اور ان کے ناپسندیدہ مقاصد کو کامیاب بنانے میں معاون ہو کر قانوں کی حمایت سے محروم ہو جانے پر راضی نہیں ہوگا۔

میں سمجھتا ہوں کہ جو تفصیلات میں نے ابھی بیان کی ہیں ان سے پلوپونیزیوں کے موقف کا بڑی حد تک ٹھیک ٹھیک پتہ چل جاتا ہے، ایتھنیز کی صورت حال اس سے مختلف ہے اور اس کو وہ مشکلات اور اندیشے نہیں ہیں جن کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے، اس کے برخلاف ہمیں بعض خاص امور میں برتری حاصل ہے جس سے پلوپونیزی محروم ہیں، اگر وہ ہمارے ملک پر خشکی کے راستہ سے حملہ کریں

تو ہم اپنے بحری بیڑے کی مدد سے ان پر یورش کریں گے اور اس وقت پتہ چلے گا کہ سارا اٹیکا برباد ہو جائے تو بھی وہ صورت حال نہیں پیدا ہو گی جو پلوپونیز کے کسی ایک حصّہ کی تباہی سے پیدا ہو سکتی ہے، کیونکہ ان کے لئے سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہیں ہوگا کہ لڑ کر اپنا علاقہ واپس لے لیں لیکن ہمارے لئے جزائر اور ارض براعظم پر کئی علاقے موجود ہیں، سمندر پر تسلط واقعی بہت بڑی بات ہے، ذرا سوچئے تو کہ اگر ہمارا ملک ایک جزیرہ ہوتا تو دشمن کے لئے حملہ کرنا کس قدر دشوار ہو جاتا۔ تو یہ ہے ہمارا موقف اور ہمیں آیندہ ممکن حد تک انہی امور کو پیش نظر رکھنا چاہیئے، زمینوں اور گھر بار کا خیال ترک کر کے ہمیں سمندر کی نگرانی اور اپنے شہر کی حفاظت پوری احتیاط کے ساتھ کرنی چاہیئے، چاہے کیسی ہی صبر آزما صورت حال کیوں نہ پیدا ہو جائے ہمیں مشتعل ہو کر پلوپونیزیوں کی کثیر افواج کا مقابلہ نہیں کرنا چاہیئے، کیونکہ اس میں اگر ایک مرتبہ کامیابی ہو بھی جائے تو اسکے بعد پھر وہی مرحلہ دوبارہ پیش آئے گا یعنے ان کی کثیر فوجوں سے اور لڑائیاں لڑنی ہوں گی اور اگر ناکامی ہوی تو اتحادی جو ہمارے پشت پناہ ہیں ساتھ چھوڑ دیں گے کیونکہ جس روز ہم اس قابل نہیں رہیں گے کہ ان کے خلاف کوئی اقدام کر سکیں وہ ایک لمحہ کے لئے بھی خاموش نہیں بیٹھیں گے، ہمیں اپنی زمین اور گھر بار کی نہیں بلکہ افراد قوم کی جانیں بچانے کی فکر کرنی چاہیئے، کیوں کہ املاک واسباب انسان پیدا کرتے ہیں جب شہری ہی نہیں رہیں گے تو املاک واسباب کا سوال کہاں پیدا ہوتا ہے! بلکہ اگر آپ میری بات مانیں تو میں تو کہوں گا کہ وقت آنے پر آپ خود اپنے ہاتھوں سے اپنی جایداد کو تباہ و تاراج کر کے پلوپونیزیوں کو بتا دیں کہ اس بنا پر کسی صورت میں ہم ان کی اطاعت قبول نہیں کر سکتے۔

اور کئی اسباب ایسے موجود ہیں جن کی بنا پر ہم مفید نتائج کی توقع کرسکتے ہیں، بشرطیکہ آپ یہ تہیہ کرلیں کہ دوران جنگ میں مزید علاقوں کو فتح کرنے کا خیال نہیں کیا جائے گا۔ اور آپ خواہ مخواہ اپنے لئے دوسرے خطرات نہیں مول لینگے، سچ تو یہ ہے کہ میں دشمن کی چالوں سے زیادہ اس سے خائف ہوں کہ خود ہمارے غلط اقدامات سے نقصان نہ پہنچے لیکن اس بارے میں وقت آنے پر میں ایک اور تقریر کروں گا، اس وقت ان ایلچیوں کو صرف یہ کہہ کر رخصت کردیجئے کہ ہم میگارا کو اپنی تجارتی منڈیوں اور بندرگاہوں میں داخلہ کی اجازت دینگے بشرطے کہ پلوپونیزی اجنبیوں سے متعلقہ اپنے قوانین کو ہمارے اور ہمارے اتحادیوں کے حق میں منسوخ کردیں، کیونکہ از روئے معاہدہ اس قسم کے امتناعات نہ ہم پر عاید کئے جاسکتے ہیں اور نہ ہمارے حلیفوں پر، ہم اپنی حلیف مملکتوں کو اسی صورت میں آزادی دیں گے جب کہ ہم انھیں معاہدہ کی تکمیل کے وقت آزاد پائیں اور بشرطیکہ لاکے ڈیمونی اپنے شہروں کو ایسی آزادی دیدیں کہ وہ کسی طرح ان کے مفادات کے تابع نہ رہیں، بلکہ ہر شہر جداگانہ طور پر جس طرح کی آزادی چاہے ویسی ہی آزادی اسے دی جائے، معاہدات کی روسے جس قسم کی طمانیت دینے کی ضرورت ہے وہ ہم دیں گے، ہم اپنی طرف سے حملہ کا آغاز نہیں کریں گے بلکہ ہم پر حملہ کیا جائے تو مدافعت کریں گے، یہ جواب مناسب بھی ہوگا اور ایتھنیز کے شایان شان بھی، یہ بات اچھی طرح سے سمجھ لیجئے کہ جنگ ہونا لازمی ہے اور جس قدر جلد ہم اس پر تیار ہوجائیں گے دشمن کا جوش وخروش اسی قدر کم ہوجائے گا، بڑے سے بڑے خطرات کے مقابلہ ہی سے افراد اور اقوام کو بڑی سے بڑی شہرت اور عظمت حاصل ہوتی ہے، کیا ہمارے اجداد نے جن کے وسایل اور ہمارے وسایل میں زمین آسمان کا

فرق تھا، ایرانیوں کی مقاومت نہیں کی، اور جو وسایل ان کے پاس تھے ان سے محروم ہو جانے کے بعد بھی اپنی جد و جہد جاری نہیں رکھی، اور تقدیر سے زیادہ تدبیر، اسباب جنگ سے زیادہ ہمت اور حوصلہ پر بھروسہ کر کے انھوں نے غیر یونانیوں کے سیلاب کا منہ پھیر کر اپنے ملک کو ترقی کی موجودہ معراج پر نہیں پہنچایا؟ ہمیں چاہیئے کہ اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلیں اور دشمن کا بہرصورت اور بہرحال مقابلہ کر کے اس سلطنت کو جو اسلاف کی امانت ہے اپنے اخلاف کے لئے ہر طرح اور بلا کم و کاست محفوظ رکھیں۔"

یہ تھے الفاظ قارقلیس کے، ایتھنیزیوں نے اس کے معقول مشورہ کے مطابق ووٹ دیا اور لاکے دیمونیوں کو اس کی سفارشوں کے مطابق خاص مسایل اور عام امور دونوں کے بارے میں جوابات دیے، انھوں نے کہا کہ لاکے دیمونیوں کے من مانے مطالبات ہرگز قبول نہیں کیے جائیں گے، لیکن معاہدۂ مصالحت میں تصریح شدہ طریقوں کے مطابق قانونی چارہ جوئی کے ذریعہ شکایات کے منصفانہ اور غیر جانب دارانہ فیصلے پر آمادگی ظاہر کی، اس کے بعد ایلچی اپنے وطن چلے گئے اور پھر واپس نہیں آئے۔

جنگ کے آغاز سے پہلے فریقین کے مابین متذکرۂ بالا اختلافات اور نزاعات تھے جو اپیدامنوس اور کورکائرا کی لڑائیوں کے فوراً بعد پیدا ہوئے تھے، اس کے باوجود باہمی تعلقات برقرار رہے اور مراسلت جاری رہی، یہ مراسلت ایلچیوں کے توسط کے بغیر ہوتی رہی، لیکن ماحول شک و شبہ سے خالی نہیں تھا کیونکہ ایسے واقعات برابر پیش آرہے تھے جن سے معاہدہ کی خلاف ورزی ہورہی تھی اور جنگ کے اسباب پیدا ہو رہے تھے۔

———(۵)———

دوسرا حصّہ

چھٹا باب

جنگ پلوپونیز کا آغاز، اٹیکا پر پہلا حملہ

فارقلیس کی تقریر تعزیت

ایتھنیزیوں اور پلوپونیزیوں اور جانبین کے اتحادیوں کے مابین جنگ اب فی الواقع شروع ہو گئی، اور قاصدوں کے ذریعہ پیامات کے علاوہ ساری مراسلت اور گفت و شنید کا سلسلہ بند ہو گیا، اور مخاصمانہ کارروائیاں مسلسل ہونے لگیں، واقعات جس ترتیب سے پیش آئے اس کے اظہار کے لئے اس تاریخ میں موسم گرما اور موسم سرما کا حوالہ دیا گیا ہے۔

یوبیہ کی فتح کے بعد جو تیس ۳۰ سالہ معاہدۂ صلح ہوا تھا وہ چودہ ۱۴ سال تک قائم رہا۔ اس کے پندرھویں سال یعنے آرگوس میں کرائسنز کی پروتہائی کے اڑتالیسویں برس جب کہ اسپارٹا میں اُنے سیاس ایفوری کی خدمت پر مامور تھا ایتھنز میں فیثو دورس کی آرخنی کے اختتام کو دو سال باقی تھے اور پوتی دیہ کی لڑائی ختم ہوئے چھ ماہ بیت چکے تھے اوایل موسم بہار میں ایک تھبنزی فوج جس کی تعداد تین سو سے

کچھ زیادہ تھی اپنے بیوتارخوں، فیشانگلوس ابن فائلیا دیس اور دیم پوروس ابن اونے توس کی سرکردگی میں رات کے پہلے پہر بیوتی شہر پلاتیہ میں داخل ہوگئی جو ایتھنیز کا حلیف تھا، ان کے داخلہ کے لیۓ شہر کا پھاٹک پلاتیہ کے ایک باشندے ناکلائیدلیس نے کھول دیا، جس کے فریق نے حملہ آوروں کو دعوت دے کر بلایا تھا کہ فریق مخالف کے شہریوں کو موت کے گھاٹ اتارا جائے، شہر پر تھبنز کا قبضہ کرادیا جائے اور اس طرح اپنی طاقت میں اضافہ کیا جائے، یہ سازش یوری ماخوس ابن لیون تیادلیس کی مدد سے کی گئی تھی جو تھبنز کا ایک نہایت ذی اثر شہری تھا پلاتیہ ہر معاملہ میں تھبنز کی مخالفت کرتا تھا اور اب جو جنگ کے جلد چھڑ جانے کے قوی امکانات پیدا ہو گئے تو ثانی الذکر آغاز جنگ سے قبل زمانہ امن ہی میں اپنے دیرینہ دشمن کو اچانک دبوچنا چاہتا تھا، شہر والوں کو پتہ بھی نہیں چلا اور فوجیں اندر داخل ہو گئیں، کیونکہ شہر کی حفاظت کے لئے کوئی فوجی دستہ مقرر نہیں کیا گیا تھا، جب سپاہیوں نے چوک میں پہنچ کر اپنے ہتھیار ایک جگہ رکھدیے تو حملہ آوروں کو بلانے والے فریق نے خواہش کی کہ مخالف جماعت کے اراکین کے گھروں پر فوراً دھاوا کر کے ان کو قتل کردیا جائے، تھبنز والوں نے اس سے انکار کر کے ایک صلح جویانہ اعلان کرنے اور بہ شرط امکان اہل شہر سے سمجھوتہ کر لینے کا فیصلہ کیا، اوران کے نقیب نے یہ اعلان کیا کہ جو لوگ تھبنز والوں کے اتحاد میں اپنی سابق جگہ حاصل کرنا چاہتے ہوں وہ چوک میں اپنے ہتھیار لاکر رکھدیں، وہ سمجھتے تھے کہ اس اعلان کے بعد اہل شہر فوراً ان کے ساتھ ہو جائینگے۔

اہل پلاتیہ کو جب فوج کی موجودگی اور شہر پر اچانک قبضہ کا علم ہوا تو سراسیمہ ہوگئے اور رات کے اندھیرے میں یہ سمجھ لیا کہ حملہ آور بڑی تعداد میں آئے ہیں جو واقعہ نہیں تھا، اس خیال کے تحت اہل شہر نے ان کی شرطیں منظور کر لیں،

اور کوئی نقل و حرکت نہیں کی خاص کر اس لئے کہ تھبنزی سپاہیوں نے کسی کے ساتھ بھی تشدد کا برتاؤ نہیں کیا لیکن گفت و شنید کے دوران میں پتہ چل گیا کہ شہر میں داخل ہونے والے حملہ آوروں کی تعداد بہت کم ہے تو شہریوں نے حملہ کر کے ان کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کرنے کا فیصلہ کیا، کیونکہ پلاتیہ والوں کی بہت بڑی اکثریت ایتھینز کے خلاف بغاوت کرنے کے خلاف تھی، انھوں نے تہیہ کر لیا کہ بہرصورت حملہ آوروں کو مغلوب کرنے کی کوشش کی جائے گی اور اپنے مکانات کے درمیان کی دیواریں توڑ کر ایک دوسرے سے جا ملے، انھوں نے راستوں پر نقل و حرکت نہیں کی تاکہ کوئی دیکھ نہ پائے، اس کے بعد راستوں میں گاڑیاں (جن میں جانور جتے ہوئے نہیں تھے) کھڑی کر دیں تاکہ ان سے مورچوں کا کام لیا جا سکے، اور دوسرے مناسب انتظامات کئے۔ غرض جو کچھ تیاری ہو سکتی تھی انھوں نے جلد از جلد کی اور مناسب موقع پر گھروں سے نکل کر دشمن پر دھاوا کر دیا، ابھی کچھ رات باقی تھی اور اگرچہ سویرا ہونے میں زیادہ دیر نہیں رہ گئی تھی، انھوں نے سوچا کہ دن کے وقت حملہ کیا جائے تو سپاہی پوری جرأت سے مقابلہ کریں گے اور کوئی چیز انکے راستہ میں رکاوٹ نہیں بنے گی، برخلاف اس کے رات کی تاریکی میں تھبنزی بدحواس ہو جائیں گے اور شہر کے محلوں اور راستوں سے ناواقفیت کی وجہ سے بھی شہریوں کا مقابلہ کرنے میں ان کو بڑی دقتیں پیش آئیں گی، اس لئے انھوں نے فوراً یورش کی اور دفعتاً دشمن پر ٹوٹ پڑے،

تھبنزیوں نے شہریوں کے حملہ کو روکنے کے لئے فوراً صف بندی کر لی اور دو یا تین دفعہ انھیں پسپا بھی کر دیا لیکن شہریوں نے پھر حملے کئے۔ مرد غیظ و غضب کے عالم میں چیختے چلاتے وار کر رہے تھے، عورتیں اور غلام گھروں کے اندر سے سپاہیوں پر اینٹ اور پتھر پھینک رہے تھے اور شور مچا رہے تھے اس کے علاوہ

رات بھر سخت بارش بھی ہوی تھی اس لئے تھیبزی ہمت ہار کر بھاگے، بہتوں کو راستوں سے واقفیت نہیں تھی، اس کے علاوہ ہر طرف دلدل ہوگئی تھی اور ہلالی ماہ کا چوتھا ہفتہ ہونے کی وجہ سے تاریکی پھیلی ہوی تھی، تعاقب کرنے والے شہر کے گلی کوچوں سے واقف تھے اس لئے بچ کر نکلنا بھی ممکن نہیں تھا، ان تمام مشکلات کی وجہ سے اکثر تھیبزی سپاہی ہلاک ہوگئے۔ شہر کا صرف ایک دروازہ کھلا تھا جسکے ذریعہ وہ داخل ہوئے تھے لیکن پلاتیہ کے ایک شہری نے چٹخنی لگانے کے بجائے کھٹکے میں برچھی کی انی ٹھونک کر اب اسے بھی بند کر دیا تھا، شہر کے سارے حصّوں میں سپاہیوں کا تعاقب کیا گیا، بعض فصیل پر چڑھکر باہر کود گئے۔ جن میں سے اکثر جانبر نہ ہوسکے مفروروں کی ایک ٹولی ایک ویران دروازہ پر پہنچ گئی اور ایک بڑھیا سے کلہاڑی لے کر اس کو توڑا، لیکن شہریوں کو اس کا بھی جلد پتہ چل گیا اور بہت کم سپاہی فرار ہونے میں کامیاب ہوے، دوسروں کو شہر کے مختلف حصّوں میں ایک ایک کرکے قتل کر دیا گیا۔ فرار ہونے والوں کی سب سے بڑی ٹولی شہر پناہ سے متصل ایک بڑی عمارت میں داخل ہوگئی جس کا سڑک کی سمت کا دروازہ کھلا ہوا تھا انھوں نے اس کو شہر کا دروازہ سمجھا اور اُس میں سے گزر کر باہر نکل جانا چاہتے تھے، پلاٹیہ والوں نے جب دیکھا کہ دشمن اس طرح پھندے میں پھنس گئے تو سوچنے لگے کہ کیا کیا جائے؟ عمارت کو آگ لگا کر ان کو وہیں ختم کر دیا جائے یا کوئی اور طریقہ اختیار کیا جائے، یہاں تک کہ بالآخر ان سپاہیوں نے اور ان کے علاوہ شہر کے دوسرے حصّوں میں جو تھیبزی موت کے پنجے سے بچنے کے لئے سرگردان تھے، بلا شرط ہتھیار ڈال دیے اور اپنے آپ کو اہل شہر کے حوالہ کر دیا۔

شہر پلاٹیہ کے اندر جو سپاہی داخل ہوئے تھے ان کا یہ حشر ہوا۔ بقیہ تھیبزیوں کو جو بہ شرط ضرورت ان کی مدد کرنے کے لئے سویرا ہونے سے پہلے اپنی ساری افواج

لے کر شہر میں داخل ہونے والے تھے راستہ میں اس کی اطلاع ملی تو وہ زیادہ سرعت کے ساتھ آگے بڑھے، پلاتیہ تھبنز سے تقریباً آٹھ میل دور ہے اور رات میں بارش کی وجہ سے فوجوں کو آگے بڑھنے میں زیادہ وقت لگ گیا۔ ایک تو بارش نے ان کی رفتار سست کر دی، دوسرے دریا میں باڑھ آجانے سے اس کو عبور کرنے کافی وقت ہوئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو پلاتیہ پہنچنے میں بہت دیر لگ گئی، اور اس دوران میں شہر کے اندر کے اکثر تھبنزی سپاہی یا تو قتل کر دیے گئے یا گرفتار کر لیے گئے۔ جب شہر کے اندر کی واردات کا پتہ چلا تو انھوں نے پلاتیہ کے مضافات کے خلاف فوراً ایک منصوبہ مرتب کیا، یہ حملہ زمانہ امن میں اور بالکل اچانک طور پر کیا گیا تھا اس لئے کسان اپنے ساز و سامان کے ساتھ شہر سے باہر اپنے کھیتوں میں تھے اور تھبنزی چاہتے تھے کہ ان میں سے چند کو گرفتار کر کے انکے معاوضہ میں اپنے جا تبر شدہ سپاہیوں کو رہا کرالیں، یہ ان کا منصوبہ تھا لیکن چونکہ اہل پلاتیہ کو پہلے ہی اس کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا اس لئے مضافات کی آبادی کو خطرہ میں دیکھ کر انھوں نے اپنا ایلچی تھبنزیوں کے پاس بھجوایا اور شہر پر حملہ کی مذمت کر کے انھیں خبردار کیا کہ شہر کے باہر کی آبادی کے ساتھ کوئی ظلم و زیادتی نہ کی جائے ورنہ تھبنز کے جو سپاہی گرفتار ہوئے ہیں ان کو ہلاک کر دیا جائے گا۔ یہ بھی کہا کہ اگر تھبنزی افواج ان کی حدود سے باہر چلی جائیں تو قیدیوں کو ان کے دوستوں کے حوالہ کر دیا جائے گا۔ یہ بیان اہل تھبنز کا ہے جو یہ بھی کہتے ہیں کہ پلاتیہ والوں نے اس کا حلفیہ وعدہ کیا تھا۔ اس کے برخلاف اہل پلاتیہ اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ انھوں نے قیدیوں کو فوراً حوالہ کر دینے کا وعدہ کیا تھا۔ ان کا بیان ہے کہ یہ مسئلہ بعد میں گفت و شنید کے ذریعہ طے ہونے والا تھا اور جہاں تک قسم کھانے کے واقعہ کا تعلق ہے اسے قطعاً جھوٹ بتاتے ہیں

چاہے حقیقت کچھ ہی ہو، جونہی تھبنزی فوج مضافات شہر کو نقصان پہنچائے بغیر پلاتیہ کی حدود سے باہر چلی گئی، شہر والوں نے مضافات سے اپنا مال واسباب فوراً شہر کے اندر منتقل کرکے قیدیوں کو قتل کر ڈالا۔ کل ایک سو اسی قیدی تھے جن میں یوری ماخوس بھی شامل تھا جس کے ذریعہ غداروں نے سازش کی گفت وشنید کی تھی۔

اس کے بعد پلاتیہ والوں نے ایتھنیز کو اپنا قاصد بھجوایا، عارضی صلح کے معاہدہ کے تحت مقتول قیدیوں کی لاشیں تھبنزیوں کے حوالہ کر دیں اور ہر قسم کے صورت حال سے نبٹنے کے لئے شہر میں مناسب انتظامات کرلئے اس دوران میں ایتھنیزیوں نے جن کو حملہ کی اطلاع اس کے فوراً بعد بھجوادی گئی تھی، اٹیکا کے سارے بیوتیوں کو گرفتار کرلیا اور قاصد بھجوا کر پلاتیہ والوں کو حکم دیا کہ ایتھنیز سے ہدایات حاصل کئے بغیر قیدیوں کے ساتھ کوئی سخت رویہ اختیار نہ کریں، قیدیوں کو قتل کر دیے جانے کی اطلاع ان کو اس وقت تک نہیں ملی تھی کیونکہ پہلا قاصد تھبنزیوں کے شہر میں داخل ہوتے ہی روانہ کیا گیا تھا اور دوسرا ان کی شکست اور گرفتاری کے بعد بھجوایا گیا تھا۔ بعد کی اطلاعین انھیں نہیں ملیں اس طرح واقعات سے عدم واقفیت کی بنا پر ایتھنیزیوں نے متذکرۂ بالا احکام بھجوائے اور ان کا قاصد جب پلاتیہ پہنچا تو اس نے دیکھا کہ قیدی ہلاک کر دیے گئے ہیں، اس کے بعد ایتھنیزی فوج پلاتیہ روانہ ہوی، شہر کے لئے سامان رسد فراہم کرکے ایک محافظ دستہ متعین کر دیا اور عورتوں، بچوں اور ایسے شہریوں کو اپنے ساتھ لے گئے جو لڑنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے۔

پلاتیہ کی لڑائی معاہدہ کی علانیہ خلاف ورزی تھی جس کے فوراً بعد ایتھنیز نے جنگ کی تیاریاں شروع کیں اور ادھر لا کے ڈیمون اور اس کے حلیف بھی

اسی تیاری میں مصروف ہو گئے۔ فریقین نے شاہ ایران اور دوسری ایسی غیر یونانی مملکتوں کے پاس سفارتیں بھجوانے کا فیصلہ کیا جن سے امداد کی توقع ہو سکتی تھی اور یونان کی آزاد ریاستوں کو اپنا حلیف بنانے کی کوشش کی، اطالیہ اور سسلی کی جن ریاستوں نے لاکے دیمون کی طرفداری کا اعلان کیا تھا ان کو حکم دیا گیا کہ پانچسو جہاز تیار کریں جس کے لئے ہر شہر کا کوٹہ اس کے رقبہ کے لحاظ سے مقرر کیا گیا، اس کے ساتھ ہی نقد چندہ کی رقموں کی بھی صراحت کر دی گئی، انکو ہدایت دی گئی کہ اس کام کی تکمیل تک غیر جانبدار رہیں، اور یہ یک وقت ایک سے زیادہ ایتھنیزی جہازوں کو اپنی بندرگاہوں میں داخل ہونے کی اجازت نہ دیں ادھر ایتھنیز نے اپنی ریاستوں کے موجودہ اتحاد کا جائزہ لیا اور پلوپونیز، کورکائرا کفالے نیہ، اکارنانیہ اور زاکنتھوس سے متصل علاقوں کو سفارتیں بھجوائیں، کیونکہ انھوں نے دیکھا کہ اگر ان علاقوں کا تعاون حاصل رہے تو پلوپونیز کے چاروں طرف ہر جگہ کامیابی سے جنگ کی جا سکے گی۔

اور اگر دونوں فریقوں کو فتح کی بڑی توقعات تھیں اور دونوں نے جنگ کی تیاریاں بڑے زور و شور کے ساتھ کیں تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے انسان جب کسی بڑے کام کا قصد کرتا ہے تو شروع میں اس کے جوش و خروش کی انتہا نہیں رہتی اور اس خاص زمانہ میں پلوپونیز اور ایتھنیز میں ایسے نوجوان کثیر تعداد میں موجود تھے جو ناتجربہ کاری کی بنا پر جنگ میں حصہ لینے کے لئے بیتاب تھے ادھر جنگ کی تیاریاں ہو رہی تھیں اور ادھر باقی یونان کے لوگ ان سر برآوردہ مملکتوں کی آویزش کی وجہ سے سخت متردد اور سراسیمہ ہو گئے تھے، علاوہ برایں اس سے کچھ عرصہ پہلے دیلوس میں بھونچال آیا تھا چونکہ اہل یونان کی یادداشت کی حد تک یہ آفت پہلی دفعہ آئی تھی اس لئے اسے برا شگون آنیوالی مصیبتوں کا

پیش خیمہ سمجھا گیا۔ نہ صرف یہی بلکہ اس زمانہ میں جو بھی واقعات پیش آئے ان سب سے بُرا شگون لیا گیا، لوگوں کی نیک تمنائیں عام طور پر لاکے دیمونیوں کے ساتھ تھیں کیونکہ وہ اپنے آپ کو یونان کا نجات دہندہ بتاتے تھے، انھوں نے دامے درمے سخنے لاکے دیمون کی ممکن حد تک حمایت کی، کیونکہ ہر فرد کو یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ اگر وہ خود کچھ نہیں کرے گا تو یونان کے مفاد کو نقصان پہنچے گا۔ ایتھینیز کے خلاف غم و غصہ کی لہر نہ صرف ان ریاستوں میں دوڑ گئی تھی جو اس کی شہنشاہی کی گرفت سے نکلنا چاہتے تھے بلکہ ان علاقوں میں بھی جہاں کے لوگ خائف تھے کہ کہیں وہ بھی اس کے شکنجے میں نہ پھنس جائیں، یہ تھیں وہ تیاریاں، اور یہ تھا وہ جذباتی ماحول جس میں جنگ کا آغاز ہوا، خاکنائے کی ساری پلوپونیزی مملکتیں پلوپونیز کے ساتھ تھیں، سوائے آرگوس اور اکاٹیا کے جو غیر جانب دار تھے، اکاٹیائی شہروں میں سے صرف پیلے نے پہلے جنگ میں شریک ہوا اور بعد میں دوسری مملکتوں نے اس کی تقلید کی، خاکنائے کے باہر میگارا، لوکرس، بیوتیہ، فوکس، امبریسیہ، لیوکاس اور انکتوریوم پلونیز کے ساتھ ہوگئے۔ کورنتھ، میگارا سکیون، پیلے نے، ایلس، امبریسیہ اور لیوکاس نے جہاز اور بیوتیہ، فوکس، اور لوکاس نے سوارہ فوج فراہم کی، دوسری ریاستوں نے پیادے فراہم کئے، یہ لاکے دیمونی اتحاد کی تفصیل تھی، اتھینز کے اتحاد میں خیوس، لسبوس، پلاتیہ، نوپاکتوس کے میسینیائی، اکارنانیہ کا بیشتر حصہ، کورکائرا، زاکنتھوس اور چند باجگذار شہر شریک تھے جن کے نام یہ ہیں، کاریہ کا ساحلی شہر اور اس کے دوریانی ہمسائے، ایونیہ، ہیلیسپونٹ، تھریسی بلدیات، پلوپونیز اور کریٹ کے مابین بجانب شرق واقع جزایر اور سارا اکیکلادیس بہ استثنائے میلوس اور تھیرا۔ خیوس، لسبوس اور کورکائرا نے جہاز اور بقیہ ریاستوں نے پیدل فوج

اور نقد چندہ دیا، یہ تھی تفصیل دونوں فریقوں کے حلیفوں اور انکے وسایل جنگ کی۔

پلاتیہ کے قصیہ کے فوراً بعد لاکے ڈیمون نے پلوپونیزی شہروں اور اپنے اتحاد کے دوسرے اراکین کو حکم دیا کہ افواج اور سامان رسد کی فراہمی کا انتظام کیا جائے تاکہ اٹیکا پر حملہ کیا جا سکے، ان ریاستوں نے مقررہ وقت پر اپنی تیاریاں مکمل کر لیں اور ان کی فوجیں خاکنائے کے علاقہ میں اکٹھی ہو گئیں، ہر ایک شہر کا بھجوایا ہوا دستہ اس کی مجموعی فوج کی ایک تہائی تعداد کے مساوی تھا، جب ساری فوجیں ایک جگہ جمع ہو چکیں تو مہم کے سربراہ لاکے ڈیمونی شاہ آرکی ڈاموس نے ساری مملکتوں کے جرنیلوں اور افسروں کو اکٹھا کر کے کہا:-

پلوپونیزیو اور اتحادیو! ہمارے اجداد نے اندرون اور بیرون پلوپونیز کئی معرکے سر کئے ہیں اور ہم میں جو معمر حضرات اس وقت موجود ہیں وہ جنگ کا تجربہ رکھتے ہیں، اس کے باوجود یہ واقعہ ہے کہ ہم نے اس سے پہلے کسی لڑائی کے لئے اتنی بڑی فوج اکٹھی نہیں کی تھی، ہماری تعداد کثیر ہے اور ہمارے سپاہی غیر معمولی طور پر مشتاق ہیں تاہم یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جس سلطنت سے ہمارا مقابلہ ہے وہ بھی ہماری طرح طاقتور ہے، ہمارے آباواجداد تلوار کے دھنی تھے اور سارا یونان ہمارا لوہا مانتا ہے، اس لئے ہمیں چاہیئے کہ ہم خود کو اپنے آباواجداد سے یا اپنی شہرت سے کمتر ثابت نہ ہونے دیں۔ ہماری یہ مہم سارے یونان کی توجہات اور توقعات کا مرکز بنی ہوی ہے، اہل یونان کو ایتھنز سے دلی نفرت ہے اور ان کی ہمدردیاں ہمارے ساتھ ہیں، چاہے ہماری افواج کی تعداد کتنی ہی بڑی ہو اور چاہے چند لوگوں کو اس امر کا یقین ہی کیوں نہ ہو کہ دشمن ہمارے مقابلہ میں نہیں ٹک سکے گا۔ اس کے باوجود کوچ کے دوران میں ہمیں ذرا بھی بے اعتنائی یا غفلت نہیں برتنی چاہیئے بلکہ ہر ایک رسالہ کے افسروں اور سپاہیوں کو چاہیئے کہ

خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہیں، جنگ کیا رنگ اختیار کرے گی یہ ابھی سے کوئی نہیں بتا سکتا اور غنیم کے حلے موقع و محل کے مطابق کئے جاتے ہیں، ضرورت سے زیادہ خود اعتمادی غفلت کی طرف مایل کرتی ہے لیکن دانشمندی سے کام لے کر دشمن کو حقیر نہ سمجھا جائے تو بسا اوقات اپنے سے زیادہ کثیر افواج کا مقابلہ کامیابی سے کیا جا سکتا ہے، اس سے میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہمیں خود اعتمادی سے کام نہیں لینا چاہیئے بلکہ مطلب یہ ہے کہ خود اعتمادی کی بنا پر ہم دشمن سے غافل نہ ہوں اور ناگہانی خطرات کے مقابلہ کے لئے ہر وقت چوکس اور مستعد رہیں، یہ دونوں خوبیاں یعنے خود اعتمادی اور مستعدی یکجا ہو جائیں تو ہمارے سپاہی نہ صرف دشمن پر کاری ضرب لگا سکیں گے بلکہ اس کے وار سے بڑی حد تک محفوظ بھی رہینگے اس وقت ہمیں جس مملکت سے مقابلہ ہے ایک تو اس کی قوت مدافعت ہم سے کسی طرح کم نہیں ہے، دوسرے وہ اپنی سرزمین کے ہر خطہ میں مقاومت کے لئے پوری طرح سے مسلح اور تیار بھی ہے، اس لئے یہ سمجھنے کے سارے اسباب موجود ہیں کہ مقابلہ سخت ہوگا۔ ایتھنیزیوں نے ابھی فوجی نقل و حرکت نہیں شروع کی ہے، لیکن جب ہم ان کے علاقوں کو تباہ و تاراج کریں گے تو وہ ضرور شہر سے باہر نکلنے پر مجبور ہو جائیں گے، کیونکہ جب انسان کو کوئی ایسا صدمہ پہنچے جس کا وہ عادی نہیں ہے اور اس کی آنکھوں کے سامنے اس کی جایداد کو تباہ کیا جائے تو وہ بدحواس ہوکر آگے پیچھے کی سوچے بغیر دشمن پر بے تحاشا جھپٹتا ہے، یہ مثال ساری دوسری قوموں کی بہ نسبت ایتھنیزیوں پر زیادہ چسپاں ہوتی ہے کیونکہ وہ تو ساری دنیا پر حکومت کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں، وہ اپنے پڑوسیوں کے علاقوں کو تباہ و تاراج کرنے کے عادی ہیں اور انھیں خود اپنے علاقوں کو برباد ہوتے دیکھنے کا بہت کم اتفاق ہوا ہے اس لئے ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ جس سلطنت کے خلاف ہم اقدام کر رہے ہیں

وہ طاقتور ہے اور اس کے مقابلہ میں فتح اور شکست دونوں کے نتائج ہمارے اور ہمارے اسلاف کے لئے نہایت اہم ہوں گے، اس لئے آپ جہاں بھی جائیں، ہر وقت مستعد اور چوکس رہیں اور نظم وضبط کی پابندی کریں اس کی اہمیت سب سے زیادہ ہے جو بھی احکام دیے جائیں ان کی فی الفور تعمیل کیجئے، نظم وضبط سے زیادہ مضبوط کوئی اور رشتہ اتحاد نہیں جو فوجوں کی طاقت اور سلامتی دونوں کا ضامن ہو۔"

اس مختصر تقریر کے بعد آرکی داموس نے میلے سیوس ابن دیاکریتوس نامی ایک اسپارٹی کو ایتھنز اس خیال سے بھجوایا کہ ممکن ہے پلوپونیزی لشکر کو اپنی جانب بڑھتا دیکھ کر وہ اطاعت قبول کرنے پر مایل ہو جائے، لیکن ایتھنزیوں نے اس کو شہر میں داخل ہونے یا اسمبلی میں شریک ہونے کی اجازت نہیں دی۔ خارقلیس نے پہلے ہی یہ قرار داد منظور کروا رکھی تھی کہ لاکے ڈیمونیوں کا فوجی اقدام شروع ہو جائے تو نہ ان کے قاصد کو شہر میں داخل ہونے دیا جائے اور نہ کوئی سفارت قبول کی جائے گی، اس لئے قاصد کو باہر ہی باہر واپس کر دیا گیا اور اسی روز سرحد کے باہر چلے جانے کی ہدایت دی گئی اور اس سے کہہ دیا گیا کہ جن لوگوں نے اسے بھجوایا ہے اگر وہ آیندہ کوئی تجویز پیش کرنا چاہیں تو پہلے اپنی فوجوں کو ایتھنز کی سرحد سے باہر ہٹا لیں، میلے سیوس کے ساتھ ایک فوجی دستہ بھجوایا گیا، تاکہ وہ راستہ میں کسی سے گفت و شنید نہ کر سکے اور جب وہ سرحد کے قریب پہنچا تو اس نے عبور کرنے سے پہلے کہا "آج سے یونان کی بدقسمتی کا دور شروع ہو گیا"

جب آرکی داموس کو معلوم ہو گیا کہ ایتھنزی اب بھی اطاعت قبول کرنا نہیں چاہتے تو بالآخر اس نے فوج کو کوچ کا حکم دیا اور ان کے علاقہ میں داخل ہو گیا اسی دوران میں بیوتی اپنی سوارہ اور پیدل فوج کے دستوں کو پلوپونیزیوں کے

ساتھ جنگ میں حصہ لینے کے لئے روانہ کرنے کے بعد باقی سپاہیوں کو لے کر پلاتیہ روانہ ہوئے اور اسے تباہ و برباد کیا۔

جس وقت پلوپونیزی خاکنائے میں اکٹھے ہو رہے تھے یا اٹیکا پر حملہ کی غرض سے ان کی فوجیں آگے بڑھ رہی تھیں، فارقلیس ابن زانتھی پوس نے جو دس ایتھنیزی سپہ سالاروں میں سے ایک تھا یہ دیکھ کر حملہ شروع ہونے میں کوئی کسر باقی نہیں رہی ہے سوچا کہ ممکن ہے آرکی داموس جو اس کا دوست تھا اس کی املاک کے پاس سے گذرے تو ان کو کوئی نقصان نہ پہنچائے وہ یا تو دوستی کے خیال سے ایسا کر سکتا تھا یا لاکے دیمون کی ہدایات کے مطابق تاکہ عام رائے فارقلیس کے خلاف ہو جائے، جس کی کوشش اس سے قبل بھی کی گئی تھی جبکہ اسکے خاندان پر دیوتاؤں کے عتاب کی بنا پر جلاوطنی کا مطالبہ کیا گیا تھا، اس اندیشہ سے اس نے قبل از قبل پیش بندی کے لئے مجلس عوام میں ایک اعلان کیا اس نے کہا آرکی داموس میرا دوست ہے لیکن اس دوستی کی بنا پر میں ملک کے مفاد کو کوئی نقصان نہیں پہنچنے دوں گا اگر حملہ آور دوسروں کی جائداد کو تباہ کر کے میرے مکان اور زمین کو بطور خاص محفوظ چھوڑ دیں تو میں ان کو فوراً ہی سرکار کے حوالہ کر دونگا تاکہ کوئی شکوک و شبہات نہ پیدا ہوں۔ اس نے موجودہ صورت حال کے بارے میں شہریوں کو پھر اسی قسم کے مشورے دیے جو اس سے قبل دے چکا تھا یعنے یہ کہ وہ جنگ کی تیاری کریں اور اپنا سارا مال و اسباب دیہی علاقوں سے نکالکر شہر کے اندر منتقل کر دیں، غنیم کے مقابلہ کے لئے شہر سے باہر نہ جائیں بلکہ شہر میں داخل ہو کر اس کی حفاظت کریں، اس نے کہا آپ اپنے بحری بیڑے پر توجہ کیجئے کیونکہ وہی آپ کی طاقت کا اصل مظہر ہے، اپنے اتحادیوں کو پوری طرح سے قابو میں رکھئے کیونکہ ایتھنیز کی طاقت کا دارومدار اس روپیہ پر ہے جو بطور خراج

وصول ہوتا ہے جنگ میں کامیابی کا دار و مدار زیادہ تر نظم و ضبط اور سرمایہ پر ہے اور اس حد تک مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے، دوسرے وسایل آمدنی کے علاوہ سالانہ اوسطاً چھ سو نقرئی تالنت اتحادیوں سے بطور خراج وصول ہوتے ہیں، اکراپولس کے خزانہ میں مسکوک چاندی کے چھ ہزار تالنت موجود ہیں جو اکراپولس کے اوراق اور دوسری سرکاری عمارتوں کی تعمیر اور پوتی دیہ کی لڑائی پر تین ہزار سات سو تالنت صرف کرنے کے بعد بچ رہے ہیں، اس میں سرکاری اور غیر سرکاری چڑھاؤں کا غیر مسکوک سونا اور چاندی، جلوسوں اور کھیل تماشوں کی مقدس کشتیاں، جنگ ایران کا مال غنیمت اور دوسرے وسایل شریک نہیں ہیں جن کی مجموعی قیمت پانچسو تالنت تک پہنچتی ہے، اس کے بعد اس نے دوسرے مندروں کے زر و جواہر کا ذکر کیا جو کچھ کم نہیں تھے اور جن سے جائز طور پر استفادہ کیا جا سکتا تھا نہ صرف یہی بلکہ انتہائی ضرورت کے وقت کوئی اور راستہ نظر نہ آئے تو خود اتھینا دیوی کے طلائی زیورات سے بھی استفادہ کیا جا سکتا ہے اس دیوی کے گہنے طلائے خالص کے چالیس تالنت کے تھے جن کو بآسانی اتارا جا سکتا تھا۔ فارقلیس نے کہا اس کی رقم ملک کی بقا کے لئے استعمال کر کے بعد میں ایک ایک پائی لوٹا دی جا سکتی ہے، یہ تھی ایتھینز کی مالی حالت جسے یقیناً تشفی بخش سمجھا جا سکتا تھا۔ ان کی فوج میں تیرہ ہزار بھاری ہتیار بند پیادے تھے، جن کے علاوہ سولہ ہزار قلعوں کی حفاظت اور ایتھینز کی نگرانی پر متعین تھے ابتداً سپاہیوں کی یہ تعداد حملہ کی صورت میں شہر کی مدافعت کے لئے مقرر کی گئی تھی جس میں معمر سے معمر اور کم سن سے کم سن رنگروٹ اور ایتھینز کے غیر ملکی باشندے شامل تھے جو بھاری ہتھیار سے مسلح تھے، فالیروم کی فصیل چار میل لمبی تھی، جو شہر پناہ سے جا ملتی تھی اور ثانی الذکر پر تقریباً پانچ جگہ گارڈ مقرر تھا۔

اگرچہ طویل دیوار اور فالیروم کے بیچ اس کا کچھ حصّہ خالی چھوڑ دیا گیا تھا پری اوس کی فصیلیں جو تقریباً ساڑھے چار میل لمبی تھیں ان کے بیرونی حصّہ پر بھی مسلح گارڈ متعین تھا۔ پری اوس بشمول مونی کیا کا دور تقریباً ساڑھے سات میل تھا، جس کے صرف نصف حصّہ کی حفاظت کے لئے سپاہی رکھے گئے تھے، فارقلیس نے یہ بھی بتایا کہ ان کے پاس بارہ سو سوار بشمول سوارہ تیرانداز، سولہ سو پیدل تیرانداز، اور تین سو قابل استعمال جنگی جہاز موجود تھے، جس وقت پلوپونیز کا حملہ ہونے والا تھا اور مخاصمتیں شروع ہو چکی تھیں، ایتھنیز کے مختلف وسایل حسب تفصیل بالا تھے۔ فارقلیس نے حسب معمول اپنے اس استدلال کا اعادہ بھی کیا کہ جنگ میں فتح کی توقع کی جا سکتی ہے۔

اہل ایتھنیز نے اس کے مشورہ کے مطابق شہر پناہ کے باہر کے علاقوں اور دیہات سے اپنے بیوی بچوں، اثاث البیت، یہاں تک کہ مکانات کا چوبینہ بھی شہر میں منتقل کرنا شروع کیا اور مویشیوں کو یوبیہ اور قریب کے دوسرے جزیروں کو بھجوا دیا، لیکن چونکہ اکثر لوگ ابتدا ہی سے دیہاتی علاقوں میں رہنے کے عادی تھے اس لئے ان کو اپنا ٹھکانہ چھوڑتے میں بڑی مشکلات پیش آئیں۔

قدیم ترین زمانہ ہی سے ایتھنیزی یونان کے دوسرے حصّوں کے لوگوں کے مقابلہ میں دیہاتی علاقوں میں رہنے کے زیادہ عادی تھے، کیکروپس اور اولیں بادشاہوں کے دور سے لے کر تھیسیوس کے عہد حکومت تک اٹیکا ہمیشہ متعدد آزاد بلدیات پر مشتمل رہا، جن میں سے ہر ایک میں ایک ٹاؤن ہال اور عامل ہوتے تھے، جب تک کوئی خطرہ پیدا نہ ہو جائے وہ ایتھنیز میں بادشاہ سے رجوع نہیں کرتے تھے اور امن کے زمانہ میں اپنی حکومت خود چلاتے اور آپسی نزاعات کا خود تصفیہ کرتے تھے، بعض اوقات تو وہ بادشاہ کے خلاف

جنگ بھی کرتے تھے جیسا کہ اہل ایلیوزینیوم اور پومولیوس نے ایرک تھیوس کے خلاف جنگ کی تھی، البتہ تھے سیوس جتنا ذہین تھا اتنا ہی طاقتور بادشاہ بھی تھا اور ملک کی تنظیم کے سلسلہ میں ایک اہم کام اس نے یہ کیا کہ چھوٹے چھوٹے شہروں کے ٹاؤن ہال اور حاکموں کو برخواست کرکے ان کو موجودہ پایہ تخت کی ایک ایوانی کونسل اور ٹاؤن ہال میں ضم کر دیا۔ اس کے بعد بھی افراد کو اپنی نجی جایداد سے استفادہ کا حق پہلے کی طرح حاصل رہا۔ لیکن ایتھنز کو سارے ملک کا واحد سیاسی مرکز قرار دیا گیا اور اٹیکا کے سارے باشندے ایتھنز کے شہری سمجھے جانے لگے اور جب تھے سیوس کا انتقال ہوا تو اس نے ایک بہت بڑی مملکت چھوڑی، درحقیقت سائی نوکیا یا جشن اتحاد کی تقریب کا آغاز اسی کے زمانہ سے ہوا جس کا خرچ سرکاری خزانہ سے برداشت کیا جاتا ہے، اور جو ایتھنز میں اب تک رائج ہے، اس سے پہلے شہر موجودہ قلعہ اور اسکے دامن کے جنوب رویہ دیہاتی علاقہ پر مشتمل تھا، اس کا ثبوت یوں ملتا ہے کہ اتھینا دیوی کے علاوہ دوسرے دیوتاؤں کے مندر قلعہ کے اندر واقع ہیں اور جو مندر قلعہ کے حدود میں نہیں ہیں وہ بھی زیادہ تر شہر کے اسی گوشہ میں واقع ہیں جیسے اولمپیائی زیوس، فشیائی اپولو، ذھرتی دیوی، اور دلدلی علاقہ کا دیونی سوس کا مندر جس کے احترام میں دیونی سوس کے قدیم ترمیلے نہ صرف ایتھنزی بلکہ ایتھنزی نسل کے ایونیائی بھی آج تک اینتھسٹیریا کے مہینہ میں مناتے ہیں اس علاقہ میں دوسرے قدیم ترین مندر بھی ہیں، وہ چشمہ بھی جو خود مردوں کی ترمیمات کے بعد انیا کرونس یا نوتلکی کہلانے لگا اور اس سے پہلے جب اس کے سوتے خشک نہیں ہوئے تھے، کالیرہویا آب صفا کہلاتا تھا، قربت کی وجہ سے مقدس ترین مقاصد کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔

چنانچہ شادی سے پہلے اور دوسرے مقدس اغراض کے لئے اس چشمہ کے پانی کے استعمال کا رواج اب تک چلا آرہا ہے، ایک اور ثبوت یہ ہے کہ چوں کہ زمانہ قدیم میں ایتھنیزیوں کے سکونتی مکانات اسی علاقہ میں تھے اسلئے ایتھینزی قلعہ کے علاقہ کو اب بھی شہر کہتے ہیں۔

اس طرح ایتھینزی ایک طویل عرصہ تک اٹیکا کی مختلف اور بکھری ہوی آزاد آبادیوں میں رہتے تھے، تھیسوس نے جو مرکزیت پیدا کر دی تھی اس کے بعد بھی قدیم طریقے رائج رہے، اور قدیم ترین دور سے لے کر موجودہ جنگ کے زمانہ تک ایتھنیز کی آبادی کی اکثریت اپنے بیوی بچوں اور ساز و سامان کے ساتھ دیہی علاقوں میں سکونت پذیر رہی، اس لئے وہ اب اپنے ٹھکانوں کو چھوڑنے پر راضی نہیں ہوتے تھے خاصکر چونکہ ایرانیوں کی یورش کے بعد انھوں نے اپنے مکانوں اور زمینوں کے انتظامات ابھی ابھی درست کئے تھے ان کو اپنے گھربار اور دیوی دیوتاؤں کے قدیم مندر چھوڑنے پر بڑا دکھ ہورہا تھا اور اپنی زندگی کے روزمرہ کو بدلنا اور ان آبادیوں کی سکونت ترک کرنا نہایت شاق گذر رہا تھا جنکو وہ اپنا وطن سمجھتے تھے۔

چند دیہاتیوں کے مکانات ایتھنیز میں تھے جن میں وہ اتر گئے، اور چند کو ان کے عزیزوں اور دوستوں نے پناہ دی لیکن بیشتر دیہاتیوں کو معبدوں اور سورماؤں کے ہیکلوں میں قیام کرنا پڑا، سوائے اکروپولس اور ایلیوزینیو کی کیتیر کے مندر اور دوسری عمارتوں کے جن کے دروازے ہمیشہ بند رکھے جاتے تھے، قلعہ کے دامن کی کھلی زمین جو پلاسگین کہلاتی ہے، دیوی کے حکم سے اس زمین پر بسنا منع تھا اور اس بارے میں ایک نفسیاتی پیشین گوئی بھی موجود تھی جس کے الفاظ یہ تھے:-

پلاسگین کو غیر آباد رہنے دو، وہ بدترین دن ہوگا
جب لوگ وہاں قیام کریں گے۔

لیکن ضرورت کی بنا پر اس مقام پر بھی عارضی قیام گاہیں بنا دی گئیں، اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ پیشین گوئی پوری ہوئی تو توقعات کے بالکل برعکس مفہوم میں پوری ہوئی، کیونکہ سلطنت کی بدبختیاں پلاس گین کے علاقہ کے ناجائز استعمال سے نہیں پیدا ہوئیں بلکہ استعمال کی ضرورت جنگ کی وجہ سے پیش آئی اور اگرچہ دیوتا نے اس کی وضاحت نہیں کی، لیکن اس کو معلوم تھا کہ وہ بڑا منحوس دن ہوگا جب یہ قطعہ زمین سکونت کے لئے استعمال کیا جائے گا بہت سے لوگوں نے شہر پناہ کے برجوں میں اور دوسرے مقامات پر جہاں بھی انھیں سر چھپانے کی جگہ مل گئی ڈیرہ ڈال دیا۔ کیونکہ جب سارے لوگ اندر آ گئے تو شہر میں رہائش کی گنجایش نہایت ناکافی ثابت ہوئی، اگرچہ انھوں نے بعد میں طویل فصیلوں اور پری اوس کے بیشتر علاقہ کو قطعات میں تقسیم کر کے وہاں سکونت اختیار کی، یہ سب کچھ اس وقت ہو رہا تھا جب جنگ کی تیاریاں زبردست پیمانہ پر جاری تھیں، اتحادی اکٹھے کئے جا رہے تھے اور پلوپونیز پر چڑھائی کے لئے ایک سو جہاز مسلح کر دیے گئے تھے۔

ادھر پلوپونیزی لشکر آگے بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ اٹیکا کی پہلی بلدیہ جہاں حملہ آور فوجیں پہنچیں اوئے نوئے تھی جس سے گذر کر انھیں دیہی علاقوں میں جانا تھا، اس قصبہ کی فصیلوں پر کہیں آلات محاصرہ کی مدد سے اور کہیں ان کے بغیر چڑھائی کی تیاریاں کی گئیں، ایتھینز اور بیوتہ کی سرحد پر واقع ہونے کی بنا پر اس کو فصیل بند کر دیا گیا تھا اور جنگ کے زمانہ میں اس سے فوجی قلعہ کا کام لیا جاتا تھا۔ اس لئے پلوپونیزیوں نے وہاں رک کر حملہ کی تیاریاں کیں، جس سے

ان کا قیمتی وقت ضائع ہو گیا، اس تاخیر کی بنا پر آر کی داموس پر لعنت ملامت کی بوچھار کی گئی، فوجی بھرتی اور آلات اور سامان جنگ کی فراہمی کے سلسلہ میں اس سے پہلے اس پر ایتھینز کی طرفداری اور عمداً غیر موثر طریقے اختیار کرنے کا الزام لگایا جا چکا تھا، اور فوجوں کے اکٹھا ہو جانے کے بعد جا کنائے میں اس نے جو وقت ضایع کیا اور اس کے بعد افواج کو لے کر آگے بڑھنے میں سستی سے کام لیا تو ملک میں اس کی مقبولیت کو مزید نقصان پہنچا۔ لیکن لشکر کے اوٹے نوٹے پر رک جانے سے سب سے زیادہ قیمتی وقت ضایع ہو گیا، کیونکہ اس دوران میں ایتھینزی اپنا مال واسباب شہر میں منتقل کر رہے تھے اور پلوپونیزیوں کا خیال تھا کہ اگر آر کی داموس کاہلی نہ کرتا اور فوجیں تیزی سے آگے بڑھتیں تو ان کے پہنچنے تک سارا مال واسباب باہر ہی رہتا۔ محاصرہ کے دوران میں آر کی داموس کے متعلق لشکر میں یہ رائے عام ہو گئی تھی، لیکن کہا جاتا ہے کہ اس کو توقع تھی کہ اہل ایتھینز اپنے علاقوں کی تباہی کو گوارا نہیں کریں گے اور کوئی نقصان پہنچنے سے پہلے ہی اطاعت قبول کر لیں گے، اس انتظار میں اس نے اقدام میں عجلت نہیں کی۔

لیکن جب ہر ممکن کوشش کرنے کے بعد بھی اوٹے نوٹے کی چڑھائی بے نتیجہ ہوئی اور ایتھینز سے کوئی قاصد آتا نظر نہ آیا تو بالآخر کیمپ برخواست کر کے اٹیکا پر حملہ کر دیا، یہ پلاتیہ پر تھیبز کے حملہ کے تقریباً اسی روز بعد کا واقعہ ہے، جب موسم گرما کا درمیانی زمانہ تھا، فصلیں پک چکی تھیں اور فوجوں کی سپہ سالاری آر کی داموس ابن زیوکنس شاہ لاکے ڈیمون کے سپرد تھی، ایلیوسس اور تھریا کے میدانی علاقوں میں کیمپ کر کے انھوں نے دیہات کو پامال کرنا شروع کیا اور دہیتی یا چشمہ زار نامی ایک مقام سے ایتھینزی سواروں کو فرار ہونے پر مجبور کر دیا، پھر کوہ اِی گالوس کو اپنے سیدھے ہاتھ کی طرف چھوڑتے ہوئے کروپیا سے

گذر کر اکارنیائے پہنچے جو ایتھنیز کا سب سے بڑا دیہے یا قصبہ تھا وہاں پڑاؤ ڈالکر آس پاس کے علاقوں کو طویل عرصہ تک تباہ وتاراج کرتے رہے۔

آرکی داموس کے میدانی علاقوں میں آگے بڑھنے کی بجائے اپنی فوجوں کو اکارنیائے پر روک لینے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اس کو توقع تھی کہ ممکن ہے اپنے نوجوانوں کے جوش وخروش کو دیکھ کر اور اپنے سپاہیوں کی بے مثال کارکردگی کے بھروسہ پر ایتھنیزی شہر سے باہر نکل آئیں اور اپنے علاقوں کو پامالی سے بچانے کی کوشش کریں، اور چونکہ انھوں نے ایلیوسس یا تھریا میں مقابلہ نہیں کیا اسلئے اس نے اکارنیائے پر پڑاؤ ڈالا تاکہ وہ مشتعل ہوکر حملہ کرنے کے لئے شہر سے باہر نکل آئیں، اسے پڑاؤ کے لئے یہ جگہ موزوں معلوم ہوی اور یہ قرین قیاس معلوم ہوتا تھا کہ ایتھنیزی افواج کا ایک نہایت اہم حصّہ یعنے اکارنیائے کے تین ہزار بھاری ہتھیار بند پیادے اپنی املاک کو برباد نہیں ہونے دیں گے بلکہ دوسرے شہریوں کو بھی مجبور کرکے لڑائی شروع کردیں گے اور اگر ان حملوں کے دوران میں اہل ایتھنیز مقابلہ نہ کریں تو بعد میں حملے کرکے وہ سارے علاقہ کو باآسانی تاخت وتاراج کرکے ایتھنیز کی شہر پناہ تک آگے بڑھ جائے گا۔ اپنا مال واسباب اور جایداد لٹ جانے کے بعد اکارنیائی پڑوسیوں کی جایداد کو بچانے کی خاطر تبرد آزمائی کرنے پر راضی نہیں ہوں گے اور اس طرح ایتھنیز کے کیمپ میں پھوٹ پڑجائے گی، یہ تھے وہ اسباب جن کے پیش نظر آرکی داموس اکارنیائے سے آگے نہیں بڑھا۔

جب تک حملہ آور فوجیں ایلیوسس اور تھریا میدان میں پڑاؤ ڈالے رہیں یہ امید برابر بندھی رہی کہ وہ اور آگے نہیں بڑھیں گی کیونکہ چودہ سال پہلے پلئستوانا کس ابن پئوسانیاس شاہ لاکے دیمون نے پلوپونیزی افواج کے

ساتھ اٹیکا پر حملہ کیا تھا تو وہ بھی ایلیوس اور تھریا تک ہی آگے بڑھ کر لوٹ گیا تھا گو بعد میں اسے یہ الزام لگا کر جلاوطن کر دیا گیا کہ اس نے رشوت لے کر فوج کو واپسی کا حکم دیا تھا لیکن جب حملہ آور اکارنیائے تک بڑھ آئے جو ایتھنیز سے سات میل سے بھی کم فاصلہ پر ہے تو ان کو ضبط کی تاب نہ رہی، اب ایتھنیز کے علاقے ایتھنیزیوں کی آنکھوں کے سامنے تاخت و تاراج کئے جا رہے تھے اور یہ ایسا منظر تھا جو نوجوانوں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا اور عمر رسیدہ شہریوں نے ایسے مناظر صرف ایرانیوں کی یورش کے زمانہ میں دیکھے تھے اس لئے فطری طور پر اس میں سخت تذلیل سمجھی گئی اور عام طور پر تمام شہریوں اور خصوصاً نوجوانوں نے شہر سے نکل کر حملہ آوروں پر ٹوٹ پڑنے اور ان کی تباہ کاریوں کو روکنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ سڑکوں پر لوگوں کے چھوٹے چھوٹے گروہوں میں گرم بحثیں ہونے لگیں کیونکہ اگرچہ شہر سے باہر نکل کر دشمن پر دھاوا کرنے کی تائید بڑے جوش و خروش سے کی جا رہی تھی لیکن کہیں کہیں اس کی مخالفت بھی ہو رہی تھی انتہائی مختلف المعنی پیشین گوئیاں بیان کی جا رہی تھیں جن سے بحث میں حصہ لینے والے بری طرح متاثر ہو رہے تھے، شہر سے نکل کر حملہ آوروں سے لڑنے کی تائید کرنے والوں میں اکارنیائی پیش پیش تھے، کیونکہ ایک تو ایتھنیز کی فوج میں ان کی تعداد کافی معقول تھی، دوسرے اس وقت دشمن انہی کے علاقوں کو تباہ کر رہا تھا۔ مختصر یہ کہ سارے شہریوں کے جذبات مشتعل ہو چکے تھے، نار قلیس سے لوگ عام طور پر ناراض ہو گئے اور پہلے اس نے جو مشورے دیئے تھے ان کو بالائے طاق رکھ کر یہ الزام لگایا کہ اس نے بہ حیثیت سپاہ سالار فوج کو شہر سے باہر نکلنے کا حکم نہیں دیا، اس لئے ملک پر جو آفت آئی ہے اس کا تمام تر ذمہ دار وہی ہے۔ اس نے یہ دیکھ کر کہ لوگ جذبات کی ناگہانی شدت کی بنا پر معقولیت سے

دور ہوتے جا رہے تھے اور شہر سے باہر نکل کر غنیم کا مقابلہ کرنے سے گریز کی حکمت عملی کی دانشمندی پر بھروسہ کر کے جمعیت عوام کا کوئی اجلاس طلب نہیں کیا اس کو اندیشہ تھا کہ لوگ یکجا ہوں گے تو اشتعال کی وجہ سے بحث مباحثہ میں عقل و خرد سے کام نہیں لیں گے، اس خیال سے اس نے شہر کے بچاؤ پر پوری توجہ صرف کی اور داخلی امن و سکون کو ممکنہ حد تک برقرار رکھا، گو آس پاس کے علاقوں کو دشمن کے تیز رو چھاپہ ماروں سے بچانے کے لئے اس نے کئی دفعہ سوار دستے روانہ کئے۔ فری گیا میں ایتھینزی اور تھسالوی سواروں اور بیوتی سوار فوج میں ایک معمولی سی جھڑپ ہو گئی جس میں اوّل الذکر کو قدرے کامیابی ہوئی لیکن جب بھاری ہتھیار بند فوج۔ بیوتیوں کی کمک آ پہنچی تو تھسالویوں اور ایتھینزیوں کو شکست فاش ہوئی اور ان کے چند سپاہی اس معرکے میں کام آئے جنگی لاشیں کسی نہ کسی طرح اسی روز عارضی صلح کے کسی معاہدہ کے بغیر حاصل کر لی گئیں، اس کے دوسرے روز پلوپونیزیوں نے اپنی فتح کی یادگار نصب کی، تھسالوی زمانہ قدیم سے ایتھینز کے حلیف تھے، اس لئے وہ اس کی مدد کے لئے آئے، ان میں لاری سائی، فارسالوسی، کرانونیائی، پیریسیائی، گرتونیائی اور فیرائی شامل تھے، لاری سائی سپہ سالار پولی میدلیس اور ارسطونوس تھے جو لاری سا کے دو سیاسی فریقوں کے لیڈر تھے۔ فارسالوسی فوج کی کمان مینوں کے ہاتھ میں تھی، اس کے علاوہ دوسرے شہروں کی فوجیں بھی اپنے کمانداروں کے ساتھ آئی تھیں۔

جب پلوپونیزیوں نے دیکھا کہ ایتھینزی فوج مقابلہ کے لئے کسی طرح باہر نہیں آتی تو انھوں نے اکارنائے سے اپنا پڑاؤ اٹھا دیا اور کوہ پارنیس اور بریلیسوس کے درمیان چند دیموں کو تباہ و برباد کیا، جس وقت یہ فوجیں اٹیکا

ہیں تھیں، اتھینیزیوں نے ایک سو جہاز جن کو مسلح کیا گیا تھا، پلوپونیزیوں کے آس پاس چکر لگانے کے لئے روانہ کئے، ان میں ایک ہزار بھاری ہتھیار بند پیادے اور چار سو تیر انداز تھے جن کے سپہ سالار کار کی نوس ابن زینو تیموس، پروتیاس ابن ایپی کلیز اور سقراط ابن اینتی جینیس تھے، یہ بیڑا لنگر اٹھا کر بحری گشت کے لئے روانہ ہوا اور پلوپونیزی اپنا سامان رسد ختم ہونے تک اٹیکا میں رہنے کے بعد بیوتہ میں سے گذر کر جس طرف سے آئے تھے اس سے مختلف راستہ سے واپس چلے گئے۔ اوروپوس سے گذرتے ہوئے انھوں نے گرایئہ کے علاقہ کو پامال کیا جس پر ایتھینز کے رہنے والے اوروپیوں کا قبضہ تھا اور پلوپونیز واپس پہنچنے کے بعد مختلف دستے اپنے اپنے شہروں کو واپس چلے گئے۔

حملہ آوروں کے واپس جانے کے بعد ایتھینزیوں نے ان تمام مقامات پر بری اور بحری چوکیاں قایم کر دیں جہاں وہ جنگ کے دوران میں باضابطہ فوجی مرکز قایم کرنا چاہتے تھے، یہ بھی طے کیا کہ اکروپولس کے خزانے کی رقم میں سے ایک ہزار تالنت علیحدہ کر کے محفوظ رکھے جائیں، اور ان کو شہر کی حفاظت کے لئے صرف اس صورت میں استعمال کیا جائے جب غنیم سمندر کے راستہ حملہ کرنے کے لئے بحری بیڑے سے کام لے، اگر کوئی شخص اس رقم کو مذکورہ مقصد کے سوا کسی اور کام پر صرف کرنے کی تحریک کرے یا اس بارے میں عوام کی رائے لینے کے لئے کوئی قرارداد پیش کرے تو اس کو سزائے موت کا مستوجب قرار دیا جائے گا۔ اس رقم کے علاوہ ہر سال کے بہترین جہاز منتخب کر کے ایک سو جنگی جہاز ان کے کپتانوں کے ساتھ اس غرض کے لئے مختص کر دیے گئے اور طے کیا گیا کہ ان میں سے کوئی جہاز محفوظ کردہ رقم کی مدد کے بغیر اور متذکرہ خطرہ پیدا ہونے سے پہلے استعمال نہیں کیا جائے گا۔

ایک سو جہازوں کا ایتھنیزی بیڑا جو پلوپونیز کے اطراف چکر لگانے کے لئے روانہ کیا گیا تھا اس دوران میں پچاس جہازوں کے کورکائری دستے اور ان علاقوں کے حلیفوں کے چند اور جہازوں کی مدد سے سرعت کے ساتھ ساحلی علاقوں میں گشت کر کے ان کو تباہ وتاراج کر رہا تھا، دوسرے مقامات کے علاوہ انھوں نے لاکونیہ میں اتر کر میتھونے پر چڑھائی کی جہاں کوئی محافظ فوج نہیں تھی اور شہر پناہ کمزور تھی لیکن اس علاقہ کی حفاظت کا کام براسی داس ابن تیلس نامی ایک اسپارٹی کے سپرد تھا جس کے تحت ایک فوجی گارڈ تھا حملہ کی اطلاع ملتے ہی ایک سو بھاری ہتھیار بند پیادوں کو لے کر وہ بسرعت تمام محصورین کی مدد کے لئے روانہ ہوا اور ایتھنیزی فوج جو چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی اور جس کی توجہات شہر پناہ پر مرکوز تھیں، اس سے ابھر کر نہایت تیزی سے میتھونے میں داخل ہونے میں کامیاب ہوگیا، اس کے چند سپاہی اس معرکہ میں کام آئے لیکن شہر محفوظ ہوگیا جس کی بنا پر اہل اسپارٹا اس کے شکر گذار ہوئے، موجودہ جنگ میں یہ پہلا افسر تھا جس کے کارنامہ کو شہرت حاصل ہوئی، اس کے بعد ایتھنیزی فوراً لنگر اٹھا کر وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ فےیا واقع ایلس پر لنگر ڈال کر دو روز تک اس سرزمین کو پامال کیا اور وادی ایلس اور اس کے قرب وجوار کے علاقوں سے تین سو منتخب سپاہیوں کا جو دستہ فےیا کی امداد کے لئے آیا تھا اس کو شکست دی لیکن جب سخت آندھیاں آئیں تو یہ دیکھ کر کہ آس پاس کوئی بندرگاہ بھی نہیں تھی رکنا مناسب نہیں سمجھا۔ چنانچہ بیشتر سپاہی جہازوں میں سوار ہوگئے اور راس اختھائس کا چکر کاٹ کے فےیا کی بندرگاہ میں داخل ہو گئے اس دوران میں میسنیائی اور بعض دوسرے سپاہی جو جہازوں میں سوار نہیں

ہو سکے تھے۔ خشکی کے راستہ آگے بڑھے اور انھوں نے تھےیا پر قبضہ کر لیا اس کے بعد یہ سپاہی بھی جہازوں میں سوار ہو گئے تو بیڑا وہاں سے روانہ ہوا۔ تھےیا کا تخلیہ کر دیا گیا۔ کیونکہ اب اہل ایلیس کی فوج کا بڑا حصہ وہاں پہنچ چکا تھا، ایتھنیزیوں نے اپنی بحری گشت جاری رکھی اور دوسرے ساحلی علاقوں کو تاخت و تاراج کیا۔

تقریباً اسی زمانہ میں ایتھنیزیوں نے تیس جہاز لوکرس کے اطراف گشت کرنے اور یوبیہ کی نگرانی کے لئے کلیوپومپوس ابن کلینیاس کی سرکردگی میں روانہ کئے۔ اس دستہ نے جہازوں سے اتر کر چند ساحلی علاقوں کو پامال کیا اور تھورئیوم پر قبضہ کر کے وہاں کے چند باشندوں کو یرغمال کے طور پر اپنے ساتھ لے لیا، اس نے الوپے میں لوکریسوں کو بھی شکست دی جو اس کے مقابلہ کے لئے آئے تھے۔

موسم گرما میں ایتھنیزیوں نے آئی گینیائیوں اور ان کے بیوی بچوں کو بھی آئی گینا سے اس بنا پر نکال باہر کیا کہ جنگ کی مصیبت زیادہ تر ان کی وجہ سے آئی تھی، اس کے علاوہ آئی گینا پلوپونیز سے اس قدر قریب واقع ہے کہ وہاں خود اپنے نو آبادکاروں کو بسانا زیادہ مناسب معلوم ہوا، اسلئے کچھ ہی عرصہ بعد نو آبادکار بھجوا دیے گئے۔ جلاوطن آئی گینائیوں کو نہ صرف ایتھنیز سے مخالفت کی بنا پر بلکہ اس لئے بھی کہ انھوں نے بھونچال کے وقت اور ہیلوتوں کی بغاوت کے زمانہ میں مدد کی تھی، لاکے دیمون نے تھریا میں پناہ دی، تھریا کا علاقہ آرگولس اور لاکونیہ کی سرحد پر واقع ہے اور اس کا رقبہ سمندر تک پھیلا ہوا ہے جو آئی گینائی یہاں آباد نہیں ہوئے وہ یونان کے دوسرے علاقوں میں پھیل گئے۔

اسی موسم گرما کے دوران میں ہلالی مہینہ کے اوایل میں نصف النہار کے بعد سورج گہن ہوا (سورج گہن ایسے ہی زمانہ میں ممکن معلوم ہوتا ہے) سورج ہلال نما ہو گیا اور چند تارے بھی نکل آئے جس کے بعد وہ پھر حسب معمول اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔

اسی موسم گرما میں ایتھنیزیوں نے نمفودورس ابن پائی تھیس نامی ایک ابدیری کو جس کی بہن کا بیاہ ستالکیس سے ہوا تھا اپنا پروکسے نوس (قونصل) مقرر کر کے ایتھنیز بلوایا، وہ اسے اس وقت تک اپنا دشمن سمجھتے رہے تھے لیکن ستالکیس پر اس کا بڑا اثر تھا۔ اس لئے چاہتے تھے کہ یہ حکمراں ان کا حلیف بن جائے۔ ستالکیس تیرلیس کا بیٹا اور تھریسیوں کا بادشاہ تھا۔ اس کا باپ تیرلیس اولین فرمانروا تھا جس نے اودرلیسیوں کی سلطنت اتنے بڑے پیمانہ پر قایم کی تھی کہ اس سے پہلے اس کی مثال نہیں ملتی، کیونکہ تھریس کا بڑا حصہ آزاد تھا۔ یہاں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس تیرس کا تیرے اوس سے کوئی رشتہ نہیں تھا جس سے ایتھنیز کے پاندیوں کی بیٹی پروکنے سے بیاہ کیا تھا۔ اس کے علاوہ وہ دونوں تھریس کے ایک حصّہ کے باشندے بھی نہیں تھے، تیرے اوس، داؤلس میں رہتا تھا جو موجودہ فوکس کے ایک حصّہ میں واقع تھا لیکن جس میں اس زمانہ میں اہل تھریس آباد تھے، یہی وہ سرزمین تھی جہاں عورتوں نے اِتس پر شرمناک دست اندازی کی اور اکثر شعرا جب بلبل کا ذکر کرتے ہیں تو اسے داؤلیائی پرند بتاتے ہیں، اس کے علاوہ قرین قیاس یہ ہے کہ پاندیوں اپنی بیٹی کے لئے بر تلاش کرنے میں باہمی امداد کے فوائد کو ضرور پیش نظر رکھتا اور اپنی بیٹی کو ایتھنیز بھجوانے کی بجائے جو اودریسیا سے کئی روز کی مسافت پر ہے متذکرۂ بالا مقام پر دینا زیادہ مناسب سمجھتا جو تھوڑے سے فاصلہ پر واقع ہے اور پھر ناموں میں بھی

تو خرق ہے جس تیرس کا ہم ذکر کرتے ہیں وہ اودریسیوں کا بادشاہ تھا اور وہ اولین بادشاہ تھا، جس کی سلطنت ایک حد تک طاقتور تھی، اسکے بیٹے ستالکیس کو ایتھنیزی اب اپنا حلیف بنانا چاہتے تھے تاکہ تھریسی شہروں اور پردکاس کو زیر کرنے میں مدمل سکے۔ ایتھنیز پہنچکر نمفودوروس نے ستالکیس سے دوستی کا معاہدہ کیا، اپنے بیٹے سادوکوس کو ایتھنیز کا شہری بنایا اور ستالکیس کو ایتھنیزیوں کی امداد کے لئے تھریسی سواروں اور نیزہ بازوں کا ایک دستہ بھجوانے پر راضی کر کے تھریس کی لڑائی کو ختم کرنے کا وعدہ کیا، اس نے پردکاس سے بھی ان کی صلح کرادی اور اسے تھرمی واپس دلادیا، جس کے بعد پردکاس کالکیون کے خلاف ایک مہم میں فوراً ایتھنیزیوں اور فورمیو کے ساتھ شریک ہوگیا، اس طرح ستالکیس ابن تیریس شاہ تھریس اور پردکاس ابن اسکندر شاہ مقدونیہ ایتھنیز کے حلیف بن گئے۔

اس تمام دوران میں سو جہازوں والے ایتھنیزی بیڑے کی پلوپونیز کے اطراف گشت جاری تھی، کورنتھ کی ماتحت بلدیہ سولیوم پر قبضہ کر کے اس قصبہ اور اس کے علاقوں کو پالایرا کے اکارنانیوں کے حوالے کرنے کے بعد انھوں نے ایک زبردست دھاوا کر کے استاکوس کو مسخر کیا اور اس کے خود سر حکمراں ایوارخوس کو نکال باہر کر کے اسے اپنے اتحاد میں شریک کر لیا۔ اس کے بعد وہ جزیرہ کفالے نیہ پر لنگرانداز ہوے اور تشدد کا استعمال کئے بغیر اس پر قبضہ کر لیا۔ کفالے نیہ، اکارنانیہ اور لیوکاس سے کچھ دور واقع ہے، اور چار ریاستوں پر مشتمل ہے جن کے نام پالیا، کرانیہ، ساموس، اور پرونای ہیں، اس کے کچھ عرصہ بعد یہ بیڑا ایتھنیز لوٹ گیا اس سال اوائل موسم خزاں میں ایتھنیزیوں نے اپنی پوری فوج کے ساتھ جس میں ایتھنیز کے غیر ملکی باشندے بھی شامل تھے، فارقلیس ابن زانتھی پوس کی

سرکردگی میں میگارد پہ حملہ کیا، سو جہازوں کا ایتھنیزی بیڑا پلوپونیز سے واپسی میں اسی وقت آئی گینا پہنچا تھا ان کو جب شہریوں کی ساری فوج کے میگارد جانے کی اطلاع ملی تو وہ بھی آگے بڑھ کر ان سے جا ملے، اب اس فوج کی تعداد اس قدر بڑھ گئی کہ اس سے پہلے کبھی اتنی کثیر تعداد یکجا نہیں ہوئی تھی، کیونکہ ایتھنیز کی ترقی اس زمانہ میں معراج کمال کو پہنچی ہوئی تھی، اور طاعون کی وبا سے ابھی وہ متاثر نہیں ہوا تھا۔ بھاری ہتھیار بند پیادوں کی تعداد پورے دس ہزار تھی، اور یہ سب ایتھنیز کے شہری تھے، اس کے علاوہ تین ہزار پیادے پوتی دیہ میں تھے، ایتھنیز کے جو غیر ملکی شہری اس معرکہ میں شریک تھے ان کی تعداد تین ہزار سے کم نہیں تھی، ہلکے ہتھیار بند سپاہیوں کے کئی دستے ان کے علاوہ تھے، انھوں نے اس علاقہ کے بیشتر حصّہ کو تاخت وتاراج کر دیا، اور اس کے بعد واپس ہو گئے۔ جنگ کے دوران میں ہر سال ایتھنیزیوں نے میگارد پر دھاوے کئے جن میں بعض موقعوں پر صرف سوار فوج استعمال کی گئی اور بعض اوقات ساری ایتھنیزی افواج نے حصہ لیا دھاوؤں کا یہ سلسلہ نیسہ کی تسخیر تک جاری رہا۔ اطالانطہ کو بھی جو اوپنتی ساحل کے قریب ایک ریگستانی جزیرہ ہے اس موسم گرما کے اواخر میں ایتھنیزیوں نے ایک قلعہ بند فوجی چوکی بنا دیا تاکہ اوپوکس اور لوکرس کے باقی حصّوں کے خانگی مسلح جہاز یوبیہ میں لوٹ مار نہ کر سکیں، یہ تھے وہ واقعات جو اس موسم گرما میں پلوپونیزیوں کے اٹیکا سے واپس چلے جانے کے بعد پیش آئے۔

اس کے بعد موسم سرما میں اکارنانیائی، ایوارخوس نے جو استاکوس واپس جانا چاہتا تھا، کورنتھیوں کو ترغیب دی کہ چالیس جہازوں اور پندرہ سو بھاری ہتھیار بند پیادہ فوج کے ساتھ حملہ کر کے اس کو اس کی

حکومت واپس دلا دیں، اور اس نے خود بھی اس معرکہ کے لئے چند اجیر سپاہی اور ملاح فراہم کئے، اس لشکر کی سرداری یوفامیداس ابن ارسطونیموس، تموکسے نوس ابن تموکراطیس اور پیماخوس ابن کرائیس کے سپرد تھی جنھوں نے وہاں پہنچ کر اسے بحال کرادیا، اکارنانیائی ساحل کے بعض مقامات پر وہ قبضہ کرنا چاہتے تھے لیکن اس میں ناکامی ہوئی تو وہاں سے واپس ہوگئے ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ سفر کرکے وہ کفالے نیہ پر رک کر کرونیہ کی حدود میں داخل ہوگئے۔ یہاں کرانیہ والے پہلے مصالحت کرنے پر راضی ہوگئے لیکن بعد میں دھوکا دے کر اچانک حملہ کردیا جس سے چند سپاہی ہلاک ہوگئے جس کے بعد وہ عجلت کے ساتھ جہازوں میں سوار ہو کر اپنے وطن لوٹ گئے۔

اس موسم سرما میں اہل ایتھنز نے اپنے اولین کشتگان جنگ کی تجہیز و تکفین کا سرکاری خرچ سے انتظام کیا، یہ رسم ان کے اجداد کے زمانہ سے چلی آرہی ہے اور اس طرح منائی جاتی ہے کہ تدفین سے تین روز پہلے شہیدوں کی ہڈیاں ایک خیمہ میں رکھدی جاتی ہیں جو اس غرض سے لگایا جاتا ہے کہ اور ان کے دوست شہدا کے عزیزوں کو حسب استطاعت نذرانے پیش کرتے ہیں جنازہ کا جلوس رتھوں میں سرو کے تابوت رکھ کر نکالا جاتا ہے، ہر قبیلہ کے لئے ایک گاڑی مختص ہوتی ہے اور شہیدوں کی ہڈیاں ان کے قبیلہ سے متعلقہ تابوت میں رکھی جاتی ہیں، جن شہیدوں کی لاشیں حاصل نہیں کی جاسکیں ان کی یاد میں ایک خالی تابوت سجا کر جلوس میں شریک کیا جاتا ہے، شہری یا اجنبی جو بھی چاہے اس جلوس میں شریک ہوسکتا ہے اور مقام تدفین پر عزاداری کے لئے شہیدوں کی رشتہ دار عورتیں اکٹھی ہوتی ہیں، تدفین مضافات شہر کے پر فضا سرکاری قبرستان میں عمل میں آتی ہے اس کلیہ سے

وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو ماراتھون میں مارے گئے تھے جو غیر معمولی اور عدیم المثال شجاعت و جوانمردی انھوں نے دکھائی تھی، اس کے پیش نظر جہاں مارے گئے اسی مقام پر انھیں دفن کر دیا گیا تھا۔ ہڈیوں کی تدفین کے بعد ایک سربرآوردہ اور ذی علم شخص جس کا انتخاب حکومت کی جانب سے ہوتا ہے کشتگان جنگ کے کارناموں کی تعریف و توصیف کرتا ہے، یہ ہے طریقہ شہدا کو دفن کرنے کا۔ اور اس جنگ کے دوران میں جب کبھی ایسا موقع آیا اسی دستور کی پابندی کی گئی، موجودہ جنگ کے اولیں شہدا یہی لوگ تھے اور ان کی خوبیوں کی ستائش کرنے کے لئے فارقلیس ابن ذانتھی پوس کا انتخاب کیا گیا تھا جو مناسب وقت پر مقام تدفین سے اٹھ کر ایک اونچے چبوترہ پر چڑھ گیا تاکہ حاضرین کی زیادہ سے زیادہ تعداد سن سکے، اور حسب ذیل تقریر کی :-

"میرے بیشتر پیشروؤں نے جنھوں نے یہ فرض ادا کیا ہے اس شخص کی ستائش کی ہے، جس نے قانوناً لازمی قرار دیا کہ کشتگان جنگ کے جنازہ کی آخری رسوم کے موقع پر ان کے اوصاف کے بارے میں تقریر کی جائے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جن لوگوں نے بڑے کام کئے ہیں ان کا صلہ بھی بڑے کاموں ہی سے ہو سکتا ہے" اور اس وقت ایک احسان مند قوم اپنے شہیدوں کی تدفین کی جو رسم ادا کرتی ہے وہ بھی ایک بڑا کام ہے، میرا خیال ہے کہ ان شہیدان وطن کے درخشاں کارناموں کے تذکرہ کو ایک متنفس کی قوت گویائی پر چھوڑ دینا مناسب نہیں ہوگا کیونکہ مقرر سے خطا ہو سکتی ہے اور ممکن ہے وہ تقریر اچھی کرے یا بُری، اور موضوع ایسا ہے کہ سامعین کو مشکل سے یقین دلایا جا سکتا ہے کہ جو کچھ کہا جا رہا ہے وہ حقیقت پر مبنی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ شہیدوں کے دوست اور قریبی واقفیت رکھنے والے سامعین یہ

محسوس کریں کہ کسی خاص نکتہ کی جیسی چاہیئے وضاحت پوری تفصیل کے ساتھ نہیں کی گئی تو دوسری طرف ناواقف لوگ مقرر کے بیان کو ضرورت سے زیادہ مبالغہ آمیز سمجھیں، یہ ایک فطری بات ہے کہ ہر شخص خود اپنی صلاحیتوں کے مطابق واقعات کے ممکن یا ناممکن ہونے کا اندازہ کرتا ہے، انسان دوسرے کے کارناموں کو اپنے اوپر ڈال کر جانچتا ہے اور جب کوئی بات انفرادی طور پر اس کے بس سے باہر معلوم ہوتی ہے تو رشک وحسد کے جذبات ابھر آتے ہیں اور شک وشبہ کی فضا پیدا ہو جاتی ہے، تاہم چونکہ قانون کا منشا یہی ہے اور اس موقع پر تقریر کرنے کے طریقہ کو ہمارے آباواجداد نے شرف قبولیت بخشا ہے اس لئے مجبوری ہے اور میں آپ حضرات کی خواہش پوری کرنے کی ممکن حد تک کوشش کروں گا۔

پہلے میں اپنے اسلاف کا ذکر کروں گا کیونکہ اس موقع کے لئے یہی تمہید نہایت موزوں اور مناسب معلوم ہوتی ہے، ہمارے بزرگوں کا قبضہ زمانہ قدیم سے نسلاً بعد نسلاً اس ملک پر چلا آتا ہے انھوں نے کمال ہمّت اور شجاعت سے ہر دور میں اپنی آزادی کی حفاظت کی اس لئے یہ ملک ہمیشہ آزاد رہا ہے، جس قدر قابل ستایش ہمارے اسلاف ہیں اس سے کہیں زیادہ تعریف کے مستحق ہمارے ماضی قریب کے بزرگ ہیں جنھوں نے اپنے باپ دادا کے ورثہ میں اضافہ کرکے ایتھنیزی سلطنت کی داغ بیل ڈالی اور ہر قسم کی مشکلات کا جوانمردی سے مقابلہ کرکے اپنی متاع عزیز ہمیں سونپ گئے اور پھر موجودہ زمانہ میں ہم میں سے اکثر حضرات نے جن کے دست و بازو میں ہنوز طاقت و توانائی موجود ہے اپنی سلطنت کی توسیع و استحکام کے لئے مقدور بھر کوشش کی اور عروس البلاد ایتھنیز کے لئے ایسے وسایل مہیا کئے جن پر صلح و جنگ، دونوں زمانوں میں بیرونی

امداد کے بغیر بھروسہ کیا جا سکتا ہے، میں یہاں تاریخ کے اس حصّہ کا اعادہ نہیں کروں گا جس کا تعلق ہماری فتوحات اور مقبوضات کے حصول سے ہے، اس تفصیل میں بھی نہیں جاؤں گا کہ ہم نے یا ہمارے بزرگوں نے یونانیوں اور غیر یونانیوں کی تیز و تند یورشوں کو کس مستعدی اور جانفشانی سے روکا۔ ان ساری باتوں سے آپ واقف ہیں، اس لئے انھیں دہرا کر آپ کا وقت خراب نہیں کروں گا مگر سوال یہ ہے کہ وہ کونسا راستہ ہے جس پر چل کر ہم اپنی موجودہ منزل پر پہنچے ہیں، کس طرز حکومت نے ہماری شوکت وعظمت میں اضافہ کیا اور وہ کونسی قومی خصوصیات ہیں جن کی بدولت ہم پایہ عروج پر پہنچے ہیں، کشتگان جنگ کی شوکت وشجاعت کا ذکر کرنے سے پہلے میں ان سوالات کا جواب دینے کی کوشش کروں گا میں سمجھتا ہوں کہ اس موقع پر ان امور کا تذکرہ نہایت موزوں ہوگا اور اس سے سارے حاضرین مستفید ہوں گے، چاہے وہ ہمارے شہری ہوں یا اجنبی۔

ہمارے آئین وقوانین دوسری مملکتوں کے قوانین کی نقل نہیں ہیں ہمارے سیاسی ادارے اور انجمنیں ہماری اپنی ایجاد ہیں، اور دوسروں کے لئے نمونہ کا کام دیتی ہیں، ہم کسی کی تقلید نہیں کرتے بلکہ ہر شعبۂ حیات میں اختراع اور اجتہاد سے کام لیتے ہیں، ہماری حکومت اقلیت کے فایدہ کو پیش نظر نہیں رکھتی بلکہ اکثریت کے مفاد کو آگے بڑھاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اسے "عمومیت" کہا جاتا ہے، قانون کی نظر میں غریب، امیر، بڑے چھوٹے سب ایک ہیں، ہم نسلی یا طبقاتی حقوق ومراعات کو جائز نہیں رکھتے، اور ہمارے یہاں غریبی بھی مانع حقوق واختیارات نہیں ہے، قابل افراد کو ان کی غریبی یا گمنامی ملک کی خدمت کے اعلیٰ ترمواقع سے محروم نہیں کرتی، جو آزادی ہمیں میدان سیاست میں حاصل ہے روزمرہ زندگی میں بھی اسی کی روح ہر طرف کارفرما نظر آتی ہے، ہر شخص کو پورا اختیار

ہے کہ جو پیشہ یا مشغلہ چاہے اختیار کرے، اس کی وجہ سے نہ تو کوئی اسے ذلیل یا ہیچ سمجھتا ہے اور نہ کوئی بدگمانی اس کی جانب سے پیدا ہو سکتی ہے، ہم اپنے چہرے بشرے سے بھی اس بارے میں کسی ناپسندیدگی کا اظہار کرنا مناسب نہیں سمجھتے لیکن خانگی زندگی میں اس آزادی کے باوجود ہم شہری کی حیثیت سے قانون کی کوئی خلاف ورزی نہیں کرتے، حاکم کی حکومت اور سزا کا خوف ہمارے دلوں میں قانون کی خلاف ورزی کا خیال ہی پیدا ہونے نہیں دیتا۔ خصوصاً ایسے قوانین کی ہمارے پاس بڑی اہمیت ہے جو زبردست کے مقابلہ میں زیردست کی حفاظت کے لئے بنائے گئے ہیں، چاہے وہ تحریری شکل میں قانونی تدارک کے ساتھ نافذ ہوں یا ضبط تحریر میں تو نہ لائے گئے ہوں، مگر ان کی خلاف ورزی کرنے والا مستوجب ملامت و نفرین ہوتا ہے۔

محنت و مشقت کے بعد خوش بسری کے لئے ہمارے شہر میں بے شمار اسباب تفریح موجود ہیں، کھیل، تماشے اور قربانیوں کے میلے سال بھر ہوتے رہتے ہیں، ہمارے گھروں کو دیکھئے تو لطافت و شایستگی اور آرائش و آسائش کے سامان ہر طرف نظر آئیں گے، جن کی پُر استراحت فضا میں روزانہ کام کاج کی تھکن اور کلفتیں کافور ہو جاتی ہیں، اور یہ ہمارے شہر کی شہرت اور بزرگی کا باعث ہے کہ دنیا کے ہر حصّہ کی پیداوار ہماری بندرگاہ پر کھینچ آتی ہے اور ہمیں دنیا جہان کی نعمتیں گھر بیٹھے چکھنے کو اسی طرح مل جاتی ہیں جیسے خود اپنے ملک کے میوے اور پھل۔

ہماری فوجی پالیسی کو دیکھئے تو وہ بھی ہمارے حریفوں سے مختلف نظر آئیگی ہمارے شہر کے دروازے ساری دنیا کے لئے ہمیشہ کھلے رہتے ہیں اور ہم کوئی قانون بنا کر اجنبیوں کو شہر میں داخل ہونے اور اپنے طور طریقے دیکھنے اور سیکھنے سے

منع نہیں کرتے، گو یہ خطرہ ضرور لگا رہتا ہے کہ رعایت سے شاید دشمن کو کبھی کوئی فائدہ پہنچے مگر ہمیں تو در اصل اپنے طریقہ کار اور حکمت عملی سے زیادہ اپنے ہم وطنوں کے جوہر ذاتی پر بھروسہ ہے، تعلیم و تربیت کے لئے جہاں ہمارے حریف بچوں پر شیر خوارگی ہی کے زمانہ سے سخت تکلیف دہ تادیب عاید کر کے جوانمردی کی صفات پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ایتھنیز میں ہمارے ذہنوں پر کوئی بوجھ نہیں ڈالا جاتا اور ہر قسم کی آزادی حاصل ہے لیکن اس کے باوجود ہماری تربیت ایسی ہوتی ہے کہ جب خطرہ کا وقت آتا ہے تو ہماری ہمت کسی چیز میں قاصر نہیں ہوتی، اس کا ثبوت یہ ہے کہ لاکے ڈیمونی کبھی ہم پر تنہا حملہ نہیں کرتے بلکہ ہر دفعہ اپنے سارے حلیفوں کی فوجیں ساتھ رکھتے ہیں اور ہم ایتھنیزی کسی کی مدد کے بغیر دشمن کے علاقوں میں بے محابا داخل ہو جاتے ہیں اور اسے اس کے وطن میں شکست دیتے ہیں، کسی دشمن سے کبھی ہماری ساری فوج کا مقابلہ نہیں ہوا کیونکہ ہمارا بحری بیڑا ایک طرف رہتا ہے تو ہمارے شہریوں کے فوجی دستے مختلف اغراض کے تحت سینکڑوں مقامات کو بھجوائے جاتے ہیں، دشمن ان میں سے کسی ایک دستہ سے جو ہمارے پورے لشکر کا عشر عشیر بھی نہیں ہوتا، لڑائی میں کامیاب ہو جائے تو اس کامیابی کو اس قدر بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے جیسے ہماری ساری سلطنت کو شکست ہو گئی، اور اگر ہمارے دستہ کو فتح ہوئی تو یہ باور کرانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ جیسے ہماری ساری قوم سے مقابلہ تھا، اسلئے ہار ہوئی، ہم سخت تادیب کی مشقت اٹھانے کی بجائے راحت و آرام کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور اکتسابی نہیں بلکہ فطری ہمت و جرأت سے خطرات کا مقابلہ کرتے ہیں، اس طرح ہم دوہرے فایدے میں ہیں، یعنے ایک تو خطرات کے پیش آنے سے پہلے ہی خواہ مخواہ خایف ہو کر ہم اپنی زندگی کو تلخ نہیں بناتے

دوسرے جب واقعی آزمایش کا وقت آتا ہے تو جان کھپانے میں ان لوگوں سے پیچھے نہیں رہتے جنھوں نے خطروں کے انتظار اور ان کے مقابلہ کی فکر و تدبیر میں عمریں گزار دی ہیں۔

اس کے علاوہ اور کئی خصوصیات کی بنا پر بھی ہمارا شہر تعریف و توصیف کا مستحق ہے، ہم فضول خرچی کئے بغیر اپنے ماحول میں نفاست اور شایستگی پیدا کرتے ہیں، علم ہمیں بزدل نہیں بناتا، دولت کے صحیح مصرف سے ہم واقف ہیں اور اسے نمود و نمایش پر ضایع نہیں کرتے، ہمارے یہاں غریبی موجب ذلت نہیں سمجھی جاتی بلکہ اسے دور کرنے کی کوشش نہ کرنا معیوب سمجھا جاتا ہے، ہمارے سیاسی سربراہ اور کارکن امور سلطنت کے علاوہ سماجی اور معاشرتی مسایل میں بھی بڑی دلچسپی لیتے ہیں، اسی طرح عام شہری اپنے کاروبار کی تھکا دینے والی مصروفیات کے بعد ملک کے مسایل اور سیاسیات کو سمجھنے کیلئے وقت نکال لیتے ہیں، اور ان امور میں کافی بصیرت رکھتے ہیں، دوسری قوموں کے برخلاف ہم ایسے شہری کو جو اپنے سیاسی فرایض ادا نہیں کرتا بے حوصلہ ہی نہیں بلکہ ناکارہ بھی سمجھتے ہیں، اگر ہمارا کوئی شہری خود کسی سیاسی تحریک کو عمل میں نہیں لاتا تو سارے پہلوؤں پر غور کرکے اس کے متعلق ایک مستقل رائے ضرور قایم کر لیتا ہے، ہم مل کر سوچنے اور بحث مباحثہ کو عمل کے راستہ میں رکاوٹ نہیں سمجھتے بلکہ ہمارا خیال ہے کہ جب تک کسی مسئلہ کی چھان بین تبادلۂ خیال کے ذریعہ نہ کرلی جائے، کوئی معقول حل دریافت نہیں کیا جا سکتا۔ ہم جب کسی بڑے اور مشکل کام میں ہاتھ ڈالتے ہیں تو بے باک دلی بے پناہ عزم و ارادہ کے ساتھ بے انتہا فہم و فراست سے بھی کام لیتے ہیں اور یہ دونوں صفات ہمارے ہر ایک شہری میں یکجا ہو جاتی ہیں، دوسروں کی طرح ہماری دلیری و جوانمردی جہالت

یا حماقت کا نتیجہ نہیں ہوتی بلکہ ہم سارے متعلقات و مضرات کے نفع و نقصان کا موازنہ کر لینے کے بعد مردانہ وار خطروں میں گھستے ہیں، اور دراصل دنیا کی نظر میں بجا طور پر بہادر کہلانے کے مستحق وہی لوگ قرار دیے جائیں گے جو زندگی کے ہر دو پہلوؤں یعنے محنت و مشقت کی صعوبتوں اور عیش و آرام کے لطف و مسرت سے آشنا ہونے کے باوجود خطرات سے جی نہیں چراتے۔ اس کے علاوہ ہم ہمیشہ اپنا ہی فایدہ نہیں سونچا کرتے بلکہ دوسروں کی مدد جس فراخدلی سے کرتے ہیں، اس کی مثال بھی دوسری قوموں میں نہیں ملتی، ہم حسن سلوک سے دوستوں کے دلوں کو مسخر کرتے ہیں، ان کو کچھ دیتے ہی ہیں لیتے نہیں اور یہ واقعہ ہے کہ دینے والے کا جذبۂ رفاقت ہمیشہ لینے والے سے زیادہ قوی ہوتا ہے کیونکہ وہ ہمیشہ لینے والے کے ساتھ ہمدردی اور مہربانی کا برتاؤ کر کے اُسے مرہون منّت رکھنے کی کوشش کرتا ہے، اس کے برخلاف لینے والے کا جذبۂ دوستی اس درجہ قوی نہیں ہوتا۔ اسے ہمیشہ اس امر کا احساس رہتا ہے کہ جو کچھ وہ دیگا احسان کا بدلا ہوگا، احسان نہیں ہوگا۔ اور جس قدر ہم نے سود و زیاں سے قطع نظر کر کے، ہمدردی اور غمخواری کو اپنا دین و ایمان جان کر دوسرے کی مدد کی ہے وہ کسی اور قوم سے نہ بن پڑی۔

مختصر یہ کہ ہمارا شہر ساری دنیائے یونان کے لئے ایک قابل تقلید نمونہ ہے کہیں کا آدمی لے لیجئے اس میں ایتھنز کے شہری کی سی خوداعتمادی نظر نہ آئے گی اور نہ ناگہانی حالات کا دوسروں کی مدد کے بغیر مقابلہ کرنے کی صلاحیت ہمارے شہری میں کئی اچھی صفات یکجا ہو گئی ہیں اور اس کا ہر وصف قابل تعریف ہے، اور یہ کوئی بے بنیاد باتیں نہیں ہیں جو میں اس موقع پر اظہار تفاخر کے لئے بیان کر رہا ہوں، اپنے اوصاف کی بدولت ہماری عظمت

و وقار اور ہماری سلطنت میں اضافہ ہوا ہے جس سے میرا یہ دعویٰ پوری طرح سے ثابت ہو جاتا ہے، یہ ایک حقیقت ہے کہ ساری ہم عصر مملکتوں میں صرف ایتھنز، ہی ایسا شہر ہے جس کی عظمت ہر آزمائش میں اس کی شہرت سے بالا تر ثابت ہوی ہے وہ جب دشمن پر فتح پاتا ہے تو اس کی آبروریزی نہیں کرتا اور جن قوموں پر ایتھنز حکمراں ہے وہ بھی گواہی دیتی ہیں کہ حکومت کرنا اسی کو زیبا ہے، نہ صرف موجودہ دنیا بلکہ آیندہ نسلیں بھی ہمیں قدر کی نگاہ سے دیکھیں گی، کیونکہ ہم اپنے عروج و کمال کی کچھ کم نشانیاں نہیں چھوڑ رہے ہیں، ہمارے مہتم بالشان کارناموں کی یاد ہمیشہ تازہ رہے گی۔ ہومر جیسے قصیدہ خواں کا ایتھنز محتاج نہیں ہے، کیونکہ شاعروں کی روح مدح سرائی سامعین کو موقتی طور پر متاثر ضرور کرتی ہے لیکن جب ان کے بیان کو واقعات کی کسوٹی پر کسا جاتا ہے تو سارا طلسم یکایک ٹوٹ جاتا ہے، ہم وہ ہیں جن کے عزم و ہمت کے راستہ میں بحر و بر کی کوئی رکاوٹ حایل نہیں ہو سکی، تمام خشک وتر ایتھنز کی مہمات اور فتوحات کا شاہد ہے، ہم نے دنیا کے جس خطہ میں قدم رکھا وہاں اپنی عظمت کا سکہ بٹھا دیا، یہ ہے شان و شوکت اس شاندار شہر کی جس کی حفاظت کے لئے ان بہادروں نے جان نثار کر دی جن کی تدفین کے مراسم اس وقت ہم ادا کر رہے ہیں، انھوں نے وطن کی آن بان کے لئے اپنے آپ کو قربان کر دیا اور ہم پس ماندوں کو بتا دیا کہ راہ وفا میں سر کٹانا ہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

بھائیو اور بہنو! میں نے اپنے وطن عزیز کی خصوصیات کا قدرے تفصیل سے ذکر کیا ہے کیونکہ میں بتانا چاہتا ہوں کہ لڑائی کی صورت میں فتح و شکست کی اہمیت ہمارے لئے زیادہ ہے، دشمن کے ساتھ ایتھنز جیسی کوئی

متاع عزیز نہیں ہے جس کے ہاتھ سے نکل جانے کا اسے ملال ہو، میں یہ ساری باتیں اس غرض سے بیان کر رہا ہوں کہ ان شہیدان وطن کی تعریف میں جو کچھ کہوں اس کا ناقابل انکار ثبوت بھی پیش کر دوں اور اس طریقہ سے ان جانبازوں کی تعریف و توصیف بھی بڑی حد تک ہو گئی کیونکہ شہر کی تعریف در اصل شہر والوں کی تعریف ہے، ایتھنز کی جس شان و شوکت کا ابھی میں نے ذکر کیا ہے وہ اپنی شہیدوں اور ان جیسے سرفروشوں کی خدمت گذاریوں اور جانفشانیوں کا حاصل ہے، بیشتر یونانیوں کے برخلاف جو شہرت انھوں نے پائی ہے اسکے ہر طرح مستحق ہیں، ان کی بڑائی کا ثبوت ضروری سمجھا جائے تو وہ بھی ان کے اس آخری کارنامے میں مل جاتا ہے، ان کی موت بہر حال قابل رشک ہے، چاہے وہ اعمال نیک کی ابتدا میں واقع ہوی ہو یا انتہا میں، اور یہ ادعا بالکل حق بجانب ہے کہ کوئی شہری وطن کے ناموس کے لئے نبرد آزمائی میں ثابت قدمی دکھائے تو اس کی ساری دوسری کمزوریوں کو نظر انداز کر دینا چاہیئے، کیونکہ یہ ایک خوبی سارے عیوب کی تلافی کر دیتی ہے جو شخص وطن کی محبت میں جان دیتا ہے اس کی انفرادی اور خانگی کمزوریوں سے چشم پوشی کرنی چاہیئے لیکن آج ہم ملک کے ان سپوتوں کو سپرد خاک کر رہے ہیں، جن کے والہانہ جذبۂ وطن پرستی اور عزم و ارادہ کو کوئی قوت متزلزل نہیں کر سکی، ان میں دولتمند بھی تھے مگر انھوں نے اپنے عیش و آرام کو عزیز نہیں رکھا اور جو غریب تھے انھیں حصول دولت و آسایش کی طمع نے خطرات کے بے باکانہ مقابلہ سے نہیں روکا، ان شہیدان وطن کے سینوں میں صرف انتقام اور پاس ناموس کی آگ دہک رہی تھی، یہی ایک جذبہ ان پر طاری تھا اور وہ حصول دولت و آسایش کی نسبت دشمن سے انتقام لینا زیادہ ضروری سمجھتے اور اسی کو

عظمت و شوکت کی سب سے زیادہ درخشندہ نشانی سمجھ کر شاداں و فرحاں خطرات میں کود پڑے، ان کے جذبۂ انتقام کے راستے میں دل کی آرزوئیں نکالنے کا خیال مایل نہیں ہوا، انھوں نے آخری فتح کی بے یقینیوں کو امید کے سہارے برداشت کر کے خود اعتمادی سے کام لیا اور وطن کے لئے جان کی بازی لگا کر دوڑ پڑے، دشمن سے لڑتے ہوئے جان دینے کو ترجیح دی، اس کے آگے سر جھکا کر جینا گوارا نہ ہوا، اور جب وقت آگیا تو گریز و فرار کی حالت خوف میں نہیں بلکہ فتح و نصرت کا نشان دیکھتے ہوئے آخری سانس لیا۔

ان شہدا نے جو موت پائی ہے وہ قابل رشک ہے، ایسی موت جس کی ہم ایتھنزیوں کو آرزو کرنی چاہئیے، ہم سب کو چاہئیے کہ ان کی مثال کو ہمیشہ پیش نظر رکھیں، اور میدان جنگ میں ایسے ہی اٹل ارادے اور ہمت و جرات کا ثبوت دے کر بہتر انجام کے آرزومند ہوں، ملک کے دفاع کے ساتھ جو اقدار اور فواید وابستہ ہیں ان سے پوری واقفیت صرف تقریر سننے سے حاصل نہیں ہو سکتی اگرچہ یہ موضوع اس قدر وسیع اور زرخیز ہے کہ آپ حضرات جیسے واقف کار سامعین کے سامنے بھی اس کے لامحدود گوشے اجاگر کئے جا سکتے ہیں مگر آپکو چاہئیے کہ دوسروں کے الفاظ پر اکتفا کرنے کی بجائے ایتھنز کی عظمت اور شان و شوکت کا خود اپنے طور پر اندازہ لگائیں، اس کی خوبیوں اور رعنائیوں کو اپنے قلب و نظر میں بسا لیں، یہاں تک کہ ریشہ ریشہ میں اس کی محبت سرایت کر جائے جب ملک کی عظمت کا مکمل نقشہ آپ کے دل و دماغ پر مرتسم ہو جائے تو یاد رکھیئے کہ اسے یہ رفعت و منزلت اس کے باشندوں کی ہمت و جرات، والہانہ خدمت گذاری اور میدان جنگ میں قومی سربلندی بے پناہ جذبہ کی بدولت حاصل ہوی ہے، انھوں نے کبھی کسی مرحلہ میں اپنی شخصی ناکامی سے ہمت ہار کر

ایتھنیز کو اپنے دست و بازو کی طاقت سے محروم نہیں کیا بلکہ وطن پر اپنا سب کچھ نچھاور کر دینے کو موجب صد افتخار سمجھا، ان جانبازوں نے وطن کے لئے اپنی جان دی، اس لئے ان کی شان کبھی نہ مٹے گی اور ہر ایک کا نام عزت و احترام سے لیا جائے گا۔ اور ان کی لحد تو بے شک یہی دو گز زمین رہے گی جس میں ان کی ہڈیاں دفن کی گئی ہیں لیکن ان کا مزار سارا عالم ہوگا اور جہاں کہیں انسان کے باعظمت کارناموں کا ذکر ہوگا، ان شہدائے وطن کے نام بھی ہمیشہ ورد زبان رہیں گے، وطن سے دور اجنبی ملکوں میں ان کے مزار کا کتبہ انسان کے لوح دل پر نقش رہے گا۔ ہمیں چاہیئے کہ ان شہیدوں کے نقش قدم پر چلیں، ان کی زندگی ہمارے لئے ایک قابل تقلید مثال پیش کرتی ہے، مسرت، آزادی کا ثمر، اور آزادی بہادری کا انعام ہے، اس لئے جنگ کے خطروں سے ہمیں کبھی نہ گھبرانا چاہیئے۔ یہ سچ ہے کہ خراب و خستہ حال لوگوں کو اپنی جان زیادہ عزیز نہیں ہوتی۔ کیونکہ ان کے سامنے کوئی مستقبل نہیں ہوتا۔ جان کی بازی لگانے میں بجا طور پر کوتاہی زیادہ تر وہی لوگ کرتے ہیں جو مسلسل کامیاب زندگی بسر کر رہے ہوں ایسے افراد کو جب یکایک کوئی کڑا مرحلہ در پیش ہو تو ناکامی کی صورت میں انتہائی المناک انجام کا اندیشہ رہتا ہے، اور یہ واقعہ ہے کہ جوش و جذبہ رکھنے والے ایک انسان کے لئے بزدلی کا الزام اس تکلیف کی بہ نسبت بہت زیادہ روح فرسا ہوتا ہے جو وطن کے لئے جرات و شجاعت سے نبرد آزمائی کرتے وقت یکایک کاری ضرب کھا کر جان دینے سے پہنچتی ہے۔

اس لئے شہدا کے والدین سے جو اس مجمع میں موجود ہیں میری گذارش ہے کہ اس درد کو صبر کے ساتھ برداشت کریں، جیسا کہ وہ جانتے ہیں انسان کی زندگی میں بے شمار اتفاقات اور انقلابات آتے ہیں لیکن خوش نصیب ہیں

وہ لوگ جن کی تقدیر وہ شاندار موت تھی جس کا آج ہم ماتم کر رہے ہیں اس زندگی میں وہی اچھا رہا جس کی زندگی تو کم ہوی مگر عزت اور آرام سے بسر ہوی، ایسی ہی موت وہ تقدیر ہے جو انسان کے حق میں مشیت کا بہترین اندازہ کہی جا سکتی ہے، میں جانتا ہوں کہ ایسی باتوں سے آپ کو صبر آنا مشکل ہے کیونکہ آپ دوسروں کو ان نعمتوں سے متمتع دیکھتے ہیں جو کبھی آپ کو نصیب تھیں مگر آج آپ ان سے محروم ہیں، انسان کو کوئی چیز سرے سے حاصل ہی نہ ہو تو اس کا اتنا رنج نہیں ہوتا جتنا رنج اس چیز کے کھو جانے سے ہوتا ہے جو عرصہ تک حاصل رہی ہو، آپ میں بعض ایسے ہیں جن کے اور اولاد ہو گی اور بچے بڑے ہو کر ان کی جگہ لیں گے جنھوں نے ملک کے لئے اپنی جانیں قربان کی ہیں، گھر میں جو جگہ خالی ہوی ہے نہ صرف وہ پھر بھر جائے گی بلکہ ملک کی طاقت کے علاوہ سلامتی میں بھی اضافہ ہو گا۔ کیونکہ صاحب اولاد شہری ہی جنگ کے مسایل کے نفع و نقصان پر پوری ذمہ داری سے سوچ سکتے ہیں، اور انہی کی دانائے صائب اور ملک کی سلامتی کی ضامن ہو سکتی ہے، جن لوگوں کو اب اولاد ہونے کی امید نہیں وہ اس خیال سے اپنے دلوں کو تسکین دے لیں کہ عمر کا بڑا حصہ اچھی طرح سے گذر گیا اور جو تھوڑے دن باقی ہیں وہ بھی ان شہیدوں کی درخشاں یاد سے روشن رہیں گے، قوم ان کی تعظیم و تکریم کرے گی جو ہر قسم کی مادی منفعت سے بلند و بالا امتیاز اور پیرانہ سالی کا سب سے بڑا سکون اور مایۂ تسلی ہے۔

ان لوگوں کے واسطے جو ان شہیدوں کی اولاد اور اعزا ہیں ایک سخت مرحلہ باقی ہے، انسان جب مر جاتا ہے تو اس کا نام ہمیشہ اچھائی سے لیا جاتا ہے اور چاہے آپ خود کو کتنا ہی قابل اور بہادر ثابت کریں، شہید وفا کی اس شہرت کی منزل سے آگے بڑھنا تو کجا اس تک پہونچنا بھی

آپ کے لئے مشکل ہے، انسان زندگی میں کینہ اور بہتان کا شکار ہوتا ہے لیکن جب وہ دنیا سے اٹھ جاتا ہے تو اس کے کام انسان سے بالاتر سمجھے جاتے ہیں، دنیا اس کا نام احترام سے لیتی ہے اور کینہ اور رقابت کو اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا، ان بیویوں سے جو اب بیوگی کی زندگی گذار رہی ہیں، میں صرف اس قدر کہوں گا کہ عورت کا سب سے بڑا حسن یہ ہے کہ جو خوبیاں اس صنف سے وابستہ ہیں انھیں برقرار رکھا جائے اور وہی بی بی سب سے زیادہ بلند مرتبہ رکھتی ہے جس کا ذکر اچھائی یا برائی سے کبھی مردوں کی محفل میں نہ آئے۔

اب مجھے کچھ اور کہنا نہیں ہے، اپنی استعداد کے مطابق میں نے اپنا فرض بڑی حد تک ادا کر دیا ہے جس سے کم از کم الفاظ کی حد تک قانون کا منشا پورا ہو گیا، جہاں تک عملی شکر گذاری کا تعلق ہے ہم نے ان شہیدان وطن کو پورے احترام اور رسوم کے ساتھ سپرد خاک کر دیا جس سے انھیں اپنی جانبازی کا ایک حد تک صلہ مل چکا ہے، اس کے علاوہ حکومت اپنے خرچ سے اُنکی اولاد کو پروان چڑھائے گی، یہی وہ بیش قیمت انعام اور پھولوں کا تاج ہے جو ایک احسانمند قوم ان شہریوں کو دیتی ہے جو ملک کے لئے سرفروشی کی دوڑ میں دوسروں سے آگے بڑھ جاتے ہیں، دونوں کو صلہ ملتا ہے، مرنے والوں کو بھی اور ان کے پس ماندگان کو بھی، اور جس ملک میں بڑے کاموں کے لئے بڑے سے بڑے انعام دیے جاتے ہیں، اسی کے شہری بہترین ثابت ہوتے ہیں۔

صاحبو! پس شہدا کا ماتم ختم ہوا، اب اپنے گھروں کو سدھارو۔"

(۵)

ساتواں باب

جنگ کا دوسرا سال، ایتھنیز میں طاعون کی وبا، فارقلیس کا موقف اور حکمت عملی، پوتی دیہ کی شکست

کشتگان جنگ کی تدفین کا حال ہم بیان کر چکے ہیں جو اس سال موسم سرما میں عمل میں آئی، جنگ کا پہلا سال بھی اسی موسم میں ختم ہو گیا۔ موسم گرما میں لاکے دیمونیوں اور ان کے حلیفوں نے حسب سابق اپنی افواج کے دو تہائی حصہ کے ساتھ اٹیکا پر حملہ کیا، سپاہ سالار آرکی داموس ابن زیوکسی داموس شاہ لاکے دیمون کی سرکردگی میں حملہ آوروں نے مختلف علاقوں کو تباہ و تاراج کیا، اس حملہ کے کچھ ہی عرصہ بعد پہلی دفعہ ایتھنیز میں طاعون کی وبا پھیلی، کہا جاتا ہے کہ اس سے پہلے لمنوس کے قرب و جوار کے کئی علاقوں میں پلیگ آیا تھا لیکن کہیں بھی نہ تو وہ اتنا زیادہ پھیلا تھا اور نہ اس کی وجہ سے اتنے زیادہ لوگ مرے، شروع میں طبیب بھی کچھ نہ کر سکے اس لئے کہ ان کو صحیح طریقہ علاج معلوم نہیں تھا اور چونکہ وہی زیادہ مریضوں کے پاس زیادہ جاتے تھے اسلئے خود طبیب بڑی تعداد میں مرنے لگے اور طاعون سے بچنے کے لئے جو تدبیر بھی کی گئی

وہ ناکام ثابت ہوی، لوگوں نے مندروں میں پناہ لی مگر بچ نہ سکے، جادو ٹونا وغیرہ بھی بے اثر ثابت ہوا، اور مرض کی شدت اس درجہ تباہ کن ثابت ہوی کہ کچھ نہیں کیا جا سکا۔

کہا جاتا ہے کہ یہ وبا پہلے پہل حبش کے ان علاقوں میں پھیلی جو مصر کے شمال میں واقع ہیں اور وہاں سے مصر و لیبیا اور شاہ ایران کے بیشتر مقبوضات تک اس کا اثر پہنچا۔ ایتھنیز پر اس نے اچانک حملہ کیا اور سب سے پہلے پری اوس کی آبادی متاثر ہوی تو یہ سمجھا گیا کہ پلوپونیزیوں نے ان کے ذخائر آب میں زہر ملا دیا (اس زمانہ تک پری اوس میں کنوئیں نہیں تھے) پری اوس کے بعد شہر کے بالائی حصے زد میں آ گئے تو لوگ زیادہ تعداد میں مرنے لگے، اس وبا کی ماہیت اور اسباب کے متعلق میں کچھ نہیں کہوں گا، یہ فرض دوسرے پیشہ ور یا غیر پیشہ ور لکھنے والے ادا کر سکتے ہیں، میں تو سمجھتا ہوں کہ اس بلائے بے درمان کے ٹھیک ٹھیک اسباب کا پتہ نہیں چلایا جا سکتا۔ میں صرف اس کی نوعیت بیان کروں گا اور علامات کی وضاحت کروں گا تاکہ اگر آیندہ کبھی یہ وبا پھیر پھوٹ پڑے تو ارباب جستجو کو اس کی شناخت کرنے میں مدد مل سکے، یہ فرض میں بہتر طریقہ پر ادا کر سکتا ہوں، اس لئے میں خود اس مرض کا شکار رہا تھا۔ اس کے علاوہ مجھے دوسرے مریضوں کو بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔

یہ مسلمہ امر ہے کہ اس سال خلاف معمول کوئی اور بیماری نہیں آئی اور جو معدودے چند افراد علیل ہوے، ان کا مرض بھی بالآخر تشخیص کے بعد پلیگ ہی ثابت ہوا، عام طور پر بظاہر علامت کا کوئی سبب نہیں ہوتا تھا اچھے خاصے تندرست آدمی پر یکا یک مرض کا حملہ ہوتا جس سے پہلے سر میں سخت حدت محسوس ہوتی اور آنکھیں سرخ ہو کر جلنے لگتیں، جسم کے اندرونی اعضا جیسے

زبان اور حلق خون آلود ہوجاتے اور تنفس بگڑ کر متعفن ہوجاتا تھا۔ پھر چھینکوں کے ساتھ آواز بھاری ہوجاتی، سینہ میں درد ہوتا اور کھانسی کے دورے پڑنے لگتے تھے، مرض کا اثر پیٹ میں پہنچنے کے بعد انتہائی تکلیف سے استفراغ کے ساتھ ہر قسم کا زرد آب اور صفرا خارج ہوتا تھا، اکثر صورتوں میں بار بار اُبکائی آتی تھی اور تشنج کے سخت دورے پڑتے تھے جو کبھی تو کچھ دیر بعد رُک جاتے اور کبھی بڑی دیر تک جاری رہتے تھے، مریض کا جسم چھونے سے زیادہ خارجی حرارت محسوس نہیں ہوتی تھی اور اس کا رنگ زرد یا بے رونق نہیں بلکہ سرخی مایل نیلا ہوجاتا تھا۔ ساتھ ہی جلد میں آبلے آنے لگتے تھے، لیکن اندرونی حرارت سے تن بدن میں جیسے آگ لگ جاتی تھی، اور مریض لباس آتار پھینکتا۔ باریک سے باریک کپڑا بھی نہ اوڑھ سکتا۔ اور ننگا مادر زاد ہوجاتا تھا۔ بس یہی جی چاہتا تھا کہ ٹھنڈے پانی میں غوطہ لگائے۔ چنانچہ بعض مریض جن کا کوئی پرسان حال نہیں تھا پیاس کی تاب نہ لاکر شدت کرب واضطراب میں برساتی گڑھوں میں کود پڑے، گو زیادہ پانی پینے یا نہ پینے سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ نہ آرام لے سکتے تھے اور نہ سو سکتے تھے جس سے سخت ذہنی اذیت ہوتی تھی، عجب بات یہ تھی کہ جب تک مرض کا زور بندھا رہتا مریض کی جسمانی حالت میں کوئی ابتری پیدا نہیں ہوتی تھی اور انتہائی درد وکرب کے باوجود وہ لاغر یا کمزور نہیں ہوجاتا تھا جس کی وجہ سے عام طور پر انتقال کے وقت بھی جو ساتویں یا آٹھویں دن ہوتا تھا اس میں تھوڑی بہت طاقت باقی رہتی تھی، اس مرحلہ پر بھی اگر موت واقع نہ ہوئی تو مرض کا زہر آنتوں میں اتر جاتا تھا جس سے قرحے پیدا ہوتے اور پیٹ میں جلن کے ساتھ شدید اسہال ہوتا اور بالعموم مریض ضعف اور ناتوانی کی وجہ سے

مرجاتا تھا، مرض کا اثر چونکہ سر سے شروع ہو کر پورے جسم میں پھیل جاتا۔ اور سارا بدن ماؤف ہو جاتا تھا اس لئے اگر موت واقع نہ ہوتی تو جسم کے نازک اعضا ضرور ضایع ہو جاتے تھے اس لئے کہ زہر اعضائے مخصوصہ اور ہاتھ پیر کی انگلیوں میں سرایت کر جاتا تھا اور جو مریض جانبر ہوتے ان میں سے اکثر ان اعضا سے محروم ہو جاتے اور بعضوں کی آنکھیں بھی ضایع ہو جاتی تھیں، بعض ایسے بھی تھے جو اپنی یادداشت کلیتاً کھو بیٹھے، وہ نہ اپنے آپ کو پہچانتے تھے اور نہ اپنے دوستوں کی شناخت کر سکتے تھے۔

گو مرض کی نوعیت ایسی پیچیدہ تھی کہ بیان نہیں کیا جا سکتا اور غیر معمولی شدّت کی وجہ سے انسان بہ مشکل اس کے حملہ کو برداشت کر سکتا۔ تاہم اس میں اور دوسری معمولی بیماریوں میں جو فرق ہے وہ اس واقعہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ سارے مردار خوار جانوروں اور پرندوں نے یا تو طاعون زدوں کی لاشوں کو چھونے سے احتراز کیا (اگرچہ کئی لاشیں بے گور و کفن پڑی تھیں) یا ان کو منھ لگایا تو ہلاک ہو گئے، اس کا ثبوت یہ ہے کہ پلیگ کے زمانہ میں مردار خوار پرند ناپید ہو گئے نہ تو وہ لاشوں کے قریب نظر آتے تھے اور نہ کسی دوسری جگہ دکھائی دیتے تھے، اس میں کوئی شک نہیں کہ کسی پالتو جانور مثلاً کتے پر ان اثرات کا مطالعہ بہتر طریقہ پر کیا جا سکتا ہے۔

خاص خاص اور غیر معمولی قسم کے مریضوں سے قطع نظر کیا جائے (ایسے مریضوں کی تعداد بھی کثیر تھی) تو طاعون کی عام خصوصیات وہی تھیں جن کی تفصیل اوپر بیان کی جا چکی ہے۔ پلیگ کے دوران میں کسی اور مرض میں کوئی مبتلا نہیں ہوا، یا اگر ہوا بھی تو بالآخر اس کا سانس پلیگ پر ٹوٹتا۔ بعض کس مپرسی کے عالم میں مرے تو بعض کو پلیگ طبیبوں اور تیمارداروں کے

بیچ سے اٹھائے گیا، کوئی دوا ایسی نہیں ملی جو اس کے علاج کے لئے مخصوص قرار دی جاسکتی، کیونکہ جس دوا سے ایک کو شفا ہوتی تھی وہی دوسرے کو نقصان پہنچاتی تھی، نہ طاقتور بچتا تھا نہ کمزور، اور غذا میں انتہائی احتیاط اور پرہیز کے باوجود موت واقع ہو جاتی تھی، سب سے بڑی آفت یہ تھی کہ جونہی مرض کے آثار نمایاں ہوتے اجابتیں ہونے لگتیں، کیونکہ خوف وہراس کے فوری اور شدید حملہ کی وجہ سے بیچارے مریض کی قوت مدافعت جواب دے جاتی تھی اور وہ بآسانی طاعون کا شکار ہو جاتا تھا، مرض متعدی تھا اس لئے ایک دوسرے کی تیمارداری کے سلسلہ میں متاثر ہو کر بے شمار آدمی بھیڑ بکریوں کی طرح دم توڑ رہے تھے جس کا منظر نہایت روح فرسا تھا، بہت زیادہ اموات اسی سبب سے واقع ہوئیں، اگر لوگوں نے خائف ہو کر ایک دوسرے کی خبر گیری نہیں کی تو کسمپرسی کی وجہ سے مرے، اور یہ واقعہ ہے کہ کئی بھرے گھر اس لئے خالی ہو گئے کہ تیمارداری کرنے والا کوئی نہیں تھا، اور اگر جرات کر کے خبر گیری کی تو بھی نتیجہ موت کی صورت میں ظاہر ہوا۔ جن لوگوں نے اپنے آپ کو خوش اخلاق ظاہر کرنا چاہا ان کا بطور خاص یہی حشر ہوا۔ وضعداری کے خیال نے انھیں اپنے دوستوں کے گھروں پر حسب معمول حاضری دینے پر مجبور کیا، جہاں بالآخر خاندان کے سارے افراد مرنے والوں کی آہ و فریاد سے جاں بلب تھے اور اس موذی مرض میں مبتلا ہو کر مر گئے۔ مریضوں اور مرنے والوں کی زیادہ سے زیادہ غمگساری دراصل وہی لوگ کر سکتے تھے جو ایک دفعہ اس مرض میں مبتلا ہو کر جانبر ہوئے تھے کیوں کہ وہی جانتے تھے کہ حقیقت میں بیمار پر کیا گذرتی ہے اور ان کو اپنی جان کا کوئی خوف نہیں تھا، اس لئے کہ کسی شخص پر طاعون کا دوبارہ حملہ نہیں ہوا، یا اگر ہوا بھی تو کم از کم مہلک نہیں ثابت ہوا۔ ایسے افراد کو سب لوگ مبارکباد دیتے تھے۔

وہ خود بھی اپنے آپ کو بڑے بھاگوان سمجھے تھے اور اس خوش خیالی میں مبتلا تھے کہ انھوں نے گنگا نہالی اور آئندہ کسی مرض میں مبتلا نہیں ہوں گے۔

دیہاتیوں کا جم غفیر جب شہر میں آیا تو اس کی وجہ سے اور بھی سخت تر مصائب کا سامنا ہوا اور خاص کر ان نو واردوں کی حالت قابل رحم ہو گئی اُن کے رہنے کے لئے گھر نہیں تھے، اس لئے سخت گرمی کے موسم تنگ و تاریک، کوٹھریوں اور جھونپڑیوں میں ٹھیرنا پڑا جہاں موت کا بازار گرم ہو گیا، جا بجا لاشوں کے پشتے لگ گئے۔ ناتواں اور نیم جان مریض راستوں پر تڑ تڑ کھڑاتے نظر آتے تھے اور حوضوں کے پاس ان کی بھیڑ لگی رہتی تھی۔ مندروں کے احاطوں میں جو لوگ ٹھیر گئے تھے وہ بھی اتنی بڑی تعداد میں مرے کہ ہر طرف لاشیں ہی لاشیں ہو گئیں اور جو جس حالت میں مرا، اسی حالت میں پڑا تھا۔ کیوں کہ جب طاعون کی تباہ کاریاں حد سے بڑھ گئیں تو کسی کو اپنی سلامتی کا یقین نہیں رہا اور لوگوں کو دین کی پروا رہی نہ دنیا کی، تجہیز و تکفین کی ساری رسمیں درہم برہم ہو گئیں، اور لوگوں نے جیسا بھی ان سے بن سکا مردوں کو ٹھکانے لگانا شروع کیا۔ اکثر لوگوں کے دوست اتنی بڑی تعداد میں مرے کہ موت مٹی کا سامان کرنا ناممکن ہو گیا اور انھوں نے یہ انتہائی شرمناک طریقہ اختیار کیا کہ جہاں کوئی چتا نظر آئی فوراً اپنے مردے اس پہ رکھ کر آگ لگا دی، یا کہیں چتا پہ مردہ جلتا ہوا دیکھا تو اپنا مردہ بھی چپکے سے اس پر ڈال دیا اور بھاگ نکلے۔

پلیگ کے زمانے میں بے راہ روی کے یہی واقعات نہیں پیش آئے بلکہ جب دولت مند یکایک مرنے لگے اور جو لوگ پہلے مفلوک الحال تھے ان کی جایداد کے مالک بننے لگے تو اس انقلاب کا اثر یہ ہوا کہ جو شغل پہلے چھپ چھپا کر گلی کوچوں میں کیئے جاتے تھے اب بے کھٹکے اطمینان سے کیئے جانے لگے، لوگوں نے سوچا کہ

نہ زندگی کا بھروسہ ہے اور نہ مال و دولت کا، پھر عیش وعشرت کی ہوس کیوں نہ پوری کی جائے، نیک نامی اور عزت آبرو کا پاس کسی کو نہیں رہا۔ سب یہی سوچنے لگے کہ جب ہم ہی نہیں ہوں گے تو کس دن کے لئے اِن جھنجھٹ میں پڑیں، جو کچھ ہے عیش امروز ہے اور وسایل مسرت و انبساط، اس سے زیادہ مفید مطلب اور باعزت کوئی اور مشغلہ نہیں ہے، نہ دیوتاؤں کا خوف رہا اور نہ قانون کا۔ کیونکہ عبادت گذار بھی مر رہے تھے اور دنیادار بھی۔ قانون کی خلاف ورزی کا ڈر اس لئے نہیں رہا کہ کسی کو یقین نہیں تھا کہ وہ وبا سے بچے گا اور سزا بھگتنے کی نوبت آئے گی۔ ہر شخص یہی سمجھتا تھا کہ دیوتاؤں کا قہر طاعون کی صورت میں نازل ہوا ہے، جس سے کوئی محفوظ نہیں رہ سکتا، اس لئے خوشی وخرمی سے گذار دو۔

یہ تھیں اس وبا کی خصوصیات جس نے ایتھنز میں بڑی تباہی پھیلائی تھی شہر میں موت کا بازار گرم تھا اور باہر ملک کے علاقے تباہ و تاراج ہو رہے تھے، بڑے بوڑھے ایتھنز کے بارے میں ایک دیرینہ پیشین گوئی کا ذکر کیا کرتے تھے جس میں کہا گیا تھا:۔

"دوریانیوں کا حملہ ہوگا اور اس کے ساتھ 'اکال' آئے گا۔"

آفت کے مارے ایتھنزیوں کو اب فطری طور پر یہ بات یاد آنے لگی اور اس بارے میں ردوقدح شروع ہوی کہ پیشین گوئی میں لفظ 'اکال' استعمال کیا گیا تھا یا 'کال'۔ لیکن بالآخر لوگوں نے حالات کے مطابق اپنی یادداشت میں ترمیم کرلی اور یہ طے کیا گیا کہ دراصل لفظ 'کال' (موت) ہی استعمال کیا گیا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ آیندہ دوریانیوں سے کوئی اور جنگ چھڑ جائے اور اس کے ساتھ 'اکال' آئے تو غالباً متذکرہ پیشین گوئی میں اسی کے مطابق ترمیم ہو جائیگی۔ لاکے دیموجنو کے استخارے سے جو لوگ واقف تھے ان کے ذہن میں اب اس کی یاد تازہ ہوگئی۔

انھوں نے دیوتا سے پوچھا تھا کہ آیا جنگ کرنی چاہیئے تو جواب ملا تھا کہ اگر وہ اپنی پوری طاقت صرف کریں تو فتح اہنی کی ہوگی، اور خود دیوتا کی تائید بھی اہنی کے شامل حال رہے گی۔ اب یہ باور کیا گیا کہ حالات اس پیشین گوئی کے مطابق پیش آرہے تھے، کیونکہ جوں ہی پلوپونیزیوں نے اٹیکا پر حملہ کیا پلیگ شروع ہوگیا جس کی کوئی واردات پلوپونیز میں نہیں ہوی (یا کم از کم ایسی وارداتیں نہیں ہوئیں جو قابل ذکر سمجھی جاسکیں) مگر ایتھنیز کا بری طرح صفایا ہوگیا، اور ایتھنیز کے بعد یہ آفت اس کے دوسرے زیادہ آباد شہروں پر نازل ہوی، یہ تھیں پلیگ اور اس کی تباہیوں کی تفصیلات۔

میدانی علاقوں کو تباہ وتاراج کرنے کے بعد پلوپونیزی پارالی میں لاؤریوم تک جا پہنچے جہاں ایتھنیز کی چاندی کی کانیں ہیں اور پہلے اس کے پلوپونیز کی جانب کے حصّہ کو اور اس کے بعد یوبیہ اور اندروس کی طرف کے علاقہ کو تباہ کیا۔ لیکن فارقلیس جو ابھی تک ایتھنیزی افواج کی سپہ سالاری کر رہا تھا اسی رائے پر قایم رہا جس پر اس نے پچھلے حملہ کے دوران میں زور دیا تھا، اور ایتھنیزیوں کو اس کی اجازت نہیں دی کہ شہر سے باہر نکل کر غنیم کا مقابلہ کیا جائے۔

تاہم جس وقت وہ میدانی علاقہ میں تھے اور پارالی کی طرف نہیں بڑھے تھے اس نے ایک سو جہازوں کا بیڑا پلوپونیز روانہ کرنے کے لئے تیار کیا اور جب کوچ کی تیاریاں مکمل ہوگئیں تو بیڑا روانہ ہوگیا، ان جہازوں میں چار ہزار بھاری ہتھیار بند ایتھنیزی پیادے اور تین سو سوار اور گھوڑا گاڑیاں تھیں جو پرانے جہازوں کی لکڑی سے تیار کی گئی تھیں، اور پچاس خیوسی اور لیسبوسی جہاز بھی اس مہم میں شریک تھے، اس بیڑے کی روانگی کے وقت اٹیکا میں پلوپونیزی فوجیں پارالی کے علاقہ میں تھیں، اپیدوروس واقع پلوپونیز پہنچکر انھوں نے

اس کا بیشتر علاقہ تباہ کر دیا اور حملہ کر کے شہر پر قبضہ کرنے کی بھی کوشش کی، مگر ناکام رہے، ایپیدوروس سے روانہ ہو کر پلوپونیز کی ساحلی آبادیوں تروزین ہالی آئس اور ہرمیونے کو تاخت و تاراج کیا، اس کے بعد پراسی آئی پہنچے جو لاکونیہ کی ساحلی آبادی ہے اور اس کے کچھ علاقہ کو تباہ برباد کر کے خود شہر پر بھی قبضہ کر کے اسے لوٹنے اور تاراج کرنے کے بعد جب اپنے وطن لوٹے تو دیکھا کہ پلوپونیزی فوجیں اٹیکا سے واپس جا چکی تھیں۔

اس تمام دوران میں جب کہ پلوپونیزی فوجیں اٹیکا میں تھیں اور ایتھنیزی اپنی بحری مہم میں مصروف تھے، شہر ایتھنز اور اس کی بحری چھاؤنی میں پلیگ کی وارداتیں برابر ہوتی رہیں، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ دراصل پلوپونیزی پلیگ ہی کے خوف سے جلد اٹیکا سے واپس چلے گئے۔ ان کو شہر سے بھاگے ہوئے لوگوں کی زبانی اطلاعیں ملی تھیں، اس کے علاوہ خود انھوں نے بھی کثیر تعداد میں جنازے اٹھتے ہوئے دیکھے تھے، تاہم اس بار وہ پہلے سے زیادہ عرصہ یعنے تقریباً چالیس روز تک اٹیکا میں رہے اور اس کے سارے علاقوں کو پامال کیا۔

اسی موسم گرما میں ہاگنون ابن نکیاس اور کلیوم پومپوس جو فارقلیس کے شرکائے کار تھے، اس بیڑے کے ساتھ، جسے حال ہی میں فارقلیس نے استعمال کیا تھا۔ کالکیون کے خلاف ایک مہم پر تھریس اور پوتی دیہ کی سمت روانہ ہوئے جبکہ ثانی الذکر ہنوز محاصرہ کی حالت میں تھا، پوتی دیہ پہنچتے ہی انھوں نے فوراً شہر پناہ پر منجنیقیں لگا دیں اور شہر میں داخل ہونے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن نہ تو اس میں کامیاب ہوئے اور نہ کوئی اور قابل ذکر کارروائی کر سکے اور جس تیاری سے وہ گئے تھے وہ سب بے سود ثابت ہوئی۔ کیونکہ یہاں بھی ان پر طاعون نے حملہ کیا اور اس کا اس قدر زور بندھا کہ سارا لشکر ناکارہ ہو گیا اور ہاگنون کے

فوجیوں کی وجہ سے وہ سپاہی بھی پلیگ کی زد میں آگئے جو اس سے پہلے کی مہم کے ساتھ گئے تھے، اور تندرست و توانا تھے، فورمیو اور اس کے سولہ سو سپاہی البتہ بچ گئے۔ اور اس لئے کہ وہ کالکسیوں سے دور ہٹ گئے تھے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہاگنون جب تقریباً چالیس دن بعد اپنے بیڑے کے ساتھ ایتھنز واپس ہوا تو اس کی فوج کے چار ہزار بھاری ہتھیار بند پیادوں میں سے ایک ہزار پچاس سپاہی ہلاک ہو چکے تھے گو جو سپاہی پوتی دیہ کے محاصرہ پر متعین کئے گئے تھے وہ وہیں ٹھیرے رہے اور انھوں نے محاصرہ جاری رکھا۔

پلوپونیزیوں کی دوسری یورش کے بعد ایتھنزیوں کے رجحانات بالکل بدل گئے ان کا ملک دو دفعہ تباہ و تاراج کیا جا چکا تھا اور جنگ اور طاعون کی مصیبتوں کے ایک ساتھ آنے سے وہ بری طرح مجروح اور متاثر ہو گئے تھے، اب انھوں نے جنگ اور اپنی ساری مصیبتوں کا ذمہ دار فارقلیس کو قرار دیا۔ اور اس کو نشان ملامت بنانا شروع کیا، وہ کسی نہ کسی طرح لاکے دیمون سے صلح سمجھوتہ کرلینا چاہتے تھے اور اسی غرض سے سفارت بھی بھجوائی لیکن کامیابی نہیں ہوی، اس طرح جب مایوسی انتہا کو پہنچ گئی تو انھوں نے اپنے دل کا سارا بخار فارقلیس پر نکالا، فارقلیس نے عوام کو حالات کی موجودہ نوعیت کی بنا پر انتہائی مایوس اور سراسیمہ دیکھا تو متعجب نہیں ہوا۔ کیونکہ اسے پہلے ہی سے اس کا اندازہ تھا اس نے مجلس عوام کا اجلاس طلب کیا تاکہ لوگوں کا اعتماد بحال کرے اور ان کے غم و غصہ کو دفع کرکے پرسکون اور امید افزا ماحول پیدا کرے، اجلاس کو مخاطب کرتے ہوے اس نے کہا :-

مجھ پر جو غم و غصہ کا اظہار کیا جا رہا ہے اس سے مجھے کوئی حیرت نہیں ہوئی، کیونکہ میں اس کا سبب جانتا ہوں اور میں نے مجلس کا یہ اجلاس اسلئے

بلایا ہے کہ آپ کو بعض باتیں یاد دلاؤں اور بتاؤں کہ اس طرح برافروختہ ہونا یا مصائب سے مرعوب و مایوس ہو جانا درست نہیں ہے، میری رائے میں عام عام شہریوں کا مفاد زیادہ تر اس میں ہے کہ ملک کی عظمت برقرار رہے نہ یہ کہ چند افراد تو خوش حال رہیں اور اکثریت ذلیل و خوار ہو جائے، کسی فرد کی خانگی دولت چاہے کتنی ہی بے اندازہ کیوں نہ ہو، قوم تباہ ہو جائے تو وہ بھی تباہ ہو جاتا ہے اس کے برخلاف ایک خوش حال دولت مشترکہ میں پس ماندہ افراد کے لئے ہمیشہ ترقی اور خوش حالی کے مواقع رہتے ہیں، اس طرح ملک اپنے شہریوں کے افلاس اور فلاکت کو دور کر سکتا ہے لیکن شہری ملک کی فلاکت کو دور نہیں کر سکتے۔

اس لئے ہر فرد کا فرض ہے کہ اس کا بچاؤ کرنے میں پیش پیش رہے، آپ لوگوں کی طرح نہیں کہ خانگی مصائب سے اس درجہ پریشان ہو گئے کہ اجتماعی سلامتی کا خیال ہی ترک کر دیا، جنگ کا مشورہ دینے کی بنا پر مجھے مورد الزام ٹھیرایا اور اس پر عمل کرنے کی بنا پر خود کو قصوروار سمجھنے لگے، آپ مجھ سے ناراض ہیں جو میرے علم کی حد تک نہ تو صحیح حکمت عملی کی ترتیب و تشکیل کے معاملے میں کسی سے کم اہل ہے اور نہ اپنی حکمت عملی کی تشریح و توضیح کرنے کے معاملے میں کسی اور سے کم قابلیت رکھتا ہے، جو صرف ایک محب وطن ہی نہیں بلکہ راست باز بھی ہے اگر کوئی شخص اس کے برابر علم و معلومات رکھتا ہے، لیکن قوت اظہار سے محروم ہے تو اس کا علم اور اس کی معلومات بے کار محض ہیں، ان کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے اور اگر وہ علم بھی رکھتا ہے اور اپنے مافی الضمیر کو ادا بھی کر سکتا ہے لیکن وطن کی محبت سے بے بہرہ ہے تو قوم کی وکالت گرمجوشی کے ساتھ نہیں کر سکے گا، یہ سب کچھ ہو لیکن جذبۂ وطن دوستی کے باوجود وہ رشوت ستانی سے باز نہ رہ سکے تو قوم کے ننگ و ناموس کے بھی دام لگ جائینگے۔

اگر میرے مشورہ کے مطابق جنگ شروع کرتے وقت آپ کی رائے میں متذکرہ بالا خوبیاں مجھ میں کم از کم معمولی حد تک موجود تھیں تو کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ اسوقت مجھے قصوروار ٹھیرایا جائے۔

یہ سچ ہے کہ جن لوگوں کو جنگ کرنے یا نہ کرنے کی آزادی حاصل ہو اور جن کی قسمت جنگ سے وابستہ نہ ہو وہ اگر لڑائی شروع کریں تو اس سے بڑھ کر کوئی حماقت نہ ہوگی، لیکن اگر صرف دو ہی صورتیں ہوں کہ یا تو دشمن کی اطاعت قبول کر کے آزادی کھو دی جائے، یا آزادی کی برقراری کے لئے خطرات کا مقابلہ کیا جائے تو ایسی صورت میں جنگ سے انکار بزدلی اور جنگ میں کود پڑنا عین شجاعت و دلیری کا ثبوت ہوگا، میں تو آج بھی وہی ہوں جو پہلے تھا۔ مجھ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوی، البتہ آپ بدل گئے ہیں، آپ نے میرا مشورہ جنگ کی تباہ کاریاں شروع ہونے سے پہلے قبول کیا اور جب بدقسمتی سے مصیبتیں پیش آئیں تو پچھتانے لگے جس سے صاف ظاہر ہے کہ میری پالیسی میں کوئی نقص نہیں ہے بلکہ آپ کے عزایم کمزور ہیں، جنگ کی وجہ سے جو آفتیں آئیں ان کو تو آپ میں سے ہر شخص محسوس کر رہا ہے لیکن جو فایدہ ہوگا وہ ذرا دور کی بات ہے اور سب کی نظروں سے پوشیدہ ہے، آپ پر یکایک مشکلات کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں اس لئے آپ کے دل اس درجہ افسردہ ہو گئے ہیں کہ عزم و استقلال باقی نہیں رہا۔ یہ فطرت انسانی ہے کہ کوئی حادثہ جس کا نشان و گمان بھی نہ ہو، اچانک اور غیر متوقع طور پر پیش آئے تو ہمتیں پست ہو جاتی ہیں اور سارے مصائب سے قطع نظر پلیگ یقیناً اسی قسم کا سانحۂ عظیم تھا، لیکن چونکہ آپ ایک با عظمت سلطنت کے باشندے ہیں اور آپ کی تعلیم و تربیت اس کے شایان شان طور پر ہوی ہے، اس لئے آپ کو مصمم ارادہ کر لینا چاہیئے کہ

سخت سے سخت مشکلات میں بھی ہمت نہیں ہاریں گے اور اپنے وقار کو کبھی دھکا نہیں لگنے دیں گے، کیونکہ کسی سربرآوردہ قوم سے اس کی مسلّم شہرت کے مطابق عمل کے جس معیار کی توقع کی جاتی ہے اس سے اگر وہ قاصر رہے تو دنیا کبھی اسے معاف نہیں کرتی، جیسے دنیا یہ برداشت نہیں کرسکتی کہ کوئی اپنی بساط سے بڑھ کر غرور وتکبر سے کام لے۔

جنگ میں کامیاب ہونے کے لئے جس جدوجہد اور سرفروشی کی ضرورت ہے اگر آپ اُس سے جی چرائیں اور ڈریں کہ کہیں قربانیوں کے باوجود ناکامی نہ ہو تو آپ اُن وجوہات پر غور کیجئے جن کا ذکر کرکے میں نے بارہا ثابت کردکھایا ہے کہ اس قسم کے اندیشے بالکل بے بنیاد ہیں، اگر آپ اسے کافی نہیں سمجھتے تو میں اب ایک ایسی برتری کا ذکر کردوں گا جو آپ کو اپنی سلطنت کی وسعت وعظمت کی بدولت حاصل ہے اور جس پر آپ نے کبھی سونچا بھی نہیں ہوگا، جس کا ذکر میں نے بھی کبھی اپنی تقریروں میں نہیں کیا اور جو اس قدر اہم ہے کہ منہ سے نکلتے ہی بات دور دور تک جا پہنچے گی، اگر آپ خواہ مخواہ اس درجہ افسردہ اور پریشان نظر نہ آتے تو میں اس وقت بھی اسے زبان پر لانے کی جسارت نہ کرتا، آپ شاید یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کا اقتدار آپ کے حلیفوں تک محدود ہے، اب اس کی حقیقت مجھ سے سنیئے۔ اس دنیا کے صرف دو حصے ہیں یعنے خشکی اور تری، اور کوئی تیسری جگہ تو ہے نہیں، ان میں سے ایک کے آپ کلیتاً مالک ومختار ہیں، نہ صرف ان علاقوں کی حد تک جہاں آپ کے جہاز جاتے ہیں بلکہ اس سے بھی آگے اور جہاں تک بھی آپ جانا چاہیں سمندر آپ کا ہے آپ کے بحری وسایل اس قدر زبردست ہیں کہ آپ جہاں چاہیں جا سکتے ہیں، نہ تو شاہ ایران آپ کے جہازوں کی راہ میں حایل ہوسکتا ہے اور نہ دنیا کی کوئی اور طاقت ان کا راستہ روک سکتی ہے، آپ کو اپنا گھربار اور زمین

چھوڑتے ہوے دکھ ضرور ہوگا، لیکن اس نرالی طاقت کے امکانات پر تو غور کیجئے، گھربار اور املاک کا غم نہ کیجئے بلکہ ان کو ایسے اسباب عیش و آسایش سمجھیئے جن کی حقیقت خوش حال زندگی کی زینت سے زیادہ نہیں اور اس لئے مقابلتاً ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے، یہ بھی یاد رہے کہ آپ کی جد وجہد سے آزادی برقرار رہے تو جو کچھ ہم نے کھویا ہے، وہ سب بآسانی واپس مل جائیگا لیکن ایک دفعہ گردن خم ہو گئی تو جو کچھ اس وقت آپ کے پاس ہے وہ بھی چھن جائے گا، آپ کے اسلاف نے اپنی جایداد کسی سے حاصل نہیں کی بلکہ خود پیدا کی اور اس محنت کی کمائی کو اپنے ہاتھ سے نکلنے نہیں دیا بلکہ جتن سے رکھ کر آپ کے حوالے کیا۔ کم از کم اس بارے میں آپ کو ان کے نقش قدم پر چلنا چاہیئے۔ یاد رکھیئے کہ کچھ حاصل کرنے میں ناکام ہونے سے زیادہ شرمناک فعل یہ ہے کہ جو چیز اپنی ہے اسے بھی کھو دیا جائے، آپ کو چاہیئے کہ دشمن کا مقابلہ نہ صرف پامردی سے کریں بلکہ اس کو خاطر ہی میں نہ لائیں، دل خوش کن لاعلمی سے ہر دل کی ہمت بھی بندھ جاتی ہے اور وہ سمجھنے لگتا ہے کہ اسے کامیابی ہو گی لیکن دشمن کو حقارت کی نظر سے دیکھنا ہم جیسوں ہی کو سزاوار ہے جنھوں نے تمام امور کا جایزہ لینے کے بعد خود کو اپنے مد مقابل سے زیادہ طاقت ور پایا ہو، اور اگر برابر کا مقابلہ ہو تو بھی حقیقت حال کے علم کی بنا پر دشمن حقیر نظر آتا ہے اور حوصلے بڑھ جاتے ہیں، یہ عزم واستقلال اس امید پر مبنی نہیں ہوتا جو جان پر کھیل جانے والوں کا آخری سہارا ہوتی ہے بلکہ اس غور کردہ رائے پر مبنی ہوتا ہے جو اپنے وسایل کے پیش نظر قایم کی جاتی ہے اور جس کے اندازوں پر زیادہ بھروسا کیا جا سکتا ہے۔

اس کے علاوہ آپ کے باعظمت ملک کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنی شان و

شوکت کو برقرار رکھنے کے لئے آپ سے خدمات کا مطالبہ کرے، ملک کی شان و شوکت آپ سب کے لئے مایۂ افتخار ہے، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ سلطنت کی ذمہ داریوں سے تو پہلو تہی کریں لیکن اس کی عظمت و وقار کے حصہ دار بننا چاہیں، یہ بھی یاد رہے کہ آپ صرف اپنی آزادی کو برقرار رکھنے اور غلامی سے بچنے کے لئے نہیں لڑ رہے ہیں بلکہ آپ کو اپنی سلطنت کی حفاظت کرنی ہے اور خطرات کا مقابلہ کرنا ہے جو امور سلطنت سے متعلقہ مخاصمتوں کا نتیجہ ہیں، اگر آپ میں سے کسی نے موجودہ خطرات سے مرعوب ہو کر یہ سوچا ہے کہ ہمیں سلطنت سے دست بردار ہو جانا چاہیئے تو میں کہوں گا کہ اب اس کا امکان باقی نہیں رہا۔ کیونکہ اگر میں قدرتے صاف گوئی سے کام لوں تو یہ کہہ سکتا ہوں کہ آپ کی سلطنت ایک خود سر ادارہ ہے جس کا قیام ہی شاید درست نہیں تھا لیکن ایک دفعہ قایم ہو جانے کے بعد چھوڑ دینا یقیناً خطرات سے خالی نہ ہوگا، جو بے حوصلہ لوگ اس طرح کی رائے رکھتے ہیں وہ دوسروں کو اپنا ہم خیال بنانے میں کامیاب ہو جائیں تو یہ سلطنت بہت جلد تباہ ہو جائے گی، لیکن دراصل اگر ایسے افراد اپنے طور پر آزاد زندگی بسر کرنا چاہیں تو بھی خطرات سے خالی نہ ہوگی کیونکہ علیحدگی پسند اور بے حوصلہ لوگ کبھی محفوظ نہیں رہتے، جب تک کوئی طاقت ور جماعت ان کی پشت پناہ نہ ہو، مختصر یہ کہ اس قسم کے تصورات ایک حکمران شہر کے لئے بیکار محض ہیں، البتہ کسی زیر دست مملکت کو غلامی میں زور زبردستی سے بچنے میں ان سے مدد مل سکتی ہے۔

لیکن آپ کو نہ تو اس قسم کے شہریوں کی باتوں سے متاثر ہو کر کوئی غلط راستہ اختیار کرنا چاہیئے اور نہ مجھ پر بگڑنا چاہیے۔ اگر میں نے جنگ کی تائید کی تو دراصل وہی کیا جو خود آپ لوگوں نے کیا، دشمن نے حملہ کر کے اپنی شرطیں مسترد ہو جانے کے بعد وہی طریق کار اختیار کیا جس کا ہمیں پہلے ہی سے یقین تھا۔

جن امور کا ہم نے بہت پہلے اندازہ کر لیا تھا، ان کے علاوہ طاعون کی وبا پھوٹ پڑی اور طاعون ہی ایک ایسی چیز تھی جس کا ہمارے پیش اندازہ میں لحاظ نہیں رکھا گیا تھا، میں جانتا ہوں کہ اگر طاعون نہ آتا تو میں آپ لوگوں میں اس درجہ نامقبول نہ ہوتا مگر اس میں میرا کیا قصور ہے! آپ اگر اس ناگہانی آفت کا ذمہ دار مجھے ٹھہراتے ہیں تو آیندہ کسی غیر متوقعہ کامیابی کی صورت میں اس کا سہرا بھی میرے سر باندھنے کے لئے تیار رہیں، آفات سماوی کو تسلیم و رضا کے ساتھ برداشت کرنا اور دشمن کے مقابلہ میں شجاعت و پامردی سے کام لینا اہتھینز کا دیرینہ دستور ہے، آپ اس اصول کو متغیر نہ کیجئے۔ یہ بھی یاد رکھیئے کہ اگر آپ کے ملک نے ساری دنیا میں سب سے زیادہ عظمت حاصل کی ہے تو اس لئے کہ بڑی سے بڑی مصیبت بھی اسے مغلوب نہیں کر سکی، اس نے تمام دوسرے شہروں کی بہ نسبت لڑائیوں میں زیادہ سخت کوشی سے کام لیا اور جان کی قربانیاں دیں اور اپنی طاقت میں اس درجہ اضافہ کیا کہ جہاں تک تاریخ سے پتہ چلتا ہے، کوئی اور قوم آج تک نہیں کر سکی، اس لئے اس کا نام ہمیشہ روشن رہے گا۔ بالفرض اگر ہم اس وقت انحطاط کے عام قانون کے تحت دشمن کی اطاعت کرنے پر مجبور ہو گئے، تو بھی یہ بات یاد رہے گی کہ کسی اور یونانی مملکت کی بہ نسبت ہم نے یونانیوں کی کثیر تر تعداد پر حکومت کی ان کی متحدہ یا انفرادی طاقتوں کا جنگ میں کامیابی سے مقابلہ کیا اور اپنے شہر کو ایسی ترقی دی کہ اس کی وسعت اور وسایل کا مقابلہ کوئی اور شہر نہیں کر سکتا، ممکن ہے اس شان و شوکت کی بنا پر بعض کاہل اور کم حوصلہ لوگ ہمیں نشانہ ملامت بنائیں لیکن طاقت ور دل و دماغ میں ہماری ریس کا جذبہ بے اختیار پیدا ہوگا، اور جو اس معراج ترقی کو نہیں پہنچ سکیں گے

ان کے دلوں میں رشک کے ساتھ تاسف کے جذبات پیدا ہوں گے، اس زمانہ میں وہ ساری طاقتیں نامقبول ہو رہی ہیں اور نشانۂ ملامت بنائی جا رہی ہیں جو دوسروں پر حکومت کرنے کی خواہاں ہیں، لیکن جب اس لعن طعن سے بچنے کا کوئی راستہ ہی نہ ہو تو خردمندی کا تقاضا یہ ہے کہ اعلیٰ سے اعلیٰ مقاصد پیش نظر رکھے جائیں، نفرت کی عمر بھی مختصر ہوتی ہے لیکن جو چیز انسان کے حال کو پرشکوہ اور مستقبل کو درخشندہ بناتی ہے اسے دنیا کبھی نہیں بھلا سکتی، اس لئے تہیہ کر لیجئے کہ آپ اپنے مستقبل کو شاندار اور حال کو پروقار بنائیں گے اور یہ دونوں مقاصد فوری اور پرجوش عمل کی مدد سے حاصل کیجئے۔ لاکے دیمون کو کوئی سفارت نہ بھجوائیے، اور یہ کسی طرح بھی ظاہر نہ ہونے دیجئے کہ موجودہ پریشانیوں سے آپ پست ہمت ہو گئے ہیں، کیونکہ جن لوگوں کے دل و دماغ مصائب سے زیادہ متاثر نہیں ہوتے اور جن کے دست و بازو مشکلات کے فوری مقابلہ کے لئے بے قرار رہتے ہیں وہی سب سے زیادہ باعظمت لوگ ہیں اور انہی کی قوم سب سے زیادہ سربلندی حاصل کرتی ہے۔

یہ تھا وہ استدلال جس کے ذریعہ فارقلیس نے اپنے خلاف ایتھنیزیوں کی برہمی دور کرنے اور ان کی توجہات کو فوری مصائب و مشکلات سے ہٹانے کی کوشش کی، اجتماعی طور سے وہ ان کو طمانیت دلانے میں کامیاب ہوا اور انھوں نے نہ صرف لاکے دیمون کو اپنے سفیر بھجوانے کا ارادہ ترک کر دیا بلکہ پہلے سے زیادہ سرگرمی کے ساتھ جنگ میں حصہ لینے لگے، تاہم خانگی اور انفرادی طور پر وہ مصائب سے مضطرب ہوئے بغیر نہیں رہ سکے، کیونکہ عام لوگوں کی جو کچھ مختصر سی کائینات تھی وہ اس سے محروم ہو گئے، اور صاحب ثروت افراد کو دیہات میں اپنی زرخیز زمینوں اور قیمتی عمارات اور ساز و سامان سے ہاتھ دھونا پڑا اور سب سے

بڑی آفت یہ تھی کہ وہ امن سے محروم ہو کر جنگ کی مصیبت میں گرفتار ہو گئے تھے درحقیقت فارقلیس کے خلاف عوام کے جذبات کی شدت میں اس وقت تک کمی نہیں ہوی جب تک اس کو جرمانہ کی سزا نہیں دی گئی۔ لیکن اس کے بعد زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ حسب دستور عوام الناس کی اجتماعی رائے نے کروٹ لی، اور انھوں نے پھر اسے سپاہ سالار اور مختار کل بنا دیا۔ اس دوران میں وہ اپنی خانگی زندگی میں مصائب برداشت کرنے کے عادی ہو گئے اور انھوں نے محسوس کر لیا کہ ملک کی ساری ضروریات کی تکمیل وہی سب سے بہتر طریقہ پر کر سکتا تھا کیونکہ زمانہ امن میں جب تک وہ حکومت کا سربراہ رہا، اس نے میانہ روی اور قدامت پسندی کی حکمت عملی اختیار کی اور اس کے دور حکومت میں ایتھنز اپنے معراج کمال کو پہنچ گیا، اور جب جنگ شروع ہوی تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اپنے ملک کی طاقت کا اندازہ بھی صحیح طور پر لگایا، وہ آغاز جنگ کے بعد ڈھائی سال تک زندہ رہا اور جنگ کے بارے میں اس کی پیش قیاسیوں کی صحت کا علم لوگوں کو زیادہ تر اس کے انتقال کے بعد ہوا، اس نے عوام کو ہدایت دی کہ خاموشی کے ساتھ موقع کے منتظر رہیں، اپنے بحری بیڑے پر توجہ کریں، نئی فتوحات حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں، اور کوئی ایسا طریقہ کار اختیار نہ کریں، جس کی بنا پر شہر کی سلامتی خطرہ میں پڑ جائے، اور یقین دلایا کہ اگر ان ہدایات پر عمل کیا گیا تو جنگ کا نتیجہ ان کے موافق نکلے گا۔ لیکن انھوں نے بالکل اس کے برعکس عمل کیا اور خانگی مصالح اور مفادات کو اس کا موقع دیا کہ جنگ سے قطعاً غیر متعلقہ اور ایسے منصوبوں کی طرف ملک کی رہنمائی کریں جو ان کے اور ان کے حلیفوں کے حق میں مضر تھے، ان منصوبوں کی کامیابی سے صرف خانگی افراد کے اعزاز اور مفادات کو فائدہ پہنچ سکتا تھا لیکن ناکامی کی صورت میں دوران جنگ میں ملک کو مزید مشکلات کا سامنا ہوتا۔ اس صورت

حال کے اسباب معلوم کرنے کے لئے زیادہ تلاش اور تفحص کی ضرورت نہیں ہے، واقعہ یہ ہے کہ اپنے عہدہ، قابلیت اور مسلمہ دیانت داری کی بدولت فارقلیس عوام الناس کو آزادانہ طور پر اور پوری طرح اپنے قابو میں رکھتا تھا، مختصر یہ کہ وہ عوام کے پیچھے نہیں چلتا تھا بلکہ اہل ملک اس کے پیچھے چلتے تھے چونکہ اس نے اختیار اور اقتدار حاصل کرنے کے لئے کبھی ناجائز طریقے اختیار نہیں کئے۔ اس لئے وہ کبھی عوام کی خوشامد کرنے پر مجبور نہیں ہوا، اس کے برخلاف اس کا اس قدر زیادہ احترام کیا جاتا تھا کہ وہ ناراضگی کا خیال کئے بغیر ان کے خیالات کی تردید کرتا تھا، جب کبھی وہ فرط مسرت میں آپے سے باہر ہو کر کوئی بدتمیزی کرتے تو بری طرح خبر لے کر ان کو چوکنا کر دیتا تھا اور اگر کبھی حواس باختہ . . . . ہو جاتے تو تسکین دیکر فی الفور مطمئن کر سکتا تھا۔ مختصر یہ کہ اس کے دور میں عمومیت برائے نام رہ گئی تھی اور ممتاز ترین شہری کی حیثیت سے عوام الناس کا سارا اختیار اور اقتدار فارقلیس نے سنبھال لیا تھا، اس کے جانشینوں کی حیثیت اس سے مختلف تھی، وہ آپس میں بڑی حد تک برابری کی حیثیت رکھتے تھے اور ہر ایک کو اقتدار کی ہوس تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امور سلطنت بھی عوام الناس کی مرضی کے پابند ہو گئے اور وہ اپنے وقتی جذبات اور خیالات کے تحت جس سمت چاہتے ان کا رخ پھیر دیتے تھے اس صورت حال کی وجہ سے کئی غلط اقدامات کئے گئے جس کا ایک وسیع اور متمدن سلطنت میں اندیشہ ہو سکتا تھا، چنانچہ سسلی کی مہم بھی ایسے ہی غلط اقدام کا نتیجہ تھی، اگرچہ اس میں ناکامی زیادہ تر اس وجہ سے نہیں ہوی کہ جس مملکت کے مقابلہ کے لئے فوجیں بھجوائی گئی تھیں اس کی طاقت کا صحیح اندازہ نہیں کیا گیا تھا بلکہ مہم کا انتظام کرنے والوں نے بعد میں مناسب کمک نہیں بھجوائی اور مجلس عوام کی قیادت حاصل کرنے کے لئے جتھے بندی اور سازباز میں مصروف ہو گئے جس سے نہ صرف

میدانِ جنگ میں فوجی کارروائیوں میں سخت رکاوٹیں پیدا ہو گئیں بلکہ پہلی دفعہ ایتھنیز میں داخلی اختلافات پیدا ہو گئے۔ تاہم سسلی میں اپنے بحری بیڑے کے بیشتر حصّہ کے اتلاف اور دوسری فوجوں کی تباہی اور ملک میں داخلی جھگڑوں کے زور پکڑنے کے باوجود وہ تین سال تک اپنے اصل دشمن کا کامیابی سے مقابلہ کرتے رہے، گو اس کے ساتھ نہ صرف اہل سسلی بلکہ خود ایتھنیز کے سارے حلیف بھی ہو گئے تھے، جنھوں نے بغاوت کر دی تھی اور بالآخر شاہ ایران کا بیٹا کورش بھی شریک ہو گیا تھا جس نے پلوپونیزی بحری بیڑے کے خرچ کے لئے رقم فراہم کی، اس پر بھی غنیم کے مقابلہ میں شکست نہیں ہوی بلکہ انھیں ملک کے اندرونی خلفشار نے مارا، اس سے پتہ چلتا ہے کہ ایتھنیز کے وسایل جنگ کسقدر غیر معمولی حد تک وسیع اور وافر تھے جن کی بنا پر فارقلیس کی دوررس نگاہوں نے دیکھ لیا تھا کہ اگر پلوپونیز دوسروں سے مدد لئے بغیر مقابلہ کرے تو ایتھنز اسے آسانی سے شکست دے سکے گا۔

اسی موسم گرما میں لاکے ڈیمونیوں اور ان کے حلیفوں نے ایک سو جہازوں کے بیڑے کے ساتھ زاکنتھوس پر چڑھائی کی جو ساحل الیس کے قریب ایک جزیرہ ہے اس جزیرہ میں پلوپونیز کے اکائیائی آباد ہیں جو ایتھنیز کے حلیف ہیں، ان جہازوں میں تقریباً ایک ہزار بھاری ہتھیار بند لاکے ڈیمونی پیادے سوار تھے اور ان کا امیر البحر کینموس نامی ایک اسپارٹی تھا، جہازوں سے اُتر کر انھوں نے اس جزیرہ کے بیشتر حصّہ کو تاخت و تاراج کیا لیکن وہاں کے باشندے ہتھیار ڈالنے پر کسی طرح راضی نہیں ہوئے تو حملہ آور اپنے وطن کو واپس چلے گئے۔

اسی موسم گرما کے اختتام پر ارسطےاوس نامی کورنتھی، انے رسطوس،

نکولاؤس اور استراتو دیموس جولا کے دیمونی ایلچی تھے، تگیہ کا باشندہ تماغورس اور آرگوس کا ایک شہری جس کا نام پولس تھا یہ چھ افراد تیرلیس ابن ستالکیس کے پاس بہ مقام تھریس پہنچے۔ یہ لوگ شاہ ایران کو جنگ میں شریک ہونے اور اس کے لئے روپیہ دینے کی ترغیب دینے کی غرض سے ایشیا جارہے تھے، تھریس میں وہ ستالکیس کو بہ شرط امکان اس امر پر راضی کرنا چاہتے تھے کہ وہ ایتھینز کا ساتھ چھوڑدے اور پوتی دیہ پر حملہ کردے جس کو اس وقت ایتھینزی افواج نے محصور کر رکھا تھا، اس کے علاوہ وہ ستالکیس کی مدد سے ہیلسپونت کو عبور کرکے فرنابازو کے پاس جانا چاہتے تھے جو شاہ ایران کے پاس ان کی روانگی کا انتظام کرنیوالا تھا لیکن اس وقت ستالکیس کے پاس ایتھینزی سفرا لے آرخوس ابن کالی ماخوس اور امینادیس ابن فلےمون اتفاق سے موجود تھے، جنھوں نے ستالکیس کے بیٹے سادوکوس کو جس نے حال میں ایتھینز کی شہریت کے حقوق حاصل کئے تھے اس امر کی ترغیب دی کہ ان لوگوں کو ان کے حوالہ کردے اور اس طرح انھیں شاہ ایران تک پہنچنے اور ایتھینز کو نقصان پہنچانے کی کارروائی کرنے سے روکے، چنانچہ جب وہ تھریس سے گذرکر اس جہاز میں سوار ہونے کے لئے جارہے تھے جس کی مدد سے انھیں ہیلسپونت عبور کرنا تھا، سادوکوس نے لے آرخوس، اور امینیادیس کے ساتھ چند آدمی بھجواکر ان کو گرفتار کروادیا، جس کے بعد ایتھینزی سفرا ان کو اپنے شہر لے گئے، جب یہ لوگ وہاں پہنچے تو ایتھینزی ڈرے کہ اگر ارسیطےاوس جو پوتی دیہ اور ان کی تھریسی مقبوضات کے سابقہ قضیوں کا بانی مبانی تھا، ان کے ہاتھ سے بچ کر نکل گیا تو اور زیادہ نقصان پہنچائے گا، اس لئے ان سب کو اسی روز قتل کردیا، نہ تو کوئی عدالتی کاروائی کی اور نہ ان کو اپنے بچاؤ کا موقع دیا اگرچہ وہ اپنی صفائی پیش کرنا چاہتے تھے،

اوران کی لاشوں کو ایک گڑھے میں ڈلوادیا، اپنے اس عمل کو ایتھنیزی ایک حق بجانب انتقامی کارروائی سمجھتے تھے کیونکہ پلوپونیز کے اطراف تجارتی جہازوں میں جتنے بھی ایتھنیزی اوران کے حلیف سوداگر تجارتی جہازوں میں سفر کرتے ہوئے پائے گئے ان کو لاکے دیمونیوں نے قتل کرکے گڑھوں میں پھنکوادیا تھا واقعہ یہ ہے کہ جنگ کے ابتدائی ایام میں لاکے دیمونیوں نے سمندری علاقوں میں جو بھی ان کے ہاتھ آیا اسے دشمن سمجھ کر موت کے گھاٹ اتارا، چاہے وہ ایتھنیز کے حلیف ہوں یا غیر جانب دار ہوں۔

تقریباً اسی زمانہ میں جبکہ موسم گرما ختم ہو رہا تھا، امبر یسیائی فوجوں نے جن میں بہت سے غیر یونانی سپاہی بھی بھرتی کر لئے گئے تھے امفی لوخی آرگوس اور اس سے متعلقہ علاقوں پر حملہ کیا، آرگوسیوں سے ان کی دشمنی یوں شروع ہوئی کہ امفی لوخی آرگوس اور اس سے متعلقہ علاقوں کو امفی لوخوس ابن انبیارادس نے آباد کیا تھا۔ جنگ ٹروئے سے واپسی کے بعد جب اس نے اپنے ملک کے حالات کو غیر اطمینان بخش پایا تو امبریسی خلیج کے کنارے یہ شہر آباد کیا اور اپنے وطن کے نام پر اس کا نام آرگوس رکھا، امفی لوخیا میں یہ سب سے بڑا شہر تھا اور اس کے باشندے سب سے زیادہ طاقتور تھے، کئی نسلیں اس طرح گزر گئیں، جس کے بعد مفلوک الحال ہو کر انھوں نے اپنے امفی لوخی پڑوسی یعنے اہل امبریسیہ کو اس نو آبادی میں اپنے ساتھ شرکت کی دعوت دی، اور امبر یسیائیوں سے اسی اختلاط کی وجہ سے اب وہ یونانی زبان بولنے لگے ہیں ورنہ بقیہ امفی لوخی غیر یونانی ہیں، کچھ عرصہ بعد امبریسیوں نے آرگوسیوں کو نکال باہر کیا اور خود شہر کے مالک بن گئے تو امفی لوخیوں نے اپنے آپ کو اکارنانیوں کے حوالہ کر دیا اور دونوں نے مل کر ایتھنیزیوں سے مدد مانگی،

جنھوں نے فورمیو کو تیس جہازوں کے ساتھ بھجوایا، اس کے بعد انھوں نے یورش کر کے آن کی آن میں شہر پر قبضہ کر کے امبر لیسیوں کو غلام بنایا اور امفی لوخی اور اکارنیائی شہر میں آباد ہو گئے، اس کے بعد اکارنیائی ایتھنیز کے حلیف بن گئے امبر لیسیائیوں کی آرگوسیوں سے دشمنی اسی بنا پر ہو گئی کہ انھوں نے انکے شہریوں کو غلام بنایا اور اس کے بعد دوران جنگ میں انھوں نے اہل خاؤنیہ اور پڑوس کے دوسرے غیر یونانی قبایل سے مل کر لڑائی کے لئے فوجیں تیار کیں، آرگوس پہنچ کر وہ سارے علاقہ کے مالک و مختار ہو گئے لیکن جب شہر کو فتح کرنے میں ناکامی ہوی تو اپنے وطن واپس ہو گئے، اور فوج کے سپاہی اپنے اپنے علاقوں کو لوٹ گئے

یہ تھے وہ واقعات جو اس موسم گرما میں پیش آئے، اس کے بعد موسم سرما میں ایتھنیزیوں نے پلوپونیز کے اطراف گشت لگانے کے لئے بیس جہاز فورمیو کی کمان میں روانہ کئے جس نے نوپاکتوس کو اپنا مستقر بنا کر خلیج کورنتھ اور خلیج کرسیا میں آنے جانے والوں جہازوں پر نگرانی شروع کی، اسی طرح چھ اور جہازوں کے ساتھ میلے ساندر، کاریہ اور لسیہ روانہ ہوا تاکہ ان علاقوں سے خراج وصول کرے اور ساتھ ہی پلوپونیز کے غیر سرکاری مسلح جہازوں کو ان علاقوں میں لنگر انداز ہونے اور فاسےلس، فنیقیہ اور اس سے ملحقہ براعظم سے آنے جانے والے تجارتی جہازوں کو پریشان کرنے سے روکے، میلے ساندر اور اس کے ایتھنیزی سپاہی جہازوں سے اتر کر اپنے مخالفین کے ساتھ لسیہ پہنچے جہاں لڑائی میں ان کو شکست ہوی، اور میلے ساندر اور اس کے کئی سپاہی کام آئے۔

اسی موسم سرما میں پوتی دیہ والوں نے بالآخر محسوس کیا کہ محاصرہ کرنیوالی فوجوں کا مزید مقابلہ ممکن نہیں ہو سکے گا۔ پلوپونیزیوں نے اٹیکا پر کئی دھاوے اس مقصد سے کئے کہ ایتھنیزی ان کے دباؤ سے پوتی دیہ کا محاصرہ ختم کرنے پر مجبور

ہو جائیں لیکن اس مقصد میں کامیابی نہیں ہوی، شہر میں سامان بالکل ختم ہو چکا تھا اور غذا کی اس قدر قلت ہو گئی تھی کہ متعدد ہولناک وارداتیں ہوئیں یہاں تک کہ شہریوں نے ایک دوسرے کو کھانا شروع کر دیا۔ اس طرح جب حالات نا قابل برداشت ہو گئے تو انھوں نے آخر کار محاصرہ کرنے والی ایتھنیزی افواج کے کمانداروں زینوفون ابن یوریپدیس، ہستیودواوس ابن ارسطوکلائیدیس اور فانوماخوس ابن کالی ماخوس کے آگے چند شرائط پر ہتھیار ڈالنے کی تجویز پیش کی جسے غنیمت جان کر انھوں نے منظور کر لیا، کیونکہ اس غیر محفوظ مقام پر فوج کے سپاہیوں کو سخت مشکلات اور مصایب کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ اس کے علاوہ اس مہم پر ایتھنیز کے دو ہزار تالنت صرف ہو چکے تھے، صلح کی شرطیں یہ تھیں کہ پوتی دیہ کے شہریوں اور ان کے بیوی بچوں اور متعلقین کو تخلیہ کرنے کے لئے سفر خرچ دیا جائے، ہر مرد کو کپڑوں کا ایک جوڑا، اور ہر عورت کو دو جوڑے ساتھ لے جانے کی اجازت دی جائے، اس تصفیہ کے مطابق وہ کالکس اور دوسرے مناسب مقامات کو چلے گئے، بعد میں ایتھنیزیوں نے اپنے کمانداروں پر یہ الزام لگایا کہ انھوں نے حکومت سے ہدایات حاصل کئے بغیر شرائط صلح منظور کر لیں، ان کا خیال تھا کہ اگر شرطیں منظور نہ کی جاتیں تو پوتی دیہ والے بلا شرط اطاعت قبول کر لیتے، اس کے بعد انھوں نے وہاں اپنے شہریوں کو بسا دیا۔

یہ تھے وہ واقعات جو موسم سرما میں پیش آئے اور اس جنگ کا دوسرا سال ختم ہوا جس کی یہ تاریخ طوسی دیدس نے لکھی ہے۔

———(۰)———

آٹھواں باب

جنگ کا تیسرا سال، پلاتیہ کا محاصرہ، فورمیو کی بحری فتوحات مقدونیہ پر بسر کردگی ستالکیس تھریسیوں کی چڑھائی

اگلے سال پلوپونیزی اور ان کے حلیفوں نے اٹیکا پر حملہ کرنے کی بجائے پلاتیہ کے خلاف صف آرائی کی، اس وقت ان کی فوجوں کی کمان آرکی داموس ابن زیوکسید اموس شاہ لاکے دیمون کے سپرد تھی جس نے وہاں پہنچ کر کیمپ کیا اور ان علاقوں کو تاخت وتاراج کرنے کی کارروائی شروع کرنے ہی والے تھے کہ اہل پلاتیہ نے بعجلت تمام اپنے سفیر بھجوائے جنھوں نے کہا:-

آرکی داموس اور لاکے دیمونیو! پلاتیہ پر چڑھائی کر کے آپ لوگ ایسی سخت غلطی کر رہے ہیں جو نہ آپ کو سزاوار ہے اور نہ ان بزرگوں کے شایان شان ہے، جن کی آپ اولاد ہیں، آپ کے ہم وطن پوسانیاس ابن کلیمبروتوس نے ان یونانیوں کی مدد سے جو ہمارے شہر کے قریب لڑائی میں ساتھ دینے کے لئے آمادہ ہو گئے-ارض یونان کو ایرانیوں سے آزاد کرانے کے بعد نجات دہندہ دیوتا زیوس کو پلاتیہ کے چوک میں قربانی دی اور اس موقع پر سارے حلیفوں کو یکجا کر کے پلاتیہ والوں کو ان کا شہر اور دوسرے علاقے واپس کر دیے اور ان کو آزاد اور ہر قسم کے حملوں سے

محفوظ اور مامون قرار دیا، اور کہا کہ اگر کوئی مخالفانہ اقدام کرے تو اتحادی حتی الامکان پلاتیہ کی مدد کریں گے، ہم نے اس خطرناک زمانہ میں جس جرات اور وطن دوستی کا ثبوت دیا اس کا معاوضہ آپ کے بزرگوں نے تو اس طرح دیا اور آپ اس کے بالکل خلاف ہمارے بدترین دشمن یعنے تھبنریوں سے مل کر ہمیں غلام بناتے آئے ہیں، اس لئے ہم فریاد کرتے ہیں ان دیوتاؤں سے جن کے حضور مقدس عہد و پیمان کیا گیا تھا، ہم آپ کے اجداد کے دیوتاؤں اور بالآخر اپنے ملک کے دیوتاؤں سے فریاد کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے علاقوں کے خلاف نہ تو کوئی جارحانہ اقدام کریں اور نہ اس مقدس عہد و پیمان کی خلاف ورزی کریں بلکہ پئوسانیاس کے اعلان کے مطابق ہمیں آزاد رہنے دیں۔

پلاتیہ والوں کے یہاں تک کہنے کے بعد آرکی داموس نے قطع کلام کر کے کہا۔

پلاتیہ والو! جو کچھ تم کہہ رہے ہو اس پر عمل بھی کرو تو تمہاری باتیں درست سمجھی جائیں گی، پئوسانیاس کے فیصلہ کے مطابق تم خود بھی آزاد رہو اور اپنے ان ہم وطنوں کو آزادی دلانے میں مدد بھی دو جنھوں نے اس زمانہ میں خطرات کا مقابلہ کرنے کے بعد تمہاری آزادی کے احترام کی قسم کھائی تھی اور اب ایتھنیز کے دست نگر ہیں، ہماری اس ساری جدوجہد اور لڑائی کا مقصد یہ ہے کہ ان کو اور دوسرے محکوموں کو آزاد کرایا جائے، کیا ہی اچھا ہوگا اگر تم بھی اس مرحلہ کو طے کرنے میں ہمارا ساتھ دے کر جو مقدس عہد و پیمان کیا گیا تھا اس کی پابندی کرو، اگر یہ ممکن نہیں ہے تو جو مطالبات ہم اس سے پہلے پیش کر چکے ہیں ان کو تسلیم کر کے غیر جانب دار رہو، جس سے تم اپنی حدود میں مطمئن اور خوش رہو گے، کسی ایک فریق کا ساتھ مت دو بلکہ دونوں کا دوستانہ استقبال کرو دونوں میں سے کسی ایک کو بھی اپنا حلیف جنگ نہ بناؤ، اگر تم نے یہ طریق کار

اختیار کیا تو ہمیں تم سے کوئی شکایت نہیں رہے گی۔

یہ تھے الفاظ آرکی داموس کے، پلاتیہ والے یہ سننے کے بعد اپنے شہر میں واپس گئے۔ اور اہل شہر کو ساری روئیداد سنائی، جس کے بعد فوراً ہی وہ یہ جواب لے کر آئے کہ ایتھنزیوں سے مشورہ کئے بغیر اس تجویز کو قبول نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اس وقت ان کے بیوی بچے ایتھنز میں تھے اسکے علاوہ ان کو اپنے شہر کی سلامتی بھی خطرہ میں نظر آرہی تھی، یہ بھی ڈر تھا کہ آرکی داموس کی فوجوں کے واپس چلے جانے کے بعد اگر ایتھنزی آکر شہر پر قبضہ کرنا چاہیں تو ان کو کون روک سکے گا، یا اگر تھبنزی اس مجوزہ غیر جانبداری سے فائدہ اٹھا کر شہر کو مسخر کرنے کی دوبارہ کوشش کریں تو ان کا راستہ کون روک سکے گا، اس بارے میں ان کو مطمئن کرنے کے لئے اس نے کہا:۔

تم صرف یہ کرو کہ اپنا شہر اور مکانات ہم لاکے دیمونیوں کے حوالے کر دو، اپنی زمینوں کی حدود اور میوہ کے درختوں اور ان ساری چیزوں کی تعداد ہمیں بتادو جو شمار کی جا سکتی ہیں اور دوران جنگ کے لئے تخلیہ کر کے جہاں بھی چاہو چلے جاؤ جنگ کے اختتام کے بعد ہم تمہاری ساری جایداد تم کو واپس کر دیں گے اور دوران جنگ میں تمہاری امانت کو ہر طرح محفوظ رکھیں گے، تمہاری زمینوں پر کاشت جاری رکھیں گے اور تم کو اس کا کافی معاوضہ دینگے۔

یہ سن کر وہ دوبارہ شہر کے اندر گئے اور شہریوں سے مشورہ کرنے کے بعد کہا کہ وہ پہلے ایتھنزیوں کو اس تجویز کی اطلاع دیں گے اور اگر وہ مان لینے کا مشورہ دیں تو عمل کیا جائے گا، اس دوران میں عارضی صلح کر لی جائے اور ان کے علاقوں کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے، یہ سن کر اس نے ایتھنز جانے

آنے میں جتنے دن صرف ہوتے تھے اتنے دنوں کے لئے عارضی صلح کا اعلان کر دیا اور یہ شرط بھی منظور کر لی کہ اس عرصہ میں ان کے علاقوں کو پامال نہیں کیا جائیگا۔ پلاتیہ کے ایلچی ایتھنیز پہنچے اور ایتھنیزیوں سے مشورہ کرنے کے بعد اہل شہر کے نام یہ پیام لائے "پلاتیہ والو! ایتھنیزی کہتے ہیں کہ جب سے ہم انکے حلیف بنے ہیں اس وقت سے آج تک کسی موقع پر بھی انھوں نے دشمن کے مقابلہ میں ہماری مدد کرنے سے پہلو تہی نہیں کی اور اب بھی ہماری طرف سے غافل نہیں ہوں گے بلکہ حتی المقدور امداد کریں گے، وہ تمہیں اس مقدس عہد و پیمان کا واسطہ دینے میں جو تمہارے بزرگوں نے کیا تھا اور چاہتے ہیں کہ محالفہ کی پابندی کی جائے"۔

ایلچی جب یہ پیام لے کر واپس آ گئے تو پلاتیہ والوں نے طے کیا کہ ایتھنیزیوں کے ساتھ کوئی بے وفائی نہیں کی جائے گی چاہے کیسے ہی مصائب کیوں نہ پیش آئیں، چاہے ان کی زمین اور جائداد کو ان کی آنکھوں کے سامنے تاخت و تاراج کیا جائے، اور ہر طرح کا ظلم کیا جائے۔ یہ بھی طے کیا کہ اب ایلچی شہر کے باہر نہ بھیجے جائیں بلکہ شہر پناہ کے اوپر سے لاکے ڈیمونیوں کو یہ جواب دیا جائے کہ ان کی شرطیں کسی طرح بھی منظور نہیں کی جا سکتیں، جوں ہی یہ جواب ملا۔ شاہ آرکی داموس نے پہلے ملک کے دیوتاؤں اور سورماؤں کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا "اے پلاتیہ کے دیوتاؤ اور سورماؤ! تم گواہ رہنا کہ جارحانہ اقدام میں پہل ہم نے نہیں کی اور جب تک یہ لوگ اپنے عہد و پیمان سے نہیں پھرے ہم نے اس ملک پر حملہ نہیں کیا جہاں ایرانیوں کو شکست دینے سے پہلے ہمارے بزرگوں نے تائید غیبی کے لئے دعا اور التجا کی تھی اور جس کو تم نے محترم اور یونانیوں کے حملوں سے محفوظ اور مامون قرار دیا تھا، اور اب ہم جو بھی

طریق کار بھی اختیار کریں ان کی بنا پر یہ الزام نہیں لگایا جا سکتا کہ ہم نے جارحانہ کارروائی کی، کیونکہ ہم نے کئی معقول اور مناسب تجویزیں پیش کیں جو مسترد کر دی گئیں، بڑا کرم ہوگا اگر جن لوگوں نے عہد کو توڑنے میں پہل کی انھیں کیفر کردار کو پہنچایا جائے اور جو بجا طور پر انتقامی کارروائی کریں ان کو اپنے مقصد میں کامیابی ہو۔"

دیوتاؤں سے مندرجہ بالا التجا کرنے کے بعد آرکی داموس نے اپنی فوجوں کو حرکت دی، اس نے پہلے میوہ کے درخت کٹوا کر شہر کے اطراف ایک جنگلا کھڑا کیا، اس کے بعد شہر پناہ سے متصل مٹی ڈلوا کر ایک ٹیلہ بنوانا شروع کیا کیونکہ فوجوں کی کثیر تعداد کی بنا پر اسے توقع تھی کہ شہر پر جلد قبضہ ہو جائے گا۔ اس کے بعد انھوں نے کتھائے رون سے شہتیر کاٹے اور ٹیلہ کے دونوں طرف اس لکڑی کی جالی نما دیوار کھڑی کر دی، تاکہ ٹیلے کی مٹی دور تک پھیلنے نہ پائے اور لکڑی، پتھر، مٹی غرض جو چیز بھی ملی اس کو لا لا کر ڈالنے لگے، یہ کام ستّر دن تک دن رات مسلسل جاری رہا اور اس کے لئے سپاہیوں کی ٹولیاں بنا دی گئی تھیں تاکہ وہ باری باری سے کام کریں، اور اس کے بعد آرام لیں، ہر ٹولی کے کام کی نگرانی متعلقہ لاکے دیمونی افسر کے سپرد تھی، پلاتیہ والوں نے جب ٹیلے کو بلند ہوتے دیکھا تو لکڑی کا دیوار نما ڈھانچہ تیار کر کے اسے شہر پناہ کی اس دیوار کے اوپر جوڑ دیا جس سے متصل ٹیلہ تعمیر کیا جا رہا تھا اور قریب کے مکانات کی اینٹیں نکال کر اس ڈھانچہ میں اینٹ کی بندش کی، لکڑی کے ڈھانچہ کی وجہ سے دیوار ایک جان ہو گئی۔ جس کی وجہ سے اونچائی میں اضافہ کے باوجود کوئی کمزوری نہیں پیدا ہوئی، انھوں نے شہتیروں پر چمڑے کا غلاف بھی چڑھا دیا تھا تاکہ دشمن آتش باری کریں تو آگ نہ لگے اور معمار محفوظ حالت میں کام کر سکیں، ادھر یہ دیوار بہت اونچی

ہوگئی تو ادھر ٹیلہ کی بلندی میں بھی کچھ کم اضافہ نہیں ہوا، پلاتیہ والوں نے ایک اور ہوشیاری یہ کی کہ شہر پناہ کے جس حصہ سے ملا کر ٹیلہ بنایا جا رہا تھا اس کی دیوار میں رخنہ ڈال کر مٹی شہر کے اندر منتقل کرنی شروع کی۔

پلوپونیزیوں کو جب اس کا پتہ چلا تو انھوں نے گھاس پھوس کی ٹٹیاں بنا کر گیلی مٹی تھوپی اور ان کو ٹیلہ کے درز میں ڈال دیا تاکہ مٹی ڈھلکنے نہ پائے اور شہر والے ان جعفریوں کو مٹی کی طرح اٹھا نہ لے جا سکیں، جب یہ رکاوٹ پیدا ہوگئی تو پلاتیہ والوں نے ایک اور ترکیب یہ کی کہ شہر کے اندر سے ٹیلہ کے نیچے تک ایک سرنگ تیار کی اور حسب سابق اس کی مٹی منتقل کرنے لگے، یہ عمل ایک عرصہ دراز تک جاری رہا، جس کی شہر سے باہر دشمن کو خبر نہیں ہوئی، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ برابر مٹی ڈالے جا رہے تھے، لیکن ٹیلہ کی اونچائی میں خاطر خواہ اضافہ نہیں ہو رہا تھا کیونکہ اندر سے مٹی ہٹائی جا رہی تھی اور جو خلا اس سے پیدا ہوتا تھا اوپر کی مٹی ڈھلک کر اس کو پر کرتی تھی جس سے ٹیلہ اونچا ہو رہا تھا لیکن پلاتیہ والوں کو اندیشہ تھا کہ دشمن کی فوجوں کی کثرت تعداد کی وجہ سے ممکن ہے اس کارروائی کے باوجود ان کا مقابلہ مشکل ہو جائے اس لئے انھوں نے ایک اور ترکیب سوچ کر ٹیلہ سے متصل شہر پناہ کی دیوار کو بلند کرنے کا کام موقوف کر دیا اور اندر کی جانب پرانی نچلی فصیل کے دونوں سروں سے ملا کر ایک نئی نصف دائرہ نما فصیل بنانی شروع کی تاکہ شہر میں داخلہ کے لئے راستہ نہ رہے اور دشمن اونچی دیوار پر چڑھنے میں کامیاب بھی ہو جائیں تو اس نئی شہر پناہ کی وجہ سے آگے نہ بڑھ سکیں اور انھیں ایک اور ٹیلہ تعمیر کرنا پڑے اور جب وہ اس غرض سے اندر داخل ہوں تو نہ صرف پہلے کی طرح ساری مشکلات پیش آئیں بلکہ وہ ہر دو جانب سے منجنیقوں اور اس قسم کے ہتھیاروں کی زد میں بھی آ جائیں، ٹیلہ تعمیر کرتے وقت

پلوپونیزیوں نے شہر پناہ پر منجنیقیں بھی لگائیں جن میں سے ایک ٹیلہ پر چڑھا کر بلند تر حصہ کے مقابل لائی گئی جس سے فصیل کا کافی بڑا حصہ منہدم ہوگیا اور اہل پلاٹیہ بہت پریشان ہوگئے۔ دوسری منجنیقیں فصیل کے دوسرے حصّوں پر لگائی گئیں جن کو پلاٹیہ والوں نے کمندیں ڈال کر توڑ ڈالا، اس کے علاوہ انھوں نے فصیل پر دو دو شہتیر اس طرح لگادیے کہ ان کا ایک حصّہ باہر کو نکلا ہوا تھا اور ان شہتیروں میں لوہے کی زنجیریں باندھ کر ان کے سروں سے بڑے شہتیر جکڑ کر لٹکا دیے اور جس مقام پر بھی منجنیقوں کی وجہ سے شہر پناہ کی دیوار کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوتا۔ لٹکی ہوی شہتیر کی زنجیروں کی گرفت کو اس طرح ڈھیلا کر دیا جاتا تھا کہ وہ ترچھی ہوکر دھڑام سے منجنیق کی نوک پر جا گرتی اور اسے توڑ دیتی تھی،

اس کے بعد پلوپونیزی یہ دیکھ کر کہ ان کی منجنیقیں موثر ثابت نہیں ہو رہی ہیں اور ٹیلہ تعمیر کرنے میں بھی انھیں کامیابی نہیں ہوی کیونکہ اس کی مٹی اندر سے نکال لی جا رہی تھی، اس نتیجہ پر پہنچے کہ شہر کی تسخیر کے لئے کافی وسایل نہیں ہیں، اس لئے شہر کے اطراف مورچے اور دمدمے بنانے کا فیصلہ کیا، پھر سونچا کہ اس سے پہلے ہوا کی مدد سے اس چھوٹے سے شہر کو آگ لگانے کی کوشش کیوں نہ کی جائے، حقیقت یہ ہے کہ ناکہ بندی کا بھاری خرچ اٹھائے بغیر شہر کو مسخر کرنے کی ہر ممکنہ تدبیر پر انھوں نے سونچ بچار کیا، اس کے بعد جنگل سے لکڑی کے گٹھے لاکر پہلے ٹیلے اور فصیل کے درمیان خلا میں ڈالے جو بہت جلد بھر گیا کیونکہ متعدد آدمی لکڑی لارہے تھے، اس کے بعد ٹیلے کی چوٹی پر سے جتنے بھی گٹھے ایک کے اوپر ایک رکھے جاسکتے تھے شہر کی جانب رخ کرکے رکھے اور گندھک اور چقماق کے پتھر کی مدد سے اس انبار میں آگ لگادی، جس سے ایسی آگ لگی کہ اس سے پہلے کبھی انسان کی لگائی ہوی اتنی بڑی آگ کبھی نہیں دیکھی گئی تھی، اگرچہ اس کا مقابلہ اس آگ سے نہیں کیا جاسکتا

جو کوہستانی جنگلوں میں درختوں کی شاخوں کے ایک دوسرے سے رگڑ کھانے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، اور یہ آگ نہ صرف غیر معمولی طور پر بڑی تھی بلکہ محصورین کو چونکہ کئی خطروں اور مشکلوں کے بعد اس کا سامنا کرنا پڑا تھا اس لئے ان کی جان پر بن آئی، شہر کا ایک بڑا حصّہ اس درجہ متاثر ہوا کہ وہاں کوئی نہیں جا سکتا تھا اور اگر حملہ آوروں کی توقعات کے مطابق اس وقت تیز ہوا چلتی تو سارا شہر جل کر خاک سیاہ ہو جاتا، لیکن ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس وقت گرج کے ساتھ زور کی بارش ہوی جس سے آگ بجھ گئی اور شہر محفوظ ہو گیا۔

اس آخری کوشش میں ناکام ہونے کے بعد پلوپونیزیوں نے اپنی فوج کے ایک حصّہ کو وہاں متعین کر کے بقیہ کو برخاست کر دیا اور چاروں طرف سے شہر کے راستے بند کرنے کے لئے اطراف ایک دیوار تعمیر کی جس کے مختلف حصّے مختلف شہروں کی فوجوں کے سپرد کیئے اور موروچوں کے اطراف خندق کھدوادی جس کی مٹی سے اینٹیں بنائی گئیں، یہ سارے کام سماکِ رامح کے طلوع ہونے تک مکمل ہو گئے جس کے بعد انھوں نے دیوار کے آدھے حصّے کے مورچوں پر اپنے سپاہیوں کو متعین کیا اور بقیہ کو بیوتیوں کے سپرد کر دیا، باقی فوج برخاست کر دی گئی اور مختلف دستے اپنے اپنے شہروں کو لوٹ گئے۔ اس سے پہلے پلاتیہ والوں نے اپنے بیوی بچوں، ضعیف العمر لوگوں اور جنگ میں حصہ لینے سے معذور شہریوں کو ایتھنیز بھجوا دیا تھا، جس کے بعد محصور شہر میں خود ان کے چار سو شہری، اسّی ایتھنیزی اور ایک سو دس عورتیں رہ گئی تھیں جنھیں روٹی پکانے کے لئے رکھا گیا تھا، محاصرہ کے آغاز کے وقت کل اتنے ہی آدمی تھے، اس کے علاوہ شہر کی چار دیواری میں نہ تو کوئی غلام تھا اور نہ کوئی اور شخص تھا، یہ انتظامات ناکہ بندی کا مقابلہ کرنے کے لئے کئے گئے تھے۔

اسی موسم گرما میں اور انہی دنوں جب پلاتیہ کی مہم شروع ہوی ایک ایتھنیزی لشکر جس میں دو ہزار بھاری ہتھیار بند پیادے اور دو سو سوار تھے۔ نواح تھریس کے کالکسیوں اور بوتائیوں کے خلاف روانہ ہوا، یہ عین فصلوں کے پکنے کا زمانہ تھا، لشکر کی کمان زینوفون ابن یوریپدس اور اس کے دو شرکائے کار کے ہاتھ میں تھی، اسپارتوس واقع بوتیہ پہنچ کر انھوں نے فصلوں کو تباہ کردیا، اور شہر کے ایک سازشی فریق کی مدد سے اس کی تسخیر کی امید بھی ہوگئی تھی لیکن ان سے مختلف رائے رکھنے والے فریق نے اولنتھوس کو ایلچی بھجوائے جس کی بنا پر بھاری ہتھیار بندوں کا ایک دستہ اور دوسری فوجیں وہاں پہنچ گئی تھیں، یہ لشکر جب اسپارتوس سے باہر آیا تو ایتھنیزیوں نے شہر کے سامنے ان کا مقابلہ کیا جس میں کالکسی بھاری ہتھیار بند پیادے اور ان کے چند معاون سپاہیوں کو شکست ہوی جنھوں نے پسپا ہوکر شہر میں پناہ لی، لیکن کالکسی سواروں اور ہلکے ہتھیار بند دستوں نے ایتھنیزی سوارہ فوج اور ہلکے ہتھیار بند سپاہیوں کو مغلوب کیا، کالکسیوں کے ساتھ کروسس کے چند نیزہ باز پہلے ہی سے موجود تھے اور چند اس لڑائی کے فوراً بعد اولنتھوس سے آ گئے، اس کمک کے پہنچتے ہی اسپارتوس کے ہلکے ہتھیار بندوں کے حوصلے بڑھ گئے جنھوں نے اس سے پہلے ایتھنیزیوں کو پسپا کردیا تھا اور وہ کالکسی سوارہ فوج اور کمک کے تازہ دم دستہ کے ساتھ ایتھنیزیوں پر دوبارہ حملہ آور ہوے تو ثانی الذکر اپنے ان دو دستوں کی طرف لوٹنے لگے جن کو ساز و سامان کے ساتھ ایک خاص مقام پر ٹھیرادیا گیا تھا، ایتھنیزی جب کبھی حملہ کرتے تو دشمن پیچھے ہٹ جاتے لیکن جونہی وہ پلٹتے پھینک مارنے کے ہتھیاروں کی بوچھار کی جاتی تھی، اس کے علاوہ کالکسی سوار گھوڑوں کو مہمیز کرکے من مانے دھاوے کررہے تھے جس سے وہ بدحواس ہوگئے اور حملہ آوروں نے شکست فاش

دے کر دور تک تعاقب کیا، شکست خوردہ ایتھنیزیوں نے پوتی دیہ میں پناہ لی، اور بعد میں عارضی صلح کے تحت ہلاک شدہ سپاہیوں کی لاشیں حاصل کر لیں، اور بچے کھچے لشکر کو لے کر ایتھنیز روانہ ہوئے، ان کے چار سو تین سپاہی اور سارے سارے سپاہ سالار اس لڑائی میں کام آئے، کالکیوں اور بیوتائیوں نے اپنی فتح کی یادگار نصب کی اور اپنے سپاہیوں کی نعشیں لے کر اپنے اپنے شہروں کو واپس چلے گئے۔

اس کے بعد زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ اسی موسم گرما میں امبریبیائیوں اور کاؤنیائیوں نے سارے اکارنانیہ کو مسخر کرنے اور ایتھنیز سے اس کا تعلق توڑنے کی غرض سے لاکے دیمونیوں کو ترغیب دی کہ اپنے اتحادین کی مدد سے ایک بحری بیڑا تیار کریں اور ایک ہزار بھاری ہتھیار بند پیادے اکارنانیہ روانہ کریں، کیونکہ بحری اور بری دونوں راستوں سے ایک ساتھ یورش کی جائے تو ساحلی اکارنانیہ کی فوجیں کوئی اقدام نہیں کر سکیں گی اور جب اکارنانیہ پر قبضہ ہو جائیگا تو اس کے بعد زاکنتھوس اور سفالے نیہ کی تسخیر آسان ہو جائے گی اور جزیرہ نمائے پلوپونیز کے اطراف ایتھنیزی گشتی جہازوں کی نقل و حرکت پہلے کی طرح آسان نہیں رہے گی، اس کے علاوہ نیوپاکتوس کی تسخیر کے امکانات بھی پیدا ہو جائیں گے چنانچہ لاکے دیمونیوں نے فی الفور چند جنگی جہاز بھاری ہتھیار بند سپاہیوں کے ساتھ کینموس کی سرکردگی میں روانہ کیے جو ہنوز امیر البحر اعلیٰ کے عہدہ پر فائز تھا ساتھ ہی اپنے بحری بیڑے کو جلد از جلد تیاری کر کے لیوکاس جانے کی ہدایت دی، کورنتھی اس معاملہ میں بہت پیش پیش تھے کیونکہ امبریکیہ ان کی نو آبادی تھی جس وقت کورنتھ، سکیوں اور ان کے نواحی علاقوں کے جہاز اس مہم کے لئے تیار کیے جا رہے تھے اور لیوکاس، اناکتوریوم اور امبریکیہ کے بحری دستے جو وہاں پہلے ہی آ گئے تھے،

لیوکاس میں ان کی آمد کا انتظار کر رہے تھے، کینموس اور اس کے ایک ہزار بھاری ہتھیار بند سپاہی نئوپاکتوس پر متعینہ ایتھنیزی کمانداد فورمیو اور اس کے بیڑے کی نظر بچا کر خلیج میں داخل ہو گئے اور فوراً ہی بڑی مہم کی تیاری کرنے لگے جو یونانی فوجیں اس کے ساتھ تھیں ان میں امبریسیائی، لیوکاسی اور اناکتوریوی، اور ایک ہزار پلوپونیزی شامل تھے جو اس کے ساتھ آئے تھے، غیر یونانیوں میں ایک ہزار کاونیائی تھے جو اسی قوم سے تعلق رکھتے تھے جن کا کوئی بادشاہ نہیں تھا اس لئے ان کی سرکردگی شاہی خاندان کے دو ارکین فوتس اور نکانور کر رہے تھے جو اس سال قبیلہ کے سردار منتخب ہوئے تھے، کاونیائیوں کے ساتھ چند تھیپروتی بھی آئے تھے اور ان کا بھی کوئی بادشاہ نہیں تھا۔ چند مولوسی اور آتنتانیائی سابلنتھوس کی سرکردگی میں آئے تھے جو نابالغ شاہ تھارلپس کا اتالیق تھا چند پاراوائی اپنے بادشاہ اوروید وس کی سرکردگی میں آئے تھے جن کے ساتھ ایک ہزار اورستائی تھے جن کو ان کے بادشاہ آنتی خوس نے اوروید وس کی کمان میں بھجوایا تھا، اس کے علاوہ ایک ہزار مقدونی سپاہی تھے جنھیں پروکاس نے ایتھنیزیوں کی اطلاع کے بغیر بھجوایا تھا لیکن یہ دستہ دیر میں پہنچا ان افواج کو لے کر کنیموس آگے بڑھ گیا اور اس نے کورنتھ سے آنے والے بیڑے کا انتظار نہیں کیا۔ امفی لوخی آرگوس کے علاقہ میں سے گذرتے ہوئے لمنائیہ کے کھلے قبہ کو تاخت و تاراج کرنے کے بعد وہ اکارنانیہ کے پایہ تخت استراتوس پہنچے، ان کا خیال تھا کہ اس شہر پر قبضہ ہو جائے تو ملک کا بقیہ حصّہ بہت جلد مسخر ہو جائیگا۔

اہل اکارنانیہ نے جب دیکھا کہ خشکی کے راستہ ایک بڑی فوج ان کے خلاف بڑھ رہی ہے اور سمندر میں دشمن کے بیڑے کی وجہ سے خطرہ پیدا ہو گیا ہے تو اپنی طاقت کو مجتمع کر کے مدافعت کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ گھر یا رہی کی

حفاظت کی تیاری کی اور فورمیو کے پاس قاصد بھجوا کر مدد طلب کی جس نے جواب دیا کہ چونکہ کورنتھ سے ایک بحری بیڑا روانہ ہونے والا ہے، اس لئے نؤپاکتوس کو غیر محفوظ نہیں چھوڑا جا سکتا۔ اس دوران میں پلوپونیزی اور ان کے اتحادی اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر کے استراتوس روانہ ہوئے تاکہ فوجی مرکز قایم کریں اور اگر گفت و شنید سے کام نہ چلے تو فصیل توڑ کر شہر میں داخل ہونے کی کوشش کریں، یہ فوج اس ترتیب سے بڑھ رہی تھی کہ قلب لشکر میں کاؤنیائی اور دوسرے غیر یونانی تھے، میمنہ پر لیوکاسی اور انکتوریوی اور میسرہ پر پلوپونیزی اور امبریسیائی دستے کنیموس کی سرکردگی میں تھے، لشکر اس طرح آگے بڑھ رہا تھا کہ اس کے ایک حصّہ اور دوسرے حصّہ کے مابین طویل فاصلہ تھا یہاں تک کہ بعض دفعہ وہ ایک دوسرے کی نظر سے اوجھل بھی ہو جاتے تھے، یونانی دستے خوش ترتیبی سے آگے بڑھے اور ایک مناسب مقام منتخب کر کے پڑاؤ ڈال دیا لیکن کاؤنیائی جن کو اپنے آپ پر بڑا اعتماد تھا اور جو اس حصّہ ملک کے قبایل میں سب سے زیادہ جیوٹ مانے جاتے تھے اپنے کیمپ کے مقام پر ٹھیر جانے کی بجائے، بقیہ غیر یونانیوں کے ساتھ تیزی سے آگے بڑھے، وہ فوج کے دوسرے دستوں کے پہنچنے سے پہلے شہر پر قبضہ کرنا چاہتے تھے تاکہ اس کی فتح کا سہرا بلا شرکت غیرے ان کے سر باندھا جائے، جب وہ اس طرح آگے بڑھتے چلے گئے تو استراتوسیوں نے صورت حال کا صحیح اندازہ لگایا اور یہ سونچ کر کہ اگر اس فوج کو شکست دیگئی تو اس کے پیچھے آنے والے یونانیوں کی ہمتیں بڑی حد تک پست ہو جائیں گی شہر کے آس پاس چھپ کر بیٹھ گئے اور جوں ہی وہ قریب آئے کمین گاہوں اور شہر سے نکل کر ان پر ٹوٹ پڑے جس سے کاؤنیائی بدحواس ہو گئے اور ان کے کئی سپاہی مارے گئے اور جوں ہی یہ لوگ پیٹھ پلٹا کو بھاگے بقیہ غیر یونانی بھی فرار ہو گئے۔

چوں کہ دوسرے اتحادی دستے بہت پیچھے آ رہے تھے اس لئے کسی یونانی دستہ کو اس لڑائی کا پتہ بھی نہیں چلا اور انھوں نے سمجھا کہ یہ لوگ پڑاؤ ڈالنے کے لئے تیزی سے جا رہے تھے لیکن جب مفرور غیر یونانی بے تحاشا دوڑتے ہوئے قریب آئے تو انھوں نے اپنی صفوں کو چیر کر ان کو حلقہ میں لے لیا اور اس کے بعد صفیں درست کر کے اس روز وہیں ٹھیرے رہے۔ استراتوسیوں نے ان کا مقابلہ نہیں کیا، کیونکہ بقیہ اکارنیائی دستے ابھی نہیں پہنچے تھے اور دور ہی سے ان پر گوپھنوں سے حملہ کرتے رہے جس سے سخت مشکلات کا سامنا ہوا، کیونکہ وہ زرہ بکتر پہنے بغیر اپنی جگہ سے حرکت بھی نہیں کر سکتے تھے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اکارنانیوں کو اس قسم کی لڑائی کی غیر معمولی مہارت حاصل ہے۔

جوں ہی رات ہوئی کینموس اپنی فوج کے ساتھ دریائے اناپوس کی طرف روانہ ہوا جو استراتوس سے تقریباً نو میل کے فاصلہ پر ہے اس کے دوسرے روز اس نے عارضی صلح کے معاہدہ کے تحت ہلاک شدہ سپاہیوں کی لاشیں حاصل کیں، وہاں اہل اوئنیادائے آملے جن سے پلوپونیز کے دوستانہ تعلقات تھے، اور اس کے بعد دشمن کی امدادی فوج کے پہنچنے سے پہلے وہ شہر اوئنیادائے میں داخل ہو گئے جہاں سے سارے سپاہی اپنے اپنے شہروں کو واپس ہو گئے، اور استراتوسیوں نے غیر یونانیوں پر اپنی فتح کی یادگار نصب کی۔

کورنتھ اور خلیج کرسائن کے دوسرے اتحادیوں کا جو بیڑا کینموس کی امداد کرنے اور ساحلی اکارنیوں کو اپنے اندرون ملک کے ہم وطنوں کی مدد کرنے سے باز رکھنے کی غرض سے چلا تھا وہ اپنے مقصد میں ناکام ہو گیا اس لئے کہ جب استراتوس میں لڑائی ہو رہی تھی، ٹھیک اسی وقت اسے فورمیو اور نؤپاکتوس میں متعینہ بیس جہازوں کے دستہ کا مقابلہ کرنا پڑا، جب یہ بیڑا ساحل ساحل جا رہا تھا۔

فورمیو نے اسے دیکھ لیا تھا اور ان پر کھلے سمندر میں حملہ کرنے کی فکر میں تھا لیکن کورنتھی اور ان کے اتحادی اکارنانیہ کے ارادے سے چلے تھے اور ان کے تشان وگمان میں بھی نہیں تھا کہ کسی بحری لڑائی کی نوبت آئے گی اسی لئے وہ زیادہ تر بار برداری کے جہازوں میں سوار ہوکر چلے تھے اور ان کے خواب وخیال میں بھی یہ بات نہیں آئی تھی کہ بیس ایتھنیزی جہاز ان کے سینتالیس جہازوں کا مقابلہ کرنے کی جسارت کریں گے، بہرحال جب وہ اپنے ساحل کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ رہے تھے تو ایتھنیزی دستہ ان کے متوازی چل رہا تھا اور جب انھوں نے پاترے واقع اکاٹیہ کے مقابل ساحل پر اترنا چاہا تاکہ وہاں سے اکارنانیہ کی طرف بڑھیں تو وہ کالکس اور ریائے ایوے نوس کی طرف سے پھر ان کی طرف آتے ہوئے نظر آئے، جب یہ صورت حال پیش آئی تو وہ رات کے اندھیرے میں لنگر اٹھاکر وہاں سے چپ چاپ آگے بڑھے لیکن اس کے باوجود ایتھنیزیوں کو پتہ چل گیا اور انھوں نے بیچ راستہ میں ان کو مقابلہ کرنے پر مجبور کیا، ہر مملکت جس کے جہاز اس بیڑے میں شریک تھے اس کا ایک کماندار تھا، کورنتھی کماندار ماخاؤں البیقراطیس اور اگاتھارکیداس تھے، پلوپونیزیوں نے اپنے جہازوں کا بڑے سے بڑا دائرہ اس طرح بنایا کہ دو جہازوں کے بیچ میں خالی جگہ نہ چھوٹے اور ہر جہاز کا پیٹ باہر کی طرف اور دنبالہ اندر کی جانب رہے اور جو چھوٹے چھوٹے جہاز ساتھ تھے ان سب کو اس حلقہ کے اندر لے لیا اور پانچ بہترین جہازوں کو اس کام کے لئے مختص کر دیا کہ جس جگہ بھی دشمن کا دباؤ بڑھ جائے وہ اشارہ پاتے ہی فوراً مدد کے لئے پہنچ جائیں۔

ایتھنیزی جہازوں نے صف بناکر بار بار اس حلقہ کا طواف کیا اور ہر دفعہ تیزی سے اس طرح قریب تر آتے تھے کہ گویا حملہ کرنے والے ہیں حالانکہ

فورمیو نے تاکید کردی تھی کہ جب تک وہ اشارہ نہ کرے حملہ نہ کیا جائے مگر حملہ کے ان مظاہروں کی وجہ سے دشمن کے جہاز پیچھے ہٹتے گئے اور ان کا حلقہ چھوٹا ہوتا گیا، فورمیو کا خیال تھا کہ پلوپونیزی بری فوج کی طرح اپنی ترتیب قایم نہیں رکھ سکیں گے، ان کے جہاز آگے پیچھے ہو جائیں گے اور چھوٹے جہازوں اور کشتیوں کی بے ترتیبی کی وجہ سے ابتری پھیل جائے گی اور اگر خلیج کی طرف سے ہوا چلنے لگے (اسی توقع پر وہ دشمن کے جہازوں کے گرد چکر لگا رہا تھا اور خلیج کی طرف سے ہوا عام طور پر سویرے چلتی تھی) تو اسے یقین تھا کہ دشمن ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے آپ کو سنبھال نہ سکے گا، اس کا خیال یہ بھی تھا کہ وہ جب چاہے بہ آسانی دھاوا کر سکے گا اور اگر ہوا چلتے ہی حملہ شروع کیا جائے تو بہت موثر ثابت ہوگا۔ چنانچہ جب ہوا نے سر اٹھایا تو دشمن کے جہاز ایک دوسرے سے قریب تر آ چکے تھے، ہوا کے تیز و تند تھپیڑوں اور چھوٹے جہازوں کے ٹکرانے سے سخت پریشانی ہوئی، ایک جہاز دوسرے جہاز پر گر رہا تھا جس کو بلیوں سے روکنے کی کوشش کی جا رہی تھی اور ملاح جہازوں کو بچانے کے لئے ہر طرح کی کوشش کر رہے تھے اور پریشانی میں اس قدر زور زور سے چیختے چلاتے تھے کہ کپتانوں کے احکام اور ناخداؤں کی آواز سنائی نہ دیتی تھی، ان کو طوفانی سمندر میں جہاز کھینے کی مہارت نہیں تھی، اس لئے وہ پتوار چلانے والے کی ہدایات کی تعمیل نہیں کرنے پاتے تھے، اس موقع پر فورمیو نے اشارہ کیا اور ایتھنیزیوں نے حملہ شروع کیا، سب سے پہلے انھوں نے ایک امیر البحر کے جہاز کو ڈبو دیا اور اس کے بعد جو جہاز بھی زد میں آیا، اسے توڑ پھوڑ کر ناکارہ کر دیا، دشمن اس درجہ پریشان ہوئے کہ ان کو مدافعت کا خیال ہی نہیں آیا اور بیاتریے اور دیمے واقع اکائیہ کی طرف جان بچانے کے لئے تیزی سے بڑھنے لگے، ایتھنیزیوں نے تعاقب کر کے بارہ جہاز پکڑ لئے اور ان میں کے اکثر آدمیوں کو گرفتار کر کے ان کو مویم

کی جانب روانہ ہوئے اور راس دھیوم پر اپنی فتح کی یادگار نصب کرکے پوسیڈون دیوتا کے نذرانہ کے طور پر ایک کشتی وقف کرکے نوپاکتوس لوٹ گئے اور پیلوپونیزی اپنے بچے کچھے جہازوں میں سوار ہو کر پاترے اور دیمے سے ایلس کے سلح خانے کیلینے چلے گئے جہاں کینموس اور لیوکاسی بحری دستہ جس کا انتظار تھا۔ استراتوس کی لڑائی کے بعد ان سے جا ملا۔

اب لاکے دیمونیوں نے کینموس کی مدد کے لئے تین صلاح کار بھجوائے جن کے نام تموکراتس، براسیداس اور لائیکوفران تھے اور ہدایت دی کہ دوبارہ مقابلہ کرکے دشمن کو مغلوب کریں، اور چند جہازوں کے مقابلہ میں پیچھے نہ ہٹیں، ان کی سمجھ ہی میں نہ آتا تھا کہ ہزیمت کیوں ہوئی خاص کر اس لئے کہ یہ ان کا اولیں معرکہ تھا اور ان کا خیال تھا کہ یہ کمزوری بحری بیڑے کی نہیں تھی بلکہ کسی بدنظمی کی وجہ سے ناکامی ہوئی تھی، انھوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ ایتھنیزیوں کو سمندری لڑائی کا دیرینہ تجربہ تھا جس کے مقابلے میں یہ نو مشق تھے، اس لئے انھوں نے بڑے طیش میں آکر متذکرہ بالا صلاح کار بھجوائے، ان لوگوں نے یہاں پہنچتے ہی کینموس کے ساتھ کام کرنا شروع کر دیا، مختلف ریاستوں سے جہاز طلب کئے اور موجودہ جہازوں کو ٹھیک ٹھاک کرکے لڑائی میں حصّہ لینے کے قابل بنایا، اسی دوران میں فورمیو نے ایتھنیز کو لڑائی میں اپنی فتح اور دشمن کی موجودہ تیاریوں کی اطلاع بھجوائی اور یہ خواہش کی کہ جلد از جلد زیادہ سے زیادہ جہاز مدد کے لئے بھجوائے جائیں کیونکہ اسے ہر وقت دشمن کے حملہ کا خطرہ لگا ہوا تھا، چنانچہ اس کے جواب میں بیس جہاز روانہ کئے گئے لیکن ان کے کمانڈار کو ہدایت دی گئی کہ وہ پہلے کریٹ جائے کیونکہ نکیاس نامی ایک کریٹی نے جو ایتھنیزیوں کا پروکسے موس تھا۔ کیدونیہ پر حملہ کرنے کی یہ کہہ کر ترغیب دی تھی کہ وہ اس شہر کو جو ایتھنیز کا مخالف تھا مغلوب

کرنے میں مدد دے گا۔ لیکن درحقیقت وہ پولکتنائیوں کو ممنون احسان کرنا چاہتا تھا جو کیدونیوں کے پڑوسی تھے، اس لئے وہ کریٹ روانہ ہوا، اور وہاں پولکتنائیوں کو ساتھ لے کر کیدونیہ کے علاقوں کو تباہ و برباد کیا اور چونکہ اسے باد مخالف اور ناسازگار موسم سے سابقہ ہوا، اس لئے وہاں کچھ کم وقت خراب نہیں ہوا۔

ادھر ایتھنیزی کمک اس طرح کریٹ میں اڑی ہوئی تھی اور ادھر کیلینے میں پلوپونیزوں نے جنگ کی تیاریاں مکمل کر لیں اور ساحل ساحل آگے بڑھ کر پانورموس واقع اکائیہ جا پہنچے جہاں ان کی بری فوج امداد کے لئے پہنچ چکی تھی، فورمیو بھی ساحل کے ساتھ ساتھ روانہ ہو کر مولی کرینی دھیوم پہنچ گیا اور اس کی حدود سے باہر اس کے جہاز لنگر انداز ہو گئے۔ اس ایتھنیزی دستہ میں وہی بیس جہاز تھے جو اس سے پہلے کی لڑائی میں حصہ لے چکے تھے۔ اس دھیوم سے ایتھنیز کے دوستانہ تعلقات تھے اس کے بالمقابل دوسرا رھیوم پلوپونیز میں واقع ہے اور دونوں کے درمیان سمندر تقریباً پون میل چوڑا ہے جو خلیج کرسائن کا دہانہ ہے اس مقام یعنے اکائیائی دھیوم پر پانورموس سے پرے جہاں ان کی فوجیں پڑاؤ ڈالے تھیں، پلوپونیزیوں نے اپنے ستھتر جہازوں کو لنگر انداز کر دیا، کیوں کہ انھوں نے ایتھنیزیوں کو لنگر ڈالتے دیکھ لیا تھا، چھ سات روز تک یہ دونوں بیڑے وہیں رہے اور لڑائی کی مشق کرتے رہے، ایک فریق نے یہ طے کر لیا تھا کہ دھیوم سے باہر بیچ سمندر میں نہیں جانا چاہئے تاکہ کوئی آفت نہ آئے جیسا کہ اس سے پہلے تجربہ ہو چکا تھا۔ دوسرا فریق آبنائے کی حدود میں داخل نہیں ہونا چاہتا تھا۔ کیوں کہ اس کا خیال تھا کہ محدود جگہ میں لڑائی ہو تو دشمن فائدہ میں رہے گا کنیموس اور براسی داس اور دوسرے پلوپونیزی کماندار جلد لڑائی شروع کرنا چاہتے تھے تاکہ ایتھنیز سے کمک آنے سے پہلے ہی مقابلہ ہو جائے انھوں نے جب

دیکھا کہ پچھلی شکست کی وجہ سے اکثر سپاہی پست ہمت ہو گئے ہیں اور لڑائی کی طرف مایل نہیں ہیں تو ان سب کو ایک جگہ طلب کر کے دل بڑھانے کے لئے کہا:۔

پلوپونیزیو! ممکن ہے پچھلی لڑائی کا جو انجام ہوا اس کے پیش نظر آپ میں سے بعض لوگ، آیندہ ہونے والی لڑائی میں حصہ لینے میں خوف محسوس کر رہے ہوں لیکن اب خائف ہونے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے، جیسا کہ آپ جانتے ہیں اس لڑائی کے لئے ہم نے کوئی تیاری نہیں کی تھی، ہم ایک بری مہم پہ جا رہے تھے اور سمندری معرکہ کے لئے پوری طرح تیار نہیں تھے اس کے علاوہ اتفاقات بھی ایسے پیش آئے کہ ہم نقصان میں رہے، اور شاید ناتجربہ کاری کی وجہ سے بھی ہمیں اس اولین بحری لڑائی میں شکست ہوی۔ اس سے ظاہر ہے کہ نہ تو ہمیں بزدلی کی وجہ سے شکست ہوی اور نہ دشمن کے دباؤ سے ہمارے حوصلے پست ہوئے بلکہ ہم اب بھی اس کا مقابلہ کرنے کے لئے بیتاب ہیں، ہمارے جوش و خروش کو ایک اتفاقی ناکامی کیسے دبا سکتی ہے۔ بہادر بہرحال بہادر ہوتا ہے اور جب تک بہادری کا جوہر اس کی ذات سے الگ نہیں ہوتا وہ ناتجربہ کاری کو بہانہ بنا کر نظم و ضبط کی پابندی سے غفلت نہیں برت سکتا، آپ تجربہ کی حد تک دشمن سے اس قدر پیچھے نہیں ہیں جتنے جرأت اور جوانمردی میں اس سے آگے ہیں، اگر غنیم فنی مہارت کے ساتھ جرأت و شجاعت کا بھی مالک ہوتا تو ناگہانی خطرات میں مستقل مزاجی کے ساتھ اپنے تجربے سے فائدہ اٹھا سکتا تھا، ہمت و استقلال نہ ہو تو مشکل کے وقت کوئی مہارت کام نہیں آتی، کیونکہ خوف کی وجہ سے اطمینان قلب باقی نہیں رہتا اور انسان کی ساری صلاحیتیں مفلوج ہو جاتی ہیں، اگر دشمن زیادہ تجربہ کار ہے تو آپ زیادہ بہادر ہیں، ایک دفعہ شکست کھانے کی وجہ سے اگر آپ کو خوف ہو گیا ہے تو یہ بات غلط ہے، اس لئے کہ آپ اسوقت لڑائی کیلئے

تیار نہیں تھے، یہ بھی یاد رکھئے کہ آپ کو کثرت تعداد کی بنا پر تفوق حاصل ہے آپ اپنے ہی ساحل کے قریب لڑ رہے ہیں اور آپ کی مدد کے لئے بھاری ہتھیار بند فوج موجود ہے، اصولاً فتح اسی فریق کی ہوتی ہے جس کی تعداد کثیر ہو اور جس کے پاس جنگ کا ساز و سامان زیادہ ہو، ان تمام امور کے پیش نظر ہمیں شکست کا کوئی اندیشہ نہیں ہونا چاہیئے اور جہاں تک پچھلی غلطیوں کا تعلق ہے ان سے سبق لے کر ہم آیندہ معرکوں میں فائدہ اٹھائیں گے، اس لئے ناخداؤں اور ملاحوں کو چاہیئے کہ اپنے فرایض مستقل مزاجی سے ادا کریں اور ہم اپنی حد تک یقین دلاتے ہیں کہ لڑائی کے لئے مناسب انتظامات کرنے میں کم از کم آپ کے سابقہ کمانداروں سے پیچھے نہیں رہیں گے اور نظم و ضبط کو برقرار رکھنے کے لئے ہر ممکنہ کوشش کی جائے گی اگر کوئی اس کے باوجود نظم و ضبط کی پابندی نہ کرے تو اسے قرار واقعی سزا دی جائے گی، اور جو سپاہی جرأت اور دلیری دکھائینگے ان کو معقول صلہ دیا جائے گا۔

پلوپونیزیوں نے اس قسم کی باتیں کر کے اپنے سپاہیوں اور ملاحوں کو جرأت دلائی، ادھر فورمیو کو بھی کچھ کم اندیشہ نہیں تھا کہ کہیں اس کے سپاہی ہمت نہ ہار جائیں اور جب اس نے دیکھا کہ وہ مختلف ٹولیوں میں بٹ گئے ہیں، اور دشمن کے مقابلہ میں اپنی کم مائیگی کی بنا پر خائف ہو گئے ہیں تو ان کو ایک جگہ طلب کر کے دم دلاسہ دینے اور اطمینان دلانے کی کوشش کی، اس نے اس سے پہلے بار بار کہہ کر یہ خیال ان کے ذہن میں ڈال دیا تھا کہ چاہے دشمن کی فوج کی تعداد کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو وہ ان کا مقابلہ کامیابی سے کر سکیں گے، اور سپاہیوں اور ملاحوں کے دلوں میں یہ بات بہت عرصہ پہلے بٹھا دی گئی تھی کہ پلوپونیزی بیڑے کے جہازوں کی تعداد کتنی ہی کثیر کیوں نہ ہو ایتھنیزیوں کو

کبھی ان کے مقابلہ میں پیچھے نہیں ہٹنا چاہیئے۔ تاہم چونکہ اس وقت دشمن کا کثیر التعداد بیڑہ آنکھوں کے سامنے تھا اس لئے وہ پست ہمت ہو رہے تھے، فورمیو نے اعتماد بحال کرنے کے لئے ان سب کو یکجا کر کے کہا:۔

سپاہیو اور ملاحو! میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ دشمن کی تعداد کی وجہ سے خایف ہیں، اور میں نے آپ سب کو یہ کہنے کے لئے یہاں طلب کیا ہے کہ جس چیز سے آپ ڈر رہے ہیں وہ درحقیقت زیادہ خوفناک نہیں ہے، پہلے تو خود پلوپونیزی جو ایک دفعہ ہم سے شکست کھا چکے ہیں، اپنے آپ کو ہمارے برابر نہیں سمجھتے، چنانچہ اسی لئے برابری کے مقابلہ کی جرات نہیں ہوئی اور انھوں نے ہم سے ڈر کر جہازوں کا یہ جم غفیر لا کھڑا کیا ہے، دوسرے ان کو یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ بہادری ان کا ایک فطری وصف ہے جس پر وہ سب سے زیادہ بھروسا کرتے ہیں، لیکن یہ اعتماد محض ان کامیابیوں کا نتیجہ ہے جو بری معرکوں کے تجربہ کی بدولت بالعموم ان کو حاصل ہوی ہیں، اور وہ اس غلط فہمی میں ہیں کہ یہ تجربہ بحری لڑائی میں بھی کام آئے گا۔ لیکن اگر ان کا تجربہ خشکی میں ان کے لئے فائدہ مند ہے تو سمندر میں ہمارے تجربہ کی بدولت بجا طور پر برتری ہمیں حاصل رہے گی۔ کیونکہ وہ ہم سے زیادہ بہادر نہیں ہیں، اور ہم میں سے ہر ایک کو اپنے خاص شعبہ کے تجربہ کے مطابق اپنے آپ پر اعتماد ہے، علاوہ بریں لاکے ڈیمونی اتحادیوں پر اپنے اقتدار کو خود اپنی شان و شوکت میں اضافہ کے لئے استعمال کرتے ہیں، چنانچہ اسی غرض سے وہ اکثر اتحادیوں کو ان کی مرضی کے خلاف خطرات میں پڑنے پر مجبور کر رہے ہیں، اگر یہ واقعہ نہ ہوتا تو ایک مرتبہ شکست فاش کھانے کے بعد دوبارہ لڑائی کی جسارت نہ کرتے، اس لئے آپ کو ان کی اس بے باکی سے مرعوب نہیں ہونا چاہیئے، اس کے برخلاف دشمن کو آپ کی

طرف سے زیادہ اندیشہ ہو سکتا ہے جس کے معقول تر اسباب موجود ہیں، ایک تو آپ حال ہی میں ان کو مغلوب کر چکے ہیں، دوسرے ان کو یقین ہو گیا ہے کہ جب تک پہلے کی طرح شاندار کامیابی کی توقع نہ ہوگی، ہم ان کا دوبارہ مقابلہ نہیں کرنا چاہیں گے، جب دشمن کی تعداد زیادہ ہوتی ہے تو اسے عزم و ہمت سے زیادہ کثرت تعداد پر بھروسا ہوتا ہے لیکن جو سپاہی رضا کارانہ طور پر بڑی سے بڑی قوت سے بھڑ جاتے ہیں، ان کے دست و بازو میں غیر معمولی طاقت آجاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پلوپونیزی اس وقت ہماری جانبازی کو دیکھ کر حیران ہیں۔ وہ اس کی وجہ نہیں سمجھ سکتے اور نہ قدر خائف ہو گئے ہیں کہ اگر ہم نے لڑائی کی جیسی چاہیئے تیاری کی ہوتی تب بھی اس درجہ مرعوب نہ ہوتے، اس کے علاوہ بارہا ایسا ہوا ہے کہ ایک بڑے بحری بیڑے کو فنی مہارت کے فقدان یا ہمت و شجاعت کی کمی کی وجہ سے نسبتاً چھوٹے بیڑے کے مقابلہ میں ہزیمت اٹھانی پڑی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ کمزوریاں ہم میں نہیں ہیں، جہاں تک لڑائی کا تعلق ہے، میری امکانی کوشش یہی رہے گی کہ آبنائے کے اندر لڑنا نہ پڑے، میں بیڑے کو اس طرف کبھی نہیں لے جاؤں گا۔ کیوں کہ بے ترتیب جہازوں کا جن کی تعداد کثیر اور ملاح اناڑی ہوں ایک مختصر تیز رو اور منظم دستہ سے مقابلہ ہو تو تنگ مقام پر یقیناً مشکلات بڑھ جائیں گی، جب تک دشمن کے جہاز کو کافی فاصلہ سے دیکھنے کا موقع نہ ملے اسے تیزی سے اور کارگر طریقہ پر ٹکر نہیں لگائی جا سکتی اور دشمن کا دباؤ بڑھ جائے تو پیچھے ہٹنے کے لئے بھی جگہ نہیں رہتی، نہ تو صفوں کو چیر کر آگے بڑھنے کا موقع ملتا ہے اور نہ ان کے عقب میں جانے کی گنجایش رہتی ہے حالانکہ تیز رو جہازوں کے داؤں پیچ یہی ہیں، جگہ کی تنگی کی وجہ سے بحری لڑائی گویا بری جنگ بنجاتی ہے،

اور جس جانب سپاہیوں کی تعداد زیادہ ہو اسی فریق کو کامیابی ہوتی ہے، میں ان تمام امور کا ممکنہ حد تک خیال رکھوں گا۔ آپ جہازوں میں اپنی اپنی جگہ جمے رہیں اور احکام کو توجہ سے کان دھر کر سنیں، اس میں کوئی دقت نہیں ہوگی، کیونکہ ہم ایک دوسرے کے قریب ہوں گے اور ایک دوسرے کو دیکھ سکیں گے لڑائی کے دوران میں نظم و ضبط کی برقراری اور خاموشی کی سب سے زیادہ ضرورت ہے، اس سے زیادہ خاصکر سمندری جنگ میں بہت فائدہ ہوتا ہے دشمن کا مقابلہ اس طرح کیجئے جو آپ کے پچھلے کارناموں کے شایان شان ہو جن مقاصد کے لئے آپ لڑ رہے ہیں وہ نہایت اہم ہیں، ہمیں سمندری طاقت سے متعلق پلوپونیزیوں کی توقعات کو خاک میں ملانا یا ایتھنیزیوں پر اس حقیقت کو اور زیادہ واضح کر دیتا ہے کہ دشمن سمندر سے کس درجہ خایف ہیں، میں آپ کو پھر ایک بار یاد دلانا چاہتا ہوں کہ آپ ان میں سے اکثروں کو پہلے ہی شکست دے چکے ہیں اور انسان ایک مرتبہ جس طاقت سے مغلوب ہو جاتا ہے اس کا مقابلہ دوبارہ اسی عزم و ہمت سے نہیں کر سکتا۔

فورمیون نے اپنے بیڑے کو اس طرح نصیحت کی اور ہدایات دیں۔ پلوپونیزیوں نے جب دیکھا کہ ایتھنیزی نہ خلیج میں داخل ہوتے ہیں اور نہ تنگ ناٹے میں آتے ہیں تو ان کو بہرحال آنے پر مجبور کرنا چاہا اور اس غرض سے ان کے چار چار جہاز پہلو بہ پہلو یکدم خلیج میں داخل ہو کر اپنے وطن کی سمت آگے بڑھنے لگے۔ جس ترتیب سے وہ لنگر انداز ہوئے تھے اسی ترتیب سے ان کا میمنہ سب سے آگے تھا جس میں بیس بہترین جہاز رکھے گئے تھے تاکہ اگر فورمیو کو اندیشہ ہو کہ شاید وہ نئوپاکٹوس پر دھاوا کرنے جا رہے ہیں اور اس خیال سے وہ اپنے بیڑے کو ساحل ساحل آگے بڑھائے تو ایتھنیزی جہاز حملہ کی صورت میں ان کے حلقہ سے

باہر نہ جا سکیں اور منتخب جہاز ان کا راستہ روک لیں، ان کی چال کامیاب ہوئی اور جوں ہی پلوپونیزی بیڑا روانہ ہوا فورمیو پریشان ہوگیا کیونکہ نوپاکتوس میں اس وقت کوئی فوج نہیں تھی اور وہ اپنی مرضی کے خلاف سرعت تمام اپنے بیڑے کو ساحل کے ساتھ ساتھ آگے بڑھانے پر مجبور ہوگیا۔ میسینیائی بری فوجیں بھی امداد کے لئے اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھیں، پلوپونیزیوں نے جب فورمیو کے جہازوں کو ساحل کے قریب ایک کے پیچھے ایک خلیج کی تنگ نائے میں چلتے دیکھا تو ان کی امید بر آئی اور اشارہ پاتے ہی ممکنہ تیزی کے ساتھ مڑ کر ایتھنیزیوں پر جا پڑے تاکہ ان کا ایک جہاز بھی بچ کر نہ جا سکے، فورمیو کے گیارہ جہاز جو سب سے آگے تھے پلوپونیزیوں کے منتخب جہازوں کے پھرتی سے جھپٹنے کے باوجود ان کی زد سے بچ کر سمندر کے وسیع تر حصہ میں پہنچ گئے لیکن دوسروں کو تعاقب کر کے پکڑ لیا گیا اور وہ خشکی پر چڑھا کر ناکارہ کر دیے گئے، جہاز کے جو لوگ سمندر میں کود کر فرار نہیں ہوئے ہلاک کر دیے گئے۔ بعض خالی جہازوں کو پلوپونیزی اپنے جہازوں کے ساتھ باندھ کر لے گئے۔ ایک جہاز ایسا بھی پکڑا گیا جس کے لوگ اس میں موجود تھے اور بقیہ جہازوں کو یوں ہی ڈھکیل کر لے جا رہے تھے۔ میسینیائی دستہ کے سپاہی فوراً زرہ بکتر کے ساتھ سمندر میں کود پڑے اور جہازوں کے تختوں پر سے دشمن کا مقابلہ کر کے ان کو بھگا دیا۔

اس حد تک پلوپونیزی فتح یاب رہے اور ایتھنیزی بیڑا تباہ کر دیا گیا میمنہ کے بیس جہاز اس دوران میں ان گیارہ ایتھنیزی جہازوں کا تعاقب کر رہے تھے جو بچ کر سمندر کے زیادہ وسیع حصہ میں پہنچ گئے تھے ان میں سے دس تعاقب کرنے والے جہازوں کو پیچھے چھوڑ کر خیر خوبی سے نوپاکتوس پہنچ گئے۔ اور اپولو کے سمندر کے بالمقابل ساحل کے متصل صف بنائی اور جہازوں کے

بیش کو دشمن کی سمت رکھا تا کہ پلوپونیزی جہاز بندرگاہ میں داخل ہو کر حملہ کریں تو مدافعت کی جا سکے۔ کچھ عرصہ بعد پلوپونیزی بیڑا فتح کے ترانے گاتے ہوئے آتا دکھائی دیا، اس کے آگے کافی فاصلہ پر ایک لیوکاسی جہاز آخری اور تنہا ایتھنیزی جہاز کا تعاقب کر رہا تھا، اتفاق سے بندرگاہ کے راستہ میں ایک تجارتی جہاز پڑا ہوا تھا، ایتھنیزی جہاز نے اس کے اطراف چکر لگا کر لیوکاس کے جہاز کو ایسی ٹکر لگائی کہ وہ ڈوب ہی گیا۔ اس غیر متوقعہ اور اچانک کارنامہ کی وجہ سے پلوپونیزی بیڑے میں بڑا انتشار پیدا ہوا، اور چونکہ فتح کی خوشی میں صفوں کی ترتیب باقی نہیں رہی تھی اس لئے بعض ملاح چپو چلانا موقوف کر کے ان جہازوں کا انتظار کرنے لگے جو ایک ساتھ پیچھے آرہے تھے (یہ بڑی خطرناک بات تھی اس لئے کہ دشمن کے جہاز بہت قریب تھے) اور بعض اس علاقہ سمندر سے ناواقفیت کی بنا پر پایاب حصوں میں چلے گئے جہاں جہاز ریت میں پھنس گئے۔

اس واقعہ سے ایتھنیزی ایسے خوش ہوئے کہ انھوں نے یکبارگی جوش میں آکر نعرۂ مسرت بلند کیا اور دشمن پر جا پڑے، پلوپونیزی جو اپنی غلطیوں کی بدولت اور بیڑے کی بے ترتیبی کی وجہ سے بدحواس ہو گئے تھے ایک لمحہ توقف کرنے کے بعد پانورموس کی طرف فرار ہو گئے جہاں سے وہ چلے تھے، ایتھنیزیوں نے تعاقب کر کے قریب کے چھ جہازوں کو پکڑ لیا اور اپنے وہ جہاز بھی قبضہ میں لے لئے، جن کو پلوپونیزی کھینچ کر لائے تھے اور ساحل کے قریب ناکارہ کر کے ڈال دیا تھا انھوں نے دشمن کے چند سپاہیوں کو ہلاک کر دیا اور چند کو گرفتار کر لیا۔ لیوکاس کا جو جہاز تجارتی جہاز کے قریب ڈبو دیا گیا تھا اس میں تموکراس نامی لاکے دیمونی بھی تھا جس نے خودکشی کر لی اور جسکی لاش بہہ کر نوپاکتوس کی

گودی میں پہنچ گئی۔ واپسی کے بعد ایتھنیزیوں نے اس مقام پر فتح کی یادگار نصب کی جہاں سے چل کر انھوں نے لڑائی کی قسمت بدل دی تھی اور ساحل پر سے شکستہ جہازوں کے ڈھانچوں اور نعشوں کو اکٹھا کر کے معاہدہ کے تحت دشمن کو اس کے سپاہیوں کی نعشیں دے دیں۔ پلوپونیزیوں نے جن جہازوں کو ساحل کے قریب ناکارہ کر دیا تھا اس کی یادگار انھوں نے بھی قایم کی اور اکائیانی رھیوم میں جو جہاز انھوں نے پکڑا تھا اس کو دیوتا کے نام پر وقف کر کے اس یادگار کے بازو رکھ دیا۔ اس کے بعد ایتھنیز سے آنے والی کمک کے ڈر سے لیوکاس کے جہازوں کو چھوڑ کر بقیہ بیڑا خلیج کرسائن کے راستہ کورنتھ کے لئے روانہ ہوا ان کے جانے کے کچھ عرصہ بعد وہ بیس ایتھنیزی جہاز آئے جو لڑائی سے پہلے فورمیو کی مدد کے لئے بھجوائے گئے تھے۔

اس طرح یہ موسم گرما ختم ہوا، سرما قریب آ رہا تھا لیکن میگاریوں نے کینموس، براسی داس اور دوسرے پلوپونیزی کپتانوں کو ایتھنیز کی بندرگاہ پیری اوس پر حملہ کرنے کی ترغیب دی تو انھوں نے اپنے بیڑے کو جس کے جہاز کورنتھ اور خلیج کرسائن کو لوٹ گئے تھے برخاست کر کے ملاحوں کو حکم دیا کہ اپنے چپو، تسمے اور گدیاں لے کر خشکی کے راستہ کورنتھ سے ایتھنیز کی جانب کے ساحل سمندر تک جائیں وہاں سے حکمۂ عجلت کے ساتھ میگارا پہنچ کر نسیا کی گودی سے چالیس جہاز لے کر فوراً پیری اوس کی طرف روانہ ہو جائیں، ایتھنیز کو جو مسلمہ بحری برتری حاصل تھی اس کی بنا پر پیری اوس کی بندرگاہ کھلی رہتی تھی، اور اس کی حفاظت کے لئے کوئی دستہ متعین نہیں تھا، کسی کی شان و گمان میں بھی یہ بات نہیں آئی تھی کہ دشمن اس پر اچانک حملہ کر سکتا تھا بلکہ یہ سمجھا جاتا تھا کہ یا تو علانیہ طور حملہ کرنے کی کسی کو جراءت ہی نہ ہوگی، یا اگر

کسی نے اس کا ارادہ بھی کیا تو ایتھنیز کو جلد پتہ چل جائے گا، متذکرہ بالا منصوبہ بنانے کے بعد اس کو عملی شکل دینے کا مرحلہ پیش آیا، رات کے اندھیرے میں ملاح نسیتیا پہنچ کر جہازوں میں سوار تو ہو گئے لیکن خطرات کے پیش نظر پری اوس جانے کی جرات نہیں ہوئی، اور یہ بھی سنا گیا ہے کہ وہ باد مخالف کی وجہ سے نہ جا سکے بہرحال وہ سلامس کے اس حصہ تک گئے جہاں سے میگارا نظر آتا ہے اور جہاں ایک قلعہ تھا جس پر تین جہازوں کا ایک دستہ میگارا کو آمد و رفت کا راستہ روکنے کے لئے متعین تھا، انھوں نے اس قلعہ پر حملہ کرکے خالی جہازوں کو اپنے جہازوں کے ساتھ باندھ لیا اور وہاں کے باشندوں پر اچانک حملہ کرکے اس علاقہ کو لوٹ لیا۔

اس دوران میں آگ جلا کر ایتھنیز کو خطرہ سے آگاہ کیا گیا تو وہاں سخت دہشت پھیل گئی جیسا کہ اس جنگ کے دوران میں چند اور موقعوں پر ہوا تھا شہر والوں نے سمجھا کہ دشمن کے جہاز پری اوس میں داخل ہو چکے ہیں، اور پری اوس میں یہ باور کیا گیا کہ وہ سلامس پر قبضہ کر چکے ہیں اور اب اس طرف آیا ہی چاہتے ہیں اور در اصل یہی ہوتا اگر وہ ذرا ہمت سے کام لیتے کیوں کہ ہوا چاہے کیسی ہی مخالف کیوں نہ ہو ان کو روک نہیں سکتی تھی جو ہنی سویرا ہوا ایتھنیز ی بیڑے کے سارے ملاح اور سپاہی جہازوں میں سوار ہو کر تیزی سے اور بڑے جوش و خروش کے ساتھ سلامس روانہ ہوئے اور سوارہ فوج پری اوس کی حفاظت پر متعین کی گئی، پلوپونیزیوں کو جب اس کمک کی روانگی کی اطلاع ملی تو وہ سلامس کو تاخت و تاراج کرنے کے بعد مال غنیمت، قیدیوں اور گرفتار شدہ تین جہازوں کو لے کر عجلت کے ساتھ قلعہ بودوروم سے نسیتیا روانہ ہوئے، انھیں اپنے جہازوں کی طرف

سے بھی اطمینان نہیں تھا، کیونکہ وہ ایک طویل عرصہ سے سمندر میں تھے اور انکے اندر پانی آنے لگا تھا۔ میگارا پہنچنے کے بعد وہ پیدل چل کر کورنتھ واپس گئے ایتھنزیوں نے جب دیکھا کہ دشمن جا چکا ہے تو وہاں سے واپس ہو گئے اسکے بعد پیری اوس کی موثر حفاظت کے لیئے گودیوں کے راستہ کو بند کرنا شروع کیا اور اس کے علاوہ مناسب احتیاطی تدبیریں اختیار کیں۔

اس موسم سرما کے اوایل میں اور تقریباً اسی زمانے میں تھریس کے اودریسی بادشاہ ستالکیس ابن تیریس نے مقدونی شاہ پردکاس ابن اسکندر اور نواح تھریس کے کالکیبیوں کے خلاف ایک مہم شروع کی جس کا مقصد پردکاس کو اس کا وعدہ پورا کرنے پر مجبور کرنا تھا، اس کے علاوہ وہ خود بھی اپنا ایک وعدہ پورا کرنا چاہتا تھا۔ ایک طرف تو اس جنگ کے اوایل میں حالات سے مجبور ہو کر پردکاس نے وعدہ کیا تھا کہ ستالکیس بیچ میں پڑ کر ایتھنزیوں سے صفائی کرا دے، اور اس کے بھائی اور دشمن فیلقوس کو جو تخت کا جھوٹا دعویدار تھا بحال کرانے کی کوشش نہ کرے تو چند مراعات دے گا لیکن بعد میں انجان ہو گیا، دوسری طرف ستالکیس نے ایتھنز سے اتحاد ہو جانے کے بعد اس امر پر رضامندی ظاہر کی تھی کہ تھریس میں کالکیبی جنگ ختم کر دے گا۔ یہی وہ مقاصد تھے جن کے حصول کے لیئے اس نے یہ مہم شروع کی وہ اپنے ساتھ امنتوس ابن فیلقوس کو لایا تھا جسے مقدونیہ کے تخت پر بٹھانا چاہتا تھا اسکے علاوہ چند ایتھنزی ایلچی بھی تھے جو اتفاق سے اس وقت اس کے دربار میں موجود تھے، ہلگنون بھی بہ حیثیت سپہ سالار ساتھ تھا کیونکہ کالکیبیوں کے مقابلہ میں ایتھنزی بھی ایک بحری دستہ اور بڑی سے بڑی فوج لے کر اس کے ساتھ شریک ہونے والے تھے۔

اودرکیسی فوجوں کو مجتمع کرنے کے بعد اس نے پہلے اپنے تحت کے ان قبایل کو طلب کیا جو ہیٹے موس اور دھوڈوپ کی پہاڑیوں اور یوکزینے اور ہیلیپونت کے درمیانی علاقوں میں آباد تھے، اس کے بعد ہیٹے موس کی دوسری جانب کے گے تائے اور دریائے ڈینیوب کے جنوب میں یوکرینے کے نواحی علاقوں کے خانہ بدوش جرگے طلب کئے گئے جو گے تائے والوں کی طرح اسکیتھیہ کی سرحدوں پر آباد ہیں، اسکیتھیوں ہی کی طرح کے ہتھیار استعمال کرتے ہیں اور سوارہ تیر انداز ہیں، ان کے علاوہ تھریس کے پہاڑی علاقوں کے آزاد قبایلی تیغ زن بلائے گئے جو دای کہلاتے ہیں اور جن کی اکثریت کہار دھوڈپ میں آباد ہے ان میں سے بعض اجیر سپاہی تھے اور بعض رضا کار، اس نے اپنی سلطنت کی دور افتادہ سرحدوں سے اگریانیوں، لائے ریوں اور دوسرے پائے اونی قبیلوں کو بھی طلب کیا، ستا لکیس کی سلطنت لائے ریونی پائے رونیہ اور دریائے استرائی موں تک پھیلی ہوی ہے جو کوہ اسکومبروس سے نکل کر اگریان اور لائے ریون کے علاقوں میں سے گذرتا ہے جہاں یہ سلطنت ختم ہوتی اور آزاد پائے اونیوں کا علاقہ شروع ہوتا ہے، تریبالی بھی ایک آزاد علاقہ ہے جس کی سرحدوں پر تریرے اور تلا طائی قبیلوں کی آبادی کوہ اسکومبروس کے شمال سے شروع ہوکر مغرب کی جانب دریائے اوسکیوس تک چلی گئی ہے، یہ دریا نستوس اور ہیبروس کی طرح صحرائی علاقہ کے ان پہاڑوں سے نکلتا ہے جن کا طویل سلسلہ دھوڈوپ سے ملا ہوا ہے۔

اودریسیوں کی سلطنت ساحل سمندر سے شروع ہوکر ابدیرا سے یوکزینے کی سرزمین میں ڈینیوب کے دہانہ تک پھیلی ہوی تھی، اس کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تجارتی جہاز قریب ترین راستہ سے جاتے اور پورے سفر کے

دوران میں ہوا موافق رہے تو چار دن اور چار راتیں صرف ہوتی ہیں، تیز گام آدمی قریب ترین راستہ سے ابریرا سے ڈینیوب تک پیدل جائے تو گیارہ دن لگیں گے جس سے اس سلطنت کے ساحلی علاقہ کے طول کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، بری راستہ سے کوئی تیز چلنے والا بای زنتیوم سے لائے رین اور اسٹرائموں جائے جو خشکی کے علاقہ میں اس سلطنت کی آخری حد ہے تو تیرہ دن کا سفر ہوگا۔ ان تمام غیر یونانی اضلاع اور یونانی شہروں سے جو خراج وصول ہوتا تھا اس کی مقدار ستالکیس کے جانشین سیوتھیس کے دور میں انتہائی اضافہ کے بعد تقریباً چار سو طلائی اور نقرئی تالنت تک پہنچ گئی تھی، اس کے علاوہ کافی مقداریں سونے چاندی کی چیزیں زردوز اور سادہ کپڑا اور دوسری اشیا نہ صرف بادشاہ کو بلکہ امرا اور عمائدین سلطنت کو بھی بطور تحفہ ملتی تھیں، کیونکہ یہاں کا ایک رواج سلطنت ایران کے بالکل برعکس تھا یعنے یہاں حکمران دینے کے بجائے لینے کے عادی تھے اگر کوئی کسی سے تحفہ مانگے اور وہ نہ دے سکے تو یہ بات مانگنے والے سے زیادہ اس شخص کے لیے معیوب سمجھی جاتی تھی جس سے تحفہ مانگا جائے اور اگرچہ یہ طریقہ تھریس کے دوسرے علاقوں میں بھی رائج تھا لیکن اودریسی دربار میں اس کا بڑا زور تھا، جہاں تحفہ تحایف کے بغیر کوئی کارروائی آگے ہی بڑھنے نہیں پاتی تھی، یہ ایک طاقتور سلطنت تھی جس کی آمدنی اور عام خوش حالی خلیج الیونیہ اور یوکزینے کے درمیان کی ساری یورپی سلطنتوں سے زیادہ تھی، اور آبادی اور فوجی وسایل کی فراوانی کی حد تک یقیناً اسکیتھیہ کے بعد اسی کا نمبر تھا، اسکیتھیہ کا مقابلہ یورپ کی کسی سلطنت سے نہیں کیا جاسکتا۔ نہ صرف یہی بلکہ اس کے سارے علاقوں کو یکجا کر کے دیکھا جائے تو ایشیا میں بھی کوئی اتنی بڑی سلطنت نہیں ملے گی گو اس میں کوئی شک نہیں کہ ایشیا کے لوگوں کی عام ذہانت اور

تہذیب و طرزِ معاشرت کا معیار دوسری قوموں کی بہ نسبت پست ہے۔

اس زبردست سلطنت کے حکمران نے متذکرہ بالا مہم شروع کی جب ساری تیاریاں ہو چکیں تو اس نے مقدونیہ کی جانب کوچ کیا اور اپنے علاقوں میں سے گذرنے کے بعد کرکینے کے غیر آباد پہاڑی سلسلہ کو جو کنیتہ اور پائے رونیہ کو ایک دوسرے سے جدا کرتا ہے، اس سڑک کے ذریعہ عبور کیا جو اس نے ثانی الذکر علاقہ کے خلاف اپنی سابقہ مہم کے دوران میں جنگل صاف کر کے بنائی تھی۔ پائے اونیہ کو اپنے سیدھے ہاتھ کی طرف اور کنیتہ اور مے ایدیہ کو بائیں جانب چھوڑتے ہوئے دوبے روس واقع پائے اونیہ ساری فوج کے ساتھ صحیح و سالم پہنچا گو ممکن ہے اس دوران میں بعض سپاہی کسی بیماری سے مر گئے ہوں، مگر فوج کی تعداد میں کمی نہیں ہوئی بلکہ اضافہ ہی ہوا، اس لئے کہ تھریس کے آزاد علاقوں کے باشندے مالِ غنیمت کے لالچ میں رضاکارانہ طور پر اس کے ساتھ ہو گئے جس سے کہا جاتا ہے کہ فوج کی مجموعی تعداد ڈیڑھ لاکھ تک پہنچ گئی، اس کی اکثریت پیادوں پر مشتمل تھی، گو ایک تہائی حصّہ سوارہ فوج کا تھا جو زیادہ تر خود اودریسیوں نے اور کچھ حد تک گے تائے والوں نے فراہم کی تھی، پیادہ سپاہیوں میں سب سے زیادہ جنگجو آزاد قبائلی تیغ زن تھے جو رھوڈوپ سے آئے تھے، اس کے علاوہ جو جم غفیر ساتھ ہو گیا تھا وہ زیادہ تر کثرتِ تعداد ہی کی وجہ سے مرعوب کن معلوم ہوتا تھا۔

دوبے روس پہنچنے کے بعد انھوں نے اس سطح مرتفع سے نشیبی مقدونیہ جانے کی تیاریاں شروع کیں، جہاں پردکاس کی مملکت واقع تھی، کیوں کہ اگرچہ نسل کے اعتبار سے لنکستائے، ایلمیوتی اور اندرونِ ملک کے دوسرے قبائل مقدونیہ سے تعلق رکھتے تھے اور اس کے ماتحت بھی تھے لیکن اس کے باوجود ان کی علیحدہ علیحدہ حکومتیں بھی تھیں، جو ملک ساحل سمندر پر واقع ہے اور اب مقدونیہ کہلاتا

ہے اس میں پہلی دفعہ سلطنت پردکاس کے باپ اسکندر نے قایم کی، جس کے اجداد اصلاً آرگوس کے تمینیہ تھے، انھوں نے پائی ایریوں کو پائی ایریہ سے نکال باہر کیا۔ جو بعد کو کوہ پانگایوس کے دامن میں استرائموں کے پرے (اور دراصل اب بھی پانگایوس اور ساحل سمندر کے درمیان کا علاقہ خلیج پائی ایریا کہلاتا ہے) آباد ہو گئے۔ بوتیاداوں کو اس وقت کالکیبوں کے پڑوسی ہیں بوتیا سے نکال دیا اور پائے اونیہ میں دریائے اکسیوس سے ملے ہوئے تنگ خطۂ زمین پر قبضہ کر لیا جس کا سلسلہ پیلہ اور ساحل سمندر تک چلا گیا ہے، اسی طرح ایدونیوں کو ہٹا کر انھوں نے اکسیوس اور استرائمون کے درمیانی ضلع میگدونیہ کو اپنے علاقہ میں شامل کر لیا، ایورڈیون کو ایورڈیا چھوڑنے پر مجبور کیا جن کی بڑی تعداد تباہ ہو گئی گو چند اب بھی فسکہ میں آباد ہیں اور المو پینوں کو المو پیہ سے خارج کر دیا گیا۔ ان مقدونیوں نے دوسرے قبایل کے علاقے بھی فتح کئے جن پر ابھی تک انہی کا قبضہ ہے اور جن میں انتھےموس، کرستونیہ، بسالطیہ اور خود مقدونیہ کا بیشتر علاقہ شامل ہے، یہ ساری سرزمین اب مقدونیہ کہلاتی ہے اور ستالکیس کے حملہ کے وقت اس پر پردکاس ابن اسکندر حکمرانی کر رہا تھا۔

اہل مقدونیہ حملہ آوروں کی کثیر فوجوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے اس لئے انھوں نے ملک کے محفوظ مقامات اور قلعوں میں پناہ لی، ایسی جگہیں اس وقت زیادہ نہیں تھیں، اور اب جو قلعے وغیرہ پائے جاتے ہیں وہ آرکےلاؤس ابن پردکاس نے اپنے دور حکومت میں تعمیر کرائے تھے، اس کے علاوہ اس نے سیدھی سڑکیں بنوائیں، اور گھوڑوں اور بھاری ہتھیاربند پیادوں کی تعداد اور سازوسامان جنگ کی مقدار میں اضافہ کر کے ملک کو ترقی دی جس کی طرف اس کے آٹھ پیشرو بادشاہوں میں سے کسی نے بھی توجہ نہیں کی تھی، دو بےاوس سے آگے بڑھ کر

تھریسی لشکر نے پہلے اس علاقہ پر دھاوا کیا جہاں سابق میں فیلقوس کی حکومت تھی ایدمینے کو چڑھائی کر کے مسخر کیا اور گوتینیہ، اطالانطہ اور بعض دوسرے مقامات نے گفت شنید کے بعد اطاعت قبول کرلی، آخرالذکر مقامات نے فیلقوس کے بیٹے اینتاس سے جو ستالکیس کے ساتھ تھا، وفاداری کی بنا پر ہتھیار ڈالدیے یوروپوس کا محاصرہ کیا گیا۔ لیکن اس پر قبضہ کرنے میں کامیابی نہیں ہوی تو وہ پیلہ اور کرہس لی بائیں جانب مقدونیہ کے بقیہ علاقوں کی طرف بڑھا لیکن بوتیہ اور پائی ریریہ سے آگے جانے کی بجائے میگدونیہ، کرستونیہ اور انتھےموس کو تاخت وتاراج کرنے کی غرض سے وہیں رک گیا، مقدونیہ والوں نے اپنی پیادہ فوج سے ستالکیس کے لشکر کا مقابلہ کرنے کا خیال ہی نہیں کیا لیکن انکی مختصر سی سوارہ فوج نے جس کے لئے اندرون ملک کے اتحادیوں نے کمک بھیجی تھی، جب کبھی موقع ملا دشمن پر چھاپے مارے، ان زرہ پوش سپاہیوں نے جن کو گھوڑے کی سواری میں غیر معمولی مہارت حاصل تھی، جہاں بھی حملہ کیا دشمن پسپا ہوگئے لیکن اس لشکر کثیر میں گھس کر صحیح وسالم نکل آنا بہت ہی مشکل تھا اس لئے بالآخر انھوں نے بھی طے کیا کہ اس قدر کثیر تعداد کے مقابلہ کی جراءت نہیں کرنی چاہیئے۔

اس دوران میں ستالکیس نے اپنی مہم کے اغراض کے بارے میں پردکاس سے گفت وشنید شروع کی اور جب اس نے دیکھا کہ ایتھنیزیوں نے جن کو اس کی آمد کی توقع نہیں تھی، تحفے تحایف اور ایلچی تو بھجوائے مگر خود اپنا بحری دستہ لے کر نہیں آئے تو فوج کا ایک بڑا حصہ بھجوا کر کالکیسوں اور بوتاتیوں کو قلعہ بند ہونے پر مجبور کر دیا اور ان کے علاقوں کو تباہ وتاراج کیا، جب تک وہ اس نواح میں رہا اس سے آگے جنوبی اقطاع کے باشندوں جیسے اہل تھسلی اور

ان کے تحت کے ملحقہ تیس اور دوسرے قبایل اور تھرموپلائے تک کی یونانی آبادی حملہ کا خدشہ محسوس کرتی رہی، اور انھوں نے بچنے کی تیاریاں کیں، یہی خطرہ استریمون کے پرے شمالی میدانوں کے تھسالویوں کو بھی لگا ہوا تھا جن میں پانائیوسی، اودومانتی درودئی اور دیرسائی شامل ہیں، اور یہ سب لوگ خود مختار ہیں جو یونانی مملکتیں ایتھینز کے خلاف ہیں، ان کے لوگ آپس میں اس اندیشہ کا بھی اظہار کر رہے تھے کہ ممکن ہے وہ اپنے حلیف سے یہ بھی خواہش کرے کہ ان پر فوج کشی کیجائے، اس دوران میں اس نے کالکس، بوتس اور مقدونیہ پر قبضہ کر لیا اور ان سب کو تاخت و تاراج کر رہا تھا۔ لیکن اس کے بعد یہ سوچ کر کہ جن مقاصد کے حصول کے لئے اس نے اپنی مہم شروع کی تھی، ان میں سے ایک میں بھی کامیابی نہیں ہو رہی تھی، فوج کے لئے سامان رسد نہیں تھا اور سپاہی موسم کی سختیوں کا شکار ہو رہے تھے، اپنے بھتیجے اور فوج کے اعلیٰ ترین افسر سیوتھیس ابن اسپارداکوس کے مشورہ کے مطابق وہاں سے بلا تاخیر لوٹ جانے کا تصفیہ کیا، دراصل سیوتھیس

سیوتھیس کو پردکاس نے خفیہ طور پر یہ وعدہ کر کے فراہم کر لیا تھا کہ اپنی بہن کی شادی اس کے ساتھ کر دے گا اور کثیر مال و اسباب بطور جہیز دے گا۔ اس مشورہ کے مطابق وہ فوراً اپنے وطن کی طرف لوٹ گیا، اس نے اس سرزمین میں کل تیس دن صرف کئے تھے جن میں سے آٹھ روز کالکس میں لگ گئے۔ بعد میں حسب وعدہ پردکاس نے اپنی بہن استراتونس کا بیاہ سیوتھیس سے کر دیا۔ ستالکیس نے جو مہم شروع کی تھی وہ اس طرح ختم ہو گئی۔

اس موسم سرما کے دوران میں پلوپونیزی بحری بیڑے کے منتشر ہو جانے کے بعد فورمیو پاکتوس کا ایتھینزی بیڑا جو فورمیو کی کمان میں تھا۔ ساحل کے ساتھ

ساتھ سفر کرکے استاکوس پہنچا، جہاں سپاہی جہازوں میں سے اتر گئے اور چارسو بھاری ہتھیار بند ایتھینز کی پیادہ دلی اور چارسو میسینیائیوں کی فوج اکارنانیہ کے اندرونی علاقہ میں داخل ہوگئی جہاں انھوں نے استراتوس، کورونتہ اور دوسرے شہروں سے مشتبہ اشخاص کو نکال باہر کیا اور کنس ابن تھیولیتوس کو کورونتہ کی حکومت واپس دلاکر اپنے بیڑے کے ساتھ واپس چلے گئے۔ انھوں نے سوچا کہ اوئے نیادا پر جو اکارنانیہ کے دوسرے مملکتوں کے برخلاف ہمیشہ ایتھینز کی مخالفت کرتا رہتا تھا۔ موسم سرما میں فوج کشی ممکن نہیں ہوگی، کیونکہ دریائے اکے لاؤس جو کوہ پندوس سے نکل کر دولوپیہ اور اگرائیہ کے علاقوں، امفی لوکس اور اکارنانیہ کے میدانوں میں سے بہتا ہوا اپنی گذرگاہ کے بالائی حصہ میں استراتوس کے پرے کئی جھیلیں بناتا ہوا اوئے نیدائے کے قریب سمندر سے جا ملتا ہے اس کے پانی کی وجہ سے سرما کے دوران میں فوجوں کی نقل و حرکت ناممکن ہو جاتی ہے، اکنادیس کے بیشتر جزائر اوئے نیدائے کے بالمقابل اکے لاوئس کے دہانوں سے اس قدر قریب واقع ہیں کہ اس کے تیز دھارے کے ساتھ تہ نشیں مادہ یہ کران کے گرد جمع ہوتا رہتا ہے جس سے چند جزائر پھیل کر ارض براعظم کا حصہ بن چکے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آیندہ زیادہ عرصہ نہ گذرنے پائے گا کہ اس مجمع الجزایر کے بقیہ حصے بھی اسی طرح ارض براعظم کے ساتھ جڑ جائیں گے، کیونکہ یہاں گہرا اور گدلا پانی تیزی سے بہتا ہے اور جزائر ایک دوسرے سے بہت قریب اور ایک قطار میں نہیں بلکہ بے ترتیب واقع ہیں جس سے پانی کو سمندر میں جانے کے لئے سیدھا راستہ نہیں ملتا اور سیلابی مٹی آگے نہیں بڑھنے پاتی بلکہ وہیں جم جاتی ہے، یہ جزائر چھوٹے چھوٹے اور غیر آباد ہیں، اس سلسلہ میں یہ قصہ بھی مشہور ہے کہ الکماؤن ابن امفی راؤس اپنی ماں کے قتل کے بعد جب مارا مارا پھر رہا تھا تو اپولو

دیوتا نے کاہن کے ذریعہ اسے اس مقام پر قیام کرنے کی ہدایت دی تھی، کاہن نے بتایا تھا کہ ایسے خوف وہراس سے نجات اس وقت تک نہیں ملے گی جب تک وہ ایسی جگہ نہ جائے جسے آفتاب نے نہ دیکھا ہو یا جو اس وقت دنیا میں موجود نہیں تھا جب اس نے اپنی ماں کو قتل کیا تھا اور کسی خطۂ زمین پر قیام اس کے لئے حرام ہے کہا جاتا ہے کہ یہ سن کر وہ بہت پریشان ہوا اور بالآخر جب اکے لاؤس کے دہانہ پر سیلابی مٹی کے ان جزائر پر نظر پڑی تو اپنے لئے غنیمت جانا اور سوچا کہ ممکن ہے ان کی تشکیل قتل کے واقعہ اور اس کی طویل سرگردانیوں کے درمیانی عرصہ میں عمل میں آئی ہو، اس خیال سے اوئے نیادائے کے نواح میں بود وباش اختیار کرکے اپنی مملکت قایم کی جو اس کے بیٹے کے نام پر اکارنان کہلائی، یہ ہے وہ روایت جو الکماؤں کے بارے میں ہم تک پہنچی ہے۔

فورمیو اور اس کا ایتھنیزی لشکر اکارنانیہ سے لوٹ کر نوپاکتوس پہنچا اور موسم بہار میں وہاں سے سمندر کے راستہ ایتھنیز واپس ہوا، انکے ساتھ مختلف معرکوں میں گرفتار شدہ جہاز اور اسیرانِ جنگ بھی تھے جو اپنی ریاستوں کے آزاد شہری تھے، ان میں سے ہر ایک کے معاوضہ میں ایک ایتھنیزی شہری کو دشمن کی قید سے آزاد کرایا گیا، یہ موسم سرما اس طرح ختم ہوا اور اسی کے ساتھ جنگ کا تیسرا سال اختتام کو پہنچا جس کی یہ تاریخ طوسی دیدس نے لکھی ہے۔

تیسرا حصّہ

نواں باب

جنگ کا چوتھا اور پانچواں سال، متی لنہ کی بغاوت

اس کے بعد موسم گرما میں ٹھیک اس وقت جبکہ فصلیں پک رہی تھیں، پلوپونیزیوں اور ان کے اتحادیوں نے زیر سرکردگی آرکی داموس ابن زیوکسیداموس شاہ لاکے دیمون اٹیکا پر حملہ کیا اور ایتھنیز کے قریب پڑاؤ ڈال کر اس کے دیہی علاقوں کو تباہ و تاراج کیا، ایتھنیز کی سوارہ فوج نے حسب معمول جہاں بھی ممکن ہوا اس پر چھاپے مارے اور ہلکے ہتھیار بند دستوں کو لشکر گاہ سے نکل کر شہر سے قریب کے علاقوں میں لوٹ مار کرنے سے روکا، جتنے دنوں کی رسد وہ اپنے ساتھ لائے تھے اتنے روز اٹیکا میں گذارنے کے بعد حملہ آور واپس اپنے شہروں کو چلے گئے۔

پلوپونیزوں کی اس یورش کے فوراً بعد بہ استثنائے متھیمنا سارے لسوس نے ایتھنیز کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا، لسوسی تو جنگ سے پہلے ہی بغاوت کرنا چاہتے تھے، لیکن لاکے دیمونی ان کو اپنے اتحاد میں شریک کرنے پر راضی نہیں ہوئے اور اب جو انھوں نے مجبور ہو کر سرکشی کی تو یہ ذرا قبل از وقت ہو گیا، کیوں کہ ان کی بندرگاہوں کی گودیاں، جہاز اور شہر پناہ کی فصیلیں زیر تعمیر تھیں اور

پولتوس سے تیر اندازوں کے لئے غلہ اور دوسری اشیا کی آمد کا انتظار تھا کہ اس عرصہ میں اہل تھیدیہ نے جن سے ان کی مخاصمت تھی اور متھیمنا والوں اور خود متی لنہ کے بعض سیاسی گروہوں کے افراد نے جو ایتھنیز کے پروکسینی تھے ایتھنیز والوں کو مطلع کر دیا کہ متی لنہ والے جزیرہ لسبوس کے باشندوں کو اپنے زیر اثر متحد کر رہے ہیں اور اپنے بیوتی رشتہ داروں اور لاکے ڈیمونیوں کے مشورہ اور تعاون سے بڑی سرگرمی سے تیاری کر رہے ہیں جن کا مقصد سرکشی کے سوا کچھ اور نہیں ہے اور یہ کہ اگر انہیں فوراً نہ روکا گیا تو لسبوس ایتھنیز کے قبضہ سے نکل جائے گا۔

ایتھنیزی ایک تو طاعون کی مصیبتوں میں گرفتار تھے دوسرے جنگ کی بڑھتی ہوی تباہ کاریوں نے الگ پریشان کر رکھا تھا اس لئے انھوں نے سوچا کہ لسبوس کو جس کے پاس ایک بحری بیڑا ہے اور جس کے وسایل کو اس وقت تک کوئی دھکا نہیں لگا ہے، اپنے دشمنوں کی فہرست میں شریک کرنے کا خطرہ مول لینے سے پہلے اچھی طرح سے نشیب و فراز پر غور کر لینا چاہیئے، ان کی دلی تمنّا تھی کہ شورش کی اطلاعیں غلط ثابت ہوں، بنابریں ابتدا میں انھوں نے متذکرۂ بالا الزام کو صحیح نہیں مانا اور متی لنہ کو سفارت بھجوا کر مطالبہ کیا کہ زیر بحث اتحاد کے قیام سے باز آئیں اور لڑائی کی تیاریاں روک دیں، لیکن جب اس میں ناکامی ہوی تو ایتھنیزی گھبرائے اور حملہ میں پہل کرنے کا تصفیہ کر کے فوراً چالیس جہاز متی لنہ روانہ کر دیے جو پلوپونیز کے اطراف گشت کرنے کے لئے تیار رکھے گئے تھے۔ اس دستہ کی کمان کلیاپیدس ابن دینیاس اور دوسرے دو افسروں کے سپرد تھی، ایتھنیزیوں کو اطلاع ملی کہ شہر کے باہر مالیائی اپولو کا میلا ہونے والا ہے جس میں متی لنہ کے سارے علاقوں کے باشندے شریک ہوتے ہیں اس لئے

انھوں نے سوچا کہ جلد تیاری کر کے اس موقع پر اچانک حملہ کیا جائے تو کامیابی ہو سکتی ہے، اگر یہ منصوبہ پورا ہوا تو فبہا ورنہ اہل متی لنہ سے مطالبہ کیا جائے کہ وہ اپنا بحری بیڑا حوالہ کر دیں اور شہر کی فصیلیں اور استحکامات منہدم کر دیں، اور انکار کی صورت میں جنگ کا اعلان کر دیا جائے۔ چنانچہ ان ہدایات کے ساتھ ایتھینزی جہاز روانہ ہوئے، شرایط اتحاد کے تحت متی لنہ کے دس گیلی جہازوں کا جو دستہ اس وقت ایتھینز کی بندرگاہ میں موجود تھا اسے روک کر جہازی حراست میں لے لئے گئے۔

لیکن اہل متی لنہ کو اس کارروائی کی اطلاع ایک شخص نے کر دی جو ایتھینز سے یوبیہ روانہ ہو کر خشکی کے راستہ گرائستوس پہنچا جہاں ٹھیک اسی وقت ایک تجارتی جہاز لنگر اٹھا رہا تھا وہ اس میں سوار ہو گیا اور اسطرح ایتھینز سے روانگی کے تیسرے روز متی لنہ جا پہنچا۔ اہل متی لنہ کو جب صورت حال کا پتہ چل گیا تو انھوں نے نہ صرف اپولو کے میلے میں شرکت کے لئے شہر سے باہر جانے سے احتراز کیا بلکہ اپنی فصیلوں اور جہاز کی گودیوں کے نامکمل حصوں کی حفاظت کے لئے مورچے بنا کر ان پر سپاہی متعین کر دیے۔

اس کے کچھ عرصہ بعد ایتھینزی آ گئے اور انھوں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو ہدایات کے مطابق اپنے مطالبات پیش کر دیے اور اہل متی لنہ نے انکاری جواب دیا تو اعلان جنگ کر دیا۔ متی لنہ والے جو لڑائی کے لئے تیار نہیں تھے، اس طرح یکایک مقابلہ پر مجبور ہو گئے تو انھوں نے اپنے بیڑے کو بندرگاہ سے کچھ آگے اس طرح بڑھایا جیسے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں لیکن ایتھنزی دستہ نے پیچھے ہٹا دیا تو فوراً کمانداروں کے آگے صلح کی تجویزیں پیش کر دیں تاکہ بہ شرط امکان کسی طرح مناسب شرایط کے تحت یہ ناگہانی آفت ٹل جائے، اور

ایتھینزی کا بیڑا واپس چلا جائے، ایتھینزی کمانداروں نے ان کی تجویزیں منظور کرلیں کیوں کہ ان کو خود بھی اندیشہ تھا کہ سارے لسبوس کا مقابلہ ممکن نہیں ہوگا چنانچہ عارضی صلح ہوگئی اور متی لنہ والوں نے ان مخبروں میں سے ایک شخص کو جو اپنے کئے پر پچھتا رہا تھا چند اور افراد کے ساتھ روانہ کیا تاکہ وہ ایتھینزیوں کو متی لنہ کی بے گناہی کا یقین دلانے اور انھیں اپنے بیڑے کو واپس بلا لینے کی ترغیب دینے کی کوشش کریں، ایتھنیز سے مفید مطلب جواب آنے کی زیادہ توقع نہیں تھی اس لئے اسی دوران میں انھوں نے خفیہ طور پر لاکے دیمون کو ایک گیلی جہاز میں اپنے ایلچی روانہ کئے تاکہ ایتھینزی بیڑے کی جو شہر کے شمال میں میلیا پر لنگر انداز تھا، اس پر نظر نہ پڑنے پائے۔

ادھر یہ ایلچی کھلے سمندر میں سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے کے بعد کمک حاصل کرنے کے لئے لاکے دیمون میں گفت وشنید کر رہے تھے، ادھر متی لنہ کے سفیر ایتھینز سے ناکام واپس آئے جس کے بعد متی لنہ والوں اور باستثنائے اہل متھمینا سارے لسبوسیوں نے فوراً مخاصمانہ کارروائیاں شروع کر دیں تو صرف متھمینا والے امبریا یوں، لمنائیوں اور چند دوسرے اتحادیوں کے ساتھ ایتھینزی فوج کی مدد کو آئے، متی لنہ نے اپنی ساری قوت کو مجتمع کر کے ایتھینزی لشکر پر دھاوا کیا اور ان کا پلہ قدرے بھاری رہا لیکن اس کے باوجود وہ میدان جنگ سے واپس ہو گئے اور وہاں ٹھیر کر رات گذارنے کی ہمت نہیں ہوی، اس کے بعد یہ سوچ کر خاموش ہو گئے کہ پلوپینز سے کمک آجائے تو دوسرا حملہ کیا جائے گا کیونکہ اس دوران میں ملیاس نامی لکونیائی اور ہرمیون داس نامی تھبزی کی آمد سے لاکے دیمون سے امداد ملنے کی توقعات بڑھ گئی تھیں، یہ لوگ جو آغاز جنگ سے پہلے روانہ کئے گئے تھے، ایتھینزی بیڑے کے آنے سے قبل

واپس نہیں ہو سکے تھے اب چھپ چھپا کر ایک گیلی جہاز کے ذریعہ متی لنہ میں داخل ہو کر انھوں نے مشورہ دیا کہ ایک اور جہاز اور چند افراد کے ساتھ انھیں واپس بھجوایا جائے اور متی لنہ والوں نے اس مشورہ کے مطابق ان کو روانہ کر دیا۔

متی لنہ والوں کی اس خاموشی سے ایتھنیزیوں کے دل بڑھ گئے اور انھوں نے مدد کے لئے اپنے اتحادیوں کو طلب کیا جو لسبوسیوں کی کمزوری کو دیکھ کر بہت جلد آپہونچے، انھوں نے اپنے جہازوں کو شہر کے جنوب میں ایک نئی جگہ ٹھہرایا اور اس کی دونوں جانب مورچے بنا کر دونوں بندرگاہوں میں آمدورفت کے راستے بند کر دیے، اس طرح سمندری راستہ اہل متی لنہ کے لئے مسدود ہو گیا، لیکن بقیہ لسبوسیوں کی مدد سے جواب ان کے ساتھ ہو گئے تھے ان کو اب بھی ملک کے تمام دوسرے علاقوں پر مکمل اقتدار حاصل تھا، ایتھنیزی صرف اپنے لشکر کے آس پاس ایک محدود رقبہ پر قابض تھے اور مالیا کو زیادہ تر اپنے جہازوں کے مستقر اور فوجی بازار کے اغراض کے لئے استعمال کر رہے تھے۔

متی لنہ میں یہ لڑائی ہو رہی تھی اور ادھر ایتھنیز نے اسی موسم گرما میں اور تقریباً اسی زمانہ میں تیس جہاز بہ سرکردگی ایسو پیوس ابن فورمیو پلوپونیز روانہ کئے کیونکہ اکارنانیوں کو اصرار تھا کہ بیڑے کی کمان فورمیو کے بیٹے یا کسی اور عزیز کو دی جائے، ان جہازوں نے ساحل کے ساتھ ساتھ سفر کر کے لقمونیہ کے ساحلی علاقوں کو لوٹا جس کے بعد ایسو پیوس نے اکثر جہاز ایتھنیز کو واپس کر دیے اور خود بارہ جہاز لے کر نئو پاکتوس روانہ ہوا جہاں پہنچ کر اس نے اکارنانیہ کی ساری آبادی کو اکٹھا کر کے روئے نیادائے کے خلاف ایک مہم شروع کی، اس کا بیڑا دیائے اکے لاؤس میں آگے بڑھ رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ بری فوج ان علاقوں کو تباہ و تاراج کر رہی تھی لیکن جب اس کے باوجود وہاں کے

باشندوں کے ہتھیار ڈال دینے کے آثار نظر نہیں آئے تو بری فوجوں کو برخواست کر کے وہ سمندری راستہ سے لیوکاس جا پہنچا اور نیریکوس پر یورش کی لیکن واپسی میں وہاں کے باشندوں نے ساحل کے حفاظتی دستہ کی مدد سے اس کا اور اس کی فوج کا راستہ روک لیا۔ جس کے بعد عارضی صلح کے تحت لیوکاسیوں سے اپنے سپاہیوں کی نعشیں حاصل کر کے ایتھنزی بیڑا وہاں سے روانہ ہو گیا۔

اس دوران میں متی لنہ کے ان ایلچیوں کو جو پہلے جہاز میں روانہ ہوئے تھے لاکے دیمونیوں نے اولمپیا آنے کی ہدایت دی تاکہ بقیہ اتحادی بھی انکے خیالات سے واقف ہو سکیں اور اس بارے میں کوئی تصفیہ کیا جا سکے، چنانچہ یہ لوگ وہاں پہنچ گئے یہ اولمپیا کا وہ میلا تھا جس کے کھیل کے مقابلوں میں رعود یائی دوریوس نے دوسری دفعہ کامیابی حاصل کی تھی، میلے کے ختم پر مجمع سے ان ایلچیوں کا تعارف کرایا گیا اور انھوں نے حسب ذیل تقریر کی :-

لاکے دیمونیو اور اتحادیو! اہل یونان کے طور طریق سے ہم ناواقف نہیں ہیں، جو لوگ لڑائی کے زمانہ میں حلیفوں کو اپنے حال پر چھوڑ کر دوسرے فریق کے ساتھ جا ملتے ہیں ان کے بارے میں وہ صرف اس لئے اچھی رائے رکھتے ہیں کہ اس سے ان کے کام بنتے ہیں لیکن اس سے قطع نظر سابقہ حلیفوں سے غداری کی بناء پر ان کا کوئی مقام نہیں رہتا، اور یہ غلط بھی نہیں ہے جبکہ بغاوت کرنے والوں اور ان کے اتحادیوں کی حکمت عملی اور رجحانات ایک ہوں، طاقت اور وسایل کے اعتبار سے دونوں مساوی حیثیت رکھتے ہوں اور سرکشی کا کوئی معقول سبب موجود نہ ہو، لیکن جہاں تک ہمارا اور ایتھنزیوں کا تعلق ہے، صورت حال مختلف تھی، اس لئے کوئی یہ سمجھ کر ہمارے بارے میں میری رائے قایم نہ کرے کہ امن کے زمانہ میں تو ایتھنز سے تم نے فائدہ

اٹھایا لیکن جب ان پر برا وقت آیا تو ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔

چونکہ ہم آپ کے اتحاد میں شرکت کے خواہاں ہیں اس لئے خاص طور پر پہلے ہم انصاف پسندی اور دیانت داری ہمارا موضوع سخن رہے گا کیونکہ جب تک ایک دوسرے کی دیانت داری کے بارے میں باہمی اعتماد اور خیالات میں عام طور پر ہم آہنگی موجود نہ ہو، نہ تو افراد میں گہری دوستی ہو سکتی ہے اور نہ اقوام کے مابین قرار واقعی اتحاد ممکن ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جذبات اور خیالات کے اختلاف سے طور طریق اور طرز عمل میں بھی فرق پڑ جاتا ہے، ایتھنیزیوں سے ہمارا اتحاد اس وقت ہوا جب آپ لوگ ایرانیوں کے خلاف محاذ جنگ سے ہٹ گئے اور ایتھنیزی اس مہم کی تکمیل کے لئے جمے رہے لیکن ہم ان کے اتحاد میں اس غرض سے نہیں شریک ہوئے تھے کہ اہل یونان کی آزادی کو ختم کر دیا جائے بلکہ ہم تو یہ چاہتے تھے کہ یونانیوں کے اتحاد میں شریک ہو کر ان کو ایرانیوں کی محکومی سے نجات دلائی جائے اور جس وقت تک یونانیوں نے مناسب طور پر قیادت کی ہم نے وفاداری سے ان کا ساتھ دیا۔ لیکن جب وہ ایرانیوں کے مقابلہ میں تساہل برتنے لگے اور انہوں نے سارے اتحادیوں کو اپنا دست نگر بنانے کی کوشش شروع کی تو ہمیں سخت تشویش ہوئی۔ لیکن اس کے باوجود ہم اپنے بچاؤ کے لئے کوئی اجتماعی اقدام نہیں کر سکے لیکن اتحادیوں کی کثرت تعداد کی بنا پر ان کا اس میں ربط پیدا کرنا مشکل تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سب کی آزادی ختم کر دی گئی ہم اور خیوسی آزاد ہے مگر برائے نام اور حسب سابق اپنے امدادی فوجی دستے ایتھنیز کو بھجواتے رہے مگر ایتھنیز کی قیادت پر سے ہمارا اعتماد اٹھ گیا۔ کیونکہ جس قسم کے واقعات پیش آ رہے تھے ان کی بنا پر یہ قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا تھا کہ دوسری شریک اتحادی مملکتوں کو مغلوب کرنے کے بعد بس چلے تو ایتھنیز ایک روز ہمیں بھی اطاعت پر مجبور

نہیں کرے گا۔ اگر ہم سب اس وقت تک آزاد رہے تو ایتھنیز کے عزائم کے بارے میں شبہ کرنے کی کوئی وجہ نہ ہوتی، لیکن چونکہ اکثر اتحادی مملکتیں تابع ہو چکیں اور صرف ہمارے ساتھ برابری کا سلوک جاری رہا تو وہ بہت پیچ و تاب کھانے لگے کہ جب اور سب اتحادیوں نے اطاعت قبول کر لی تو صرف ہم ہی کیوں آزاد رہیں، خاص کر جبکہ ان کی قوت میں روز افزوں اضافہ ہو رہا تھا اور ہم کمزور اور بے یار و مددگار ہوتے جا رہے تھے۔ سچ پوچھئے تو دو ملکوں میں حقیقی اتحاد اسی صورت میں ممکن ہے جب دونوں ایک دوسرے سے مساوی طور پر خائف ہوں کیونکہ ایسی صورت میں ایک فریق دوسرے پر دست اندازی کرنا چاہے تو ناکامی کا اندیشہ اسے روکتا ہے، اس کے علاوہ اگر انھوں نے ہمیں آزاد رکھا تو اسکی واحد وجہ یہ تھی کہ انھیں اپنی سلطنت کے اغراض کو آگے بڑھانے کے لئے طاقت کے استعمال کی بجائے پر فریب الفاظ اور سیاسی چالبازی سے کام لینا زیادہ قرین مصلحت معلوم ہوا۔ ہماری برائے نام آزادی کا قیام ان کے نزدیک یوں بھی قرین مصلحت تھا کہ دوسرے فریق کی غلطی کو دنیا سے منوانے کے لئے ہم ایک آزاد منکت کی حیثیت سے ان کے ہمرکاب ہیں، اس حکمت عملی کی وجہ سے انھیں یہ موقع بھی حاصل تھا کہ پہلے طاقتور مملکت کو کمزور سے بھڑا دیں اور جب طاقتور مملکتیں فطری طور پر اپنے اتحادیوں سے محروم ہو کر کمزور ہو جائیں تو ان کو بھی ہڑپ کر لیں، اس کے برخلاف اگر وہ حملہ کی ابتدا ہم جیسی آزاد مملکتوں سے کرتے جب کہ دوسری مملکتوں کے وسائل ہنوز ان کے اپنے قبضہ میں تھے اور ایک مرکز موجود تھا جس کے گرد ساری مملکتیں جمع ہو سکتی تھیں تو ایتھنیزیوں کے لئے اتحادیوں کی آزادی کو ختم کرنے کا کام اس قدر آسان نہ ہوتا۔ اس کے علاوہ انھیں ہمارے بحری بیڑے کی طرف سے اندیشہ لگا رہتا تھا کیونکہ ہم کسی وقت بھی آپ لوگوں سے

یا کسی اور طاقت سے ربط پیدا کر کے ایتھنیز کے لئے خطرہ کا باعث بن سکتے تھے، ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ہم ان کی جمعیت عوام اور اس کے رہنماؤں کو پرچانے اور رجھانے کی کوشش کرتے رہے، اس بنا پر بھی ہماری آزادی موقتی طور پر برقرار رہ سکی، تاہم اگر یہ جنگ شروع نہ ہو جاتی تو جو سلوک انھوں نے دوسری مملکتوں کے ساتھ روا رکھا۔ اس کے پیش نظر ہمیں اپنی آزادی زیادہ عرصہ تک برقرار رکھنے کی توقع نہیں ہو سکتی تھی۔

بھلا بتائیے کہ ان حالات میں ایسے اتحاد یا آزادی پر کیسے بھروسہ کیا جا سکتا تھا؟ واقعہ یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے کے میلانات کے خلاف ضرورتاً متحد ہو گئے تھے، خوف کی بنا پر دوران جنگ میں وہ ہمیں خوش رکھنے کی کوشش کرتے تھے تو امن کے زمانہ میں ہم ان کو رجھاتے تھے، باہمی اعتماد کی بنیاد عام طور پر ہم خیالی ہوتی ہے، لیکن یہاں اس کی جگہ خوف وہراس نے لے رکھی تھی، دوستی اور خیرسگالی سے زیادہ جذبہ خوف ہی نے ہمیں اتحاد کی رکنیت جاری رکھنے پر مجبور کیا، ان حالات میں صاف ظاہر ہے کہ جو فریق پہلے یہ محسوس کرتا کہ بلاخوف سزا عہدشکنی کی جا سکتی ہے اس کے حوصلے بڑھ جاتے اور وہ خلاف ورزی پر آمادہ ہو جاتا، لہذا اس بناء پر ہمیں موردِ الزام قرار دینا کہ پہلے ہم نے عہدشکنی کی حقیقت حال سے روگردانی کرنے کے مساوی ہوگا۔ ہم بغاوت پر اس لئے مجبور ہوئے کہ وہ ہمارے خلاف جارحانہ کارروائی کی سوچ رہے تھے، گو انھوں نے اقدام نہیں کیا لیکن ان کی نیت کا ہمیں علم تھا اگر ہم میں بھی یہ قدرت ہوتی کہ انکی سازشوں سے نبٹ سکتے اور کسی اقدام کو ملتوی رکھنے میں ان کی ریس کر سکتے تو حاکمی اور محکومی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اور ہم بھی ان کے ہم پلہ ہوتے لیکن چونکہ جارحانہ اقدام کی آزادی ہمیشہ ان کو حاصل رہی ہے اس لئے لازمی طور پر

مدافعتی کارروائی کی آزادی ہمیں حاصل ہونی چاہیئے۔

لاکے دیمونیو اور اتحادیو! یہ ہیں وہ اسباب جن کی بناء پر ہم نے بغاوت کی ہے ہمیں یقین ہے کہ جو تفصیلات ہم نے بیان کی ہیں ان سے ہمارے طرز عمل کا جواز ثابت ہو جاتا ہے، ہم نے سخت خطرات محسوس کرنے کے بعد ہی مجبوراً یہ چارہ کار اختیار کیا ہے، یہ اقدام ہم پہلے ہی کرنا چاہتے تھے، چنانچہ ہم... اس... زمانہ ہی میں آپ کے پاس سفیر بھجواتے لیکن آپ نے انکاری جواب دے کر مایوس کر دیا اور اسوقت جب بیوتیوں نے ہم سے مدد چاہی تو ہم فوراً ان کے ساتھ ہو گئے اور دوہری بغاوت کا منصوبہ باندھا یعنی ایک طرف سے تو ہم بغاوت کریں اور دوسری طرف سے....

.... دوسری یونانی مملکتیں، اس بغاوت کا منشا یہ ہے کہ ہم نہیں چاہتے کہ ایتھنزی دوسری یونانی مملکتوں کو غلام بنائیں بلکہ ہم عین وقت پر اقدام کر کے اپنی اور ان مملکتوں کی آزادی کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں، حالات کچھ ایسے پیش آئے کہ ہماری بغاوت کا آغاز مقررہ وقت سے پہلے ہو گیا جب کہ ہم تیار نہیں تھے، اس بنا پر یہ اور بھی ضروری ہو گیا ہے کہ آپ ہمیں اپنے اتحاد میں شریک کر لیں اور جلد از جلد کمک بھجوائیں جس سے ثابت ہو گا کہ آپ اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں، اور اس سے آپ کے دشمن کو نقصان بھی پہنچے گا۔ اس وقت آپ کو ایسا موقع حاصل ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں ملا تھا۔ طاعون کی تباہ کاریوں اور اخراجات جنگ کے بارنے ایتھنزیوں کو کہیں کا نہیں رکھا ہے، ان کے جہاز یا تو آپ کے ساحلی علاقوں کی گشت میں مصروف ہیں یا ہماری ناکہ بندی پر لگے ہوئے ہیں اور یہ قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا کہ اس وقت ان کے بیڑے میں اور جہاز موجود ہوں گے، اگر آپ اس موسم گرما میں دوبارہ سمندری اور بری راستہ سے فوج کشی کریں تو یا تو وہ آپ کے بیڑے کی مدافعت نہیں کریں گے یا پھر آپ کے اور

ہمارے ساحلی علاقوں سے اپنے جہاز ہٹا لیں گے، یہ نہ سوچیئے کہ ایک ایسے ملک کے لئے جس کا آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے خطرات میں پڑنا مناسب نہیں ہوگا۔ بسوس بظاہر دور معلوم ہوتا ہے لیکن امداد کی ضرورت پیش آئے تو آپ اسے بہت قریب پائیں گے، اس جنگ کا فیصلہ اٹیکا میں نہیں ہوگا جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں بلکہ ان ممالک میں ہوگا جن کی حمایت ایتھنیز کو حاصل ہے، ایتھنیز کو آمدنی اسکے اتحادیوں سے ہوتی ہے اور اگر ایتھنیزی ہم کو مغلوب کرنے میں کامیاب ہو گئے تو انکی سلطنت کی آمدنی بڑھ جائے گی، اس کے بعد نہ صرف یہ کہ کسی اور مملکت کو بغاوت کی جرات نہ ہوگی بلکہ ہماری مملکت کے وسایل بھی ان کے قبضہ میں چلے جائیں گے اور ہمارے ساتھ ان لوگوں سے بھی بدتر سلوک کیا جائے گا جو اس سے پہلے ان کے غلام بن چکے ہیں لیکن اگر آپ نے قرار واقعی مدد کی تو آپ کے اتحاد میں ایک ایسی مملکت کا اضافہ ہو جائے گا جس کے پاس ایک بڑا بحری بیڑا ہے جس کی آپ کو سخت ضرورت ہے ایتھنیزیوں کو ان کے اپنے اتحادیوں سے محروم کر کے آپ ایتھنیز کے خاتمہ کے لئے راستہ صاف کریں گے، کیوں کہ اس کے اتحادی آپ کے حلیف بننے پر آمادہ ہو جائینگے اور آزادی کی جدوجہد کی تائید نہ کرنے کا جو اتہام لگایا جاتا ہے اس سے بھی آپ بری ہو جائیں گے۔ مختصر یہ کہ آپ صرف یہ اعلان کر دیں تو کافی ہوگا کہ آپکا مقصد پابند مملکتوں کو آزاد کرانا ہے تو جنگ میں اس کے نتائج آپ کے حق میں مفید ثابت ہوں گے۔

اہل یونان کو آپ سے جو توقعات ہیں ان کا لحاظ کیجئے اور المپیائی زیوس دیوتا کا احترام کیجئے جس کے مندر میں ہم امان مانگنے حاضر ہوے ہیں اور ہمیں اپنے اتحاد میں شریک کر کے دشمن کی دست درازیوں سے بچائیے، ہمیں ایتھنیز کی قربان گاہ پر بھینٹ نہ چڑھایئے، کیوں کہ ہم نے اپنے آپ کو اس زبردست خطرہ میں

ایک ایسے مقصد کے تحت ڈالا ہے کہ کامیابی کی صورت میں سب کو فائدہ پہنچے گا۔ لیکن اگر آپ نے مدد نہ کی اور ہمیں شکست ہو گئی تو سب کو بہت نقصان ہو گا۔ اہل یونان کو آپ سے جو توقعات ہیں، ان کو پورا کیجئے اور ہمیں خوف و ہراس سے نجات دلائیے۔

یہ تھے وہ خیالات جو متی لنہ والوں نے ظاہر کئے۔ لاکے دیمونیہ والوں اور ان کے مخالفین نے یہ ساری باتیں سننے کے بعد ان کی درخواست منظور کی لسبوسیوں کو اپنے اتحاد میں شریک کر لیا اور اٹیکا پر حملہ کرنے کا تصفیہ کر کے جو اتحادی وہاں موجود تھے ان کو ہدایت دی کہ اپنی فوجوں کا ایک تہائی حصّہ لے کر جلد از جلد خاکنائے کورنتھ روانہ ہو جائیں اور پہلے خود وہاں پہنچکر جہازوں کو گھسیٹ کر خاکنائے کی دوسری جانب ایتھینز کی سمت سمندر تک لے جانے کے انتظامات کئے تاکہ بیک وقت سمندر اور خشکی کے راستوں سے حملہ کیا جا سکے۔ لیکن جس جوش و خروش سے یہ لوگ تیاری کر رہے تھے وہ ان کے مخالفین میں نہیں پایا جاتا تھا اور انھوں نے وہاں پہنچنے میں کافی دیر لگائی۔ کیونکہ ایک تو وہ اپنی فصلیں کاٹنے میں مصروف تھے اور دوسرے بار بار کی لڑائیوں کی وجہ سے بیزار بھی ہو گئے تھے۔

ایتھینزیوں کو معلوم تھا کہ دشمن انھیں کمزور سمجھ کر یہ تیاریاں کر رہا ہے، اس لئے ان کی غلط فہمی کو دور کرنے اور یہ ثابت کرنے کے لئے کہ وہ لسبوس سے اپنے جہاز ہٹائے بغیر پلوپونیزی بیڑے کو بآسانی شکست دینے کی قابلیت رکھتے ہیں انھوں نے ایتھینزی شہریوں (بہ استثنائے نایٹ اور غیر ملکی باشندگان ایتھینز) کو بیڑے میں بھرتی کر کے ایک سو جہاز ضروری ساز و سامان سے لیس کئے اور خاکنائے کورنتھ کی طرف بڑھ کر طاقت کا مظاہرہ کیا اور پلوپونیزیوں پر من مانے دھاوے کئے، اس سے لاکے دیمونیوں کو اس قدر کوفت ہوی کہ انکو لسبوسیوں کے

بیانات کی صداقت پر شبہ ہونے لگا، مخالفین کے نہ آنے کی وجہ سے الگ پریشانی ہوئی اور ساتھ ہی ان اطلاعوں سے بھی وہ بدحواس ہوئے کہ جو تیس ایتھنیزی جہاز پلوپونیز کی گشت میں مصروف تھے وہ اسپارٹا کے نواحی علاقوں کو تباہ تاراج کر رہے ہیں، چنانچہ اس کے بعد وہ اپنے وطن لوٹ گئے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد انھوں نے لسبوس بھیجنے کے لئے جہازوں کا ایک دستہ تیار کیا اور اپنی لیگ سے متعلقہ مختلف شہروں سے کل چالیس جہاز اکٹھا کر کے ان کی کمان بہ حیثیت امیرالبحر اعلیٰ الکی داس کے سپرد کی، اس دوران میں ایتھنیزی شہریوں کے سو جہازوں کے بیڑے نے جب دیکھا کہ لاکے ڈیموٹی واپس چلے گئے ہیں تو وہ بھی اپنے وطن کو لوٹ گئے۔

ان جہازوں کے سمندر میں داخل ہونے سے ایتھنیز کے اعلیٰ قسم کے معروف جنگ جہازوں کی تعداد اس قدر بڑھ گئی کہ شاید اس سے پہلے ایک وقت میں کبھی اتنی بڑی تعداد استعمال نہیں کی گئی تھی، البتہ آغاز جنگ کے وقت اس کے پاس اتنے ہی بلکہ اس سے زیادہ جہاز موجود تھے، اس وقت ایک سو جہاز اٹیکا، یوبیہ اور سلامس کی حفاظت پر متعین تھے، سو جہاز پلوپونیز کے اطراف گشت کے لئے مقرر کئے گئے تھے اس کے علاوہ پوتی دیہ اور دوسرے مقامات پر بھی جہاز بھجوائے گئے تھے، اس طرح اس موسم گرما میں اغراض جنگ کے لئے زیر استعمال جہازوں کی مجموعی تعداد دو سو پچاس تھی، جہازوں کی اس بڑی تعداد اور پوتی دیہ کی مہم کے صرفہ کی وجہ سے ایتھنیز کے خزانہ پر بہت زیادہ بار پڑا۔ پوتی دیہ کی ناکہ بندی کے لئے بھاری ہتھیار بند پیادہ فوج مقرر کی گئی تھی (ہر سپاہی کو دو درم یومیہ ایک خود اس کے لئے اور ایک اس کے خدمت گار کے لے دیا جاتا تھا) جس کی تعداد شروع میں تین ہزار تھی جو محاصرہ کے اختتام تک برقرار رہی، اس کے علاوہ سولہ سو پیادے

فورمیو کے ہمراہ تھے جو محاصرہ کے اختتام سے پہلے وہاں سے چلے گئے اور سارے جہازیوں کو یومیہ ایک ہی شرح سے دیا جاتا تھا، اس طرح جنگ کے اوائل میں بہت سا روپیہ ضائع ہوا، اس وقت ایتھنیز نے اس قدر زیادہ جہاز استعمال کئے کہ اس سے پہلے یا اس کے بعد کبھی اس قدر زیادہ تعداد سے کام نہیں لیا گیا۔

جس وقت لاکے دیمونی خاکنائے کورنتھ میں تھے تقریباً اسی زمانے میں متی لنہ والے اپنے اجیر سپاہیوں کو ساتھ لے کر خشکی کے راستہ یتھمنا کے خلاف روانہ ہوئے جس پر وہ سازش کے ذریعہ قبضہ کرنا چاہتے تھے، انھوں نے شہر پر حملہ کیا لیکن توقعات کے مطابق کامیابی نہیں ہوئی تو انتسا، پرہا اور ایریسوس چلے گئے اور ان بلایات کی حفاظت کا بہتر انتظام کرنے اور ان کی فصیلوں کو مستحکم کرنے کے بعد اپنے وطن کو واپس ہو گئے، ان کے چلے جانے کے بعد یتھمنا والوں نے انتسا پر حملہ کیا لیکن اہل انتسا اور ان کے اجیر سپاہیوں نے دھاوا کر کے ان کو شکست دی اور کئی سپاہیوں کو ہلاک کر ڈالا، جس کے بعد وہ عجلت کے ساتھ وہاں سے لوٹ گئے۔ جب اس واقعہ کی اطلاع ایتھنیز پہنچی، اور ایتھنیزیوں کو پتہ چلا کہ متی لنی اس علاقہ کے مالک و مختار بنے ہوئے ہیں اور فوجیں اس سیلاب کو روکنے سے قاصر ہیں تو انھوں نے تقریباً اوائل خزاں میں پاکیس ابن اپی کوروس کو سپاہ سالار بنا کر ایک ہزار بھاری ہتھیار بند ایتھنیزی سپاہیوں کے ساتھ روانہ کیا، اس فوج نے وہاں پہنچ کر متی لنہ کے اطراف اکہری فصیل تعمیر کی اور اس کے بعض اہم حصوں پر مورچے بنائے، اس طرح متی لنہ کی بری اور بحری ناکہ بندی ہو گئی جس کے بعد موسم سرما قریب آ گیا۔

ایتھنیزیوں کو محاصرہ جاری رکھنے کے لئے رقم کی ضرورت ہوئی تو انھوں نے اولاً خود اپنے شہریوں پر محصول جنگ عاید کر کے دو سو ٹالنٹ وصول کئے اور

اس کے بعد حلیفوں سے محصول جنگ وصول کرنے کی غرض سے بارہ جہازلی سکلیس اور چار دوسرے افسروں کی سرکردگی میں روانہ کئے۔ مختلف مقامات پر پہنچ کر محصول جمع کرنے کے بعد لی سکلیس، میوس واقع کاریہ سے آگے بڑھ کر میاندیر کے میدانی علاقہ کو عبور کرکے سانڈیوس کی پہاڑیوں تک جا پہنچا، جہاں کاریوں اور انائیوں نے اسے اور اس کے بیشتر سپاہیوں کو حملہ کرکے ہلاک کر ڈالا۔

اسی موسم سرما میں پلاتیہ والے جن کا شہر ہنوز پلوپونیزی اور بیوتی افواج میں گھرا ہوا تھا، رسد کی کمی سے پریشان ہو گئے۔ ایتھینز سے کمک نہ آنے کی وجہ سے بھی ان کو مایوسی ہوی اور اس کے علاوہ مدافعت کا کوئی اور ذریعہ نہیں تھا اس لئے انھوں نے محصورہ شہر کے اندر جو ایتھینزی رہ گئے تھے ان سے مل کر یہ منصوبہ بنایا کہ شرط امکان دشمن کی بنائی ہوی فصیلوں کو عبور کرکے راہ فرار اختیار کی جائے، یہ تجویز تھے آینتوس (جوتشی) اور یوپومپیدس نے پیش کی تھی جو ان کے سپہ سالاروں میں سے تھا، پہلے تو یہ طے ہوا تھا کہ سب مل کر فرار ہونے کی کوشش کریں گے لیکن بعد میں تقریباً آدھی تعداد ڈر کر پیچھے ہٹ گئی۔ تاہم تقریباً دو سو بیس افراد مستقل مزاجی سے اپنے ارادہ پر قایم رہے اور انھوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ دشمن کے حصار پر چڑہنے کے لئے اینٹیں گن کر اونچائی معلوم کر لی اس دیوار کا جو رخ شہر کی طرف تھا اس پر سفیدی ٹھیک طور پر نہیں پھیری گئی تھی اس لئے اینٹیں آسانی سے گن لی گئیں، گننے کا یہ کام بہ یک وقت کئی آدمیوں نے کیا تاکہ چند غلطی کر جائیں تو بھی اکثر صحیح تعداد شمار کر سکیں، یہ لوگ دیوار سے زیادہ فاصلہ پر نہیں تھے، اس لئے وہ صاف طور پر نظر بھی آتی تھی، اینٹوں کی تعداد کو ان کی موٹائی سے ضرب دے کر سیڑھی کی لمبائی کا تعین کر لیا گیا۔

پلوپونیزیوں نے دراصل دو دیواریں شہر کے اطراف تعمیر کی تھیں ایک کا

مقصد محصورین کا راستہ روکنا تھا اور دوسری باہر کی طرف سے ایتھینزی کے حملہ کا مقابلہ کرنے کے لئے بنائی گئی تھی اور ان دونوں کے درمیان سولہ فٹ کا فاصلہ تھا۔ اس حصہ میں حفاظتی دستوں کی رہائش کے لئے کمرے ایک دوسرے سے متصل اور مسلسل اس طرح بنائے گئے تھے کہ پوری تعمیر ایک چوڑی ٹھوس اور دونوں جانب سے دندانہ دار فصیل معلوم ہوتی تھی۔ دس دس دندانوں کے فصل سے کافی بڑے برج تعمیر کئے گئے تھے جن کا عرض فصیل کی چوڑائی کے برابر تھا اور جن کی دیواریں ایک رخ سے دوسرے رخ تک اس طرح چلی گئی تھیں کہ درمیانی علاقہ کے سوا کسی اور طرف سے جانے کا راستہ ہی نہیں تھا۔ اس لئے جب باد و باراں کا زور ہوتا فصیل کے پہرہ دار اپنی جگہوں سے ہٹ جاتے اور نگرانی برجوں میں سے کی جاتی جو ایک دوسرے سے زیادہ فاصلہ پر نہیں تھے اور مسقّف بھی تھے۔

یہ تھیں وہ فصیلیں جو پلاتیہ والوں کے راستہ میں حایل تھیں، جب ساری تیاریاں مکمل ہو چکیں تو مناسب موقع کا انتظار کرکے وہ ایک رات جب کہ چاند ڈھل چکا تھا اور طوفانی بارش کے ساتھ تیز ہوائیں چل رہی تھیں فراری کے منصوبہ کے بانیوں کی رہنمائی میں شہر سے باہر نکلے اور شہر کے اطراف کی خندق پار کرکے رات کے اندھیرے میں دشمن کے حصار تک جا پہنچے، پہرے دار ان کی آہٹ نہیں پا سکے، کیوں کہ طوفان باد و باراں کے شور کی وجہ سے کچھ سنائی نہیں دیتا تھا اس کے علاوہ انھوں نے ایک دوسرے کے درمیان کافی فصل رکھا تاکہ ہتھیاروں کی جھنکار سے دشمن کو پتہ نہ چل جائے، اور ہلکے ہتھیار لگائے تھے اور دلدل میں گرنے سے بچنے کے لئے صرف بائیں پاؤں کے جوتے کے تلے میں کیلیں لگوائی تھیں، وہ برجوں کے درمیان دیوار کے ایسے حصہ کی طرف بڑھے جہاں ان کو معلوم تھا کہ سنتری متعین نہیں تھے، جو لوگ سیڑھیاں لئے چل رہے تھے وہ سب سے پہلے

وہاں پہنچے اور سیڑھیاں دیوار سے لگادیں، اس کے بعد بارہ ہلکے ہتھیار بند سپاہی جو صرف خنجر اور چار آئینہ سے مسلح تھے۔ آمیاس ابن کوروے یوس کی رہبری میں سیڑھیوں پر چڑھ گئے، سب سے پہلے آمیاس اوپر پہنچ گیا جس کے بعد اس کے ہمراہی گئے جن میں سے چھ ایک برج کے پاس اور دوسرے چھ دوسرے برج کے پاس جا کھڑے ہوئے، اس کے بعد ہلکے ہتھیار بندوں کی ایک اور ٹولی آئی جو نیزوں سے مسلح تھی اور جن کے پیچھے خدمت گار ڈھالیں لئے چل رہے تھے تاکہ وہ آسانی سے آگے بڑھ سکیں اور جب دشمن نظر آئے تو ڈھالیں سپاہیوں کو دیدی جائیں بہت سے سپاہی اس طرح اوپر پہنچ گئے جس کے بعد ایک پلاتیائی کنگرہ کے سہارے چھت پر چڑھنے سے ایک اینٹ ٹوٹ کر دھڑام سے نیچے گری تو برجوں پر متعینہ سنتریوں کو پتہ چل گیا، انھوں نے فوراً خطرہ کا اعلان کیا اور سپاہی تیزی کے ساتھ فصیل کے قریب آپہنچے لیکن رات کی تاریکی اور طوفان کی وجہ سے خطرہ کی نوعیت کو نہیں سمجھ سکے، اس کے علاوہ جس فصیل کو عبور کرکے یہ لوگ فرار ہونے کی کوشش کر رہے تھے، اس کے مقابل دشمن کی دوسری دیوار پر اسی وقت سارے اہل شہر نے مل کر دھاوا کیا تاکہ محاصرین کی توجہ ہٹ جائے۔ اسکی وجہ سے دشمن کے سپاہی پریشان ہو کر جہاں تھے وہیں رکے رہے، کسی نے اپنی جگہ چھوڑ کر دوسروں کی مدد کے لئے جانے کی جسارت نہیں کی اور کوئی حقیقت حال کے بارے میں صحیح اندازہ نہیں کر سکا، اس دوران میں تین سو سپاہیوں کا دستہ جو ناگہانی خطرات کے مقابلہ کے لئے مختص تھا اس مقام کی طرف روانہ ہوا جہاں سے خطرہ کا اشارہ کیا گیا تھا، ساتھ ہی تھیبز کی سمت آتشین نشانات بلند کرکے حملہ کے خطرہ کا اعلان کیا گیا تو اندرون شہر پلاتیہ والوں نے بھی کئی آتشین نشان بلند کئے جو دشمن کے نشانات کو بے اثر کرنے کے لئے پہلے ہی سے

تیار رکھے گئے تھے تاکہ فرار ہونے والوں کے خطرہ کے حدود سے باہر ہو جانے سے پہلے دشمن کے حلیفوں کو صحیح صورت حال کا اندازہ نہ ہو سکے اور وہ مدد کے لئے وقت پر نہ پہنچ سکیں۔

فرار ہونے والوں کی جو ٹولی پہلے اوپر پہنچی، اس نے سنتریوں کو ہلاک کر کے دونوں برجوں پر قبضہ کر لیا اور راستہ روک کر کھڑے ہو گئے تاکہ دشمن اس طرف نہ آ سکے۔ دیوار کے اوپر سیڑھی لگا کر برجوں کی چھتوں پر بھی کئی سپاہیوں کو چڑھا دیا اور دشمن کے جو سپاہی آئے ان کو پھینک مارنے کے ہتھیاروں سے حملہ کر کے روکا۔ ادھر ان کے بقیہ ساتھیوں نے جن کی تعداد کافی بڑی تھی فصیل پر سیڑھیاں لگا دیں اور بیچ کی دیواروں کو منہدم کر کے میناروں کے درمیان سے گزر کر باہر نکلنے لگے۔ ہر ایک سپاہی باہر آنے کے بعد خندق کے کنارے ایک جگہ کھڑا ہو جاتا تھا تاکہ اس کے ساتھیوں کو روکنے کے لئے دشمن دیوار کی طرف سے آئے تو تیروں سے حملہ کیا جا سکے، اس طرح جب سب لوگ باہر آ گئے تو میناروں کے اوپر کے سپاہی بھی اتر آئے۔ (سب سے آخر میں آنے والوں کو کافی مشکلات پیش آئیں) اور یہ لوگ خندق کے قریب پہنچے ہی تھے کہ دشمن کے تین سو سپاہیوں کا دستہ مشعلیں لئے آتا دکھائی دیا۔ پلاتیہ والے جو خندق کے کنارے اندھیرے میں تھے دشمن کے سپاہیوں کو اچھی طرح سے دیکھ سکتے تھے اور انھوں نے ان کے جسم کے کھلے حصّوں پر تیر چلائے لیکن خود ان پر دشمن وار نہیں کر سکتا تھا کیونکہ وہ صاف نظر نہیں آ رہے تھے اس طرح آخری ساتھی بھی خندق پار کر گیا، گو یہ کافی مشکل کام تھا کیونکہ پانی پر برف کی تہ جمی ہوئی تھی جو اتنی سخت نہیں تھی کہ انسان چل سکے بلکہ نرم سی تھی جو عام طور پر شمال سے زیادہ مشرق کی سمت سے آنے والی ہواؤں کی وجہ سے پڑتی ہے اور رات میں برف باری سے خندق میں پانی کی سطح بھی بلند ہو گئی تھی

جس کی بنا پر خندق کو عبور کرنا کافی مشکل ہو گیا تھا، بہرحال اگر طوفان زیادہ تیز و تند نہ ہوتا تو فراری مشکل ہی ہو جاتی۔

خندق کو عبور کرنے کے بعد پلاٹیہ والے ایک ساتھ مل کر تھیبز کی سڑک پر اینڈروکراتیس کے معبد کو سیدھے ہاتھ کی طرف چھوڑ کر آگے بڑھ گئے انہوں نے سونچا پلوپونیزی ضرور یہ سمجھیں گے کہ وہ بالآخر دشمن کے ملک کو جانے والی سڑک پر مڑ جائیں گے، چنانچہ وہ مشعلیں لئے ایتھنیز کی سڑک پر کتھایروں اور دروآوس کیفالائی کی طرف سے آتے ہوئے نظر بھی آ رہے تھے، تھیبز کی سڑک پر نصف میں سے زیادہ مسافت طے کرنے کے بعد پلاٹیہ والے کوہستان جانے والی سڑک پر مڑ گئے اور ایری تھرائے اور ہائی سیائے سے گذر کر پہاڑی علاقوں میں سے ہوتے ہوئے ایتھنیز پہنچ گئے۔ کل ایک سو بارہ آدمی اس طرح فرار ہونے میں کامیاب ہوئے، کیونکہ چند لوگ دشمن کی فصیل کو عبور کرنے سے پہلے ہی شہر کو واپس ہو گئے تھے اور ایک تیرانداز کو دشمن نے بیرونی خندق کے پاس گرفتار کر لیا اس اثنا میں پلوپونیزی تعاقب کا ارادہ ترک کر کے اپنے مستقر کو واپس ہو گئے۔ شہر کے اندر ان واقعات کی کسی کو خبر نہیں تھی جو لوگ شہر کو واپس گئے انہوں نے اطلاع دی کہ ایک متنفس بھی دشمن کی زد سے نہیں بچ سکا، یہ سن کر دوسرے روز پو پھٹتے ہی محصورین نے عارضی صلح کر کے لاشیں حاصل کرنے کے ارادہ سے اپنا ایلچی بھجوایا لیکن بعد میں جب حقیقت حال کا پتہ چل گیا اور پلاٹیہ کے لوگوں نے مفصلہ بالا طریقہ سے محاصرہ سے باہر نکل کر اپنی جان بچائی۔

اسی موسم سرما کے اواخر میں سالائے تھوس نامی ایک لاکے ڈیمونی لاکے ڈیمون سے جہاز کے ذریعہ متی لنہ بھجوایا گیا، وہ پرہا تک سمندری راستہ سے جانے کے بعد خشکی کے راستہ آگے بڑھا اور ایک تیز رو ندی کے ساتھ ساتھ ایسے مقام تک

چلا گیا جہاں سے دشمن کی بنائی ہوئی دیوار کو عبور کرنا ممکن تھا، نظر بچا کر متی لنہ میں داخل ہوگیا، وہاں اس نے عالمین شہر کو اطلاع دی کہ اٹیکا پر بہر حال حملہ کرنے کا تہیہ کر لیا گیا ہے اور چالیس جہاز ان کی مدد کے لئے بھوائے گئے ہیں جو متی لنہ پہنچنے ہی والے ہیں، اس نے یہ بھی کہا کہ اسے یہ اطلاع دینے اور عام نگرانی کے فرائض ادا کرنے کے لئے بھوایا گیا ہے، ان اطلاعوں سے متی لنہ والوں کے حوصلے بڑھ گئے اور انھوں نے ایتھنیزیوں سے صلح کی گفت و شنید کرنے کا ارادہ ترک کر دیا، اس طرح یہ موسم سرما ختم ہوگیا اور جنگ کا چوتھا سال اختتام کو پہنچا جس کی یہہ تاریخ طوسی دیدس نے لکھی ہے۔

اگلے موسم گرما میں پلو پونیزیوں نے بیالیس جہازوں کا ایک بیڑا اپنے امیر البحر اعلیٰ الکی داس کی سرکردگی میں متی لنہ بھوایا اور خود حلیفوں کو ساتھ لے کر اٹیکا پر حملہ آور ہوئے، مقصد یہ تھا کہ اس دوہرے حملہ سے ایتھنیزیوں کی توجہات ہٹ جائیں اور متی لنہ جانے والے بیڑے کو روکنا ان کے لئے آسان نہ رہے، اس وقت حملہ آور فوج کی کمان شاہ پئو سانیاس ابن پلد ئمستوانا کس کی بجائے جو ہنوز نابالغ تھا اس کے چچا کلیومینس کے سپرد تھی، پچھلی یورشوں کے دوران میں جن علاقوں کو لوٹا گیا تھا وہاں اس دوران میں جو فصلیں اگ آئی تھیں ان کو پامال کر کے حملہ آوروں کی تشفی نہیں ہوی تو اب ایسے علاقوں کو تاخت و تاراج کرنا شروع کیا جن کو وہ سابقہ حملوں کے دوران میں چھوڑ کر آگے بڑھ گئے تھے اسلئے ایتھنیزی اس دفعہ اس قدر زیادہ متاثر ہوئے کہ سوائے دوسرے حملہ کے اور کسی وقت نہیں ہوئے تھے، حملہ آور واپس جانے کا نام ہی نہ لیتے تھے اور انھوں نے سارے علاقوں کو پامال کر ڈالا۔ وہ کسیوس سے اپنے بیڑے کی کامیابی کی خبر سننے کے منتظر تھے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اب وہ وہاں پہنچ چکا ہوگا لیکن جب اس طرح کی کوئی اطلاع

نہیں ملی اور سامان رسد ختم ہونے لگا تو بالآخر اٹیکا سے روانہ ہو کر اپنے شہروں کو واپس چلے گئے۔

اس اثنا میں جب متی لینوں نے دیکھا کہ رسد ختم ہو رہی ہے اور پلوپونیزی بیڑا متی لنہ آنے کی بجائے راستہ میں مڑ گشت کر رہا ہے تو ایتھنیز یوں سے صلح کرنے پر مجبور ہو گئے، ہوا یہ کہ جب خود سالائے تھوس کو بیڑے کے آنے کی امید نہیں رہی تو اس نے عوام کو جو بھاری ہتھیار سے مسلح نہیں تھے اس ارادے سے بھاری اسلحہ تقسیم کئے کہ سارے محصورین کی مدد سے محاصرہ کرنے والی فوج پر دھاوا کیا جا سکے لیکن جوں ہی یہ ہتھیار عوام کے قبضہ میں آئے انھوں نے افسروں کا حکم ماننے سے انکار کر دیا اور چھوٹے چھوٹے گروہوں میں بٹ کر صلاح مشورہ کر کے مطالبہ کیا کہ سارا سامان رسد باہر نکال کر ساری آبادی میں تقسیم کر دیا جائے ورنہ وہ بطور خود ایتھنیزیوں سے صلح کر کے شہر کو ان کے حوالہ کر دیں گے۔

شہر کے ارباب اقتدار نے جب دیکھا کہ حالات قابو میں نہیں رہے تو ڈرے کہ اگر عوام ان کو صلح کی گفت و شنید میں شریک نہ کریں تو بڑے خطرات کا سامنا ہوگا اس لئے ایک اعلان کے ذریعہ انھوں نے پاکیس اور اس کی فوج کے سامنے ہتھیار ڈال دیے اور فوجوں کے داخلہ کے لئے شہر پناہ کے دروازے کھول دیے اس کے بعد حسب قرارداد متی لنہ والوں کو اپنا نقطۂ نظر سمجھانے کے لئے ایتھنیز کو سفارت بھجوانے کی اجازت دی گئی اور یہ وعدہ کیا گیا کہ سفرا کے ایتھنیز سے واپس آنے تک پاکیس نہ تو کسی شہری کو گرفتار کرے گا نہ غلام بنائے گا اور نہ قتل کرے گا۔ یہ تھیں وہ شرطیں جن کے تحت اہل متی لنہ نے اطاعت قبول کی، اس کے باوجود جب فوجیں شہر میں داخل ہونے لگیں تو جو شہری لاکے دیمون کے ساتھ گفت و شنید میں پیش پیش رہے تھے وہ اس درجہ دہشت زدہ ہو گئے کہ معبدوں میں

پناہ لی جہاں سے پاکیس نے انھیں یہ کہہ کر اٹھایا کہ کوئی گزند نہیں پہنچایا جائیگا اور ایتھنیز سے ہدایت آنے تک تینے دوس میں رکھا۔ پاکیس نے چند جہاز بھجوا کر انتسا پر قبضہ بھی کر لیا اور اس کے علاوہ دوسرے فوجی طریقہ ہائے کار اختیار کئے جو اس کی رائے میں ضروری تھے۔

اس اثنا میں چالیس پلوپونیزی جہازوں کا بیڑا جسے بعجلت ممکنہ متی لنہ کی امداد کے لئے پہنچنا چاہیئے تھا لیکن جس نے خود پلوپونیز کے ساحلی علاقہ کو طے کرنے میں دیر لگادی تھی ایتھنیزیوں کی نظر بچا کر دیلوس پہنچا اور وہاں سے ایکاروس اور مائکونوس روانہ ہوا، جہاں اسے پہلی دفعہ متی لنہ کی شکست کی اطلاع ملی، اس خبر کی صداقت کے بارے میں یقین حاصل کرنے کے لئے وہ سات روز کا سفر طے کر کے امبا تو م واقع ایرائی تھرا ید پہنچا، جہاں اس کی توثیق ہو گئی تو سوال یہ پیدا ہوا کہ اب کیا کیا جائے، اس موقع پر ایلیہ کے ایک باشندے تیوتیا پلوس نے ان کو مخاطب کر کے کہا:-

الکی داس اور پلوپونیزی بھائیو! میرا مشورہ یہ ہے کہ اس وقت ہم جس حالت میں ہیں اسی حالت میں فوراً روانہ ہو کر دشمن کو خبر ہونے سے پہلے متی لنہ پہنچ جائیں، شہر پر قبضہ کے فوراً بعد فاتح عام طور پر لاپروا ہو جاتے ہیں، اس لئے توقع ہے کہ ہم ایتھنیزیوں کی غفلت سے فائدہ اٹھا سکیں گے اور چونکہ ہم سمندری راستہ سے جائیں گے اس لئے کامیابی کی اور بھی زیادہ امید کی جا سکتی ہے، یہ بات ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوگی کہ سمندری راستہ سے حملہ ہو سکتا ہے اور فی الوقت ہماری طاقت کا انحصار بھی زیادہ تر اپنے بحری بیڑے پر ہے، یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ان کی بری فوج کے سپاہی فتح کے سرور میں شہر کے مختلف مکانات میں منتشر ہو گئے ہوں۔ ایسی صورت میں اگر ہم اچانک اور رات کے اندھیرے میں

دعا ادا کریں تو مجھے امید ہے کہ شہر میں ہمارے جو خیر خواہ باقی رہ گئے ہوں گے، ان کی مدد سے کامیابی ہو سکے گی، ہمیں خطرہ میں پڑنے سے گھبرانا نہیں چاہیئے۔ دشمن کو دہشت زدہ کرنے کا یہ بہترین موقع ہے، در اصل کامیاب سپاہ سالار وہی ہے جو اپنی فوج کو اس قسم کی دہشت سے بچانے کے لئے پیش بندی کرے اور دشمن کو اس دہشت میں مبتلا کر دے۔

تیوتیا پلوس کے ان الفاظ کا الکی داس پر کوئی اثر نہیں ہوا تو بعض جلاوطن ریونیائیوں اور لبسوسیوں نے جو اس مہم میں شریک تھے اصرار کیا کہ چوں کہ یہ اقدام ضرورت سے زیادہ خطرناک معلوم ہوتا ہے اس لئے اس کا ارادہ ترک کر کے کسی ایونیای شہر یا یولیائی قصبہ کیمے پر قبضہ کر لیا جائے اور اسے مرکز بنا کر اہل ایونیہ کو بغاوت پر ابھارنے کی کوشش کی جائے۔ یہ مرحلہ کسی لحاظ سے بھی مایوس کن نہیں تھا کیونکہ ہر جگہ الکی داس کے بیڑے کو خوش آمدید کہا جا رہا تھا اور اس تجویز کا مقصد یہ تھا کہ ایتھنیز کو اس کی آمدنی کے ایک بڑے حصّہ سے محروم کر دیا جائے اور اگر وہ ان کی ناکہ بندی کرنا چاہے تو کثیر مصارف کا بار بھی عاید ہو، اس کے علاوہ غالباً وہ پسوتھنس کو بھی جنگ میں شریک ہونے کی ترغیب دینا چاہتے تھے لیکن الکی داس نے یہ تجویز بھی نہیں مانی اور چونکہ متی لنہ پہنچنے میں بہت زیادہ تاخیر ہو گئی تھی اسلئے وہ جلد از جلد پلوپونیز لوٹنے کے لئے بے تاب تھا۔

بنا بر ایں وہ امباتوم سے روانہ ہوا اور ساحل کے ساتھ ساتھ سفر کر کے تے ریائی قصبہ میونے سوس پہنچا جہاں کئی قیدیوں کو جنھیں اس نے راستہ میں گرفتار کیا تھا۔ بڑی سرد مہری کے ساتھ موت کے گھاٹ اتار دیا گیا جب وہ افی سوس میں لنگر انداز ہوا تو ساموس اور اناتیہ کے ایلچی آئے اور کہا کہ یونان کو آزاد کرنے کا صحیح طریقہ یہ نہیں ہے کہ ان لوگوں کو بے دریغ قتل کیا جائے، جنھوں نے کبھی اس پر

ہاتھ نہیں اٹھایا اور جو دشمن نہیں ہیں بلکہ اپنی مرضی کے خلاف ایتھنیز کے اتحاد میں شریک ہوئے ہیں، انھوں نے کہا کہ اگر اس نے یہ طریقہ ترک نہیں کیا تو جتنے دشمن دوست بنیں گے ان سے زیادہ دوست دشمن ہو جائیں گے، الکی داس نے ان کی اس رائے سے اتفاق کر کے جو خیوسی اور دوسرے قیدی بچ رہے تھے ان کو رہا کر دیا ان علاقوں کے باشندے اس کے بیڑے کو دیکھ کر فرار ہو جانے کی بجائے ایتھنیزی بیڑا سمجھ کر قریب آ رہے تھے۔ ان کو شبہ کبھی نہیں ہو سکتا تھا کہ سمندر پر ایتھنیزی اقتدار کے باوجود .... پلوپونیزی اس طرف آنے کی جسارت کرینگے۔

افے سوس سے لنگر اٹھا کر الکی داس تیزی سے آگے بڑھ گیا کیونکہ کلاروس کی بندرگاہ میں اسے ایتھنیز کے سلامسی اور پارالی جہازوں نے دیکھ لیا تھا اور خوف تھا کہ کہیں وہ تعاقب نہ کریں، اس لئے فوراً سمندر کے اندرونی حصہ میں چلا گیا اور مصمم ارادہ کر لیا کہ بہ شرط امکان پلوپونیز پہنچنے تک راستہ میں کہیں نہیں رکے گا۔ اس دوران میں اس کی اطلاع پاکیس کو اپری تھرویدا اور اس کے علاوہ دوسرے ذریعوں سے مل گئی، چونکہ ایونیائی شہروں کے اطراف شہر پناہ نہیں تھی اس لئے سخت اندیشہ محسوس کیا گیا کہ ساحل سے گذرتے وقت اگر پلوپونیزی کہیں ٹھہرنا نہ چاہیں تو بھی ممکن ہے جاتے جاتے حملہ کر کے بلایات کو لوٹ لیں، اس اثناء میں وہ سلامسی اور پارالی بھی آ پہنچے جنھوں نے اسے کلاروس میں دیکھا تھا تو اس کے بعد پاکیس بسرعت تمام الکی داس کے تعاقب میں روانہ ہوا اور جزیرہ پاتموس تک جا پہنچا۔ اس کے بعد یہ دیکھ کر دشمن کا بیڑا بہت آگے نکل چکا ہے، وہاں سے واپس ہو گیا اور سوچا کہ اچھا ہی ہوا جو پلوپونیزی بیڑا نظر نہیں آیا۔ اور وہ اسکے برابر نہیں پہنچ سکا، ورنہ الکی داس رک کر پڑاؤ ڈالنے پر مجبور ہو جاتا تو ناکہ بندی کی زحمت گوارا کرنی پڑتی۔

ساحلی علاقوں میں سفر کرتے ہوئے وہ دوسرے مقامات کے علاوہ کولو فون کی بندرگاہ نا تیوم پر بھی رکا، جہاں کولوفونی اس لئے آباد ہو گئے تھے کہ بالائی قصبہ پر ارتا ہینیوں اور غیر یونانیوں نے قبضہ کر رکھا تھا جن کو وہاں کے فریقوں میں داخلی جھگڑوں کی بناء پر بعض افراد نے بلایا تھا، اس قصبہ پر ان کا قبضہ تقریباً انہی دنوں ہوا جب پلوپونیزنے اٹیکا پر دوسرا حملہ کیا تھا۔ پناہ گزینوں کے ناتیوم میں آباد ہو جانے کے بعد پھر کچھ ایسے حالات پیش آئے کہ آپس کے اختلاف کی بناء پر مخالف گروہ بن گئے جن میں سے ایک نے آرکیڈیائی اور غیر یونانی اجیر سپاہیوں کو پسوتھنیس سے بلایا اور ان کو قصبہ کے ایک حصہ میں جس کے اطراف حفاظت کے لئے خندق کھودی گئی تھی، کولوفونیوں کے ایرانی حامیتوں کے ساتھ بسا کر جو بالائی قصبہ سے منتقل ہو گئے ایک نئی بستی بسائی، ان کے مخالفین نے جو ترکِ وطن کرنے پر مجبور ہو گئے تھے، اب پاکیس سے مدد مانگی جس نے آرکیڈیائیوں کے کماندار ہپیاس کو گفت و شنید کے لئے طلب کیا۔ شرط یہ تھی کہ اگر بات چیت کے ذریعہ معاملات کی یکسوئی نہ ہو سکے تو اُسے صحیح و سالم بستی کو واپس بھجوا دیا جائے گا جو خندق سے محصور تھی، لیکن جب وہ آیا تو پاکیس نے اسے نظر بند کر دیا گو پا بہ زنجیر نہیں کیا، پھر اچانک حملہ کر کے محصورہ بستی میں داخل ہو گیا اور وہاں کے آرکیڈیائیوں اور غیر یونانیوں کو تہ تیغ کر ڈالا، اسکے بعد حسب وعدہ ہپیاس کو واپس لے گیا اور جونہی وہ بستی کی حدود میں داخل ہوا اسے بھی قتل کر ڈالا، اس کے بعد ناتیوم ان کولوفونیوں کے حوالہ کر دیا گیا جو ایرانیوں کے طرفدار نہیں تھے بعد میں وہاں ایتھنیز سے آبادکار بھجوائے گئے، اور مختلف شہروں سے کولوفونیوں کو اکٹھا کر کے ایتھنیزی قوانین کے مطابق آبادکاری کے انتظامات کئے گئے۔

متی لنہ لوٹ کر پاکیس نے پرہا اور ایرے سوس کو مغلوب کیا اور جب پتہ چلا کہ لاکے دیمو نی سالاٹے تھوس شہر میں روپوش ہے تو اسے گرفتار کر کے ان متی لینوں کے ساتھ ایتھنیز بھجوا دیا جو تینے دوس میں نظر بند تھے، بعض اور افراد بھی جو اس کی رائے میں بغاوت سے تعلق رکھتے تھے، ان کے ساتھ بھجوا دیے گئے، اس نے اپنی فوج کے بڑے حصّہ کو بھی واپس کر دیا اور خود بقیہ فوج کے ساتھ وہیں ٹھیر کر متی لنہ اور لیسبوس کے دوسرے حصّوں میں ضروری انتظامات کئے۔

جوں ہی سالائے تھوس اور دوسرے قیدی ایتھنیز پہنچے اول الذکر کو فوراً تہ تیغ کر دیا گیا اگرچہ اس نے اور باتوں کے علاوہ یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ پلوپونیزیوں کو پلاتیہ سے ہٹانے میں مدد دے گا جس کا محاصرہ ہنوز جاری تھا بقیہ قیدیوں کے بارے میں انتہائے غیض و غضب کے عالم میں یہ طے کیا گیا کہ نہ صرف ان کا خاتمہ کر دیا جائے جو اس وقت ایتھنیز میں ہیں بلکہ متی لنہ کے سارے بالغ مرد موت کے گھاٹ اتار دیے جائیں اور عورتوں اور بچوں کو غلام بنا دیا جائے۔ اس امر پر بہت زور دیا گیا کہ متی لنہ پر ایتھنیز کا اقتدار مسلط کرنے کی کوشش نہیں کی گئی تھی، اس کے باوجود اس نے سرکشی کی اور سب سے زیادہ غصّہ ایتھنیزیوں کو اس بات پر آیا کہ پلوپونیزی بیڑے نے ایونیہ جانے کی جسارت کی جس کا مطلب یہ نکالا گیا کہ بغاوت کی تیاری بہت عرصہ پہلے شروع کی گئی تھی، یہ احکام پہنچانے کے لئے ایک جہاز روانہ کیا گیا اور پاکیس کو تاکید کی گئی کہ متی لینوں کو جلد از جلد تہ تیغ کر دیا جائے لیکن اس کے دوسرے ہی روز سخت تاسف ہوا اور انھوں نے اپنے احکام کی وحشت ناک سفاکی کو محسوس کیا جن کا منشا ایک شہر کی پوری آبادی کو وہ بدترین سزا دینا تھا جس کے مستحق صرف خطا کار افراد ہو سکتے تھے، اس کا احساس جوں ہی ایتھنیز میں مقیم متی لنی سفیروں اور

ان کے ایتھنیزی ہمدردوں کو ہوا، انھوں نے ارباب اقتدار کے آگے یہ تجویز پیش کردی کہ اس مسئلہ پر دوبارہ رائے لی جائے جس پر وہ بلا تامل راضی ہو گئے کیونکہ ان کو اچھی طرح سے معلوم تھا کہ بہت سے شہری چاہتے تھے کہ کسی طرح دوبارہ غور و خوض کرنے کا موقع ملے، چنانچہ جمعیت عوام کا اجلاس فوراً طلب کیا گیا اور موافقت اور مخالفت میں کئی تقریریں ہوئیں جس کے بعد کلیون ابن کلیائے نیتوس اپنی جگہ سے اٹھا۔ متی لینیوں کے قتل عام کی سابقہ قرارداد کلیون نے منظور کرائی تھی جو ایتھنیز کا سب سے زیادہ تشدد پسند آدمی تھا اور جس کا اس وقت عوام پر سب سے زیادہ اثر تھا۔ اس نے مجمع کو مخاطب کرکے حسب ذیل تقریر کی :۔

"اس سے پہلے کئی بار میں اس نتیجہ پر پہنچ چکا ہوں کہ جس ملک کا طرز حکومت عمومیت ہو وہ دوسری قوموں پر حکومت کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اور میرے اس ایقان کو قبل ازیں کبھی اتنی تقویت نہیں پہنچی تھی جتنی کہ متی لینہ کے بارے میں آپ کے اپنی رائے بدل دینے سے پہنچی ہے، چونکہ آپ لوگوں کو اپنے آپس کے روزانہ تعلقات میں تخویف اور ساز باز کی کارروائیوں سے سابقہ نہیں پڑتا، اس لئے اپنے مخالفین کو بھی آپ اپنے جیسا سمجھتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ ان کی بات مان کر یا خود اپنی نرم دلی کی بنا پر کوئی غلط قدم اٹھایا جائے تو وہ آپ کا احسان نہیں مانیں گے لیکن خود آپ سخت مشکلات میں پھنس جائیں گے، آپ یہ بالکل بھول جاتے ہیں کہ آپ کا طرز حکومت استبدادی ہے اور آپ کی ماتحت مملکتوں کی رعایا آپ سے منحرف اور آپکے خلاف سازشوں میں لگی ہوی ہے، ایسی مملکتوں کو اس طرح رعایتیں کرکے اپنا تابع نہیں بنایا جا سکتا جو خود آپ کے لئے مہلک ہوں، دراصل یہ

مملکتیں اپنی وفاداری کی بنا پر نہیں بلکہ اس برتری کی وجہ سے محکوم ہیں جو طاقت کی بدولت آپ کو حاصل ہے، اس بارے میں سب سے زیادہ تشویش ہمارے طریق عمل میں آئے دن تبدیلیوں کے اندیشہ کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس حقیقت سے واقف نہیں ہیں کہ کسی شہر کے لئے نہ بدلنے والے قوانین چاہے وہ ناقص ہی کیوں نہ ہوں ان قوانین سے بہتر ہیں جو معقول تو ہوں لیکن جن کے پیچھے کوئی اقتدار کار فرما نہ ہو، کسی مملکت کے لئے ایسے شہری زیادہ مفید ثابت ہو سکتے ہیں جو فطری طور پر قانون کا احترام کرتے ہوں، بہ نسبت ان افراد کے جو اپنے آپ کو بہت ذہین سمجھ کر قانون میں مین میخ نکالتے اور اس کی خلاف ورزی کرتے ہیں، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ عام شہری زیادہ صلاحیتوں کے حامل ہم وطنوں سے بہتر طریقہ پر حکومت کے کاروبار انجام دیسکتے ہیں، یہ دانشمند اپنے آپ کو زیادہ عقلمند ظاہر کرنے کی غرض سے قانون کا احترام نہیں کرتے اور جو بھی تحریک پیش کی جائے اسے مسترد کر دیتے ہیں کیونکہ ان کو اہم ترین امور میں اپنی ذہانت اور طباعی دکھانے کی توقع نہیں رہتی، اس طرح وہ اکثر اوقات اپنے ملک کو تباہ کر دیتے ہیں، اس کے برخلاف جن لوگوں کو اپنی دانشمندی پر ضرورت سے زیادہ اعتماد نہیں ہوتا، وہ قانون کی معقولیت کو تسلیم کر کے اس پر بھروسہ کرتے ہیں، اچھے مقرروں کی تقریروں میں نقایص نہیں ڈھونڈتے اور چونکہ ان کی حیثیت شریک مقابلہ بازی گر کی نہیں ہوتی بلکہ وہ غیر جانبدار مبصر ہوتے ہیں، اس لئے عام طور پر اپنے فرایض کامیابی سے انجام دیتے ہیں، ہمیں چاہئے کہ ایسے لوگوں کی ریس کریں، ہمیں چالبازیوں اور ذہنی رقابتوں کے دھوکے میں پڑ کر اپنے عوام کو ایسی صلاح نہیں دینی چاہئے جو ہماری اصلی رائے سے کوئی مطابقت نہ رکھتی ہو۔

جہاں تک میرا تعلق ہے میں اپنی سابقہ رائے پر قایم ہوں اور مجھے ان لوگوں پر حیرت ہوتی ہے، جنھوں نے متی لینوں کے مقدمہ پر دوبارہ غور وخوض کی تحریک پیش کر کے انتقام کی کارروائی میں رکاوٹ پیدا کردی ہے جس سے سوائے اس کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا کہ صرف خطاکاروں کو فائدہ پہنچے، اور مظلوم کی آتش انتقام سرد ہو جائے، ہونا تو یہ چاہیئے کہ انتقامی کارروائی جلد از جلد کی جائے تاکہ پورا پورا بدلہ لیا جا سکے اور ظالم کو اس کے کئے کا صلہ ملے، کیا کوئی ایسا شخص بھی ہو سکتا ہے جو اس کے برعکس رائے رکھتا ہو، اور یہ باور کرانے کی کوشش کرے کہ متی لینوں کی مجرمانہ کارروائیاں ہمارے حق میں مفید ہیں اور ہماری مصیبتیں اتحادیوں کے لئے نقصان کا باعث ہیں، صاف ظاہر ہے کہ اس انداز میں وہی شخص سوچ سکتا ہے جسے اپنی چرب زبانی پر اس درجہ بھروسہ ہو کہ ایک مسئلہ جو قطعی طور پر اور ہمیشہ کے لئے طے ہو چکا ہے اسے ہنوز زیر بحث قرار دینے کی جسارت کرے، یا پھر وہ ایسا شخص ہوگا جو رشوت لے کر ہر قسم کے مغالطہ آمیز استدلال کے ذریعہ ہم کو گمراہ کرنے کی کوشش کرے، تقریر بازی کے اس قسم کے مقابلوں کی ہمت افزائی کر کے مملکت خود خطرات میں پڑ جاتی ہے لیکن اس صورت حال کے ذمہ دار آپ ہی لوگ ہیں جو اس قسم کے اکھاڑوں کا اہتمام کرتے ہیں، تقریر کو بھی ایک دل بہلائی کا مشغلہ سمجھتے ہیں، سنی سنائی باتوں پر ایمان لاتے ہیں، کسی منصوبہ کے قابل عمل ہونے کا اندازہ اس کی تائید میں تقریر کرنے والوں کی قوت گفتار سے لگاتے ہیں اور گذرے ہوئے واقعات کی حقیقت کا اندازہ کرنے میں اپنے مشاہدہ سے زیادہ مقرر کی سخن آرائی اور فقرہ بازی پر بھروسہ کرتے ہیں، ہر نئے خیال کو آسانی سے مان لیتے ہیں، مسلمات سے انحراف کر کے ہر متناقض بات پر جان دیتے ہیں،

اور بدیہی حقایق سے گریز کرتے ہیں، ہر شخص کی اولین خواہش یہ ہوتی ہے کہ خود تقریر کرے اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو جو لوگ تقریریں کریں ان کے ہر فقرہ کی داد اس کے ادا ہونے سے پہلے ہی دے کر سبقت لے جائے، مقرر کے دلایل کو جس قدر عجلت کے ساتھ مان لیتے ہیں اسی قدر دیر ان کے نتائج کے بارے میں پیش قیاسی کرنے میں لگاتے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ موجودہ حالات میں کوئی تبدیلی چاہتے ہیں لیکن کیا تبدیلی چاہتے ہیں اس کا واضح تصور خود آپ کے ذہن میں نہیں ہے اور مقرروں کے حُسنِ ادا سے اس بُری طرح متاثر ہو جاتے ہیں جیسے مجلس عوام میں شریک ہونے نہیں آئے ہیں بلکہ کسی ماہر فن خطابت کی تقریر کا لطف اٹھانے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔

اس فریب سے آپ کو بچانے کے لئے میں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ متی لنہ نے آپ کو جس قدر نقصان پہنچایا ہے اتنا نقصان کسی اور مملکت سے آپ کو آج تک نہیں پہنچا۔ کوئی مملکت ہمارے تسلط کو برداشت نہ کر کے سرکشی پر مجبور ہو جائے یا دشمن کے دباؤ سے بغاوت کرے تو یہ بات میری سمجھ میں آ سکتی ہے لیکن ایسی مملکت جس کے لوگ ایک محفوظ جزیرہ میں آباد ہیں جنھیں ہمارے دشمنوں کے حملہ کا صرف سمندر کی طرف سے اندیشہ ہو سکتا ہے جسے روکنے کے لئے ان کے پاس جہاز موجود ہیں جو آزاد تھے اور جن کی آپ بڑی عزت کرتے تھے، اسی مملکت کے باشندوں کی یہ حرکت میری سمجھ میں نہیں آتی، اسے بغاوت نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ بغاوت ظلم و زیادتی کے خلاف کی جاتی ہے، یہ تو ایک وحشیانہ حملہ ہے جو سوچ سمجھ کر اس مقصد سے کیا گیا تھا کہ ہمارے بدترین دشمنوں کے ساتھ شریک ہو کر ہم کو تباہ و برباد کیا جائے۔ اگر وہ اپنی طاقت میں اضافہ کرنے کے لئے اپنے طور پر جنگ شروع کرتے تو اس قدر خطرناک بات نہ ہوتی، انھوں نے

اپنے ہمسایوں سے کوئی سبق نہیں سیکھا جو سرکشی کر کے سزا بھگت چکے ہیں، ان کی خوش حالی بھی انھیں خطرات میں پڑنے سے نہیں روک سکتی۔ جن توقعات کے ساتھ انھوں نے سرتابی کا ارادہ کیا ان کی تکمیل ان کے بس کی بات نہیں تھی لیکن اس پر غور کئے بغیر ہی انھوں نے ہوس کی بنا پر جنگ کا اعلان کر دیا، یہ اقدام کسی اشتعال کی بنا پر نہیں بلکہ محض موقع سے فائدہ اٹھانے کے لالچ سے کیا گیا، واقعہ یہ ہے کہ کسی قوم کی قسمت اچانک اور غیر متوقع طور پر چمک اٹھے تو وہ مغرور اور متکبر ہو جاتی ہے۔ اس لئے اکثر قوموں کے حق میں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انہیں کوئی غیر معمولی نہیں بلکہ مناسب حد تک کامیابی حاصل ہو، اور اگر میں یہ کہوں تو بے جا نہ ہو گا کہ انسان کے لئے اپنی خوش حالی کو برقرار رکھنے کے مقابلہ میں افلاس کو دور کرنا زیادہ آسان ہوتا ہے، ہم نے بڑی غلطی کی جو متی لنہ والوں کے ساتھ امتیاز برتا۔ اگر ان کے ساتھ بھی بہت پہلے ہی سے ہم وہی سلوک کرتے جو دوسروں کے ساتھ اختیار کیا گیا تو وہ کبھی ایسی جسارت نہ کرتے، کیونکہ یہ فطری بات ہے کہ سخت گیری سے انسان جس قدر مرعوب ہوتا ہے رو و رعایت سے اتنا ہی گستاخ اور مغرور ہو جاتا ہے، اس لئے ان کو اپنے کئے کی سزا بھگتنے دیجئے، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ خواص کو تو آپ مستوجب سزا قرار دیں اور عوام بری کر دیے جائیں، یہ بات تو یقینی ہے کہ ان سب نے مل کر آپ پر حملہ کیا تھا، حالانکہ اگر وہ چاہتے تو ہمارا ساتھ دے کر دوبارہ اپنے شہر پر قابض ہو سکتے تھے، لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا، انھیں خواص کے ساتھ چلنے میں فائدہ نظر آیا، اس لئے بغاوت میں شریک ہو گئے۔ ذرا سوچئے تو کہ اگر آپ دشمن کے دباؤ کے تحت بغاوت کرنے والوں اور اپنی مرضی سے بطور خود سرکشی کرنے والوں کو ایک ہی طرح کی سزا دیں تو کون اتحادی ایسا ہو گا جو سرتابی کے معمولی سے معمولی موقع سے بھی فائدہ اٹھانا

نہیں چاہے گا جب وہ جانتا ہے کہ کامیابی کا انعام آزادی کی صورت میں ملے گا اور ناکامی کی سزا کچھ ایسی زیادہ سنگین نہیں ہوگی اور ادھر ہمیں یکے بعد دیگرے مختلف مملکتوں کے خلاف جان و مال کی بازی لگانی ہوگی اور کامیابی ہو تو بھی ایک تباہ و برباد شہر کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا جس سے پہلے کی طرح زیادہ آمدنی نہیں ہوگی جس پر ہماری قوت کا دارومدار ہے اور ناکامی کی صورت میں ہمارے دشمنوں کی فہرست میں ایک اور کا اضافہ ہو جائے گا اور جو وقت ہم اپنے موجودہ حریفوں سے نبرد آزمائی میں صرف کر سکتے تھے وہ خود اپنے اتحادیوں سے لڑنے میں ضائع ہو جائے گا۔

اس لئے چاہے مقررین کتنا ہی زور ماریں اور آپ کو متاثر کرنے کے لئے کتنا ہی روپیہ صرف کیا جائے آپ کو متی لنہ والوں کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کرنی چاہیئے۔ انھوں نے کوئی غیر ارادی طور پر حملہ نہیں کیا تھا بلکہ بغض و عناد کی بنیاد پر اور بالقصد جارحانہ اقدام کے مرتکب ہوئے۔ رحم تو ان لوگوں کے ساتھ کیا جاتا ہے جن سے کوئی خطا بادل ناخواستہ سرزد ہو جاتے۔ اس لئے میں اب بھی یہی کہوں گا کہ آپ نہ تو اپنے سابقہ تصفیہ کو بدلیں اور نہ رحم و کرم یا عفو و درگذر سے کام لیں، کیوں کہ یہ طریقہ عمل فرماں روائی کے اصولوں کے سراسر خلاف ہے۔ رحم ایسے لوگوں کے ساتھ کرنا چاہیئے جو اس کے جواب میں ہمارے ساتھ بھی نرم دلی کا برتاؤ کر سکتے ہوں، ایسے لوگوں کے ساتھ نہیں جو کبھی رحم نہیں کر سکتے بلکہ ہم سے فطری اور لازمی طور پر عداوت رکھتے ہیں، جو مقرر جذباتی تقریریں کر کے ہمیں متاثر کر رہے ہیں ان کو چاہیئے کہ اپنے فضل و کمال کے مظاہرہ کے لئے کوئی اور محاذ تلاش کریں کیونکہ یہ ایسی جگہ ہے جہاں مقرروں کو تو ان کے نعروں کی خوب داد ملتی ہے لیکن شہر کو تھوڑی سی خوش وقتی کے بدلہ سخت

نقصانات اٹھاتے پڑتے ہیں، اور عفو و درگذر کے مستحق ایسے لوگ ہیں جو آیندہ ہمارے دوست بن سکتے ہوں، ایسے لوگ نہیں جو کبھی اپنا رویہ نہیں بدلیں گے اور پہلے کی طرح ہمیشہ ہمارے دشمن بنے رہیں گے، مختصر یہ کہ اگر آپ میرا مشورہ چاہتے ہیں تو متی لنہ والوں کے ساتھ ایسا سلوک کیجئے جس کے وہ مستحق ہیں مصلحت وقت کا تقاضہ بھی یہی ہے، اس کے برخلاف آپ کوئی اور تصفیہ کریں تو وہ آپ کے مرہون منّت نہیں ہوں گے لیکن خود آپ سخت مشکلات میں پھنس جائینگے کیوں کہ اگر ان کی بغاوت حق بجانب مانی جائے تو یہ بھی ماں لینا پڑے گا کہ آپ کی حکومت ناجائز تھی، بہرحال جواز اور عدم جواز کی بحث سے قطع نظر اگر آپ ان پر حکومت کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو چاہیئے کہ اپنے اصول سے نہ ہٹیں، اور متی لنہ والوں کو سزا دے کر اپنے مفادات کی حفاظت کریں، یہ نہیں تو پھر سلطنت سے دست بردار ہو کر شوق سے اپنے ذوق صداقت شعاری کو فروغ دیجئے، جیسا سلوک انھوں نے آپ کے ساتھ کیا ہے ویسا ہی سلوک آپ بھی ان کے ساتھ کیجئے، جو لوگ سازش کی زد سے بچے ہیں انھیں نہیں چاہیئے کہ سازش کرنے والوں سے زیادہ سادہ لوحی سے کام لیں، ذرا سوچئے کہ اگر ان کو فتح ہوتی تو آپ کے ساتھ کیا سلوک کرتے، خاص کر اس لئے کہ زیادتی ان کی تھی، جو لوگ بلا وجہ اپنے پڑوسی کے ساتھ ظلم زیادتی کرتے ہیں وہ اس کا خاتمہ کرنے کی انتہائی کوشش کرتے ہیں، کیوں کہ اس کے بچ نکلنے کی صورت میں زبردست خطرات کا اندیشہ رہتا ہے، جس فریق پر خواہ مخواہ حملہ کیا جائے وہ بچ نکلے تو اس دشمن سے زیادہ خطرناک ثابت ہوتا ہے جس کو یہ شکایت نہ ہو کہ بے وجہ حملہ کیا گیا تھا۔ اس لئے آپ خود اپنے آپ سے غذر داری نہ کیجئے یاد کیجئے ان مشکلات کو جن میں آپ اس بغاوت کی وجہ سے گھر گئے تھے،

اس وقت تو بغاوت فرو کرنے کا مرحلہ آپ کے نزدیک سب سے زیادہ اور غیر معمولی طور پر اہم تھا۔ اب ان کی باری آئی ہے تو جی کھول کر انتقام لیجئے۔ نہ تو نرم دلی سے کام لیجئے اور نہ ان خطرات کو بھلائیے جو اس وقت آپ کے سر پر منڈلا رہے تھے، وہی سزا دیجئے جس کے وہ مستحق ہیں اور اپنے دوسرے اتحادیوں کو بتا دیجئے کہ بغاوت کی سزا موت ہے، ایک دفعہ وہ یہ بات سمجھ لیں تو کافی ہے، پھر آپ کو اس کی ضرورت پیش نہیں آئے گی کہ دشمن کی طرف سے غافل ہو کر زیادہ تر وقت خود اپنے اتحادیوں سے لڑنے پر صرف کریں۔"

کلیون کی اس تقریر کے بعد دیودوتوس ابن یوکراتیس اپنی جگہ سے اٹھا جس نے مجلس عوام کے پچھلے اجلاس میں بھی متی لینوں کے قتل عام کی نہایت پر جوش مخالفت کی تھی، مجلس کو مخاطب کر کے اس نے کہا:۔

"نہ تو میں ان لوگوں کو مورد الزام قرار دیتا ہوں جنھوں نے اہل متی لنہ کے مسئلہ کو غور مکرر کے لئے پیش کیا ہے اور نہ اس احتجاج کی تائید کروں گا، جو اہم مسائل پر بار بار غور و خوض کرنے کے خلاف یہاں کیا گیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ دو محرکات ایسی ہیں جن کی وجہ سے معقول صلاح مشورہ کے راستہ میں سب سے زیادہ رکاوٹ پیدا ہوتی ہے، ایک ہے عجلت پسندی اور دوسرے جذباتیت، عجلت عموماً کم فہمی کی بنا پر کی جاتی ہے اور جذباتیت سے ناشائستگی اور تنگیٔ نظر کا ثبوت ملتا ہے، یہ استدلال کہ مقرر ہمیشہ گمراہ کرتے ہیں ایسا ہی شخص پیش کر سکتا ہے جو یا تو جاہل مطلق ہے یا غرض کار جو مغالطہ دے کر کوئی خاص مقصد حاصل کرنا چاہتا ہے، اگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ آنے والے زمانے کے متعلق جس کے بارے میں کوئی بات یقین سے نہیں کہی جا سکتی بجز قیاس کرنے کا تقریر کے سوا کوئی اور ذریعہ ہے تو ہم اسے جاہل کہیں گے۔

اور اگر وہ کوئی مہمل قرار داد منظور کروانا چاہے اور اس ڈر سے کہ اس کی تائید میں تقریر بے اثر نہ ثابت ہو، اپنے مخالفین اور سامعین کو خائف کرنے کے لئے جان بوجھ کر افترا پردازی سے کام لے تو اسے ہم غرض کار کہیں گے اور اس سے زیادہ ناقابل برداشت بات یہ ہے کہ کسی مقرر پر یہ الزام لگایا جائے کہ وہ روپیہ پیسہ کی خاطر اپنا زور طبع دکھاتا ہے، اگر صرف جہالت ہی کا الزام لگایا جائے تو ناکام مقرر کو صاحب عقل و دانش کہیں تو دیانت دار ضرور سمجھا جائے گا لیکن دیانت پر حملہ کیا جائے تو کامیابی کی صورت میں لوگ اسے شبہ کی نظر سے دیکھیں گے اور ناکامی ہو تو بیوقوف ہی نہیں بلکہ بدمعاش بھی قرار دیں گے۔ اس طریقہ کار سے شہر کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ کیوں کہ رسوائی کا خوف ہمیں اپنے مشیروں سے محروم کر دے گا۔ مقررین اگر اس قسم کے الزامات لگانے لگیں تو ملک کے حق میں واقعی بہتر یہ ہوگا کہ تقریریں ہی نہ ہوں، کیوں کہ ایسی صورت میں ہم سے کم غلطیاں سرزد ہوں گی، اچھا شہری وہ ہے جو اپنے حریفوں کو خوفزدہ کر کے نہیں بلکہ معقول استدلال کے ذریعہ شکست دے، اور کسی شہر کے لئے معقول طریق کار یہ ہوگا کہ وہ نہ تو اپنے بہترین صلاح کاروں کو ضرورت سے زیادہ نوازے اور نہ ان کو اپنے جائز حق سے محروم کرے، اور ناکام مشیروں کو نہ صرف یہ کہ کوئی سزا دی جائے بلکہ قابل ملامت بھی قرار نہ دیا جائے، اس صورت میں کامیاب مقرر مزید اعزاز و امتیاز حاصل کرنے کے لئے اپنے ایقانات کو عوام کی خوشنودی کی خاطر قربان کرنے پر زیادہ مائل نہیں ہوں گے، اور ناکام مقرر عوام کو اپنا ہم نوا بنانے کے لئے اپنے مقبول عام فن میں زیادہ مہارت حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔

ہمارا طریق کار یہ نہیں ہے، اس کے علاوہ جونہی کسی مقرر پر یہ شبہ کیا جاتا

ہے کہ اس کے پیش نظر کوئی نامبارک مقصد ہے تو چاہے اس کا مشورہ کتنا ہی معقول کیوں نہ ہو، ہمیں اس سے سخت بغض ہو جاتا ہے، اگرچہ کوئی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ اس بیچارے کو واقعی اس سے کوئی فائدہ پہنچے گا بھی یا نہیں، اور ہم اپنے شہر کو اس کے مفید مشوروں سے محروم کر دیتے ہیں، برے مشوروں کے ساتھ مفید اور معقول مشوروں کو بھی کچھ کم شبہ کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا، اور سراسر غلط طریقہ عمل کا پرچار کرنے والا مقرر لوگوں کو اپنا ہم نوا بنانے کے لئے جو پُر فریب دلیلیں پیش کرتا ہے اس سے کچھ کم مبالغہ آرائی ان مشیروں کو نہیں کرنی پڑتی جو اپنے معقول مشوروں کو منوانا چاہتے ہیں، اس قسم کی باریکیاں پیدا کرنے سے سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوگا کہ ملک کی خدمت کھلے طور پر کرنا نا ممکن ہو جائے، کیونکہ جو شخص بھی کھلے طور پر ملک کی خدمت کرنا چاہے گا اس پر شبہ کیا جائے گا کہ در اصل خفیہ طور پر وہ اپنے شخصی مفاد کو آگے بڑھا رہا ہے، اس کے باوجود مسایل کی اہمیت اور حالات کی نوعیت کے مطابق ہم مقرروں کو آپ لوگوں کی بہ نسبت جو سامعین کی حیثیت سے فی الفور کسی مسئلہ کے بارے میں اپنی رائے قایم کر لیتے ہیں، کچھ زیادہ دور بینی سے کام لینا پڑتا ہے، خاص کر اس لئے کہ مشیروں کی حیثیت سے ہمیں تو ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے لیکن سامعین کی حیثیت سے آپ سے کوئی باز پرس نہیں ہوتی، اگر ناقص صلاح دینے والوں اور اسے مقبول کرنے والوں دونوں کو مساوی طور پر خمیازہ بھگتنا پڑے تو آپ رائے قایم کرنے سے پہلے زیادہ احتیاط سے غور و خوض کرنے پر مجبور ہو جائیں گے، اس وقت تو یہ صورت حال ہے کہ آپ کے جذباتی فیصلوں کی بناء پر جو بھی آفت آتی ہے اس کا جواب دہ اپنے مشیر کو قرار دے کر آپ خود الگ ہو جاتے ہیں، حالانکہ ان تمام لوگوں پر مساوی ذمہ داری عاید ہونی چاہیئے، جنھوں نے مقرر کی رائے سے اتفاق کیا ہو۔

بہر حال میں یہاں اس لئے نہیں کھڑا ہوا ہوں کہ متی لنہ کے سلسلہ میں کسی کی مخالفت کروں یا کسی پر کوئی الزام لگاؤں، در اصل اس وقت دانشمندی کا تقاضہ یہ ہے کہ ان کے قصور وار ہونے یا نہ ہونے کی بحث نہ چھیڑی جائے، بلکہ یہ دیکھا جائے کہ ملک کا مفاد کس میں ہے؟ اس لئے بالفرض اگر وہ میری رائے میں سب سے زیادہ خطادار ہوں تو بھی جب تک مصلحت مقتضی نہ ہو میں یہہ مشورہ نہیں دوں گا کہ ان کو موت کی سزا دی جائے، اسی طرح اگر وہ عفو و درگذر کے مستحق قرار پائیں تو بھی میں کسی رعایت کی سفارش نہیں کروں گا جب تک یہ واضح طور پر ثابت نہ ہو جائے کہ ملک کا مفاد اسی میں ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت حال سے زیادہ مستقبل پر نظر رکھنی چاہیئے، جس طرح کلیون کو پورا یقین ہے کہ باغیوں کے قتل عام سے آیندہ سرکشی کے امکانات کم ہو جائیں گے، اسی طرح مجھے یقین کامل ہے کہ یہ امکانات کسی طرح کم نہیں ہوں گے اور مستقبل کے مفاد کی جتنی اہمیت کلیون کے نزدیک ہے اتنی ہی اہمیت میرے پاس بھی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ میرے مفید اور معقول دلایل کو کلیون کے پُر فریب استدلال کے مقابلہ میں مسترد نہ کریں، ہو سکتا ہے کہ متی لنہ کے خلاف موجودہ غم و غصہ کی بناء پر کلیون کی تقریر آپ کو زیادہ منصفانہ معلوم ہو لیکن یہ کوئی عدالت نہیں ہے اور ہم انصاف کرنے کے لئے نہیں جمع ہوئے ہیں، یہہ تو ایک سیاسی مجلس ہے، ہمیں عدل و انصاف نہیں کرنا ہے بلکہ یہ دیکھنا ہے کہ متی لنہ کو ایتھنز کے لئے کس طرح مفید بنایا جا سکتا ہے۔ کئی اقوام نے اس سے بہت کم سنگین جرایم کا ارتکاب کرنے والوں کو موت کی سزا دی ہے، اس کے باوجود جرایم میں کمی نہیں ہوی اور خطاکار سزا سے بچنے کی امید میں جرایم کرتے رہے، انسان اسی وقت اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالتا ہے جب اس کا دل کامیابی

کی گواہی دیتا ہے، اس کے علاوہ کیا کبھی کسی ایسی مملکت نے سرتابی کی ہے جسے یہ یقین نہ ہو کہ خود اس کے پاس یا اس کے اتحادیوں کے پاس منصوبہ کو کامیاب بنانے کے وسایل موجود نہیں ہیں، غلطی سب سے ہو سکتی ہے، مملکتیں بھی غلطی کر سکتی ہیں اور افراد بھی کوئی قانون انھیں اس سے روک نہیں سکتا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہر قسم کی قانونی سزاؤں کے باوجود جرایم کے انسداد میں ناکامی نہ ہوتی، غالباً قدیم ترین زمانہ میں بڑے سے بڑے جرایم کے لئے بھی زیادہ سخت سزائیں نہیں دی جاتی تھیں، اور چونکہ اس سے جرایم کی تعداد کم نہیں ہوی، رفتہ رفتہ زیادہ سخت سزائیں رائج ہوئیں اور اس طرح اقدام قتل کو روکنے میں کامیاب نہ ہوسکی، اس لئے یا تو کوئی قتل سے زیادہ وحشت ناک سزا تلاش کرنی ہوگی، یا پھر یہ مان لینا پڑے گا کہ اس طرح کی تدبیریں بے سود ہیں، اور جب تک زندگی کی ضرورتیں مفلس کو جرأت آمیز اقدامات پر ابھارتی رہیں گی، یا دولت مندوں کا غرور و تکبر ان کی حرص و آز کی آگ کو ہوا دیتا رہے گا اور زندگی کے مختلف شعبوں پر تباہ کن ہوا و ہوس کا تسلط رہے گا اس وقت تک انسان کو خطرات میں کودپڑنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔

امید اور حرص و آز بھی اس جذبہ کو ہوا دیتے ہیں، جس سے سخت تباہی پھیلتی ہے، کبھی امید راستہ دکھاتی ہے اور حرص و طمع اس کے پیچھے چلتے ہیں اور کبھی حرص و طمع محرک ہوتے ہیں اور امید ان کا ساتھ دیتی ہے، انہی کے زیر اثر اقدامات تشکیل پاتے ہیں اور ان کی تکمیل کے بہتر طریقے سمجھائی دیتے ہیں، یہ دونوں محرکات خفیہ طور پر کام کرتے ہیں اور نظر آنے والے خطرات سے زیادہ مخدوش ہوتے ہیں، انسان کو گمراہ کرنے میں تقدیر کو بھی بڑا دخل ہوتا ہے جو بعض اوقات غیر متوقع طور پر یاوری کرتی ہے اور بے بضاعتی کے باوجود جان پر کھیل جاتے ہیں۔

قوموں کی حد تک بطور خاص یہی ہوتا ہے۔ کیونکہ بازی بڑی زبردست لگی

ہوتی ہے یعنے آزادی یا سلطنت اور جب سب اہل ملک متحد ہو جاتے ہیں تو ہر فرد اپنی طاقت کا اندازہ کرنے میں مبالغہ سے کام لیتا ہے، غرض یہ انسانی فطرت کا خاصہ ہے اس لئے قانون کے دباؤ یا کسی اور طرح سے انسان کو اس سے ہٹانا نہایت مشکل ہے اور اگرچہ لوگ اس مرحلہ کو آسان سمجھتے ہیں تو یہ ان کی سادہ لوحی کا ثبوت ہے۔

اس لئے قتل کی سزا کو کارگر سمجھ کر ہمیں کوئی غلط چارہ کار اختیار نہیں کرنا چاہیئے یا باغیوں کے لئے اظہار ندامت اور تلافی مافات کے راستہ بند نہیں کر دینے چاہئیں۔ مثال کے طور پر اس وقت اگر کسی شہر کو جو بغاوت کر چکا ہے فتح کی توقع نہ رہے تو وہ مکمل شکست سے پہلے ہی اپنے وسایل کو محفوظ کر لیتا ہے تاکہ تاوان جنگ اور خراج کی ادائی میں آسانی ہو، لیکن اگر ہم اسی فیصلہ پر اڑے رہیں کہ ان کو ختم کر دیا جائے تو وہ کونسی مملکت ہوگی جو بغاوت کرنے سے پہلے زیادہ مکمل تیاری نہیں کرے گی اور محاصرین کے خلاف آخری قطرۂ خون بہانے کو تیار نہیں ہو جائے گی جبکہ اس کو معلوم ہے کہ ہار جلد مان لی جائے یا بدیر نتیجہ ایک ہی ہوگا۔ یعنے مکمل تباہی۔ اگر دشمن کی مکمل تباہی ہی ہمارا مقصد ہو تو وہ اپنا آخری قطرۂ خون بہنے تک کبھی ہتھیار نہیں ڈالے گا اور ہمیں محاصرہ طول دے کر زیادہ زیر بار ہونا پڑیگا اور بالفرض اگر ہم اس شہر پر قبضہ کرنے میں کامیاب بھی ہو گئے تو چونکہ وہ تباہ و برباد ہو چکا ہوگا۔ اس لئے اس سے کوئی آمدنی نہیں ہوگی، جس پر ہماری اصل قوت کا دارومدار ہے، اس لئے یہ مناسب نہیں ہوگا کہ جن لوگوں کے خلاف ہمارے جذبات مشتعل ہیں ان کے مقدمہ پر سخت گیر حکام عدالت کی طرح غور کیا جائے بلکہ یہ سوچنا چاہیئے کہ معمولی گوشمالی اور تادیب کے ذریعہ باجگزار مقبوضات سے آیندہ کس طرح فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے، اپنی حفاظت کے لئے

دہشت انگیز قانونی سزاؤں کا نہیں بلکہ محتاط نظم ونسق کا سہارا لینا چاہیئے، اس وقت ہمارا طرزِ عمل اس کے بالکل برخلاف ہے۔ اگر کوئی آزاد مملکت جس پر بجبر تسلط قایم کیا گیا ہو، علمِ بغاوت بلند کرتی ہے جو ایک فطری تقاضہ ہے اور اپنی آزادی منوانا چاہتی ہے تو بغاوت فرو ہوتے ہی فوراً سخت سزا دینا ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں، حالانکہ کسی آزاد مملکت کے سرکشی کرنے تک انتظار کر کے سرزنش کرنے کی بجائے بغاوت سے پہلے ہی سخت نگرانی رکھنی چاہیئے تاکہ سرکشی کا خیال نہ پیدا ہو بغاوت کی تحریک کو اس طرح رفع دفع کرنا چاہیئے کہ اس کی ذمہ داری کم سے کم افراد پر عاید ہو۔

اب ذرا یہ سوچیئے کہ اگر آپ کلیون کے مشورہ پر عمل کریں تو کتنی بڑی غلطی ہوگی۔ موجودہ صورت میں سارے شہروں کے عوام آپ کے طرفدار ہیں جو یا تو اپنی چند سری حکومت کے اربابِ اقتدار کا ساتھ نہیں دیتے یا ساتھ دینے پر مجبور کیا گیا تو فوراً اس کے سرغنوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ جب آپ کسی مخالف شہر سے جنگ کرتے ہیں تو عوام کی اکثریت آپ کا ساتھ دیتی ہے لیکن اگر آپ نے متی لنہ کے عوام کو بے دردی سے قتل کرا دیا جن کا بغاوت سے کوئی تعلق نہیں تھا اور جنھوں نے ہتھیار ملتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ بطور خود شہر کو آپ کی فوج کے حوالہ کر دیا تو یہ نہ صرف محسن کشی ہوگی بلکہ اس سے حکمراں طبقوں کو بھی تقویت پہنچے گی۔ اور جب کبھی وہ بغاوت پرا کسائیں گے، عوام فوراً ساتھ ہو جائیں گے، کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ قصوروار اور بے قصور دونوں کو ایک قسم کی سزا دیتے ہیں، اس کے برخلاف اگر عوام واقعی قصوروار ہوں تو بھی آپ کو چاہیئے کہ چشم پوشی سے کام لیں تاکہ جو واحد طبقہ ہنوز ہمارا طرفدار ہے وہ بھی دشمن نہ بن جائے، غرض میں سمجھتا ہوں کہ ہماری سلطنت کو قایم رکھنے کے لئے زیادہ مناسب یہ ہوگا کہ ہر قسم کی زیادتیوں کو برداشت کیا جائے اور چاہے کتنے ہی جایز اسباب کیوں نہ موجود

ہوں ان لوگوں کو موت کے گھاٹ نہ اتار اجائے جن کا وجود ہمارے اغراض کیلئے مفید ہے، رہا کلیون کا یہ خیال کہ سزا دینے سے انصاف اور مصلحت وقت دونوں کے تقاضے پورے ہوجائیں گے، واقعات سے اس ادعا کی توثیق نہیں ہوتی۔

اس لئے آپ کو اس امر کا اعتراف کرنا ہوگا کہ میں نے جس چارہ کار کی سفارش کی ہے وہی سب سے زیادہ مناسب ہے، کلیون کی طرح میں بھی نہیں چاہتا کہ آپ رحم وکرم یا عفو و درگذر سے کام لیں بلکہ جو مسئلہ اس وقت پیش ہے اس کے حسن و قبح پر غور کر کے میرے مشورہ پر عمل کیجئے۔ ان متی لینوں پر مقدمہ چلائیے جن کو پاکیس نے گرفتار کر کے بھجوایا ہے اور بقیہ کو ہاتھ نہ لگائیے، یہ چارہ کار مستقبل کے مفادات کے لئے بہترین ہوگا اور ساتھ ہی دشمن بہت زیادہ خائف ہوجائیں گے کیونکہ دشمن کے ساتھ نیک سلوک اندھا دھند ظلم وستم سے زیادہ موثر ثابت ہوتا ہے۔

یہ تھے الفاظ دیودوتوس کے، اس طرح جو دو طریق کار تجویز کئے گئے وہ ایک دوسرے کے بالکل برعکس تھے اور گو اب ایتھنزیوں کے رجحانات میں تبدیلی ہوگئی تھی، اس کے باوجود ہاتھ کے اشارہ کے ذریعہ ایوان کی رائے لی گئی جس میں دونوں جانب رائے دینے والوں کی تعداد تقریباً برابر برابر تھی، لیکن دیودوتوس کی پیش کردہ قرارداد منظور ہوگئی، اس کے بعد ایک اور جہاز بہ عجلت ممکنہ بسوس بھجوایا گیا، کیوں کہ اندیشہ تھا کہ اگلا جہاز جس کو گئے ہوئے ایک دن اور ایک رات بیت چکی تھی، اس دوران میں پہنچ جائے تو شہر تباہ و برباد ہوجائیگا۔ متی لنہ کے سفیروں نے ملاحوں کے لئے شراب اور جو کی روٹی فراہم کی اور وعدہ کیا کہ جہاز وقت پر متی لنہ پہنچ جائے تو بیش قیمت انعام واکرام دیا جائے گا۔ یہ سن کر جہاز کھینے والوں نے غیر معمولی محنت اور مستعدی سے کام کیا، وہ کھانے کے وقت بھی جہاز چلاتے رہے اور روٹی تیل میں بھگو کر کھاتے اور شراب پیتے ہوئے

جہاز کو تیزی سے آگے بڑھاتے چلے گئے۔ وہ باری باری سے کام کر رہے تھے، اور جب ایک ٹولی آرام لیتی تھی تو دوسری چپّو چلاتی تھی، خوش قسمتی سے بادِ مخالف کا سامنا بھی نہیں کرنا پڑا اور چونکہ پہلا جہاز جو قتل عام کے قوانین و احکام لیجا رہا تھا معمولی رفتار سے چل رہا تھا اور یہ دوسرا جہاز متذکرہ بالا طریقہ سے تیزی سے مسافت طے کر رہا تھا، اس لئے پہلے اور دوسرے کے متی لنہ پہنچنے میں بہت کم وقفہ پڑا پاکیس احکام کو پڑھ کر ان کی تعمیل کے انتظامات شروع کر ہی رہا تھا کہ دوسرا جہاز بندرگاہ میں داخل ہوگیا، اور اس طرح متی لنہ کے عوام کی جان بچی۔

جن افراد کو پاکیس نے بغاوت کے سربراہ قرار دے کر ایتھنیز روانہ کیا تھا وہ کلیون کی تحریک پر موت کے گھاٹ اتار دیے گئے۔ ان قیدیوں کی تعداد ایک ہزار سے کچھ زیادہ تھی، ایتھنیزیوں نے متی لنہ کی شہر پناہ کو بھی ڈھا دیا اور ان کے بحری بیڑے پر قبضہ کر لیا، لسبوسیوں پر کوئی خراج عاید نہیں کیا گیا بلکہ متھیمنا والوں کی اراضی کو چھوڑ کر بقیہ ساری زمینات کو تین ہزار حصّوں میں تقسیم کر کے تین سو قطعات مندروں کے لئے وقف کر دیے گئے اور بقیہ زمین قرعہ کے ذریعہ ایتھنیزی حصّہ داروں میں تقسیم کی گئی جو اس جزیرے کو بھجوائے گئے۔ ان حصہ داروں کو لسبوسیوں نے فی خطہ سالانہ دو مینا لگان دینے کا وعدہ کیا اور اس پر خود کاشت شروع کی، ایتھنیزیوں نے ارض برِ اعظم کے ان قصبات پر بھی قبضہ کر لیا جو متی لینوں کے ماتحت تھے اور یہ علاقے ایتھنیز کی سلطنت میں داخل ہو گئے، یہ تھے وہ واقعات جو لسبوس میں پیش آئے۔

دسواں باب

جنگ کا پانچواں سال - اہل پلاتیہ کا قتل

کورکایرا کا انقلاب

اسی موسم گرما میں نسیوس کی تسخیر کے بعد ایک اتھینیزی مہم نکیاس ابن نکےراتوس کی سرکردگی میں جزیرۂ منووآ روانہ ہوی جو میگارا کے قریب واقع ہے اور جسے اہل میگارا نے قلعہ بند کردیا تھا، نکیاس چاہتا تھا کہ پلوپونیز کے سرکاری اور خانگی مسلح جہازوں کی اس جزیرہ کو خفیہ آمد و رفت روکنے کے لئے ناکہ بندی بودوروم اور سلامس کی بجائے منووآ سے کی جائے جو نسبتاً زیادہ نزدیک تھا اس کا مقصد یہ بھی تھا کہ باہر سے کوئی چیز میگارا نہ پہونچنے پائے، چنانچہ نسیہ کی جانب آگے کو نکلے ہوے دو میناروں پر سمندر کی طرف سے منجنیقوں کی مدد سے قبضہ کرکے اور جزیرہ اور ساحل سمندر کے درمیان کا راستہ صاف کرنے کے بعد اس نے ساحل پر ایک دیوار اسی جگہ کھڑی کی جہاں دلدل پر پل بنا ہوا تھا اور جس کے ذریعہ جزیرہ کو جو ارض براعظم سے قریب تھا، کمک پہنچ سکتی تھی اور اس طرح ہر قسم کی آمد و رفت کا راستہ بند کردیا، تعمیر کا یہ کام چند روز میں پورا ہوگیا، جس کے بعد اس نے خود

جزیرہ میں بھی استحکامات تعمیر کئے اور فوج کا ایک دستہ متعین کر دیا۔

اسی موسم گرما میں اور تقریباً اسی زمانہ میں اہل پلاتیہ کی رسد ختم ہوگئی تو وہ محاصرین کا مقابلہ جاری نہ رکھ سکے اور مجبوراً پلوپونیزیوں کے آگے ہتھیار ڈال دیے جس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک روز محاصرہ کرنے والی فوج نے شہر پناہ پر ایک زبردست حملہ کیا جسے پلاتیہ والے روک نہ سکے۔ لاکے ڈیمونی کمانڈر نے محصورین کی اس کمزوری کو محسوس تو کیا لیکن اچانک چڑھائی کر کے شہر پر قبضہ کرنا نہیں چاہا، کیوں کہ لاکے ڈیمون سے اسے اسی قسم کے احکام ملے تھے، مصلحت یہ تھی کہ اگر آیندہ ایتھنیز سے صلح ہو جائے اور یہ طے پائے کہ دوران جنگ میں فریقین نے ایک دوسرے کے جن مقامات پر قبضہ کیا ہے وہ لوٹا دیے جائیں تو پلاتیہ کے لاکے ڈیمون کے ساتھ رضا کارانہ طور پر شریک ہونے کی صورت میں اس کا نام واپس شدنی شہروں کی فہرست میں شریک کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی، اس لئے اس نے شہر والوں کے پاس اپنا قاصد یہ معلوم کرنے کے لئے بھجوایا کہ آیا وہ از خود ہتھیار ڈال دینے اور اپنے مسایل کے تصفیہ کے لئے پلوپونیزیوں کو حکم ماننے پر راضی ہیں، ان سے کہا گیا کہ اطاعت قبول کرنے کی صورت میں صرف خاطیوں کو اور وہ بھی عدالتی چارہ کار کے مطابق سزا دی جائے گی، پلاتیہ والے حد درجہ کمزور ہو گئے تھے اس لئے جوں ہی قاصد نے یہ پیام سنایا، انھوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔

پلوپونیزیوں نے چند روز تک ان کے کھانے پینے کا انتظام کیا اور اس دوران میں پانچ عدالتی حکام لاکے ڈیمون سے آگئے، ان ججوں نے پلاتیہ والوں کے خلاف کوئی فرد جرم مرتب نہیں کی بلکہ صرف یہ سوال کیا کہ آیا جنگ کے دوران میں انھوں نے لاکے ڈیمونیوں یا ان کے اتحادیوں کی کوئی خدمت کی ہے۔

اہل پلاتیہ نے اپنی بریت میں تفصیلی تقریر کرنے کی اجازت طلب کی اور اس

غرض سے دو نمایندے مقرر کئے، ان میں سے ایک استی ماخوس ابن اسوپولائوس اور دوسرا لاکون ابن ائمنیس توس تھا جو لاکے دیموں کا پروکسینی تھا۔ ان دونوں نے آگے بڑھکر حسب ذیل خیالات ظاہر کئے:۔

"لاکے دیمونیو! ہمیں آپ پر بھروسہ تھا اس لئے ہم نے اپنا شہر اس توقع پر حوالہ کر دیا کہ ہمارے ساتھ مناسب قانونی چارہ کار اختیار کیا جائے گا لیکن اب آپ ایسی کارروائی کر رہے ہیں جس کی ہم کو امید نہیں تھی۔ گمان غالب تھا کہ آپ انصاف کریں گے اس لئے ہم نے اپنے مسایل کے تصفیہ کے لئے آپ کے اور صرف آپ کے حکم ماننے پر رضامندی ظاہر کی، لیکن یہاں تو دوسرے ہی لوگ جج بن کر آئے ہیں۔ ان حالات میں ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ ہمیں دوچند دھوکہ دیا گیا۔ ہمارے پاس یہ سمجھنے کے معقول اسباب موجود ہیں کہ آپ ایک تباہ کن کارروائی کر رہے ہیں اور یہ کہ آپ غیر جانب داری سے کام نہیں لیں گے، کیوں کہ ہم پر کوئی الزام لگا کر اس کی صفائی پیش کرنے کے لئے نہیں کہا گیا ہے بلکہ خود ہم کو اپنی بریت پیش کرنے کے لئے اجازت حاصل کرنی پڑی۔ جو سوال ہم سے کیا گیا ہے وہ نہایت مختصر ہے جس کا صحیح جواب ہمارے خلاف پڑتا ہے اور غلط جواب کی تردید آسانی سے ہو سکتی ہے، اس گومگو کی حالت میں ہمیں خیریت اسی میں نظر آئی اور واحد طریقہ کار بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ چاہے کچھ ہی ہو جائے ہمیں صفائی پیش کرنی چاہیئے۔ کیوں کہ اگر ہم اس وقت اپنے مدعا کا اظہار نہ کریں تو یہ خیال ہمیشہ ستاتا رہے گا کہ کچھ کہتے تو شاید گلو خلاصی ہو جاتی۔ دوسری دقت یہ ہے کہ ہمیں آپ کو اپنی بے گناہی کا یقین دلانا مشکل معلوم ہوتا ہے، اگر ہم ایک دوسرے سے واقف نہ ہوتے تو ایسی باتیں بیان کر کے جن کا آپ کو علم نہیں ہے اپنا مقصد حاصل کر سکتے تھے لیکن ہماری کونسی بات آپ سے چھپی ہے، ہمیں یہ اندیشہ نہیں ہے کہ آپ اپنے

نزدیک یہ طے کر چکے ہیں کہ ہم نے اپنا فرض ادا نہیں کیا، اس لئے سزا کے مستحق ہیں بلکہ اندیشہ یہ ہے کہ فریق ثالث کی خوشنودی کے لئے ہم ایک ایسی عدالت میں پیش ہونے پر مجبور کئے جا رہے ہیں جس نے ہمارے بارے میں اپنا فیصلہ پہلے ہی مرتب کر رکھا ہے، اس کے باوجود ہم ان امور پر زور دیں گے جن کو ہم حق بجانب سمجھتے ہیں، نہ صرف تھبنزیوں سے بلکہ آپ سے اور بقیہ اہل یونان سے ہمارے جھگڑے کے اسباب بیان کریں گے اور ہم نے جو قابل قدر خدمات انجام دی ہیں ان کو یاد دلا کر آپ کی تائید حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔

آپ نے یہ مختصر سوال کیا ہے کہ آیا ہم نے لاکے دیمونیوں اور ان کے اتحادیوں کی اس جنگ میں کوئی خدمت کی ہے؟ اگر یہ آپ دشمن کی حیثیت سے پوچھ رہے ہیں تو ہمارا جواب یہ ہے کہ ہم جو آپ کی خدمت نہ کر سکے اس کا یہ مقصد نہیں کہ ہم آپ کو نقصان پہنچانا چاہتے تھے اور اگر یہ سوال دوست کی حیثیت سے کیا جا رہا ہے تو ہم کہیں گے کہ ہمارے خلاف لشکر کشی کر کے آپ نے اس سے بھی بڑی غلطی کی ہے، زمانہ امن میں اور ایرانیوں سے مقابلہ کے وقت ہم نے مناسب طریق کار اختیار کیا اور اس وقت بھی امن شکنی میں پہل ہم نے نہیں کی ہے، یونان کی آزادی کو ایرانیوں کی دست برد سے محفوظ رکھنے کی مہم میں بوئیشیہ کے علاقہ سے صرف ہم ہی شریک ہوئے تھے، گو ہمارا علاقہ ساحل سمندر سے دور ہے، اس کے باوجود ہم ارتی میزیوم کی لڑائی میں شریک ہوئے، ہماری سرزمین پر جو جنگ ہوئی اس میں ہم نے آپ لوگوں کا اور پوسانیاس کا ساتھ دیا اور اس زمانہ میں اہل یونان نے جو معرکے سر کئے ان سب میں ہم نے اپنی بساط سے بڑھ کر ہی حصّہ لیا۔ اس کے علاوہ لاکے دیمونی ہونے کی حیثیت سے آپ کو یہ نہیں بھلانا چاہیئے کہ بھونچال کے بعد ہیلوتوں کے اتھومے کو خروج کی وجہ سے جب اسپارٹا میں سخت سراسیمگی

پھیل گئی تو ہم نے اپنے شہریوں کی ایک تہائی تعداد آپ کی مدد کے لئے بھجوائی تھی۔

ایسے خطرناک اور تاریخی مواقع پر ہم نے متذکرہ خدمات انجام دیں، گو بعد میں ہم ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے جس کی ذمہ داری آپ ہی پر ہے جب ہم نے تھبنزیوں کی دست درازیوں سے بچنے کے لئے مدد مانگی تو آپ نے ہماری درخواست کو مسترد کر دیا اور کہا کہ ایتھنیز ہمارے ملک سے قریب اور ہمارا پڑوسی ہے اس لئے ایتھنیزیوں سے رجوع کیا جائے۔موجودہ جنگ میں نہ تو ہم نے کبھی آپ کے ساتھ کوئی ناواجبی طریق کار اختیار کیا اور نہ کرنا چاہیئے تھے، آپ نے جس وقت ایتھنیز کا ساتھ چھوڑ دینے کے لئے کہا اور ہم نے انکار کیا تو اس میں ہماری کوئی غلطی نہیں تھی، کیوں کہ تھبنزیوں کے مقابلہ میں آپ نے تو ہماری دستگیری کرنے سے انکار کر دیا اور ایتھنیزیوں نے مدد کی، ان کا ساتھ چھوڑنے کے لئے ہمارے پاس کوئی جواز نہیں تھا۔ خصوصاً اس لئے کہ ہم ان کے اتحاد میں شریک ہو چکے تھے ہماری درخواست پر انھوں نے ہمیں شہریت کے حقوق دیے اور ان سے ہم کو کئی فائدے پہنچے تھے، اس لئے ان کے احکام کی وفاداری کے ساتھ تعمیل کرنا ہمارا فرض تھا۔ اس کے علاوہ جو غلطیاں آپ سے یا اہل ایتھنیز سے اپنے اقتدار اعلیٰ کے استعمال میں سرزد ہوں ان کا خمیازہ اتحادی مملکتوں کو نہیں بلکہ ان رہنماؤں کو بھگتنا چاہیئے جو ان کو غلط راستہ پر ڈالتے ہیں۔

جہاں اہل تھبنز کا تعلق ہے انھوں نے ہمارے ساتھ مسلسل زیادتیاں کیں اور ان کے آخری جارحانہ اقدام سے تو آپ خود بخوبی واقف ہیں جس کی وجہ سے ہم پر آج یہ آفت آئی ہے، انھوں نے ہمارے شہر پر زمانہ امن میں اور وہ بھی مقدس ایام میں قبضہ کر لیا، اس لئے ہماری انتقامی کارروائی جائز اور قانون فطرت کے مطابق تھی اور آج یہ درست نہیں ہو سکتا کہ انکی خاطر

ہم پر ظلم وستم کیا جائے، اگر آپ اپنے فوری مفاد اور ان کی عداوت کو انصاف کی کسوٹی قرار دیں تو اس سے صاف ظاہر ہو جائے گا کہ آپ دادرسی نہیں کر رہے ہیں بلکہ موقع پرستی سے کام لے رہے ہیں، اس وقت آپ ان کی دوستی کو اپنے لئے مفید سمجھتے ہیں لیکن ہم نے اور اہل یونان نے اس سے زیادہ اہم مواقع پر آپ کو اس سے کہیں زیادہ قابل قدر مدد دی ہے، اس وقت آپ نے چڑھائی کی ہے اور لوگ آپ سے خائف ہیں لیکن اس خطرناک دور میں جب غیر یونانیوں کے سیلاب کی وجہ سے سب کی آزادی چھن جانے کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا تھبنزی حملہ آوروں کے ساتھ ہو گئے تھے، اس لئے انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں ہم نے جس وطن پرستی کا ثبوت دیا تھا ہماری موجودہ فروگذاشت کو (اگر ہم سے واقعی کوئی فروگذاشت ہوی ہے) اس کے ساتھ رکھ کر موازنہ کیا جائے، اس کے بعد آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ ہماری خوبیوں کے مقابلہ میں کوتاہیاں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں، اور ان خوبیوں کا مظاہرہ ہم نے اس وقت کیا جبکہ اہل یونان میں بہت کم لوگ ایسے تھے جو زرکسیز کی طاقت سے ٹکرانے کی جسارت کر سکتے تھے، قابل ستایش ہیں وہ لوگ جنھوں نے ایرانیوں کے حملہ کے وقت صرف اپنے مفادات کی حفاظت کا خیال نہیں کیا بلکہ یونان کے ننگ و ناموس کو محفوظ رکھنے کے لئے خطرات میں کود پڑے، ایسی ہی معدودے چند مملکتوں میں ہمارا ملک بھی تھا اور اس بناء پر ہماری بڑی قدر و منزلت کی گئی، لیکن اب جو انہی اصولوں پر دوبارہ عمل کر کے ہم نے موقع پرستی سے کام نہ لینا چاہا، اور اسپارٹا سے جا ملنے کی بجائے ایتھنز ہی کے وفادار رہے تو بربادی کا خطرہ پیدا ہو گیا ہے حالانکہ انصاف کا صحیح طریقہ تو یہ ہے کہ ایک قسم کے مسایل کا تصفیہ ایک ہی اصول سے کیا جائے، اور اس کے سوائے کوئی اور پالیسی اختیار نہ کی جائے کہ اپنے

فوری مفادات کو مناسب حد تک پیش نظر رکھتے ہوئے جس اتحادی نے نمایاں خدمات انجام دی ہوں اس سے ہمیشہ احسان مندی اور تشکر کا اظہار کیا جائے۔

اس کا بھی خیال رہے کہ اس وقت عام طور پر اہل یونان کی نگاہوں میں آپ کی بڑی عزت ہے اور وہ آپ کو ایک قابل تقلید نمونہ سمجھتے ہیں۔ زیر بحث مسئلہ کسی سے مخفی نہیں ہے اور آپ لوگ جن پر اس کے فیصلہ کا دارومدار ہے اتنے ہی سربرآوردہ ہیں جتنے ہم اسیران جنگ بے قصور ہیں اس لئے کوئی نامنصفانہ سزا تجویز کرنے سے پہلے اچھی طرح سے سوچ لیجئے کہ آپ کی رسوائی نہ ہو، اور یہ نہ کہا جائے کہ ایک معزز قوم کے حق میں اس سے بھی زیادہ باعزت قوم نے ناروا فیصلہ صادر کیا، اور قومی مندروں میں پلاتیہ کا جو یونان کا محسن ہے مال غنیمت نذر کے طور پر پیش کیا جائے تو دیوتا غضب آلود نہ ہو جائیں، لاکے ڈیمونیوں کے لئے پلاتیہ کو تباہ کرنے کا خیال یقیناً ناقابل برداشت معلوم ہوگا، جس شہر کا نام آپ کے بزرگوں نے پسندیدہ خدمات کی یادگار قایم رکھنے کے لئے دلیفی کی تپائی پر کندہ کرایا تھا اسے تھبزیوں کو خوش کرنے کے لئے آپ صفحہ ہستی سے مٹا دیں تو لاکے ڈیمونیہ والے کس طرح برداشت کرسکیں گے۔

ہم اس قدر بدنصیب ہیں کہ پہلے تو ایرانیوں کے ہاتھوں تباہ ہوئے اور اب ہم کو آپ کے خلوص اور محبت سے محروم کرکے تھبزی آپ کی عنایات سے فائدہ اٹھا رہے ہیں، ہمارا یہ حال ہے کہ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن، اگر ہتھیار نہ ڈال دیتے تو بھوکوں مرجاتے اور اطاعت قبول کی تو موت کے گھاٹ اتارنے کا اہتمام کیا جارہا ہے، ہم اہل پلاتیہ نے یونان کے مفاد کی حفاظت کے لئے انتہائی مصیبتیں برداشت کیں لیکن آج ہمارا کوئی دوست نہیں ہے۔ ہم بے یارومددگار ہیں۔ سارے حلیف ساتھ چھوڑ چکے ہیں ایک آپ کا

سہارا رہ گیا تھا سو اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس سے بھی ہم محروم ہو جائینگے۔

تاہم ان دیوتاؤں پر بھروسہ کر کے جن کا فضل و کرم ہمارے حال پر کبھی رہا کرتا تھا اور یونان کی جو بیش بہا خدمات ہم نے انجام دی ہیں ان کا واسطہ دے کر ہم التجا کرتے ہیں کہ آپ رحم و کرم سے کام لیں، اس فیصلہ کو منسوخ کر دیں جو ہمیں اندیشہ ہے کہ تھبنزیوں کے اصرار پر آپ پہلے ہی کر چکے ہیں اس فیصلہ کو واپس لے لیجئے اور انھیں اس کی اجازت نہ دیجئے کہ ہم کو قتل کر کے آپ کو بدنام و رسوا کریں، وہ شکر گذار ہوں بھی تو کیا، یہ شکر گذاری مجرمانہ اور داغدار ہوگی، اس کی بجائے آپ ہم پر احسان کریں تو ہم خلوص دل سے مرہون منت رہیں گے، دوسروں کو خوش کرنے کے لئے ایسا کام نہ کیجئے جو خود آپ کی بدنامی کا باعث ہو، ہمارے سر قلم کرنے میں کچھ دیر نہیں لگے گی، لیکن ہمارا خون آپ کے دامن پر ہوگا جس کے دھبے مشکل سے دھل سکیں گے، ہم آپ کے دشمن نہیں ہیں کہ ہمیں سزا دینا جائز قرار دیا جائے، ہم آپ کے دوست ہیں جن کو آپ کے خلاف ہتھیار اٹھانے پر مجبور کیا گیا اس لئے اگر آپ ہماری جان بخشی کر دیں تو عین انصاف ہوگا، اس حقیقت کو بھی پیش نظر رکھیئے کہ ہم وہ قیدی ہیں جنھوں نے اپنی مرضی سے خود کو آپ کے حوالہ کر کے امان طلب کی ہے اور جن کے تہ تیغ کرنے کی اجازت یونان کا قانون نہیں دیتا۔ اس کے علاوہ ہم آپ کے محسن بھی ہیں، اپنے بزرگوں کی قبروں پر نظر کیجئے جن کو ایرانیوں نے ہلاک کیا تھا اور جو ہماری سرزمین میں محو خواب ہیں، ہر سال ہم ان مزاروں پر چادریں چڑھاتے ہیں کیوں کہ ہم ان کو ایک دوست ملک سے آئے ہوئے دوست اور اپنے پرانے رفیقوں کے ساتھی سمجھتے ہیں، اگر آپ نے انصاف نہیں کیا تو آپ کا یہ طرز عمل ہمارے طریق عمل کے بالکل برعکس ہوگا، ذرا سوچئے، پئوسانیاس نے یہ سمجھ کر ان کو

یہاں سپرد خاک کیا تھا کہ یہ دوست داروں کا علاقہ ہے، اور یہاں کے باشندے پلوپونیزیوں کے دوست ہیں، لیکن اگر آپ نے ہم کو نیست و نابود کر کے اس پلاتیائی سرزمین کو تھبنزیوں کے حوالہ کر دیا تو آپ کے بزرگوں اور عزیزوں کی قبریں دشمنوں اور قاتلوں کے قبضہ میں چلی جائیں گی اور اس احترام سے محروم ہو جائیں گی جو انکو اس وقت حاصل ہے، نہ صرف یہی بلکہ آپ ایک ایسی سرزمین کو آزادی سے محروم کر دیں گے جہاں یونانیوں نے آزادی کی جنگ جیتی تھی، ایرانیوں کو شکست دینے سے پہلے انھوں نے جن دیوتاؤں سے مدد مانگی تھی ان کے مندر ویران ہو جائیں گے اور قربانی دینے والا کوئی نہیں رہے گا۔

لاکے دیموتیو! آپ ایک باعظمت قوم سے تعلق رکھتے ہیں، اس لئے یہ سزاوار نہیں ہے کہ آپ یونانیوں کے عام دستور کی اس طرح خلاف ورزی کریں، اپنے اسلاف کی بے حرمتی کریں یا کسی کے جذبہ نفرت کی تسکین کے لئے ہمارا خون بہائیں جب کہ ہم نے خود آپ کے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کیا ہے، اس کے برخلاف ہمیں معاف کر کے عفو و درگذر کے فطری تقاضوں کو پورا کیجئے، ہماری زبوں حالی اور بربادی پر رحم کیجئے اور یاد رکھئے کہ آج آپ سزا دینے کے موقف میں ہیں لیکن آپ پر بھی برا وقت آسکتا ہے، گو یہ کوئی نہیں بتا سکتا کہ کب آئے گا، اگر آپ نے ہمیں معاف کر دیا تو آپ کی عظمت اور ناموری میں اور اضافہ ہوگا، ہم آپ سے رحم و کرم کی درخواست کرتے ہیں، جس کا ہمیں حق پہنچتا ہے اور جس کی شدید ضرورت بھی ہے اور ان دیوتاؤں کی دہائی دیتے ہیں، جن کے آگے سارا یونان سر جھکاتا ہے، اس مقدس عہد و پیمان کی خلاف ورزی نہ کیجئے جو آپ کے بزرگوں نے کیا تھا، ہم آپ کو آپ کے بزرگوں کی قبروں کا واسطہ دیتے ہیں اور ان شہیدوں سے اپیل کرتے ہیں، جنھوں نے ہم کو تھبنزیوں کے پنجے سے بچانے اور

اپنے عزیز دوستوں کو ان کے بدترین دشمنوں سے نجات دلانے کے لئے اپنی جان دی، ہم وہ دن بھی یاد دلانا چاہتے ہیں جب ہم نے آپ کے بزرگوں کے دوش بدوش لڑ کر کارہائے نمایاں انجام دیے، ہم وہی ہیں لیکن آج ہمیں انتہائی حسرت ناک تباہی کا اندیشہ پیدا ہو گیا ہے، بالآخر اب ہمیں مجبوراً اس منزل سے گذرنا ہے جو انسان کے لئے نہایت ہی کٹھن ثابت ہوتی ہے یعنے یہ کہ اب اس سلسلۂ تقریر کو ختم کرنا ہے جس کے ساتھ ہی ہم موت سے قریب تر ہو جائیں گے، تقریر کو ختم کرنے سے پہلے ہم بتا دینا چاہتے ہیں کہ ہم نے اپنا شہر تھبنزیوں کے حوالہ نہیں کیا تھا (تھبنزیوں کی اطاعت پر تو ہم بھوکوں مرنے کو ترجیح دیتے ہیں) بلکہ آپ پر بھروسہ کر کے آپ کی اطاعت قبول کی تھی، اس لئے اگر ہماری درخواست رحم آپ کیلئے ناقابل قبول ہو تو انصاف کا تقاضہ یہ ہوگا کہ ہم کو دوبارہ اپنی اگلی حالت پر لوٹا دیا جائے، تاکہ جو بھی صورت حال پیش آئے ہم اس سے نبٹنے کی کوشش کر سکیں، لاکے دیمونیو! ہم پھر ایک بار آپ سے یہی التجا کریں گے کہ ہمیں دشمن کے حوالہ نہ کیجئے۔ کیوں کہ ہم آپ سے امان کے طالب ہیں، ہم پلاتیہ والے جن کی وطن پرستی کی نظیر سارے یونان میں نہیں ملتی، آپ سے امان مانگ رہے ہیں، تھبنزی ہمارے خون کے پیاسے ہیں، ہمیں ان کے حوالہ نہ کیجئے بلکہ ان مشکلات سے نجات دلائیے، آپ سارے یونان کی آزادی کے علم بردار ہیں تو پھر ہمیں کس طرح تباہ ہوتے دیکھ سکتے ہیں۔"

پلاتیہ والوں نے اپنی تقریر ختم کی تو تھبنزیوں نے بھی اس ڈر سے کہ کہیں لاکے دیمونی ان کی باتوں سے متاثر نہ ہو جائیں، تقریر کی اجازت چاہی۔ انھوں نے کہا کہ چوں کہ پلاتیہ والوں کو ان کی مرضی کے خلاف تقریر کرنے کی اجازت دیگئی اور جو سوال کیا گیا تھا اس کا سیدھا سادھا جواب دینے کی بجائے انھوں نے

تفصیلی تقریر کی اس لئے انھیں بھی حاضرین کو مخاطب کرنے کا موقع دیا جائے، اس طرح اجازت لینے کے بعد انھوں نے کہا:۔

"پلاتیہ والوں سے جو سوال کیا گیا تھا اس کا وہ مختصر جواب دے کر خاموش ہو جائے تو ہمیں کچھ کہنے کی ضرورت نہ ہوتی لیکن انھوں نے لمبی چوڑی تقریر کر کے الٹے ہم ہی پر الزامات لگائے اور اپنے بچاؤ کے لئے ایسی باتیں بیان کیں جن کا نہ تو موجودہ تنقیحات سے کوئی تعلق ہے اور نہ ان پر عاید شدہ الزامات سے، اسکے علاوہ انھوں نے اپنے ایسے کارناموں کا ذکر کیا جن سے کسی کو انکار نہیں ہے، بہرحال چوں کہ انھوں نے یہ ساری بحثیں چھیڑ دیں اس لئے ہم ان کے لگائے ہوئے الزامات کی تردید کرنا اور ان کی خودستائی کا پول کھولنا اپنا فرض سمجھتے ہیں تاکہ وہ ہماری بدنامی یا اپنی نیک نامی کا سہارا نہ لے سکیں، تصویر کے دونوں رخ آپکے سامنے آجائیں اور آپ صحیح رائے قایم کر سکیں۔

پہلے یہ سنیئے کہ ہمارے جھگڑے کی ابتداء کیسے ہوی، ہم نے پلاتیہ کو بویشیہ کے بقیہ حصّوں کو بسانے کے بعد آباد کیا اور اس کے ساتھ ہی چند اور علاقے بھی آباد کئے اور اس آبادی کے مخلوط عناصر کو خارج کر دیا گیا، لیکن جب اہل پلاتیہ نے سابقہ قول و قرار کے خلاف ہماری برتری کو ماننے سے انکار کر دیا اور بویشیہ کی بقیہ آبادی سے قطع تعلق کر کے اپنے ملک سے غدّاری کی تو ہم نے ان کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا، اس کے بعد انھوں نے ایتھنزیوں کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف کارروائیاں شروع کیں جن کا ہم نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

اس کے بعد جب غیر یونانیوں نے یونان پر فوج کشی کی تو ان کا بیان ہے کہ سارے بویشیہ میں صرف وہی ایسے تھے جو ایرانیوں سے نہیں جا ملے اور اسی بناء پر وہ اپنے آپ کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں اور ہماری مذمت

کرتے ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ ایتھنیز نے ایرانیوں سے اتحاد نہیں کیا اس لئے یہ بھی الگ رہے۔ اسی طرح بعد میں جب ایتھنیزیوں نے اہل یونان پر حملے شروع کئے تو سارے بوییشیہ میں صرف اہل پلاتیہ ہی نے اٹیکا والوں کا ساتھ دیا۔ اور پھر یہ بھی دیکھئے کہ ہم نے جب متذکرہ طریقہ اختیار کیا تو ہمارے یہاں کس قسم کی حکومت تھی۔ ہمارے شہر میں ان دنوں نہ تو کوئی عدیدی دستور نافذ تھا جس کے تحت سارے امرا کو مساوی حقوق حاصل ہوں اور نہ عمومیت تھی بلکہ ایک بڑی حد تک خود سر حکومت تھی اور سازشیوں کی ملی بھگت کا راج تھا ان حاکموں نے ایرانیوں کی کامیابیوں سے فائدہ اٹھا کر اپنے انفرادی اثرات میں اضافہ کرنے کے لئے عوام کو دبائے رکھا اور ایرانیوں کو شہر کے اندر بلا لائے، جس وقت یہ واقعہ ہوا ہمارے شہر کو بہ حیثیت مجموعی خود اپنے اوپر اختیار حاصل نہیں تھا اور جو غلطیاں اس زمانہ میں سرزد ہوئیں جب کوئی دستور نافذ نہیں تھا ان کی بناء پر ہماری مذمت نہیں کی جا سکتی۔ دیکھنا یہ ہے کہ ایرانیوں کی واپسی اور دستور کی بحالی کے بعد ہم نے کیا طریق کار اختیار کیا جب ایتھنیزیوں نے بقیہ یونان پر حملہ کیا اور ہمارے ملک کو مسخر کرنے کی کوشش کی جس کا بڑا حصہ فرقہ بندی کی وجہ سے پہلے ہی ان کے قبضہ میں آ چکا تھا۔ کیا ہم نے کوروتیہ میں دشمن کا مقابلہ کر کے شکست نہیں دی اور بوییشیہ کو آزاد نہیں کرایا؟ اور کیا ہم اب بقیہ مملکتوں کو آزاد کرانے کے لئے گھوڑے اور سارے دوسرے اتحادیوں سے زیادہ فوج فراہم کر کے عملاً مدد نہیں کر رہے ہیں؟

ہم نے ایرانیوں کا ساتھ دیکر جو غلطی کی تھی اس کی تلافی ان واقعات سے ہو جاتی ہے۔ اب ہم یہ بتانے کی کوشش کریں گے کہ آپ نے اہل یونان کو ہم سے زیادہ نقصان پہنچایا ہے، اس لئے آپ زیادہ مستحق سزا ہیں آپ کا

بیان ہے کہ آپ نے ہمارے حملوں سے بچنے کے لئے ایتھینز کے اتحاد میں شرکت کی اور اس کے شہری بن گئے۔ اگر یہ واقعہ ہے تو آپ کو چاہیئے تھا کہ صرف ہمارے خلاف ان سے مدد مانگتے۔ دوسروں پر حملہ کرنے میں ان کا ساتھ دینے کی کیا ضرورت تھی؟ اگر آپ یہ محسوس کرتے کہ آپ کو اپنی مرضی کے خلاف کسی غیر متعلقہ لڑائی میں شریک کیا جا رہا ہے تو آپ ساتھ دینے سے انکار کر سکتے تھے کیونکہ ایرانیوں کے خلاف لاکے ڈیمون سے آپ کا اتحاد پہلے ہی سے تھا، جس پر آپ بار بار زور دے رہے ہیں، ہمارے حملہ سے بچنے کے لئے یقیناً یہی کافی تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ کو اطمینان سے سوچ بچار کرنے کا موقع مل سکتا تھا۔ اس کے باوجود آپ نے از خود اور کسی دباؤ کے بغیر اپنی قسمت کو ایتھینز کے ساتھ وابستہ کر دیا، آپ کہتے ہیں کہ آپ نے اپنے محسنوں کے ساتھ غداری کرنے کو ایک غیر شریفانہ کھیل سمجھا لیکن یہ نہیں سوچا کہ سارے یونانیوں کو قربان کر دینا جو آپ کے ساتھ شریک اتحاد تھے اور آزادی کی جد و جہد کر رہے تھے، یونان کو غلام بنانے والے ایتھنزیوں کو قربان کر دینے سے زیادہ غیر شریفانہ اور ظالمانہ حرکت تھی، اس سے ظاہر ہے کہ آپ نے ایتھنزیوں کو مناسب یا شریفانہ صلہ نہیں دیا کیوں کہ خود آپ کے بیان کے مطابق آپ نے جبر و تشدد سے بچنے کے لئے ان کو بلایا اور پھر دوسروں پر ظلم و زیادتی کرنے میں ان کے شریک ہو گئے۔ غیر شریفانہ فعل تو یہ ہے کہ نیکی کا بدلہ نیکی سے نہ دیا جائے، لیکن اگر کوئی احسان کا بدلہ اس لئے نہ دے سکے کہ احسان چکانے میں دوسروں کی حق تلفی ہو گی تو یہ فعل غیر شریفانہ نہیں سمجھا جاتا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں اگر آپ ایرانیوں کا ساتھ نہ دے سکے تو اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ آپ کو اہل یونان کا مفاد عزیز تھا چونکہ ایتھنزی ایرانیوں کے ساتھ شریک نہیں ہوئے، اس لئے آپ نے بھی وہی کیا، آپ

بقیہ یونان کے خلاف ایتھنیز کا ساتھ دینا چاہتے تھے، اور اب آپ ان کارگذاریوں کا معاوضہ مانگتے ہیں جو آپ نے اپنے پڑوسی کی خوشنودی کے لئے کی تھیں، بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے، آپ نے اپنی قسمت کو ایتھنیز کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے اس لئے آپ کا اچھا برا انجام اسی کے ساتھ ہوگا۔ یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ آپ اس زمانہ میں جس اتحاد میں شریک تھے اس سے اب مدد کی درخواست کریں کیونکہ آپ نے اس اتحاد کو چھوڑ دیا اور اہل آئی گینہ اور دوسرے اراکین اتحاد کو آزادی سے محروم کرنے کی کارروائیوں کو روکنے کی بجائے ان کو آگے بڑھانے میں مدد دے کر شرائط اتحاد کی خلاف ورزی کی، یہ سب کچھ آپ نے کسی جبر کی بنا پر نہیں کیا کیوں کہ آپ کی مملکت میں آج جس طرز کی حکومت ہے وہی اس وقت بھی تھی اور ہم پر جو دباؤ ڈالا گیا تھا اس طرح کا کوئی دباؤ بھی آپ پر کسی نے نہیں ڈالا۔ آپ کے شہر کی رسدبندی کرنے سے پہلے ہم نے مشورہ بھی دیا تھا کہ آپ غیرجانبداری کا اعلان کردیں اور کسی فریق کے ساتھ شریک نہ ہوں لیکن آپ نے نہ مانا۔ ایسی صورت میں اہل یونان کی دلی نفرت اور حقارت کے آپ سے زیادہ مستحق اور کون ہوسکتے ہیں۔ درا‌صل آپ شرافت کا ڈھونگ رچا کر انکو تباہ کرنا چاہتے تھے، یہ ادعا کہ آپ نے سابق میں کبھی نیک کام انجام دیے تھے اب آپ کے کردار سے میل نہیں کھاتا۔ آپ کے مجرمانہ میلانات کا ثبوت اب قطعی طور پر مل چکا ہے یعنے یہ کہ جب ایتھنیزیوں نے ظلم و زیادتی کا راستہ اختیار کیا تو آپ ان کے ساتھ ہوگئے۔

ہمارے بادل ناخواستہ ایرانیوں سے جا ملنے اور آپ کے قصداً اٹیکا کے طرفدار بننے کے اصل اسباب وہی تھے جو ہم نے ابھی بیان کئے، ہماری آخری زیادتی آپ کے بیان کے مطابق یہ تھی کہ ہم نے ناجایز طور پر آپ کے شہر پر زمانہ امن

اور مقدس ایام میں حملہ کیا، لیکن اس بارے میں بھی ہم خود کو آپ سے زیادہ قصوروار نہیں سمجھتے، اگر ہم بطور خود باضابطہ طور پر شہر پر مسلح حملہ کر کے آپ کے علاقوں کو تباہ و برباد کرتے تو خطاوار ہوتے لیکن جب آپ ہی کے شہر کے معزز اور صاحب ثروت باشندوں نے غیر ملکی اثرات کو ختم کرنے اور آپ کی مملکت کو دوبارہ بویشیہ کی برادری میں داخل کرنے کے لئے بلایا تو جانے میں ہماری کیا غلطی تھی؟ جیسا کہ آپ نے ابھی کہا ہے غلط چارہ کار کی ذمہ داری ساتھ دینے والوں پر نہیں بلکہ پہل کرنے والوں پر ہونی چاہیئے۔ ہمارے کہنے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ انھوں نے یا ہم نے کوئی غلطی کی، وہ بھی آپ ہی کی طرح اس شہر کے باشندے ہیں، جس کی خوش حالی سے ان کے مفادات آپ سے زیادہ وابستہ ہیں، انھوں نے اپنی شہر پناہ کے دروازے کھول کر ہم کو دشمن کی حیثیت سے نہیں بلکہ بہ حیثیت دوست اس غرض سے داخل کیا کہ حالات کو بد سے بدتر بنانے سے اشرار کو باز رکھا جائے۔ راست باز شہریوں کو ان کا حق دلایا جائے اور افراد کو نقصان پہنچائے بغیر نظام حکومت کی اصلاح کی جائے، اس کارروائی کا مقصد یہ نہیں تھا کہ آپ لوگوں کو جلاوطن کیا جائے بلکہ آپ کو دوبارہ اپنی قومی برادری سے ملانا اور متحد کرنا مقصود تھا، ہم آپ کو کسی کا دشمن نہیں بنانا چاہتے تھے بلکہ سب کا دوست بنانے کی کوشش کر رہے تھے۔

ہم نے جو رویہ اختیار کیا اس سے صاف ظاہر ہے کہ کوئی معاندانہ مقصد ہمارے پیش نظر نہیں تھا، ہم نے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا بلکہ ایک عام اعلان کے ذریعہ ایسے لوگوں کو دعوت دی جو ایک قومی اور بویشیائی حکومت چاہتے ہوں، آپ نے اس دعوت کو ابتداً قبول کر لیا اور اس وقت تک خاموش رہے جب تک آپ کو اس کا پتہ نہیں چلا کہ ہمارے سپاہیوں کی تعداد

کم تھی، ہوسکتا ہے کہ آپ کی مجلس عوام کی اجازت کے بغیر ہمارا اس طرح شہر میں داخل ہو جانا زیادہ درست نہ سمجھا جائے۔ بہر کیف ہم نے جو کارروائی کی تھی اس کا جواب آپ نے اسی قسم کی کارروائی سے نہیں دیا اور تشدد سے احتراز کرنے کی بجائے؟ جیسا کہ ہم نے کیا تھا، اور گفت و شنید کے ذریعہ ہمیں شہر سے چلے جانے کی ترغیب دینے کی بجائے معاہدہ کی خلاف ورزی کر کے ہمارے سپاہیوں پر حملہ کیا گیا اور لڑائی میں ہمارے چند جوان ہلاک بھی ہو گئے، اس کی ہمیں زیادہ شکایت نہیں ہے، کیوں کہ یہ فعل ایک حد تک جائز بھی سمجھا جا سکتا ہے لیکن آپ نے نہایت بے دردی سے ان لوگوں کو بھی قتل کر ڈالا، جنھوں نے رحم کی درخواست کی تھی، اور جن کو پناہ دے کر بعد میں رہا کرنے کا آپ نے ہم سے وعدہ بھی کیا تھا، اگر یہ خیانت نہیں تو پھر خیانت کس چیز کا نام ہے؟ اس طرح آپ جرم پر جرم کرتے رہے یعنے معاہدہ کی خلاف ورزی کی، ہمارے جوانوں کو قتل کر ڈالا، اور اس وعدہ کی خلاف ورزی کی کہ دیہی علاقوں میں آپ کی جائداد کو نقصان نہ پہنچایا جائے تو ہمارے لوگوں کو کوئی گزند نہیں پہنچایا جائے گا اور پھر آپ کو اصرار ہے کہ مجرم ہم ہیں اور خود حیلے بہانے کر کے انصاف کی زد سے بچنا چاہتے ہیں لیکن اگر ان ججوں نے صحیح فیصلہ کیا تو آپ بچ نہیں سکتے۔ آپ کو ان تمام جرایم کی سزا بھگتنی پڑے گی۔

یہ ہیں واقعات لاکے ڈیمونیو! ہم نے ان کی تھوڑی بہت تفصیل اس غرض سے بیان کی ہے کہ ایک تو آپ پر واضح ہو جائے کہ یہ قیدی سزا کے مستحق ہیں، دوسرے ہمارے جذبہ انتقام کی تسکین کے لئے مزید جواز پیدا ہو جائے، سابقہ کارناموں کا (اگر واقعی انھوں نے کوئی ایسے کام انجام دیے ہیں) انھوں نے جو ذکر کیا ہے اس سے آپ کو متاثر نہیں ہونا چاہیئے۔ اس قسم کی اپیل ایسے لوگوں کے لئے سزاوار ہے جن کے ساتھ کوئی ناانصافی کی گئی ہو، مجرمین اگر اپنی پچھلی

نیکیوں کی آڑ لینا چاہیں تو اس سے ان کا جرم اور بھی سنگین ہو جاتا ہے، کیوں کہ اس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ انھوں نے اپنے جذبۂ خیر کو دبا کر جرم کا ارتکاب کیا ہے یہ جو گریہ وزاری کر رہے ہیں اور آپ کے بزرگوں کی قبروں کا واسطہ دے کر اور خود اپنی تباہ حالی کا مرثیہ پڑھ کر رحم کی درخواست کر رہے ہیں، اس کی بناء پر بھی ان کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی جانی چاہیئے۔ اس کے برخلاف ہم آپ کی توجہ ان سخت تر مظالم کی طرف منعطف کراتے ہیں جو ہمارے جوانوں پر کئے گئے اور جن کو انھوں نے بے دردی سے قتل کر دیا۔ ان مقتولین کے باپ یا تو بویشیہ کو آپ کے اتحاد میں شریک کرانے کے لئے لڑ کر کورونیہ میں شہید ہو گئے یا اپنی ضعیفی کے دن مایوسی اور تنہائی کے عالم میں کاٹ رہے ہیں۔ یہ لوگ معقول تر اسباب کی بناء پر آپ سے انصاف کے ملتجی ہیں، رحم وکرم کے مستحق وہ لوگ ہوتے ہیں جن پر بے وجہ کوئی آفت آگئی ہو، اس کے برخلاف کسی کو اس کے کئے کی واجبی سزا ملے تو یہ مقام مسرّت ہے آج ان کا کوئی یار و مددگار اس لئے نہیں ہے کہ خود انھوں نے جان بوجھ کر بہتر اتحاد کو مسترد کر دیا۔ انھوں نے یہ قانون سوز کارروائیاں اس لئے نہیں کیں کہ ہم نے کوئی اشتعال دلایا تھا۔ انھوں نے جو کچھ کیا وہ عدل وانصاف کے تقاضوں کے تحت نہیں بلکہ جذبۂ نفرت سے مغلوب ہو کر کیا اور اس وقت بھی جو جواز پیش کر رہے ہیں وہ قابل قبول نہیں ہے، ان کو قانون کے مطابق سزا دی جانی چاہیئے۔ ان کی حیثیت لڑائی میں امان مانگنے والوں کی نہیں ہے جیسا کہ وہ باور کرانا چاہتے ہیں بلکہ اسیران جنگ ہیں جنھوں نے اپنی قسمت کے بارے میں عدالتی فیصلہ کو ماننے پر رضامندی ظاہر کر کے ہتھیار ڈال دیئے تھے، اس لئے لاکے دیمونیو! آپ کو یونانی دستور کی لاج رکھنی چاہیئے۔ جس کی انھوں نے خلاف ورزی کی ہے، ان کے مظالم کا شکار ہم ہوئے ہیں۔

اس لئے ہمارے جذبات کا احترام کیجئے۔ ہمارے خلاف انھوں نے جو دل کا غبار نکالا ہے اس کا اثر لے کر ہمیں اپنی عنایات سے محروم نہ کیجئے بلکہ اہل یونان کو بتادیجئے کہ آپ لفاظی نہیں بلکہ حسن عمل چاہتے ہیں، اچھے کام مختصر الفاظ میں بیان کئے جا سکتے ہیں، لیکن ظلم و زیادتی کو چھپانے کے لئے الفاظ کے ہیر پھیر اور دروغ بیانی سے کام لینا پڑتا ہے۔ بہرحال اگر دوسری سربرآوردہ حکومتیں بھی وہی طریقہ اختیار کریں جو آج آپ اختیار کر رہے ہیں اور سب سے یکساں طور پر ایک مختصر سا سوال کر کے اس کے جواب کی روشنی میں مسایل کا تصفیہ کریں تو لوگ اپنے جرایم کی پردہ پوشی کے لئے فقرہ بازی سے کام لینے کی کوشش نہیں کرینگے"۔

یہ تھے الفاظ تھبنزیوں کے۔ لاکے ڈیمونی ججوں نے طے کیا کہ یہ سوال کہ آیا اہل پلاتیہ نے دوران جنگ میں ان کی کوئی خدمت کی ہے؟ بالکل جایز ہے کیوں کہ ایرانیوں کی شکست کے بعد پوسانیاس نے جو معاہدہ کیا تھا۔ اس کے مطابق وہ ہمیشہ ان سے ناطرفدار رہنے کی خواہش کرتے رہے تھے اور پلاتیہ کی ناکہ بندی سے قبل پھر ایک بار یہی ایک مشورہ واضح طور پر دیا جا چکا تھا۔ چوں کہ انھوں نے اس مشورہ کو بھی قبول نہیں کیا۔ اس لئے معاہدہ سے ان کا تعلق منقطع ہو گیا اور چونکہ ان کی رائے میں پلاتیوں کی وجہ سے ان کو نقصان پہنچا تھا، اس لئے انھوں نے سارے قیدیوں کو یکے بعد دیگرے طلب کر کے وہی سوال کیا، یعنے یہ کہ آیا انھوں نے لاکے ڈیمونیوں یا ان کے اتحادیوں کی کوئی خدمت کی ہے اور جب اس کا جواب نفی میں ملا تو باہر لیجا کر سب کو بلا استثنیٰ قتل کر ڈالا، اس طرح جو پلاتیائی قتل کئے گئے ان کی تعداد دو سو سے کم نہیں تھی، ساتھ ہی ان کے ایتھنزی رفیق بھی جو شہر میں رہ گئے تھے موت کے گھاٹ اتار دیے گئے اور عورتیں کنیز بنا دی گئیں، تھبنزیوں نے

شہر کو ایک سال کے لئے میگارا کے سیاسی تارکان وطن اور اپنی پارٹی سے تعلق رکھنے والے بچے کچھے باشندگان پلاتیہ کے حوالہ کر دیا، اس کے درو دیوار کو مسمار کر کے بنیادیں تک اکھیڑ دیں، اس کے اینٹ پتھر سے ہیرا کے معبد سے متصل پجاریوں کی سکونت کے لئے چار سو مربع فٹ کی عمارت بنوائی جس کے اطراف اور اوپر نیچے کمرے تعمیر کئے گئے اور ان کمروں میں پلاتیہ کی مسمار شدہ عمارتوں کے دروازے اور چھتیں لگائی گئیں، جو پیتل اور لوہا برآمد ہوا، اس کے کوچ بنوا کر ہیرا کے مندر کے لئے وقف کر دیے گئے۔ اس کے علاوہ ہیرا کے مندر سے متصل ایک سو مربع فٹ کی ایک سنگ بستہ عمارت بنوائی گئی، پلاتیہ کی ساری اراضی ضبط کر کے تھبنزیوں کو دس سالہ قول پر دیدی گئیں، لاکے ڈیمونیوں نے پلاتیوں سے سراسر دشمنی کا یہ برتاؤ زیادہ تر تھبنزیوں کو خوش کرنے کے لئے کیا جن کی دوستی کو وہ جنگ کے لئے مفید سمجھتے تھے، پلاتیہ کا یہ حشر ایتھنیز کے اتحاد میں شریک ہونیکے ترانویں سال ہوا۔

اس دوران میں پلوپونیزیوں کے چالیس جہاز جو لسبوسیوں کی مدد کے لئے بھجوائے گئے تھے، اور جو تعاقب کرنے والے ایتھنیزی جہازوں سے بچنے کے لئے حکمتہ تیزی کے ساتھ کھلے سمندر میں آگے بڑھ رہے تھے (جس کا ذکر ہم پچھلے صفحوں میں کر آئے ہیں) کریٹ کے قریب ایک طوفان میں گھر گئے اور منتشر ہو کر پلوپونیز کی طرف پلٹے، راستہ میں بہ مقام کیلینے تیرہ لیوکاسی اور امبریسیائی جہاز نظر آئے، جن کی کمان براسی داس ابن تیلس کے ہاتھ میں تھی جو کچھ عرصہ قبل الکی داس کا مشیر بن کر آیا تھا، لسبوسی مہم کی ناکامی کے بعد لاکے ڈیمونی اپنے بیڑے میں چند اور جہازوں کا اضافہ کر کے کورکایرا جانا چاہتے تھے، جہاں ایک انقلابی تحریک یکایک شروع ہوئی تھی، وہ چاہتے تھے کہ نیو پاکتوس کے بارہ ایتھنیزی

جہازوں کے دستہ کو ایتھنیز سے کمک ملنے سے پہلے وہاں پہنچ جائیں، چنانچہ براسی داس اور الکی داس نے اس کی تیاری شروع کی۔

کورکایرا کا انقلاب ان قیدیوں کی واپسی کے بعد شروع ہوا جو اپیدامنوس کے نواح میں سمندری لڑائیوں میں گرفتار ہوئے تھے، ان قیدیوں کو اہل کورنتھ نے بظاہر ان کے پروکسے موس کی پیش کردہ آٹھ سو تالنت کی ضمانت پر رہا کیا تھا، لیکن دراصل رہائی اس وعدہ پر عمل میں آئی تھی کہ وہ کورکایرا پر کورنتھ کا قبضہ کرا دیں گے، ان اشخاص نے فرداً فرداً ہر شہری کو اس کی ترغیب دینے اور شہر کو ایتھنیز کے رشتۂ اتحاد سے علٰحدہ کرنے کے لئے سازشیں شروع کیں، اس اثنا میں ایک ایتھنیزی اور ایک کورنتھی جہاز میں ایلچی آپہنچے تو ایک کانفرنس کی گئی جس میں کورکایریوں نے اعلان کیا کہ وہ حسب معاہدہ ایتھنیز کے حلیف رہیں گے، لیکن ساتھ ہی حسب سابق پلوپونیز سے بھی دوستانہ تعلقات رکھیں گے، اس دوران میں رہا شدہ قیدیوں نے پائی تھیاس نامی ایک شخص پر جس نے رضاکارانہ طور پر ایتھنیز کے پروکسے موس کی خدمت قبول کی تھی اور جو مجلس عوام کے رہنماؤں میں سے تھا، یہ الزام لگایا کہ اس نے کورکایرا کو ایتھنیز کا غلام بنانے کی کوشش کی، اس الزام سے جب عدالت نے بری کر دیا تو اس نے انتقام لینے کے لئے اپنے مخالفین میں سے پانچ دولت مند ترین افراد پر زیوس اور الکی ناؤس دیوتاؤں کے حرم کے درخت کاٹنے کا الزام لگایا جس کا جرمانہ فی درخت ایک اسٹیٹر مقرر تھا یہ جرم ثابت ہوگیا تو اس قدر بھاری جرمانہ ہوا کہ انھوں نے مندروں میں داخل ہوکر امان مانگی اور درخواست کی کہ جرمانہ کی رقم اقساط سے ادا کرنے کی اجازت دی جائے۔ لیکن پائی تھیاس نے جو سنات کا رکن تھا اپنے شرکائے کار کو احکام کی تعمیل کرانے پر راضی کر لیا تو مجرمین نراس ہو کر جان پر کھیل گئے اور یہ معلوم کر کے کہ

پائی تھیاس اپنی رکنیت سنات کے زمانہ میں اہل ملک کو ایتھنیز کے ساتھ جنگ اور امن میں اتحاد کا معاہدہ کرنے پر راضی کرنے کے منصوبے بنا رہا ہے، خنجروں سے مسلح ہو کر ایک جگہ جمع ہوئے اور سنات کے اجلاس میں یکایک داخل ہو کر پائی تھیاس اور سنات کے دوسرے ساٹھ اراکین اور خانگی شہریوں کو ہلاک کر ڈالا، پائی تھیاس کی پارٹی کے صرف چند افراد بچ نکلے اور انھوں نے ایتھنیزی جہاز میں پناہ لی جو ابھی وہاں سے روانہ نہیں ہوا تھا۔

اس وحشیانہ خوں ریزی کے بعد سازشیوں نے کورکایریوں کا ایک جلسہ طلب کر کے اعلان کیا کہ اس کشت و خون سے ملک کو بہت فائدہ پہنچے گا اور وہ ایتھنیز کی غلامی سے بچ جائیں گے، آیندہ کے لئے انھوں نے طے کیا کہ دونوں میں سے کسی فریق کو بھی اپنے ملک میں داخل نہیں ہونے دیں گے، سوائے اس کے کہ وہ پرامن طور پر اور صرف ایک جہاز میں آئیں، زیادہ جہاز آئیں تو دشمنوں کا سا سلوک کیا جائیگا۔ یہ قرارداد پیش کر کے انھوں نے جبراً منظور کروالی اور فوراً ایتھنیز کو اپنے ایلچی بھجوائے تا کہ ان افعال کو جائز قرار دیا جائے، اور وہاں کے پناہ گزینوں کو مخالفانہ چارہ کار سے باز رکھنے کی ترغیب دی جائے۔ وہ چاہتے تھے کہ ان واقعات کا ردعمل کوئی خطرناک صورت اختیار نہ کرلے۔

یہ سفارت جب ایتھنیز پہنچی تو ایلچیوں اور ان کے مشورہ پر عمل کرنے والے سارے افراد کو انقلابی قرار دے کر گرفتار کر کے آئی گینہ میں نظر بند کر دیا گیا، اس دوران میں ایک کورنتھی جہاز لاکے دیموتی ایلچیوں کو لے کر اس جزیرہ میں پہنچا تو برسراقتدار کورکایری فریق نے عوام پر دھاوا کر کے لڑائی میں شکست دی، جب رات ہوی تو عوام نے اکراپولس اور شہر کے بلند تر علاقوں میں پناہ لی اور وہاں اپنے آپ کو منظم کیا، اس وقت بندرگاہ ہیلایا بھی ان کے قبضہ میں تھا

فریق مخالف کے افراد بازار کے علاقہ پر قابض تھے، جہاں ان میں سے اکثروں کے سکونتی مکانات تھے، اس کے علاوہ بازار سے ملحقہ بندرگاہ بھی، جس کا رخ براعظم کی طرف تھا، فریق مخالف کے قبضہ میں تھا۔

دوسرے دن چھوٹی چھوٹی جھڑپیں ہوئیں اور دونوں فریقوں نے اپنے اپنے ایلچی دیہی علاقوں میں بھیجے، جنھوں نے اعلان کیا کہ اگر ان کی پارٹی کا ساتھ دیں تو ان کو آزاد کر دیا جائے گا۔ غلاموں کی بہت بڑی اکثریت عوام کے ساتھ ہو گئی، اور ادھر فریق مخالف کی امداد کے لئے آٹھ سو اجیر سپاہی براعظم کے علاقوں سے آ گئے۔

ایک دن کے وقفہ کے بعد لڑائی پھر شروع ہوئی، جس میں عوام کو فتح ہوئی کیونکہ ایک تو ان کی تعداد زیادہ تھی، دوسرے لڑنے کے لئے مقام بھی اچھا ملا تھا اور عورتوں نے بھی غیر معمولی دلیری دکھائی، انھوں نے دشمن پر کھپروں کی بارش کی اور دست بدست لڑائی میں بڑی جرات سے مردوں کی مدد کی، جب شام ہونے لگی تو عدیدی جو نرغے میں آ گئے تھے گھبرائے کہ کہیں فتح مند عوام سلاح خانہ پر قبضہ کر کے انکو ہلاک نہ کر ڈالیں، اس ڈر سے انھوں نے ساری عمارتوں اور سکونتی مکانات میں آگ لگا دی تاکہ دشمن آگے نہ بڑھ سکے، انھوں نے اپنے پڑوسیوں کے اور خود اپنے گھروں کو بھی نذر آتش کر دیا، جس کی وجہ سے بہت سا مال تجارت جل کر خاک ہو گیا اور اگر اس وقت تیز ہوا چل کر شعلوں کو بھڑکاتی تو سارا شہر بھسم ہو جاتا۔ اس کے بعد لڑائی بند ہو گئی اور فریقین نے رات اپنی اپنی جگہ پر طلایہ گردی میں گزاری، اس دوران میں کورنتھی جہاز نے جب عوام کو فتح مند دیکھا تو چپکے سے لنگر اٹھا کر کھسک گیا اور اکثر اجیر سپاہی چھپ چھپا کر ارض براعظم کو لوٹ گئے۔

دوسرے روز اتھینزی سپاہ سالار نکوستراتوس ابن دائتریفیس بارہ جہازوں اور پانچ سو میسینیائی بھاری ہتھیار بند پیادوں کے ساتھ وہاں

پہنچ گیا اور فوراً ہی فریقین میں صلح کرانے کی کوشش شروع کی، اس نے ترغیب دی کہ وہ دس سرغنوں کے خلاف عدالتی چارہ جوئی کرنے پر راضی ہو جائیں لیکن اس کی اطلاع ملتے ہی سرغنے وہاں سے فرار ہو گئے۔ نکوستراتوس نے مشورہ دیا کہ بقیہ شہری ایک دوسرے سے سمجھوتہ کرلیں اور ایتھنیز سے زمانہ جنگ اور امن میں دوستی کا معاہدہ کرکے اطمینان کی زندگی بسر کریں، یہ طے ہو جانے کے بعد وہ اپنے بیڑے کے ساتھ واپس ہو رہا تھا کہ عوام کے لیڈروں نے کہہ سن کر اس بات پر راضی کرلیا کہ پانچ جہاز وہیں چھوڑ جائے تاکہ فریق مقابل کو پھر سر اٹھانے کی جرات نہ ہو سکے، اس کے ساتھ ہی انھوں نے اپنے پانچ جہاز اس کے ساتھ بھجوانے کے لئے تیار کئے اور جوں ہی اس نے رضامندی ظاہر کی اپنے جہازوں کے لئے فریق مخالف کے افراد کی بھرتی شروع کردی، وہ لوگ گھبرائے کہ ممکن ہے ان کو ایتھنیز بھجوادیا جائے اور دیوس کوری کے مندر میں داخل ہو کر امان کے طالب ہوئے، نکوستراتوس نے سمجھا بجھا کر مندر سے باہر نکلنے پر مجبور کرنا چاہا لیکن جب کامیابی نہیں ہوی تو عوام نے اس بہانہ ہتھیار سنبھال لئے کہ فریق مخالف کے افراد نے ان کے ساتھ سمندری سفر پر جانے سے انکار کردیا۔ جس سے ان کے وعدوں کے کھوکھلے پن کا ثبوت ملتا ہے، عوام مسلح ہو کر اپنے گھروں سے نکلے، اور اگر نکوستراتوس حایل نہ ہوتا تو راستہ میں جن لوگوں سے مٹ بھیڑ ہوی ان میں سے چند کو ہلاک ہی کر ڈالتے۔ فریق مخالف کے بقیہ افراد نے جن کی تعداد چار سو سے کم نہیں تھی، جب یہ حال دیکھا تو ہیرا کے مندر میں داخل ہو کر امان کے طالب ہوئے۔ اب عوام کو اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ لوگ مایوس ہو کر کوئی تباہ کن اقدام نہ کریں، اس لئے ان کو مندر سے باہر آنے پر راضی کر کے اس کے مقابل کے جزیرہ میں منتقل کردیا، اور وہیں ان کے لئے رسد بھی بھجوادی۔

یہ انقلاب اس نوبت پر تھا اور فریق مقابل کے افراد کو جزیرہ میں منتقل ہوئے، چار یا پانچ روز گذرے تھے کہ وہ پلوپونیزی بیڑا آ پہنچا جو ایونیہ سے واپسی کے بعد کیلینے پر متعین کیا گیا تھا، اس میں کل تر پن جہاز تھے اور اس کی کمان ہنوز الکی داس کے سپرد تھی لیکن ساتھ ہی گراسی داس بھی صلاح کار کی حیثیت سے ہمراہ تھا۔ یہ بیڑا اسبوتہ کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہوا جو ساحل بر اعظم پر واقع ہے اور وہاں سے اوّل صبح کورکایرا روانہ ہوا۔

اہل کورکایرا شہر کے حالات اور غنیم کے جہازوں کی آمد کی وجہ سے سخت سراسیمہ ہوئے، اور انھوں نے جلد از جلد ساٹھ جہازوں کا بیڑا تیار کر کے دشمن کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا، گو ایتھنیزیوں نے مشورہ دیا کہ پہلے ان کے جہازوں کو آگے بڑھنے دیا جائے، اور ان کے پیچھے سارے کورکایری جہاز ایک ساتھ روانہ کئے جائیں، لیکن انھوں نے نہیں مانا، جب یہ جہاز منتشر حالت میں دشمن کے بیڑے کے قریب پہنچے تو ان میں سے دو فوراً اپنے دستہ کو چھوڑ کر فرار ہو گئے، دوسرے جہازوں میں ملاح اور سپاہی آپس ہی میں لڑ رہے تھے اور کسی قسم کا نظم وضبط نہیں تھا۔ پلوپونیزیوں نے جب دشمن کا یہ انتشار دیکھا تو بیس جہاز کورکایریوں کے مقابلے کے لیے مختص کئے اور بقیہ جہاز بارہ ایتھنیزی جہازوں کے اس بیڑے پر حملہ کے لئے مقرر کئے جن میں سالامینیا اور پارالوس نامی جہاز بھی شامل تھے۔

ادھر کورکایری جو اندھا دھند حملے کر رہے تھے خود اپنی بے ترتیبی کی وجہ سے کمزور ہو گئے، اور ادھر ایتھنیزی بیڑے کو دشمن کی کثرت تعداد کی وجہ سے نرغہ میں آجانے کا اندیشہ پیدا ہو گیا تو وہ دشمن کے دستہ کے قلب پر حملہ کرنے کی جرات نہ کر سکا، بازو پر حملہ کر کے اس نے ایک جہاز کو ڈبو دیا تو پلوپونیزیوں نے اپنے جہازوں کو دائرہ کی شکل میں مرتب کیا اسکے بعد

ایتھنیزی اطراف گھوم کر ان کو منتشر کرنے کی کوشش کرنے لگے، کورکایریوں کا مقابلہ کرنے والے دستے نے جب یہ صورت حال دیکھی تو گھبرائے کہ کہیں نٹوپاکتوس کا سانحہ دوبارہ پیش نہ آئے اور اپنے ساتھیوں کی مدد کے لئے فوراً آگے بڑھے اور سارے جہازوں نے ایک ساتھ مل کر ایتھنیزیوں پر دھاوا کیا، ایتھنیزی اب اپنے جہازوں کو آہستہ آہستہ پیچھے ہٹانے لگے تاکہ دشمن کے ادھر مصروف رہنے تک کورکایری جہاز بچ کر نکل جائیں، یہ سمندری لڑائی اس طرح شام تک جاری رہی۔

اب کورکایری ڈرے کہ ممکن ہے اس کامیابی کی بناء پر دشمن کے حوصلے بڑھ جائیں، اور وہ شہر کے خلاف کوئی اقدام کر کے جزیرہ میں جو لوگ نظر بند تھے ان کو رہا کر دے یا پھر کوئی اور کارگر وار کرے، اس لئے انھوں نے نظر بند افراد کو جزیرہ سے نکال کر دوبارہ ہیرا کے مندر میں منتقل کر دیا، اور شہر کی حفاظت کے لئے فوج متعین کر دی، گو پلوپونیزی سمندری معرکہ میں کامیاب ہوئے تھے اس کے باوجود کسی وجہ سے انھوں نے شہر پر حملہ کرنے کی جراءت نہیں کی، بلکہ جو تیرہ کورکایری جہاز پکڑے گئے تھے ان کو لے کر ساحل براعظم کو جہاں سے وہ آئے تھے واپس چلے گئے۔ دوسرے روز بھی انھوں نے اسی طرح شہر پر حملہ کرنے سے پرہیز کیا، اگرچہ شہر میں انتہائی خلفشار پھیلا ہوا تھا، اور کہا جاتا ہے کہ گراسی داس نے اپنے افسر بالادست الکی داس سے زور دیکر کہا بھی کہ شہر پر حملہ کرنا چاہئے لیکن اس کے باوجود پلوپونیزی راس لیوکے پر ہی جہازوں سے اتر گئے۔ جہاں انھوں نے دیہی علاقوں کو تاخت و تاراج کیا۔

اسی دوران میں کورکایرا کے عوام نے جو حملہ آور بیڑے کی وجہ سے ابھی تک سہمے ہوئے تھے، امان کے طالبوں اور ان کے دوستوں سے شہر کو دشمن سے

بچانے کے لئے گفت وشنید شروع کی اور ان میں سے چند کو ان جہازوں پر سوار ہونے پر راضی کر لیا، جو متوقع حملہ کی مدافعت کے لئے تیار رکھے گئے تھے کل تیس ۳۰ جہاز اس غرض کے لئے مہیا کئے گئے تھے، لیکن پلوپونیزی دوپہر تک دیہی علاقوں میں لوٹ مار کرنے کے بعد واپس چلے گئے۔ اوّل شب روشنی کے نشانوں کے ذریعہ لیوکاس سے ساٹھ ایتھنیزی جہازوں کی آمد کی اطلاع ملی، اس بیڑے کو جس کا کمان دار یوری میدون ابن تھوکلیس تھا۔ ایتھنیزیوں نے انقلاب کی خبر سن کر اور اس اطلاع کی بنا پر روانہ کیا تھا کہ الکی داس کا بیڑا کورکایرا کے لئے روانہ ہونے والا ہے۔

اس کے بعد پلوپونیزی راتوں رات تیزی سے ساحل کے ساتھ ساتھ اپنے وطن کے لئے روانہ ہوئے اور جہازوں کو خشکی پر لیوکاس کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک گھسیٹا تاکہ دشمن راس کے گرد چکر لگانا نہ دیکھ پائے اور اس کے بعد آگے بڑھ گئے، کورکایریوں کو ایتھنیزی بیڑے کے آنے اور دشمن کی واپسی کی خبر ملی تو انھوں نے میسنیہ والوں کو شہر کے باہر سے اندرون شہر منتقل کیا اور جو بیڑا تیار کھڑا تھا اسے بندرگاہ ہی لائی کے گرد چکر لگانے کی ہدایت دی، جس وقت وہ اس گشت میں مصروف تھا، فریق مخالف کے جو بھی افراد ہاتھ آئے ان کو قتل کر ڈالا۔ اور جب بیڑا واپس آیا تو مخالف پارٹی کے افراد کو جہازوں سے اتار کر انھیں بھی ہلاک کر ڈالا، اس کے بعد ہیرا کے مندر گئے اور تقریباً پچاس افراد کو اس بات پر راضی کر لیا کہ عدالتی چارہ کار کے بعد جو بھی فیصلہ ہوگا اسے مان لیں گے اور ان سب کو موت کی سزا دی، امان مانگنے والوں کی اکثریت نے جو عدالتی کارروائی کے لئے پیش ہونے پر رضامند نہیں ہوئی تھی جب یہ صورت حال دیکھی تو حرم ہی میں ایک دوسرے کو ہلاک کر ڈالا، بعضوں نے درختوں سے لٹک کر پھانسی لے لی۔

اور بعضوں نے اور طریقوں سے اپنے آپ کو ہلاک کیا۔ یوری میدون اپنے ساٹھ جہازوں کے بیڑے کے ساتھ سات روز تک وہاں مقیم رہا، اور اس تمام دوران میں کورکاری ان لوگوں کو بڑی شقاوت کے ساتھ قتل کرتے رہے جنھیں وہ دشمن سمجھتے تھے، اگرچہ ان لوگوں پر عمومیت کو ختم کرنے کا الزام لگایا گیا تھا لیکن بعض افراد خانگی عداوتوں کی بھینٹ چڑھائے گئے اور بعضوں کو مقروض افراد نے قرض کی ادائی سے بچنے کے لئے مار ڈالا، اس طرح ہر حیلہ موت کا بازار گرم رہا اور جیسا کہ ایسے حالات میں اکثر ہوتا ہے، ظلم و تشدد کی کوئی انتہا نہیں رہی، باپ کو بیٹے نے قتل کیا، امان کے طالبوں کو مندروں سے بجبر باہر نکال کر یا مندر کے مقدس احاطہ ہی میں ہلاک کیا گیا اور بعض کو دیونی سوس کے مندر کی دیواروں میں چن دیا گیا۔

یہ ایک نہایت خونین انقلاب تھا اور چونکہ اس سے پہلے ایسے سانحے بہت کم ہوئے تھے اس لئے بھی اس کے اثرات زیادہ شدت کے ساتھ رونما ہوئے اور کچھ عرصہ بعد اس نے جیسے سارے یونان کو جھنجوڑ ڈالا، ہر جگہ جمہوریت کے سربراہوں نے ایتھنیزیوں کو اور عدیدی رہنماؤں نے لاکے ڈیمونیوں کو مدد کے لئے بلانے کی کوشش کی، امن کے زمانہ میں غیر ملکیوں کو اس طرح بلانے کے لئے نہ تو کوئی بہانہ مل سکتا تھا اور نہ کسی کو خواہش ہوتی تھی لیکن دوران جنگ میں چونکہ ہر فریق اپنے مخالفین کو نقصان پہنچانے اور ساتھ ہی اپنے مفاد کو آگے بڑھانے کے لئے حلیفوں سے مدد مانگ سکتا تھا، اس لئے انقلابی جماعتوں کے لئے غیر ملکوں کے باشندوں کو بغرض امداد طلب کرنے کے مواقع کی کمی نہیں تھی، اس انقلاب کی وجہ سے شہروں پر کئی سخت آفتیں آئیں، ایسی آفتیں جو اس سے قبل بھی پیش آئی ہیں اور جب تک فطرت انسانی نہ بدلے آیندہ بھی پیش آتی رہیں گی گو انقلاب کے

نوعیت اور حالات کے مطابق ان کی شدت میں کمی بیشی ہو سکتی ہے، اور علامات بدل سکتے ہیں، امن اور خوش حالی کے زمانہ میں ملکتوں اور افراد کے جذبات اور احساسات زیادہ شریفانہ اور رحم وکرم پر مائل ہوتے ہیں، کیوں کہ ان کو کبھی یکایک ضروریات زندگی کی قلت سے سابقہ نہیں پڑتا لیکن جنگ چھڑ جائے تو روزانہ زندگی کی ضروریات پہلے کی طرح آسانی سے دستیاب نہیں ہوتیں اور ایسی سخت صعوبتیں پیش آتی ہیں کہ اکثر لوگوں کا کردار ان کی مالی استطاعت کے مطابق بدل جاتا ہے، انقلاب کے شعلے اس طرح ایک شہر سے دوسرے شہر تک پہنچ گئے۔ جہاں یہ آگ آخر میں بھڑکی وہاں کے لوگوں کو چونکہ اس کے حال چال کا علم پہلے ہی سے ہو گیا تھا اس لئے انھوں نے دوسرونکے تجربات سے فائدہ اٹھا کر نئے نئے طریقے سوچے جیسا کہ ان کی عیاریوں اور انتقام کی وحشیانہ کارروائیوں سے پتہ چلتا ہے، الفاظ کا عام مفہوم بدل گیا اور انکو نئے نئے معنے پہنائے گئے۔ ناعاقبت اندیش گستاخی وفادار حلیف کی ہمت وجرات سمجھی جانے لگی، محتاط تامل وتردّد کو بزدلی اور مکاری کی علامت قرار دیا گیا اعتدال پسندی پست ہمتی کی دلیل سمجھی گئی اور کسی مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر غور وخوض کی صلاحیت بے عملی کے ہم معنی قرار دی گئی، بہیمانہ تشدد مردانگی کا جوہر مانا گیا اور عیاری وسازش حفاظت ذات کے لئے جائز قرار دیے گئے، انتہا پسندانہ طریق کار کا حامی قابل اعتماد اور اس کا مخالف مشتبہ قرار پایا، سازش میں کامیاب ہونے والا صاحب فہم وفراست مانا گیا اور جو سازش کا پتہ چلائے وہ اس سے بھی زیادہ دانشمند سمجھا جاتا تھا لیکن اگر کوئی ایسے حالات پیدا کرنے پر زور دے کہ نہ سازشیں کی جائیں اور نہ ان کی کھوج کرنے کی ضرورت پڑے تو پارٹی کا شیرازہ بکھر جاتا تھا اور مخالفین اس کے درپئے آزار ہو جاتے تھے۔

مختصر یہ کہ کسی شخص کے مجرمانہ عزائم کا قبل از قبل پتہ چلا لینا خوبی مانی جاتی تھی اور موقع کے اعتبار سے ارتکاب جرم کا مشورہ دینا قابل تعریف وصف سمجھا جاتا تھا، یہاں تک کہ خونی رشتہ بھی پارٹی کے رشتہ کی بہ نسبت کمزور سمجھا جانے لگا۔ کیونکہ پارٹی کے اراکین بلا استثنےٰ ہر قسم کے جوکھم میں پڑنے کے لئے ہر وقت سر بکف رہتے تھے، ان انقلابیوں کو ان فائدوں کی پرواہ نہیں تھی جو سوسائٹی کے مسلمہ اصولوں کی پیروی سے حاصل ہوتے ہیں بلکہ وہ حرص و ہوس کی بنا پر ان اصولوں کو نیست و نابود کرنا چاہتے تھے، ان جماعتوں کے اراکین کے باہمی اعتماد کا دارومدار مذہبی اصولوں سے زیادہ سازش اور سازباز پر ہوتا تھا، فریق مقابل کوئی معقول تجویز پیش کرے تو طاقتور فریق فراخ دلی اور اعتماد کے ساتھ اس پر غور کرنے کی بجائے شبہ اور بدگمانی سے کام لیتا تھا، اسی طرح حفاظت ذات سے زیادہ اہمیت جذبہ انتقام کی تسکین کو دی جاتی تھی۔ مصالحت کا عہد و پیمان فریقین فوری مشکلات کو دور کرنے کے لئے کرتے تھے اور جب تک کوئی اور بہانہ نہ ملے اس کی پابندی کی جاتی تھی، اور جو فریق موقع ملتے ہی فوراً جسارت کرکے دشمن کو یکایک جا دبوچتا، اس کے لئے یہ اقدام کھلے انتقام کی کارروائی سے زیادہ موجب مسرت ہوتا تھا، کیونکہ امن اور سلامتی کی کسی کو فکر نہیں تھی اور سازش کے ذریعہ کامیابی کا حصول برتر ذہانت اور فہم و فراست کا ثبوت سمجھا جاتا تھا۔ عام طور پر ہوتا بھی یہی ہے کہ لوگ سادے سیدھے آدمی کی دیانت داری کی تعریف نہیں کرتے۔ لیکن چالباز کی ذہانت کو فوراً سراہنے لگتے ہیں، یہ تمام برائیاں ہوس اقتدار کی وجہ سے پیدا ہوئی تھیں جس کی تہ میں حرص و طمع کام کر رہی تھی، اور انہی جذبات کی شدت کی وجہ سے ان پارٹیوں نے جو سابق میں دست و گریباں رہ چکی تھیں، ایک دوسرے پر مظالم ڈھائے۔

ان شہروں کا ہر ایک لیڈر بڑے بڑے دعوے کرتا تھا جو یا تو شہریوں کی سیاسی مساوات سے یا اعتدال پسند حکومت خواص کے قیام سے متعلق ہوتے تھے، لیڈر دھوکہ دینے کے لئے ملک کے مفاد کو عزیز بتاتے تھے لیکن ان کے پیش نظر اپنا ذاتی مفاد ہوتا تھا، حصول اقتدار کی اس جدوجہد میں اچھے بُرے سبھی ذرائع بلاتامل استعمال کئے جاتے تھے اور انتہائی ہولناک ظلم وزیادتی کی جاتی تھی، ان کی انتقامی کارروائیاں تو اس سے بھی زیادہ وحشت ناک ہوتی تھیں جن میں نہ عدل وانصاف کا خیال ہوتا تھا اور نہ ملک کے مفاد کا بلکہ ہر چیز صرف پارٹی کے موقتی جذبہ کی کسوٹی پر جانچی جاتی تھی، کوئی فریق بھی مذہب کا احترام نہیں کرتا تھا اور مجرمانہ مقاصد کے حصول کے لئے پُر فریب الفاظ کا استعمال عام ہوگیا تھا، اعتدال پسند شہری ان دو فریقوں کے درمیان پس کر تباہ ہورہے تھے، کیونکہ یا تو اپنی اعتدال پسندی کے باوجود وہ رشک وحسد کی بنا پر ان جھگڑوں سے کنارہ کشی اختیار نہ کرسکے، یا لوگوں کو ان کا امن واطمینان سے رہنا گوارا نہیں ہوا۔

اس طرح انقلاب کی شورش سے یونانی مملکتوں میں ہر قسم کی ظلم وزیادتی کا دور دورہ ہوگیا، سادہ اور بے تکلف زندگی کے قدیم روایتی اقدار بدل گئے اور ہر جگہ ان کا مذاق اڑایا جانے لگا۔ اور سارا سماج ایسی ٹولیوں میں بٹ گیا جن کے اراکین میں باہمی اعتماد مفقود تھا، اگر کوئی اس صورت حال کو ختم کرنے کی کوشش بھی کرتا تو اس کی نیت پر شبہ کیا جاتا تھا، قسموں اور مقدس عہد وپیمان کا کوئی احترام باقی نہیں رہا تھا پائیدار نظام کے قیام کی کسی کو توقع نہیں تھی، اس لئے سب کو اطمینان خاطر اور سکون قلب سے زیادہ حفاظت ذات کی فکر رہتی تھی، اس کشمکش میں موٹی عقل والے افراد زیادہ

کامیاب ہوتے تھے، اپنی کمزوری کے احساس اور حریفوں کی چالاکی کے خوف سے انہیں بحث و مباحثہ میں زک ہونے اور چالباز مخالفوں کے اچانک متحدہ اقوام کا اندیشہ لگا رہتا تھا، اس لئے وہ جرات کرکے فوراً عملی چارہ کار اختیار کرتے تھے، اس کے برخلاف ان کے مخالف ذہین افراد اس گھمنڈ میں کہ ہر بات کا بروقت پتہ چل جائے گا اور یہ سمجھ کر جو چیز مصلحت اندیشی سے حاصل ہو سکتی ہے اس کے لئے عملی اقدام غیر ضروری ہے، اکثر اوقات نقصان میں رہتے تھے۔

اس قسم کے بیشتر جرایم کی وارداتیں اولاً گورکا پرایں ہوئیں، محکومین کے ساتھ اس سے قبل کبھی برابری کا سلوک نہیں کیا گیا تھا بلکہ وہ ہمیشہ حاکموں کے کبر و نخوت کا تختہ مشق بنتے رہے تھے، اب جو ان کو انتقام لینے کا موقع ملا تو پشتینی مفلس، غربت سے نجات پانے کے لئے غیر منصفانہ منصوبے باندھ کر پڑوسیوں کے مال و متاع کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگے اور طبقاتی مفاد کے لئے نہیں بلکہ فرقہ بندی کے جذبات کے تحت جو کشمکش شروع کی گئی تھی اس کی وجہ سے بالآخر وحشت اور درندگی کا دور شروع ہوا، شہروں کی زندگی جب اس طرح زیر و زبر ہو گئی تو انسانی فطرت جو ہمیشہ قانون کی پابندیوں کے خلاف بغاوت کرتی رہی ہے اور جس نے اب قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا، جذبات کی رو میں بہنے لگی، عدل و انصاف کا احترام باقی نہیں رہا اور لوگ ہر طرح کے اقتدار اور برتری کے دشمن ہو گئے۔ یہ ساری خرابی رشک و حسد کی وجہ سے پیدا ہوئی کیونکہ اگر یہ مہلک جذبات کارفرما نہ ہوتے تو جذبۂ انتقام کو مذہبی اصولوں پر اور ذاتی فائدہ کو عدل و انصاف پر ترجیح نہ دی جاتی، واقعہ یہ ہے کہ انسان انتقام کے جنون میں بسا اوقات ان عام قوانین کی بھی خلاف ورزی کر جاتا ہے جو عسرت کے زمانہ میں مساوی طور پر ہر شہری کو سہارا دیتے ہیں اور

یہ نہیں سونچتا کہ ان کو برقرار رکھنا چاہیئے تاکہ خود پر کوئی آفت آئے تو مدد مل سکے۔

جس وقت انقلاب کی آگ پہلے پہل کورکایرا کی فرقہ بندی کی وجہ سے پھیل رہی تھی، یوری میدون اور اس کا ایتھنیزی بیڑا وہاں سے روانہ ہوگیا اس کے بعد تقریباً پانچ سو کورکایری جلاوطن افراد جو بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے تھے، ارض براعظم کے چند قلعوں پر قابض ہوگئے، انھوں نے کورکایرا کے سمندری علاقہ پر تسلط قایم کرکے اسے مستقر بنایا اور وہاں سے اپنے ہم وطنوں پر چھاپے مارنے لگے اور اس قدر نقصان پہنچایا کہ شہر میں بڑا سخت قحط پڑگیا، ان لوگوں نے اپنی بحالی کی گفت و شنید کے لئے لاکے دیمون اور کورنتھ کو ایلچی بھی بھجوائے لیکن جب کامیابی نہیں ہوی تو کشتیاں اور اجیر سپاہی اکٹھا کرکے جزیرہ میں جا اترے، ان کی تعداد تقریباً چھ سو تھی، اور انھوں نے جزیرہ میں پہنچنے کے بعد کشتیوں کو آگ لگادی، تاکہ ملک پر قبضہ کرنے کے سوائے بچنے کی کوئی اور توقع باقی نہ رہے کوہ استونے پہنچ کر اپنے لئے استحکامات تعمیر کئے، شہر والوں کو دق کرنا شروع کیا، اور دیہی علاقوں پر قبضہ کر لیا۔

اسی موسم گرما کے اواخر میں ایتھنیزیوں نے بیس جہازوں کا ایک بیڑا لاخیس ابن میلانوپوس اور خاردیادیس ابن یوفیلیتوس کی سرکردگی میں سسلی روانہ کیا، جہاں سرقوسیوں اور لیونتی نیوں میں لڑائی چھڑ گئی تھی، کامارینہ کے سوائے باقی سارے ڈوریانی شہر سرقوسیوں کے حلیف تھے، ان کو آغاز جنگ کے وقت ہی لاکے دیمونی اتحاد میں شریک کر لیا گیا تھا، اگرچہ انھوں نے اس میں کوئی عملی حصہ نہیں لیا تھا، لیونتی نیوں کے حلیف کامارینہ اور کالکسی شہر تھے، اطالیہ میں لوکرسی سرقوسیوں کے اور رہیگیائی اپنے لیونتینی رشتہ داروں کے طرفدار تھے، لیونتی نیوں کے مخالفین نے اب ایتھنیز کو اپنے

سفیر بھجوائے اور قدیم الایام کے اتحاد اور اپنے ایونیائی نسل سے تعلق کا واسطہ دے کر ترغیب دی کہ ان کی کمک کے لئے ایک بیڑا بھجوایا جائے کیونکہ سرقوسیوں نے ان کی بحری اور برّی ناکہ بندی کر رکھی تھی، ایتھنیزیوں نے ہم نسلی کا بہانہ بنا کر جہاز روانہ کئے لیکن دراصل وہ سسلی سے پلوپونیز کو اناج کی برآمد روکنا چاہتے تھے اور سسلی کو اطاعت پر مجبور کرنے کے امکانات کا پتہ چلانا مقصود تھا۔ اسلئے انھوں نے رہیگیوم واقع اطالیہ کو اپنا مستقر بنایا اور اپنے حلیفوں کی مدد سے جنگ جاری رکھی۔

گیارھواں باب

جنگ کا چھٹا سال، مغربی یونان میں ڈیموس تھنیس کی مہمات، امیر کیسیہ کی تباہی

موسم گرما اس طرح ختم ہو گیا، اس کے بعد سرما میں دوبارہ ایتھنیز پر طاعون کا حملہ ہوا، اگرچہ اس وبا کا سلسلہ اس دوران میں وہاں کسی وقت بھی پوری طرح سے ختم نہیں ہوا تھا، تاہم اس کی ہلاکت خیزی بڑی حد تک کم ہو گئی تھی، یہ دوسرا حملہ ایک سال سے کچھ کم جاری نہیں رہا، پہلا حملہ دو سال تک جاری رہا۔ طاعون کی شدّت نے ایتھنیزیوں کو جس قدر پریشان اور کمزور کر دیا اس قدر کمزور اور پریشان کسی اور آفت نے نہیں کیا تھا جو بھاری ہتھیار بند پیادے پلیگ سے مرے، ان کی تعداد چار ہزار چار سو سے کم نہیں تھی، اس کے علاوہ تین سو سوار اس کی نذر ہو گئے اور عوام کی بڑی تعداد طاعون سے ہلاک ہو گئی جس کا شمار بھی صحیح طور پر نہیں کیا جا سکا، اس کے ساتھ ہی ایتھنیز، یوبیہ اور بویشیہ میں بے شمار بھونچال آئے اور خاص کر آخر الذکر ملک میں آرخومینوس پر زلزلوں سے سخت تباہی آئی۔

اسی موسم سرما میں سسلی کے ایتھنیزی بیڑے اور تیس رہیگیومی جہازوں کے دستہ نے ایولوس کے جزیروں کے خلاف ایک مہم کا آغاز کیا کیونکہ پانی کی قلت کی وجہ سے گرمیوں میں ان پر حملہ کرنا ممکن نہیں تھا، ان جزیروں میں لیپارائی آباد ہیں اور یہ ایک کنیدیائی نوآبادی ہے، یہ لوگ ان میں سے ایک ٹاپو یعنے لیپارا پر رہتے ہیں جو کچھ زیادہ بڑا نہیں ہے اور اس کو اپنا مستقر بنا کر بقیہ جزیروں یعنے دیدائی می، استرونگائل اور ہیئرا پر کاشت کرتے ہیں، رات میں ہیئرا کے جزیرہ سے آگ کے شعلے بلند ہوتے ہیں اور دن میں دھوئیں کے بادل اٹھتے ہیں جس کی بناء پر اس علاقہ کے لوگوں کا عقیدہ ہے کہ ہفیستوس دیوتا کا لوہارخانہ اسی جزیرہ میں واقع ہے، یہ جزائر سسلی اور میسینیہ کے ساحل سے قریب واقع ہیں اور وہ سرقوسیوں کے حلیف تھے ایتھنیزیوں نے ان کے علاقوں کو تباہ و برباد کیا لیکن جب اہل ملک نے اطاعت قبول کرنے سے انکار کر دیا تو رہیگیوم کو واپس چلے گئے۔ موسم سرما اس طرح ختم ہوا، اور اس کے ساتھ ہی اس جنگ کا پانچواں سال اختتام کو پہنچا جس کی یہ تاریخ طوسی دیدس نے لکھی ہے۔

جب موسم گرما آیا تو پلوپونیزی اور ان کے اتحادی آگس ابن آرکی داموس کی سرکردگی میں اٹیکا پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوئے، یہ بیڑا خاکنائے تک پہنچا ہی تھا کہ متعدد بھونچال آئے، جس کی وجہ سے وہ حملہ کئے بغیر واپسی پر مجبور ہو گئے۔ تقریباً اسی زمانہ میں جب کہ عام طور پر زلزلے کے جھٹکے آرہے تھے، یوبیہ میں ساحل اور روبیائے پر پانی کی سطح یکایک اتر گئی اور پھر ایسی زبردست موج آئی کہ شہر کا بیشتر علاقہ غرقاب ہو گیا، تموج کے موقوف ہو جانے کے بعد بھی شہر کے کچھ حصّے تہ آب رہ گئے، اس طرح جو علاقے

پہلے خشکی میں تھے وہ سمندر میں چلے گئے اور جو لوگ بروقت دوڑ کر اونچے مقامات پر نہیں پہنچ سکے وہ ڈوب کر مر گئے۔ اوپنتی لو کرسی ساحل کے قریب اطالانتہ میں بھی سمندر کا پانی اسی طرح چڑھ آیا جو ایتھنیز ی قلعہ کے ایک حصہ کو بہالے گیا اس کے علاوہ وہاں دو جہاز پانی سے باہر گھسیٹ کر ریت پر رکھے گئے تھے جن میں سے ایک موجوں کے ساتھ بہ کر سمندر میں چلا گیا۔ پیپارتھوس میں بھی سمندر کی سطح کچھ اتر گئی، لیکن اس کے بعد کوئی علاقہ غرقاب نہیں ہوا، البتہ زلزلے کے جھٹکے کی وجہ سے شہر پناہ کی دیواروں کا کچھ حصہ گر پڑا، اور ٹاؤن ہال اور بعض دوسری عمارتیں منہدم ہو گئیں، میں سمجھتا ہوں کہ یہ عجیب و غریب حادثات بھونچال کی وجہ سے پیش آئے، جن مقامات پر زلزلے کے شدید ترین جھٹکے آتے ہیں، وہاں سمندر کا پانی پیچھے کی طرف ہٹ جاتا ہے اور پھر دوہری طاقت کے ساتھ پلٹ کر خشکی پر چڑھ آتا ہے، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ بھونچال کے بغیر اس قسم کے حادثات کیسے پیش آسکتے ہیں۔

اسی موسم گرما میں سسلی کے مختلف محاربین نے مختلف فوجی کارروائیاں کیں، ایک تو خود اہل سسلی نے ایک دوسرے پر حملے کئے، دوسرے ایتھنیزیوں نے نبرد آزمائی کی، لیکن میں یہاں صرف اہل ایتھنیز کے اہم ترین محاربات کا ذکر کروں گا۔ جب ایتھنیزی سپہ سالار خاروپادلیس، سرقوسیوں کے ہاتھوں لڑائی میں مارا گیا تو لاخیس بلا شرکت غیرے کمان دار بن گیا، اور اس نے اپنے بیڑے کے علاوہ مخالفین کے بحری دستوں کو ساتھ لے کر حملہ کرنے کے ارادے سے میلائے کا رخ کیا جس کا تعلق مسینیہ سے تھا، میسینیائی محافظ فوج کے دو دستوں نے جہازوں سے اترتے وقت کمین گاہ سے نکل کر ان پر حملہ کیا لیکن سخت ہزیمت اٹھانی پڑی اور ایتھنیزیوں اور ان کے اتحادیوں نے اکثر

سپاہیوں کو تہ تیغ کر دیا، اس کے بعد انھوں نے قلعہ پر چڑھائی کی، اور اکراپولس پر قبضہ کر کے مفتوحین کو اپنے ساتھ مینیہ چلنے پر مجبور کیا، ایتھنزیوں اور ان کے مخالفین کی آواز کے پہنچتے ہی اس شہر نے بھی اطاعت قبول کر لی، اور فاتحین کے مطالبہ کے مطابق یرغمال دیے اور دوسری قسم کی ضمانتیں بھی فراہم کیں۔

اسی موسم گرما میں ایتھنزیوں نے پلوپونیز کی گشت کے لئے تیس جہاز ڈیموس تھنیس ابن الکس تھنیس اور پروکلیس ابن تھیودورس کی سرکردگی میں بھجوائے، اس کے علاوہ اور ساٹھ جہاز دو ہزار بھاری ہتھیار بند پیادوں کے ساتھ نکیاس ابن نکے راتوس کی کمان میں میلوس روانہ کئے، مقصد یہ تھا کہ اہل میلوس کو مغلوب کیا جائے جو جزائر کے باشندے ہونے کے باوجود نہ تو ایتھنز کی اطاعت قبول کرتے تھے اور نہ اس کی لیگ ہی میں شرکت پر رضامند ہوتے تھے، جب اپنے علاقوں کی تباہی اور بربادی کے باوجود وہ ایتھنز کے آگے سر جھکانے پر راضی نہیں ہوئے تو ایتھنزی بیڑا میلوس سے لنگر اٹھا کر اوروپوس روانہ ہوا، جو گرائیہ کے علاقہ میں واقع ہے اور رات کے وقت جہازوں سے اتر کر بھاری ہتھیار بند پیادے فوراً خشکی کے راستہ تناگرا واقع بوئیشیہ روانہ ہوئے جہاں راست ایتھنز سے ہپونیکس ابن کالیاس اور یوری میدون ابن تھوکلیس کی کمان میں آئی ہوئی فوج مقررہ مقام پر آملی، انھوں نے وہیں پڑاؤ ڈال دیا اور دن بھر تناگرا کے علاقوں میں لوٹ مار کرنے کے بعد رات وہیں بسر کی، دوسرے روز ان تناگریوں اور چند تھبنزیوں کو شکست دے کر جو مقابلہ کے لئے جہاز لے کر آئے تھے اور ان کے ہتھیار چھین کر فتح کی یادگار نصب کی اور اس کے بعد فوجی رسالے شہر میں داخل ہوئے اور دوسرے لوگ جہازوں کو لوٹ گئے، نکیاس ساٹھ جہازوں کا

بیڑا لے کر ساحل کے ساتھ ساتھ آگے بڑھا اور لوکرس کے ساحلی علاقوں کو پامال کرتا ہوا اپنے وطن کو لوٹ گیا،

انہی دنوں لاکے ڈیمونیوں نے تراخیس میں ہرقلیہ نامی نئی بستی بسائی، اس آبادکاری کا مقصد حسب ذیل تھا، مالسیوں کے کل تین قبیلے ہیں جو پاراکی ہئے ریائی اور تراخینی کہلاتے ہیں، آخرالذکر کو اپنے پڑوسی ایتائیوں کے مقابلہ میں لڑائی میں سخت نقصان ہوا تو انھوں نے اولاً اپنے آپ کو ایتھنیز کے حوالہ کرنے کا ارادہ کیا لیکن بعد میں اس اندیشہ سے کہ ایتھنیز ان کو خطرات سے پوری طرح محفوظ نہیں رکھ سکے گا، لاکے ڈیمون کو سفارت بھجوادی اور تسامینوس کو اپنا سفیر مقرر کیا، اس سفارت میں لاکے ڈیمونیوں کے آبائی وطن سے تعلق رکھنے والے دوریانی بھی شریک ہو گئے، کیونکہ ان کو بھی ریتائیوں نے نقصان پہنچایا تھا، ان سفرا کے بیانات سننے کے بعد لاکے ڈیمونیوں نے متذکرہ نوآبادی کے قیام کے لئے اپنے شہریوں کو بھجوانے کا فیصلہ کیا تاکہ تراخینیوں اور دوریانیوں کو مدد ملے، اس کے علاوہ ان کا خیال یہ بھی تھا کہ مجوزہ نوآبادی اپنے محل وقوع کے لحاظ سے ایتھنیزیوں سے جنگ کے لئے مفید ثابت ہوگی! یوبیہ کے مقابلہ کے لئے وہاں جہازوں کا ایک دستہ متعین کیا جا سکتا ہے، جہاں سے یہ جزیرہ قریب پڑتا ہے اور ہرقلیہ تھریس کے راستہ میں فوجی چوکی کا بھی کام دے گا، مختصر یہ کہ اس نوآبادی کے قیام کو لاکے ڈیمونیوں نے ہر طرح مفید سمجھا اور بڑی سرگرمی سے آبادکاری کے انتظامات شروع کئے۔ سب سے پہلے ڈیلفی کے دیوتا سے استخارہ کیا اور وہاں سے تائیدی جواب ملنے کے بعد اسپارٹی اور بیرلوئکی آبادکاروں کو روانہ کیا اور ساتھ ہی یہ بھی اعلان کیا کہ اکایۃ والوں اور بعض دوسری اقوام کے سوائے یونان کے بقیہ حصوں کے لوگ بھی چاہیں تو ہرقلیہ میں آباد

ہو سکتے ہیں، لیوکن، الکی داس، اور داماگون نامی تین لاکے ڈیمونی اس نوآبادی کے موسس مقرر کئے گئے، جب یہ نئی بستی آباد ہو گئی تو انھوں نے شہر پناہ ازسرنو تعمیر کی، یہ شہر اب ہرقلیہ کہلاتا ہے اور تھرموپلائے سے تقریباً ساڑھے چار میل اور ساحل سمندر سے سوا دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے، یہاں انھوں نے جہازوں کے لئے گودیوں کی تعمیر شروع کی اور تھرموپلائے کے طرف کے حصہ کا راستہ درہ کے قریب ہی بند کر دیا تاکہ حملہ کی صورت میں شہر کا بچاؤ آسانی سے کیا جا سکے۔

اس نوآبادی کے قیام کا مقصد علانیہ طور پر یہ تھا کہ یوبیہ کو دق کیا جائے (کیوں کہ یہاں سے جزیرہ پر کنایوم نامی مقام بہت قریب تھا) اس لئے پہلے پہل ایتھنیزیوں نے سخت خطرہ محسوس کیا لیکن دراصل اس شہر نے کوئی کارروائی نہیں کی، اور اس طرح یہ اندیشہ غلط ثابت ہوا، اس کا سبب یہ تھا کہ تھسالوی جن کا تسلط ان علاقوں پر قایم تھا اور جن کا موقف ہرقلیہ کے قیام کی وجہ سے نازک ہو گیا تھا، ان کو اندیشہ ہوا کہ ممکن ہے یہ نیا پڑوسی بہت زیادہ طاقتور بن جائے، اس لئے وہ آبادکاروں کو پریشان کرتے رہے اور ان پر مسلسل حملے بھی کئے یہاں تک کہ وہ خراب و خستہ حال ہو گئے۔ اگرچہ شروع میں آبادکاروں کی تعداد کافی زیادہ تھی اور یونان کے سارے علاقوں سے لوگ جوق در جوق آ رہے تھے، اور عام خیال یہ تھا کہ چونکہ یہ نئی بستی لاکے ڈیمونی بسا رہے تھے اس لئے وہاں خوش حالی اور اطمینان کی زندگی بسر کی جا سکے گی، لیکن ان کو ایک طرف تھسالویوں نے ستایا تو دوسری طرف خود لاکے ڈیمونی حاکموں نے بدتمیزی سے کام لے کر اور ناانصافیاں کر کے ہرقلیہ کی خوش حالی کو نقصان پہنچایا جس سے اس کی آبادی گھٹنے لگی،

اور اکثر باشندے خائف ہوگئے۔ ان اسباب کی بنا پر تھسالوی اس نوآبادی پر غلبہ پانے میں آسانی سے کامیاب ہوگئے۔

اسی موسم گرما میں اور تقریباً انہی دنوں جب کہ ایتھنیزی میلوس میں رکے ہوئے تھے، ان کے ہم وطنوں کے تیس جہازوں کے بیڑے کے سپاہیوں نے جو پلوپونیز کا دورہ کر رہا تھا، ایلومینوس واقع لیوکیدیہ کے حفاظتی دستہ کے چند سپاہیوں کو کمین گاہ سے حملہ کر کے تہ تیغ کر دیا، اور اس کے بعد اوے نیاداے کے سوائے اکارنانیہ کی ساری فوج ان کے ساتھ ہوگئی اور یہ لشکر کثیر خود لیوکاس کے خلاف روانہ ہوا، اس وقت زاکن تھوس اور سفالینیہ کے بحری بیڑے اور کورکایرا کے پندرہ جہاز بھی ان کے ساتھ تھے، لیوکیڈیہ والے خاکنائے کے باہر اور حدود خاکنائے میں جہاں شہر لیوکاس اور اپولو کا مندر واقع ہے، اپنے علاقوں کو پامال ہوتا دیکھ رہے تھے لیکن حملہ آوروں کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ مدافعت کی کارروائی کرنے کی جرات نہیں ہوئی۔
اکارنانیوں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو ایتھنیزی سپاہ سالار ڈیموس تھینیس کو مشورہ دیا کہ ایک فصیل تعمیر کر کے براعظم کے علاقہ سے شہر کا تعلق منقطع کر دیا جائے ان کا ایقان تھا کہ یہ طریقہ کار اختیار کرنے کے بعد شہر پر قبضہ کیا جا سکے گا۔ اور ایک خطرناک دشمن سے ہمیشہ کے لئے نجات مل جائے گی۔

اسی اثنا میں میسینیہ والوں نے ڈیموس تھنیس کو ترغیب دی کہ فوجوں کی کثیر تعداد سے فائدہ اٹھا کر ایتولیوں پر حملہ کیا جائے جو نہ صرف نوپاکتوس کے دشمن ہیں بلکہ ان کی شکست کے بعد ارض براعظم کے اس نواح کے علاقوں پر ایتھنیز کا قبضہ آسانی سے ہو سکے گا۔ گو ایتولیوں کی تعداد زیادہ ہے اور وہ ایک جنگجو قوم سے تعلق رکھتے ہیں لیکن وہ ایک دوسرے سے دور

اور بنتشر دیہات میں رہتے ہیں جن کے اطراف فصیلیں نہیں ہیں، اس کے علاوہ وہ ہلکے ہتھیار استعمال کرتے ہیں، اس لئے میسنیہ والوں کا خیال تھا کہ ان کو کمک ملنے سے پہلے آسانی کے ساتھ اطاعت پر مجبور کیا جاسکے گا۔ انھوں رائے دی کہ پہلے اپودوتیہ پر حملہ کیا جائے، پھر اوفیونیہ پر اور اس کے بعد یوری تینیہ پر دھاوا کیا جائے جن کا قبیلہ یوتولیہ میں سب سے بڑا ہے، ان لوگوں کی زبان بہت ہی مشکل سمجھی جاتی ہے، اور یہ گوشت کچا ہی کھا جاتے ہیں، ان قبیلوں کو اطاعت پر مجبور کیا گیا تو بقیہ علاقے آسانی سے فرماں برداری قبول کرلیں گے۔

ڈیموس تھنیس نے اس مشورہ کو قبول کرلیا، میسنیہ والوں کو خوش کرنے کے لئے نہیں بلکہ اس نے سوچا کہ اگر براعظم میں ایتھنیز کے حلیفوں میں اہل یوتولیہ بھی شریک ہوجائیں تو وہ وطن سے کمک طلب کئے بغیر. بویشیہ پر حملہ کرنے کے لئے اوزولی لوکرس سے کیتیوم واقع دورس کی طرف بڑھ کر وہ پارناسوس کو سیدھے ہاتھ کی جانب چھوڑتے ہوے اچانک فوکس میں داخل ہوجائے، اہل فوکس جو ایتھنیز کے بہت پرانے دوست ہیں فوراً اس کے ساتھ ہوجائیں گے لیکن اگر کسی وجہ سے انھوں نے بطور خود یہ اقدام نہیں کیا تو ان کو ساتھ دینے پر مجبور کیا جائے اور فوکس پہنچتے ہی اس کا لشکر بویشیہ کی سرحد پر ہوگا، یہ منصوبہ باندھکر اکارنانیوں کی مرضی کے خلاف اس نے لنگر اٹھایا اور سارے جہازوں اور فوجوں کو لے کر ساحل کے ساتھ ساتھ سولیوم پہنچا جہاں اس نے اکارنانیوں کو اپنے ارادوں سے آگاہ کیا، اور جب انھوں نے لیوکاس کے محاصرہ سے پہلے آگے بڑھنے سے انکار کیا تو بقیہ لشکر کو لے کر جس میں اہل سفالینیہ، اہل میسنیہ اور زاکنتھوسیوں کے علاوہ خود اس کے بیڑے کے تین سو سپاہی شامل تھے، (پندرہ کورکا بری جہاز جو اس کے بیڑے میں شامل ہوئے تھے پہلے ہی واپس

ہو چکے تھے) ایتولیوں کے خلاف مہم پر روانہ ہوا، توکرس میں اوئے نیوں کو اپنا مستقر بنایا۔ کیونکہ اوزولی لوکرسی ایتھینز کے حلیف تھے اور انھوں نے اندرون ملک اپنی ساری فوجوں کے ساتھ آملنے کا وعدہ کیا تھا، چونکہ یہ لوگ یوتولیوں کے پڑوسی ہیں اور انہی کی طرح کے آلات حرب استعمال کرتے ہیں اس لئے توقع تھی کہ ان کی اس نواح سے واقفیت اور وہاں کے باشندوں کے طریق جنگ سے آگاہی سے اس معرکہ میں بڑی مدد مل سکے گی۔

فوج نے رات نیمیائی زیوس کے مندر کے علاقہ میں زیر سما گزار دی جہاں کہا جاتا ہے کہ ہیسود نامی شاعر کو اہل ملک نے اس لئے قتل کر دیا تھا کہ ایک کاہن کی پیشین گوئی تھی کہ اس کا انتقال نیمیہ میں ہوگا، ڈیموس تھنیس گجردم یوتولیہ حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ اس نے پہلے روز پوتی دانیہ پر دوسرے روز کروکائیلے پر اور تیسرے روز تخیوم پر قبضہ کر لیا اور وہاں مقام کر کے مال غنیمت یوپالیوم واقع لوکرس بھجوا دیا، اب اس نے سوچا کہ آگے بڑھ کر اوفونیہ کو اطاعت پر مجبور کیا جائے اور اگر اس میں کامیابی نہ ہو تو نئو پاکتوس لوٹ جائے اور وہاں ان پر دوبارہ حملہ کی تیاری کرے، ادھر یوتولیوں کو اس کے ارادوں کی اطلاع شروع ہی سے ہو چکی تھی اور جونہی حملہ ہوا ان کی ایک بہت بڑی فوج میدان جنگ میں آپہنچی جس میں سارے قبیلوں کے سپاہی شریک تھے، انتہائی دور افتادہ علاقوں کے رہنے والے اوفیونی، بومنسی اور کالیئنسی بھی جو خلیج مالیہ کے نواح تک پھیلے ہوئے ہیں، اس فوج میں شریک تھے۔

اہل میسنیہ بہرحال اپنی رائے پر قایم رہے، انھوں نے ڈیموس تھنیس کو یقین دلایا کہ ایولیہ کی فتح بائیں ہاتھ کا کھیل ہے اور اصرار کیا کہ جلد از جلد آگے بڑھ کر جو بھی دیہات راستہ میں ملیں ان پر قبضہ کر لیا جائے، اگر تاخیر کی گئی تو

ساری آبادی مسلح ہو کر مقاومت کے لئے نکل آئے گی، ایک تو مشیروں نے اس طرح اصرار کیا، دوسرے اس وقت تک کہیں بھی کوئی اس کے راستہ میں حایل نہیں ہوا تھا۔ اس لئے ڈیموس تھنیس نے قسمت پر بھروسہ کرکے کوچ کا حکم دیا۔ اس نے نوکرس سے آنے والی کمک کا انتظار نہیں کیا جس کے ہلکے ہتھیار بند تیزہ باز آنے والے تھے جن کی لشکر میں بڑی قلت تھی، اس نے یلغار کرکے آئی گیتیوم پر دھاوا کیا تو وہاں کے باشندے دوڑ کر ایک اونچی پہاڑی پر پہنچ گئے جو شہر سے نومیل کے فاصلہ پر ہے، اس دوران میں اہل یوتولیہ بھی مدد کو آگئے اور اب انھوں نے پہاڑی پر سے دوڑ دوڑ کر ہر طرف سے ایتھنیزیوں اور ان کے حلیفوں پر حملے شروع کئے، وہ پھینک مارنے کی برچھیوں سے حملہ کرتے تھے، ایتھنیزی فوج جب آگے بڑھتی تو پہاڑی کے اوپر چلے جاتے اور پھر فوج کے پیچھے ہٹتے ہی اتر کر وار کرتے تھے، بڑی دیر تک لڑائی اس ہنج پر ہوتی رہی، فوج آگے بڑھتی تھی، اور پھر پیچھے ہٹتی تھی، اور اس نقل و حرکت میں ہر وقت ایتھنیزیوں کا زیادہ نقصان ہوتا تھا۔

تاہم جب تک تیراندازوں کے پاس تیر تھے اور ان کو استعمال کرنے کی سکت باقی تھی ان کے قدم جمے رہے اور ہلکے ہتھیار بند یوتولیائی تیروں کے وار کی تاب نہ لاکر پسپا ہوتے رہے لیکن جب تیرانداز دستہ کا سردار ہلاک ہوگیا اور اس کی جمعیت منتشر ہوگئی تو سپاہی بار بار آگے بڑھنے اور پیچھے ہٹنے کی مشقت سے خستہ حال ہوگئے۔ ادھر یوتولوی برچھیوں کے حملوں کا دباؤ بڑھ گیا تو بالآخر پیٹھ پلٹا کر بھاگ نکلے اور اس نواح سے ناواقفیت کی وجہ سے سربستہ دروں اور گھاٹیوں میں گھس کر ہلاک ہوگئے۔ بدقسمتی سے انکا میسنائی رہبر کرومون بھی ہلاک ہوگیا تھا، اکثر مفرور سپاہیوں کو پھرتیلے یوتولیائی

ہلکے ہتھیار بند سپاہیوں نے تعاقب کر کے جا لیا اور برچھیوں سے وار کر کے ہلاک کر ڈالا، بیشتر سپاہی غلط راستہ پر آگے بڑھ کر جنگلاتی علاقوں میں داخل ہو گئے تو غنیم نے فوراً ان کے اطراف کے حصوں میں آگ لگا دی، واقعہ یہ ہے کہ ایتھنیزی سپاہی ہر طرح سے موت کا شکار ہوئے اور فراری کے وقت سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، جانبر شدہ جوان بہ مشکل بچ کر ساحل سمندر اور اوئے نیوں واقع نوکرس پہنچے جہاں سے انھوں نے ابتداً پیش قدمی کی تھی، متعدد حلیف ہلاک ہو گئے، ہلاک ہونے والے بھاری ہتھیار بند ایتھنیزی پیادوں کی تعداد ایک سو بیس سے کم نہیں تھی اور یہ سب کڑیل جوان اور بلا شبہ شہر ایتھنیز کے بہترین سپاہی تھے، جو لوگ اس لڑائی میں کام آئے، ان میں ڈیموس تھنیس کا شریک کار پروکلیس بھی شامل تھا، اس کے بعد عارضی صلح کا معاہدہ کر کے ایتھنیزی اپنے مقتولوں کی لاشیں لے کر نئو پاکتوس لوٹ گئے اور وہاں سے اپنے جہازوں میں ایتھنیز روانہ ہوئے، ڈیموس تھنیس کو اس تباہی کی وجہ سے وطن لوٹنے اور ہم وطنوں کو اپنی صورت دکھانے کی ہمت نہیں ہوئی، اس لئے وہ نئو پاکتوس اور اس کے نواح ہی میں ٹھیرا رہا۔

سلی کے ساحل پر جو ایتھنیزی تھے وہ تقریباً انہی دنوں سمندری راستہ سے لوکرس کے لئے روانہ ہوئے اور جہازوں سے اتر کر اچانک دھاوا کر کے ان لوکرسیوں کو شکست دی جو ان کے مقابلہ پر آئے تھے، اس کے بعد انھوں نے دریائے ہالکس کے کنارے ایک قلعہ پر قبضہ کر لیا۔

اسی موسم گرما میں اہل یوتولیہ جنھوں نے ایتھنیزیوں کے حملہ سے پہلے کورنتھ اور لاکے دیمون کو سفارت بھجوائی تھی، نئو پاکتوس کے خلاف جس نے ایتھنیزیوں کو حملہ کی دعوت دی تھی، فوجی امداد کا وعدہ لینے میں کامیاب ہوئے، یہ سفارت

تودوفوس نامی اوفیونی، یوریادلیس نامی یوریتینیائی اور تساندر نامی اپودوتی پر مشتمل تھی، اس وعدہ کے مطابق لاکے دیموینیوں نے موسم خزاں کے اوایل میں اپنے حلیفوں کے تین ہزار بھاری ہتھیار بند پیادے یوری لوخوس نامی اسپارٹی کی کمان میں بھجوائے، جس کے ہمراہ ماکادیوس اور منے دایوس نامی اسپارٹی بھی تھے، متذکرہ بالا فوج کے پانچ سو پیادے ترافیس میں نئے آباد شدہ شہر ہرقلیہ سے آئے تھے۔

جب یہ فوجیں دلفی پہونچیں تو یوری لوخوس نے اوزولی لوکریوں کے پاس اپنا قاصد بھجوایا۔ کیوں کہ نوپاکتوس کا راستہ ان کے علاقہ میں سے ہو کر گذرتا تھا، اس کے علاوہ وہ ایتھنیز سے ان کے تعلق کو بھی منقطع کرنا چاہتا تھا لوکرس میں اس سازش میں پیش پیش امفیسی تھے جن کو فوکیوں کے حملہ کا سخت اندیشہ تھا۔ حملہ آور فوجوں کے خوف سے پہلے خود انھوں نے یرغمال دیے اور اس کے بعد دوسروں کو اس کی ترغیب دی، پہلے ان کے پڑوسی مائی اونیون نے جن کے علاقہ میں انتہائی دشوار گذار درّے واقع ہیں یرغمال حوالہ کئے۔ اس کے بعد اپنیائیوں، مسایوں، تریتائیوں، کالائیوں، تولونیوں، ہسیوں اور اونتھیوں نے یرغمال دیے اور ساتھ ہی یہ سب اس مہم میں شریک ہو گئے۔ البتہ اولپائیوں نے صرف یرغمال دیے اور مہم میں شریک نہیں ہوئے ہی یائی نہ یرغمال دینے پر راضی ہوے اور نہ مہم میں شریک ہونے پر آمادگی ظاہر کی تو پولس نامی قریہ پر قبضہ کر کے ان کو اس پر مجبور کیا گیا۔

مہم کے سارے انتظامات مکمل کر لینے کے بعد یوری لوخوس نے یرغمال کو تینیوم واقع دورس میں چھوڑ دیا اور لوکریوں کی سرزمین میں سے گذر کر نیوپاکتوس کی جانب اقدام کیا اور راستہ میں اوئے نیون، اور

یوپالیوم نامی دو لیوکرسی بلدیات پر قبضہ کر لیا، جنھوں نے اس کا ساتھ دینے سے انکار کیا تھا، جب یہ لشکر نیؤ پاکتوس کی حدود میں داخل ہوا تو یوتولیائی بھی آملے اور انھوں نے ان علاقوں کو تباہ و تاراج کر کے شہر کے ان مضافات پر قبضہ کر لیا جن کے اطراف حفاظتی دیواریں نہیں تھیں، اس کے بعد مولی کریوم کو بھی اطاعت پر مجبور کیا جو ایتھنیز کی باجگزار کورنتھی نوآبادی تھی، اس اثنا میں ڈیموس تھنیس نے جو یوتولیہ کی لڑائی کے بعد نیوپاکتوس کے نواح میں ٹھیرا ہوا تھا، حملہ آور فوجوں کی آمد کی اطلاع پائی تو گھبرایا کہ کہیں شہر ہاتھ سے نہ نکل جائے اور اکارنانیوں کو سمجھا بجھا کر نیؤ پاکتوس کی مدد کرنے پر راضی کر لیا گو یہ کوئی آسان کام نہیں تھا کیوں کہ ان کے مشورہ کے خلاف اس نے لیوکاس سے اپنی فوجیں ہٹالی تھیں، اس کے بعد ایک ہزار بھاری ہتھیار بند اکارنانیائی پیادے ڈیموس تھنیز کے بیڑے کے جہازوں میں سوار ہو کر روانہ ہوے، اور بڑی ہمت و شجاعت سے کام لے کر شہر کو دشمن کے حملہ سے بچایا۔ اگر یہ کمک وقت پر نہ پہنچتی تو مقاومت بہت مشکل ہو جاتی، کیونکہ شہر کی فصیلیں بہت لمبی تھیں جن کی حفاظت کے لئے سپاہی کافی تعداد میں موجود نہیں تھے اب یوری لوخوس اور اس کے ہمراہیوں نے دیکھا کہ کمک کے داخل ہو جانے کی وجہ سے دھاوا کر کے شہر پر قبضہ کرنے کا امکان باقی نہیں رہا تو وہاں سے لوٹ گئے لیکن پلوپونیز جانے کی بجائے اس ملک کی طرف روانہ ہوئے جو پہلے ایولس کہلاتا تھا اور اب کالیدون کے نام سے مشہور ہے، وہاں سے پلورون اور اس نواح کے دوسرے علاقوں میں سے گزرتے ہوئے پروسکیوم واقع یوتولیہ پہنچے، کیوں کہ امبرکیہ والوں نے امفی لوکی آرگوس اور امفی لوکیہ اور اکارنیہ کے دوسرے علاقوں کے خلاف ان سے مدد طلب کی تھی اور

یقین دلایا تھا کہ یہ ممالک مسخر ہو جائیں تو پر اعظم کے سارے ملک لا کے دیبون کے حلیف بن جائیں گے۔ یوری لوخوس نے ان کی صلاح مان لی، اور پوتو لیہ کے دستہ کو برخواست کر کے خود وہیں پڑاؤ ڈالے رہا تاکہ امبر لیسیہ کی فوجیں میدان کارزار میں آئیں تو ان سے آرگوس ہیں جا ملے۔

اب موسم گرما ختم ہو چکا تھا۔ سرما شروع ہوا تو سسلی کے ایتھنیزیوں نے اپنے یونانی اتحادیوں اور سِکل کے ایسے باشندوں اور سر قوسیوں کے مخالفین کو ہمراہ لے کر جو ایتھنیز کے طرفدار ہو گئے تھے، سِکل کی بلدیہ انیسہ کے خلاف اقدام کیا جس کے اکروپوس پر سر قوسیوں کا قبضہ تھا، یہ حملہ ناکام رہا تو وہاں سے لوٹ گئے۔ واپسی میں حلیفوں کی فوجیں ایتھنیزیوں کے پیچھے چل رہی تھیں جن پر سر قوسیوں نے قلعہ پر سے حملہ کر کے شکست فاش دی اور سپاہیوں کی بڑی تعداد کو ہلاک کر ڈالا۔ اس کے بعد لاخیس اور ایتھنیزی بحری بیڑے کے سپاہیوں نے لوکرس پر چند اچانک حملے کئے اور ان لوکرسیوں کو شکست دے کر جو پروکسے نوس ابن کاپاتون کے ہمراہ دریائے کائے کینوس پر مقابلہ کے لئے آتے تھے، اور ان میں سے چند کے ہتھیار چھین کر آگے بڑھ گئے۔

اسی موسم سرما میں ایتھنیزیوں نے دیلوس کی تطہیر کی رسم ادا کی، جس کی ہدایت کہا جاتا ہے کہ کسی کاہن نے دی تھی، اس سے پہلے پیسستراتوس نامی خود سر حاکم نے بھی دیلوس کی تطہیر کی تھی لیکن اس وقت یہ کارروائی جزیرے کے سارے علاقوں میں نہیں کی گئی بلکہ جو حصے مندر کے پاس سے نظر آتے تھے ان ہی کو پاک کیا گیا تھا اب بہرحال اس سارے علاقہ کی تطہیر اس طرح پر کی گئی کہ اس وقت تک جو لوگ اس سرزمین میں دفن کئے گئے تھے، ان کی ہڈیاں قبروں سے نکال کر باہر پھنکوا دی گئیں اور آئندہ کے لئے اعلان کر دیا گیا کہ وہاں کسی کو مرنے یا بچہ جننے کی اجازت

نہیں ہو گی بلکہ مرنے والوں اور حاملہ عورتوں کو جزیرۂ رہینیہ پہنچا دیا جائے گا جو وہاں سے اس قدر قریب ہے کہ سیموس کے خود سر حاکم پولیکراتیس نے اپنی بحری طاقت کے عروج کے زمانہ میں اسے بھی اپنے مفتوحہ جزیروں کی فہرست میں شریک کر کے دیلیائی رپولو کے اوقاف میں شریک کرنے کے لئے دیلوس کے ساتھ زنجیر سے باندھ دیا تھا۔

اس تطہیر کے بعد ایتھنزیوں نے پہلی بار دیلیائی کھیلوں کا پانچ سالہ تیوہار منایا۔ اس میں شبہ نہیں کہ زمانۂ سابق میں دیلوس کے میلہ میں اہل ایونیہ اور آس پاس کے جزیروں کے لوگ بڑی تعداد میں جمع ہوئے تھے جیسا کہ آج کل ایونیائی افےسوس کے میلہ میں شریک ہوتے ہیں، اور دیلوس میں کھیلوں اور شعر و شاعری کے مقابلے ہوتے تھے اور مختلف شہروں سے ناچنے والوں کے طائفے آتے تھے، جس کا سب سے زیادہ واضح ثبوت ہومر کی نظم حملہ اپولو کے مندرجہ ذیل اقتباس سے ملتا ہے:۔

اے سورج کے دیوتا! دنیا کا کوئی نزدیک یا دور کا مقام
تیری آنکھوں سے چھپا نہیں ہے، یوں تو تیرا گذر ہر جگہ ہوتا ہے
لیکن تمام مقامات میں دیلوس تجھے سب سے زیادہ عزیز ہے
اس سرزمین میں ایونیائی لوگ تقریبی پوشاکیں پہنے بیوی بچوں
کے ساتھ تیرے میلہ میں شریک ہونے جوق جوق چلے آتے ہیں
وہ ہر مقابلہ میں شریک ہوتے وقت تجھ سے مدد مانگتے ہیں۔
تیری مالا جپتے ہیں اور حمد و ثنا کے گیت گاتے ہیں۔

ہومر کی اس نظم سے اس واقعہ کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ میلہ کے موقع پر ایونیائی شعر و شاعری کے مقابلوں میں حصہ لیتے تھے، عورتوں کے دیلیائی

رقص کی دل کشیوں کا ذکر کرنے کے بعد اس مدحیہ نظم میں ہومر نے خود اپنی ذات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے، چنانچہ یہ نظم حسب ذیل طریقہ پر ختم ہوتی ہے:۔

شاد باش اے پری جمالو۔
اپولو دیوتا تمہیں ہمیشہ شاد و آباد رکھے۔
میں رخصت ہوتا ہوں مگر مجھے اپنے دل سے بھلا نہ دینا۔
اور اگر کبھی کوئی اور سیلانی تمہارے ساحل پر اُترے۔
اور پوچھے کہ تمہیں کس کے گیت سب سے زیادہ لبھاتے ہیں،
تو اس وقت مجھے یاد رکھنا اور مسکرا کر جواب دینا۔
"ہمیں تو سکیو کے کوہستانی جزیرے کے۔
نابینا بڈھے کے گیت سب سے زیادہ عزیز ہیں۔

اس طرح ہومر کے کلام سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ عہد عتیق میں دیوس میں ایک میلہ ہوتا تھا جس میں لوگ بڑی تعداد میں جمع ہوتے تھے، بعد کے زمانہ میں اگرچہ اہل جزائر اور ایتھنزیوں نے ناچنے والوں کی ٹولیاں اور قربانیاں بھجوانے کا طریقہ جاری رکھا لیکن کھیلوں کے مقابلوں کے انعقاد اور بیشتر دوسری رسموں کا سلسلہ غالباً افلاس اور نامساعد حالات کی وجہ سے ختم ہوگیا، اس کے بعد اب پھر ایتھنزیوں نے کھیلوں کے مقابلہ کا انتظام کیا اور جدت سے کام لے کر اس کی دلچسپیوں میں گھوڑ دوڑ کا اضافہ کیا۔

اسی موسم سرما میں اہل امبر لیبیہ نے اس وعدہ کے مطابق جو انھوں نے یوری لوخوس کی فوجوں کو اپنے پاس روک رکھتے وقت کیا تھا، امفی لوکی آرگوس کے خلاف تین سو بھاری ہتھیار بند پیادوں کے ساتھ اقدام کیا اور آرگوسی علاقہ پر حملہ کر کے اولپائے کے قلعہ پر قبضہ کر لیا جو ساحل سمندر سے قریب ایک

پہاڑی پر واقع ہے اور جس پر استحکامات تعمیر کر کے اکارنانیائی اپنے ملک کی خصوصی عدالت کے اجلاس کیا کرتے تھے، یہ مقام شہر آرگوس سے تقریباً پونے تین میل دُور ساحل سمندر پر واقع ہے، اس اثنا میں اکارنانیائی اپنی فوج کا کچھ حصّہ لے کر آرگوس کی مدد کے لئے روانہ ہوئے، ان کی بقیہ فوجیں امفی لوکیہ میں بمقام کرینائے رکی رہیں تاکہ یوری لوخوس اور اس کی پلوپونیزی فوجوں کی نقل و حرکت پر نگرانی رکھی جائے اور ان کو اس علاقہ میں سے گذر کر امبریسیوں سے جا ملنے سے روکا جائے ساتھ ہی انھوں نے ایتولیائی مہم کے کمانڈار ڈیموس تھنیس کے پاس اپنا قاصد بھجوا کر درخواست کی کہ ان کی سرکردگی قبول کرے، اور پلوپونیز کے قریب جو بیس ایتھنیزی جہاز ارسطو ابن تموکراتیس اور ہیرد فون ابن افتمنس کی کمان میں گشت کر رہے تھے ان کو مدد کے لئے طلب کیا، ادھر اولپائے کے امبریسیوں نے خود اپنے شہر کو ایک قاصد بھجوا کر التجا کی کہ شہر کی ساری جمعیت امداد کے لئے بھجوائی جائے، کیوں کہ ان کو خوف تھا کہ ممکن ہے یوری لوخوس کی فوج کے راستہ میں اکارنانیای حایل ہو جائیں اور اس طرح وہ مدد کو نہ آسکیں تو کسی کمک کے بغیر ہی لڑنا پڑے گا یا اگر پیچھے ہٹنے کا فیصلہ کیا گیا تو وہ بھی خطرہ سے خالی نہ ہوگا۔

اس دوران میں یوری لوخوس اور اس کے پلوپونیزی ہمراہیوں کو جب اولپائے سے امبریسی فوج کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ ان سے جا ملنے کے لئے پروسکیوم سے بعجلت ممکنہ روانہ ہوے اور اکے لاؤس کو عبور کر کے اکارنانیہ کے علاقوں میں سے گزرے جہاں کے باشندے تخلیہ کر کے آرگوس کی مدد کے لئے چلے گئے تھے وہ استراتیوں کے شہر اور اس کی حفاظتی فوجوں کو اپنے سیدھے ہاتھ کی طرف اور اکارنانیہ کے بقیہ علاقوں کو الٹے ہاتھ کی طرف چھوڑتے ہوئے آگے بڑھے۔

استراتیوں کی حدود میں داخل ہو کر فائی تیہ میں سے گزرے اور اس کے بعد میدیوں کے بازو سے ہو کر لمنائیہ میں سے گزرے ہوئے اکارنانیہ کی حدود کے باہر نکل کر اگرائیہ کی سرزمین میں داخل ہوئے، جس سے ان کے دوستانہ تعلقات تھے، وہاں سے کوہ تھائی ماؤس پہنچ کر اسے عبور کیا (یہ پہاڑ اگرائیہ کے علاقہ میں ہے) اور رات کے وقت آرگوس کی حدود میں داخل ہو کر شہر آرگوس اور کرینائے میں اکارنانیوں کی فوجی چوکیوں کے پاس سے آگے بڑھ کر اولپائے میں امبریسی افواج سے جا ملے۔

اول صبح یہ دونوں فوجیں ایک دوسرے سے مل گئیں، جس کے بعد انہوں نے متروپولس نامی ایک مقام کا محاصرہ کر کے پڑاؤ ڈال دیا، اس کے بعد زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ بیس جہازوں کا ایتھنیزی بیڑا آرگوسیوں کی مدد کے لئے خلیج امبریسیہ میں داخل ہوا، اس بیڑے میں ڈیموس تھنیس کے ہمراہ مبینیہ کے دو سو بھاری ہتھیار بند پیادے اور ساٹھ ایتھنیزی تیر انداز تھے جس وقت اولپائے کے قریب بحری بیڑا سمندر کی جانب سے پہاڑی کا راستہ روکے کھڑا تھا اس سے پہلے ہی اکارنانیائی اور چند امفی لوکی جنہیں امبریسیوں نے بہ جبر روک رکھا تھا آرگوس پہنچ چکے تھے اور خود اپنے کمانداروں کی رضامندی سے ڈیموس تھنیس کو ساری متحدہ فوجوں کا سپاہ سالار مقرر کر کے دشمن سے مقابلہ کی تیاری کر رہے تھے، ڈیموس تھنیس فوجوں کو آگے بڑھا کر اولپائے کے قریب پہنچا اور ایک وسیع گھاٹی کے پاس پڑاؤ ڈال دیا۔ جسکی دوسری جانب دشمن کی فوج تھی، پانچ روز تک طرفین خاموش رہے اور چھٹے دن دونوں نے لڑائی کے لئے صف آرائی کی، پلوپونیزیوں کی فوج کی تعداد بہت زیادہ تھی اور ان کے میمنہ اور میسرہ کے سپاہی فریق مقابل کی

فوج کے بازوؤں کے آگے تک پھیلے ہوئے تھے، ڈیموس تھنیس گھبرایا کہ اس کا میمنہ نرغے میں نہ آجائے، اس نے ایک نشیبی علاقہ کی جھاڑیوں میں تقریباً چار سو بھاری اور ہلکے ہتھیار بند پیادوں کو چھپا دیا جن کو ہدایت دی گئی کہ حملہ کے وقت دشمن کے میسرہ کی آگے کو نکلی ہوئی صفوں پر پیچھے سے وار کریں، جب دونوں جانب تیاریاں مکمل ہو چکیں تو لڑائی شروع ہوئی، ڈیموس تھنیس میمنہ میں تھا جو میسنیائی سپاہیوں کے علاوہ چند ۲ تھنیزیوں پر مشتمل تھا اور بقیہ صفوں میں اکارنانیوں کے مختلف دستے اور امفی لوکی سپاہی تھے۔ پلوپونیزی اور امبریسیائی خلط ملط ہو گئے تھے، سوائے من تینیوں کے جن کی بڑی تعداد میسرہ میں تھی، تاہم پورا میسرہ انہی سپاہیوں پر مشتمل نہیں تھا بلکہ اس کے آخری سرے پر یوری لوخوس اور اس کے سپاہی ڈیموس تھنیس اور میسنیائی دستوں کے مقابل تھے۔

پلوپونیزیوں نے خوب مقابلہ کیا اور ان کے میسرہ کی آگے کو نکلی ہوئی صف کے سپاہی دشمن کے میمنہ پر عقب سے حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھ ہی رہے تھے کہ کمین گاہ سے نکل کر اکارنانیوں نے عقب سے ایسا دھاوا کیا کہ آن کی آن میں صفیں توڑ کر منتشر کر دیں اور ان کو پلٹ کر مقابلہ کرنے کا موقع بھی نہیں دیا اب جو پریشانی پھیلی اور بھگدڑ مچی تو یوری لوخوس اور اس کے دستہ کے بہترین سپاہی گاجر مولی کی طرح کٹ گئے جس سے دہشت زدہ ہو کر فوج کے دوسرے حصوں کے سپاہی بھی بھاگ کھڑے ہوئے، یہ کارنمایاں زیادہ تر ڈیموس تھنیس اور اس کے میسنیائی جوانوں نے انجام دیا جو فوج کے اس حصہ میں تھے، ساتھ ہی امبریسیہ کے سپاہیوں (جو ان ممالک کے بہترین سپاہی سمجھے جاتے ہیں)، اور میمنہ کے دستوں نے اپنے مقابل کی صفوں کو شکست دے کر آرگوس تک

تعاقب کیا، وہاں سے لوٹے تو ان کی فوج کے بڑے حصہ کو شکست ہو چکی تھی اور جب اکارنانیوں کے حملہ کا دباؤ بڑھ گیا تو وہ بدقت تمام اولپائے کی طرف بڑھنے میں کامیاب ہوئے جس کے دوران میں ان کو سخت نقصان پہونچا۔ کیونکہ سوائے من تینی دستوں کے جو پورے نظم وضبط کے ساتھ پیچھے ہٹ رہے تھے باقی فوج کے سارے سپاہی منتشر حالت میں بے تحاشا دوڑ رہے تھے۔

یہ لڑائی شام تک جاری رہی، دوسرے روز مینے داؤس نے جو یوری لوخوس اور ماکاڈیوس کی ہلاکت کے بعد بلا شرکت غیرے سپہ سالار مقرر ہوا تھا محسوس کیا کہ اس قدر شکست فاش کے بعد محاصرین کا مقابلہ کرنا ممکن نہیں ہوگا کیونکہ خشکی کی جانب سے پہلے ہی ناکہ بندی ہو چکی تھی اور اب ایتھنیزی بیڑے نے بحری راستہ بھی روک لیا تھا، فوجوں کو لے کر صحیح و سالم لوٹ جانا بھی مشکل نظر آیا، اس لئے اس نے ڈیموس تھنیس اور اکارنانیائی سرداروں سے صلح کی بات چیت شروع کر کے واپس جانے اور میدان جنگ سے سپاہیوں کی نعشیں اٹھا لینے کی اجازت طلب کی، جس پر انھوں نے نعشیں اٹھانے کی اجازت دے دی اور فتح کی یادگار نصب کر کے اپنے کشتوں کی لاشیں حاصل کر لیں، جن کی تعداد تین سو تھی، دشمن کی فوج کو واپس جانے کی اجازت دینے سے انھوں نے علی الاعلان انکار کر دیا لیکن ڈیموس تھنیس اور اسکے اکارنانیائی رفقائے کار نے من تینیوں اور مینے داؤس اور دوسرے پلوپونیزی سرداروں اور سربر آوردہ اشخاص کو فوراً واپس چلے جانے کی اجازت خفیہ طور پر دیدی تاکہ امبر کیپائی رسالے اور غیر ملکوں کے اجیر سپاہی ان کی رہنمائی سے محروم ہو جائیں، اس چارہ کار کا سب سے اہم مقصد یہ تھا کہ لاگے دیمونیوں اور پلوپونیزیوں کو اس نواح کے یونانیوں کی نظروں میں ذلیل کر کے سازشی اور

خود غرض ثابت کیا جائے۔

جب دشمن کے سپاہی اپنے ہلاک شدہ ساتھیوں کے مردے اٹھا کر ان کو جلد از جلد دفن کرنے میں مصروف تھے اور جن لوگوں کو واپس جانے کی اجازت مل چکی تھی وہ پوشیدہ طور پر روانگی کی تیاری کر رہے تھے، ڈیموس تھنیس اور اکارنا نیوں کو اطلاع ملی کہ لڑائی سے پہلے اولپائے سے قاصد بھجوا کر جو کمک مانگی گئی تھی اس کے جواب میں شہر امبریسیہ کی ساری فوج امفی لوکیہ کے راستہ اپنے ہم وطنوں کی امداد کے لئے اولپائے کی طرف آرہی ہے، اور اس کو بعد کے حالات کا علم نہیں ہے۔ ڈیموس تھنیس نے اپنی فوج کے ساتھ ان کے خلاف کوچ کی تیاری کی، اور ساتھ ہی ان کے راستے بند کرنے اور فوجی اہمیت رکھنے والے مقامات پر قبضہ کرنے کے لئے ایک زبردست رسالہ روانہ کیا۔ اس دوران میں من تینی اور دوسرے سپاہی جن کو معاہدہ صلح کے تحت شہر سے چلے جانے کی اجازت ملی تھی۔ جلانے کی لکڑی لانے کا بہانہ کر کے اولپائے سے باہر نکل آئے، یہ لوگ دو دو تین تین کی قطاروں میں اس طرح نکل کھڑے ہوئے اور لکڑی چنتے ہوئے آگے بڑھنے لگے اور اولپائے سے کچھ دور نکل جانے کے بعد اپنی رفتار تیز کر دی جو امبریسیائی اور دوسرے سپاہی ان لوگوں کو شہر سے باہر جاتے دیکھ کر بڑی تعداد میں ساتھ ہو گئے تھے انھوں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو تعاقب کر کے پکڑنے کی کوشش کی۔ اکارنا نیوں نے اولاً سمجھا کہ وہ سب بغیر اجازت اور ان کو دھوکہ دیکر جا رہے ہیں، اس لئے ان فوجی افسروں پر بھی پھینک مارنے کی برچھیوں سے دو ایک وار کئے جنھوں نے ان کو روک کر کہنا چاہا کہ ان لوگوں کو جانے کی اجازت مل چکی ہے۔ آخر کار انھوں نے من تینوں اور پلوپونیزیوں کو جانے کی اجازت دیدی۔ اور صرف امبریسیائیوں کو ہلاک کیا، گو اہل امبریسیہ اور پلوپونیزیوں میں تمیز

کرنا بہت مشکل تھا، اس طرح ہلاک شدہ افراد کی تعداد تقریباً دو سو تھی بقیہ لوگ اودیپائے کی سرحد سے ملحقہ علاقہ اگرائیہ میں داخل ہو گئے جنھیں اگرائیوں کے بادشاہ سالفتھیوس نے پناہ دی جس سے ان کے دوستانہ تعلقات تھے۔

اس اثنا میں شہر امبریسیہ کی فوجیں ایدومینے پہنچ گئیں، یہاں دو اونچی پہاڑیاں ہیں، ان میں سے جو پہاڑی زیادہ اونچی ہے اس پر رات کے اندھیرے میں امبریسیائی فوج کی نظر بچاکر ڈیموس تھنیس کی بھوائی ہوی فوجوں نے قبضہ کرلیا، اور ادھر چھوٹی پہاڑی پر چڑھ کر امبریسیہ کے سپاہیوں نے زیرسماں بسر کی۔ کھانے کے بعد شام ہوتے ہی ڈیموس تھنیس بقیہ فوج کے ساتھ روانہ ہوا۔ آدھی فوج خود اپنے ہمراہ لے کر درّہ کی جانب بڑھا اور بقیہ دستے امفی لوکی پہاڑیوں کے راستہ سے روانہ ہوئے۔ اس نے گجردم امبریسیائی فوج پر اچانک دھاوا کیا جس کے سپاہی ہنوز سو رہے تھے، ان کو بسنت کی خبر ہی نہیں تھی اور انھوں نے حملہ آوروں کو اپنا ہم وطن سمجھا، کیوں کہ ڈیموس تھنیس نے قصداً سب سے آگے میسنیہ کے سپاہیوں کو رکھا تھا تاکہ وہ سنتریوں سے دوریانی زبان میں بات کریں، اور ان کو نواردوں کے بارے میں کوئی شک وشبہ نہ ہو۔ چونکہ ابھی سویرا نہیں ہوا تھا، اس لئے اندیشہ نہیں تھا کہ سنتری حملہ آوروں کو دیکھ کر شناخت کرسکیں گے۔ اس طرح حملہ کے ساتھ ہی دشمن کو شکست ہوی اور ڈیموس تھنیس کی فوج نے غنیم کے بیشتر سپاہیوں کو جس مقام پر بھی وہ نظر آئے قتل کر دیا۔ بقیہ امبریسیائی جوان بھاگ کھڑے ہوئے اور پہاڑیوں پر چڑھ کر جان بچائی۔ راستوں پر تو پہلے ہی قبضہ کرلیا گیا تھا۔ امفی لوکی اس نواح سے واقف تھے۔ لیکن اہل امبریسیہ کے لئے یہ علاقہ نیا تھا، ایک تو راستہ سے واقفیت نہیں تھی، دوسرے انھوں نے

بھاری ہتھیار رنگا رکھے تھے، اور سابقہ ہلکے ہتھیار بندوں سے تھا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ گڑھوں اور خندقوں میں گر کر جان کو پھانسنے کے لئے تیار کئے گئے تھے ہلاک ہو گئے۔ مفرور سپاہیوں نے جان بچانے کے لئے ہر طرح کی کوشش کی ان میں سے بعض تو دوڑ کر ساحل سمندر پہنچ گئے اور ساحل سے قریب ایتھنیزی جہاز نظر آئے تو بیرکران کے قریب پہنچ گئے اور سراسیمگی کی حالت میں سوچا کہ مرنا ہی ہے تو غیر یونانیوں اور اسفی لوگیوں کے ہاتھوں مارے جانے کی بہ نسبت ایتھنیزیوں کے ہاتھوں ہلاک ہونا بہتر ہے، اس موسم گرما میں امبریسیہ کی جو کثیر التعداد فوج تباہ و برباد ہوی، اس کے چند ہی سپاہی صحیح و سالم اپنے شہر کو واپس ہو سکے۔ اور اکارنانیائی دشمن کے مردہ سپاہیوں کا ساز و سامان اکٹھا کرنے کے بعد فتح کی یادگار نصب کر کے آرگوس کو واپس ہو گئے۔

اس کے دوسرے روز ان امبریسیائیوں نے جو اولپاٹے سے اگرائیہ بھاگ گئے تھے قاصد بھیج کر ڈیموس تھنیس سے اپنی فوج کے ان سپاہیوں کی لاشیں اٹھانے کی اجازت مانگی جو پہلے معرکہ میں ہلاک ہوے تھے اور یہ وہ لوگ تھے جو لشکر سے من تینیوں اور ان کے ساتھیوں کے ہمراہ روانہ ہوئے تھے، گو دوسروں کی طرح ان کو شہر سے جانے کی اجازت نہیں ملی تھی، جب قاصد کو شہر کی امبریسیائی فوج کے ہلاک شدہ سپاہیوں کے ہتھیار کے انبار دکھائے گئے تو وہ کثرت تعداد کو دیکھ کر حیران ہو گیا، کیوں کہ اس کو بعد کے معرکہ کا علم نہیں تھا اور اس نے سمجھا کہ سارے ہتھیار اسی کی پارٹی کے افراد کے ہیں، کسی نے حیرانی کی وجہ دریافت کی اور پوچھا کہ اس کی رائے میں کل کتنے سپاہی ہلاک ہوے ہوں گے۔ پوچھنے والے نے سمجھا کہ قاصد ایدومینے سے آیا ہے۔ قاصد نے جواب دیا " تقریباً دو سو " جس پر قطع کلام کر کے پوچھنے والے نے

کہا "مگر یہ ہتھیار جو تم دیکھ رہے ہو ایک ہزار سے زیادہ سپاہیوں کے ہیں" قاصد نے جواب دیا "تو پھر یہ ہتھیار ان سپاہیوں کے نہیں ہیں جو ہمارے ساتھ لڑے تھے" تو اس نے کہا "اگر کل ایڈ مینٹے کی لڑائی میں تمہارے ساتھیوں نے حصہ لیا تھا تو یہ ہتھیار یقیناً انہی کے ہیں" "لیکن ہم نے کل کسی لڑائی میں حصہ نہیں لیا بلکہ پرسوں ہماری واپسی کے وقت لڑائی ہوئی تھی"۔ "ہاں ٹھیک ہے مگر کل ہماری لڑائی ان فوجوں سے ہوئی جو امبریسیائیوں کے شہر سے تمہاری مدد کو آئے تھے" جب قاصد نے یہ سنا اور اس کو پتہ چلا کہ شہر سے آنے والی فوج کٹ گئی تو بیساختہ بیچنح کر رونے لگا۔ یہ سانحہ جانکاہ اس قدر زیادہ خوں ریز تھا کہ اس کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا اور وہ جس مقصد سے آیا تھا اسے پورا کئے بغیر ہی فوراً وہاں سے چل کھڑا ہوا اور دوبارہ مردے اٹھانے کی اجازت بھی نہیں مانگی۔ واقعہ یہ ہے کہ اس قدر کم دنوں میں اتنی زبردست تباہی کسی اور شہر پر اس جنگ کے دوران میں نہیں آئی۔ میں نے ہلاک ہونے والوں کی تعداد یہاں اس لئے نہیں لکھی ہے جو تعداد بتائی جاتی ہے وہ اس شہر کی آبادی کے لحاظ سے ناقابل یقین معلوم ہوتی ہے۔ لیکن بہر حال مجھے یقین ہے کہ اگر ایتھنیزیوں اور ڈیموس تھنیس کے مشورہ کے مطابق اکارنانیائی اور امفی لوکی امبریسیہ پر قبضہ کرنا چاہتے تو آسانی سے کر سکتے تھے اور اس کو فتح کرنے کے لئے لڑائی کی نوبت ہی نہ آتی، لیکن انھوں نے سونچا کہ یہ شہر ایتھنیزیوں کے تسلط میں چلا جائے تو وہ امبریسیائیوں سے زیادہ خطرناک پڑوسی ثابت ہوں گے۔

اس کے بعد اکارنانیوں نے مال غنیمت کا ایک تہائی حصہ ایتھنیزیوں کے لئے مختص کر کے بقیہ مال واسباب خود اپنے اتحادی شہروں میں تقسیم کر دیا ایتھنیزیوں نے اپنے حصہ کا مال غنیمت سمندری راستہ سے وطن لوٹتے وقت

اکٹھا کر لیا، اس وقت اٹیکا کے اندر دوں میں تین سو سپاہیوں کے اسلحہ محفوظ ہیں جو اکارنانیوں نے ڈیموس تھنیس کے لئے الگ کر رکھے تھے اور جن کو وہ اپنے ساتھ ایتھنز لایا، ایتولیہ میں ایتھنیزی فوجوں کی تباہی کی وجہ سے ڈیموس تھنیس کو وطن لوٹنے پر بازپرس کا جو تردد پیدا ہو گیا تھا وہ اس نمایاں کامیابی کی وجہ سے کم ہو گیا۔ بیس جہازوں کا ایتھنیزی بیڑا جو اس نواح میں تھا وہ بھی نوپاکتوس چلا گیا۔ ڈیموس تھنیس اور ایتھنیزیوں کی کی واپسی کے بعد اکارنانیوں اور امفی لوکیوں نے ان امبریسیوں اور پلوپونیزیوں کو جو سالنتھیوس اور اگرائیوں کی پناہ میں تھے۔ اوئے نیدائے سے جہاں وہ سالنتھیوس کے علاقہ سے منتقل ہو گئے تھے، بلا شرط واپسی کی اجازت دیدی اور آئندہ کے لئے اہل امبریسیہ سے ایک سو سال کے لئے معاہدہ کیا۔ یہ معاہدہ جارحانہ نہیں بلکہ دفاعی تھا جس کے تحت اہل امبریسیہ سے یہ خواہش نہیں کی جا سکتی تھی کہ پلوپونیزیوں کے خلاف کسی کارروائی میں اہل اکارنانیہ کا ساتھ دیں، اسی طرح یہ طے پایا کہ امبریسیہ والوں کی ایتھنز سے لڑائی ہو تو اکارنانیہ اول الذکر کا ساتھ نہیں دے گا۔ اسکے علاوہ یہ بھی طے ہو گیا کہ اہل امبریسیہ کے قبضہ میں امفی لوکیوں کے جو علاقے اور یرغمال تھے وہ واپس کر دیے جائیں اور وہ اناکتوریوم کی مدد نہ کریں جس سے اکارنانیوں کی دشمنی تھی، اس طرح کا معاہدہ کر کے انھوں نے لڑائی کو ختم کر دیا۔ اس کے بعد کورنتھیوں نے خود اپنے شہریوں کا ایک حفاظتی دستہ امبریسیہ میں متعین کیا جو زینو کلائیدیس ابن یوتھیکلیس کی کمان میں تین سو بھاری ہتھیاربند پیادوں پر مشتمل تھا، یہ فوج براعظم کے علاقوں میں سے بدقت تمام مسافت طے کر کے اپنی منزل مقصود کو پہنچ گئی

اور امیر لیبیہ کی لڑائی اس طرح ختم ہو گئی۔

اسی سال موسم سرما میں سسلی کے ایتھنیزیوں نے صقالیوں کی مدد سے ہیرا پر متحدہ حملہ کیا۔ صقالیوں نے بری راستہ سے ان کی سرحدوں پر دھاوا کیا اور اس کے علاوہ ان کے جہاز ایولوس کے ٹاپو تک آگے بڑھ گئے۔ جب یہ لوگ ریگیوم لوٹے تو انھوں نے دیکھا کہ ایتھنیزی سپہ سالار پائیتھودوروس ابن آئیسولوخوس لاخیس کی جگہ بحری بیڑے کا کماندار بن گیا ہے۔ سسلی کے اتحادیوں نے سمندری راستہ سے ایتھنز پہنچ کر ایتھنیزیوں کو بتایا تاکہ سرقوسی جو اپنے ملک پر پہلے ہی قابض ہو چکے ہیں، ایک بحری بیڑا تیار کرنے کی فکر میں ہیں تاکہ دشمن کے معدودے چند جہاز انھیں سمندر سے بے دخل نہ کر سکیں، یہ سن کر ایتھنیزیوں نے مدد کے لئے چالیس جہاز روانہ کرنے کی تیاری شروع کی، ان کا خیال تھا کہ اس طرح سسلی میں لڑائی جلد ختم ہو جائے گی اور اس کے علاوہ وہ چاہتے تھے کہ بیڑے کو بحری مہم کی مشق بھی ہو جائے۔ اس لئے پائیتھودوروس نامی سپہ سالار چند جہازوں کے ساتھ بھجوایا گیا اور یہ طے پایا کہ بقیہ جہاز جن کی تعداد زیادہ تھی، سوفکلیس ابن سوستراتیدیس اور یوری میدون ابن تھوکلیس کی سرکردگی میں روانہ کئے جائیں گے، اس اثنا میں پائیتھوس دوروس کے بیڑے کی کمان سنبھال لی اور سرما کے اواخر میں اس لوکرسی قلعہ پر حملہ کی غرض سے روانہ ہوا جس پر پہلے لاخیس نے قبضہ کر لیا تھا لیکن بعد میں میدان جنگ میں لوکرسیوں سے شکست کھا کر واپس ہو گیا تھا۔

اس موسم بہار کے اوائل میں ایتنہ کے دہانہ سے آگ کے شعلے بلند ہونے شروع ہوئے جیسا کہ زمانہ ماسبق میں بھی ہو چکا ہے اور اس کی وجہ سے کاتانیوں کی جو سسلی کے اس سب سے بڑے پہاڑ ایتنہ پر آباد ہیں، چند اراضی تباہ ہو گئیں،

کہا جاتا ہے کہ اس قسم کی واردات اس سے پچاس سال پہلے بھی پیش آئی تھی اور یونانیوں کے سسلی میں آباد ہونے کے بعد اس وقت تک اس جوالا مکھی کی آتش فشانی کے کل تین حادثات ہوئے تھے، یہ تھے وہ واقعات جو اس موسم سرما میں پیش آئے اور اسی کے ساتھ جنگ کا چھٹا سال ختم ہوا جس کی یہ تاریخ طوسی دیدس نے لکھی ہے۔

چوتھا حصّہ

بارھواں باب

جنگ کا ساتواں سال، پیلوس کی تسخیر، اسفاکتیریہ میں اسپارٹی افواج کی شکست

دوسرے سال موسم گرما میں جب کہ فصلیں تیار ہو رہی تھیں دس سرقوسی اور دس لوکرسی جہاز مسینہ واقع سسلی میں وہاں کے باشندوں کے بلاوے پر داخل ہوے اور شہر پر قبضہ کر لیا اور مسینہ نے ایتھنز کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ سرقوسیوں نے یہ چال زیادہ تر اس لئے چلی کہ اس مقام سے سسلی کو راستہ جاتا ہے اور ان کو اندیشہ ہوا کہ ممکن ہے ایتھنزی اسے کثیر فوجوں کے ساتھ سرقوسہ پر حملہ کرنے کے لئے استعمال کریں، اور لوکرسی اس کارروائی میں اس لئے شریک ہوئے کہ وہ اپنے دشمن یعنے اہل رہیگیوم کو خاکنائے کی دونوں جانب سے حملہ کر کے مغلوب کرنا چاہتے تھے، اس اثنا میں لوکرسیوں نے رہیگیوم کے علاقہ پر اپنی ساری فوج کے ساتھ دھاوا کر دیا تاکہ وہ مسینہ کی مدد نہ کر سکیں، اس کے علاوہ رہیگیوم کے چند جلاوطن اشخاص نے جو لوکرسیوں کے ساتھ تھے، ان کو اس حملہ پر ابھارا تھا، یہ شہر چونکہ ایک طویل عرصہ سے فرقہ بندی کا شکار

ہو رہا تھا اس لئے مدافعت کی طاقت باقی نہیں رہی تھی، جس کی بنا پر حملہ آوروں کو اس کی تسخیر اور بھی آسان معلوم ہوئی، اس ملک کو تباہ و تاراج کرنے کے بعد لوکرسی فوجیں واپس ہوگئیں لیکن ان کے جہاز مسینہ کی حفاظت کے لئے ٹھیرے رہے اور مزید جہاز مسینہ کو مستقر بنا کر جنگ جاری رکھنے کے لئے تیار کئے گئے۔

موسم بہار کے دوران میں تقریباً انہی دنوں جب کہ فصلیں ابھی پکی نہیں تھیں، پلوپونیزیوں اور ان کے مخالفین نے آگس ابن آر کی داموس شاہ لاکے دیمونیہ کی سرکردگی میں اٹیکا پر حملہ کیا اور اس کو چاروں طرف سے گھیر کر دیہی علاقوں کو لوٹا۔ اسی دوران میں ایتھنیزیوں نے چالیس جہاز بقیہ بیڑا لاروں یعنے یوری میدون اور سوفکلیس کی سرکردگی میں سسلی روانہ کئے۔ ان کا شریک کار پائتھودوروس اس سے پہلے ہی سسلی روانہ ہوچکا تھا، اس بیڑے کو بھی ہدایت دی گئی تھی کہ کورکایرا پر سے گذرتے وقت وہاں کے شہریوں کی خبرگیری کریں، جن پر کوہستانی علاقہ کے جلاوطنوں کی ٹولیاں چھاپے مار کر لوٹ مار کر رہی تھیں ان جلاوطنوں کی امداد کے لئے حال میں پلوپونیز سے ساٹھ جہاز یہ سمجھ کر بھیجوائے گئے تھے کہ شہر میں جو کال پڑ گیا تھا اس کی بنا پر اس کی تسخیر آسانی سے کی جاسکے گی۔ ڈیموس تھنیس نے بھی جو اکارنانیہ سے واپسی کے بعد بیکار بیٹھا تھا درخواست دے کر اس امر کی اجازت حاصل کرلی کہ بہ شرط ضرورت ساحل پلوپونیز پر اس بیڑے کو حسب دلخواہ استعمال کرے۔

لقونیہ کے قریب اطلاع ملی کہ پلوپونیزی جہاز کورکایرا پہنچ چکے ہیں، جس پر یوری میدون اور سوفکلیس نے جلد از جلد اس جزیرہ کو جانا چاہا لیکن ڈیموس تھنیس نے مشورہ دیا کہ پہلے پیلوس جائیں اور وہاں ضروری انتظامات کرکے آگے بڑھیں، سپہ سالار اس پر راضی نہیں تھے لیکن اتفاق

سے ایک ایسا طوفان آیا جس کے تھپیڑوں نے بیڑے کو پیلوس پہونچا دیا۔ ڈیموس تھنیس نے پھر سمجھایا کہ اس مقام کا استحکام کر لینا چاہیئے، وہ دراصل اسی مقصد سے سفر پر روانہ ہوا تھا اور اس نے بتایا کہ وہاں تعمیری لکڑی اور پتھر بڑی مقدار میں برسر موقع موجود ہیں، وہ قدرتی طور پر ایک محفوظ جگہ ہے اور پھر اس کے ساتھ خشکی کا کافی بڑا حصہ ایسا ہے جس پر کسی کا قبضہ نہیں ہے (پیلوس جس کا پلوپونیزی نام کوریفازیوم ہے اسپارٹا سے تقریباً پینتالیس میل کے فاصلہ پر میسینیوں کی قدیم سرزمین میں واقع ہے) اس کا جواب سپہ سالاروں نے یہ دیا کہ پلوپونیز پر ایسے کئی ریگستانی راس موجود ہیں اور اگر ڈیموس تھنیس کے مشورہ کے مطابق ان سب پر قبضہ کیا جائے تو ایتھنیز پر اخراجات کا غیر معمولی بار عاید ہوگا۔ لیکن ڈیموس تھنیس اس کو اس قسم کے دوسرے مقامات کی بہ نسبت زیادہ اہم سمجھتا تھا کیوں کہ اس کے قریب ایک بندرگاہ موجود تھی اور ساتھ ہی ایتھنیز کے وفادار میسینی جو اس سرزمین کے قدیم باشندے ہیں اور جن کی زبان وہی ہے جو لاکے ڈیمونی بولتے ہیں، وہاں سے حملے کر کے پلوپونیزیوں کو پریشان کر سکتے تھے۔

فوج کے کپتانوں سے اس مسئلہ پر گفتگو کرنے کے بعد جب ڈیموس تھنیس نے دیکھا کہ نہ تو سپہ سالار اس کی بات ماننے پر تیار ہیں اور نہ سپاہی، تو مجبوراً خاموش ہو گیا۔ اس تمام دوران میں طوفان کا بڑا زور رہا۔ بالآخر بیکاری سے تنگ آ کر خود سپاہیوں نے یکایک سوچا کہ اس مقام کو قلعہ بند کیا جائے، اور بڑے جوش و خروش سے کام کرنا شروع کیا، لوہے کے اوزار پاس نہیں تھے، اس لئے جیسے بھی پتھر ملے ان کو جوڑ کر تعمیر شروع کی، گارا اٹھانے کے لئے برتن نہیں تھے، اس لئے اسے سپاہیوں کی پیٹھ پر ڈال کر

اٹھایا گیا۔ گارے کو پیٹھ پر سے ڈھلکنے سے بچانے کے لئے سپاہی جھک جاتے تھے اور نیچے گرنے سے روکنے کی غرض سے پیٹھ پیچھے ہاتھ باندھ لیتے تھے، اس طرح انھوں نے تعمیر کا کام جاری رکھا اور ممکنہ کوشش کی کہ لاکے ڈیمونیوں کے آنے سے پہلے ہی تمام کمزور پہلو مستحکم ہو جائیں۔ پیلوس کے بیشتر حصے قدرتی طور پر کافی محفوظ تھے اور ان پر مزید استحکامات کی تعمیر ضروری نہیں تھی۔

ان دنوں لاکے ڈیمونی ایک تیوہار منا رہے تھے، اس کے علاوہ انھوں نے پیلوس میں استحکامات کی تعمیر کی خبر کو زیادہ اہمیت نہیں دی، انھوں نے سوچا کہ ان کی فوج جب بھی وہاں جائے گی یا تو دشمن فوراً پیلوس کا تخلیہ کر دے گا یا پھر اسے اطاعت پر مجبور کیا جا سکے گا۔ علاوہ بر ایں تاخیر کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اُن کی فوجیں اس وقت ایتھنیز کے نواح میں تھیں۔ ادھر ایتھنیزیوں نے چھ روز کے اندر اس مقام کو بری حملوں کے خلاف مستحکم کر دیا، اور پانچ جہاز قلعہ کی حفاظت کے لئے ڈیموتھنیس کے سپرد کر کے باقی ماندہ بیڑے کے ساتھ بعجلت ممکنہ کورکایرا اور سسلی کے سفر پر روانہ ہوئے۔

اٹیکا میں جوں ہی پلوپونیزیوں کو پیلوس پر ایتھنیزیوں کے قبضہ کی اطلاع ملی وہ تیزی سے اپنے وطن کو لوٹ گئے، کیوں کہ لاکے ڈیمونیوں اور ان کے بادشاہ آگس کو سخت تردد ہوا۔ اس کے علاوہ چونکہ انھوں نے حملہ قبل از وقت شروع کیا تھا اور کھیتوں میں غلہ ابھی پکا نہیں تھا اس لئے اکثر دستوں کو رسد کی کمی پڑ گئی، اور موسم بھی سال کے اس حصہ میں خلاف معمول بہت خراب تھا جس سے فوج کو سخت تکلیف ہوی۔ بہر حال مختلف اسباب کی بنا پر نہایت مختصر سی کارروائی کے بعد حملہ آور فوجیں سرعت کے ساتھ اٹیکا سے واپس ہو گئیں جب کہ انھیں وہاں آئے ہوے صرف پندرہ

روز ہی ہوئے تھے۔

تقریباً انہی دنوں ایتھنیزی سپہ سالار سیمونیدیس نے تھرسی علاقوں میں مقیم حفاظتی فوجوں کے چند سپاہیوں اور اس نواح کے چند اتحادیوں کو اکٹھا کر کے سازش کے ذریعہ ایون پر قبضہ کر لیا جو ایک میندائی نوآبادی تھی اور جہاں کے باشندے ایتھنیز کے دشمن تھے لیکن جوں ہی اس نے ایون کی تسخیر کی، خالکدیسی اور بوتیائی فوجوں نے فوراً دھاوا کر کے حملہ آوروں کو نکال باہر کیا، جس میں سیمونیدیس کے کئی سپاہی کام آئے۔

پلوپونیزیوں کی اٹیکا سے واپسی کے بعد خود اسپارٹی اور قریب ترین علاقوں کے پیریوٹکی فوراً پیلوس کے لئے روانہ ہوئے۔ باقیماندہ لاکے دیمونیوں کی روانگی میں کچھ وقت لگا۔ کیوں کہ وہ ابھی ابھی ایک دوسری مہم سے واپس آئے تھے۔ اس کے علاوہ سارے پلوپونیز میں اعلان کیا گیا کہ سپاہی جلد از جلد پیلوس روانہ ہو جائیں۔ کورکایرا میں جو ساٹھ جہاز تھے وہ طلب کر لئے گئے اور ملاح جہازوں کو خاکنائے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اس طرح گھسیٹ لائے کہ زاکنتھوس پر متعینہ ایتھنیزی بیڑے کو خبر بھی نہیں ہوی اور وہ پیلوس آپہنچے جہاں بری فوجیں ان سے پہلے پہونچ چکی تھیں، پلوپونیزی بیڑے کے پیلوس کی حدود میں داخل ہونے سے پہلے ڈیموس تھنیس کو پوشیدہ طور پر دو جہاز زاکنتھوس بھجوانے کا موقع مل گیا تاکہ یوری میدون اور اس کے ایتھنیزی بیڑے کو پیلوس کی خطرناک صورت حال سے آگاہ کر کے مدد کے لئے طلب کیا جائے۔ ڈیموس تھنیس کے احکام کے مطابق یہ بیڑا تیزی سے آرہا تھا کہ لاکے دیمونیوں نے قلعہ پر خشکی اور سمندر دونوں جانب سے دھاوا کرنے کی تیاریاں شروع کیں، وہ سمجھتے تھے کہ قلعہ کے

استحکامات عجلت میں تعمیر کئے گئے ہیں اور اس کی حفاظت کے لئے کافی فوج
نہیں ہے اس لئے آسانی سے فتح ہوگی ساتھ ہی چونکہ اندیشہ تھا کہ زاکنتھوس
سے ایتھینیزی بیڑا مدد کے لئے آئے گا اس لئے انھوں نے سوچ رکھا تھا کہ اگر
اس کمک کی آمد سے پہلے قلعہ کی تسخیر میں کامیابی نہیں ہوی تو بندرگاہ میں داخلہ
کے راستے بند کر دیے جائیں گے تاکہ ایتھینیزی جہاز لنگر انداز نہ ہوسکیں، یہہ
اس لئے ممکن تھا کہ جزیرہ اسفاکتیریہ پیلوس کے روبرو اور قریب ہی واقع
ہے اور اس کا ساحل گودی کے محاذی پھیلا ہوا ہے جس کی وجہ سے نہ صرف
بندرگاہ محفوظ ہوگئی ہے بلکہ اس میں داخلے کے راستے بھی تنگ ہوگئے ہیں
پیلوس اور ایتھینیزی استحکامات سے قریب ترین گوشہ میں صرف دو جہازوں
کے داخلہ کی گنجایش ہے اور ارض براعظم کے بقیہ حصہ سے متصل جو جگہ ہے،
اس میں آٹھ نو سے زیادہ جہاز داخل نہیں ہوسکتے۔ اس جزیرہ کے سارے باقیماندہ
حصہ میں جنگل ہی جنگل تھا اور چونکہ اس میں کوئی آبادی نہیں تھی، اس لئے
راستے بھی نظر نہیں آتے تھے۔ اس حصہ کی لمبائی تقریباً ایک میل اور پانچ فرلانگ
تھی۔ لاکے ڈیمونی بندرگاہ کے داخلی راستے بند کر دینا چاہتے تھے اس لئے
انھوں نے جہازوں کو ایک دوسرے کے قریب قطار میں اس طرح کھڑا
کیا کہ ان کا رخ سمندر کی طرف رہے۔ یہ بھی اندیشہ تھا کہ دشمن جزیرہ پر
قبضہ کرکے اسے ان کے خلاف لڑائی کا مستقر نہ بنالے۔ اس لئے انھوں نے
بھاری ہتھیار بند پیادوں کے چند دستے وہاں منتقل کرکے بقیہ دستوں کو
ساحل سمندر پر متعین کرنا چاہا۔ ان کا خیال تھا کہ اس انتظام کے بعد ایتھینیزی
نہ جزیرہ پر اتر سکیں گے اور نہ ارض براعظم پر قدم رکھ سکیں گے۔ پیلوس
کے ساحل کا جو حصہ کھاڑیوں سے دور کھلے سمندر کی طرف ہے اس پر

جہازوں کے ٹھہرنے کے لئے کوئی موزوں مقام نہیں ہے اس لئے وہ وہاں کوئی مرکز بنا کر اپنے ہم وطنوں کی مدد بھی نہیں کر سکیں گے اور گمان غالب ہے کہ کسی سمندری معرکہ کے بغیر لاکے ڈیمونیوں کا تسلط بلا کھٹکے پیلوس پر قایم ہوجائیگا۔ جس پر ایتھنیزیوں نے نتایج وعواقب کا خیال کئے بغیر قبضہ کر لیا ہے اور جس کے لئے سامان رسد بھی فراہم نہیں کیا گیا تھا۔ یہ طے کرنے کے بعد قرعہ کے ذریعہ سارے دستوں سے بھاری ہتھیار بند پیادوں کا انتخاب کر کے انھیں جزیرہ پر اتار دیا گیا۔ اس سے پہلے چند جوان وہاں پہرے کے لئے بھجوائے گئے تھے لیکن اب جو فوج اتاری گئی اس کے سپاہیوں کی تعداد چار سو بیس تھی، جن کے ساتھ ہیلوت خدمت گار بھی تھے اور جن کا کمانڈار اپیتاداس ابن مولوبروس تھا۔

ادہر جب ڈیموس تھنیس نے دیکھا کہ لاکے ڈیمونی بری اور بحری دونوں راستوں سے ایک ساتھ حملہ کی تیاری کر رہے ہیں تو وہ خاموش نہیں رہا، جو جہاز اس وقت اس کے پاس رہ گئے تھے ان کو مورچے کے اندر رکھ کر انکے اطراف لکڑی کا حصار بنوایا۔ ان جہازوں کے ملاحوں کے لئے ڈھالیں تیار کروائیں، جو زیادہ تر بید کی بنی ہوئی تھیں، کیوں کہ اس ویران مقام پر اسلحہ کی فراہمی ممکن نہیں تھی، اور یہ ڈھالیں بھی ایک تیس چپوؤں والے خانگی مسلح میسینی جہاز اور ان میسینیوں کی کشتی سے لی گئی تھی جو اتفاق سے اس طرف آگئے تھے، ان میسینوں میں چالیس بھاری ہتھیار بند پیادے تھے جن کو دوسروں کے ساتھ لڑنے والی جمعیت میں شریک کر لیا گیا۔ ڈیموس تھنیس نے اپنے سپاہیوں کی اکثریت کو جن میں کچھ مسلح اور کچھ نہتے تھے قلعہ کے اندر سب سے زیادہ مضبوط اور محفوظ مورچوں پر متعین کر کے خشکی کی جانب سے

حملہ کو روکنے کی ہدایت دی اور ساری فوج میں سے ساٹھ بھاری ہتھیار بند پیادے اور چند تیر انداز منتخب کر کے اپنے ساتھ لئے اور خود فصیل کے باہر سمندر کے کنارے اس جگہ جا کھڑا ہوا جہاں اس کے خیال کے مطابق دشمن کے اترنے کا بہت زیادہ امکان تھا، اگرچہ کھلے سمندر کا یہ کنارہ مخدوش تھا اور زمین پتھریلی تھی اس کے باوجود چونکہ فصیل کا سب سے زیادہ کمزور گوشہ اسی طرف تھا اس لئے اس نے سوچا ممکن ہے غنیم جوش و جذبہ کی بنا پر اسی طرف آئے۔ ایتھنزیوں نے اپنی بحری برتری کے زعم میں اس مقام کے استحکام پر کوئی توجہ نہیں کی تھی اور ممکن تھا کہ دشمن اس خیال سے وہاں لڑ بھڑ کر اترنے کی کوشش کرے اس کے بعد پیلوس پر قبضہ کا یقین ہو جائے گا اس لئے اس مقام پر لب ساحل تک اتر کر اس نے بھاری ہتھیار بند پیادوں کو کھڑا کیا تاکہ دشمن کو روکنے کی ممکنہ کوشش کی جائے اور سپاہیوں کا دل بڑھانے کے لئے حسب ذیل تقریر کی :۔

"سپاہیو اور ساتھیو! مجھے امید ہے کہ اس مشکل صورت حال میں آپ میں سے کوئی شخص بھی اس امر کی کوشش نہیں کرے گا کہ خطرات کا شمار کر کے اپنی ذہانت کا ثبوت دے۔ مشکلات کا اندازہ کرنے میں وقت گنوانے کی بجائے مقابلہ کی تیاری کرنی چاہیئے کہ بچاؤ کا یہی بہترین طریقہ ہے ایسی ناگہانی صورتوں میں سوچ بچار کا موقع ہی نہیں رہتا۔ اس لئے بہتر ہوگا کہ جس قدر جلد ہو سکے خطرات سے نبٹنے کی کوشش کی جائے۔ مجھے تو کامیابی کے بہتیرے امکانات نظر آتے ہیں بشرطیکہ ہم ثابت قدم رہیں اور غنیم کی کثرت تعداد سے مرعوب ہو کر کسی موقع کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دیں، ایک چیز جس سے ہم فائدہ اٹھا سکتے ہیں، یہ ہے کہ دشمن کے لئے ساحل پر اترنے میں سخت

دشواریاں ہیں۔ لیکن اس سے فائدہ اسی وقت اٹھایا جا سکے گا جب کہ ہم جرائت سے کام لے کر اپنی جگہ قدم جمائے رہیں، اگر ہم نے ہمت ہار دی اور مقاومت نہ کی تو مقام کے طبعی طور پر مخدوش ہونے کے باوجود غنیم ساحل تک پہنچ جائے گا اور ایک دفعہ ساحل پر قدم رکھتے ہی اس کے سپاہی زیادہ ہمت سے لڑنے اور مارنے مرنے پر تیار ہو جائیں گے۔ کیوں کہ ان کو اندیشہ ہوگا کہ اگر ہم انھیں پیچھے ڈھکیلنے میں کامیاب ہو گئے تو پسپائی دشوار ہو جائیگی، اس کے علاوہ ہمارے لئے یہ زیادہ آسان ہوگا کہ جہازوں سے اترنے سے پہلے ہی حملہ آوروں کا منھ پھیر دیں اور ان کو ساحل پر اتر کر برابری کے ساتھ مقابلہ کرنے کا موقع نہ دیں۔ جہاں تک دشمن کی کثرت تعداد کا تعلق ہے اس سے ہمیں زیادہ گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی، اگرچہ اس کے سپاہیوں کی تعداد زیادہ ہے لیکن چھوٹے دستے ہی ہمارے مقابلہ میں آسکیں گے۔ کیوں کہ زیادہ فوج کو ساحل پر لانا مشکل ہے، اسکے علاوہ گو ہمارے مقابلہ میں دشمن کی تعداد زیادہ ہے لیکن لڑائی اس طریقہ پر نہیں ہوگی جیسی خشکی پر ہوتی ہے اور جہاں فریقین میں کسی اور لحاظ سے عدم مساوات نہیں ہوتی، بلکہ مقابلہ ایسے دستوں سے ہوگا جو جہازوں میں سوار سطح سمندر پر ہوں گے۔ جہاں سے لڑ کر کامیابی حاصل کرنے کے لئے کئی سازگار اتفاقات کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان اسباب کی بنا پر میں سمجھتا ہوں کہ دشمن کی مشکلات سے ہماری قلت تعداد کی بڑی حد تک تلافی ہو جاتی ہے۔ ایتھنیزی ہونے کی حیثیت سے آپ ان مشکلات سے واقف ہیں، جو جہازوں سے اتر کر دشمن کے علاقہ میں داخل ہونے میں پیش آتی ہیں، آپ جانتے ہیں کہ اگر دشمن اپنی جگہ جما رہے اور موجوں کے تلاطم اور جہازوں کے حملہ سے دہشت زدہ

نہ ہو تو اس کو پیچھے ہٹانا کس قدر مشکل ہو جاتا ہے ان تمام امور کو پیش نظر رکھ کر اس ناگہانی صورت حال میں ہمت و شجاعت سے کام لیجئے اور دشمن کو لب ساحل ہی پسپا کر کے خود کو اور اس مقام کو تباہی سے بچائیے۔"

ڈیموس تھنیس نے جب اس طرح ہمت بندھائی تو ایتھنیز یوں کے حوصلے بڑھ گئے اور وہ دشمن کو روکنے کے لئے ساحل سمندر پر پانی کے قریب جا کھڑے ہوئے، اب لاکے ڈیمونیوں نے نقل و حرکت شروع کی اور ایک ساتھ بری اور بحری حملہ کیا، بری حملہ پیلوس کے استحکامات پر کیا گیا اور بحری بیڑا جو تنتالیس جہازوں پر مشتمل تھا اسپارٹی امیر البحر تھراسیملی داس ابن کراتیکلیس کی سرکردگی میں آگے بڑھ کر اسی مقام پر آیا جہاں ڈیموس تھنیس سمجھتا تھا کہ حملہ ہوگا۔ اب ایتھنیز یوں کو بری اور بحری دونوں محاذوں پر مدافعت کرنی پڑی، دشمن کے سپاہیوں کی چھوٹی چھوٹی ٹولیاں باری باری سے پیچھے چلاتی ہوئی آرہی تھیں کیوں کہ زیادہ تعداد میں سپاہیوں کو لانا ممکن نہیں تھا اور حملہ آور لڑ بھڑ کر ساحل پر اترنے اور استحکامات پر قبضہ کرنے کے لئے بڑے جوش و خروش سے ایک دوسرے کا دل بڑھا رہے تھے ان میں سب سے پیش پیش براسی داس تھا، وہ ایک سہ طبقہ جہاز کا کپتان تھا اور جب اس نے دیکھا کہ دوسرے جہازوں کے کپتان اور ناخدا محل وقوع کی دشواریوں کی وجہ سے گھبرا رہے ہیں، اور ایسے مقامات سے بھی پیچھے ہٹ رہے ہیں جہاں اتر کر ساحل پر پہنچنے کا امکان نظر آتا ہے تو چلا کر کہا کہ محض لکڑی کے ڈھانچوں (یعنے جہاز) کو بچانے کے لئے دشمن کو ہرگز اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ ہمارے ملک میں استحکامات قایم کرے، ہمیں کسی طرح ساحل پر پہنچ جانا چاہیئے۔ چاہے اس کوشش میں جہاز

ٹکڑے ٹکڑے ہی کیوں نہ ہو جائیں۔ اتحادیوں کو مخاطب کرکے اس نے کہا کہ وہ اس موقع پر اپنے جہازوں کو بچانے کی فکر نہ کریں بلکہ لاکے دیمون سے جو فائدے ان کو پہنچے ہیں ان کے بدلے قربان کر دیں، جہازوں کو ریت پر چڑھا کر کسی طرح ساحل پر پہنچ جائیں اور دشمن کو زیر کرکے اس کے استحکامات پر قبضہ کر لیں۔

براسی داس یہ کہہ کر خاموش نہیں ہو گیا بلکہ اپنے ناخدا کو مجبور کیا کہ وہ جہاز کو ساحل پر چڑھا دے۔ اس کے بعد وہ جہاز کے عرشہ اور اگلے حصہ کے درمیان راستہ پر پہنچ کر ساحل پر اترنے کی کوشش کر رہا تھا کہ ایک ایتھنیزی نے وار کیا اور وہ پے در پے زخم کھانے کے بعد بے ہوش ہو کر وہیں گر پڑا۔ ڈھال اس کے بازو سے ڈھلک کر سمندر میں گر پڑی اور موجوں کے تھپیڑوں سے ساحل پر جا پہنچی جسے ایتھنیزیوں نے نکال کر بعد میں فتح کی یادگار کے طور پر نصب کیا۔ دوسروں نے بھی امکانی کوشش کی لیکن جگہ اس درجہ مخدوش تھی اور ایتھنیزی اس قدر دلیری اور ثابت قدمی دکھا رہے تھے کہ کسی کو بھی ساحل پر اترنے میں کامیابی نہ ہو سکی۔ یہ ایک عجیب لڑائی تھی جس میں خلاف معمول ایتھنیزی خشکی پر، اور وہ بھی لقونیہ کے علاقہ میں تھے اور لاکے دیمونی سمندر کی طرف سے بڑھ رہے تھے اور جہازوں سے اتر کر خود اپنے ملک میں داخل ہونے کی کوشش کر رہے تھے جس پر ایتھنیز کا قبضہ تھا اگرچہ اس زمانہ میں لاکے دیمون کی بری طاقت کا بڑا شہرہ تھا اور ایتھنیز کا بحری بیڑا سب سے زیادہ طاقتور مانا جاتا تھا۔

اس روز دن بھر اور دوسرے روز بھی کافی عرصہ تک مسلسل حملے کرنے کے بعد پلوپونیزیوں نے خاموشی اختیار کی اور اس کے دوسرے روز

منجنیق بنانے کی غرض سے لکڑی لانے کے لئے چند جہاز اسپینے بھجوائے۔ بندرگاہ کے سامنے جس مقام پر جہازوں کے ذریعہ پہنچنا بہت آسان تھا۔ وہاں فصیل بہت اونچی تھی، اس کے باوجود ان کو امید تھی کہ منجنیقوں کی مدد سے اس پر چڑھنے میں کامیابی ہو سکے گی۔ اس موقع پر زاکنتھوس سے ایتھنیزی بیڑا آپہنچا۔ جس کے جہازوں کی تعداد اب پچاس تک پہنچ گئی تھی کیوں کہ نیوپاکتوس کا طلایہ گردستہ اور خیوسیوں کے چار جہاز بھی اس میں شریک ہو گئے تھے۔ ایتھنیزی بیڑے نے جب ساحل سمندر اور جزیرہ پر بھاری ہتھیار بند پیادوں کی کثرت دیکھی اور غنیم کے جہازوں کے بندرگاہ سے باہر نکلنے کے آثار نظر نہیں آئے، لنگر ڈالنے کے لئے کوئی جگہ بھی نہیں ملی تو موقتی طور پر پروتے کے غیر آباد ٹاپو پر پہنچ گیا جو وہاں سے دور نہیں ہے، اور ایتھنیزیوں نے رات وہیں گزار دی، دوسرے روز وہاں سے اس تیاری کے ساتھ روانہ ہوئے کہ اگر دشمن کے جہاز کھلے سمندر میں نکل آئیں تو مقابلہ کیا جائے گا۔ لیکن اگر ایسا نہ ہو تو گودی میں داخل ہو کر حملہ کیا جائے گا۔ لاکے دیمونیوں نے اپنے جہازوں کو کھلے سمندر کی طرف نہیں بڑھایا اور سہواً کھاڑیوں کے راستوں کو کھلا چھوڑ کر جہازوں کو لڑائی کے لئے تیار کر رہے تھے۔ اور منتظر تھے کہ دشمن کے جہاز داخل ہوں تو گودی کے علاقہ میں جو کافی وسیع ہے مقابلہ کیا جائے۔

ایتھنیزیوں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو سارے راستوں سے گودی میں داخل ہو کر دشمن کے دستوں پر دھاوا کیا جن کے اکثر جہازوں نے اب قطاریں بنالی تھیں، اس حملہ کی تاب نہ لا کر دشمن بھاگ کھڑے ہوئے تو ایتھنیزیوں نے اس تنگ نائے میں ممکنہ حد تک تعاقب کر کے کئی

جہازوں کو ناکارہ کر دیا اور پانچ جہاز پکڑ لئے جن میں سے ایک عملہ سمیت گرفتار کیا گیا۔ اس کے بعد ان جہازوں پر جھپٹے جنھوں نے ساحل کے پاس پناہ لے رکھی تھی، بعض کو سمندر میں اترنے سے پہلے ہی توڑ پھوڑ ڈالا اور بعض جہازوں کو جن کے ملاح فرار ہو گئے تھے اپنے جہازوں سے باندھ کر کھینچنا شروع کیا، اب لاکے دیمونی سخت پریشان ہوے کیوں کہ اسفاکتریہ کی فوج کے رسل و رسایل منقطع ہو گئے اور ایتھنیزی ان کے خالی جہاز کھینچ کر لے جا رہے تھے۔

اس منظر نے لاکے دیمونی بھاری ہتھیار بند پیادوں کو برانگیختہ کر دیا تو وہ اپنے بھاری اسلحہ کے ساتھ ہی دوڑ کر سمندر میں اتر پڑے اور جہازوں کو اپنی طرف کھینچنا شروع کیا۔ ہر شخص یہی سمجھ رہا تھا کہ کامیابی کا دار و مدار اس کی قوت بازو پر تھا، غرض فریقین میں بڑی زبردست کشمکش ہوی، اور بحری جنگ کے جن طریقوں کے وہ عادی تھے ان کے بالکل برعکس بحر اس اور مشتعل ہو کر لاکے دیمونی خشکی پر سمندری لڑائی کے طریقے استعمال کر رہے تھے تو فتح مند ایتھنیزی جو جہازوں میں سوار تھے، دشمن کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچانے کی غرض سے برّی طریقہ کی لڑائی لڑ رہے تھے، بڑی سخت دار و گیر کے بعد جس میں دونوں جانب کے متعدد سپاہی گھایل ہوے بالآخر یہ ہنگامہ ختم ہوا اور لاکے دیمونی ان جہازوں کے سوائے جو پہلے ہلّہ میں ہاتھ سے نکل چکے تھے بقیہ خالی جہازوں کو بچانے میں کامیاب ہوے، جب فریقین اپنے اپنے لشکر میں واپس ہوے تو ایتھنیزیوں نے فتح کی یادگار نصب کی، دشمن کے سپاہیوں کی نعشیں واپس کر دیں اپنے شکستہ جہاز اکٹھے کر لئے اور فوراً ہی جزیرہ اسفاکتریہ کے چاروں

طرف چکر لگا کر کڑی نگرانی شروع کی تاکہ دشمن کی گھری ہوی فوج کا کوئی سپاہی بچ کر نکلنے نہ پائے۔ پلوپونیزیوں کے سارے دستے اب اپنے مرکز کو لوٹ چکے تھے اور ان کا لشکر پیلوس کے روبرو ساحل سمندر پر جہاں تھا وہیں رکا رہا۔

جب پیلوس کے سانحہ کی اطلاع اسپارٹا پہنچی تو شہریوں کو بڑی تشویش ہوی اور انھوں نے طے کیا کہ ارباب اقتدار خود جا کر برسر موقع کوئی تدبیر کریں وہاں پہنچ کر انھوں نے دیکھا کہ اسفاکتیریہ میں گھری ہوی فوجوں کی مدد کرنا ناممکن ہے اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ محصور سپاہی بھوکوں مر جائیں یا دشمن کی کثرت تعداد کی وجہ سے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہوں۔ اس لئے طے کیا کہ ایتھنیزی سپہ سالاروں کو التوائے جنگ پر راضی کر کے صلح کی گفت وشنید کی غرض سے ایتھنیز کو سفارت بھجوای جائے اور اسفاکتیریہ سے فوج کو جلد از جلد نکالنے کی کوشش کی جائے۔

ایتھنیزی سپہ سالاروں نے یہ پیش کش منظور کر لی اور عارضی صلح ہوگئی جس کی شرطیں حسب ذیل تھیں:۔

جن لاسکے دیمونی جہازوں نے حالیہ معرکے میں حصہ لیا وہ اور انکے علاوہ لقونیہ کے سارے جنگی جہاز بہ مقام پیلوس ایتھنیزیوں کے حوالہ کر دئے جائیں گے اور پیلوس کے استحکامات پر کوئی بری یا بحری حملہ نہیں کیا جائیگا۔

لاسکے دیمونیوں کو اس امر کی اجازت ہوگی کہ جزیرہ کے محصورین کے لئے فی کس دو کوارٹ جو کا آٹا، ایک پائینٹ شراب، اور گوشت کا ایک ٹکڑا اور فی ملازم اس رسد کی آدھی مقدار بھجوائیں۔

یہ رسد ایتھنیزیوں کی زیر نگرانی روانہ کی جائے گی اور جزیرہ کو کوئی

کشتی خفیہ طور پر نہیں بھجوائی جائے گی۔

ایتھنیزی حسب سابق جزیرہ کی نگرانی کریں گے لیکن اس کی حدود میں داخل نہیں ہوں گے اور پلوپونیزی فوج پر کوئی بری یا بحری حملہ نہیں کریں گے دونوں میں سے کوئی ایک فریق ان شرطوں کی خفیف سی بھی خلاف ورزی کرے تو عارضی صلح فوراً ختم ہو جائے گی۔

یہ معاہدہ لاکے ڈیمونی سفیروں کی ایتھنیز سے واپسی تک نافذ رہے گا (ان سفیروں کی آمدورفت کا انتظام ایتھنیزی اپنے ایک سہ طبقہ جہاز کے ذریعہ کریں گے) سفیروں کے ایتھنیز سے لوٹتے ہی معاہدہ ختم ہو جائے گا اور جہاز جس حالت میں ایتھنیزیوں کے حوالہ کئے گئے تھے اسی حالت میں لاکے ڈیمونیوں کو لوٹا دئے جائیں گے۔

عارضی صلح مندرجہ بالا شرطوں پر ہوی، جس کے مطابق جملہ ساٹھ لاکے ڈیمونی جہاز ایتھنیزیوں کے سپرد کر دے گئے اور قرارداد کے مطابق سفیر ایتھنیز روانہ ہوئے جہاں انھوں نے حسب ذیل تقریر کی :-

"ایتھنیزیو! لاکے ڈیمونیوں نے ہمیں یہاں اس غرض سے بھجوایا ہے کہ ہمارے جو لوگ جزیرہ میں گھرے ہوے ہیں ان کا مسئلہ اس طور پر طے کرنے کی کوشش کی جائے کہ ہمارے حق میں مفید بھی ہو اور ساتھ ہی موجودہ پریشانی میں ممکنہ حد تک ہمارا مرتبہ اور قومی وقار بھی متاثر نہ ہو، ہم اپنے ملک کے دستور سے انحراف کئے بغیر آپ سے قدرے تفصیلی گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ عام طور پر ہم زیادہ بولنے کے عادی نہیں ہیں لیکن جب خاص مقاصد کے تحت کسی مسئلہ پر شرح و بست کے ساتھ روشنی ڈالنی ہوتی ہے تو سلسلہ کلام کو طول دینا ہی پڑتا ہے۔ ہماری استدعا ہے کہ آپ ہماری باتوں پر نہ تو

مخالفانہ انداز میں غور کریں اور نہ یہ خیال کریں کہ آپ کو ناواقف سمجھ کر ہم کوئی لکچر دینے آئے ہیں۔ کیوں کہ دراصل ہمارا مقصد یہ ہے کہ آپ جیسے صاحب فہم و فراست مبصرین کے آگے اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق بہترین طریقہ کار پیش کریں آپ چاہیں تو اس وقت اپنی کامرانی سے فایدہ اٹھا سکتے ہیں اور جو کچھ آپ نے حاصل کیا ہے نہ صرف اس کو اپنے قبضہ میں رکھ سکتے ہیں بلکہ اس کے علاوہ عزت اور ناموری بھی حاصل کر سکتے ہیں، بعض انسان کو کوئی غیر متوقعہ طور پر کوئی غیر معمولی کامیابی ہوتی ہے تو مزید کامیابی کا لالچ چین سے نہیں بیٹھنے دیتا اور وہ سمجھتا ہے کہ آئندہ بھی اسی طرح غیر متوقعہ طور پر اپنے مقاصد میں کامیابی ہوگی۔ لیکن آپ چاہیں تو اس غلط راستہ پر چلنے سے پرہیز کر سکتے ہیں، اس کے برخلاف جو لوگ زمانہ کے نشیب و فراز سے زیادہ واقف ہوتے ہیں ان کو اپنی کامیابیوں اور کامرانیوں پر زیادہ بھروسہ نہیں ہوتا۔ اور ہماری اور آپ کی مملکت کو ان امور کا کچھ کم تجربہ نہیں ہے۔

ہمارے اس بیان کی صداقت کا ثبوت خود ہماری زبون حالی پر غور کرنے سے مل جائے گا۔ سرزمین یونان میں وہ کونسی طاقت ہے جو ہم سے زیادہ سربلند سمجھی جا سکتی تھی؟ لیکن اس کے باوجود اب یہ حال ہے کہ جو مراعات پہلے ہم بڑی حد تک دوسروں کو دینے کے موقف میں تھے وہی آج آپ سے مانگنے آئے ہیں، تاہم یہ نوبت اس لئے نہیں آئی ہے کہ ہماری طاقت میں کوئی انحطاط پیدا ہو گیا ہے یا طاقت کے نشہ نے ہمارا دماغی توازن بگاڑ دیا ہے۔ ہمارے وسایل اب بھی وہی ہیں جو پہلے تھے اور غلطی دراصل ہماری قوت فیصلہ کی تھی اور ایسی غلطی کسی سے بھی سرزد ہو سکتی ہے۔

ان امور پر غور کیجئے اور یہ نہ سمجھئے کہ چونکہ اس وقت آپ کی مملکت کا ستارہ عروج پر ہے اور حال میں اس نے اپنی مقبوضات میں اضافہ کیا ہے، اس لئے قسمت ہمیشہ آپ ہی کا ساتھ دے گی۔ ہوشمند نہ تو اپنی کامرانی کو مستقل سمجھتے ہیں، اور نہ ناکامی سے مایوس اور بدحواس ہوتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ کوئی فریق چاہے لاکھ کوشش کرے کہ لڑائی کے شعلے ایک خاص حد سے آگے نہ بڑھیں مگر اتفاق کی ہوائیں ان شعلوں کا رخ بدلتی رہتی ہیں۔ اسی لئے ہوشمندوں کو وقتی فتح مندی برخود غلط نہیں کرتی۔ شاذ و نادر صورتوں کے سوا انھیں کبھی کفِ افسوس ملنا نہیں پڑتا۔ اور کوشش کرتے ہیں کہ اپنی اقبال مندی اور عروج کے زمانہ ہی میں دشمن سے صلح کر لیں۔ ایتھنیزیو! آپ چاہیں تو بآسانی یہ طریقہ اختیار کر کے اس تباہی سے بچ سکتے ہیں جو انکار کی صورت میں پھیل سکتی ہے اور جس کے بعد ممکن ہے کہ آپ کے موجودہ کارنامہ کو بھی ایک امر اتفاقی قرار دیا جائے۔ لیکن اگر آپ اس وقت صحیح طریقہ کار اختیار کریں تو ایتھنیز کی عظمت اور آپ کا تدبر تاریخ کی ایک ناقابل تردید حقیقت بن جائے گا۔

ان اسباب کے پیش نظر لاکے دیمونی چاہتے ہیں کہ آپ صلح کا معاہدہ کر کے لڑائی ختم کر دیں۔ وہ آپ کو امن و اتحاد کا پیش کش دیتے ہیں اور بہرصورت اور بہرحال انتہائی پرخلوص تعاون اور دوستی کا یقین دلاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے معاوضہ میں آپ جزیرہ میں گھرے ہوئے سپاہیوں کا راستہ نہ روکیں۔ ہماری رائے میں دونوں فریقوں کے لئے مناسب یہی ہوگا کہ آخر تک ایک دوسرے کے مقابلہ پر اڑے نہ رہیں، نہ ایک فریق یہ سمجھے کہ محصورین لڑ بھڑ کر جزیرہ سے نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور نہ دوسرا فریق خیال کرے

کرنا کہ بندی کے دباؤ سے ان کو اطاعت پر مجبور کیا جا سکے گا۔ ہمارا ایقان ہے کہ سخت عداوتیں مشکل سے دور کی جا سکتی ہیں اور اس کا واحد طریقہ یہ ہے کہ انتقامی اور فوجی کاروائیاں کر کے مفتوحین کو ایسی شرطیں ماننے پر مجبور نہ کیا جائے جو ان کے لئے نقصان دہ ہوں بلکہ یہ مقصد اس طرح حاصل ہو سکتا ہے کہ فتح مند فریق اپنی برتری سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کرے۔ اور رعایت اور ہمدردی سے کام لے۔ دشمن کو اپنی فراخ دلی سے گرویدہ کرے اور اس کی توقعات سے زیادہ معتدل شرایط صلح پیش کر کے لڑائی ختم کر دے۔ اس طرح صلح ہو جائے اور ظلم زیادتی سے کام نہ لیا جائے تو فریق مخالف کے دل میں انتقام کا جذبہ پرورش نہیں پاتا بلکہ احسان کے بار سے اس کی گردن جھک جاتی ہے وہ احسان کا بدلہ احسان سے دینے کی کوشش کرتا ہے اور شرایط صلح کی پابندی کو ایک مقدس فرض سمجھتا ہے بسا اوقات اس طریقہ کار سے معمولی نزاعات ہی نہیں بلکہ سخت ترین عداوتیں بھی دور ہو جاتی ہیں، اس کے علاوہ فریق مخالف اپنی ہار ماننے میں پہل کرے تو اس کی بات جس قدر بے تامل مان لی جاتی ہے اسی قدر زیادہ اشتعال فاتح کو اس وقت ہوتا ہے جب وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ دشمن تکبر کی بنا پر خواہ مخواہ اپنے آپ کو تباہی کے گڑھے میں ڈھکیل رہا ہے۔

ان اصولوں کو ہم اپنے حالات پر منطبق کر کے دیکھیں تو پتہ چلے گا کہ فریقین کو امن کی جتنی شدید ضرورت آج ہے اس سے پہلے کبھی نہیں تھی۔ اس لئے ضرورت ہے کہ جلد صلح ہو جائے تاکہ ہمیں کوئی ناقابل تلافی نقصان نہ پہنچے اور ہمارے دلوں میں نہ صرف انفرادی طور پر بلکہ سیاسی اعتبار سے بھی آپ سے نفرت کا جذبہ نہ پیدا ہو جائے۔ اور آپ ان مواقع سے محروم

نہ ہو جائیں جو آج حاصل ہیں، اس وقت صورت حال یہ ہے کہ جنگ کے مستقبل کے بارے میں کوئی پیش قیاسی نہیں کی جا سکتی، آپ چاہیں تو شہرت اور نیک نامی حاصل کر سکتے ہیں اور ہمیں اپنا دوست بنا سکتے ہیں، اور ہمیں یہ موقع حاصل ہے کہ سبکی کا خیال کئے بغیر ہار مان کر ہلاکت خیز مصائب میں مبتلا ہونے سے پہلے خطرات سے باہر نکل آئیں، اس لئے آئیے صلح سمجھوتہ کر کے جنگ کی بجائے امن کا دور شروع کریں۔ اور یونان کے بقیہ حصّوں کے باشندوں کو اس عذاب سے نجات دلائیں جس کے لئے یقین مانئے وہ زیادہ تر اپنے تئیں آپ کا شکر گذار محسوس کریں گے، وہ نہیں جانتے کہ یہ جنگ جس نے ان کو مصائب میں مبتلا کر دیا ہے کس نے شروع کی، لیکن چونکہ صلح کا انحصار آپ کے فیصلہ پر ہوگا۔ اس لئے اس کا سہرا ابھی آپ ہی کے سر باندھا جائے گا۔ صلح کا فیصلہ کر کے آپ لاکے دیمونیوں کے گہرے دوست بن سکتے ہیں، یہ دوستی اور اتحاد آپ بجبر مسلط نہیں کریں گے بلکہ دوستی اور اتحاد کا پیش کش قبول کر کے ان کو شکر گذار کریں گے، اور ذرا سوچئے تو کہ اس ملاپ کے نتایج کس قدر مفید ہو سکتے ہیں، جب اٹیکا اور اسپارٹا متحد ہو جائیں گے تو یونان کی دوسری مملکتیں ان رہناؤں کی اطاعت کو یقیناً اپنے لئے موجب سعادت سمجھیں گی۔"

یہ تھے الفاظ لاکے دیمونیوں کے جن کا خیال تھا کہ ایتھنیز پہلے ہی صلح کا متمنی تھا۔ لیکن چونکہ لاکے دیمونی اس پر راضی نہیں ہوئے، اس لئے کوئی مفید نتیجہ نہیں نکلا، اور اگر اب وہ بلا شرط صلح کا پیش کش دیں تو ایتھنیزی اسے خوشی سے قبول کر کے اسفاکیتریہ کے محصورین کو رہا کر دیں گے، لیکن ایتھنیزی نے سوچا کہ جزیرہ کے اسپارٹی ہمارے قبضہ میں ہیں اس لئے ہم

جب چاہیں گے صلح کر سکیں گے اور اس صورت حال سے مزید فائدہ اٹھانا چاہا۔

اس بارے میں سب سے پیش پیش عوام کا مقبول رہنما کلیون ابن کلیائنیتوس تھا جس کا عوام پر بہت اثر تھا۔ اس کے کہنے سے ایتھنزیوں نے یہ مطالبہ کیا کہ پہلے اسفاکیتریہ کے محصورین اطاعت قبول کر کے اپنے ہتھیار ایتھنزیوں کے حوالہ کر دیں اور انھیں ایتھنز لایا جائے۔ اس کے بعد نسئیہ، پے گائے، تروئے زین اور اکائیہ کا مملکت ایتھنز سے الحاق کر دیا جائے کیونکہ یہ مقامات دشمن نے فتح کر کے نہیں لئے تھے بلکہ سابق میں جب ایتھنز کی تباہی کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا تو عارضی صلح کی خاطر خود ایتھنزیوں نے ان مقامات کو دشمن کے حوالہ کر دیا تھا۔ یہ شرطیں پوری ہو جانے کے بعد لاکے دیمونی اپنے سپاہیوں کو ایتھنز سے واپس لے جا سکیں گے اور فریقین کی رضامندی سے ایک مناسب مدت کے لئے صلح کا معاہدہ کیا جائے گا۔

سفیروں نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ یہ استدعا کی کہ ایتھنزی اپنے قائم مقام نامزد کریں جن سے مسئلہ کے ہر پہلو پر تبادلہ خیال کر کے متفقہ طور پر کوئی تصفیہ کیا جا سکے۔ کلیون نے اس تحریک کی نہایت زور شور کے ساتھ مخالفت کی اور کہا کہ اسے پہلے ہی شبہ ہو گیا تھا کہ وہ دراصل ایتھنزیوں کی آنکھوں میں خاک جھونکنا چاہتے ہیں چنانچہ وہ مجلس عوام میں تقریر کرنے سے انکار کر کے دو یا تین قائم مقاموں سے راز میں بات چیت کرنے کی جو خواہش کر رہے ہیں اس سے ان ارادوں کا ثبوت ملتا ہے۔ ہمیں اس کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔ اگر وہ واقعی ایماندار ی

کے ساتھ کوئی تجویز پیش کرنا چاہتے ہیں تو بر سرِ عام پیش کر سکتے ہیں۔ لاکے ڈیمونی نے دیکھا کہ حالات سے مجبور ہو کر چاہے وہ کتنی ہی مراعات دینے پر آمادہ ہوں یہ ممکن نہیں ہوگا کہ ان کا بر سرِ عام اعلان کر کے خود کو اتحادیوں کی نظروں میں ذلیل کیا جائے خصوصاً جب کہ گفت وشنید کے ناکام ہو جانے کا اندیشہ بھی لگا ہوا تھا۔ ان کا خیال یہ بھی تھا کہ ایتھنزی ہرگز ان کی کسی تجویز پر اعتدال پسندی کے ساتھ غور نہیں کریں گے۔ یہ سوچ کر لاکے ڈیمونی سفیر کچھ کہے بغیر ہی ایتھنز سے لوٹ گئے۔

سفرا کے پیلوس لوٹتے ہی عارضی صلح کا معاہدہ ختم ہو گیا اور لاکے ڈیمونیوں نے مطالبہ کیا کہ ایتھنزی اپنے وعدے کے مطابق پلوپونیزی بیڑا واپس کر دیں اس کے جواب میں ایتھنزیوں نے اس فقرہ کا حوالہ دیا جس میں کہا گیا تھا کہ خفیف سی خلاف ورزی ہو تو بھی معاہدہ ٹوٹ جائے گا اور کہا کہ دوران التواہی میں انھوں نے پیلوس کے استحکامات پر حملہ کیا اس لئے معاہدہ ختم ہو چکا۔ ایتھنزیوں نے اس کے علاوہ بعض دوسرے الزامات بھی لگائے جن کی تفصیل بظاہر ضروری نہیں معلوم ہوتی، اور بیڑا واپس کرنے سے انکار کر دیا۔ لاکے ڈیمونیوں نے ان الزامات کی تردید کر کے جہازوں کے معاملہ میں ایتھنزیوں کی بدنیتی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اور اس کے بعد بڑے جوش وخروش کے ساتھ لڑائی کی تیاری شروع کی۔ اب پیلوس میں دونوں فریق بڑی سرگرمی سے ایک دوسرے کے خلاف کارروائیاں کرنے لگے۔ ایتھنزی بیڑے کے دو جہاز ایک دوسرے کی مخالف سمت میں روانہ ہو کر دن بھر جزیرہ کے اطراف چکر لگاتے اور رات میں سارے جہاز جزیرہ کے اطراف لنگر ڈال دیتے تھے۔ البتہ جب کبھی طوفان آتا، سمندر کی طرف کا

حصہ کھلا چھوڑ دیا جاتا تھا۔ اس وقت ایتھنزی بیڑے کے جہازوں کی تعداد ستر تک پہنچ گئی تھی کیونکہ ناکہ بندی میں مدد دینے کے لئے شہر سے جو بیس جہاز آئے تھے وہ بھی اس معرکہ میں شریک ہو گئے۔ اُدھر پلوپونیزی ارض براعظم پر ہی پڑاؤ ڈالے رہے اور وہاں سے پیلوس کے قلعہ پر حملے کرنے شروع کئے۔ وہ اسفاکیتریہ میں گھری ہوی فوج کو نکال لانے کے لئے مناسب موقع کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔

اس دوران میں سرقوسی اور ان کے سلی والے اتحادی مسینہ کے محافظ دستہ کے لئے وہ کمک لے کر پہنچ گئے جس کا ذکر ہم پچھلے صفحوں میں کر آئے ہیں۔ اس کے بعد انھوں نے اس مقام کو مستقر بنا کر لڑائی شروع کی۔ اور یہ لڑائی زیادہ تر اہل رہیگیوم کے خلاف لوکرسیوں کے اشتعال دلانے کی وجہ سے ہوی جنھوں نے اول الذکر کے علاقہ پر اپنی ساری فوج کے ساتھ حملہ کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ سرقوسی سمندر میں قسمت آزمائی بھی کرنا چاہتے تھے کیونکہ انکو پتہ چل گیا تھا کہ اس وقت رہیگیوم میں اتھینز کے معدودے چند جہاز ہیں اور ایتھنزی بیڑے کا بڑا حصہ جو ان سے ملنے والا تھا، اسفاکیتریہ کی ناکہ بندی کی غرض سے رک گیا ہے۔ ان کا خیال تھا کہ بحری لڑائی میں فتح ہو جائے تو بہ آسانی رہیگیوم کی بری اور بحری ناکہ بندی کر کے اُسے مغلوب کیا جا سکے گا۔ اور اس کامیابی کے ساتھ ہی اُن کا موقف مضبوط ہو جائے گا کیونکہ راس رہیگیوم واقع اطالیہ اور مسینہ واقع سلی ایک دوسرے سے اس قدر قریب ہیں کہ ایتھنزی نہ تو ان کے خلاف بحری نگرانی کر سکیں گے اور نہ آبنائے پر اپنا اقتدار قایم رکھ سکیں گے۔ زیر بحث آبنائے رہیگیوم اور مسینہ کے درمیان اُس حصہ سمندر میں ہے جہاں سلی اور ارض براعظم کا

درمیانی فاصلہ کم سے کم ہو جاتا ہے اور یہیں خاربدیس کا وہ گرداب ہے جس کو قدیم روایات کے مطابق یولی سس نے عبور کیا تھا۔ یہ راستہ اس قدر تنگ ہے اور اس میں ترہینیہ اور سسلی کے بڑے اور زخار دریاؤں کا دھارا اس قدر تیزی سے بہتا ہے کہ بجا طور پر یہ مقام مخدوش مشہور ہو گیا ہے۔

اس آبنائے میں سے ایک کشتی کے گزرنے کے سوال پر سرقوسی اور اُن کے اتحادی ایتھنزیوں کا مقابلہ کرنے پر مجبور ہوئے۔ سرقوسیوں کے پاس تیس ۳۰ سے کچھ زیادہ جہاز تھے جن کا مقابلہ سولہ ایتھنزی اور آٹھ ریگیوجی جہازوں سے ہوا۔ سرقوسیوں نے شکست کھائی اور ان کے جہاز ایک دوسرے سے بچھڑ کر اپنے طور پر کسی طرح مسینہ اور ریگیوم میں اپنے مستقر کو لوٹ گئے۔ سرقوسیوں کا ایک جہاز کام آیا اور یہ لڑائی جو دن چڑھے شروع ہوئی تھی رات تک ختم نہیں ہوئی۔ اس کے بعد لوکرسی ریگیوم کے علاقہ سے ہٹ گئے اور سرقوسیوں اور ان کے حلیفوں کے جہاز اکھٹے ہو کر راس پیلوروس میں لنگر انداز ہوئے جو مسینہ کے علاقہ میں واقع ہے اور جہاں بری فوجیں بھی ان سے آملیں۔ ایتھنزی اور ریگیوجی جہاز آگے بڑھ کر اس مقام پر پہنچ گئے اور دشمن کے جہازوں کو غیر مسلح پا کر حملہ کر دیا جس میں خود ان کا ایک جہاز لوہے کے کانٹے میں الجھ کر رہ گیا اور ملاحوں نے پیر کر جان بچائی۔ اس کے بعد سرقوسی اپنے جہازوں میں سوار ہو گئے اور جب ان کے بیڑے کو ساحل کے ساتھ ساتھ کھینچ کر مسینہ لے جایا جا رہا تھا' ایتھنزیوں نے دوبارہ دھاوا کیا۔ سرقوسی جہاز سمندر میں داخل ہو گئے اور پلٹ کر دشمن پر حملہ کیا جس میں ایک اور ایتھنزی جہاز کام آیا۔ اس طرح ساحل ساحل آگے بڑھ کر اور دشمن کے حملوں کو پسپا کرتے ہوئے سرقوسی بیڑا مسینہ کی بندرگاہ میں داخل ہو گیا۔

اس اثنا میں جب اطلاع ملی کہ آرکیاس اور اُس کے ہم نوا سازش کر کے کارمانیہ کو سرقوسیوں کے حوالہ کرنے کی فکر میں ہیں تو اتھینزی بیڑا اس طرف روانہ ہوا۔ سپیتیوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھاکر اپنے کالکسی ہمسایہ نکسوس پر اپنی ساری بحری اور بری فوجوں کے ساتھ حملہ کر دیا۔ انھوں نے پہلے روز نکسویوں کو شہر پناہ کی مدافعت پر مجبور کر کے اُن کے اضلاعی علاقوں میں لوٹ مار کی اور دوسرے دن سمندری راستہ سے دریائے اکے سنیز کی ترائی میں پہنچ کر اس علاقہ کو تاخت و تاراج کیا جب کہ بری فوجیں شہر والوں کو پریشان کر رہی تھیں۔

اس عرصہ میں مینیوں کے حملہ کو روکنے کی غرض سے ملک کے اندرونی علاقوں سے سکلس بڑی تعداد میں آپہنچے۔ نکسویوں نے جب سکلس کو آتے دیکھا تو ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہی، اور یہ سمجھ کر کہ لیونتی نی اور اُن کے دوسرے یونانی حلیف مدد کے لئے آرہے ہیں فوراً شہر سے باہر نکل کر جہازوں میں سوار ہو گئے اور مینیوں پر دھاوا کر کے شکست فاش دی۔ اس معرکہ میں ایک ہزار سے زیادہ مینی کٹ گئے اور شکست خوردہ فوج کو فراری کے دوران میں سخت نقصانات پہنچے کیونکہ راستہ میں غیر یونانیوں نے اُن میں سے اکثروں کو ہلاک کر ڈالا۔ لڑائی کے بعد یہ بیڑا مسینہ کی بندرگاہ میں داخل ہوا جہاں سے سارے جہاز اپنے اپنے وطن کو لوٹ گئے۔

اس موقع سے فائدہ اٹھاکر لیونتی نی اور اُن کے اتحادی جن کے ساتھ اتھینزی بھی تھے مسینہ پر جھپٹے جو اب کمزور ہو گیا تھا۔ اتھینزی بیڑا بندرگاہ کے پاس رک گیا اور بری فوجوں نے شہر کے خلاف اقدام شروع کیا۔ مینیوں نے دیموتیلس اور بعض دوسرے لوکریوں کی مدد سے جو شہر کی حفاظت کے لئے ٹھیر گئے تھے، شہر پناہ کے باہر نکل کر پوری قوت کے ساتھ یکایک دھاوا کر کے

لیونتی نی فوجوں کو شکست فاش دی اور بہت سے سپاہیوں کو ہلاک کر ڈالا یہ دیکھ کر ایتھنزی اپنے جہازوں سے اُترے اور میسینی لشکر پر جو منتشر حالت میں تھا، دھاوا کر کے شہر کے اندر بھگا دیا۔ میسینیوں کو پسپا کرنے کے بعد ایتھنزیوں نے اپنی فتح کی یادگار نصب کی اور وہاں سے رہیگیوم روانہ ہوئے۔ اس معرکہ کے بعد سسلی کے یونانیوں نے ایک دوسرے کے خلاف بری جنگ جاری رکھی اور ایتھنزیوں نے اس میں کوئی حصہ نہیں لیا۔

ادھر اسفاکیتریہ کی لاکے دیمونی فوج کی ناکہ بندی ہنوز جاری تھی اور پلوپونیزی لشکر حسب سابق ارض براعظم پر اپنی جگہ ٹھیرا ہوا تھا۔ غذا اور پانی کی قلت کی وجہ سے ایتھنزیوں کے لئے ناکہ بندی کا کام بہت مشکل ہو گیا تھا۔ ایک چشمہ کے سوائے جو پیلوس کے قلعہ میں واقع تھا اس نواح میں پانی کہیں اور دستیاب نہیں ہوتا تھا۔ اور چونکہ خود پیلوس کا چشمہ بھی بڑا نہیں تھا اس لئے ساحل سمندر کی ریت ہٹا کر جیسا بھی پانی ملے پینا پڑتا تھا۔ اس کے علاوہ رہنے کے لئے بھی کافی جگہ نہیں تھی اور انھوں نے ایک چھوٹی سی جگہ پر پڑاؤ ڈال رکھا تھا۔ اور چونکہ جہازوں کے لئے کوئی لنگر گاہ نہیں تھی اس لئے سپاہی اور ملاح باری باری ساحل پر کھانے کے لئے آتے تھے جب کہ اُن کے ساتھی سمندر میں جہازوں کے لنگر سنبھالے رہتے تھے۔ لیکن ان کے دل سب سے زیادہ اس احساس سے بیٹھے جا رہے تھے کہ ایک غیر آباد جزیرہ میں محصور سپاہیوں کو جہاں کھاری پانی کے سوائے پینے کو کچھ نہیں ملتا، مغلوب کرنے کی کارروائی غیر متوقع طور پر طول کھینچ رہی ہے، حالانکہ شروع میں وہ اس کو صرف چند دنوں کی بات سمجھتے تھے۔ ہوا یہ کہ لاکے دیمونیوں نے اشتہار دے دیا تھا کہ جو لوگ رضاکارانہ طور پر پسا ہوا غلہ، شراب، پنیر اور اسی قسم کی دوسری کھانے کی

چیزیں جزیرہ میں پہنچائیں گے ان کی زیادہ سے زیادہ قیمت دی جائے گی۔ یہ بھی اعلان کیا گیا تھا کہ جو ہیلوت اس طرح رسد پہنچائیں گے اُن کو آزاد کر دیا جائے گا۔ اس بناپر اسفاکیتریہ کو خوراک لے جانے میں سب سے زیادہ مستعدی ہیلوتوں نے دکھائی۔ یہ کام بہت خطرناک تھا اس کے باوجود ہیلوتیز کے کسی نہ کسی ساحلی مقام سے رات کے اندھیرے میں کشتیوں میں روانہ ہو کر رضاکار جزیرہ کے سمندر رویہ حصہ میں پہنچ جاتے تھے۔ جب کبھی ہوا موافق ہوتی ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہتی تھی اور وہ آسانی سے اپنی منزل کو پہنچ جاتے تھے۔ ہوا جب سمندر کی طرف سے چلتی تھی تو آسانی سے نگراں کار ایتھنزی جہازوں کی نظر بچا کر آگے بڑھ جاتے تھے کیونکہ ایسی صورت میں ثانی الذکر کے لئے جزیرہ کے اطراف لنگر ڈالنا ناممکن ہو جاتا تھا۔ ایسے موقعوں سے فائدہ اٹھا کر ہیلوت جن کو منہ مانگے دام ملتے تھے، اپنی کشتیوں کی سلامتی کا خیال کئے بغیر جزیرہ کے ساحل پر کسی نہ کسی جگہ پہنچ جاتے تھے کیونکہ انھیں یقین تھا کہ جہاں بھی کشتی کنارے لگے گی سپاہی اُن کو لینے کے لئے موجود ہوں گے لیکن جن لوگوں نے بھی اچھے موسم میں جزیرہ تک پہنچنے کی کوشش کی وہ سب گرفتار کر لئے گئے۔ اس کے علاوہ غوطہ خور شہد میں ملے ہوئے پوست کے بیج اور دلی ہوئی السی سے بھری ہوئی مشکیں اسفاکیتریہ پہنچایا کرتے تھے۔ ان مشکوں میں ڈوری باندھ کر پانی کے اندر ہی اندر کھینچ کر بندرگاہ سے جزیرہ تک پہنچایا جاتا تھا۔ شروع شروع میں ایتھنزیوں کو اس کارروائی کا پتہ نہیں چلا لیکن بعد میں غوطہ خوروں پر بھی نگرانی کی جانے لگی۔ مختصر یہ کہ دونوں فریقوں نے سارے ممکنہ طریقے استعمال کئے۔ ایک محصورین کو رسد پہنچانے کے لئے ہر طرح کی ترکیبیں کر رہا تھا تو دوسرا رسد کو روکنے کے سارے طریقے استعمال کر رہا تھا۔

ایتھنز میں جب فوجوں کی پریشان حالی اور اسفاکیتریہ کے محصورین کو خفیہ طور پر غلہ پہنچنے کی اطلاعیں ملیں تو سخت حیرانی ہوی اور ایتھنزی گھبرائے کہ سرما شروع ہو جانے کے بعد بھی ناکہ بندی جاری رکھنے کی ضرورت پیش نہ آئے۔ انھوں نے سونچا کہ پلوپونیز کے گرد گھوم کر فوجوں کے لئے رسد کی فراہمی سرما میں ناممکن ہو جائے گی۔ خود پیلوس کے غذائی وسایل بہت محدود تھے اور گرما میں بھی فوجوں کے لئے کافی رسد نہیں بھجوائی جا سکی تھی۔ بندرگاہوں کی عدم موجودگی کی وجہ سے ناکہ بندی کا سلسلہ جاری رکھنا ممکن نہیں تھا اور محصورین یا تو محاصرہ کی برخاستگی کے بعد جزیرہ سے فرار ہو جائیں گے یا جب کبھی موسم خراب ہوگا خوراک پہنچانے والی کشتیوں میں سوار ہوکر ایتھنزی بیڑے کی زد سے باہر چلے جائینگے۔ اس دوران میں لاکے دیمونیوں نے کوئی مزید سفارت نہیں بھجوائی اس لئے ایتھنزیوں کو اور بھی پریشانی ہوی۔ ان کا خیال تھا کہ لاکے دیمونی اپنے موقف کو مضبوط سمجھ رہے تھے اسی لئے انکو کوئی اور سفارت بھجوانے کی ضرورت محسوس نہیں ہو رہی تھی اور یہ سونچ کر پچھتانے لگے کہ صلح کے پیش کش کو انھوں نے خواہ مخواہ مسترد کردیا۔ چونکہ صلح کلیون کی مخالفت کی بنا پر نہیں ہوی تھی اس لئے وہ اپنے اہل ملک میں نامقبول ہوگیا۔ جب یہ صورت حال پیش آئی تو کلیون نے اب اپنے بچاؤ کے لئے کہا کہ پیلوس کے بارے میں جو اطلاعیں ایتھنز پہنچی ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔ اس پر خبر رسانوں نے عوام سے کہا کہ شبہ ہو تو ایک کمیشن بھجوایا جائے چنانچہ دو اراکین کا ایک کمیشن مقرر کیا گیا جس کا ایک رکن خود کلیون اور دوسرا رکن تھیاگینیس مقرر ہوا۔ کلیون گھبرایا کہ اب یا تو ان خبروں کی توثیق کرنی ہوگی جن کو وہ جھٹلا رہا تھا یا پھر اگر واقعات کے خلاف رپورٹ

دے تو اس کا جھوٹ کھل جائے گا۔ ساتھ ہی جب اُس نے دیکھا کہ ایتھنزی کوئی تازہ مہم شروع کرنے کے خلاف نہیں ہیں۔ اس لئے مشورہ دیا کہ کمیشن بھیجنے سے سوائے اس کے کہ وقت ضایع ہو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اور یہ کہ اگر وہ پیلوس کی اطلاعوں کو سچ مانتے ہیں تو فوراً دشمن کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے بحری بیڑا روانہ کرنا چاہیے۔ اور نکیاس ابن نکیراتوس کی طرف اشارہ کرکے، جس سے اُسے نفرت تھی طعن آمیز انداز میں کہا کہ اگر ایتھنز میں قابل سپاہ سالار ہوتے تو جزیرہ کے محصورین کو مغلوب کرنا کچھ مشکل نہ ہوتا۔ اُس نے یہ بھی کہا کہ اگر میں سپاہ سالار ہوتا تو اس مہم کو سر کرکے دکھا دیتا۔

ایتھنزی بڑبڑانے لگے کہ جب کلیون کو یہ مہم اس قدر آسان معلوم ہوتی ہے تو پھر وہ خود فوج کی کمان کیوں نہیں سنبھال لیتا۔ سپاہ سالار وقت نکیاس نے جسے نشان ملامت بنایا جا رہا تھا جب یہ صورت حال دیکھی تو کہا کہ کمان داروں کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا اگر کلیون فوج لے کر جائے اور ایک کوشش خود بھی کر دیکھے۔ پہلے تو کلیون کو خیال ہوا کہ نکیاس اوپری دل سے کہہ رہا ہے اس لئے جانے پر راضی ہو گیا لیکن جب پتہ چلا کہ واقعی جانا پڑے گا تو بوکھلا گیا اور ٹالنے کے لئے کہا کہ نکیاس سپاہ سالار ہے، وہی جائے۔ اس کے شان و گمان میں بھی یہ بات نہیں آئی تھی کہ نکیاس اپنے عہدہ سے دست بردار ہو جائے گا لیکن نکیاس نے دوبارہ استعفیٰ پیش کیا اور پیلوس کی مہم کی کمان سے دست برداری کا برسرعام اعلان کر دیا۔ کلیون نے اپنی جان چھڑانے کے لئے لاکھ کوشش کی مگر جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے مجمع کا اصرار بڑھتا ہی گیا۔ عوام نے نکیاس کو ترغیب دی کہ وہ سپہ سالاری سے دست بردار ہو جائے اور چیخ چیخ کر کلیون کو زچ کرنا شروع کیا کہ فوج لے کر جائے۔ بالآخر جب

نجات کا کوئی راستہ نظر نہیں آیا تو مجبوراً اس نے رضامندی ظاہر کی اور کہا کہ اس مہم کے لئے ایتھنز کے کسی شہری کو تکلیف دینا نہیں چاہتا بلکہ لیمنوس اور امبروس کے جو دستے اس وقت ایتھنز میں موجود تھے اس کے ساتھ کر دیے جائیں۔ اس کے علاوہ آئی نوس کے گوپھنئے اور دوسرے علاقوں کے چار سو تیر انداز دے جائیں تو پیلوس کی ایتھنزی فوجوں کی مدد سے وہ بیس روز کے اندر یا تو لاکے دیمونیوں کو گرفتار کر کے لائے گا یا وہیں موت کے گھاٹ اتار دے گا۔ عوام کو کلیون کی اس حماقت پر ہنسی آگئی لیکن سمجھدار لوگ مطمئن تھے کہ یہ مہم چاہے کامیاب ہو یا نہ ہو بہرصورت مفید نتیجہ نکلے گا۔ یا تو ان کی امیدوں کے مطابق کلیون کا خاتمہ ہو جائیگا یا اگر یہ مراد پوری نہ ہوی تو لاکے دیمونیوں پر غلبہ حاصل ہو گا۔

جب مجلس عوام میں سارے امور طے ہو گئے اور ایتھنزیوں نے کلیون کو سپاہ سالار منتخب کیا تو اس نے دیموس تھینس کو جو اس وقت پیلوس میں فوج کے ایک حصہ کا کماندار تھا، اپنا شریک کار بنایا اور بڑے زور و شور کے ساتھ تیاریاں شروع کیں۔ کلیون کو اطلاع ملی تھی کہ دیموس تھینس اسفاکٹیریہ پر اچانک دھاوا کرنے کے منصوبے باندھ رہا ہے اسی لئے اس نے اسے اپنا شریک کار بنا لیا۔ پیلوس میں ایتھنزی سپاہی جگہ کی ناموزونیت کی وجہ سے تنگ آ گئے تھے۔ گو وہ جزیرہ کی ناکہ بندی کر رہے تھے مگر در اصل خود اپنے آپ کو محصورین کی طرح مجبور محسوس کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ جلد لڑائی ہو تاکہ یکسوئی ہو جائے۔ اس دوران میں جزیرہ کی جھاڑیوں میں آگ لگ گئی تو کامیابی کے قوی تر امکانات بھی نظر آنے لگے تھے۔ چونکہ جزیرہ پر کبھی کوئی آبادی نہیں رہی تھی اور ہر طرف گھنا جنگل تھا جس میں راستے بھی نہیں تھے

اس لئے ایتھنز ی سپاہ سالار کا خیال تھا کہ اس صورت حال کی وجہ سے دشمن فائدہ میں رہے گا۔ اگر بڑی تعداد میں فوج اتاری جائے تو بھی دشمن جھاڑیوں کے پیچھے سے اچانک حملے کر کے نقصان پہنچا سکے گا۔ گھنی جھاڑیوں کی وجہ سے نہ تو دشمن کی کمزوریوں کا پتہ چلے گا اور نہ اُس کے سپاہی نظر آسکیں گے کہ ان پر وار کیا جا سکے۔ اس کے برخلاف ایتھنزی فوج کی ہر کمزوری سے غنیم واقف ہو جائے گا اور جب اور جہاں چاہے گا حملہ کر دے گا۔ حملہ میں پہل کرنے کا موقع ہمیشہ دشمن ہی کو حاصل رہے گا۔ اگر جھاڑیوں ہی میں حملہ کر دیا جائے تو دشمن کی مختصر سی فوج بھی اس نواح کے اونچ نیچ اور راستوں سے واقفیت کی کی بنا پر کثیر تر فوج کو آسانی سے نقصان پہنچا سکے گی اور دشمن سپاہیوں کو ہلاک کرنا شروع کر دے تو چونکہ جھاڑیوں میں وہ ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکیں گے اس لئے اپنے ساتھیوں کی مدد بھی نہیں کر سکیں گے۔

ایتولیہ کے جنگل میں ایتھنزی فوج کو جو تباہ کن حادثات پیش آئے تھے اُن کی بنا پر وہ جزیرہ کے جنگل سے گھبرائے ہوئے تھے۔ لیکن اتفاقاً ایک اسپارٹی سپاہی کی غفلت سے جو رات کے کھانے کے لئے جزیرہ کے کنارے گیا تھا جھاڑیوں میں آگ لگ گئی جس کے شعلے فوج کو خبر ہونے سے پہلے ہوا کے تیز جھونکوں کی وجہ سے آناً فاناً ہر طرف پھیل گئے اور تقریباً سارے درخت جل کر خاک ہو گئے (جگہ کی قلت کی وجہ سے کھانے کے لئے اکثر سپاہی ساحل پر چلے جاتے تھے) اس قسم کے ناگہانی حادثات سے بچنے کے لئے اسپارٹیوں نے کوئی چوکی بھی قایم نہیں کی تھی۔ اس طرح جب جنگل صاف ہو گیا تو دیموس تھنیس کو دشمن کا پڑاؤ پہلی دفعہ صاف نظر آیا اور یہ بھی پتہ چل گیا کہ اسپارٹی سپاہیوں کی تعداد کتنی ہے۔ اس سے پہلے وہ سمجھتا تھا کہ ایک چھوٹی سی تعداد کے لئے

جزیرہ میں رسد پہنچائی جا رہی ہے۔ ڈیموس تھینس نے یہ بھی محسوس کیا کہ ایتھنزی اس مہم کو بڑی اہمیت دیتے ہیں اور اس کو سر کرنے کے لئے بیتاب ہیں۔ اب جزیرہ پر فوجیں اتارنا آسان ہو گیا تو اس نے دھاوے کی تیاریاں شروع کیں اور قریب کے علاقوں کے اتحادیوں سے فوجی امداد طلب کی۔ پیلوس میں یہ کارروائی اس نوبت پر تھی کہ کلیون فوج لے کر آ پہنچا۔ اس نے اپنی آمد کی اطلاع ڈیموس تھینس کو پہلے ہی کر دی تھی۔ ان دو سپاہ سالاروں نے آپس میں مشورہ کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ارض بر اعظم پر لاکے دیمونی لشکر گاہ کو یہ دریافت کرنے کے لئے قاصد بھجوائے کہ آیا وہ تباہی سے بچنے کے لئے جزیرہ کے محصورین کو اطاعت قبول کرنے اور ہتھیار ایتھنزیوں کے حوالہ کرنے کی ہدایت دینے پر آمادہ ہیں۔ اور ان سے وعدہ کیا گیا کہ ہتھیار ڈالنے والے سپاہیوں کو عام معاہدہ صلح ہونے تک مناسب نگرانی میں رکھا جائے گا۔

لاکے دیمونیوں نے جب یہ تجویز رد کر دی تو ایتھنزی سپاہ سالاروں نے ایک روز آرام لینے کے بعد سارے بھاری ہتھیار بند دستوں کو چند جہازوں میں سوار کیا راتوں رات روانہ ہوئے اور سویرا ہونے سے کچھ پہلے بندرگاہ اور کھلے سمندر کی طرف سے آگے بڑھ کر جزیرہ پر اتر گئے۔ پیادوں کی جملہ تعداد آٹھ سو تھی جو جہازوں سے اترتے ہی دشمن کی اگلی چوکی پر حملہ آور ہوئے۔ اس چوکی پر تقریباً تیس بھاری ہتھیار بند پیادے متعین تھے۔ مرکزی اسپارٹی فوج جزیرہ کے درمیانی اور زیادہ ہموار حصہ میں تھی جہاں ایک چشمہ تھا۔ کمان دار اپیتاداس بھی انہی دستوں کے ساتھ تھا۔ سپاہیوں کا ایک چھوٹا سا دستہ پیلوس کی سمت ڈھلوان دار اس پر رکھا گیا تھا جس پر سمندر کی

طرف سے چڑھائی مشکل تھی اور جزیرہ کے اندر سے بھی حملہ کرنا دشوار تھا۔ اس مقام پر قلعہ کی قسم کی ایک پرانی عمارت بھی تھی جس کی دیواریں ٹیڑھے ترچھے پتھروں کو جوڑ کر بنائی گئی تھیں۔ لاکے دیموتیوں کا خیال تھا کہ پسپائی کی صورت میں اس جگہ پناہ لی جا سکے گی۔

دشمن کے اگلے مورچے پر پہنچتے ہی ایتھنزیوں نے سارے محافظ سپاہیوں کو ہلاک کر ڈالا۔ یہ لوگ ابھی بستر سے بہ مشکل اٹھنے پائے تھے اور ہتھیار بھی نہیں لگا سکے تھے کہ ایتھنزی یکایک ٹوٹ پڑے۔ سمندر میں ایتھنزی جہازوں کو دیکھ کر انھوں نے سمجھا تھا کہ وہ حسب معمول شب بسری کے لئے اپنی لنگرگاہ کو واپس جا رہے تھے۔ دن نکلتے ہی ایتھنزیوں نے بقیہ فوج بھی جزیرہ پر اتار دی۔ یہ لشکر ستر جہازوں میں سوار ہو کر آیا تھا۔ جہازوں کی حفاظت کے لئے صرف کمترین درجہ کے ملاح مقرر کئے گئے اور باقی ساری جمعیت جزیرہ میں داخل ہو گئی۔ جزیرہ پر ایتھنزی فوج میں اس وقت آٹھ سو تیر انداز اور اتنے ہی گوپھنئے تھے۔ میتھنیہ سے آئے ہوئے امدادی دستے اور پیلوس پر متعینہ سارے سپاہی بھی اس مہم میں شریک تھے۔ البتہ پیلوس کے قلعہ کی حفاظتی فوج کو وہاں سے نہیں ہٹایا گیا۔ ڈیموس تھینیس نے لشکر کو تقریباً دو دو سو سپاہیوں کے دستوں میں تقسیم کر کے ٹیلوں اور بلند مقامات پر کھڑا کر دیا تاکہ دشمن کو ہر طرف سے گھیر کر مفلوج کر دیا جائے۔ اس نے ہدایت دی کہ ہر سمت سے حملہ کیا جائے لیکن کوئی دستہ دشمن سے دوبدو ہو کر مقابلہ نہ کرے۔ دشمن اپنی صفوں کے سامنے والے دستہ پر حملہ کرے تو عقب والے اس پر وار کریں اور اگر سیدھی یا بائیں جانب مڑ کر حملہ کرے تو مخالف سمت سے دستے وار کریں۔ غرض اس نے فوج کی ترتیب اس انداز

کی کہ دشمن جدھر بھی جائے عقب سے حملہ کیا جاسکے۔ سب سے زیادہ پریشان کن ہلکے ہتھیار بند سپاہیوں کے دستے تھے جو دشمن کی زد سے باہر رہ کر تیروں اور پتھروں سے وار کر سکتے تھے۔ ان کے ہتھیار چونکہ ہلکے تھے اس لئے وہ دوڑ کر اپنا بچاؤ کر سکتے تھے اور تعاقب کرنے والوں کے پلٹتے ہی لوٹ کر وار کرنا آسان تھا۔ یہ تھیں وہ ترکیبیں جو ڈیموس تھینیس نے اسفاکیتریہ پر حملہ کرنے کے لئے سوچی تھیں اور ان ہی پر عمل کیا گیا۔

اسپارٹیوں کی مرکزی فوج نے جو کماندار ایپیتاداس کے تحت تھی جب دیکھا کہ اگلے مورچے کے سپاہی کٹ گئے اور حملہ آور بڑھے چلے آ رہے ہیں تو گنجان صفیں بنا کر ایتھنزی بھاری ہتھیار بند پیادوں کے مقابلہ کے لئے آگے بڑھے۔ ہلکے ہتھیار بند اسپارٹی ان کے دائیں بائیں اور عقب میں چل رہے تھے لیکن دشمن سے دوبدو مقابلہ کر کے اپنی برتری دکھانے کا موقع ہی نہیں ملا کیونکہ ہلکے ہتھیار بندوں نے دونوں بازوؤں سے حملہ کر کے اُن کو ایتھنزی صفوں تک جانے نہیں دیا اور ایتھنزی پیادے آگے بڑھکر مقابلہ کرنے کی بجائے اپنی جگہ پر رُکے رہے۔ جب کبھی ہلکے ہتھیار بند بہت قریب آجاتے دشمن ان کو پسپا کر دیتا تھا لیکن تھوڑی ہی دیر بعد وہ پھر لوٹ کر حملہ کرتے تھے۔ ہتھیار ہلکے تھے اس لئے وہ پھرتی سے نقل و حرکت کر سکتے تھے۔ اس کے برخلاف اسلحہ کے بوجھ اور زمین کی ناہمواری کی وجہ سے لاکے دیمونی پیچھا کر کے دشمن کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔

اس قسم کی جھڑپیں کچھ عرصہ تک جاری رہیں جس کے بعد لاکے دیمونیوں میں ان منتشر حملوں کو پہلے کی طرح پھرتی سے روکنے کی سکت باقی نہیں رہی تو دشمن کے حوصلے بڑھ گئے۔ ایتھنزی خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے کہ

ان کی تعداد اسپارٹیوں سے کئی گونہ زیادہ تھی اس کے علاوہ اب وہ ان کے طریق جنگ سے واقف ہو کر نڈر بھی ہو گئے تھے۔ جزیرہ پر اترتے وقت اتھنزی گھبرائے ہوئے تھے کہ مقابلہ بہت خطرناک ہو گا لیکن اب ان کے سارے اندیشے بے بنیاد ثابت ہوئے اور خوف و ہراس حقارت سے بدل گیا تو سبھوں نے مل کر یکبارگی بلند آواز میں نعرے لگاتے ہوئے تیروں پتھروں غرض جو چیز بھی ہاتھ لگی اس سے حملہ کیا۔ حملہ آوروں نے اس قدر شور مچایا کہ لاکے دیمونی حواس باختہ ہو گئے کیونکہ ان کو کبھی اس قسم کی لڑائی لڑنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ جلے ہوئے درختوں کی تازہ راکھ ہر طرف اڑ رہی تھی جس کی وجہ سے کچھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ گرد و غبار کے بادلوں میں بے شمار حملہ آور تیروں اور پتھروں کی بوچھار کر رہے تھے جس سے لاکے دیمونی بری طرح زد میں آ کر بے بس ہو گئے۔ تیر خود اور زرہ کو توڑ کر سپاہیوں کے جسم میں داخل ہونے لگے لیکن وہ خود کسی پر وار نہیں کر سکتے تھے کیوں کہ گرد و غبار کی وجہ سے نہ تو کچھ نظر آ رہا تھا اور نہ وہ اس طوفان بے تمیزی میں اپنے افسروں کے احکام ہی سن سکتے تھے۔ ان تمام حالات کی وجہ سے ایسے مجبور اور لاچار ہوئے کہ بچاؤ یا سلامتی کا کوئی راستہ نظر نہ آیا۔

بالآخر اس تنگ مقام پر جہاں یہ لڑائی ہو رہی تھی جب بہت سے سپاہی گھایل ہو گئے تو انھوں نے ایک دوسرے سے قریب آ کر گنجان صفیں بنائیں اور جزیرہ کے آخری سرے کی طرف ہٹنے لگے جہاں ان کے ساتھی قلعہ کی حفاظت کر رہے تھے۔ جونہی انھوں نے پیچھے ہٹنا شروع کیا ہلکے ہتھیار بند بڑھ بڑھ کر اور زیادہ شور مچاتے ہوئے حملے کرنے لگے اور جو سپاہی زد میں آئے ان کو ہلاک کر ڈالا۔ اس کے باوجود اکثر لاکے دیمونی بچ کر قلعہ میں

پہنچ گئے اور وہاں جو دستہ متعین تھا اُس کی مدد سے ان سارے مقامات کی حفاظت کا انتظام کیا جہاں چڑھائی کا امکان تھا۔ ایتھنزی فوج جو تعاقب کر رہی تھی ان کو چاروں طرف سے گھیرنے میں ناکام رہی کیوں کہ اس علاقہ میں بچاؤ کے قدرتی مواقع موجود تھے اس لئے انھوں نے اب دو بدو مقابلہ کر کے قلعہ پر قبضہ کرنا چاہا اور ساری فوج کے ساتھ دھاوا کیا۔ فریقین بڑی دیر تک بلکہ تقریباً دن بھر پیاس اور دھوپ کی شدت کے باوجود برابر لڑتے رہے۔ ایتھنزی دشمن کو قلعہ سے ہٹانے کی کوشش کر رہے تھے اور لاکے دیمونی اپنی جگہ پر قایم رہنے کے لئے سارا زور صرف کر رہے تھے۔ یہاں لاکے دیمونیوں کے لئے مدافعتی کارروائی آسان ہو گئی تھی کیوں کہ ان کا کوئی بازو دشمن کی زد میں نہیں تھا۔

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ کشمکش کبھی ختم ہی نہ ہو گی لیکن ایسے میں مسینی فوج کے کماندار نے کلیون اور ڈیموس تھینس سے کہا کہ لڑائی اسی طرح جاری رہے تو ساری محنت رائیگاں ہو جائے گی اس لئے اگر چند تیر انداز اور ہلکے ہتھیار بند سپاہی ساتھ کر دیے جائیں تو وہ دشمن کے گرد گھوم کر اُس کے عقب میں پہنچ جائے گا۔ جب سپاہی ساتھ کر دیے گئے تو وہ ایک مقام سے چل کر جو دشمن کی نظر سے اوجھل تھا ڈھلانوں پر رینگتے ہوئے اس جگہ جا پہنچا جہاں بچاؤ کے قدرتی مواقع پر بھروسہ کر کے لاکے دیمونیوں نے کوئی دستہ متعین نہیں کیا تھا۔ اور وہاں سے بدقت تمام چھپتے چھپاتے دبے پاؤں لاکے دیمونی فوج کے عقب میں یکایک ایک ٹیلہ پر جا پہنچا تو اُسے دیکھ کر دشمن جس قدر ہراساں ہوئے اُس سے کہیں زیادہ اور غیر معمولی مسرت ایتھنزیوں اور ان کے اتحادیوں کو ہوئی جو دیر سے منتظر کھڑے تھے۔

اب لاکے ڈیمونی آگے اور پیچھے دونوں طرف سے زد میں آگئے اور ان کو وہی دہری مشکل پیش آئی جو تھرموپلائے میں (گو اس معرکہ عظیم کا اس چھوٹی سی لڑائی سے کیا مقابلہ) ایرانیوں کے ایک عقبی راستہ سے اقدام کرنے سے مدافعین کو پیش آئی تھی اور جس سے ان کی فوج کا ایک حصہ دوسرے سے منقطع ہو گیا تھا۔ غرض ایتھنزیوں نے دشمن پر آگے پیچھے دونوں جانب سے وار کرنا شروع کیا تو ہر طرح سے مجبور ہو کر اس کے بھوکے پیاسے سپاہی پسپا ہو گئے۔

سارے مورچوں اور خندقوں پر ایتھنزیوں کا قبضہ پہلے ہی ہو چکا تھا کلیون اور ڈیموس تھینس نے سوچا کہ اگر دشمن اور پسپا ہو تو ایتھنزی فوج سارے سپاہیوں کو کاٹ کے رکھ دے گی اس لئے لڑائی روک کر اپنے دستوں کو پیچھے ہٹا لیا۔ وہ لاکے ڈیمونیوں کو ہلاک نہیں کرنا چاہتے تھے بلکہ گرفتار کر کے ایتھنز لے جانے کے خواہش مند تھے۔ ان کو توقع تھی کہ صلح کا پیش کش دیا جائے تو ممکن ہے دشمن اپنی ہٹ سے باز آجائے اور خطرات سے گھبرا کر ہتھیار ڈال دے۔ چنانچہ اعلان کیا گیا کہ اگر وہ چاہیں تو ہتھیار ڈال کر اپنے آپ کو بلا شرط ایتھنزیوں کے حوالہ کر سکتے ہیں۔

اس اعلان کے بعد اکثر لاکے ڈیمونی سپاہیوں نے اپنی ڈھالیں جھکا دیں اور ہاتھ کے اشارے سے صلح کے پیش کش کی قبولیت کا اظہار کیا تو لڑائی ختم ہو گئی اور صلح کی بات چیت کا آغاز ہوا۔ اس گفت و شنید میں ایک طرف کلیون اور ڈیموس تھینس تھے اور دوسری طرف استائیفون ابن فاراکس تھا کیوں کہ اسپارٹی کمان داروں کا سردار اپیتاداس لڑائی میں مارا گیا اور ہیاگریتاس جو اس کا دست راست تھا بری طرح گھایل ہو گیا تو سپاہی اُسے مردہ سمجھ کر میدان جنگ میں چھوڑ آئے تھے۔ اس طرح قانون کے مطابق

بالادست افسروں کی غیر موجودگی میں استایفون نے کمان سنبھال لی تھی۔

استایفون اور اس کے ساتھیوں نے ارض بر اعظم کے لاکے دیمونیوں کے پاس قاصد بھجواکر ہدایات حاصل کرنے کی اجازت مانگی۔ ایتھنزیوں نے ان میں سے تو کسی کو جانے کی اجازت نہیں دی لیکن خود ارض براعظم سے قاصد طلب کئے اور دو تین دفعہ سوال و جواب لانے لے جانے کے بعد آخری قاصد نے یہ پیام پہنچایا کہ "لاکے دیمونی چاہتے ہیں کہ آپ اپنی عزت کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو طریقہ کار مناسب سمجھیں اختیار کریں۔" اس کے بعد اسپارٹیوں نے آپس میں مشورہ کر کے ہتھیار ڈال دیے اور اپنے آپ کو ایتھنزیوں کے سپرد کر دیا۔ ایتھنزیوں نے قیدیوں پر نگرانی رکھی اور دوسرے روز سویرے فتح کی یادگار نصب کرنے کے بعد جہازوں میں سوار ہو کر روانگی کی تیاریاں شروع کیں۔ قیدیوں کی ایک ایک ٹولی جہازوں کے ایک ایک کپتان کی تحویل میں دی گئی اور ارض براعظم کے لاکے دیمونیوں نے قاصد بھجواکر اپنے مقتولوں کی نعشیں اٹھوالیں۔ اس لڑائی کے لئے جملہ چار سو بیالیس[۴۴۲] بھاری بند لاکے دیمونی پیادے جزیرہ پر اتارے گئے تھے۔ ان میں سے دو سو بیانوے گرفتار کر کے ایتھنز بھجوائے گئے اور بقیہ جنگ میں مارے گئے۔ اسیران جنگ میں تقریباً ایک سو بیس[۱۲۰] اسپارٹہ کے شہری تھے۔ ایتھنزی فوجوں کو زیادہ نقصان نہیں پہنچا کیوں کہ دو بدو لڑائی کی نوبت ہی نہیں آئی۔

پیلوس کے سمندر میں جنگ کے آغاز سے لے کر اسفاکیتریہ پر لڑائی کے اختتام تک کل بہتر[۷۲] دن تک ناکہ بندی جاری رہی۔ ان میں سے بیس روز تک جب کہ لاکے دیمونی سفیر صلح کی شرطیں طے کرنے کے لئے ایتھنز بھجوائے گئے تھے محصورین کے لئے باضابطہ طور پر رسد فراہم کی گئی اور بقیہ دنوں میں خوراک

جزیرہ میں خفیہ طور پر درآمد کی گئی۔ لڑائی کے اختتام پر غلہ اور دوسری کھانے پینے کی چیزوں کا ذخیرہ فاتحین کے ہاتھ لگا کیونکہ کمان دار اپیتاداس نے سپاہیوں کا راشن گھٹا کر نصف کر دیا تھا۔ اس معرکہ کے بعد ایتھنزیوں اور پلوپونیزیوں دونوں نے اپنی فوجیں پیلوس سے ہٹا لیں اور اپنے اپنے وطن کو لوٹ گئے۔ کلیون کا وعدہ بے تکا سا معلوم ہوتا تھا لیکن اس نے اپنے قول کو لفظ بلفظ پورا کیا اور بیس ۲۰ دن کے اندر ہی اسپارٹیوں کو گرفتار کر کے ایتھنز پہنچا دیا۔

اس جنگ میں یوں تو کئی حیرت انگیز واقعات ہوئے لیکن اہل یونان کو سب سے زیادہ تعجب اسفاکیتریہ کے اس معرکہ پر ہوا۔ عام طور سے سمجھا جاتا تھا کہ دنیا کی کوئی قوت یا مصیبت لاکے ڈیمونی سپاہیوں کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور نہیں کر سکتی۔ وہ مشکل سے مشکل حالات میں بھی لڑتے اور لڑتے ہوئے جان دیتے ہیں۔ چنانچہ لوگوں کو یقین نہیں آتا تھا کہ جو سپاہی گرفتار ہو کر آئے تھے وہ ہلاک شدہ سپاہیوں کی طرح بہادر تھے۔ اور جب چند روز بعد ایتھنز کے ایک حلیف نے اسفاکیتریہ کے کسی قیدی سے توہین آمیز انداز میں پوچھا کہ کیا وہ سپاہی بہادر تھے جو جزیرہ کی لڑائی میں کام آئے؟ تو اس نے جواب دیا کہ تعریف تو ان تیروں کی کرنی چاہیے جنھوں نے چن چن کر بہادروں کو نشانہ بنایا۔ مطلب یہ کہ اس طوفان بے تمیزی میں جن سپاہیوں کو تیر یا تیر لگے وہ ہلاک ہو گئے۔ دو بدو لڑائی نہیں ہوئی۔

اسپارٹی قیدی ایتھنز پہنچے تو طے کیا گیا کہ جنگ کے اختتام تک ان کو نظر بند رکھا جائے گا اور اگر اس دوران میں پلوپونیزیوں نے ایتھنز کے علاقہ پر حملہ کیا تو قیدیوں کو جیل سے نکال کر قتل کر دیا جائے گا۔ ساتھ ہی پیلوس کے

بچاؤ کی طرف سے غفلت نہیں برتی گئی۔ نٹوپاکتوس کے مسینیوں نے اپنے آبائی وطن کو جس سے سابق میں ہیلوس کا تعلق تھا خاص اعتماد کے آدمی بھجوائے اور لقونیہ پر متواتر چھاپے مارنے شروع کئے۔ چونکہ حملہ آور مقامی زبان سے واقف تھے اس لئے ان کی سازشیں کامیاب ہوئیں اور یہ حملے نہایت تباہ کن ثابت ہوئے۔ ایک تو لاکے دیمونیوں کو ابھی تک اس قسم کی لڑائی کا مطلق تجربہ نہیں تھا دوسرے ہیلوٹ بے وفائی کر کے ساتھ چھوڑنے لگے اور سارے ملک میں انقلاب کی آگ پھیل جانے کا اندیشہ پیدا ہو گیا تو سخت پریشانی ہوئی۔ وہ اتھنزیوں پر اپنی پریشانی کا اظہار نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن اس کے باوجود بادل ناخواستہ سفیر بھجوا کر پیلوس کو واپس لینے اور قیدیوں کو رہا کرانے کی کوشش کی لیکن اتھنزی ان کی مجبوریوں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہتے تھے اس لئے انھوں نے سارے سفیروں کو انکاری جواب دے کر لوٹا دیا اور کوئی بات طے نہیں ہو سکی۔

تیرھواں باب

جنگ کا ساتواں اور آٹھواں سال ـ کورکایری انقلاب کا اختتام ـ گیلا کا معاہدۂ امن ـ نسایہ کی تسخیر

اس کے بعد ہی اسی موسم گرما میں اتھینزیوں نے کورنتھ کے خلاف ایک مہم کا آغاز کیا جس میں اسّی جہاز، دو ہزار بھاری ہتھیار بند اتھینزی پیادے اور دو سو سوار شریک تھے۔ ان کے علاوہ ملطی، اندریائی، اور کارستی حلیفوں کے دستے بھی تھے۔ اس فوج کی کمان نکیاس ابن نکےراتُس اور اس کے دو شرکائے کار کے سپرد تھی۔ یہ لشکر سمندری راستہ سے روانہ ہو کر جزیرہ خرسونیز اور رہئی توس کے درمیان کوہ سولی گی کے دامن میں اُترا۔ یہ وہ پہاڑی ہے جس کو مرکز بنا کر زمانہ قدیم میں دوریائیوں نے کورنتھ کے ایولی باشندوں سے نبرد آزمائی کی تھی اور آج کل یہاں ایک گاؤں آباد ہے جو سولی گیہ کہلاتا ہے۔ اتھینزی جس مقام پر جہازوں سے اترے اس کا فاصلہ اس گاؤں سے کوئی ڈیڑھ میل، کورنتھ سے سات میل اور خاکنائے سے سوا دو میل ہے۔ کورنتھیوں کو اتھینزی بیڑے کے آنے کی اطلاع آرگوس سے مل چکی تھی اس لئے وہ اپنی ساری فوجیں اکھٹی کر کے

قبل از قبل خاکنائے پر پہنچ گئے۔ البتہ جو لوگ خاکنائے سے دور آباد تھے وہ نہیں آسکے اور پانچسو سپاہی جو امبر لیسیہ اور لیوکادیہ کی حفاظت پر متعین تھے اس جمعیت میں شریک نہیں ہو سکے۔ غرض کورنتھی ایک بڑی فوج لے کر آئے اور ایتھنزیوں کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔ لیکن ایتھنزیوں نے یہ چالاکی کی کہ رات کے اندھیرے میں اپنی فوجیں اتار دیں اور جب آتشیں اشاروں کے ذریعہ اس کی اطلاع ملی تو کورنتھیوں نے اپنی فوج کا آدھا حصہ کن کرائے پر کھڑا کر دیا تاکہ ایتھنزی کرومیون کا رخ کریں تو ان کو روکا جائے اور بقیہ فوج لے کر بعجلت ممکنہ سولی گیہ روانہ ہوئے۔

اس وقت کورنتھی فوج میں دو سپاہ سالار تھے جن میں سے ایک کا نام بتوس تھا۔ وہ ایک رسالہ کو لے کر سولی گیہ کی مدافعت کے لئے آگے بڑھا جس کے اطراف کوئی فصیل نہیں تھی۔ دوسرا سپاہ سالار لائکوفران ایتھنزیوں کے مقابلہ کے لئے ٹھیر گیا۔ ایتھنزی فوج کے میمنہ کے سپاہی خرسونیز کے روبرو جہازوں سے اترے ہی تھے کہ کورنتھیوں نے بڑھ کر حملہ کیا۔ اس کے بعد انھوں نے ساری ایتھنزی فوج پر دھاوا کیا اور بڑی زبردست دست بدست لڑائی ہوئی جس میں دونوں جانب کے سپاہیوں نے ثابت قدمی اور جواں مردی کے جوہر دکھائے۔ ایتھنزی میمنہ کے سپاہیوں اور کارستی دستوں نے جو صف کے آخری سرے پر کھڑے کئے گئے تھے کورنتھیوں کا مقابلہ کر کے تھوڑی بہت کشمکش کے بعد پسپا کر دیا۔ اس کے بعد کورنتھی ایک دیوار کے پاس پہنچ گئے جو ایک ٹیلہ پر بنی ہوئی تھی۔ انھوں نے ایتھنزیوں پر پتھر پھینکے اور رجز پڑھتے ہوئے ٹیلہ پر سے اتر کر دوبارہ حملہ کیا تو دست بدست لڑائی شروع ہو گئی۔ اس موقع پر ایک کورنتھی دستہ

یسرہ کی مدد کے لئے آ گیا۔ ایتھنزیوں کو شکست فاش ہوی اور حملہ آوروں نے ساحل سمندر تک تعاقب کیا۔ لیکن وہاں جہازوں کے پاس جو ایتھنزی اور کارستی دستے تھے انھوں نے حملہ کر کے کورنتھیوں کو بھگا دیا۔ اس دوران میں دونوں جانب کی بقیہ فوج میں گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی۔ خاص کر کورنتھیوں کے میمنہ نے زبردست جنگ کی جہاں لائکوفران ایتھنزی میسرہ کو روک رہا تھا تاکہ وہ سولی گیہ کے گاؤں کا رخ نہ کریں۔

بڑی دیر تک لڑائی اسی طرح جاری رہی اور فریقین اپنی جگہ ثابت قدمی سے جمے رہے جس کے بعد بالآخر ایتھنزیوں نے اپنی سوار فوج کی مدد سے جن کے مقابلہ کے لئے دشمن کے پاس سوار نہیں تھے، کورنتھیوں کو پسپا کر دیا جو پیچھے ہٹ کر پہاڑی پر چڑھ گئے اور اس کے بعد کوئی اقدام نہیں کیا۔ کورنتھیوں کو سب سے زیادہ جانی نقصان اسی معرکہ میں پہنچا جس میں ان کے میمنہ کو شکست ہوی اور سپاہ سالار لائکوفران بھی اسی میں مارا گیا۔ بقیہ فوج منتشر ہو کر فرار ہونے پر مجبور ہوی لیکن چونکہ تعاقب سرگرمی سے نہیں کیا جا رہا تھا اس لئے سپاہی ایک ٹیلے پر چڑھ کر صف آرا ہو گئے۔ ایتھنزیوں نے جب دیکھا کہ دشمن مزید مقابلہ نہیں کرنا چاہتا تو کورنتھی مقتولوں کے ہتھیار اُتار لئے اور اپنے سپاہیوں کی لاشیں اٹھا کر فتح کی یادگار نصب کر دی۔ کورنتھی فوج کا وہ حصہ جسے ایتھنزیوں کو کرومیون کی طرف بڑھنے سے روکنے کے لئے کن کرائے پر کھڑا کیا گیا تھا، کوہ اونایوں کے درمیان میں حایل ہونے کی وجہ سے لڑائی تو دیکھ نہیں سکا لیکن گرد و غبار سے اندازہ کر کے امداد کے لئے تیزی سے آگے بڑھا۔ اسی طرح شہر کے عمر رسیدہ کورنتھی بھی لڑائی کی اطلاع پا کر میدان کارزار کی سمت دوڑے

ایتھنزیوں نے جب ان سب کو آتے دیکھا تو سمجھے کہ آس پاس کے پلوپونیزی علاقوں سے کمک آگئی ہے اور مال غنیمت اور سپاہیوں کی نعشیں لے کر (سوائے دو نعشوں کے جن کا انھیں پتہ نہ چل سکا) تیزی سے جہازوں میں سوار ہو کر پاس کے جزیروں پر جا اترے اور وہاں سے اپنا قاصد بھجوا کر عارضی صلح کے تحت وہ دو لاشیں طلب کر لیں جو چھوڑ گئے تھے۔ اس معرکہ میں دو سو بارہ کورنتھی مارے گئے اور جو ایتھنزی سپاہی کام آئے ان کی تعداد پچاس سے کم تھی۔

ان جزیروں سے لنگر اٹھا کر ایتھنزی اسی روز کرومیون روانہ ہوئے جو کورنتھ کے علاقہ میں شہر سے تقریباً تیرہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہاں پہنچ کر انھوں نے لنگر ڈال دیا اور اس علاقہ کو تباہ و تاراج کر کے رات وہیں گزاری۔ دوسرے روز اولاً ساحل کے ساتھ ساتھ اپیدوروس کی حدود میں پہنچ کر لنگر ڈال دیا اور پھر میتھانہ روانہ ہوئے جو اپیدوروس اور تروئے زین کے درمیان واقع ہے۔ وہاں دیوار تعمیر کر کے اس جزیرہ نما کی خاکنائے کو مستحکم کیا اور ایک فوجی چوکی قایم کی جسے تروئے زین، ہالیائے اور اپیدوروس پر چھاپے مارنے کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔ اس مقام کے گرد فصیلیں تعمیر کرنے کے بعد ایتھنزی بیڑا اپنے وطن کو لوٹ گیا۔

جس زمانہ میں یہ واقعات پیش آئے اسی زمانہ میں یوری میدون اور سوفکلیس ایک ایتھنزی بیڑے کے ساتھ سسلی کے لئے روانہ ہوئے اور اثنائے راہ میں کورکایرا پہنچ کر شہریوں کے ساتھ ایک مہم میں شریک ہو گئے یہ مہم اُس فریق کے خلاف شروع کی گئی تھی جس نے انقلاب کے بعد شہر سے نکل کر کوہ استونے کو اپنا مرکز بنا لیا تھا اور آس پاس کے سارے علاقہ پر

قابض ہو گیا تھا جس کا ذکر پچھلے صفحات میں ہو چکا ہے۔ کورکایرا کے شہری اس فریق سے سخت نالاں تھے اور اسی وجہ سے انھوں نے یہ مہم شروع کی تھی جب استحکامات پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا گیا تو اُن کی فوج نے ایک ٹیلہ پر چڑھ کر پناہ لی اس کے بعد انھوں نے اطاعت قبول کر لی اور اجیر سپاہی اور ہتھیار حوالہ کر کے اپنے آپ کو بلا شرط اتھنزیوں کے سپرد کر دیا۔ اتھنزی سپاہ سالار عارضی صلح کی شرایط کے تحت ان کو تاپُکیہ کے ٹاپو پر لے گئے تاکہ حراست میں رکھ کر وقت آنے پر اتھنز بھجوا دیا جائے یہ بھی بتا دیا گیا تھا کہ اگر ان میں سے ایک نے بھی فرار ہونے کی کوشش کی تو سب کے سب شرایط صلح کی مراعات سے محروم ہو جائیں گے۔ کورکایرا کے عوام گھبرائے کہ کہیں اتھنزی ان افراد کی جان بخشی نہ کریں اس لئے انھوں نے یہ چال چلی کہ اپنے دوستوں کو خفیہ طور پر بھجوا کر جزیرہ کے چند باشندوں کو اس امر پر راضی کر لیا کہ قیدیوں کے لئے ایک کشتی فراہم کریں اور اپنے آپ کو خیر خواہ ظاہر کر کے مشورہ دیں کہ وہ جلد از جلد فرار ہو جائیں ورنہ اتھنزی سپاہ سالار انھیں کورکایری عوام کے حوالہ کر دیں گے۔

یہ تدبیر کارگر ہوئی تو کشتی میں بیٹھ کر فرار ہوتے وقت ان کو گرفتار کروا دیا گیا جس کے ساتھ ہی معاہدہ صلح ختم ہو گیا اور وہ سارے افراد کورکایری شہریوں کے حوالہ کر دیے گئے۔ اس واقعہ کی ذمہ داری زیادہ تر اتھنزی سپاہ سالاروں پر ہے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ خود تو سلی جائیں اور دوسرے لوگ قیدیوں کو اتھنز لے جانے کا امتیاز حاصل کریں۔ جب قیدی کورکایریوں کے سپرد کیے گئے، تو انھوں نے ان کو ایک بڑی عمارت میں نظر بند کر دیا اور اس کے بعد بیس بیس قیدیوں کی ٹولیاں حراست سے باہر نکال کر

بھاری ہتھیار بند پیادوں کی قطاروں میں سے گزاری گئیں۔ پیادوں کی قطاریں سڑک کی دونوں جانب کھڑی کی گئی تھیں۔ ہر ٹولی کے سارے قیدیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ رسی سے باندھ کر زدوکوب کی جارہی تھی اور سڑک پر سے گزرتے وقت پیادوں نے ذاتی بغض و عناد کی بنا پر اپنے شخصی دشمنوں کو خنجروں سے ضربات پہنچائے۔ سپاہی کوڑے لئے اسیروں کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے اور جو قیدی تیز نہیں چلتا تھا اُس پر کوڑے برسائے جاتے تھے۔

ساٹھ قیدی اسی طرح ہلاک ہو گئے اور اُن کے دوستوں کو خبر تک نہ ہوی۔ جو قیدی عمارت کے اندر تھے وہ سمجھ رہے تھے کہ ان کے ساتھی ایک جیل سے دوسرے جیل میں منتقل کئے جارہے ہیں۔ لیکن بالآخر جب حقیقت حال واضح ہو گئی تو انھوں نے ایتھنزیوں سے کہا کہ اگر قتل کرنا ہی مقصود ہے تو خود قتل کریں، دوسروں کے حوالہ نہ کریں۔ اس کے بعد انھوں نے جیل کے دروازے اندر سے بند کر لئے اور کہا کہ کسی کو اندر داخل ہونے نہیں دیا جائے گا۔ کورکایریوں نے دروازہ توڑ کر جیل میں داخل ہونے کی کوشش نہیں کی بلکہ عمارت کے اوپر چڑھ کر چھت کھول ڈالی اور قیدیوں پر کوبلو اور تیروں کی بارش کرنے لگے جس سے بچنے کی انھوں نے امکانی کوشش کی۔ اکثر قیدی اپنے آپ کو ہلاک کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ بعض دشمن کے چلائے ہوے تیر اپنے حلق میں پیوست کر رہے تھے۔ بعض جیل خانہ کے پلنگوں کی رسی کھول کر اور بعض خود اپنے کپڑوں کی رسی بنا کر اپنے آپ کو پھانسی دے رہے تھے۔ غرض ایک تو قیدی اپنا خاتمہ کرنے کے لئے ہر ممکنہ تدبیر کر رہے تھے دوسرے چھت پر سے تیر برسائے جارہے تھے ان کی وجہ سے بھی موت کا بازار گرم ہو گیا۔ یہ خونیں ناٹک ختم نہیں

ہوا تھا کہ رات ہو گئی اور آخری قیدی کے آخری سانس لینے تک سویرا قریب آ گیا۔ جب دن نکل آیا تو کورکایری قیدیوں کی لاشیں چھکڑوں میں ایک دوسرے کے اوپر ڈال کر شہر کے باہر لے گئے۔ اِستون کے قلعہ میں جو عورتیں گرفتار ہوئیں ان سب کو کنیز بنا کر فروخت کر دیا گیا۔ کوہ ایستون کے کورکایریوں کو عوام نے بے نام و نشان کر دیا اور اس طرح سخت خونریزیوں کے بعد یہ خانہ جنگی ختم ہوی۔ اس کے بعد کم از کم اس جنگ کے دوران میں کورکایرا میں کوئی اندرونی خلفشار نہیں پیدا ہوا کیونکہ ایک فریق قطعاً نیست و نابود ہو گیا تھا۔ اس کے بعد ایتھنزی بیڑا اپنی منزل مقصود یعنے سسلی کے سفر پر روانہ ہوا اور وہاں پہنچ کر اپنے حلیفوں کی مدد سے جنگ جاری رکھی۔

موسم گرما کے اختتام پر تو پاکتوس کے ایتھنزیوں اور اکارناتیوں نے اناکتوریوم پر فوج کشی کی جو امبریسی خلیج کے دہانہ پر ایک کورنتھی شہر ہے۔ انھوں نے اس شہر پر سازش کے ذریعہ قبضہ کر لیا اور خود اکارناتیوں نے اپنے ملک کے مختلف حصوں سے آبادکار بھیجے جن کو وہاں بسا دیا گیا۔

اب موسم گرما ختم ہو گیا۔ اس کے بعد سرما کے اوائل میں ارسطیدش ابن آرکیپوس نامی ایک ایتھنزی سپاہ سالار نے جو مخالفوں سے خراج وصول کرنے کے لئے روانہ کیا گیا تھا دریائے استرایمون کے کنارے بہ مقام ایون ارتافرنیز نامی ایک ایرانی کو گرفتار کیا جو شاہ ایران کا پیام لاکے دیمون لے جا رہا تھا۔ ایتھنز میں اس ایرانی کے پاس سے برآمد شدہ اشوری دستاویزوں کا ترجمہ کروایا گیا تو پتہ چلا کہ وہ لاکے دیمونی حکومت کے نام شاہ ایران کے مراسلے ہیں اور ان میں شاہ ایران نے کئی اور امور کا ذکر کرنے کے بعد

لکھا ہے کہ اگرچہ لاکے ڈیمونیوں نے کئی سفیر ایران بھجوائے لیکن پتہ نہیں چل سکا کہ دراصل وہ کیا چاہتے ہیں کیونکہ ایک کا بیان دوسرے کے بیان سے مطابقت نہیں رکھتا۔ اگر انھیں واقعی کچھ کہنا ہے تو حامل ہذا (ارتافرنز) کے ہمراہ اپنے سفیر بھجوائیں۔ چند روز بعد ایتھنزیوں نے ارتافرنز کو ایک سہ طبقہ جہاز میں سوار کر کے افی سوس واپس بھجوا دیا۔ انھوں نے اس کے ساتھ اپنے سفیر بھی روانہ کیے لیکن اسی زمانہ میں زرکسیز ثانی ابن زرکسیز اول انتقال کر گیا جس کی اطلاع پاکر سفیر ایتھنز لوٹ آئے۔

اسی موسم سرما میں ایتھنزیوں کو شبہ ہوا کہ ممکن ہے خیوسی بغاوت کر بیٹھیں اس لئے مطالبہ کیا کہ وہ اپنی شہر پناہ کو مسمار کر دیں۔ ایتھنزیوں سے عہد و پیمان کر کے اس امر کی ضمانت حاصل کرنے کے بعد کہ اُن کے ساتھ ممکنہ حد تک حسب سابق اچھا سلوک کیا جائے گا، خیوسیوں نے فصیلیں منہدم کر دیں۔ اس طرح موسم سرما ختم ہوا اور اسی کے ساتھ جنگ کا ساتواں سال اختتام کو پہنچا جس کی یہ تاریخ طوسی دیدس نے لکھی ہے۔

اس کے بعد گرمیوں کے شروع میں ہلالی مہینہ کی پہلی تاریخ کو سورج گہن ہوا اور اسی مہینہ کے اوائل میں بھونچال بھی آیا۔ انہی دنوں متی لنی اور دوسرے جلاوطن افراد نے جن میں سے اکثر ارض براعظم چلے گئے تھے، پلوپونیز سے اجیر سپاہی حاصل کئے اور خود ارض براعظم میں بھی فوجی بھرتی کی جس کے بعد اقدام کر کے انھوں نے رموئے تیوم پر قبضہ کر لیا۔ مگر جب انھیں دو سو فوکسی اسٹیٹر مل گئے تو اس شہر کو کوئی نقصان پہنچائے بغیر چھوڑ دیا۔ پھر انتاندروس پر حملہ آور ہوئے اور اس پر سازش کے ذریعہ قبضہ کر لیا۔ وہ انتاندروس اور دوسرے اکتائی شہروں کو آزاد کرانا چاہتے تھے جو پہلے متی لنہ سے

متعلق تھے لیکن جن پر اب ایتھنز کا قبضہ تھا۔ یہ علاقہ ریدا کے نواح میں تھا اس لئے اس پر قبضہ کے بعد ان کو جہاز سازی کی ساری سہولتیں حاصل ہو جاتیں کیونکہ وہاں لکڑی اور دوسرے سامان کی افراط ہے۔ اس کے علاوہ کسبوس وہاں سے قریب ہے جس پر آسانی سے چڑھائی کر کے ارض بر اعظم کے ایولیائی شہروں پر اقتدار قایم کیا جا سکتا تھا۔

ادھر جلاوطن افراد یہ منصوبے باندھ رہے تھے اور اُدھر اسی موسم گرما میں ایتھنزیوں نے ساٹھ جہاز، دو ہزار بھاری ہتھیار بند پیادوں، چند سواروں اور اپنے مخالفین کے چند فوجی دستوں کی مدد سے میلے تھوس اور بعض دوسرے مقامات سے روانہ ہو کر کی تھرا پر یورش کی۔ اس ایتھنزی فوج کی کمان نکیاس ابن نکیراتوس، نکوستراتوس ابن دایوتریفز اور آٹوکلس ابن تولمایوس کے سپرد تھی۔ جزیرہ کی تھرا القونیہ کے قریب مالیہ کے محاذی واقع ہے جہاں لاکے ڈیمونی پیریوکی آباد ہیں۔ اسپارٹہ سے ہر سال ایک افسر جو جج کہلاتا تھا، اس جزیرہ کو بھجوایا جاتا تھا، بھاری ہتھیار بندوں کا ایک دستہ بھی یہاں رکھا جاتا تھا اور جزیرہ کے دفاع کو بڑی اہمیت دی جاتی تھی کیونکہ مصر اور لیبیا کے تجارتی جہاز یہاں ٹھیرتے تھے۔ اس کے علاوہ لقونیہ کو خانگی مسلح جہازوں کے حملوں سے بچانے میں بھی اس جزیرہ سے بڑی مدد ملتی تھی۔ لقونیہ پر حملہ صرف اسی جگہ کیا جا سکتا تھا کیونکہ سسلی اور کریٹ کے قریب سارا ساحل اونچا اور خطرناک حد تک ڈھلوان ہے جس پر چڑھنا ممکن نہیں ہے۔ اس لئے بھی کی تھرا کی حفاظت ضروری تھی۔

ایتھنزی بیڑے کے دس جہاز اور دو ہزار ملطی بھاری ہتھیار بند

پیادوں نے اس مقام پر پہنچ کر شہر سکاندیہ پر قبضہ کر لیا جو ساحل سمندر پر واقع ہے۔ بقیہ ایتھنزی فوج نے جزیرہ کے قریب ایک ساحلی مقام پر اتر کر جہاں سے مالیہ کی بستی نظر آتی ہے کی تھرا کے نشیبی علاقہ پر حملہ کیا جہاں ساری آبادی پڑاؤ ڈالے تھی۔ کی تھرا والوں نے تھوڑی دیر تک تو ایتھنزیوں کا مقابلہ کیا لیکن اس کے بعد بالائی کی تھرا کی طرف فرار ہو گئے جہاں جان کی امان پا کر انھوں نے جلد ہی نکیاس اور اس کے شرکائے کار کے آگے ہتھیار ڈال دیے اور یہ طے پایا کہ بقیہ امور کا تصفیہ ایتھنز کے اختیار تمیزی پر چھوڑ دیا جائے گا۔ اس سے پہلے نکیاس اور شہر کے بعض باشندوں کے مابین مراسلت ہو رہی تھی جس کی بنا پر اہل شہر نے جلد اور مناسب شرطوں پر ہتھیار ڈال دیے۔ اگر کی تھرا والے جلد اطاعت قبول نہ کر لیتے تو ان کو اپنے حال اور مستقبل کے لئے مفید مطلب شرایط پر صلح کرنے کا موقع نہ ملتا اور چونکہ وہ لاکے دیمونی نسل سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کا جزیرہ لقونیہ سے بہت قریب واقع ہے اس لئے ایتھنزی ان کو وہاں سے نکال باہر کرتے اس کامیابی کے بعد ایتھنزیوں نے شہر سکاندیہ پر قبضہ کر لیا اور کی تھرا کی حفاظت کے لئے ایک فوجی دستہ متعین کر کے اسینہ، ہیلوس اور دوسرے ساحلی علاقوں کو روانہ ہوے۔ انھوں نے موزوں مقامات پر اتر کر شب بسری کرتے ہوے سات روز تک اس نواح میں لوٹ مار کی۔

کی تھرا پر ایتھنزیوں کے قبضہ کی وجہ سے لاکے دیمونیوں کو پلوپونیز کے دوسرے ساحلی مقامات پر بھی حملوں کا اندیشہ محسوس ہوا لیکن اس کے باوجود انھوں نے کسی مقام پر بھی ان کا مقابلہ نہیں کیا بلکہ جو مقامات خطرہ میں نظر آئے ان کی حفاظت کے لئے حسب ضرورت بھاری ہتھیار بند دستے

بھجوائے اور عام طور پر بڑی حد تک مدافعانہ حکمت عملی اختیار کی۔ وہ اسفاکیتریہ کی ناگہانی شکست فاش اور پیلوس اور کی تھرا کی تسخیر کی وجہ سے بری طرح مرعوب ہو گئے تھے۔ اس کے بعد جب جنگ کے شعلے ہر طرف تیزی سے پھیلنے لگے اور ان سے بچنے کی کوئی تدبیر نظر نہ آئی تو داخلی انقلاب کا اندیشہ پیدا ہو گیا اس لئے انھوں نے خلاف معمول اپنی فوج میں چار سو سوار بھرتی کئے اور تیر اندازوں کے ایک دستہ کا بھی اضافہ کیا۔ وہ اب فوجی معاملات میں پہلے سے زیادہ پست ہمت ہو گئے اور پس و پیش کرنے لگے۔ مشکل یہ بھی کہ انھیں بحری جنگ سے واسطہ تھا حالانکہ ان کی فوج کی ترتیب و تشکیل میں اس کا مطلق خیال نہیں رکھا گیا تھا اور مقابلہ ایتھنزیوں سے تھا جو ہر خطرہ میں کود پڑتے تھے اور خطرات سے جی چرانے کو کامیابی سے منہ موڑنے کے مساوی سمجھتے تھے۔ اس کے علاوہ کئی حالیہ معرکوں میں یکے بعد دیگرے شکستیں ہوئیں تو ان کے حوصلے اور بھی پست ہو گئے۔ وہ گھبراتے تھے کہ اسفاکیتریہ کا المیہ دوبارہ پیش نہ آئے اس لئے دشمن کا مقابلہ کرنے کی جرات ہی نہ ہوتی تھی اور ڈرتے تھے کہ کہیں پھر کوئی فاش غلطی سرزد نہ ہو جائے۔ لاکے دیمونی ناکامیوں اور مصائب کے عادی نہیں تھے اس لئے جب متواتر ناکامیاں ہوئیں تو اعتماد نفس کھو بیٹھے۔

ان اسباب کی بنا پر انھوں نے ایتھنزیوں کو پلوپونیزی ساحل کے علاقوں کو تاخت و تاراج کرنے سے روکنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ جس علاقہ پر ایتھنزی فوج کشی کرتے وہاں کا محافظ دستہ مرعوب ہو جاتا تھا اور اپنے سپاہیوں کی تعداد کو ناکافی سمجھ کر مدافعت کی کوشش ہی نہیں کرتا تھا۔ البتہ ایک لاکے دیمونی رسالہ نے کوترتہ اور افرودلیسیہ کے قریب

مقابلہ کی ہمت کی تو اس کے حملہ سے ہلکے ہتھیار بند دہشت زدہ ہو گئے لیکن
جب بھاری ہتھیار بند پیادے مقابلہ پر آئے تو لاکے دیمونی پیچھے ہٹ گئے۔
اس معرکہ میں پلوپونیزیوں کو چند سپاہیوں اور ہتھیار کا نقصان ہوا جس کے
بعد ایتھنزی اپنی فتح کی یادگار نصب کر کے کی تھرا روانہ ہوئے۔ وہاں سے
اپیداؤر وس لمیرا گئے اور اس کے چند علاقوں کو تاخت و تاراج کر کے تھیریہ
پہنچے جو کنودیہ کے علاقہ میں آرگوس اور لقونیہ کی سرحد پر واقع ہے۔ اِس
ضلع کو اُس کے لاکے دیمونی حاکموں نے آئی گینہ کے غریب الوطنوں کو ان
پسندیدہ خدمات کے معاوضہ میں حوالہ کر دیا تھا جو انھوں نے بھونچال کے
زمانہ میں اور ہیلوتوں کی سرکشی کے وقت انجام دی تھیں۔ اس کے علاوہ
ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ایتھنز کی رعایا ہونے کے باوجود وہ ہمیشہ لاکے دیمون
کی حمایت کرتے رہے تھے۔

ابھی ایتھنزی بیڑا اسی نواح میں تھا کہ اہل آئی گینہ جو ساحل سمندر
پر ایک قلعہ تعمیر کر رہے تھے، تخلیہ کر کے شہر کے بالائی حصہ میں چلے گئے اور
ساحل سے ایک میل سے زیادہ دور جا کر سکونت اختیار کی۔ لاکے دیمون کا
ایک اضلاعی فوجی دستہ اس قلعہ کی تعمیر میں آئی گینہ والوں کی مدد کر رہا
تھا۔ انھوں نے اس سے درخواست کی کہ قلعہ میں داخل ہو کر مدافعت
میں مدد دے لیکن لاکے دیمونی جو اپنے آپ کو کم زور سمجھتے تھے قلعہ بند ہونے
میں خطرہ محسوس کر کے پیچھے ہٹ گئے اور ایک بلند مقام پر پہنچ کر دم لیا۔ اس
اثنا میں ساری ایتھنزی فوج جہازوں سے اتر کر تھیریہ پہنچ گئی اور اس پر
قبضہ کر لیا۔ انھوں نے اس شہر کو لوٹنے کے بعد اس میں آگ لگا دی اور
آئی گینہ کے جو باشندے اس حملہ میں ہلاک نہیں ہوئے انھیں گرفتار کر کے

ایتھنز بھجوا دیا گیا۔ انہی اسیروں میں لاکے دیمونی کمان دار تاتنالوس ابن پاتروکلس بھی تھا جو گھایل ہو کر گرفتار ہو گیا تھا۔ ایتھنزی اپنے ساتھ کی تھرا کے چند باشندوں کو بھی لے گئے جن کو وہاں سے ہٹانا قرین مصلحت معلوم ہوا۔ ان افراد کو ایتھنزیوں نے جزایر میں نظر بند رکھا۔ کی تھرا کے بقیہ باشندوں کو ان کی زمینات واپس کر دی گئیں اور سالانہ چار تالنت خراج مقرر کیا گیا۔ دیرینہ اور سخت مخاصمت کی بنا پر سارے آئی گینی اسیران جنگ کو قتل کر دیا گیا اور تاتنالوس کو بھی دوسرے لاکے دیمونیوں کے ساتھ جزیرہ میں قید کر دیا۔

اسی موسم گرما میں کاماریتہ اور گیلہ واقع سلی کے باشندوں نے آپس میں عارضی صلح کر لی جس کے بعد سلی کے سارے شہروں کے سفرا باہمی اختلافات کو ختم کر کے امن قایم کرنے کی غرض سے گیلہ میں اکھٹے ہوے۔ اس موقع پر اپنی اپنی شکایتوں اور ادعا کے مطابق مختلف شہروں کے سفیروں نے قیام امن کی تائید اور مخالفت میں مختلف رائیں ظاہر کیں جس کے بعد ہرموکراتیس ابن ہرمون نامی سرقوسی نے جو ان میں سب سے زیادہ بااثر آدمی تھا حاضرین کو مخاطب کر کے کہا:۔

"سلی والو! میں اس وقت آپ کو مخاطب کرنے کے لئے اس لئے نہیں کھڑا ہوا ہوں کہ میری مملکت سلی میں سب سے کمزور ہے یا یہ کہ جنگ کی وجہ سے میرے وطن کو سب سے زیادہ نقصان پہنچا ہے بلکہ میں آج یہ واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ میری رائے میں ہمارے جزیرہ کے سارے باشندوں کے لئے کونسی حکمت عملی زیادہ موزوں ہوگی۔ یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ جنگ ایک بری چیز ہے اس لئے میں اس کے نقصانات اور تباہیوں کی تفصیل

بیان کرکے آپ کا قیمتی وقت ضایع نہیں کروں گا۔ جنگ کے خطرات سے ہر شخص واقف ہے۔ کوئی ان سے ناواقفیت کی بنا پر لڑائی میں شریک نہیں ہوتا فائدہ کی صورت نظر آئے تو خطرات سے گھبرا کر کوئی جنگ سے احتراز نہیں کرتا۔ کوئی شخص جنگ میں یا تو اس وقت شرکت کرتا ہے جب کہ اس کو خطرہ کم اور فائدہ زیادہ نظر آئے یا جب وہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اپنے موجودہ مفادات کو فی الفور قربان کردینے کی بجائے قسمت آزمائی کرنا زیادہ مناسب ہوگا لیکن اگر دونوں فریق یہ محسوس کریں کہ لڑائی غلط وقت پر شروع ہوی تو صلح کے مشورہ پر دھیان دینا نامناسب نہیں ہوتا۔ اور اگر آپ غور کریں تو پتہ چلے گا کہ اس نازک موقع پر آج ہمیں یہی طریق کار اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ ہم میں سے کسی کو اس حقیقت سے انکار نہیں ہوسکتا کہ ابتدا میں ہم نے بعض مقاصد کے حصول کے لئے لڑائی شروع کی تھی لیکن آج انہی مقاصد اور مفادات کے پیش نظر یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ آپس میں کس طرح سمجھوتہ کیا جا سکتا ہے۔ آج کے اس جلسہ کو ہم نے اپنے اپنے نقاط نظر کے مطابق اپنے مطالبات کی تکمیل کے بغیر ختم کردیا تو آئندہ پھر لڑائی شروع ہوجائے گی لیکن ہمیں فہم و فراست سے کام لے کر یہ سوچنا ہے کہ آج ہم یہاں صرف اس لئے جمع نہیں ہوے ہیں کہ ہمارے جداگانہ مفادات خطرہ میں پڑ گئے ہیں۔ ہمارے سامنے یہ اہم سوال بھی ہے کہ کیا اب بھی کسی طرح سسلی کو تباہی سے بچایا جاسکتا ہے جس کے سارے علاقہ کو ہڑپ کرنے کے لئے ایتھنز بے چین ہے۔ اس زبردست خطرہ سے بچنے کے لئے ہمیں آپس میں صلح کرلینی چاہئے۔ قیام امن کی ضرورت کو ثابت کرنے

کے لئے میں جو دلیلیں پیش کر رہا ہوں اُن سے قوی تر دلیلیں بھی پیش کی جا سکتی ہیں، اگر ہم اس حقیقت پر غور کریں کہ یونان کی سب سے بڑی طاقت جس کے صرف معدودے چند جہاز اس وقت ہمارے سمندر میں ہیں، اتحاد اور دوستی کا فریب دے کر ہماری کوتاہیوں اور آپس کی رقابتوں سے فائدہ اٹھانے کی فکر میں ہے۔ اگر ہم پھر آپس میں لڑائی شروع کر کے اپنی مدد کے لئے ایسے لوگوں کو دعوت دیں جو بلاوے کے بغیر بھی جہاں چاہیں مسلح فوجیں بھجوا دیتے ہیں، اگر ہم اپنے وسایل خود اپنے آپ کو نقصان پہنچانے پر صرف کریں اور خود پیش قدمی کر کے اُن کے اقتدار میں اضافہ کا باعث بنیں تو وہ دن دور نہیں جب ہم آپس کی لڑائیوں سے کم زور ہو جائیں گے اور ایتھنز کثیر تر بحری فوج لا کر ہم سب کو اطاعت پر مجبور کرنے کی کوشش کریں گے۔

دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ مخالفین سے مدد اُسی وقت لی جائے اور اپنے آپ کو خطرات میں اُسی صورت میں ڈالا جائے جب کہ ہماری مملکتوں کی حدود اور خوش حالی میں اضافہ کرنا ممکن ہو نہ یہ کہ جو کچھ ہمیں حاصل ہے وہ بھی تباہ و برباد ہو جائے۔ یاد رکھئے آپس کا بغض و عناد قوموں کے لئے سم قاتل ہوتا ہے اور اگر ہم جو سسلی کے باشندے ہیں آپس کے جھگڑوں میں پڑ کر اپنے مشترک دشمن کی طرف سے غافل ہو جائیں تو ہمارے مشترک وطن کو سخت نقصان پہنچے گا۔ اس لئے ہم سب کا فرض ہے کہ اختلافات کو بھلا کر ایک دوسرے کا ساتھ دیں۔ ہماری مملکتیں آپس میں صلح کر لیں اور سسلی کی ساری سرزمین کی حفاظت کے لئے ہم سب متحد ہو جائیں کوئی شخص یہ خیال نہ کرے کہ صرف دوریانی ہی ایتھنز کے دشمن ہیں اور خالکدیسی

ایونی نسل سے اپنے تعلق کی وجہ سے محفوظ ہیں۔ کیونکہ دشمن نسلی خاصیتوں کی
بنا پر فوج کشی نہیں کرے گا بلکہ وہ تو سسلی کی دولت اور وسایل پر قبضہ کرنا
چاہتا ہے جو ہم سب کی مشترکہ میراث ہے۔ یہ بات اس واقعہ سے ثابت
ہو جاتی ہے کہ ایتھنزیوں نے خالکدیسیوں کی دعوت کو قبول کر لیا اور گو حلیف
کی حیثیت سے خالکدیسیوں نے کبھی اُن کی کوئی مدد نہیں کی ہے اس کے باوجود
انھوں نے معاہدہ کی شرایط سے بھی زیادہ امداد ان کے لئے بھجوا دی۔ ایتھنز والوں
کا یہ من چلا پن اور ہوس اقتدار قابل معافی ہے اور میں ان لوگوں پر الزام
نہیں لگاؤں گا جو حکمرانی کے خواہاں ہیں۔ میرے نزدیک قصوروار وہ لوگ
ہیں جو غلامی کا جوا اپنی گردن پر رکھنے کے لئے خود ہی ضرورت سے زیادہ مستعدی
دکھاتے ہیں۔ انسان کی فطرت ہے کہ کوئی اُس کے آگے جھکے تو اس پر حکومت
کرنا چاہتا ہے لیکن طاقتور کا مقابلہ ہو تو مرعوب ہو جاتا ہے۔ اور یہ دونوں
خاصیتیں ایسی ہیں جو کبھی بدل نہیں سکتیں۔ اس لئے جو لوگ خطرات کے احساس
کے باوجود اپنے بچاؤ کی مناسب تدبیریں اختیار کرنا نہیں چاہتے یا حاضرین
میں سے جو لوگ یہ تہیہ کر کے نہیں آئے ہیں کہ ہمارا اولیں فرض آپس میں متحد
ہو کر مشترک خطرات کا مقابلہ کرنا ہے، وہ غلطی پر ہیں۔ ہمیں اپنے مشترک
دشمن سے جلد از جلد نجات اُسی صورت میں مل سکتی ہے جب کہ ہم آپس میں صلح
سمجھوتہ کر لیں کیونکہ اس وقت ہمیں یہ اندیشہ نہیں ہے کہ ایتھنزی اپنے ملک
سے فوجیں لا کر ہم پر یورش کریں گے بلکہ ڈر یہ ہے کہ جو لوگ اُن کو دعوت دے کر
یہاں بلاتے ہیں ان کے ملک کو وہ اپنی جارحانہ کارروائیوں کا مرکز بنا لیں گے
ہم آپس میں صلح کر لیں تو مزید لڑائیاں نہیں ہوں گی اور امن قائم ہو جائے گا۔ اور
جو یہاں خیر خواہی کا جامہ پہن کر ہمارے اختلافات سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں

وہ بے نیل و مرام واپس جانے پر مجبور ہو جائیں گے۔

جہاں تک اتھینز کے حملوں کا تعلق ہے ہم اس طرح متحد ہو کر اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ ان بیرونی خطرات سے قطع نظر کر کے دیکھا جائے تو بھی یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ امن وامان زندگی کی سب سے بڑی نعمت ہے اس لئے اختلافات کو بھلا کر آپس میں صلح کرنے کی ضرورت سے کس کو انکار ہو سکتا ہے؟۔ کیا آپ نہیں سمجھتے کہ جو وسایل آپ کو حاصل ہیں ان کو فروغ دینے یا جو مشکلات درپیش ہیں ان کو دور کرنے کے مواقع جنگ کی بہ نسبت امن کے زمانہ میں زیادہ مل سکتے ہیں؟ کوئی قوم زمانہ امن میں جو شہرت و عظمت حاصل کرتی ہے وہ خطرات سے خالی اور زیادہ مستقل اور پائیدار ہوتی ہے۔ امن وامان کے دوسرے متعدد فوائد اور آسائشوں سے تو آپ واقف ہی ہیں اس لئے میں ان کی تفصیل نہیں بیان کروں گا۔ جنگ کے نقصانات اور تباہ کاریاں بھی آپ سے چھپی نہیں ہیں اس لئے آپ میری باتوں کو ناقابل توجہ نہ سمجھیں بلکہ ہر شخص ان تمام امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی سلامتی کا راستہ تلاش کرے۔ اگر آپ میں سے کوئی یہ سمجھتا ہے کہ حق کی بنا پر یا طاقت کی مدد سے لڑائی میں اسکی کامیابی یقینی ہے تو صلح کی اس اچانک تجویز کی بنا پر اُسے ضرورت سے زیادہ مایوس نہ ہونا چاہیئے کیونکہ بارہا ایسا ہوا ہے کہ جن لوگوں نے خاطیوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کی کوشش کی وہ نہ صرف دشمن کو سزا دینے میں ناکام رہے بلکہ خود مزید مصائب میں مبتلا ہو گئے اور جن لوگوں نے طاقت کے ذریعہ کچھ حاصل کرنا چاہا وہ نہ صرف اپنے ارادہ میں ناکام رہے بلکہ جو کچھ ان کے پاس تھا وہ بھی کھو بیٹھے۔ اگر کوئی ہمارے ساتھ ناانصافی کرے تو یہ ضروری نہیں ہے کہ ہمیں اس سے انتقام لینے میں لازمی طور پر کامیابی ہو یا یہ کہ انسان کو اپنی طاقت پر بھروسا ہو تو اُس کے استعمال کا نتیجہ ہمیشہ کامیابی کی صورت میں ظاہر ہو۔ حالات کی رفتار پر

سب سے زیادہ اثر مستقبل کے اُن عناصر کا پڑتا ہے جن کے بارے میں قبل از قبل کوئی پیش قیاسی نہیں کی جا سکتی۔ کامیابی یا ناکامی کے بارے میں انسانی زندگی پر اس بے یقینی کے بہت اچھے اثرات پڑتے ہیں کیونکہ امید و بیم کی وجہ سے انسان احتیاط سے کام لیتا ہے اور دوسرے پر حملہ کرنے سے پہلے اُس کے نتائج اور عواقب پر غور و خوض کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

ان اسباب کے پیش نظر ہمیں چاہیے کہ مستقبل کے اندیشوں اور اتھینز کی موجودگی کے فوری خطرہ سے بچنے کے لئے مناسب چارۂ کار اختیار کریں۔ ہم میں سے ہر ایک نے اپنے مقاصد کی پیش رفت کے لئے جو منصوبے بنا رکھے ہیں اُن کو پورا کرنے میں کامیابی نہ ہو تو یہ سمجھ کر برداشت کر لینا چاہیے کہ پہلے متذکرہ عظیم تر اندیشوں کو دور کرنا اور بے جا مداخلت کرنے والوں کو اپنی سرزمین سے نکالنا ضروری ہے۔ اگر کسی وجہ سے ہم آپس میں دائمی صلح نہیں کر سکتے تو جس قدر زیادہ مدت کے لئے ممکن ہو صلح کر لیں اور باہمی اختلافات کے تصفیہ کو آئندہ کے لئے ملتوی رکھیں۔ اگر آپ میرے اس مشورہ پر عمل کریں تو ہم میں سے ہر ایک کی مملکت کی آزادی برقرار رہے گی اور ہماری قسمت کا فیصلہ ہمارے ہی ہاتھ میں رہے گا۔ ہم اپنے دوستوں کی مدد اور دشمنوں کا موثر طور پر تدارک کر سکیں گے لیکن اگر آپ نے میری رائے پر عمل نہیں کیا تو ہم سب دوسروں کے دست نگر ہو جائیں گے اور نہ صرف ہم اپنی توہین کرنے والوں کا منہ توڑ جواب نہیں دے سکیں گے بلکہ بالفرض حالات سازگار رہیں تو بھی اس سے زیادہ کچھ حاصل نہ ہو گا کہ ہم اپنے جانی دشمنوں کا ساتھ دینے پر مجبور ہو جائیں اور جن لوگوں سے فطری طور پر اتحاد اور دوستی کا رشتہ ہے اُن سے ہمیشہ برسرِ پیکار رہیں۔

جہاں تک میرا تعلق ہے جیسا کہ میں اس تقریر کے شروع ہی میں کہہ چکا ہوں،

ایک باعظمت مملکت کا نمایندہ ہونے کی حیثیت سے فطری طور پر میرے ذہن میں اپنی مدافعت سے زیادہ دوسروں پر حملہ کا خیال آتا ہے اس کے باوجود موجودہ خطرات کے پیش نظر میں چند مراعات دینے پر تیار ہوں۔ میں دشمن کو نقصان پہنچانے کی غرض سے اپنے آپ کو تباہ و برباد کرنے کا قایل نہیں ہوں۔ دشمنی نے مجھے اس قدر اندھا نہیں کر دیا ہے کہ خود کو اپنے منصوبوں کی تکمیل پر قادر اور اپنی قسمت کا مالک سمجھوں جس پر کسی کو اختیار حاصل نہیں ہے۔ اس کے برخلاف حالات زمانے کے تقاضے کے مطابق میں بشرط ضرورت اپنے کسی مفاد سے بھی دست بردار ہونے پر راضی ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ میں سے ہر ایک شخص دشمن کے دباؤ کے تحت نہیں بلکہ اپنی مرضی سے میرے اس طریقہ کی پیروی کرے۔ اگر ہم ایک دوسرے کی بات مان لیں، ایک دوریائی دوسرے دوریائی سے سمجھوتہ کر لے، ایک خالکدیسی دوسرے خالکدیسیوں کے مطالبات تسلیم کر لے تو اس میں کوئی شرم کی بات نہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں، ایک ہی سرزمین کے رہنے والے ہیں، ایک ہی سمندر ہمارے چاروں طرف پھیلا ہوا ہے اور ہم سب سسلی کے باشندے کہلاتے ہیں۔ آئندہ جب ضرورت ہو جنگ شروع کی جا سکتی ہے اور اس کے بعد اسی طرح ہم ایک دوسرے سے مل کر آپس میں صلح کر سکتے ہیں لیکن دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ بیرونی حملہ آور کے مقابلہ میں ہم ہمیشہ متحد رہیں کیونکہ ہم میں سے کسی ایک کا نقصان سب کا نقصان ہے۔ آیندہ ہم کبھی آپس کی نزاعات کے تصفیہ کے لئے اپنے جزیرہ میں باہر سے محالفوں یا ثالثوں کو نہیں بلائینگے۔ یہ طریق کار اختیار کیا جائے تو اس وقت سسلی کی دوہری خدمت ہو گی یعنے ایک تو اُسے ایتھنز کے پنجہ اور خانہ جنگی سے نجات ملے گی اور دوسرے ہم اپنی سرزمین میں بیرونی خطرات سے محفوظ ہو کر کامل آزادی کی زندگی بسر کر سکیں گے۔"

ہرموکراتیس کے اس مشورہ پر عمل کر کے اہل سلی نے آپس میں صلح سمجھوتہ کر لیا جس کے مطابق طے پایا کہ صلح کے وقت جو علاقہ جس مملکت کے قبضہ میں ہے اسی کے قبضہ میں رہے (کامارینہ والے سرقوسیوں کو ایک مقررہ رقم ادا کر کے مورگانتینہ واپس لے لیں)۔۔ ایتھنزیوں کے مخالفوں نے کمانداروں کو طلب کر کے صلح کے بارے میں اپنے تصفیہ کی اطلاع دی۔ جب کمانداروں نے اس پر رضامندی ظاہر کی تو صلح ہو گئی اور ایتھنزی بیڑا سلی سے چلا گیا۔ یہ فوج ایتھنز پہنچی تو ایتھنزیوں نے کمانداروں پر الزام لگایا کہ سلی کو اطاعت پر مجبور کرنے کی بجائے وہ رشوتیں لے کر واپس چلے آئے۔ چنانچہ اس بنا پر پائتھودوروس اور سوفکلیس کو جلاوطن کر دیا گیا اور یوری میدوں کو جرمانہ کی سزا دی گئی۔ حالیہ کامرانیوں اور خوش حالی کی بنا پر اہل ایتھنز اس قدر برخود غلط ہو گئے تھے کہ کسی کو خاطر ہی میں نہ لاتے تھے اور ان کا ایقان تھا کہ ہر معرکہ، چاہے وہ آسان ہو یا مشکل سر کیا جا سکتا ہے چاہے ضروری سایل موجود ہوں یا نہ ہوں۔ دراصل غیر معمولی اور مسلسل کامیابیوں اور خوش حالی سے برخود غلط ہو کر وہ سمجھنے لگے تھے کہ طاقت کی ہر توقع پوری ہو سکتی ہے۔

اسی موسم گرما میں شہر میگارا کے باشندوں نے آپس میں سوچنا شروع کیا کہ آیا جلاوطن شدہ باشندوں کو شہر میں واپس بلا لینا مناسب ہو گا۔ وہ دوہری مشکل میں گرفتار ہو گئے تھے کیوں کہ ایک تو ایتھنزی ہر سال دو دفعہ شہر پر حملہ آور ہوتے تھے اور دوسرے خود ان کے شہری جنھیں عوام نے ایک انقلابی تحریک کے دوران میں جلاوطن کر دیا تھا اور جنھوں نے اب پیگائے میں سکونت اختیار کی تھی، میگارا پر چھاپے مارتے رہتے تھے۔ میگارا کے شہری چاہتے تھے کہ ان میں سے کم از کم ایک آفت سے نجات مل جائے۔ اس

صورت حال سے فائدہ اٹھاکر تارکان وطن کے طرف داروں نے اب پہلے سے زیادہ کھلے طور پر مطالبہ کیا کہ یہ قرار داد منظور کی جائے اور عوام کے رہنماؤں نے جب دیکھا کہ موجودہ مصائب کی وجہ سے ان کے حمایتیوں کے قدم ڈگمگانے لگے تو گھبرا کر اتھنزی سپاہ سالاروں ہیپوکراتینس ابن آریفرون اور دیموس تھنیس ابن الکس تھنیس سے مراسلت کر کے طے کیا کہ جس فریق کو انھوں نے شہر سے نکالا تھا اُس کو واپس بلانے سے بہتر یہ ہوگا کہ شہر اتھنزیوں کے حوالہ کر دیا جائے۔ چنانچہ طے پایا کہ اتھنزی فوج پہلے ان لمبی دیواروں پر قبضہ کر لے جو شہر سے بندرگاہ نسیہ تک چلی گئی ہیں تاکہ پلوپونیزی فریق مخالف کی مدد کے لئے نسیہ سے نہ آسکیں جہاں میگارا کو سرکشی سے باز رکھنے کی غرض سے انھوں نے ایک فوجی دستہ متعین کیا تھا۔ اس کے بعد شہر کا بالائی حصہ اتھنزیوں کے حوالہ کرنے کی کوشش کی جائے تو بہ آسانی کامیابی ہو جائے گی۔

مراسلت کے ذریعہ ساری تفصیلات طے ہو جانے کے بعد اتھنزی بیڑا رات کے اندھیرے میں جزیرہ منوا روانہ ہوا جو میگارا کے قریب واقع ہے۔ اس مہم میں چھ سو بھاری ہتھیار بند پیادوں نے جو ہیپوکراتینس کی کمان میں تھے پاس ہی کے ایک گڑھے میں اپنا مورچہ بنا لیا۔ یہ گڑھا فصیل کی تعمیر کے وقت اینٹ تیار کرنے کی غرض سے کھودا گیا تھا۔ اور دوسرے کماندار دیموس تھنیس نے جس کے تحت پلاتیائی ہلکے ہتھیار بندوں کا ایک دستہ اور پیری پولی کا ایک دستہ تھا، اپنے جوانوں کو اینیالیوس کے احاطہ میں چھپا دیا جو میگارا سے اور بھی قریب تھا۔ یہ ساری کارروائی اس قدر راز میں ہوئی کہ سوائے ان لوگوں کے جن کو واقف کرانا ضروری تھا، اُس رات کسی اور کو خبر نہ ہو سکی۔ سویرے سے کچھ پہلے شہر میگارا میں سازشیوں نے کارروائیاں

شروع کیں۔ یہ لوگ رہزنی کا بہانہ کر کے کمان دار سے اجازت لے کر کئی روز سے ہر رات شہر کا دروازہ کھول کر ایک چپو سے چلنے والی ناؤ باہر لے جایا کرتے تھے۔ ناؤ ایک گاڑی میں رکھ کر خندق کے ساتھ ساتھ ساحل سمندر تک لے جائی جاتی تھی اور بحری گشت کے بعد دن نکلنے سے پہلے اُسے پھر گاڑی پر رکھ کر شہر پناہ کے دروازہ سے اندر لے جایا جاتا تھا۔ سازشیوں نے باور کرایا تھا کہ منووا کی ناکہ بندی کرنے والے ایتھنزی سپاہیوں کو جب بندرگاہ میں کوئی کشتی نظر نہیں آئے گی تو وہ سخت پریشان ہوں گے کہ راہ زن کشتی کے بغیر کیسے آ گئے۔ چنانچہ اس موقع پر گاڑی شہر پناہ کے دروازہ پر پہنچ چکی تھی جو حسب معمول کھول دیا گیا تھا۔ جونہی ایتھنزیوں نے جو موقع کے منتظر تھے دیکھا کہ دروازہ کھل گیا ہے تو کمیں گاہ سے نکل کر ممکنہ تیزی سے دوڑے تاکہ پہنچنے تک دروازہ بند نہ ہو جائے۔ سازشیوں نے گاڑی کو پھاٹک ہی میں روک رکھا تاکہ اُسے بند نہ کیا جا سکے۔ ساتھ ہی ان کے میگاری ساتھیوں نے پھاٹک کے سنتریوں کو تہ تیغ کر دیا۔ دروازہ کے اندر سب سے پہلے داخل ہونے والا شخص دیموس تھینس تھا جس کے ساتھ پلا تیای اور پیری پولی بھی داخل ہو کر ٹھیک اس مقام پر پہنچ گئے جہاں آج فتح کی یادگار استادہ ہے۔ شہر میں داخل ہوتے ہی پلا تیائی دستہ نے پلوپونیزیوں کے ایک رسالہ پر حملہ کیا جو خطرہ کا اشارہ پا کر سنتریوں کے مدد کو آیا تھا، اور اُن کو شکست دے کر شہر پناہ کے دروازہ میں ایتھنزی بھاری ہتھیار بندوں کے داخلہ کے لئے راستہ صاف کر دیا۔

اس کے بعد ایتھنزی پیادے ممکنہ تیزی سے دروازہ میں داخل ہونے لگے اور ہر پیادہ داخل ہوتے ہی شہر پناہ کی دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔

ابتدا میں پلوپونیزی محافظ دستے کے چند سپاہیوں نے حملہ آوروں کو پیچھے ڈھکیلنے کی کوشش کی اور اُن میں سے بعض مارے گئے لیکن ان کی فوج کا بڑا حصہ خوف زدہ ہو کر فرار ہو گیا۔ ایک تو حملہ رات کے وقت ہوا تھا دوسرے میگارا کے غدار مسلح ہو کر اُن پر حملہ کر رہے تھے اس لئے انھوں نے سمجھا کہ شہر کے سارے باشندے دشمن کے طرف دار ہو گئے ہیں اس کے علاوہ اتفاق سے ایتھنزی نقیب نے خود اپنی طرف سے اعلان کر دیا کہ جو میگاری ایتھنزیوں کا ساتھ دینا چاہتے ہوں وہ ان کی صفوں میں شریک ہو سکتے ہیں۔ جوں ہی پلوپونیزی محافظ دستہ نے یہ اعلان سنا اس کے پیر اکھڑ گئے اور یقین ہو گیا کہ ایتھنزی اور میگاری ان کے خلاف متحد ہو گئے ہیں اس لئے انھوں نے فرار ہو کر نسیہ میں پناہ لی۔ دن نکلنے تک شہر کی فصیلوں پر قبضہ ہو گیا اور میگارا کے باشندوں میں بڑی کھلبلی مچ گئی۔ جن لوگوں نے ایتھنزیوں سے گفت وشنید کی تھی انھوں نے اب عوامی جماعت کے بقیہ اراکین سے جو شریک سازش تھے، کہا کہ شہر کا پھاٹک کھول کر لڑائی کے لئے باہر جانا چاہیے انھوں نے خفیہ طور پر طے کیا تھا کہ جوں ہی شہر کا دروازہ کھلے ایتھنزی دوڑ کر داخل ہو جائیں اور سازشی شناخت کے لئے اپنے جسم پر تیل مل لیں تاکہ انکو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ وہ شہر کا پھاٹک کھولنے میں کوئی اندیشہ محسوس نہیں کر رہے تھے کیونکہ قرارداد کے مطابق رات بھر سفر کر کے الیوسس سے چار ہزار بھاری ہتھیار بند ایتھنزی پیادے اور چھ سو سوار آ گئے تھے اور پاس ہی اشارہ کے منتظر کھڑے تھے۔ سارے سازشی جسم پر تیل مل کر مقررہ مقامات پر پہنچ چکے تھے لیکن ٹھیک اسی وقت ایک محرم راز نے فریق مخالف کو سازش سے آگاہ کر دیا۔ یہ اطلاع ملتے ہی فریق مخالف کے افراد اکٹھے ہو کر موقع پر

پہنچ گئے اور سخت تاکید کے ساتھ کہا کہ فوج کو شہر پناہ کے باہر نہیں جانا چاہیئے۔ انھوں نے کہا کہ باہر جانے میں سخت خطرہ ہے جس کا مقابلہ کرنے کی جرات اس وقت بھی نہیں ہوئی تھی جب کہ اُن کے پاس زیادہ فوج تھی اس لئے شہر کو خواہ مخواہ خطرہ میں نہیں ڈالا جا سکتا۔ فریق مخالف نے یہ بھی دھمکی دی کہ اگر ان کے کہنے کے مطابق عمل نہیں کیا گیا تو خود شہر کے اندر لڑائی شروع ہو جائے گی۔ انھوں نے اپنی باتوں سے مطلق ظاہر ہونے نہیں دیا کہ سازش کا پتہ چل گیا تھا لیکن اپنے مشورہ پر عمل کرنے کی اہمیت پر زور دیا اور پاس ہی ٹھیر کر شہر پناہ کے پھاٹک پر کڑی نگرانی رکھی تاکہ سازشیوں کو کوئی موقع ہی نہ مل سکے۔

جب ایتھنزیوں نے دیکھا کہ کوئی رکاوٹ پیدا ہو گئی تو سوچا کہ طاقت کے ذریعہ شہر پر قبضہ کرنے کا امکان باقی نہیں رہا اور فوراً نسیہ روانہ ہو گئے۔ ان کا خیال تھا کہ اگر کمک آنے سے پہلے نسیہ پر قبضہ ہو جائے تو اس کے بعد میگارا جلد ہی ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو جائے گا۔ لوہا اور جن دوسری چیزوں کی ضرورت تھی وہ اور سنگ ساز سب جلد ہی ایتھنز سے پہنچ گئے تو ایتھنزیوں نے جس دیوار پر ان کا قبضہ تھا اُس سے ملا کر ایک آڑی دیوار نسیہ کے دونوں طرف ساحل سمندر تک تعمیر کی۔ خندق اور دیوار کی تعمیر کا کام فوجی دستوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ پتھر اور اینٹیں مضافات سے حاصل کی گئیں اور میوہ اور چوبینہ کے درخت کاٹ کر جہاں جہاں ضرورت محسوس ہوئی جنگلے بنائے گئے۔ بعض مقامات پر مضافات کے مکانات کو دندانہ دار دیواروں سے محفوظ کر کے استحکامات میں شریک کر لیا گیا۔ تعمیر کا یہ کام دن بھر جاری رہا اور دوسرے روز دوپہر تک

اس کی تکمیل ہو گئی۔ اب نسیہ کے محافظ دستہ کو جس کا راشن روز کا روز بالائی شہر سے آتا تھا، رسد کی کمی کی بنا پر سخت خوف دہراس ہوا۔ پلوپونیز سے جلد کمک آنے کی توقع نہیں تھی اور وہ میگارا کو اپنا مخالف سمجھتے تھے اس لئے انھوں نے ایتھنزیوں کی اطاعت قبول کر لی۔ صلح کی شرطیں یہ طے پائیں کہ پلوپونیزی دستہ اپنے ہتھیار ایتھنزیوں کے حوالہ کر دے اور فرداً فرداً ہر ایک سپاہی کی رہائی کے لئے ایک مقررہ رقم ادا کی جائے۔ لاکے دیمونی کمانڈر اور اُس کے جو ہم وطن نسیہ میں موجود ہوں اُن کی قسمت کا فیصلہ ایتھنز کے اختیار تمیزی پر چھوڑ دیا جائے۔ ان شرائط پر محافظ دستے نے ہتھیار رکھ دیے اور اس کے سپاہی قلعہ کے باہر نکل آئے۔ ایتھنزیوں نے لمبی دیواروں کے اُس حصہ کو منہدم کر دیا جہاں وہ میگارا سے ملتی تھیں اور نسیہ پر قبضہ کرنے کے بعد دوسری تیاریوں کا کام جاری رکھا۔

ٹھیک اسی وقت لاکے دیمونی برا سی داس ابن تیلیس اتفاق سے سکیون اور کورنتھ کے نواح میں موجود تھا اور تھریس کی مہم کے لئے فوج تیار کر رہا تھا۔ جونہی دیواروں پر قبضہ کی اطلاع ملی وہ گھبرایا کہ نسیہ کے پلوپونیزیوں اور شہر میگارا کی خیر نہیں اور فوراً ایک قاصد بھیج کر بوئیشیہ والوں سے خواہش کی کہ جلد از جلد موضع تریپودسکوس پہنچ کر اُس سے ملیں (میگارا کا یہ موضع کوہ گرانیہ کے دامن میں واقع ہے)۔ اِس کے بعد وہ خود دو ہزار سات سو بھاری ہتھیار بند کورنتھیوں، چار سو فلیسیوں، چھ سو سکیونیوں اور اُن سپاہیوں کو لے کر جن کی اُس نے بھرتی کی تھی، نسیہ کے لئے روانہ ہوا جس پر ایتھنز کا قبضہ ہو جانے کی اُسے اطلاع نہیں تھی۔ براسی داس راتوں رات تریپودسکوس پہنچ گیا تھا جہاں نسیہ کی تسخیر کی خبر ملی تو اُس نے

اپنے لشکر میں سے تین سو جوان منتخب کر کے میگارا کی طرف کوچ کیا۔ اور میگارا کو اس کی اطلاع پہنچنے تک انتظار بھی نہیں کیا۔ ایتھنزی اس وقت ساحل سمندر پر تھے۔ ان کو خبر نہ ہوی اور براسی داس میگارا جا پہنچا۔ بظاہر اس مہم کا مقصد یہ تھا کہ نسیہ کو واپس لیا جائے اور براسی داس بہ شرط امکان واقعی اس کی کوشش بھی کرنا چاہتا تھا لیکن اس کا سب سے بڑا مقصد میگارا میں داخل ہو کر اسے مستحکم کرنا تھا چنانچہ وہاں پہنچ کر اس نے شہریوں کو نسیہ واپس لینے کی امید دلائی اور خواہش کی کہ اس کی فوج کو شہر میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے۔

میگارا کے ایک سیاسی فریق نے یہ اندیشہ محسوس کیا کہ ممکن ہے براسی داس اُن کو شہر سے نکال کر جلاوطن افراد کو واپس بلا لے۔ دوسرے فریق نے سوچا کہ کہیں عوام یہی خطرہ محسوس کر کے اُن پر ٹوٹ نہ پڑیں اور ایتھنزی فوج جو کمیں گاہ میں تھی اس کی آنکھوں کے سامنے شہر خانہ جنگی کی وجہ سے تباہ نہ ہو جائے۔ اس لئے براسی داس کو شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی گئی اور دونوں فریقوں نے طے کیا کہ آیندہ جیسی صورت حال پیش آئے گی اُس کے مطابق مناسب چارۂ کار اختیار کیا جائے گا۔ دونوں کو توقع تھی کہ ایتھنزیوں اور براسی داس کی فوج میں لڑائی ہوگی اور وہ چاہتے تھے کہ اس معرکہ میں جو سرخ رو ہو اس کی حمایت کا اعلان کریں۔

براسی داس کو جب اپنے مقصد میں ناکامی ہوی تو لوٹ کر اپنی فوج کے بقیہ حصہ سے جا ملا۔ گجر دم بولیشیہ کا فوجی دستہ اُس سے آملا۔ یہ لوگ میگارا کی شکست کو خود اپنے لئے خطرہ کا باعث سمجھتے تھے اس لئے براسی داس کا

پیام پہنچنے سے پہلے ہی اُس کی امداد کا تہیہ کر کے انھوں نے اپنی ساری فوجیں پلاتیہ میں اکھٹی کی تھیں۔ براسی داس کے پیام نے ان کے جوش و خروش میں اور اضافہ کر دیا اور انھوں نے فوراً ہی دو ہزار دو سو پیادے اور چھ سو سوار روانہ کئے اور لشکر کا بڑا حصہ ساتھ لے کر اپنے وطن کو واپس ہوئے۔ اس طرح جو فوج یکجا ہوی اس کی مجموعی تعداد چھ ہزار تک جا پہنچی۔ ایتھنز کے بھاری ہتھیار بند نسیہ اور ساحل سمندر پر متعین تھے لیکن ہلکے ہتھیار بند سپاہی میدان میں منتشر تھے جن پر حملہ کر کے بولیشیہ کے سواروں نے ساحل سمندر کی طرف بھگا دیا۔ سواروں کا یہ حملہ بالکل غیر متوقع تھا کیونکہ سابق میں کبھی اہل میگارا کے لئے کہیں سے کوئی کمک نہیں آئی تھی۔ اس کے بعد بولیشیہ کے رسالہ پر ایتھنزی سواروں نے دھاوا کیا اور ہر دو جانب کے سپاہی کئی گھنٹوں تک ایک دوسرے سے برسر پیکار رہے اور اس معرکہ میں ہر دو فریق نے اپنی فتح کا دعویٰ کیا۔ ایتھنزیوں نے بولیشیہ کے رسالہ کے کماندار اور اس کے چند ساتھیوں کو جو نسیہ تک بڑھ آئے تھے، ہلاک کر کے ان کا سارا لباس اتار لیا اور اس کے بعد عارضی صلح کے تحت لاشیں دشمن کے حوالہ کر کے اپنی فتح کی یادگار نصب کی۔ لیکن در اصل لڑائی میں بہ حیثیت مجموعی کسی فریق کو کوئی فیصلہ کن کامیابی نہیں ہوی۔ لڑائی کے اختتام پر بولیشی رسالہ اپنے لشکر کو واپس ہو گیا اور ایتھنزی نسیہ لوٹ گئے۔

اس کے بعد براسی داس اپنی فوج کو لے کر ساحل سمندر اور میگارا سے قریب تر آ گیا اور ایک موزوں مقام پر رک کر لڑائی کے لئے صف آرائی کی لیکن کوئی اقدام نہیں کیا کیونکہ توقع تھی کہ ایتھنزی آگے بڑھ کر حملہ آور

ہوں گے اور وہ جانتا تھا کہ میگارا کے شہریوں کو اس لڑائی کے نتیجہ کا انتظار تھا۔ یہ طریق کار دو طرح سے مفید معلوم ہوتا تھا۔ ایک یہ کہ حملہ کرنے یا دشمن کو طیش میں لا کر اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالنے کے بغیر انھوں نے صاف طور پر ظاہر کر دیا کہ وہ لڑنے پر آمادہ تھے اور اس طرح لڑائی کی مصیبت میں گرفتار ہوئے بغیر اپنی جرات اور جواں مردی ظاہر کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا موقع مل گیا اور ساتھ ہی اس طریق کار کی بدولت میگارا سے متعلق ان کا مفاد بھی موثر طور پر محفوظ ہو گیا۔ اگر وہ اس طرح میدان میں نہ آتے تو کوئی کارروائی کرنے کا موقع نہ ملتا بلکہ وہ شکست خوردہ سمجھے جاتے اور شہر قبضہ سے نکل جاتا۔ موجودہ صورت میں ممکن تھا کہ ایتھنزی ان کی دعوت مقابلہ کو قبول نہ کرتے اور نبرد آزمائی کے بغیر ان کو اپنے مقاصد میں کامیابی ہو جاتی۔ چنانچہ ہوا بھی یہی۔ ایتھنزیوں نے لمبی دیواروں کے پاس صف بندی کی اور جب فریق مقابل نے کوئی اقدام نہیں کیا تو خود بھی اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی کیونکہ ان کے سپاہ سالاروں نے بڑھ کر حملہ آور ہونے میں خطرہ محسوس کیا۔ وہ اس کو برابری کا مقابلہ نہیں سمجھتے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ ان کے اکثر مقاصد پہلے ہی پورے ہو چکے تھے اور اب مقابلہ ایسے لشکر سے تھا جس کی تعداد ایتھنزی فوج کی بہ نسبت بہت زیادہ تھی۔ فتح یابی کی صورت میں صرف میگارا پر قبضہ ہو سکتا تھا لیکن اگر شکست ہوتی تو منتخب ترین بھاری ہتھیار بند ہلاک ہو جاتے۔ دشمن کی فوجی صورت حال اس سے مختلف تھی کیونکہ جو اتحادی مملکتیں اس مہم میں شریک ہوئی تھیں اُن میں سے ہر ایک نے اپنی فوج کا صرف ایک حصہ بھجوایا تھا اس لئے دشمن زیادہ بے باکی سے لڑ سکتا تھا۔ ان حالات کے پیش نظر جب دونوں جانب کی فوجیں اپنی جگہ

ساکت رہیں تو کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد ایتھنزی لوٹ کر فسیہ چلے گئے اور ان کے میدان سے ہٹ جانے کے بعد پلوپونیزی اس مقام کو واپس ہو گئے جہاں سے انھوں نے اقدام کیا تھا۔ میگاری تارکان وطن کے دوستوں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو تردد دور ہو گیا اور انھوں نے براسی داس اور دوسری مملکتوں کی افواج کے کماں داروں کے لئے شہر پناہ کے دروازے کھول دیے۔ براسی داس کو فاتح قرار دیا اور سمجھا کہ ایتھنزی دشمن کی فوج سے ڈر کر میدان جنگ سے ہٹ گئے۔ انھوں نے شہر میں براسی داس اور اس کے شرکائے کار سے مختلف مسایل کے بارے میں بات چیت شروع کی اور اس کایا پلٹ کی وجہ سے شہر کا وہ فریق سخت سراسیمہ ہو گیا جس نے ایتھنزیوں سے مراسلت کی تھی۔

اس کے بعد براسی داس نے اتحادی دستوں کو ان کی مملکتوں کو واپس کر دیا اور خود کو نتھ لوٹ کر تھریس کی مہم کی تیاری شروع کی۔ ایتھنزی بیڑا بھی اپنے وطن کو واپس ہو گیا تو شہر میگارا کے وہ باشندے جو ایتھنزیوں سے ربط پیدا کرنے میں پیش پیش رہے تھے، یہ دیکھ کر کہ ان کی خفیہ مصروفیات کا راز فاش ہو گیا ہے فوراً چھپ چھپا کر شہر سے نکل گئے۔ بقیہ شہریوں نے جلاوطن افراد کے ہمدردوں سے گفت و شنید کر کے حلف لیا کہ پیگاسے کے جلاوطنوں کو بحال کر دیا جائے تو وہ سابقہ واقعات کی بنا پر کوئی انتقامی کارروائی نہیں کریں گے بلکہ صرف شہر کے مفادات کو آگے بڑھانے کی کوشش کریں گے۔ اس وعدہ کے باوجود بحالی کے فوراً بعد انھوں نے بھاری ہتھیار بند فوج کا معائنہ کر کے مختلف دستوں کو ایک دوسرے سے الگ کیا اور تقریباً ایک سو سپاہیوں کی فہرست مرتب کی جن کو وہ اپنا

دشمن سمجھتے تھے اور جنھوں نے ان کی اطلاعات کے مطابق انگریزوں سے ساز باز کرنے میں نمایاں حصہ لیا تھا۔ یہ سو افراد مجلس عوام کے آگے پیش کئے گئے اور اُن کے خلاف زبردستی کھلے طور پر رائے حاصل کر کے قتل کر دیا گیا اور اس کے بعد شہر میں معدودے چند افراد کی چند سری حکومت قایم کی گئی۔ گو یہ سیاسی انقلاب ایک چھوٹے سے جتھے نے پیدا کیا تھا لیکن اس کا دور کافی طویل عرصہ تک جاری رہا۔

چودھواں باب

جنگ کا آٹھواں اور نواں سال۔ بوئیشیہ پر فوج کشی

امفی پولس کی شکست۔ براسی داس کے شاندار کارنامے

اسی موسم گرما میں جب کہ اتنا ندروس کے اطراف شہر پناہ تعمیر کر کے اس کو مستحکم کرنے کی فکر میں تھے کہ ایتھنزی فوج کے کماندار دیموڈوکوس اور ارسطیدش کو جو خراج کی وصولی کے سلسلہ میں ہیلسپونٹ آئے تھے اس راز کا پتہ چل گیا (اُن کا شریک کار لاماخوس دس جہاز لے کر پونتوس روانہ ہو چکا تھا) تو ان کو اندیشہ ہوا کہ کہیں اتنا ندروس میں بھی اتائیہ کی سی صورت حال نہ پیدا ہو جائے جس کو مستقر بنا کر ساموس کے جلا وطن افراد نے اپنے شہر پر چھاپے مارنے شروع کئے تھے اور ملاح فراہم کر کے پیلوپونیزیوں کی مدد کی تھی۔ ان کی وجہ سے شہر ساموس میں مستقل طور پر بے چینی پھیل گئی تھی اور وہ شہر کے سارے قانون شکن افراد کو اتائیہ میں پناہ دیتے تھے۔ اس خطرہ کو محسوس کر کے ایتھنزی کماں داروں نے اپنے اتحادیوں کی مدد سے ایک فوج تیار کی اور جہازوں میں سوار ہو کر اتنا ندروس کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں

جو فوجیں مقابلہ کے لئے آئیں ان کو شکست دے کر شہر پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ لاماخوس کا بیڑا جو یونتوس میں داخل ہو گیا تھا، ہرقلیہ کے علاقہ میں تباہ ہو گیا۔ یہ اتھنزی جہاز دریائے کالکس میں لنگر انداز تھے۔ ملک کے اندرونی حصہ میں بارش کی وجہ سے یکایک باڑھ آ گئی تو اُس کی زد میں آ کر سارا بیڑا برباد ہو گیا۔ اس کے بعد لاماخوس اپنی فوج کے ہمراہ خشکی کے راستہ بھائنی تھریس کے ایشیائی علاقہ کو عبور کر کے کالکیدون نامی میگاری نوآبادی میں پہنچا جو پونتوس کے دہانہ پر واقع ہے۔

اسی موسم گرما میں میگارد سے واپسی کے فوراً بعد اتھنزی سپاہ سالار دیموس تھینس چالیس جہازوں کے ساتھ نوپاکتوس پہنچا۔ بوئیشیہ کے شہروں کے چند افراد نے جو اپنے ملک کا دستور بدل کر اتھنزی طرز کی عمومیت قایم کرنا چاہتے تھے، ہپوکراتیس اور خود دیموس تھینس سے ساز باز کر رکھی تھی۔ اس سازش کا بانی مبانی پتیودوروس نامی ایک تھبنزی تھا جو جلاوطن کر دیا گیا تھا۔ ان میں سے ایک فریق نے سیفائے نامی ساحلی شہر پر جو خلیج کریسائے کے کنارے تھسپیہ کے علاقہ میں واقع ہے، اتھنز کا قبضہ کرا دینے کا وعدہ کیا تھا۔ انہی دنوں خیرونیہ (سابقہ منیان اور موجودہ بوئیشیائی آرکومینوس کا ماتحت شہر) کے جلاوطن افراد بڑی سرگرمی دکھا رہے تھے اور پیلوپونیز میں سپاہیوں کی بھرتی کر رہے تھے کیونکہ ایک فریق نے امید دلائی تھی کہ خفیہ طور پر اپنے شہر پر اتھنزیوں کا قبضہ کرا دے گا۔ اس سازش میں چند فوکسی بھی شریک ہو گئے تھے کیونکہ خیرونیہ بوئیشیہ کی سرحد پر فوکس کے علاقہ میں فانوتیس کے قریب واقع ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی طے پایا تھا کہ اتھنزی اپولو کے بت خانہ واقع دلیوم پر قبضہ کر لیں گے جو تناگرا کے علاقہ میں ہے۔ اور ان ساری تجویزوں پر

ایک مقررہ روز ایک ساتھ عمل کرنے کا تصفیہ کیا گیا تاکہ بولیشیہ والوں کو اپنی ساری فوجیں اکھٹی کرکے دلیوم میں ایتھنزیوں کا مقابلہ کرنے کا موقع نہ مل سکے اور ملک میں ہر جگہ شورش برپا ہو جائے اور جس علاقہ کی فوج اسی علاقہ میں مصروف رہے۔ سازشیوں کو یقین تھا کہ اگر ان کی چال چل گئی اور دلیوم کو مستحکم کر لیا گیا تو چاہے اس کے فوراً بعد بولیشیہ میں کوئی انقلاب ہو یا نہ ہو اتنا ضرور ہوگا کہ جب یہ مقامات تصرف میں آجائیں گے تو اچانک حملوں کی وجہ سے سارے ملک میں بے چینی پھیل جائے گی اور ہر مقام کے سازشیوں کے لئے قریب ہی ایک پناہ گاہ موجود رہے گی اس طرح موجودہ حالات زیادہ عرصہ تک قایم نہیں رہ سکیں گے۔ اور چونکہ غداروں کو عدیدیوں کی منتشر قوت کے مقابلہ میں ایتھنزیوں کی حمایت حاصل رہے گی اس لئے کچھ عرصہ بعد سارے امور کا حسب دل خواہ انصرام کرنے کا موقع مل جائیگا۔

یہ تھیں وہ خفیہ تجویزیں جن کو روبہ عمل لانے کی تدبیریں کی جا رہی تھیں۔ ہپوکراتیس ایتھنز میں ایک فوج بھرتی کرکے بولیشیہ سے مقابلہ کیلئے مقررہ وقت کا منتظر تھا اور اس نے متذکرۂ بالا چالیس جہاز دے کر دیموس تھینیس کو نوپاکتوس بھجوا دیا تھا تاکہ وہ اس علاقہ میں اہل اکارنیہ اور دوسرے اتحادیوں کی فوج آراستہ کرے اور سفائے پہنچ کر سازشیوں کی مدد سے اس پر قبضہ کر لے۔ ان دونوں تجویزوں پر عمل کرنے کے لئے ایک خاص دن پہلے مقرر کر دیا گیا تھا۔ دیموس تھینیس جب وہاں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ اکارنانیوں کی متحدہ طاقت کے دباؤ سے اوئے نیدائے پہلے ہی ایتھنزی لیگ میں شامل ہو چکا ہے۔ اس لئے اس نے اس علاقہ کے سارے اتحادیوں کی فوجیں اپنے ساتھ لے کر سالنتھیوس اور اگرائینہ کی طرف

کوچ کیا اور ان دو شہروں کو اطاعت پر مجبور کر دیا اور اس کے بعد وقت مقررہ پر سفائے پہنچنے کی تیاری پورے انہماک کے ساتھ شروع کی۔

موسم گرما کے تقریباً انہی دنوں براسی داس سترہ سو پیادوں کے ساتھ تھریس کے لئے روانہ ہوا اور ہرقلیہ واقع تراخیس پہنچکر فارسالوس میں اپنے دوستوں کے پاس قاصد بھجوایا تاکہ وہ اس علاقہ کو عبور کرنے میں اس کی اور اسکی فوج کی رہبری کریں۔ چنانچہ اس بلاوے پر پانا رُوس، دوروس، ہپولوکیداس، توری لاؤس، اور استر وفاکوس نامی کالکدیسی، پروکسینوس، ملی تیہ واقع اکائیہ پہنچے جن کی رہنمائی میں براسی داس آگے بڑھا۔ ان کے علاوہ دوسرے تھسالوی افراد بھی ہمراہ تھے جن میں لاریسہ کا باشندہ نکو نیداس بھی شامل تھا جو پردکاس کا دوست تھا۔ بدرقہ کے بغیر تھسلی کے علاقہ میں سے گزرنا کسی زمانہ میں بھی زیادہ آسان نہیں تھا۔ اور یونان کے کسی حصہ میں بھی مسلح فوج کا بغیر اجازت کے کسی پڑوسی مملکت کے علاقہ سے گزرنا خطرہ سے خالی نہیں ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ اہل تھسلی کا برتاؤ اتھنزیوں کے ساتھ ہمیشہ ہمدردانہ رہا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر تھسلی میں مروجہ محدود عدیدیت کی بجائے کوئی آئینی حکومت برسر اقتدار ہوتی تو اس کو ہرگز اس علاقہ میں سے گزرنے کا موقع نہ ملتا کیوں کہ موجودہ صورت میں بھی دریائے انی پیوس کے پاس فریق مخالف کے بعض افراد نے اُسے آگے بڑھنے سے روکا اور تھسالوی قوم سے اجازت حاصل کئے بغیر ملک میں داخل ہونے کے خلاف شکایت کی۔ اس کے جواب میں براسی داس کے رہبروں نے کہا کہ ان کا مقصد یہ نہیں تھا کہ تھسالویوں کی مرضی کے خلاف فوج کو لے جایا جائے بلکہ یہ لوگ اچانک آپہنچے تو دوستی کی بنا پر وہ ان کی رہنمائی کر رہے تھے۔ اس کے علاوہ خود براسی داس نے کہا کہ وہ تھسلی اور اُس کے

باشندوں کے دوست کی حیثیت سے آیا ہے اور اس کی فوجیں اہل تھسلی سے نہیں بلکہ ایتھنزیوں سے مقابلہ کرنے آئی ہیں جن کے خلاف جنگ جاری ہے۔ اُس نے کہا کہ اگرچہ اُس کو علم نہیں ہے کہ تھسالویوں اور لاکے دیموتیوں میں کوئی ایسا اختلاف موجود ہے جس کی بنا پر وہ ایک دوسرے کی حدود میں داخل نہیں ہو سکتے اس کے باوجود نہ تو وہ ان کی مرضی کے خلاف آگے بڑھ سکتا ہے اور نہ بڑھنا چاہتا ہے اس کے بعد اُس نے درخواست کی کہ تھسلی کے علاقہ سے گزرنے سے نہ روکا جائے اس طرح جس روز اُس نے ہلی تیہ سے کوچ کیا تھا اُسی روز فارسالوس تک پورا فاصلہ طے کر کے دریائے اپیدانوس کے کنارے قیام کیا اور پھر فاکیوم روانہ ہو کر وہاں سے پرہابیہ پہنچ گیا۔ اُس کے تھسالوی رہبر یہاں سے اپنے وطن کو لوٹ گئے اور وہ اہل پرہابیہ کی رہنمائی میں جو تھسلی کے ماتحت تھے دیوم پہنچا یہ مقدونوی شہر کوہ اولمپوس کے دامن میں بہ جانب تھسلی پردکاس کی قلمرو میں واقع ہے۔

اس طرح یلغار کر کے براسی داس نے کسی کو اپنے راستہ میں حایل ہونے کا موقع نہیں دیا اور پردکاس کے ملک اور کالکیدائس تک جا پہنچا۔ یہ فوج تھریسی شہروں کے بلاوے پر پلوپونیز سے روانہ کی گئی تھی کیونکہ ان شہروں نے ایتھنز کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا۔ اس کے علاوہ ایتھنزیوں کی کامیابیوں سے گھبرا کر پردکاس نے بھی پلوپونیز سے فوجی امداد مانگی تھی۔ کالکیوں کا خیال تھا کہ ایتھنز سب سے پہلے ان کے ملک پر حملہ آور ہوگا لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اُس نواح کے جن شہروں نے ہنوز بغاوت کا اعلان نہیں کیا تھا انھوں نے پلوپونیز سے امداد طلب کرنے میں خفیہ طور پر دلچسپی نہیں لی۔ اس کے علاوہ ایتھنز سے دیرینہ تنازعات کی وجہ سے پردکاس کو بھی سخت

نزدد تھا اگرچہ وہ ایتھنز سے کھلے طور پر بر سرِ پیکار نہیں تھا اور اس کی دلی تمنا تھی کہ لانکسیتیوں کے بادشاہ ارخا بائوس کو نیچا دکھائے۔ پلوپونیز سے فوج کی روانگی پر اسپارٹیوں کو راضی کرنے میں زیادہ دقت پیش نہیں آئی کیونکہ اس زمانہ میں لاکے دیمونی سخت آفتوں میں گرفتار تھے اور انھوں نے سوچا کہ ایتھنز کے باغی حلیفوں کی امداد کے لئے فوج بھجوا کر اس کو دق کیا جائے تو ممکن ہے پلوپونیز اور خاص کر لقونیہ پر ایتھنزی حملوں کا سلسلہ موثر طور پر رک جائے۔ اور چونکہ تودبائی امداد طلب کر رہے تھے اور فوج کا خرچ برداشت کرنے پر آمادہ تھے اس لئے لاکے دیمونی راضی ہو گئے۔ انھیں اس کی بھی خوشی تھی کہ اس بہانہ چند ہیلوتوں سے پیچھا چھڑانے کا موقع مل جائے گا۔ وہ خائف تھے کہ پیلوس کی تسخیر اور ملک کی موجودہ صورت حال کی وجہ سے ممکن ہے کہ ان کے حوصلے بڑھ جائیں اور وہ کوئی باغیانہ تحریک شروع کر دیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ہیلوتوں کی کثرت تعداد اور تمرد سے خوف زدہ ہو کر لاکے دیمونی ہر معاملہ میں پھونک پھونک کر قدم رکھنے لگے تھے اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ ایک دفعہ حکومت نے اعلان کیا کہ جن ہیلوتوں نے میدان جنگ میں سب سے زیادہ جرات و شجاعت دکھائی ہے انھیں آزاد کر دیا جائے گا۔ مقصد یہ تھا کہ اعلان کے جواب میں سب سے زیادہ جوش و جذبہ دکھانے والے جوان آزادی حاصل کرنے کے لئے سامنے آئیں گے تو پتہ چل جائیگا کہ کن افراد کی طرف سے حکومت کو بغاوت کا زیادہ اندیشہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس طرح ایک دو نہیں دو ہزار ہیلوت چن لئے گئے جنھوں نے اپنے آزاد ہونے کی مسرت میں لباس فاخرہ پہن کر مندروں کا طواف کیا۔ اس کے بعد ان کا ذکر پھر کبھی سننے میں نہیں آیا اور یہ کسی کو خبر تک نہ ہوئی کہ

ان سب کا کیا حشر ہوا۔ یہ تھے وہ اسباب جن کی بنا پر اسپارٹیوں نے بخوشی سات سو ہیلوٹ براسی داس کے ہمراہ روانہ کیے جس نے اپنی فوج کے لئے بقیہ سپاہی پلوپونیز میں روپیہ صرف کر کے بھرتی کئے تھے۔

براسی داس کو لاکے دیمونیوں نے زیادہ تر خود اُس کی خواہش کے مطابق اس مہم پر بھجوایا گو کہ لکسی بھی ایک ایسا سردار چاہتے تھے جو جامع صفات ہو اور اس کا ثبوت براسی داس نے اسپارٹہ میں ہر مشکل موقع پر معاملہ فہمی سے کام لے کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ غیر ممالک میں اُس کی خدمات اسپارٹہ کے لئے بہت مفید ثابت ہوئی تھیں۔ براسی داس کے منصفانہ برتاؤ اور اعتدال پسندی ہی کی بدولت مختلف مملکتوں کو ایتھنز کے خلاف سرکشی پر اُبھارنے میں کامیابی ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ اُس نے سازش کے ذریعہ کئی علاقوں پر قبضہ کر لیا تھا جس سے ایک تو لاکے دیمونیوں کو یہ سہولت حاصل ہو گئی کہ اگر وہ صلح کرنا چاہیں، جیسا کہ انھوں نے بالآخر کیا، تو ان علاقوں کے معاوضہ میں اپنے مفتوحہ علاقے واپس لے سکتے تھے، دوسرے پلوپونیز پر جنگ کا دباؤ کم ہو گیا۔ اس جنگ کے دوران میں سسلی میں جو واقعات پیش آئے ان کے بعد براسی داس کی ہمت و شجاعت اور قابلیت کا بعض لوگوں کو راست تجربہ ہوا اور بعض اس کی شہرت سے متاثر ہوئے اس لئے ایتھنز کے اتحادیوں میں لاکے دیمونیوں کی تائید کا رجحان پیدا ہوا۔ براسی داس پہلا لاکے دیمونی تھا جس نے دوسری مملکتوں میں جا کر اپنی فہم و فراست کے جوہر دکھائے اور جس کی وجہ سے بہ حیثیت قوم سارے لاکے دیمونیوں کے بارے میں لوگوں نے اچھی رائے قائم کی۔

تھریس کے علاقہ میں براسی داس کے داخلہ کی اطلاع ملتے ہی

ایتھنزیوں نے پردکاس کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا جسے وہ اس مہم کا بانی مبانی سمجھتے تھے۔ ساتھ ہی انھوں نے اس علاقہ میں اپنے مخالفین کی نقل و حرکت پر کڑی نگرانی رکھنی شروع کی۔

براسی داس تھریس پہنچا تو پردکاس نے اس کی افواج کے ساتھ اپنی فوجیں بھی شامل کر دیں اور لنکستی مقدونیوں کے بادشاہ ار-ابایوس ابن برومیرس کی سرزمین کے لئے روانہ ہوا۔ اپنے اس پڑوسی سے پردکاس کی مخاصمت تھی اور وہ اُسے اطاعت پر مجبور کرنا چاہتا تھا۔ لیکن جب یہ لشکر اُس درہ کے پاس پہنچا جس سے گزر کر لنکوس میں داخل ہوتا تھا، تو براسی داس نے حملہ کی کارروائی شروع کرنے سے پہلے ار-ابایوس سے مل کر اُسے لاکے دیموں کا حلیف بنانے کی کوشش کرنی چاہی۔ اربابایوس نے پہلے ہی براسی داس سے ربط پیدا کرکے اُسے ثالث بنانے پر رضامندی ظاہر کر دی تھی۔ اس کے علاوہ براسی داس کے ہمراہ جو کالکسی ایلچی تھے انھوں نے خبردار کر دیا تھا کہ پردکاس کا تردد دور ہو جائے تو وہ پورے جوش و خروش سے ساتھ نہیں دے گا۔ علاوہ بریں پردکاس کے فرستادہ ایلچیوں نے لاکے دیمون میں یہ بھی کہا تھا کہ وہ اس نواح کے کئی علاقوں کو اُن کے اتحاد میں شریک ہونے کی ترغیب دے گا اس لئے براسی داس ار-ابایوس کے معاملہ پر زیادہ وسعت نظر کے ساتھ غور کرنا چاہتا تھا۔ پردکاس کو یہ بات ناگوار ہوئی اور اُس نے بگڑ کر کہا کہ وہ براسی داس کو ثالثی کے لئے اس علاقہ میں اپنے ساتھ نہیں لایا تھا بلکہ طے یہ ہوا تھا کہ جس دشمن کی بھی نشاندہی کی جائے براسی داس اُس کے خلاف کارروائی کرے گا۔ پردکاس نے یہ بھی کہا کہ چونکہ براسی داس کی نصف فوج کا خرچ اس کا خزانہ برداشت کر رہا تھا

اس لئے براسی داس کا ار حابا یوں سے گفت وشنید کرنا جائز نہیں ہو گا۔ اس پر بھی براسی داس نے "نا" مخالفت کے باوجود گفت وشنید کی، جس نتیجہ کے طور پر اُسے حملہ کئے بغیر لوٹ جانا پڑا۔ اس کے بعد پرد کاس نے وعدہ خلافی کا الزام لگاکر فوج کے نصف کی بجائے صرف ایک تہائی تنخواہ کی ادائی کی۔

اس کے بعد ہی، اسی موسم گرما میں انگور کی فصل کے درو سے کچھ پہلے براسی داس نے کالکسیوں کو ہمراہ لے کر اندریانیوں کی نوآبادی اکانتھوس کی طرف کوچ کیا۔ اس شہر کے باشندوں میں اس بارے میں اختلاف پیدا ہو گیا کہ اُس کی فوج کو شہر میں آنے کی اجازت دینی چاہیے یا نہیں۔ ایک فریق ان لوگوں کا تھا جنھوں نے براسی داس کو بلوانے میں کالکسیوں کا ساتھ دیا تھا اور دوسرے فریق کا تعلق عوام سے تھا لیکن چونکہ اہل شہر کو انگور کی فصل کی فکر تھی جو شہر کے باہر تیار کھڑی تھی اس لئے براسی داس ان کو اس بات پر راضی کرنے میں کامیاب ہو گیا کہ کوئی قطعی فیصلہ کرنے سے پہلے اُسے تن تنہا شہر میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے تاکہ اپنے خیالات کا اظہار کر سکے۔ چنانچہ انھوں نے اجازت دی تو براسی داس نے جو لاکے ڈیمونی ہونے کی حیثیت سے بُرا مقرر نہیں تھا، شہریوں کو مخاطب کر کے کہا:۔

"اکانتھیہ والو! لاکے ڈیمونیوں نے مجھے اور میری فوج کو یہاں اس غرض سے روانہ کیا ہے کہ لڑائی شروع کرتے وقت ہم نے جن مقاصد کا اعلان کیا تھا اُن کی تکمیل کی جائے یعنی یہ کہ سرزمین یونان کو آزاد کرانے کے لئے ایتھنز کے خلاف جنگ کی جائے۔ ہمارے یہاں آنے میں تاخیر اس لئے ہوئی کہ اپنے وطن میں لڑائی کی صورت حال کے بارے میں ہمارے اندازے غلط ثابت ہوئے۔ ہمیں امید تھی کہ ہم بلاشرکت غیرے جلد ایتھنز کو شکست دے سکیں گے

اور اس کے لئے آپ کو کسی خطرہ میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہو گی۔ اس تاخیر کی بنا پر آپ ہمیں قصوروار نہ قرار دیں کیوں کہ جونہی حالات نے اجازت دی ہم فوراً چلے آئے تاکہ آپ کی مدد سے اُن کو شکست دینے کی کوشش کی جائے۔ ان حالات میں جب میں نے اپنے لئے آپ کے شہر کے دروازے بند پائے اور مناسب طور پر ہمارا خیر مقدم نہیں کیا گیا تو مجھے سخت حیرانی ہوئی۔ ہم لاکے دیمونی آپ کو اپنا دوست سمجھتے ہیں اور ہمارا خیال تھا کہ آپ ہماری آمد کے منتظر ہوں گے اس لئے جسمانی طور پر یہاں پہنچنے سے پہلے ہی ہم روحانی اعتبار سے آپ لوگوں سے قریب تر ہو گئے اور اب ہمارا جذبۂ بے اختیار ہمیں یہاں کھینچ لایا ہے اگرچہ ایک اجنبی ملک، کئی روز کا سفر بڑا کٹھن مرحلہ تھا۔ اس کے باوجود اب اگر آپ کے ارادے کچھ اور ہوں اور آپ خود اپنی طرف سے سارے یونان کی آزادی کے راستہ میں رکاوٹیں پیدا کرنا چاہیں تو بری مصیبت آ جائے گی۔ اگر آپ میری مخالفت کریں تو یہ مخالفت آپ ہی تک محدود نہیں رہے گی بلکہ میں جہاں بھی جاؤں گا لوگ میری طرف زیادہ مائل نہیں ہوں گے کیونکہ وہ سوچیں گے کہ آپ لوگوں نے جن کے پاس میں پہلے آیا ہوں، مجھے اپنے شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی۔ آپ کا شہر اکانتھوس ایک سربرآوردہ شہر ہے اور اس کے باشندوں کی مصلحت اندیشی مسلمہ ہے اس لئے آپ کی مخالفت کا دوسروں پر بڑا اثر پڑے گا۔ اور میرے پاس یہ ثابت کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں رہے گا کہ میرا استدلال درست ہے۔ یا تو وہ یہ سمجھ لیں گے کہ میں آزادی کا جو پیش کش دے رہا ہوں وہ بے لاگ نہیں ہے یا یہ کہ میرے پاس کافی فوج نہیں ہے جو ایتھنز کے حملہ کی صورت میں آپ کی مدافعت کر سکے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اسی فوج کو

لے کر جب میں لسیہ پہنچا تو ایتھنزی میرے مقابلہ کی جسارت نہ کر سکے حالانکہ اُن کی فوج کی تعداد ہم سے زیادہ تھی۔ اور یہ بھی قرین قیاس نہیں ہے کہ لسیہ کو جس قدر سپاہی انھوں نے بھجوائے تھے اُس سے بڑی فوج اس قدر دور سمندر پار آپ لوگوں سے لڑائی کے لئے روانہ کریں گے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں اہل یونان کو کوئی نقصان پہنچانے کے لئے نہیں بلکہ آزاد کرانے کے لئے آیا ہوں۔ میں نے اپنی حکومت سے حلفیہ وعدہ لے رکھا ہے کہ جو مملکتیں موجودہ مہم کے سلسلہ میں ہمارے اتحاد میں شریک ہوں گی اُن کی آزادی برقرار رکھی جائے گی۔ علاوہ بریں میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ جایز اور ناجایز طریقے استعمال کر کے کسی نہ کسی طرح آپ کو اپنے اتحاد میں شریک ہونے پر مجبور کروں۔ بلکہ میں تو ایتھنزی تسلط کے خلاف آپ کے ساتھ شریک ہو کر آپ کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔ ان تیقنات کے باوجود میرے ارادوں پر کوئی شک وشبہ کیا جائے تو میں اُس کے خلاف احتجاج کروں گا۔ ساتھ ہی اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ میں آپ کو ایتھنزیوں کے حملوں سے نہیں بچا سکوں گا تو اس کے خلاف بھی میں احتجاج کروں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کسی پس وپیش کے بغیر میرے ساتھ شریک ہو جائیں۔ ممکن ہے آپ میں سے بعض لوگوں کو آپس کی شخصی عداوتوں کی وجہ سے اندیشہ ہو کہ میں شہر کو کسی ایک فریق کے حوالہ کر دوں تو اُن کو نقصان پہنچے گا۔ اس خوف وہراس کو اپنے دلوں سے نکال دیجئے کیونکہ میں کسی خاص فریق کی مدد کرنے نہیں آیا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ مجھے آپ کو حقیقی معنی میں آزاد کرانے میں کامیابی نہیں ہو گی اگر میں آپ کے دستور کو پس پشت ڈال دوں یا اکثریت کو اقلیت کا یا اقلیت کو اکثریت کا دست نگر بنا دوں۔ یہ صورت حال تو

غیر ملکی تسلط سے بھی زیادہ ناقابل برداشت ہو جائے گی اور ہم لاکھ دیموفی جو جدوجہد کر رہے ہیں بجائے اس کے کہ اس کی قدر کی جائے اور ہماری قدر و منزلت میں اضافہ ہو لوگ ہماری مذمت کریں گے۔ ایتھنز یوں پر جو الزامات عاید ہیں اور جن کی وجہ سے جنگ میں ہمارے ہاتھ مضبوط ہو گئے ہیں اس طرز عمل سے وہی الزامات بجا طور پر خود ہم پر بھی عاید ہوں گے۔ ایسے طریقے اگر وہ لوگ اختیار کریں جو پارسائی کے بلند بانگ دعوے نہیں کرتے جوان کا عمل اس درجہ نفرت انگیز نہیں ہوگا جتنا ہمارا عمل نفرت انگیز ہوگا۔ اگر صاحب کردار لوگ عدل وانصاف کا فریب دے کر اپنی ہوس پوری کریں تو اُن کی یہ حرکت طاقت کے کھلے استعمال سے زیادہ شرمناک ہوگی کیونکہ کھلی دست درازی جو طاقت کے بل پر کی جاتی ہے جائز سمجھی جا سکتی ہے لیکن دست درازی کے اس دوسرے روپ کو دغا اور فریب کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ہم اس حقیقت سے باخبر ہیں اس لئے ہماری تمام تر کوشش یہ رہے گی کہ کردار پر کوئی آنچ نہ آنے پائے۔ جس عہد و پیمان اور خفیہ دعاروں کا میں نے ذکر کیا ہے اس سے زیادہ آپ کو اور کیا ضمانت چاہئے؟ یہ تو آپ خود دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے قول و عمل کی یکسانی ہمارے خلوص کی شاہد ہے۔

میں نے جو باتیں بیان کی ہیں ان کے جواب میں کوئی عذر پیش کر کے اگر آپ میری پیشکش کو قبول نہ کریں اور یہ چاہیں کہ دوستانہ تعلقات کی بنا پر اس انکار سے آپ کو کوئی گزند نہ پہنچے، اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آزادی خطرہ سے خالی نہیں ہوتی اس لئے انہی لوگوں کو آزادی کا پیشکش دینا درست ہوگا جو اس کے خواہش مند ہوں اور یہ کہ آزادی کسی پر اُس کی

مرضی کے خلاف بجبر مسلط نہیں کرنی چاہیئے تو میں آپ کے ملک کے دیوتاؤں اور سورماؤں کو گواہ رکھ کر کہوں گا کہ میں نے آپ کے فائدہ کے لئے دوستی کا ہاتھ بڑھایا لیکن آپ نے میرے پیش کش کو ٹھکرا دیا۔ اور اپنی بات کو بجبر منوانے کے لئے آپ کے علاقہ کو ممکنہ حد تک تباہ و برباد کروں گا۔ آپ کے ملک کو تاخت و تاراج کرنے میں مجھے کوئی تامل نہ ہوگا کیونکہ یہ ایک تو اس لئے ضروری ہوگا کہ آپ کے انکار کی صورت میں لاکے دیمونیوں کو جنھیں آپ اپنا دوست سمجھتے ہیں، اُن رقموں سے نقصان نہ پہنچے جو آپ ایتھنز کو بطور خراج ادا کرینگے دوسرے یہ کہ اہل یونان کی جدوجہد آزادی میں آپ کی وجہ سے رکاوٹ نہ پیدا ہو جائے۔ اگر یہ مقاصد پیش نظر نہ ہوتے تو ہمیں اس قسم کی کاروائی کرنے کا کوئی حق نہ ہوتا۔ اجتماعی مفاد کا تحفظ اگر ہمارے پیش نظر نہ ہوتا تو ان لوگوں کو آزاد کرانے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا جو آزادی کے خواہاں نہیں ہیں۔ ہم کوئی شہنشاہیت قایم کرنے کے آرزومند نہیں ہیں بلکہ ہم تو شہنشاہیت کو ختم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہم سارے یونان کو آزادی کا جو پیش کش دے رہے ہیں اُس کے حصول کے راستہ میں آپ کو حایل ہونے دیا جائے تو اس سے اس سرزمین کے باشندوں کی بڑی تعداد کو نقصان پہنچے گا۔ اسلئے اس مسئلہ پر مکمل غور و خوض کے بعد تصفیہ کیجئے اور سرزمین یونان کو آزاد کرانے کی جدوجہد کرکے اپنے لئے بے پایاں شہرت اور ناموری حاصل کیجئے۔ اس سے آپ کے ذاتی اور شخصی مفادات بھی محفوظ رہیں گے اور آپ کی دولت مشترکہ کے وقار اور شان و شوکت میں بھی اضافہ ہوگا۔"

یہ تھی وہ تقریر جو براسی داس نے کی۔ اکانتھیوں میں اس کی مخالفت اور موافقت میں کافی گرم بحثیں ہوئیں جس کے بعد خفیہ رائے شماری کی گئی اور

اکثریت نے براسی داس کی گمراہ کن تقریر کے اثر میں آکر اور اپنی فصلوں کی تباہی کے خوف سے ایتھنز کے خلاف بغاوت کرنے کے حق میں رائے دی۔ لیکن انھوں نے فوج کو شہر میں داخلہ کی اجازت اس وقت تک نہیں دی جب تک براسی داس نے شخصی طور پر اس امر کی ضمانت نہیں دی کہ لاکے ڈیمون کی حکومت نے فوج بھجواتے وقت جو عہد کیا تھا وہ پورا کیا جائے گا یعنی جو مملکتیں براسی داس کی کوشش سے اتحاد میں شریک ہوں گی اُن کی آزادی برقرار رہے گی۔ اس کے بعد زیادہ عرصہ نہیں گزرا کہ اندریانیوں کی نوآبادی استاگیروس نے بھی اکانتھیوں کے اتباع میں علم بغاوت بلند کر دیا۔

یہ تھے وہ واقعات جو اس موسم گرما میں پیش آئے۔ اس کے بعد جاڑوں کے اوائل میں ایک خفیہ منصوبہ کے تحت بوئیشیہ کے چند علاقے ایتھنزی سپاہ سالار ہپوکراتیس اور دیموس تھینس کے حوالہ کئے جانے والے تھے اور طے پایا تھا کہ ثانی الذکر اپنے بیڑے کے ساتھ سفائے جائے اور اول الذکر ڈیلیوم روانہ ہو۔ ان کی روانگی کے لئے جو دن مقرر ہوا اس کے بارے میں کچھ غلط فہمی پیدا ہو گئی اور دیموس تھینس اپنا بیڑا لے کر مقررہ وقت سے پہلے ہی سفائے روانہ ہو گیا۔ اس کے ساتھ اکارنانی اور اُن کے علاقوں کے بہت سے اتحادی بھی تھے۔ لیکن اُسے اپنے مقصد میں کوئی کامیابی نہیں ہوئی کیونکہ فانوتس کے ایک فوکسی نکوماخوس نے لاکے ڈیمونیوں کو اس سازش سے آگاہ کر دیا جنھوں نے اس کی اطلاع اہل بوئیشیہ کو دے دی۔ اس کے ساتھ ہی بوئیشیہ کے ہر حصہ سے امداد کے لئے فوجیں آگئیں۔ چونکہ حریف کو مغالطہ میں ڈال کر اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے ہپوکراتیس وہاں ابھی تک نہیں پہنچا تھا اس لئے بوئیشیہ والوں کو سفائے اور کیرونیہ کی مدافعت کے انتظامات مکمل

کرنے کا موقع مل گیا اور جب سازشیوں کو اس غلطی کی اطلاع ملی تو انھیں ان شہروں میں کسی نقل و حرکت کی جرات نہ ہو سکی۔

اس دوران میں ہپوکراتیس بڑی تعداد میں ایتھنز کے شہریوں غیر ملکی باشندگان ایتھنز اور ایتھنز میں مقیم اجنبیوں کی عام فوجی بھرتی کر کے اپنی منزل مقصود کو اس وقت پہنچا جب کہ بوئیشیہ والے سفائے سے واپس ہو چکے تھے اور پڑاؤ ڈال کر اپولو کے مندر واقع دلیوم کے استحکام کی کارروائی کر رہے تھے۔ مندر اور اس کے احاطہ کے اطراف ایک کھائی کھودی گئی اور اس کی مٹی سے حصار بنا کر لکڑی کی باڑ تیار کی گئی۔ چاروں طرف جو انگور کی بیلیں تھیں ان کو کاٹ کر باڑ میں لگایا گیا اور آس پاس کے مکانات کو منہدم کر کے اینٹ پتھر غرض جو چیز بھی دستیاب ہوی اس کی مدد سے حصار کو مستحکم کر کے اس کی اونچائی میں جلد از جلد اضافہ کیا گیا۔ جہاں جہاں ضرورت محسوس ہوی چوبی برجیاں بھی بنائی گئیں اور ان مقامات کو بھی مستحکم کیا گیا جہاں مندر کے حصے منہدم ہو گئے تھے مثلاً وہ مقام جہاں پہلے برآمدہ تھا۔ یہ کام ایتھنز سے روانگی کے تیسرے روز شروع کیا گیا تھا جو چوتھے روز بھی جاری رہا اور پانچویں دن رات کے کھانے کے وقت بڑی حد تک اس کی تکمیل ہو گئی تو فوج نے ایتھنز کا رخ کیا اور دلیوم سے کوئی سوا میل کا فاصلہ طے کر کے دم لیا۔ یہاں سے ہلکے ہتھیار بندوں کی بڑی تعداد راست ایتھنز چلی گئی لیکن بھاری ہتھیار بند پیادوں نے وہیں قیام کیا کیونکہ دلیوم پر سنتریوں کی تعیناتی اور بیرونی حصار کی تعمیر کے بقیہ کام کے بارے میں ضروری ہدایات دینے کی غرض سے، ہپوکراتیس دلیوم میں رک گیا تھا۔

جن دنوں یہاں استحکامات تعمیر کئے جا رہے تھے بوئیشیہ کی فوجیں

تناگرا میں اکٹھی ہو رہی تھیں اور سارے شہروں کی افواج کو یکجا کر کے جب وہ اس طرف آئے تو دیکھا کہ اتھینزی لشکر اپنے وطن کو واپس ہو رہا ہے۔ اس پر گیارہ بیوتارکوں نے اتھینزیوں سے لڑائی کے خلاف رائے دی کیونکہ دشمن بوشیہ کی حدود سے گزر کر اب اوروپیہ کی سرحد پر پہنچ گیا تھا لیکن پگوینداس ابن ایولیداس جو تھیبز کے دو بیوتارکوں میں سے ایک تھا (دوسرا تھیبزی بیوتارک اریانتھیدیس ابن الائسی ماخیداس تھا) اسے نبرد آزمائی کا بہترین موقع سمجھتا تھا اور وہی اس وقت سپاہ سالار اعظم بھی تھا۔ اس نے یہ سوچ کر کہ مبادا سارے سپاہی ایک ساتھ ہتھیار کھول دیں، یکے بعد دیگرے ایک ایک دستہ کو طلب کر کے اس امر پر زور دیا کہ اتھینزیوں پر حملہ کرنے کا جو بہترین موقع ہاتھ آیا ہے اس سے فائدہ اٹھا کر فیصلہ کن جنگ کرنی چاہئے۔ فوج کو مخاطب کر کے پگوینداس نے کہا:—

"بوشیہ والو! یہ خیال کہ جب تک اتھینزیوں سے بوشیہ کی حدود میں مٹھ بھیڑ نہ ہو ان پر حملہ نہیں کرنا چاہئے، ہم سپاہ سالاروں میں سے کسی کے ذہن میں بھی نہ آنا چاہئے تھا۔ وہ ہمارے ملک میں گھس آئے اور ہمیں پریشان کرنے کی غرض سے انھوں نے ہمارے ملک میں اپنے لئے استحکامات تعمیر کئے ہیں اس لئے وہ ہمارے دشمن ہیں اور میں ان کو دشمن ہی سمجھوں گا چاہے وہ کہیں بھی ہوں اور کسی مقام سے بھی چل کر انھوں نے ہمارے ملک پر حملہ کیا ہو۔ اور اگر کوئی اپنی سلامتی اس میں سمجھتا ہے کہ اس مقام پر اتھینزیوں سے جنگ نہ کی جائے تو اسے چاہئے کہ اس غلط فہمی کو جلد اپنے ذہن سے نکال دے۔ جس فریق پر حملہ کیا گیا ہو اور جس کا ملک خود خطرہ میں پڑ گیا ہو وہ مشکل ہی سے ان لوگوں کی طرح محتاط طرز عمل اختیار کر سکتا ہے جن کو اپنے وسایل

استفادہ کرنے کے پورے مواقع حاصل ہوں اور جو اپنی دولت اور وسایل میں اضافہ کرنے کے لئے اپنے پڑوسی پر دست درازی کرنے کی فکر کر رہے ہوں۔ ہمارا قومی فرض یہ ہے کہ بیرونی حملہ آور کی مقاومت پوری شدت سے کی جائے۔ چاہے یہ مقابلہ ملک کے اندر ہو یا باہر۔ اور جب تمہارے دشمن ایتھنزی ہیں جنھوں نے تمہاری سرحد سے متصل ہی پڑاؤ ڈال رکھا ہے تو یہ اور بھی لازمی ہو جاتا ہے کہ اُن پر بڑھ کر وار کیا جائے کیوں کہ عام طور پر پڑوسی کے مقابلہ میں آزادی کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ کوئی ڈر کر پیچھے نہ ہٹے۔ اور جب سابقہ ایسے پڑوسیوں سے ہو جو نزدیک اور دور کے سارے علاقوں کو یکساں طور پر اپنا غلام بنانا چاہتے ہوں تو سوائے اس کے اور کوئی چارہ کار نہیں رہ جاتا کہ ان کے خلاف آخر دم تک جنگ کی جائے۔ اگر آپ اہل یوبیہ اور بقیہ یونان بیشتر حصوں کی صورت حال پر غور کریں تو پتہ چلے گا کہ ان کو اپنے پڑوسیوں سے کسی ایک سرحد پر نبٹنا ہوتا ہے لیکن ہمارے اور ایتھنز کے درمیان تو فتح کی صورت میں صرف ایک ہی سرحد ہو گی۔ دشمن کے راستہ میں کوئی اور رکاوٹ حایل نہیں رہے گی اور وہ ملک میں داخل ہو کر ہمارا سب کچھ بجبر چھین لے گا۔ اس طرح ہمیں دوسروں کی بہ نسبت اس پڑوسی کی طرف سے بہت زیادہ خطرہ ہے۔ اس کے علاوہ جو لوگ طاقت کے نشہ میں پڑوسیوں پر حملے کرتے ہیں جیسا کہ اس وقت ایتھنز کر رہے ہیں، وہ عام طور پر ایسے لوگوں کے خلاف بے باکی سے قدم اٹھاتے ہیں جو اپنی جگہ سے جنبش نہیں کرتے اور صرف اپنے ملک کی حدود میں اپنی مدافعت کرتے ہیں۔ اس کے برخلاف اپنی سرحد سے باہر نکل کر موقع ملے تو پہل کر کے دشمن پر وار کرنے والوں کے ساتھ نبرد آزمائی کرنے میں انھیں پس و پیش ہوتا ہے۔ خود ایتھنزیوں نے ہم پر

اپنی اس کمزوری کا اظہار کر دیا ہے۔ جس زمانہ میں ہمارے آپس کے جھگڑوں کی وجہ سے انھیں ہماری سرزمین پر قابض ہونے کا موقع مل گیا تھا، ہم نے کودونیہ میں اُن کو شکست دی جس کی بدولت بویشیہ آج تک نہایت محفوظ رہا۔ اس پس منظر کو ذہن میں رکھ کر آپ میں جو آزمودہ کار سپاہی ہیں ان کو چاہیے کہ پہلے کی طرح جواں مردی کے جوہر دکھائیں اور نوجوان جو اس دور کے سورماؤں کی یادگار ہیں، اپنی قومی شجاعت کو داغدار نہ ہونے دیں۔ جس دیوتا کے مندر کے اطراف استحکامات تعمیر کر کے دشمن نے بے حرمتی کی ہے وہی ہماری مدد کرے گا اور ہماری جو قربانیاں دیوتاؤں نے قبول کی ہیں اُن کے سہارے فتح و ظفر حاصل ہوگی۔ اس لیے ہم کو چاہیے کہ بڑھ کر دشمن پر حملہ کریں اور اُسے بتادیں کہ ہم وہ نہیں ہیں جو میدان چھوڑ کر ہٹ جاتے ہیں۔ ہم اپنی آزادی کی حفاظت کے لئے لڑ کر جان دینے کو باعث فخر سمجھتے ہیں اور کبھی غیر منصفانہ طریقہ سے دوسروں کو مغلوب کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔"

اس استدلال کے ذریعہ پگونداس نے بویشیہ والوں کو ایتھنزی لشکر پر حملہ کرنے کی ترغیب دی اور جلد ہی کیمپ برخاست کر کے فوجوں کو آگے بڑھایا کیوں کہ اب دن ڈھل چکا تھا۔ دشمن سے قریب پہنچ کر وہ ایک ایسی جگہ رک گیا جہاں جانبین کی فوجوں کے درمیان ایک پہاڑی حائل تھی جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ یہاں اُس نے اپنی فوج کی صفیں درست کر کے حملہ کی تیاری کی۔ اس دوران میں بویشیہ کی افواج کی آمد کی اطلاع ہپوکراتیس کو دیلوم میں ملی تو اس نے صف آرائی کیلئے حکم بھجوایا اور اس کے کچھ ہی عرصہ بعد خود بھی آپہنچا۔ وہ دیلوم میں تقریباً تین سو سوار اس ہدایت کے ساتھ چھوڑ آیا تھا کہ ایک تو حملہ کی صورت میں

اس مقام کی مدافعت کریں دوسرے مناسب موقع کا انتظار کرکے لڑائی کے دوران میں اہل بوئیشیہ پر اچانک دھاوا کریں۔ بوئیشیہ والوں نے ان سواروں سے نبٹنے کے لئے ایک رسالہ مختص کر دیا اور جب سارے انتظامات حسب دلخواہ مکمل ہو چکے تو پہاڑی پر چڑھ کر مقررہ ترتیب کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ انکی فوج میں سات ہزار بھاری ہتھیار بند پیادے، دس ہزار سے زیادہ ہلکے ہتھیار بند سپاہی، ایک ہزار سوار اور پانچ سو گوپھنیے تھے۔ اُن کا میمنہ تھبزیوں اور تھبز کے اضلاع کے باشندوں پر مشتمل تھا۔ قلب لشکر میں ہالیارتی کوروناﺋی، کوپائی اور نواح کوپائیہ کے دوسرے حصوں کے سپاہی تھے۔ میسرہ تھسپیہ والوں، اہل تناگرا اور آرکومینیوں پر مشتمل تھا۔ سوار اور ہلکے ہتھیار بند میمنہ اور میسرہ کے سرے پر رکھے گئے تھے۔ تھبزی صفوں کا عمق پچیس پچیس سپاہیوں کا تھا لیکن بقیہ صفوں کی ترتیب میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔ یہ بوئیشیہ کے لشکر کی تفصیلات تھیں۔

اُدھر اتھنزی فوج میں بھاری ہتھیار بند پیادوں کی ساری صفوں کا عمق آٹھ آٹھ سپاہیوں کا رکھا گیا۔ ان کے پیادوں کی تعداد بوئیشیہ کے بھاری ہتھیار بندوں کے برابر تھی۔ سوارہ فوج کو اتھنزیوں نے اپنے میمنہ اور میسرہ میں رکھا۔ ہلکے ہتھیار بندوں کے باقاعدہ دستے نہ تو اس لشکر میں تھے اور نہ اتھنز نے کبھی ایسے دستے تیار کئے تھے۔ جو لوگ بوئیشیہ پر حملہ کی مہم میں شریک ہوئے، ان کی تعداد دشمن کے سپاہیوں سے بہت زیادہ تھی لیکن اکثر لوگ ایسے تھے جو اتھنز میں شہریوں اور غیر ملکیوں کی عام فوجی بھرتی کی وجہ سے چلے آئے تھے اور مسلح نہیں تھے۔ اس کے علاوہ چونکہ واپسی کے وقت سب سے آگے یہی لوگ روانہ ہوئے اس لئے اب ان کی بہت کم تعداد رہ گئی تھی۔

جب دونوں طرف صف آرائی ہو چکی اور لڑائی شروع ہونے ہی والی تھی کہ سپاہ سالار ہیوکراتیس نے ایتھنزی سپاہیوں کا دل بڑھانے کے لئے ان کی صفوں کے پاس سے گزرتے ہوئے کہا :-

"ایتھنزیو! میں تم سے صرف چند باتیں کہنا چاہتا ہوں۔ اور بہادروں سے زیادہ کہنے سننے کی ضرورت بھی نہیں ہوتی۔ میں تمھاری شجاعت و جوانمردی سے زیادہ تمھاری فہم و فراست سے اپیل کرتا ہوں۔ تم میں سے کسی کو بھی یہ خیال نہ ہونا چاہئے کہ ہم نے اپنے راستہ سے ہٹ کر ایک غیر ملک میں لڑائی کا خطرہ مول لیا ہے۔ یہ لڑائی غیر ملک میں ضرور ہو رہی ہے لیکن ہم اپنے ملک کے لئے لڑ رہے ہیں۔ اگر ہم کو فتح ہوی تو پلوپونیزی آئندہ ہمارے ملک پر کوی حملہ نہیں کر سکیں گے کیونکہ بوئیشیہ کی سوارہ فوج کی امداد ان کو حاصل نہیں رہے گی۔ اس طرح ایک ہی مقابلہ میں آپ نہ صرف بوئیشیہ کو شکست دیں گے بلکہ ایک طرح سے اٹیکا کو بھی خطرات سے محفوظ کر دیں گے۔ تم اُس ملک کے باشندے ہو جس کی عظمت اور شان و شوکت پر ہم سب کو ناز ہے اور جو یونان کا سرتاج ہے، اس لئے بڑھ کر دشمن کو اپنی تلوار کا پھل چکھا دو۔ اور بتا دو انھیں کہ تم انہی سورماؤں کی اولاد ہو جنھوں نے ان کو اوئے نوفیتہ میں شکست فاش دے کر بوئیشیہ پر قبضہ کر لیا تھا۔"

ان الفاظ سے سپاہیوں کا دل بڑھاتے ہوئے ہیوکراتیس بیچ کی صفوں تک پہنچا ہی تھا کہ پگوندا اس نے اپنے لشکر کو عجلت میں آخری ہدایات دیں جس کے بعد اُس کے سپاہی رجز پڑھتے ہوئے پہاڑی پر سے اتر کر ایتھنزی صفوں کی طرف بڑھے تو ایتھنزی دوڑ کر صف مقابل سے بھڑ گئے۔ بازؤں کے آخری سرے پر جو دستے تھے ان کے لڑنے کی نوبت ہی نہیں آئی کیونکہ فریقین کے

بیچ میں ندی نالے حایل تھے۔ بقیہ سپاہی ڈھال پر ڈھال مار کر انتہائی جوش و خروش کے ساتھ ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے۔ اتھینزیوں نے دشمن کے دائیں بازو کے قلب لشکر تک کے حصہ کو شکست فاش دی۔ میدان جنگ کے اس گوشہ میں سب سے زیادہ شدید نقصان تھسپیہ کے دستوں کو پہنچا۔ اُن کے آس پاس کے سپاہی پسپا ہو گئے، تو ایک تنگ مقام پر اتھینزیوں نے اُن کو گھیر لیا اور دست بدست لڑائی میں ان کے اکثر سپاہی ہلاک ہو گئے۔ دشمن کو چاروں طرف سے گھیرتے وقت چند اتھینزی منتشر ہو گئے اور غلط فہمی میں آپس ہی میں لڑ کر ہلاک ہو گئے۔ بویشیہ کے میسرہ کو جب اس طرح شکست ہوی تو وہ پسپا ہو کر دوسرے دستوں کے پاس چلے گئے جو اتھینزیوں سے مقابلہ میں مصروف تھے۔ لیکن دشمن کا میمنہ جو تھبنزیوں پر مشتمل تھا، اتھینزیوں پر غالب آگیا اور اُس نے ان کو پیچھے ہٹانا شروع کیا۔ ابتدا میں ان کے حملہ کا دباو زیادہ نہیں تھا لیکن بعد کو جب انھوں نے خوب زور لگایا تو اتھینزی بہت دور تک پیچھے ہٹتے چلے گئے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جب پگونداس نے اپنے میسرہ کی حالت دگرگوں دیکھی تو سواروں کے دو رسالوں کو پہاڑی کے گرد چکر دے کر اس طرح بھیجا کہ کسی کو خبر نہ ہو سکی اور جب وہ دفعتاً نمودار ہوا تو اتھینزیوں نے سمجھا کہ وہ کسی بڑی فوج کا ہراول ہے جس سے اتھینزی فوج کے اُس بازو کے بھی پاؤں اکھڑ گئے جس کو دشمن پر غلبہ حاصل ہو چکا تھا۔ ادھر دوسرے بازو میں تھبنزیوں نے رخنہ ڈال دیا تو بالآخر ساری اتھینزی فوج منتشر اور سراسیمہ ہو کر راہ فرار اختیار کی۔ بعض دلیوم اور ساحل سمندر کی طرف دوڑے، بعض اور وپس کی جانب اور بعض کوہ پارنیس اور دوسرے مقامات کی سمت پناہ لینے کے لئے فرار

ہوگئے۔ بوئیشیہ کے سپاہیوں اور خاص کر بوئیشیائی اور لوکرائی سواروں نے
جو اس بھگدڑ کے وقت ہی موقع پر پہنچ گئے تھے، تعاقب کرکے کئی ایتھنزی سپاہیوں
کو موت کے گھاٹ اتارا۔ ایسے میں رات ہوگئی تو تعاقب کی کارروائی جاری
نہ رہ سکی اور مفرور سپاہیوں کی بڑی تعداد نسبتاً آسانی سے دشمن کی زد سے
باہر ہوگئی۔ جو دستے اوروپوس اور دلیوم چلے گئے تھے وہ دوسرے روز سمندر
کے راستہ اپنے وطن لوٹ گئے۔ اس شکست کے باوجود دلیوم پر قبضہ برقرار
رکھا گیا اور اُس کی حفاظت کے لئے ایک دستہ متعین کیا گیا۔

پلوپونیزیوں نے اپنی فتح کی یادگار نصب کی، میدان سے اپنے سپاہیوں
کی لاشیں اٹھا لیں اور دشمن کی لاشوں کا لباس اتار لیا اور ان کی نگرانی
کے لئے پہرہ مقرر کرکے تناگرا لوٹ گئے، جہاں انھوں نے دلیوم پر حملہ کی
تیاریاں شروع کیں۔ اس عرصہ میں ایتھنزیوں کا قاصد لاشیں لینے کے لئے
آیا تو اس کی ملاقات بوئیشیہ کے ایک قاصد سے ہوی جو کہیں جا رہا تھا۔
ایتھنز کے قاصد کو اُس کی واپسی تک کوئی جواب نہیں مل سکتا تھا۔ اس کے بعد
ایتھنزیوں کے پاس جا کر اُس نے اہل بوئیشیہ کی جانب سے کہا کہ انھوں نے
یونان کے قانون کی خلاف ورزی کرکے ناانصافی کی ہے۔ کسی ملک پر حملہ کی
صورت میں مندروں کی حفاظت سے متعلق عالمگیر قانون کے ہوتے ہوئے
بھی ایتھنزی دلیوم کے اطراف استحکامات تعمیر کرکے اس طرح قابض اور متصرف
ہوگئے ہیں جیسے وہ کوئی مقدس مقام نہیں ہے اور اس چشمہ کا پانی استعمال
کر رہے ہیں جسے بوئیشیہ والوں نے صرف مذہبی اغراض کے لئے مختص کر دیا
ہے۔ ایتھنز کی اس کارروائی سے مندروں سے متعلقہ عام قوانین کا مقصد
ہی فوت ہو جاتا ہے۔ اس لئے اہل بوئیشیہ چاہتے ہیں کہ دیوتاؤں اور خود

اپولو کے احترام کو مدنظر رکھتے ہوئے اور خود اپنی عافیت کے لئے اہل ایتھنز دلیوم کا تخلیہ کر دیں جس کے بعد انھیں اپنے کشتوں کی لاشیں میدان جنگ سے اٹھانے کی اجازت دی جائے گی۔

قاصد کی یہ باتیں سننے کے بعد ایتھنزیوں نے اہل بویشیہ کے پاس خود اپنا قاصد بھجوا کر کہا کہ انھوں نے مندر کی کوئی بے حرمتی نہیں کی۔ اور آئندہ بھی جہاں تک ممکن ہو سکے گا اُسے نقصان سے بچائیں گے۔ انھوں نے کہا کہ دلیوم کو کوئی گزند پہنچانے کے لئے انھوں نے قبضہ نہیں کیا تھا بلکہ وہ چاہتے تھے کہ جو لوگ ان کے ساتھ زیادتی کر رہے ہیں اُن کی مقاومت اس مقام سے کی جائے۔ یونان کا قانون یہ ہے کہ جب کوئی ملک فتح ہو جائے تو عام اس سے کہ اُس کے چھوٹے سے علاقہ پر قبضہ ہو یا وسیع تر حصہ پر، اس ساری سرزمین کے مندروں پر فاتح قابض ہو جائے لیکن شرط یہ رکھی گئی ہے کہ وہ قبضہ کے بعد بھی حسب معمول پوجا پاٹ اور مذہبی رسوم کا سلسلہ حتمتہ حد تک جاری رکھے۔ اہل بویشیہ اور دوسری قومیں جنھوں نے کسی ملک کے باشندوں کو نکال باہر کر کے اُس میں بود و باش اختیار کی ہے آج ان مندروں کے مالک بنے ہوئے ہیں جن میں ابتداً وہ غاصبوں کی حیثیت سے داخل ہوئے تھے۔ اگر ایتھنز بویشیہ کا وسیع تر حصہ فتح کر سکتے تو وہ بھی آج سارے مندروں پر قابض ہوتے لیکن موجودہ صورت میں جس علاقہ پر قبضہ ہے اُس کو وہ اپنا علاقہ سمجھتے ہیں اور جب تک مجبور نہ ہو جائیں وہاں سے نہیں ہٹینگے۔ مندر کا پانی خواہ مخواہ نہیں بلکہ سخت مجبوری کی صورت میں استعمال کیا گیا۔ اور اس کی ضرورت بویشیہ کی مدافعت کے لئے پیش آئی جس نے پہلے

ایتھنز پر حملہ کیا تھا۔ علاوہ بریں حالت جنگ میں اور خطرات سے مجبور ہو کر انسان کوئی خطا کرے تو بجا طور پر توقع کی جا سکتی ہے کہ خدا کے نزدیک بھی اس کا یہ فعل قابل معافی ہو گا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو غیر ارادی طور پر جرایم کے مرتکب ہونے والوں کو مندروں میں پناہ کیسے مل سکتی تھی؟ قانون کی خلاف ورزی کا الزام بھی اُن لوگوں پر لگایا جا سکتا ہے جن کے بارے میں یہ باور کرنے کے اسباب موجود ہوں کہ انھوں نے جان بوجھ کر جرم کیا ہے۔ حالات سے مجبور آدمی کوئی خطا کرے تو اُسے مستوجب سزا قرار نہیں دیا جاتا۔ غرض اب غور طلب امر یہ ہے کہ زیادہ بے دین کون ہیں؟ اہل بوئیشیہ جو لاشوں کا سودا کر کے مقدس مقامات حاصل کرنا چاہتے ہیں یا اہل ایتھنز جو حق کی بنا پر مقدس مقامات سے دست بردار ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ ان اسباب کی بنا پر بوئیشیہ کے تخلیہ کی جو شرط لگائی گئی ہے وہ واپس لے لینی چاہیئے کیونکہ ایتھنزی فوج اس وقت بوئیشیہ میں نہیں ہے بلکہ اس مقام پر ہے جس نے اُسے بزور شمشیر حاصل کیا ہے۔ ان حالات میں بوئیشیہ والوں کو سوائے اس کے اور کچھ کرنا نہیں ہے کہ یونان کے دستور کے مطابق عارضی صلح کے تحت کشتگان جنگ کی لاشیں ایتھنزیوں کے حوالہ کر دیں۔

اس کا جواب بوئیشیہ والوں نے یہ دیا کہ اگر ایتھنزی فوج بوئیشیہ میں ہے تو اُسے چاہیئے کہ مردے اٹھانے سے پہلے اُس کی حدود سے باہر چلی جائے۔ لیکن اگر وہ خود اپنے علاقہ میں ہے تو اُسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔ کیوں کہ اُن کو معلوم تھا کہ اردید جہاں اتفاق سے اُس وقت لاشیں پڑی ہوئی تھیں (کیونکہ لڑائی سرحدی علاقہ میں ہوئی تھی) ایتھنز کے ماتحت تھا، اس کے باوجود ایتھنزی اہل بوئیشیہ کی اجازت کے بغیر

وہاں سے مردے نہیں اٹھا سکتے تھے۔ اس کے علاوہ ان کا استدلال یہ تھا کہ جب لاشیں خود اتھینز کے علاقہ میں ہیں تو عارضی صلح کی تجویز کیوں قبول کی جائے؟ اور اس سے زیادہ واجبی بات اور کیا ہوگی کہ دشمن سے کہا جائے کہ اس کا مطالبہ اسی وقت پورا کیا جائے گا جب کہ وہ بویشیہ کی حدود سے اپنی فوجیں ہٹا لے۔ یہ جواب لے کر اتھینزی قاصد بے مراد واپس ہو گیا۔

اس اثنا میں بویشیہ والوں نے بہ عجلت تمام خلیج مالیہ کے علاقوں سے تیر انداز اور گوپھیے طلب کر لئے اور دو ہزار کورنتھی بھاری ہتھیار بند پیادے جو لڑائی کے بعد پہنچے تھے اُن کو اور نسیہ کا تخلیہ کر کے آئے ہوئے پلو پونیزی دستہ اور چند میگاریوں کو ساتھ لے کر جو اُن سے آملے تھے، دلیوم کے خلاف کوچ کیا اور اُس کے استحکامات پر حملہ کر کے سخت جد و جہد اور متعدد کوششوں کے بعد بالآخر ایک منجنیق کی مدد سے اُس پر قبضہ کر لیا۔ منجنیق بنانے کے لئے ایک بہت بڑے شہتیر کو ایک سرے سے دوسرے تک بیچ میں سے چیرا گیا اور اُس کے دونوں ٹکڑوں کو اندر سے کھوکھلا کر کے اس صفائی سے جوڑا گیا کہ ایک نلی بن گئی۔ نلی کے ایک سرے پر لوہے کی زنجیروں سے باندھ کر ایک آتش دان لٹکا دیا گیا جس کے ساتھ لوہے کی ایک نلکی جوڑ کر اُس کا سرا شہتیر کے سرے سے ملا دیا گیا۔ اور خود شہتیر کے بڑے حصہ پر بھی لوہے کا پترا چڑھا دیا گیا۔ یہ منجنیق دشمن کے استحکامات سے دور تیار کی گئی جہاں سے گاڑیوں پر رکھ کر اُسے حصار کے اُس حصہ کے پاس لایا گیا جو زیادہ تر انگور کی کٹی ہوئی بیلوں اور دوسری قسم کی لکڑی سے تیار کیا گیا تھا۔ جب شہتیر کا ایک سرا دیوار کے قریب پہنچ گیا تو حملہ آوروں نے اپنی جانب کے سرے پر نلی میں دھونکنیاں لگا کر ہوا دینی شروع کی۔ یہ تیز ہوا

نلکی سے نکل کر آتش دان کو دہکانے لگی جو سلگتے ہوئے کوئلہ، گندھک اور رال سے بھر دیا گیا تھا۔ اس سے زبردست شعلے بلند ہوئے تو حصار میں آگ لگ گئی اور وہ اس قدر ناکارہ ہو گیا کہ حملہ آوروں کی مزید مدافعت ممکن نہیں رہی اور ایتھنزی فوج فوراً وہاں سے بھاگ نکلی۔ اس کے چند سپاہی مارے گئے اور دو سو گرفتار کر لئے گئے۔ جو دشمن کی زد سے بچ گئے ان میں سے اکثر جہازوں میں سوار ہو کر اپنے وطن لوٹ گئے۔

دلیوم کی تسخیر لڑائی کے سترہ دن بعد عمل میں آئی۔ اس کے بعد ہی ایتھنزی قاصد جسے دلیوم کے واقعہ کا کوئی علم نہیں تھا لاشیں طلب کرنے کے لئے دوبارہ آیا تو اب اہل بوشیہ نے پہلے کا سا انکاری جواب نہیں دیا بلکہ لاشیں اٹھانے کی اجازت دے دی۔ اس لڑائی میں بوشیہ کے پانچ سو سے کم سپاہی مارے گئے۔ ایتھنزی کشتوں کی تعداد تقریباً ایک ہزار تھی جن میں سپہ سالار ہپوکراتیس بھی شامل تھا۔ ہلاک شدہ ایتھنزیوں میں متعدد ہلکے ہتھیار بند سپاہی اور بہیر بھی تھے۔

اس لڑائی کے فوراً بعد دیموس تھینیس نے جسے سفائے پر قبضہ کرنے کے منصوبہ میں ناکامی ہوئی تھی، اکارنانی اور اگرائیائی فوجوں کی موجودگی سے فائدہ اٹھایا اور اپنے چار سو ایتھنزی بھاری ہتھیار بند پیادوں کے علاوہ ان فوجوں کو ہمراہ لے کر سکوزن کے ساحلی علاقہ پر دھاوا کرنے کی غرض سے روانہ ہوا۔ لیکن سارے جہازوں کے ساحل تک پہنچنے سے پہلے سکوزن والوں نے جو دستے پہلے اترے تھے ان کو شکست فاش دی اور چند سپاہیوں کو تہ تیغ کر کے بقیہ کو گرفتار کر لیا جس کے بعد انھوں نے اپنی فتح کی یادگار نصب کی اور عارضی صلح کے تحت ایتھنزیوں کو اپنے کشتوں کی

لاشیں اُٹھانے کی اجازت دے دی۔

تقریباً اسی زمانے میں جب کہ دلیوم پر لڑائی ہوئی اور دیسیوں کا بادشاہ ستالکیس انتقال کر گیا جسے تری بالی کے خلاف ایک مہم میں شکست ہوئی تھی۔ ستالکیس کے بعد اس کا بھتیجا سیوتھس ابن اسپارادوکوس اودریسیہ اور تھریس کے ان سارے علاقوں کا حاکم بن گیا جو ستالکیس کے زیر نگیں تھے۔ اسی موسم سرما میں براسی داس اپنے تھریسی حلیفوں کو ہمراہ لے کر امفی پولس پر حملہ کی غرض سے روانہ ہوا جو دریائے استریموں کے کنارے ایک اتھنزی نوآبادی ہے۔ یہ شہر اب جس مقام پر واقع ہے وہاں ایک نوآبادی قایم کرنے کی کوشش سابق میں ارسطاغورس نامی ایک ملطی نے کی تھی جو شاہ ایران دارا کے مقابلہ کی تاب نہ لاکر بھاگ نکلا تھا، لیکن ایدونیوں نے اُسے وہاں سے نکال دیا۔ اس کے بتیس سال بعد اتھنزیوں نے یہاں نوآبادی قایم کرنے کی غرض سے خاص اتھنز کے دس ہزار شہریوں اور دوسرے لوگوں کو روانہ کیا جنھوں نے وہاں آباد ہونے کی خواہش ظاہر کی لیکن تھریسیوں نے بہ مقام درابسکوس ان کا خاتمہ کر دیا۔ اس واقعہ کے انتیس سال بعد اتھنزی دوبارہ یہاں پہنچے (ہاگنون ابن نکیاس کو ان آبادکاروں کا سربراہ مقرر کر کے بھجوایا گیا تھا) اور انھوں نے ایدونیوں کو نکال باہر کر کے ایک شہر کی بنا ڈالی جو پہلے اینیا ہودوئے یا نوراہیہ کہلاتا تھا۔ اُن کا نقطۂ آغاز ایون تھا جو موجودہ شہر سے تقریباً تین میل دور ایک تجارتی بندرگاہ ہے۔ ہاگنون نے اس کا نام امفی پولس (جل تھلسان) اس لئے رکھا کہ دریائے استریموں شہر کی دو جانب نصف دائرہ کی شکل میں بہتا ہے۔ دائرہ کی تکمیل کے لئے اُس نے دریا کے ایک حصہ سے دوسرے حصہ تک ایک لمبی دیوار بنوائی اور شہر کی تعمیر اس نہج سے کی کہ

وہ خشکی اور سمندر دونوں طرف سے نمایاں اور دلکش معلوم ہوتا ہے۔

براسی داس نے ارتے واقع کالکس سے روانہ ہو کر اس شہر کے خلاف اقدام کیا۔ سرشام ادلون اور بروسکوس پہنچ کر جہاں جھیل بوبے کا پانی سمندر سے جا ملتا ہے، رات کے کھانے کے بعد اس نے دوبارہ کوچ کا حکم دیا۔ موسم طوفانی تھا اور تھوڑی برف بھی گر رہی تھی جس سے اس کا دل بڑھ گیا اور امفی پولس پر اچانک دھاوا کرنے کے لئے وہ اور تیزی سے آگے بڑھا تاکہ شہر کے اُس فریق کے سوائے جو براسی داس سے ملا ہوا تھا کسی اور کو خبر نہ ہونے پائے۔ اس سازش کو کامیاب بنانے میں ایک اندریانی نوآباد کی آرگی لوس کے مقامی باشندوں نے مدد دی۔ یہ لوگ خاص امفی پولس میں مقیم تھے جہاں چند اور افراد بھی ان کے ساتھ ہو گئے تھے جن کو پردکاس یا کالکسیوں نے فراہم کر لیا تھا۔ لیکن سب سے زیادہ نمایاں حصہ خاص آرگی لوس والوں نے لیا جن کا شہر قریب ہی ہے۔ اتھینزی ان کو شبہ کی نظر سے دیکھتے تھے اور ان کے شہر پر قبضہ کرنے کی کوشش بھی کی تھی۔ جب براسی داس اُس طرف چلا تو ان لوگوں کو موقع مل گیا اور شہر کو خفیہ طور پر اُس کے حوالہ کرنے کے لئے انھوں نے اپنے ان ہم وطنوں سے مراسلت کی جو خاص امفی پولس میں تھے اور جب وہ آیا تو اُس کا استقبال کر کے اتھینز کے خلاف بغاوت کردی۔ اُسی رات وہ براسی داس کو دریائے استریموں کے پُل پر لے گئے جہاں ایک چھوٹا سا دستہ متعین تھا اور جہاں سے شہر امفی پولس زیادہ دور نہیں تھا اور دیوار کا سلسلہ شہر پناہ تک نہیں چلا گیا تھا جیسا کہ اس وقت ہم دیکھتے ہیں اس محافظ دستہ کو اُس نے آسانی سے پسپا کر دیا کیونکہ ایک تو اس لئے کہ خود اس کے سپاہیوں نے غداری کی دوسرے موسم طوفانی تھا اور براسی داس کی

فوج نے اچانک حملہ کیا تھا۔ غرض حملہ آوروں نے دریا کو عبور کر لیا اور بیرون شہر کی املاک اور آبادی پر قبضہ کر لیا۔ اِس حصہ میں چاروں طرف اہلِ امفی پولس کے مکانات تھے۔

براسی داس کے دریا کو عبور کرنے کی اطلاع جب شہر والوں کو ملی تو ان کو سخت حیرانی ہوی اور جب شہر سے باہر بہت سے لوگ گرفتار کر لیے گئے اور بقیہ جان بچانے کے لئے شہر پناہ کے اندر آ گئے تو اہلِ امفی پولس میں سخت انتشار پیدا ہو گیا۔ انھیں آپس میں ایک دوسرے پر اعتماد نہیں تھا اس لئے بھی سارے شہری بدحواس ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ اگر بیرونجات میں لوٹ مار کرنے کی بجائے براسی داس راست شہر پر حملہ کرتا تو غالباً اُسے اُسی وقت کامیابی ہو جاتی۔ لیکن اُس نے فوراً شہر پر حملہ نہیں کیا بلکہ بیرون شہر اپنے پیر جا کر مضافات کو تاخت و تاراج کر کے خاموش رہا۔ اسے انتظار تھا کہ خود شہر کے اندر جو لوگ اُس سے ملے ہوئے تھے وہ کوئی مظاہرہ کریں گے لیکن یہ توقع پوری نہیں ہوی اس اثنا میں سازشیوں کے مخالف فریق نے جس کی تعداد نسبتاً بہت زیادہ تھی، ان کو شہر پناہ کے دروازے فی الفور کھولنے سے روکا اور سپاہ سالار یوکلیس کی مدد سے جو شہر کی حفاظت کرنے کے لئے اتھینز سے بھجوایا گیا تھا، تھریس کے دوسرے اتھینزی کمان دار طوسی دیدس ابن اولوروس مولف تاریخ ہذا کے پاس قاصد بھجوائے جو پاریہ کی نوآبادی تھاسوس میں تھا۔ اس مقام سے براہ سمندر امفی پولس نصف یوم کا سفر ہے۔ اطلاع ملتے ہی وہ فوراً اُن سات جہازوں کو لے کر جو اُس وقت اس کے پاس تھے امفی پولس کے لئے روانہ ہو گیا تاکہ بروقت پہنچ کر اُسے ہتھیار ڈالنے سے روکا جائے یا کم از کم ایون کو بچا لیا جائے۔

ادھر براسی داس گھبرایا کہ کمک کے لئے تھاسوس سے ایتھنزی بیڑا نہ آجائے اور جب اُسے پتہ چلا کہ تھریس کے اس علاقہ میں سونے کی کانوں کے اجارہ دار کی حیثیت سے ارض براعظم کے باشندوں پر طوسی دیدس کا بڑا اثر ہے تو اُس نے شہر پر قبضہ کرنے کی کارروائی فوراً شروع کردی۔ اسے یہ اندیشہ تھا کہ طوسی دیدس آ پہنچے تو امفی پولس کے شہریوں کے حوصلے بڑھ جائینگے اور وہ اس توقع پر اطاعت قبول کرنے سے انکار کردیں گے کہ ساحلی علاقوں اور تھریس کے دوسرے حصوں کے حمایتین سے فوجی امداد لے کر طوسی دیدس شہر کی مدافعت کرے گا۔ اس بنا پر اُس نے صلح کے لئے نہایت آسان شرطیں پیش کیں اور اعلان کیا امفی پولس کے جو باشندے یا ایتھنزی شہر چھوڑنا نہ چاہیں اُن کی املاک اُنہی کے قبضہ اور تصرف میں رہیں گی اور اُن کو شہریت کے مکمل حقوق حاصل رہیں گے۔ جو شہری شہر چھوڑنا چاہیں گے ان کو اجازت ہوگی کہ پانچ روز کے اندر اپنا سارا مال و اسباب لے کر چلے جائیں۔

اس اعلان کے ساتھ ہی اکثر شہریوں کی رائے بدلنے لگی۔ خاص کر اس لئے کہ ان میں بہت کم ایتھنزی تھے اور زیادہ تر لوگ دوسرے علاقوں سے آکر بس گئے تھے۔ اس کے علاوہ بیرون شہر جو افراد گرفتار کئے گئے تھے ان میں سے اکثروں کے عزیز اقارب شہر میں تھے۔ شہریوں نے جو گھبرائے ہوئے تھے کہ سخت آفتوں کا سامنا ہوگا ان آسان شرطوں کو واجبی اور قابل قبول سمجھا۔ ایتھنزی جو دوسروں سے کہیں زیادہ اپنے لئے خطرہ سمجھتے تھے، خوش تھے کہ نجات مل گئی۔ اس کے علاوہ اُن کو یہ امید بھی نہیں تھی کہ کمک جلد آسکے گی۔ عوام عام طور پر مطمئن ہو گئے اس لئے کہ

ایک تو ان کے شہری حقوق کی برقراری کی ضمانت مل گئی دوسرے تباہی کے خطرہ سے غیر متوقعہ طور پر نجات بھی مل گئی۔ شہریوں کے رجحانات جب اس طرح بدل گئے تو انھوں نے ایتھنزی سپاہ سالار کی باتوں پر توجہ کرنا ترک کر دیا اور براسی داس کے کارندوں نے علی الاعلان پرچار کرنا شروع کیا کہ صلح کی شرطیں قبول کر لینی چاہئیں۔ ان حالات کے پیش نظر اہل شہر نے اطاعت قبول کر کے براسی داس کو اس کی معلنہ شرائط پر شہر میں داخل ہونے کی اجازت دی۔ اسی روز دن ڈھلنے کے بعد طوسی دیدس جب اپنا بیڑا لے کر ایون کی بندرگاہ میں داخل ہوا تو اس سے کچھ ہی عرصہ پہلے امفی پولس پر براسی داس کا قبضہ ہو چکا تھا۔ اور اگر ایتھنزی بیڑا انتہائی سرعت سے فاصلہ طے کر کے امداد کو نہ پہنچتا تو دوسرے ہی روز سویرے وہ ایون پر بھی قابض ہو جاتا۔

اس کے بعد ایون کو براسی داس کے موجودہ اور آئندہ حملوں سے محفوظ کرنے کے لئے طوسی دیدس نے سارے انتظامات ٹھیک کئے اور ساحل سمندر سے دور کے علاقوں کے جو لوگ مقررہ شرائط کے تحت وہاں آباد ہونا چاہتے تھے ان کو اس کی اجازت دی اسی اثنا میں براسی داس چند کشتیاں لے کر دریا کے راستہ اچانک ایون پہنچ گیا تا کہ دیوار سے آگے نکلے ہوئے خطہ پر قبضہ کر کے بندرگاہ کے داخلی راستہ پر اپنا تسلط قایم کر دے۔ ساتھ ہی اس نے بری راستہ سے بھی یہی کوشش کی لیکن جب دونوں جگہ ہزیمت ہوی تو مجبوراً لوٹ کر امفی پولس اور اس کے گرد و نواح کے انتظامات میں مصروف ہو گیا۔ مایر کی نوس نامی ایک ایدونی شہر نے بھی اس کی اطاعت قبول کر لی کیونکہ ایدونیہ کے شاہ پیتاکوس کو گوآکسس کے بیٹوں اور خود اس کی بیوی براؤرو نے قتل کر دیا تھا۔ اس کے کچھ ہی عرصہ بعد گالیپسوس اور اوسیمے

نامی دو تھا یانی نو آبادیوں نے بھی براسی داس کی اطاعت قبول کر لی۔ امفی پولس کی تسخیر کے فوراً بعد یہ دکاس بھی وہاں پہنچ کر انتظامی امور میں براسی داس کا شریک کار بن گیا۔

امفی پولس پر دشمن کے قبضہ کی اطلاع ایتھنز پہنچی تو وہاں بڑی پریشانی پھیل گئی۔ یہ شہر ایتھنزیوں کے لئے صرف اس لحاظ سے اہم نہیں تھا کہ وہاں جہاز سازی کی لکڑی ملتی ہے اور اس سے ان کو کافی آمدنی ہوتی تھی۔ اس کی اہمیت یوں بھی تھی کہ اگرچہ تھسالویوں کی رہنمائی میں لاکے دیمونیوں کو استرامون تک پہنچ کر ایتھنز کے حلیفوں سے ربط پیدا کرنے کی سہولت حاصل تھی لیکن جب تک پل پر قبضہ نہیں ہوا ان کے لئے آگے بڑھنا ممکن نہیں تھا اس لئے کہ ایک طرف ایون پر متعینہ نگراں کار ایتھنزی دستہ کا خوف لگا رہتا تھا اور دوسری طرف راستہ میں ایک گہری اور وسیع جھیل حائل تھی۔ لیکن پل پر قبضہ ہوتے ہی لاکے دیمونیوں کے لئے راستہ صاف نظر آتا تھا۔ اس کے علاوہ چونکہ براسی داس نے ہر معاملہ میں اعتدال پسندی کا ثبوت دیا اور ہر جگہ اعلان کرتا پھر رہا تھا کہ اُسے اہلِ یونان کو آزاد کرانے کی غرض سے بھجوایا گیا ہے اس لئے حلیفوں کے ایتھنز کے خلاف بغاوت کرنے کا اندیشہ بھی پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ ایتھنز کی ماتحت بلدیات کو جب امفی پولس کی تسخیر اور آسان شرائطِ صلح اور براسی داس کے شریفانہ سلوک کی اطلاعیں ملیں تو وہاں کے باشندوں میں اپنی سیاسی بساطیں تبدیل کرنے کی اس قدر پرجوش تحریک پیدا ہوئی کہ وہ خفیہ طور پر پیامات بھجوا کر اس سے مدد مانگنے اور علمِ بغاوت بلند کرنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرنے لگے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ اب اعلانِ

بغاوت کرنے میں کوئی خطرہ بھی محسوس نہیں ہوتا تھا۔ ایتھنز کی قوت کو حلیف زبردست سمجھتے تھے مگر وہ کم زورنگلی اور ان کا یہ اندازہ معقول پیش قیاسی سے زیادہ ناعاقبت اندیش آرزومندی پر مبنی تھا۔ کیونکہ یہ فطرتِ انسانی کا خاصہ ہے کہ انسان جس چیز کا بے حد خواہش مند ہوتا ہے، اُس کے بارے میں خوش خیالی سے کام لیتا ہے اور جو چیز نامرغوب ہوتی ہے اُسے اپنے راستہ سے ہٹانے کے لئے ساری منطق صرف کرتا ہے۔ علاوہ بریں ایک تو حال ہی میں ایتھنز کو بوئیشیہ میں کاری ضرب لگی تھی دوسرے براسی ڈاس یہ گمراہ کن پروپاگنڈا کر رہا تھا کہ نسیہ میں ایتھنزیوں کو اُس کی فوج کا مقابلہ کرنے کی جرات نہیں ہوی اس لئے حلیفوں کے انحرافی رجحانات کو تقویت پہنچی اور وہ سمجھنے لگے کہ ان کی سرزنش کے لئے کوی ایتھنزی فوج نہیں آسکے گی۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ ایتھنز کے حلیف موقع سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے اور اُن کو توقع تھی کہ لاکے دیمونی اپنے تازہ اتحادیوں کی بڑے جوش و خروش کے ساتھ حمایت کریں گے اس لئے خطرات کی پرواہ نہ کرکے وہ بغاوت کرنے کے لئے بے چین تھے۔ ایتھنزیوں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو وقت کی کمی اور جاڑوں کی شدت کے باوجود جوں توں کرکے مختلف بلدیات پر تعیناتی کے لئے محافظ دستے روانہ کئے۔ ادھر براسی ڈاس نے شاہ لاکے دیمونیہ کو لکھ کر مزید فوج طلب کی اور خود استرائمون میں جہاز سازی کی تیاریاں کرنے لگا۔ لیکن لاکے دیمونیوں نے کوئی مزید فوج نہیں بھجوائی۔ ایک تو اس لئے کہ اُن کے سربراہ براسی ڈاس کی کامیابی کو رشک و حسد کی نظر سے دیکھنے لگے تھے دوسرے اُن کی زیادہ تر کوشش یہ تھی کہ پیلوس کے اسیرانِ جنگ کو رہا کرواکے جنگ ختم کردی جائے۔

اسی موسم سرما میں میگاریوں نے ایتھنزیوں کی مقبوضہ لمبی دیواروں پر قبضہ کرکے اُن کو منہدم کر دیا اور امفی پولس کی تسخیر کے بعد براسی داس اپنے حلیفوں کے ساتھ راس آکٹے روانہ ہوا۔ اس راس کا سلسلہ کوہ آتھوس تک چلا گیا ہے جو ایک بلند پہاڑ ہے اور جہاں سے بحر ایجین نظر آتا ہے۔ یہاں کئی شہر آباد ہیں جن میں سے ایک اندریانی نوآبادی سانے بجانب یوبیہ واقع ہے جس کا رخ سمندر کی طرف ہے۔ اس علاقہ کے دوسرے شہر تھائی سوس، کلیونے، اکروتھیو، اولوفکسوس اور دیوم ہیں جن میں ملی جلی غیر یونانی نسل کے لوگ آباد ہیں جو دو زبانیں بولتے ہیں۔ یہاں چند کالکسی بھی بس گئے ہیں لیکن زیادہ آبادی تھائی رینو پلاسگیوں کی ہے جو کبھی لمنوس اور ایتھنز میں آباد تھے۔ ان کے علاوہ بسالتی، کرستونی اور ایڈونی بھی یہاں پائے جاتے ہیں اور یہ سارے شہر چھوٹے چھوٹے ہیں۔ ان میں سے اکثر شہروں نے براسی داس کی اطاعت قبول کر لی سانے اور دیوم مخالفت پر اڑے رہے تو حملہ آور فوجوں نے ان کے علاقوں کو تاخت و تاراج کر دیا۔

جب ان شہروں نے ہتھیار رکھنے سے انکار کر دیا تو براسی داس فوراً توروِنے واقع کالکس پر حملہ کرنے کی غرض سے آگے بڑھا جہاں ایتھنز کا ایک حفاظتی دستہ موجود تھا۔ یہ دستہ چند ایسے لوگوں کے بلاوے پر آیا تھا جو شہر کو ایتھنز کے حوالہ کر دینا چاہتے تھے۔ رات کے اندھیرے میں یلغار کرکے وہ طلوع آفتاب سے کچھ پہلے وہاں پہنچ گیا اور شہر سے پاؤ میل سے کچھ زیادہ فاصلہ پر دیوسکوری کے مندر کے پاس رک گیا۔ شہر توروِنے کے بقیہ حصوں کے باشندوں اور ایتھنزی دستہ کے سپاہیوں کو اس کی آمد کی خبر بھی نہ ہوئی لیکن جو لوگ اس سے ملے ہوئے تھے (ان میں سے

چند اس سے ملنے کے لئے چپکے سے شہر کے باہر آ گئے تھے) ان کو اطلاع تھی اور وہ اُس کے منتظر تھے۔ جونہی براسی داس کے لشکر کے آنے کی اطلاع ملی وہ سات ہلکے ہتھیار بند سپاہیوں کو جو خنجروں سے مسلح تھے لسس تراتوس نامی ایک اولنتھی کی سرکردگی میں شہر کے اندر لے گئے (اس کام پر کل بیس آدمی مقرر کئے گئے تھے لیکن ان میں سے صرف سات کو اس کی تکمیل کی جرأت ہو سکی) ان لوگوں نے ساحل سمندر سے متصلہ فصیل کو عبور کیا اور اہل شہر کو خبر ہوئے بغیر آگے بڑھ کر شہر کے بلند ترین مورچہ کے سنتریوں کو قتل کر دیا اور اس کے بعد کانسترا یوم کی سمت کا عقبی پھاٹک کھول دیا۔

اس اثنا میں براسی داس شہر سے قدرے قریب تر آ گیا اور ایک مقام پر رک کر اُس نے ایک سو تیر اندازوں کو یہ ہدایت دے کر آگے بھجوا دیا کہ جونہی شہر پناہ کا پھاٹک کھلے اور حسب قرار داد آتشیں اشارہ کے شعلے بلند ہوں وہ فوراً دوڑ کر شہر میں داخل ہو جائیں۔ لیکن جب کچھ وقت انتظار میں گزر گیا اور تاخیر کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آئی تو تیر انداز دھیرے دھیرے بڑھ کر شہر پناہ کے متصل پہنچ گئے۔ اس دوران میں توروناؤیوں نے باہر سے داخل شدہ ٹولی کی مدد سے آہنی سلاخ کو کاٹ کر چوک کی سمت کا دروازہ کھول دیا اور چکر کاٹ کر پہلے چند سپاہیوں کو عقبی دروازے سے لے گئے تاکہ شہریوں پر ایک ساتھ عقب اور چپ و راست سے دھاوا کر کے بدحواس کر دیا جائے۔ اس کے بعد آگ جلا کر اشارہ کیا جس کے ساتھ ہی قرار داد کے مطابق بقیہ تیر انداز چوک کے پھاٹک سے شہر میں داخل ہو گئے۔

آتشیں اشارہ کو دیکھتے ہی براسی داس نے اپنی فوج کو اقدام کا حکم دیا اور سپاہیوں کے پرشور نعروں کی گونج میں شہر پناہ کے دروازہ کی طرف

دوڑا تو شہر کے باشندے اس اچانک حملہ کی وجہ سے دہشت زدہ ہو گئے۔ کچھ سپاہی راست پھاٹک سے داخل ہوئے اور کچھ لکڑی کے اُن چوکور کندوں پر چڑھ کر شہر میں داخل ہوئے جو فصیل کی مرمت کے لئے پتھر اوپر لے جانے کی غرض سے رکھے گئے تھے۔ براسی داس اور اس کے بیشتر ساتھی سیدھے شہر کے بالاترین خطہ کی طرف دوڑے تاکہ سارے شہر پر ایک ساتھ اور مکمل قبضہ ہو جائے اور دوسرے سپاہی ہر طرف پھیل گئے۔

دشمن کے اچانک داخل ہونے سے جو پراگندگی اور انتشار پیدا ہو گیا تھا اُس کے دور ہونے اور شہریوں کے سنبھلنے سے پہلے ہی شہر پر قبضہ کر لیا گیا۔ حملہ آوروں کے آتے ہی شریک سازش افراد اور ان کے فریق کے لوگ فوراً اُن کے ساتھ ہو گئے تھے۔ خطرہ کی اطلاع جس وقت چوک پہنچی وہاں تقریباً پچاس بھاری ہتھیار بند ایتھنزی پیادے پڑے سو رہے تھے۔ ان میں سے چند لڑتے ہوئے مارے گئے اور بقیہ میں سے چند بری راستہ سے فرار ہو گئے اور چند اُن دو ایتھنزی جہازوں پر پہنچ گئے جو وہاں متعین تھے اور لکی تھوس کے قلعہ میں پناہ لی۔ یہ قلعہ شہر کے ایک گوشہ میں ایک تنگ خاکنائے کے سرے پر واقع تھا جس کی حفاظت کے لئے ایک ایتھنزی دستہ متعین تھا۔ شہر کا جو فریق ایتھنز کا حامی تھا اس کے لوگ بھی پناہ لینے کے لئے اسی مقام پر آ گئے۔

جب دن نکل آیا اور شہر پر مکمل قبضہ ہو گیا تو براسی داس نے ایک اعلان کے ذریعہ ان تورونائیوں سے جنھوں نے ایتھنزیوں کے پاس پناہ لی تھی، کہا کہ وہ بے خوف و خطر اپنے گھروں کو لوٹ جائیں۔ ان کو کوئی گزند نہیں پہنچایا جائے گا اور اُن کے سارے حقوق برقرار رہیں گے۔ ایتھنزیوں کے پاس اپنا قاصد بھجوا کر اُس نے عارضی صلح کا پیش کش دیا اور خواہش کی کہ لکی تھوس

چونکہ کالکس کے علاقہ میں ہے اس لئے وہ اپنی املاک اور ساز و سامان لے کر وہاں سے کہیں اور چلے جائیں۔ ایتھنزیوں نے اس پیش کش کو مسترد کر دیا لیکن اپنے کشتوں کی لاشیں اٹھانے کے لئے ایک دن کی مہلت مانگی۔ براسی داس نے دو دن کے لئے عارضی صلح منظور کی اور اس مہلت کو تریب و جوار کے مکانات کے استحکام پر صرف کیا۔ اُدھر ایتھنزی بھی اپنے مورچوں کو مضبوط اور مستحکم بنانے میں مصروف ہو گئے۔ اسی اثنا میں اس نے توروناتیوں کا ایک جلسہ طلب کر کے تقریباً وہی باتیں دُہرائیں جو اکانتھوس میں بیان کی تھیں۔ یعنے یہ کہ جن لوگوں نے شہر کی تسخیر کے لئے اُس سے گفت و شنید کی تھی ان کو برا یا سازشی نہ سمجھا جائے کیونکہ انھوں نے یہ کارروائی کسی ناپسندیدہ مقصد سے یا شہر کو غلام بنانے کے لئے نہیں بلکہ تورون کے مفادات کو آگے بڑھانے اور اس کو آزاد کرانے کی غرض سے کی تھی۔ اور جن لوگوں نے اس مہم میں حصہ نہیں لیا وہ یہ سمجھیں کہ اس کی کامیابی سے انھیں دوسروں کی طرح فائدہ اٹھانے کا موقع نہیں ملے گا۔ اُس نے کہا کہ اس کی آمد کا مقصد شہر یا شہریوں کو تباہ کرنا نہیں ہے۔ جو لوگ فرار ہو کر پناہ لینے کے لئے ایتھنزیوں کے پاس چلے گئے تھے اُن کو مخاطب کر کے یہ اعلان اُس نے اس لئے کیا کہ وہ ایتھنز دوستی کی بنا پر ان کو قصوروار نہیں سمجھتا تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ لاکے ڈیمونیوں سے ربط ضبط کا موقع ملے تو وہ ان کو بھی پسند کرنے لگیں گے بلکہ ان کی انصاف پسندی کو دیکھ کر نسبتاً زیادہ گرویدہ ہو جائیں گے۔ چونکہ اس طرح کے میل جول کا موقع کبھی نہیں ملا اس لئے وہ خائف تھے۔ ساتھ ہی ساتھ اُس نے تاکید کی کہ آئندہ سارے شہری بہ حیثیت حلیف وفادار رہنے کا تہیہ کر لیں آئندہ ہر غلطی کی ذمہ داری انہی پر رہے گی۔ گزشتہ کے بارے میں کوئی

باز پرس نہیں ہوگی کیونکہ انھوں نے لاکے دیموتیوں کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی بلکہ عظیم تر طاقتوں نے خود ان کے ساتھ ناانصافی کی۔ اس لئے اگر وہ براسی داس کی کچھ مخالفت بھی کرتے تو یہ فعل قابل معافی قرار دیا جاتا۔

اس اعلان کے ذریعہ ان کی حوصلہ افزائی کرنے کے بعد جونہی عارضی صلح کا وقت ختم ہوا اُس نے لکی تھوس پر حملہ کر دیا۔ ایتھنزیوں نے ایک کم زور فصیل اور چند مکانات کی منڈیر دار چھتوں پر چڑھ کر مدافعت شروع کی اور پہلے روز حملہ آوروں کا منھ پھیر دیا۔ دوسرے روز دشمن منجنیق کی مدد سے آگ پھینک کر لکڑی کی باڑ کو ختم کر دینے کی ترکیبیں سوچ رہا تھا اور اس کے سپاہی اُس مقام پر پہنچ چکے تھے جہاں سے حملہ بآسانی کیا جا سکتا تھا اور جہاں منجنیق لگائی جانے والی تھی۔ اُدھر ایتھنزیوں نے ایک مکان کی چھت پر ایک چوبی مینار تیار کیا جس پر پانی کے کئی پیپے، برتن اور بڑے بڑے پتھر چڑھا دیے گئے اور کئی سپاہی بھی چھت پر چڑھ گئے، تو اس غیر معمولی بوجھ سے دب کر مکان یکایک دھڑام سے گر پڑا۔ جو لوگ پاس ہی تھے اور جنھوں نے یہ سانحہ اپنی آنکھوں سے دیکھا اُن کو خوف سے زیادہ صدمہ ہوا۔ لیکن جو لوگ قریب نہیں تھے اور خاص کر وہ سب سے زیادہ دور تھے، سمجھے کہ قلعہ کے اُس حصہ پر دشمن کا قبضہ ہو گیا اور ساحل سمندر کی طرف دوڑے جہاں ایتھنزی جہاز پڑے تھے۔

براسی داس نے جب ایتھنزیوں کو مورچے چھوڑ کر فرار ہوتے دیکھا تو فوج کو آگے بڑھا کر فی الفور قلعہ میں داخل ہو گیا اور وہاں جو سپاہی تھے اُن سب کو تہ تیغ کر ڈالا۔ بقیہ ایتھنزی کشتیوں اور جہازوں میں سوار ہو کر پالینے چلے گئے۔ اس سلسلہ میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ لکی تھوس پر دھاوے کے وقت

براسی داس نے اعلان کیا تھا کہ جو سپاہی سب سے پہلے دشمن کی فصیل کے اوپر پہنچ جائے گا اُسے تینتیس ۳۳ نقرئی مینا بطور انعام دئے جائیں گے۔ قلعہ کے اندر ایتھینا دیوی کا مندر ہے اور جب اس کی تسخیر انسانی جدوجہد کے بغیر عمل میں آئی تو اس نے انعام کی مقررہ رقم دیوی کے مندر کے لئے مختص کر دی اور لکی تھوس کی ساری عمارتوں کو منہدم کر کے اس علاقہ کی صفائی کروائی اور اُسے ایتھنا دیوی کیلئے وقف کر دیا۔ موسم سرما کے بقیہ دن اُس نے اپنی نئی مقبوضات کے انضمام اور بقیہ علاقوں کے خلاف کارروائی کے منصوبے بنانے میں صرف کئے اور اس موسم کے اختتام کے ساتھ جنگ کا آٹھواں سال ختم ہو گیا۔

اس کے بعد موسم بہار میں لاکے دیمونیوں اور ایتھنزیوں نے ایک سال کے لئے عارضی صلح کا اعلان کیا۔ ایتھنزیوں نے یہ سوچ کر صلح کی کہ براسی داس کے اثر میں آ کر مزید شہروں کے علم بغاوت بلند کرنے سے قبل احتیاطی تدبیریں اختیار کرنے کے لئے مکمل یکسوئی حاصل ہو جائے گی۔ اور وہ چاہتے تھے کہ آئندہ مصلحت اجازت دے تو مستقل طور پر صلح کر لی جائے۔ لاکے دیمونی بھی اُن کے اصل ارادوں کو تاڑ گئے تھے اور اُن کا خیال تھا کہ اگر ایتھنزیوں کو ایک دفعہ کشمکش اور مصائب سے نکل کر امن وسکون کی زندگی بسر کرنے کا موقع ملے تو وہ صلح سمجھوتہ پر زیادہ مائل ہوں گے اور اسفاک تیریہ کے اسیران جنگ کو رہا کر کے طویل تر مدت کے لئے امن قایم کرنے پر رضامند ہو جائیں گے۔ لاکے دیمونی چاہتے تھے کہ براسی داس کے عروج کے زمانہ ہی میں کسی نہ کسی طرح اسیران جنگ کو رہا کرا لیا جائے مزید فتوحات کے بعد کالکس میں ایتھنز کی طاقت تو اور گھٹ جائے گی لیکن اندیشہ تھا کہ اسیرانِ جنگ رہا نہیں ہو سکیں گے۔ اور پھر دشمن اس قدر کم زور بھی نہیں ہو جائے گا کہ کالکس میں براسی داس کا مقابلہ نہ کر سکے یا اُنکی شکست

یقینی سمجھی جاسکے۔ یہ تھے وہ اسباب جن کی بنا پر لاکے دیمونیوں اور اُن کے حلیفوں نے عارضی صلح کی حسب ذیل شرائط پر دستخط کر دئے۔

(۱) پائتھیائی اپولو کے مندر میں داخلہ پر کوئی روک ٹوک نہیں ہوگی اور ہر شخص حسب عمل در آمد قدیم بلا خوف و خطر مندر اور کاہن سے فیض یاب ہو سکے گا۔ لاکے دیمونی اور اُن کے شریک معاہدہ ہذا حلیف اس تجویز سے متفق ہیں اور وعدہ کرتے ہیں کہ بوئیشیہ والوں، فوکسیوں اور دوسرے حلیفوں کے پاس قاصد بھجوا کر اُن کو بھی ان شرائط پر راضی کرنے کے لئے ہر ممکنہ کوشش کرینگے۔

(۲) جہاں تک اپولو دیوتا کے خزانہ کا تعلق ہے ہمیں اس تجویز سے اتفاق ہے کہ خائنوں کا پتہ چلانے کے لئے امکان بھر کوشش کی جائے اور ہم اس بارے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھیں گے۔ ہم اور آپ اور معاہدہ ہذا کے دوسرے شرکا اپنی آبائی رسموں کی جو ہم سب کے لئے مشترک ہیں سختی کے ساتھ اور پوری پابندی کریں گے۔ جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے، اس شرط سے لاکے دیمونیوں اور اُن کے حلیفوں کو اتفاق ہے۔

(۳) لاکے دیمونی اور اُن کے حلیف اس امر پر متفق ہیں کہ اگر ایتھنز نے اس معاہدہ پر دستخط کر دیں تو ہم میں سے ہر ایک فریق اپنی حدود میں رہیگا اور جو علاقے اس وقت جس فریق کے قبضہ میں ہیں اسی کے پاس رہیں گے کوری فاسیوم کی محافظ فوج بوفراس اور تومیوس کی حدود سے آگے نہیں بڑھے گی۔ نہ تو کا تھیرا کے محافظ دستے پلوپونیزی اتحاد سے ربط پیدا کرنے کی کوشش کریں گے اور نہ اس قسم کی کوئی کوشش ہماری جانب سے کی جائے گی۔ نسیہ اور منوا کی فوجیں اُس سڑک کو عبور نہیں کریں گی جو نسوس کے مندر سے پوسائیدون کے مندر اور وہاں سے سیدھی منوا کے

پل تک چلی گئی ہے۔ یہ پابندی میگاریوں اور دوسرے حلیفوں پر بھی مساوی طور پر عاید ہو گی۔ ایتھنزیوں کا قبضہ جس جزیرہ پر ہو چکا ہے وہ انہی کے پاس رہیگا اور ترویزون کا جو حصہ اس وقت جس فریق کے قبضہ میں ہے انہی کے تحت رہے گا۔ اس پر ایتھنزی اپنی رضامندی بھی ظاہر کر چکے ہیں۔

(۴) جہاں تک سمندر میں آمد و رفت کا تعلق ہے لاکے ڈیمونی اور ان کے حلیف اپنے اور اپنے اتحادیوں کے ساحل سے متعلقہ علاقوں میں چپّو سے چلائے جانے والے کسی جہاز میں بھی سفر کر سکیں گے لیکن شرط یہ ہے کہ جس جہاز میں سفر کیا جائے اُس کی وسعت پانچسو ٹالنٹ سے زیادہ نہ ہو اور وہ جنگی جہاز نہ ہو۔

(۵) یہ کہ سارے قاصد اور سفرا جو جنگ کو ختم کرنے اور فریقین کے دعوؤں کے تصفیہ کے لئے بھجوائے جائیں آزادانہ طور پر سفر کر سکیں گے اور اُن کے ہمراہیوں کی تعداد پر کوئی پابندی نہیں ہو گی۔ ایتھنز سے پلوپونیز یا پلوپونیز سے ایتھنز بحری یا بری راستہ سے آنے جانے کی ان قاصدوں اور سفرا کو پوری آزادی حاصل رہے گی۔

(۶) یہ کہ عارضی صلح کے دوران میں اپنے ملک سے بے وفائی کر کے فرار ہونے والے غلاموں یا آزاد شہریوں کو نہ آپ پناہ دیں گے اور نہ ہم پناہ دیں گے۔

(۷) اس کے علاوہ سارے مابہ النزاع مسایل کا تصفیہ فریقین معاہدہ قانونی چارہ جوئی کے ذریعہ کریں گے اور ایک دوسرے کے خلاف جارحانہ کارروائی نہیں کی جائے گی۔ اپنے اپنے ملک کے موجودہ قوانین کے مطابق ہم آپ کو اور آپ ہم کو اس امر کی ضمانت دیں گے۔

لاکے ڈیموٹی اور اُن کے حلیف ان فقرات سے متفق ہیں لیکن اگر آپ کوئی موزوں تر یا زیادہ منصفانہ شرائط تجویز کرنا چاہیں تو لاکے ڈیمون اگر پیش کر سکتے ہیں۔ آپ کوئی معقول تر شرط پیش کریں تو اس پر لاکے ڈیمونیوں یا اُن کے حلیفوں کو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ لیکن جو لوگ آئیں پورے اختیارات کے ساتھ آئیں جیسا کہ آپ نے ہم سے خواہش کی ہے۔ یہ عارضی صلح ایک سال کے لئے ہوگی۔

مجلس عوام میں صلح نامہ کی منظوری

پرائی تنی قبیلۂ اکامانیتس سے متعلق تھی جس کا معتمد فونی پوس اور صدر نشین نکیادمس تھا۔ لاخیس نے یہ قرارداد پیش کی کہ لاکے ڈیمونیوں اور اُن کے اتحادیوں نے جن شرائط سے اتفاق کیا ہے اُن کے مطابق عارضی صلح کر لی جائے۔ حسبہ مجلس عوام نے منظوری دے دی کہ صلح ایک سال کے لئے ہوگی۔ جس روز یہ قرارداد منظور ہوئی اسی روز یعنے ماہ الافے بولیوں کی چودہ تاریخ سے ایک سال کے لئے معاہدہ صلح کا نفاذ عمل میں آیا اور طے پایا کہ دوران صلح فریقین ایک دوسرے کے پاس قاصد اور سفیر بھجوائیں اور مستقل جنگ بندی کے امکانات کے بارے میں تبادلہ خیال کیا جائے۔ سپاہ سالار اور پرائی تنی مجلس عوام کا اجلاس طلب کریں جس میں ایتھنز کا اولاً قیام امن کے بارے میں مشاورت کریں اور یہ طے کیا جائے کہ جنگ کو ختم کرنے کے لئے سفارت قبول کرنے کی غرض سے کیا طریقہ کار اختیار کیا جائے۔ یہ بھی طے پایا کہ موجودہ سفارت صلح کی تجویز کو فی الفور عوام کے آگے پیش کرے تاکہ ایک سال تک اُس کی شرائط پر موثر طور پر

اور پوری طرح سے عمل کیا جائے۔

ان شرائط پر لاکے دیمونیوں نے ایتھنزیوں اور اُن کے حلیفوں سے اسپارٹی ماہ گیراستیوس کی بارہ تاریخ کو صلح کر لی۔ اس معاہدہ کی پابندی کا حلف اتحادیوں نے بھی اٹھایا۔ جن اشخاص نے صلح نامہ کی تکمیل اور دیوتاؤ کو شراب کی نذر پیش کرنے کی رسم میں حصہ لیا ان کے نام یہ ہیں۔ یتاؤروس ابن اخیتی میدکس، اتھیناؤس ابن پریکلائیداس اور فلوکاریداس ابن اراکسیدائیداس جن کا تعلق لاکے دیمون سے تھا۔ آینیس ابن اوکی توس اور یوفامیداس ابن ارسطونیموس نامی کورنتھی، داموتیموس ابن ناؤکراتیس اور اوناسیموس ابن میگاکلیس نامی سکونیای۔ ذکاسوس ابن کیکالوس اور منے کراتیس ابن امفی دوروس نامی میگاری اور ایک اپیداؤروسی جس کا نام امفیاس ابن یوپائیداس تھا۔ ایتھنزی سپاہ سالار نکوستراتوس ابن دایتریفیس، نکیاس ابن نکے راتوس اور آتوکلیس ابن تولمایوس اس طرح صلح نامہ کی تکمیل ہوئی جس کے دوران میں سال بھر قیام امن اور مستقل جنگ بندی کے مسایل پر غور کرنے کے لئے فریقین نے متعدد مجلسیں منعقد کیں۔

انہی دنوں جب قیام امن کی کانفرنسوں میں شرکت کے لئے فریقین کے ترجمان ایک دوسرے کے ملک کو آجا رہے تھے۔ پالے نے کے شہر سکیون نے بغاوت کرکے اپنے آپ کو براسی داس کے حوالہ کر دیا۔ اہل سکیونیہ اپنے آپ کو پلوپونیز کے پالے نیائی بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اُن کے شہر کے اولیں بانی ٹروئے سے براہ سمندر آتے ہوئے طوفان کی زد میں آکر اس مقام پر پہنچ گئے جہاں آج سکیون آباد ہے اور اس کے بعد وہیں آباد ہو گئے۔ اُن کا

بیان ہے کہ یہ وہی طوفان تھا جس میں اکائیائی گھر گئے تھے۔ انھوں نے جونہی اعلان بغاوت کیا براسی داس راتوں رات سکیون پہنچ گیا۔ یہ سفر اس نے اس طرح طے کیا کہ خود تو ایک چھوٹی سی کشتی میں سوار ہو گیا جس کے آگے تھوڑے فاصلہ سے ایک سہ طبقہ جہاز چل رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اگر کسی بڑی کشتی سے اس کی مڈ بھیڑ ہو گئی تو سہ طبقہ جہاز مدافعت کرے گا لیکن اگر کوئی بڑے جہاز کا سامنا ہو تو اغلب ہے کہ وہ سہ طبقہ جہاز پر حملہ آور ہو گا جس کی وجہ سے براسی داس کو بھاگ نکلنے کا موقع مل جائے گا۔
اس طرح منزل مقصود پر پہنچ کر اس نے سکیونیوں کے ایک اجتماع کو مخاطب کیا۔ اور یہاں بھی وہی باتیں بیان کیں جو اس نے اکانتھوس اور توروَنے میں کہی تھیں۔ اس کے علاوہ یہ کہہ کر ان کی ستایش کی کہ اگرچہ پوتی دیہ پر قبضہ کر کے ایتھنزیوں نے پالَنے کا سکیون سے تعلق منقطع کر دیا ہے اور ان کا شہر ایک جزیرہ کی طرح دوسرے علاقوں سے الگ ہو گیا ہے، اس کے باوجود انھوں نے آزادی حاصل کرنے کے لئے اپنی طرف سے پہل کی اور بزدلی سے کام لے کر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے نہیں رہے تاکہ کوئی خود ان کے فائدے کے لئے بجبر ان کو اپنا فطری حق دلانے کی کارروائی کرے اس سے ظاہر ہے کہ وہ سخت سے سخت آزمائش میں بھی انتہائی دلیری اور ہمت کام لیں گے۔ براسی داس نے یہ بھی کہا کہ اگر اسے اپنے عزائم میں کامیابی ہوئی تو وہ ان کو لاکے دیمون کے سب سے زیادہ مخلص اور سچے دوستوں میں شمار کرے گا اور ہر طرح عزت و احترام کا مستحق سمجھے گا۔
اس تعریف و توصیف سے سکیونیوں کی بڑی حوصلہ افزائی ہوئی اور جو لوگ شروع میں ایتھنز کے خلاف سرکشی کے موید نہیں تھے انھوں نے بھی

اعتماد کی عام فضا سے متاثر ہو کر اپنی رائے بدل دی۔ اور اہل سکیون نے پورے جوش اور جذبہ کے ساتھ لڑنے کا تہیہ کر لیا۔ انھوں نے براسی داس کا انتہائی عزت و احترام کے ساتھ استقبال کیا اور سرزمین یونان کا نجات دہندہ قرار دے کر سرکاری طور پر ایک جلسہ عام میں اُسے سونے کا تاج پہنایا۔ خانگی شہریوں کا انبوہ کثیر اُس کے گرد جمع ہو گیا اور انھوں نے اُس کو اس طرح پھولوں کے ہار پہنائے جیسے کسی بڑے مقابلہ میں کامیابی حاصل کرنے والے کھلاڑی کو پہنائے جاتے ہیں۔ اس کے بعد فی الحال وہاں ایک محافظ دستہ چھوڑ کر براسی داس لوٹ گیا اور کچھ عرصہ بعد ایک بڑی فوج بھجوائی۔ وہ چاہتا تھا کہ ایتھنزیوں کے وہاں پہنچنے سے پہلے سکونیوں کی مدد سے مینڈے اور پوتی دیہ پر قبضہ کر لے۔ اُس کا خیال تھا کہ ایتھنزی سکیونے جیسے چھوٹے شہر کی بغاوت کو فرو کرنے کی ضرور کوشش کریں گے۔ اس کے علاوہ اُس کو خفیہ ذرائع سے اطلاعیں مل چکی تھیں کہ مینڈے اور پوتی دیہ کے بعض فریق ان شہروں کو اُس کے حوالہ کرنے پر آمادہ ہیں۔

براسی داس متذکرہ بالا شہروں کے خلاف فوجی کارروائی کے منصوبے بنا رہا تھا کہ ایسے میں عارضی صلح کی اطلاع لے کر وہ جہاز وہاں پہنچ گیا جس میں ایتھنزی عامل ارسطو نیموس اور لاکے دیمونی عامل اتھینایوس سفر کر رہے تھے۔ اس کے بعد فوجیں تورونے کو واپس ہو گئیں اور عاملوں نے براسی داس کو عارضی صلح کی اطلاع دی۔ لاکے دیمون کے سارے تھریسی حلیفوں نے صلح نامہ کو تسلیم کر لیا اور ارسطو نیموس کو کوئی دقت پیش نہیں آئی لیکن دنوں کا حساب لگانے کے بعد جب وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ سکیونیوں نے صلح نامہ کی تکمیل کے بعد بغاوت کی تھی تو اُن کو لاکے دیمون کے حلیفوں کی فہرست میں

شریک کرنے سے انکار کر دیا۔ براسی داس نے اس پر سخت اعتراضات کئے اور کہا کہ بغاوت عارضی صلح کے نفاذ سے پہلے کی گئی تھی اس لئے قبضہ برخاست نہیں کیا جا سکتا۔ ارسطونیموس نے جب اس صورت حال کی اطلاع ایتھنز کو دی تو وہاں سکیون بھجوانے کے لئے ایک مہم کی تیاری فوراً شروع ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی لاکے دیمون سے سفرا آئے اور کہا کہ سکیون کے خلاف کوئی کارروائی کی جائے تو صلح نامہ کی خلاف ورزی ہو گی۔ انھوں نے براسی داس کے بیان پر بھروسہ کر کے یہ دعویٰ کیا کہ سکیون لاکے دیمون کا حلیف ہے اور ساتھ ہی اس مسئلہ کو ثالث کے سپرد کرنے کا پیش کش دیا۔ لیکن ایتھنزی پنچایت کے خطرہ میں پڑنا نہیں چاہتے تھے بلکہ انھوں نے باغیوں کی سرکوبی کے لئے فوراً اپنا لشکر بھجوانے کا تہیہ کر لیا تھا۔ وہ سخت مشتعل تھے کہ لاکے دیمون کی بری طاقت کے برتے پر اب اہل جزائر بھی سرکشی کی جسارت کرنے لگے ہیں علاوہ بریں اس بغاوت کے بارے میں ایتھنزیوں کا اعتراض درست تھا کیوں کہ فی الواقع اہل سکیون نے صلح نامہ کے نفاذ کے دو دن بعد سرکشی کی تھی۔ چنانچہ کلیون کو یہ قرار داد منظور کرانے میں کامیابی ہوئی کہ سکیون پر چڑھائی کر کے اُس کے شہریوں کو تہ تیغ کر دیا جائے اور ایتھنزیوں نے اپنی موجودہ فرصت کو اس مہم کی تیاری میں صرف کیا۔

اس دوران میں پالے نے کے ایک شہر میندے نے جو اریتریوں کی نوآبادی تھا بغاوت کا اعلان کیا تو براسی داس نے بلا تامل اس کو اپنا حلیف بنا لیا حالانکہ یہ ایک کھلی بات تھی کہ بغاوت کا اعلان صلح نامہ کے نفاذ کے بعد عمل میں آیا تھا۔ براسی داس نے اس کارروائی کو اس لئے جائز قرار دیا کہ اُس کی رائے کے مطابق ایتھنزیوں نے معاہدہ صلح کی

خلاف ورزی کی تھی۔ مینڈے کو بے باکی سے بغاوت کرنے کی جسارت اس لئے ہوئی کہ براسی داس اُن کی پشت پناہی کے لئے مستعدی دکھارہا تھا اور اُس نے سکیون کا ساتھ چھوڑ کر اُسے ایتھنز کے حوالہ کرنے سے جو انکار کر دیا تو اس سے بھی بغاوت کی حوصلہ افزائی ہوئی۔ اس کے علاوہ مینڈے میں سازشیوں کی تعداد بہت کم تھی اور جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں، ان کی ریشہ دوانیوں کا سلسلہ اس قدر طویل عرصہ سے جاری تھا کہ لازمی طور پر پکڑے جانے کا خوف پیدا ہو گیا تھا اس لئے باغی رائے عامہ پر دباؤ ڈالنے پر مجبور ہو گئے۔ اس کی اطلاع جب ایتھنزیوں کو ملی تو وہ اور زیادہ برافروختہ ہو گئے فوراً ان دونوں شہروں پر چڑھائی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ ایتھنزی فوجوں کے آنے سے پہلے براسی داس نے سکیونیوں اور اہل مینڈے کی عورتوں اور بچوں کو اولنتھوس واقع کالکس میں منتقل کر دیا اور ان کی مدد کے لئے پانچ سو پلوپونیزی بھاری ہتھیار بند پیادے اور تین سو کالکسی تیر انداز روانہ کئے۔ یہ ساری فوج پولیدامید اس کی کمان میں تھی۔

یہ دونوں شہر ایتھنزیوں کے مقابلہ کی تیاری میں مصروف تھے کیوں کہ ثانی الذکر کے جلد ہی پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ اس اثنا میں براسی داس اور پردکاس نے ارھابایوس کے خلاف دوسری متحدہ مہم شروع کی اور لنکوس کی جانب روانہ ہوئے۔ ثانی الذکی فوج اُس کے تحت کے مقدونی علاقوں کے باشندوں اور اُن یونانی بھاری ہتھیار بند پیادوں پر مشتمل تھی جو اس کی سلطنت میں آباد ہو گئے تھے۔ اول الذکر نے ان پلوپونیزی دستوں کو ساتھ لے لیا جو ہنوز اُس کے پاس تھے اور اس کے علاوہ اس کی فوج — کالکسی اکانتھی اور دوسرے علاقوں کے چھوٹے بڑے دستوں پر مشتمل تھی۔ متحدہ فوج میں یونانی

پیادوں کی جملہ تعداد تقریباً تین ہزار تھی۔ سارے مقدونوی سوارہ دستے اور تقریباً ایک ہزار کا لکسی سپاہی تھے جن کے علاوہ غیر یونانی سپاہیوں کا انبوہِ کثیر بھی ہمراہ تھا۔ ارھاپائیوس کے علاقہ میں پہنچنے کے بعد انھوں نے دیکھا کہ لنکستائی پڑاؤ ڈالے ان کے منتظر ہیں تو اُن کے بالمقابل ایک مقام پر رک کر لڑائی کے لئے صفوں کی ترتیب درست کی۔ جانبین کی سوار فوج دو پہاڑیوں پر تھی جن کے درمیان ایک کھلا میدان تھا۔ دونوں طرف کے سوار گھوڑوں کو مہمیز کرکے اس میدان میں پہنچ گئے اور ان میں لڑائی شروع ہوگئی۔ اس کے بعد لنکستائی بھاری ہتھیار بند پیادے پہاڑی سے اتر کر اپنے رسالوں کی طرف بڑھے اور مبارز طلبی کی جس پر براسی داس اور پردکاس نے بھی اپنی فوجوں کو آگے بڑھایا اور دھاوا کرکے شکست فاش دی جس میں دشمن کو سخت نقصان پہنچا اور اس کے بہت سے سپاہی کام آئے۔ جو سپاہی بچ کر نکل گئے انھوں نے پہاڑی پر چڑھ کر پناہ لی اور وہیں خاموش ٹھیرے رہے۔ اس کے بعد فاتحوں نے اپنی فتح کی یادگار نصب کی اور دو تین روز تک وہیں ٹھیر کر الیریائی اجیر دستوں کا انتظار کیا جو پردکاس کی مدد کے لئے آنے والے تھے۔ پردکاس چاہتا تھا کہ آگے بڑھ کر ارھاپائیوس کے علاقہ کے دیہات کو تاخت و تاراج کرے۔ وہ اپنا وقت بے کار ضایع کرنا نہیں چاہتا تھا لیکن براسی داس کو اندیشہ تھا کہ کہیں اتھنزی اُس کے غیاب میں پہنچ کر مینڈے کو نقصان نہ پہنچائیں اور جب الیریائی نہیں آئے جن کا انتظار تھا تو اُس نے صرف پردکاس کی تجویز سے اختلاف کیا بلکہ فوراً اپنی واپسی کی فکر کرنے لگا۔

یہاں اس مسئلہ پر ردو قدح جاری تھی کہ اتنے میں اطلاع ملی کہ الیریائی پردکاس کو دغا دے کر ارھاپائیوس سے جا ملے۔ یہ لوگ بہت خونخوار مانے

جاتے تھے اس لئے پردکاس اور براسی داس دونوں نے اب یہی مناسب سمجھا کہ وہاں سے واپس ہو جانا چاہئے۔ لیکن اختلاف آرا کی وجہ سے ابھی کوچ کا وقت مقرر نہیں ہوا تھا کہ رات ہو گئی تو مقدونوی اور غیر یونانی سپاہی یکایک بدحواس ہو گئے جیسا کہ بعض اوقات پُراسرار طور پر بڑی سے بڑی فوج کے سپاہی حواس باختہ ہو جاتے ہیں۔ وہ سمجھے کہ دشمن کی جو فوج در اصل وہاں موجود تھی اُس سے کہیں زیادہ بڑا لشکر آگے بڑھ رہا ہے اور کوئی دم میں اُن پر ٹوٹ پڑے گا۔ اس خیال کے ساتھ ہی ایسی وحشت پھیل گئی کہ سپاہی بے تحاشا دوڑ کر اپنے وطن کی طرف جانے لگے۔ پردکاس کو اس صورت حال کی اطلاع پہلے نہیں ملی تھی اس لئے جب لشکر میں بھاگڑ مچ گئی تو وہ بھی اپنے سپاہیوں کے ساتھ بھاگ نکلنے پر مجبور ہو گیا۔ فوجوں کے پڑاؤ ایک دوسرے سے کافی فاصلہ پر تھے اس لئے وہ جانے سے پہلے براسی داس سے مل بھی نہیں سکا۔

جب سویرا ہوا تو براسی داس نے دیکھا کہ مقدونوی میدان چھوڑ کر فرار ہو چکے ہیں اور الیریائی اور ارھابایوس کی فوجیں حملہ شروع کرنے کو ہیں تو اُس نے بھاری ہتھیار بند پیادوں کو مربع کی شکل میں کھڑا کیا جس کے بیچ میں ہلکے ہتھیار بندوں کو رکھ کر خود بھی واپسی کی تیاری شروع کی۔ اس نے نوجوان سپاہیوں کو چن کر اس طرح صف بندی کی کہ دشمن حملہ آور ہو تو وہ تیزی سے بڑھ کر مدافعت کر سکیں اور تین سو منتخب جوان ساتھ لے کر خود عقب لشکر میں چلا گیا تاکہ پیچھے ہٹتے وقت اثنائے راہ میں دشمن حملہ کرے تو اس کی اگلی صفوں کا مُنہ پھیر دیا جائے۔ ان انتظامات کے بعد دشمن کی فوج کے اقدام کرنے سے پہلے اپنے جوانوں کی ہمت افزائی کی غرض سے براسی داس نے ایک تقریر کی جس میں اُس نے کہا:۔

پوپو نیز یو! آپ لوگ غالباً یہ دیکھ کر پریشان ہو گئے ہیں کہ مقدونی ہمارا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے اور ہم اس وقت غیر یونانیوں کے ایک لشکر کثیر سے مقابلہ پر مجبور ہو گئے ہیں۔ اگر مجھے یہ شبہ نہ ہوتا تو اس وقت حسب معمول صرف چند باتیں آپ سے بیان کر کے اپنی تقریر کو ختم کر دیتا اور کسی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہ ہوتی۔ لیکن ہمارے دوستوں کے ہمیں چھوڑ کر چلے جانے اور دشمن کی فوج کی کثرت تعداد کے پیش نظر میں آپ کو چند ہدایات دینا چاہتا ہوں اور چند امور سے آپ کو واقف کرانا ضروری سمجھتا ہوں۔ میری یہ تقریر طویل نہیں ہو گی لیکن توقع ہے کہ میں ساری اہم باتیں آپ سے بیان کر سکوں گا لڑائی میں آپ جس جرات اور جوانمردی کا مظاہرہ عام طور پر کرتے ہیں اس کا انحصار میدان جنگ میں حلیفوں کی موجودگی پر نہیں ہوتا بلکہ آپ کی ذاتی اور قومی شجاعت پر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ آپ جن مملکتوں سے تعلق رکھتے ہیں اُن کے شہری دشمن کی کثرت تعداد سے کبھی خائف نہیں ہوتے کیونکہ وہاں اقلیت پر اکثریت کا نہیں بلکہ اکثریت پر اقلیت حکمرانی کرتی ہے جس سے افراد میدان جنگ میں اپنی برتری کا لوہا منوا لیتے ہیں۔ چونکہ آپ کو غیر یونانیوں سے مقابلہ کا تجربہ نہیں ہے اس لئے آپ پریشان ہیں لیکن مقدونی بھی غیر یونانی ہی ہیں جن سے آپ نبرد آزمائی کر چکے ہیں۔ میں نہ صرف اس واقعہ کے پیش نظر بلکہ اپنی ذاتی رائے کی بنا پر بھی جس کی توثیق دوسرے ذرائع سے ہو چکی ہے، آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ دشمن اس قدر طاقتور نہیں ہے کہ اُسے مغلوب نہ کیا جا سکے۔ دشمن بظاہر زبردست معلوم ہو لیکن دراصل کمزور ہو تو حقیقت حال کے علم سے اس کے مدمقابل کا دل بڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح دشمن تو قوی ہو لیکن حریف اُس کی طاقت سے واقف نہ ہوں تو جرات اور

بے باکی سے لڑتے ہیں۔ بنابریں ممکن ہے کہ موجودہ دشمن کی کثرت تعداد سے
کوئی ناتجربہ کار حریف دہشت زدہ ہو جائے۔ وہ بظاہر ناقابل تسخیر معلوم
ہوتے ہیں اور لڑائی کے وقت ناقابل برداشت حد تک چیختے چلاتے اور
شور مچا مچا کر ہوا میں ہتھیار گھماتے ہیں تاکہ فریق مقابل خائف ہو جائے
اور چونکہ اُن کی فوج کسی خاص ترتیب سے نہیں لڑتی اس لئے جو سپاہی بھی
فرار ہونا چاہے کسی جائز سبب کے بغیر میدان جنگ سے بھاگ سکتا ہے۔
مختصر یہ کہ وہ اپنی خیریت اسی میں سمجھتے ہیں کہ دور سے دہشت پھیلانے کی
کوشش کریں اور دست بدست لڑائی کی نوبت نہ آنے پائے۔ اگر واقعہ
یہ نہ ہوتا تو وہ دور سے خونخواری کا مظاہرہ کرنے کی بجائے مقابلہ پر آتے
اس سے آپ خود بخوبی اندازہ کرسکتے ہیں آپ پر شروع میں جو ہیبت
چھا گئی تھی وہ کس قدر بے بنیاد تھی گو یہ سچ ہے کہ بظاہر وہ بہت خونخوار
معلوم ہوتے ہیں اور بہت شور و غل مچاتے ہیں۔ اس لئے جب وہ حملہ کرنے
کے لئے آگے بڑھیں تو آپ اپنی جگہ رُک کر پامردی سے مقابلہ کیجئے اور جب
موقع ملے پلٹ کر نظم و ضبط کے ساتھ آگے قدم بڑھایئے۔ اس طریقہ سے
آپ جلد کسی محفوظ مقام پر پہنچ جائیں گے اور آپ کو ہمیشہ کے لئے پتہ چل جائیگا
کہ اس قسم کا جم غفیر ان لوگوں کو دور ہی سے دہشت زدہ کرنے کی کوشش کرتا ہے
جو اس کے حملہ کا منہ توڑ جواب دیتے ہیں۔ لیکن جو لوگ ہار مان کر بھاگنے
لگتے ہیں اُن کا تعاقب کرنے میں چونکہ کوئی خطرہ نہیں رہتا اس لئے موقع
سے فائدہ اٹھا کر ہر ایک سپاہی اپنے آپ کو سورما ثابت کرنے کی کوشش
کرتا ہے۔"

اس مختصر سی تقریر کے بعد براسی داس نے اپنی فوج کو واپسی کے لئے

کوچ کا حکم دیا۔ غیر یونانیوں نے فوج کو لوٹ کر جاتے دیکھا تو سمجھ کہ براسی داس
ڈر کر فرار ہو رہا ہے اور فوراً شور و غل مچاتے ہوئے آگے بڑھے تاکہ بھاگنے
والوں کا خاتمہ کر دیا جائے۔ لیکن فوج کے جس حصہ پر بھی انھوں نے حملہ کیا
نوجوان سپاہیوں نے جھپٹ کر مدافعت کی اور ساتھ ہی براسی داس
اپنے منتخب ہمراہیوں کی مدد سے دشمن کے ریلے کے راستہ میں حایل ہو گیا۔
پلوپونیزیوں نے اولین یورش کو اس طرح ناکام کر دیا تو دشمن کو سخت حیرانی
ہوی۔ اس کے بعد جب بھی دشمن دھاوا کرتا براسی داس کے سپاہی جلد از
جلد اس کی مقاومت کرتے اور جب دشمن ہٹ جاتا تو پلٹ کر آگے
بڑھتے جاتے تھے۔ غیر یونانیوں نے جب یہ صورت حال دیکھی تو میدانی علاقہ
میں براسی داس کا مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھا اور یونانیوں کو پریشان کرنے
کرنے کی غرض سے تھوڑی سی فوج چھوڑ کر فرار ہونے والے مقدونیوں کا پیچھا
کرنے کے لئے روانہ ہوئے۔ اور جو مقدونوی سپاہی زد میں آئے ان کو ہلاک
کرتے ہوئے دو پہاڑیوں کے درمیان اُس تنگ درہ تک پہنچ گئے جس میں
سے گزرنے کے بعد ارھابایوس کا علاقہ شروع ہوتا ہے۔ وہ جانتے تھے کہ
براسی داس کے لئے اس کے سوائے کوئی اور راہِ فرار نہیں تھی اور جوں ہی
یونانی فوج اس راستہ کے دشوار گزار حصہ پر پہنچی غیر یونانی چاروں طرف
سے گھیر کر اُس کا خاتمہ کرنے کی کوشش کرنے لگے۔

اُن کے ارادوں کو تاڑ کر براسی داس نے اپنے منتخب سپاہیوں کو حکم دیا
کہ فوراً منتشر ہو کر جس پہاڑی پر بھی چڑھ سکیں چڑھ جائیں اور دشمن کے جو
سپاہی نظر آئیں اُن کو اُن کی مرکزی فوج کے پہنچنے سے پہلے ہی وہاں سے
ہٹا دیں۔ ان پیادہ سپاہیوں نے دھاوا کر کے پہاڑی کی چوٹی پر غیر یونانیوں کو

مغلوب کیا جس کے بعد یونانیوں کی مرکزی فوج نسبتاً آسانی کے ساتھ آگے بڑھنے لگی۔ غیر یونانیوں نے جب دیکھا کہ ان کے سپاہی اس پہاڑی پر سے اترنے پر مجبور ہو گئے تو دہشت زدہ ہو گئے اور یہ سمجھ کر براسی داس کی فوج سرحد پار کر کے آگے بڑھ گئی، اس کے تعاقب کا ارادہ ترک کر دیا۔ فوج جونہی پہاڑی کے اوپر پہنچ گئی براسی داس زیادہ اطمینان کے ساتھ آگے بڑھا اور اسی روز ارنیسہ پہنچ گیا جو پردکاس کی سلطنت میں اس کے راستہ پر پہلا شہر تھا۔ مقدونوی بے وفائی کر کے میدان جنگ سے جو بھاگ نکلے تھے اس کی وجہ سے سپاہی بڑے طیش میں تھے اور اب انھوں نے اپنا غصہ اس طرح نکالا کہ راستہ میں بیلوں کی جو جوڑیاں نظر آئیں جوا نکال کر ان کو ہلاک کر دیا اور رات کے وقت پریشانی میں فرار ہوتے وقت مقدونیوں کا جو سامان راستہ پر گر گیا تھا (جیسا کہ اکثر ہوتا ہے) اسے اٹھا کر خود اپنے پاس رکھ لیا۔ اس کے ساتھ ہی پردکاس براسی داس کو اپنا دشمن سمجھنے لگا اور اُسے پلوپونیزیوں سے ایسی نفرت ہو گئی جو اس کی ایتھنز دشمنی سے میل نہیں کھاتی تھی۔ لیکن بالآخر اُس نے اپنے فطری مفادات کو چھوڑ کر ثانی الذکر سے صلح سمجھوتہ کرنے اور اول الذکر سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کی۔

براسی داس جب مقدونیہ سے توروُنے واپس ہوا تو اس نے دیکھا کہ مینڈے پر ایتھنزیوں کا قبضہ ہو چکا ہے۔ اور وہ یہ سمجھ کر اپنی جگہ خاموش رہا کہ اب پالے نے تک پہنچ کر اہل مینڈے کی مدد کرنا ممکن نہیں ہو سکے گا۔ لیکن اُس نے توروُنے پر کڑی نگرانی رکھی۔ ہوا یہ کہ جن دنوں لنکوس کی مہم جاری تھی تقریباً انہی دنوں ایتھنزی مینڈے اور سکیون کے خلاف مہم پر روانہ ہوئے جس کی تیاری کا ذکر ہم پچھلے صفحات میں کر چکے ہیں۔ نکیاس ابن

نکیے راتوس اور نکوستراتوس ابن ڈائی تریفیس کی کمان میں ایتھنزی لشکر پچاس جہازوں میں سوار ہو کر روانہ ہوا جن میں دس خیوسی جہاز بھی شامل تھے۔ اس فوج میں ایک ہزار بھاری ہتھیار بند ایتھنزی پیادے، چھ سو تیرانداز، ایک ہزار تھریسی اجیر سپاہی اور چند گوپھنیے تھے جن کا تعلق قرب وجوار کے علاقوں کے حلیفوں سے تھا۔ پوتی دیہ سے لنگر اٹھا کر یہ بیڑا پوسائڈون کے مندر کے بالمقابل ساحل پر پہنچا جہاں جہازوں سے اتر کر ایتھنزی میندے کے خلاف روانہ ہوئے تو انھوں نے دیکھا کہ اس کے شہری شہر کے باہر ایک محفوظ پہاڑی پر خیمہ زن ہیں۔ اس وقت میندے کی مدد کے لئے تین سو سکیونی جوان پلوپونیزی امدادی فوج کے ساتھ موجود تھے اور پیادوں کی جملہ تعداد سات سو تھی۔ اس فوج کی کمان پولیدامید اس کے ہاتھ میں تھی۔ نکیاس نے ایک سو بیس ہلکے ہتھیار بند سپاہیوں، ساٹھ منتخب ایتھنزی بھاری ہتھیار بندوں اور سارے تیراندازوں کو ساتھ لے کر اس پہاڑی پر چڑھنے کی کوشش کی لیکن گھایل ہو کر آگے نہ بڑھ سکا۔ نکیاس نے پہاڑی پر جانے والے ایک راستہ سے چڑھنے کی کوشش کی تھی۔ اس کے برخلاف نکوستراتوس نے فوج کے بڑے حصہ کو لے کر ایک اور مقام سے جو کافی فاصلہ پر تھا، پہاڑی کے اوپر پہنچنے کی کوشش کی۔ یہ راستہ فطری طور پر دشوار گزار تھا اس لئے ساری فوج منتشر ہو گئی اور قریب تھا کہ اس کو شکست ہو جاتی لیکن نکوستراتوس اپنے سپاہیوں کو بچا کر نکال لایا۔ چونکہ اس روز اہل مینڈے کے اطاعت قبول کرنے کے کوئی آثار نظر نہیں آئے اس لئے ایتھنزی اپنی فرودگاہ کو واپس ہو گئے اور مینڈے کی فوجیں رات ہوتے ہی شہر میں واپس چلی گئیں۔

دوسرے روز ایتھنزی بیڑا چکر کاٹ کر سکیون کی جانب پہنچا اور ایتھنزیوں نے مضافاتی علاقوں پر قبضہ کر کے ان کو دن بھر تاخت و تاراج کیا لیکن ان کے مقابلہ کے لئے کوئی فوج نہیں آئی جس کی ایک وجہ یہ تھی کہ شہر میں انتشار پھیلا ہوا تھا۔ اس کے دوسرے روز رات میں تین سو سکیونیوں کا دستہ میندے سے اپنے شہر کو واپس ہو گیا۔ دوسرے دن سویرے نکیاس آدھی فوج کو ساتھ لے کر سکیون کی سرحد پر پہنچ گیا اور اس علاقہ کو تباہ و تاراج کیا۔ ادھر نکوستراتوس بقیہ فوج کو لے کر شہر کے بالائی دروازہ کے قریب پوتی دیہ جانے والے راستہ پر محاصرہ کرنے کی غرض سے خیمہ زن ہو گیا۔ میندے والوں اور پلوپونیزی امدادی دستوں کے ہتھیار شہر کے اسی حصہ میں رکھے ہوئے تھے۔ پولیدامیداس چاہتا تھا کہ شہری یہ ہتھیار لے کر محاصرین پر اچانک دھاوا کریں اور اُن کے دل بڑھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ عوامی جماعت کے ایک رکن نے جواب دیا ہم شہر سے باہر نہیں جائیں گے ہم جنگ کرنا نہیں چاہتے۔ پولیدامیداس کو اس پر بہت غصہ آیا اور اس نے اُس شخص کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور بری طرح زد و کوب کی۔ اس پر عوام بہت غضبناک ہو گئے اور فوراً ہتھیار لے کر پلوپونیزیوں اور ان کے حلیفوں پر جو فریق مخالف سے تعلق رکھتے تھے حملہ کر دیا۔ اس معرکہ میں عوام کے مخالف دستوں کو فی الفور شکست فاش ہوئی کیونکہ ایک تو حملہ بالکل اچانک ہوا دوسرے اُن کو خیال ہوا کہ عوام نے یہ کارروائی ایتھنزیوں سے مل کر کی ہے اور اب وہ اُن کے داخلہ کے لئے شہر کے دروازے کھول دیں گے۔ کئی سپاہی وہیں ڈھیر ہو گئے اور جو بچ نکلے انھوں نے دوڑ کر ایک برج میں پناہ لی جس پر پلوپونیزی پہلے ہی سے قابض تھے۔ اس کے بعد ساری

ایتھنزی فوج شہر میں داخل ہو گئی کیونکہ اس دوران میں نکیاس بھی لوٹ کر شہر کے قریب پہنچ گیا تھا۔ شہر والوں نے کسی عہد معاہدہ کے بغیر ہی دروازے کھول دئے اور ایتھنزی فوج نے شہر میں داخل ہوتے ہی بری طرح لوٹ مار شروع کر دی جیسے انھوں نے اس پر دھاوا کر کے قبضہ کیا تھا۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ سپاہ سالاروں کو اندیشہ ہوا کہ کہیں خود شہریوں کا قتل عام نہ ہو جائے اس لئے فوج کو روکنا چاہا تو خود انھیں بھی مشکلات پیش آئیں۔ اس کے بعد ایتھنزیوں نے مینڈے کے شہریوں سے کہا کہ ان کے شہری حقوق برقرار رہیں گے اور یہ کہ وہ خود اس امر کا تصفیہ کریں کہ بغاوت کی ذمہ داری کن افراد پر عاید ہوتی ہے۔ اس کے بعد انھوں نے اس برج کو جس میں پلوپونیزی سپاہی پناہ گزیں ہو گئے تھے دونوں جانب سمندر تک دیواریں تعمیر کر کے شہر سے منقطع کر دیا اور ناکہ بندی کی غرض سے فوج متعین کر دی۔ اس طرح مینڈے پر قبضہ کرنے کے بعد وہ سکیون روانہ ہوئے۔

سکیونی اور پلوپونیزی ان کے مقابلہ کے لئے شہر سے نکل کر پاس ہی ایک محفوظ پہاڑی پر چلے گئے جس کا محاصرہ کئے بغیر شہر پر دھاوا نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ایتھنزیوں نے اس پہاڑی کو چاروں طرف سے گھیر کر دشمن کو شکست دی اور اسے وہاں سے بھگا دیا۔ اس کے بعد وہیں مقام کر کے انھوں نے اپنی فتح کی یادگار نصب کی اور شہر کے اطراف حصار تعمیر کر کے اسے گھیرنے کی تیاری کرنے لگے۔ اس کام کو شروع ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ مینڈے کے برج کے محصور سپاہی سمندر کے پاس کی چوکی کے سپاہیوں کو مغلوب کر کے باہر نکل گئے اور راتوں رات سفر کر کے سکیون پہنچے اور ان کی اکثریت ایتھنزیوں کے حلقہ کو توڑ کر شہر میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئی۔

جس زمانہ میں ینکیون کا محاصرہ جاری تھا پردکاس نے ایتھنزی سپاہ سالاروں کے پاس اپنا قاصد بھجوا کر ایتھنزیوں سے صلح کر لی۔ براسی داس اپنی فوج کو لے کر اس کے اصرار کے باوجود جو لنکوس سے لوٹ گیا تھا اس کی بنا پر محض اُسے ذلیل کرنے کے لئے پردکاس نے ایتھنز سے صلح کر لی جس کی سلسلہ جنبانی اُس نے اس واقعہ کے بعد ہی شروع کر دی تھی۔ انہی دنوں اساغورث نامی لاکے دیمونی ایک فوج لے کر بری راستہ سے براسی داس کے پاس جانے کی تیاری کر رہا تھا۔ نکیاس چاہتا تھا کہ پردکاس ایتھنز سے مصالحت کے بارے میں اپنے خلوص نیت کا ثبوت دے، اس کے علاوہ خود شانی الذکر بھی اب پلوپونیزیوں کو اپنی سرزمین میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دینا چاہتا تھا اس لئے اُس نے تھسلی میں اپنے دوستوں کو اشارہ کر دیا۔ تھسلی کے ذی اثر افراد سے اُس نے بطور خاص اچھے روابط رکھے تھے اس لئے اُسے اپنے مقصد میں اس قدر مکمل کامیابی ہوئی کہ لاکے دیمونی اس بارے میں تھسلی والوں سے ربط پیدا کرنے کی کوشش بھی نہ کر سکے۔ لیکن خود اساغورث، امینیاس اور ارسطیوس کے ہمراہ براسی داس تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا جن کو لاکے دیمونیوں نے صورت حال کے معائنہ کے لئے بھجوایا تھا۔ یہ لوگ اپنے ساتھ چند اسپارٹی نوجوانوں کو بھی لے گئے (ان کا یہ عمل گزشتہ عمل درآمد کے سراسر خلاف تھا) تاکہ شہروں کی کمان ان کے سپرد کی جائے۔ مقصد یہ تھا کہ کسی شہر کی کمان وہاں کے موجودہ افراد کو دینے کی ضرورت پیش نہ آئے۔ چنانچہ براسی داس نے کلیریداس ابن کلیو نیموس کو امفی پولس پر اور پاسی تیلیداس ابن ہیگساندر کو تورونے پر مقرر کر دیا۔

اسی موسم گرما میں تھبزیوں نے تھیسپس والوں پر ایتھنز پرستی کا الزام

لگاکران کی شہر پناہ کو مسمار کر دیا۔ وہ عرصہ سے اس فکر میں تھے اور جب ایتھنز سے لڑائی میں تھیبس کے سارے بہادر نوجوان مارے گئے تو اپنا منصوبہ پورا کرنے کا موقع مل گیا۔ اسی موسم گرما میں آرگوس میں ہیرا کا مندر نذر آتش ہو گیا۔ کرائی سس نامی پجارن نے چڑھاؤں کے قریب ایک جلتی ہوئی مشعل رکھی تھی جس کے بعد اس کی آنکھ لگ گئی۔ مشعل کے شعلہ کی وجہ سے آس پاس کی چیزوں کو آگ لگ گئی جس کی خبر ہونے تک پورا مندر دہکنے لگا۔ آرگویوں سے ڈر کر کرائی سس اسی رات فلیوس بھاگ گئی تو انھوں نے قاعدہ کے مطابق فائنس نامی ایک اور پجارن کا تقرر کیا۔ اس جنگ کے دوران میں کرائی سس ساڑھے آٹھ سال ہیرا کی پجارن رہی جس کے بعد یہ واقعہ پیش آیا۔ موسم گرما کے اختتام پر پیکیون کا محاصرہ ختم ہوا اور ناکہ بندی کے لئے ایک دستہ متعین کر کے ایتھنزی بقیہ فوج کولے کر واپس ہو گئے۔

اس کے بعد موسم سرما میں عارضی صلح کی وجہ سے ایتھنزیوں اور لاکے دیمونیوں نے کوئی فوجی نقل و حرکت نہیں کی لیکن من تینیوں اور تیگیوں اور ان دونوں کے حلیفوں میں بہ مقام لاؤ دیکیوم واقع اورستھہ لڑائی ہوئی۔ اس معرکہ میں کسی فریق کو قطعی طور پر کامیابی نہیں ہوئی کیونکہ جانبین نے دشمن کے صرف ایک بازو کو شکست فاش دی لیکن اس کے باوجود دونوں نے اپنی فتح کی یادگار نصب کی اور دیلفی کے مندر کو مال غنیمت بھجوایا۔ فریقین کو سخت جانی نقصان پہنچا جس کے بعد رات ہو گئی تو لڑائی رک گئی۔ اس کے باوجود تیگیہ کی فوج میدان جنگ ہی میں رکی رہی اور اس نے فوراً اپنی فتح کی یادگار نصب کی۔ اس کے برخلاف من تینی لشکر بوکولیون چلا گیا اور اس نے اپنی فتح کی یادگار بعد میں نصب کی۔ اسی موسم سرما کے اواخر میں

جب کہ ایک حد تک موسم بہار شروع بھی ہو چکا تھا، براسی داس نے پوتی دیہ پر قبضہ کرنے کی ایک اور کوشش کی۔ رات کے اندھیرے میں پہنچ کر وہ شہر پناہ کی دیوار پر سیڑھی لگانے میں کامیاب ہوا۔ یہ سیڑھی ایک سنتری کے گھنٹی بجاتے ہوئے گزرنے اور دوسرے سنتری کے گھنٹی لے کر واپس ہونے کے درمیانی وقفہ میں لگائی گئی اس لئے کسی کو خبر نہ ہو سکی۔ لیکن براسی داس کے سپاہیوں کے آنے سے پہلے ہی محافظ فوج کو پتہ چل گیا تو اس نے فوراً اپنے دستوں کو پیچھے ہٹا لیا اور دن نکلنے کا انتظار کئے بغیر رات ہی کو واپس چلا گیا۔ موسم سرما اس طرح ختم ہوا اور اسی کے ساتھ جنگ کا نواں سال اختتام کو پہنچا جس کی یہ تاریخ طوسی دیدس نے لکھی ہے۔

دُوسرا حصّہ

دوسرا حصّہ

پندرھواں باب

جنگ کا دسواں سال۔ کلیون اور براسی داس کی موت،

صلح نامہ نکیاس

دوسرے سال موسم گرما میں ایک سالہ عارضی صلح کی مدت پائیتھین کھیلوں کے مقابلوں کے انعقاد کے بعد ختم ہو گئی۔ صلح نامہ کے نفاذ کے دوران میں ایتھنزیوں نے دیلیئون کو دیلوس سے نکال دیا۔ ان کا خیال تھا کہ کسی سابقہ گناہ کی وجہ سے وہ تقدیس کے وقت ملیچھ ہو گئے تھے جس پر سہواً جزیرہ کی گزشتہ تخلیص کے وقت توجہ نہیں کی گئی۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اس سے پہلے جزیرہ میں دفن شدہ لاشوں کی ہڈیاں دوسرے مقامات پر منتقل کر کے ایتھنزیوں نے اس کی تخلیص اور تطہیر کی تھی۔ فارناکیس نے اترامائیتیوم کا علاقہ ایشیا میں ان کے لئے مختص کر دیا اور وہ دیلوس کا تخلیہ کر کے وہاں جا بسے۔

اسی عرصہ میں کلیون نے ایتھنزیوں کو اس امر پر راضی کر لیا کہ عارضی صلح کے

اختتام کے بعد اُسے بارہ سو انیتھنزی بھاری ہتھیار بند پیادوں اور تین سو سواروں اتحادیوں کی ایک بڑی فوج اور تیس جہازوں کے ساتھ تقریس جانے کی اجازت دی جائے۔ وہ پہلے سکیون کے ساحل پر رُکا جس کا محاصرہ ہنوز جاری تھا اور وہاں کی فوج میں سے چند بھاری ہتھیار بندوں کو ہمراہ لے کر کوفس روانہ ہوا جو تورونے کے علاقہ میں شہر سے قریب ایک بندرگاہ ہے۔ جن لوگوں نے براسی داس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اُن کے ذریعہ وہاں پتہ چلا کہ وہ تورونے میں نہیں ہے اور یہ کہ وہاں کی محافظ فوج اتنی طاقتور نہیں ہے کہ انیتھنزیوں کا مقابلہ کر سکے تو وہ اس شہر کے خلاف روانہ ہوا۔ اور ساتھ ہی دس جہازوں کو حکم دیا کہ چکر کاٹ کر بندرگاہ میں داخل ہو جائیں۔ پہلے وہ اس حصار کے پاس پہنچا جو براسی داس نے مضافاتی علاقوں کو شہر کے ساتھ شریک کرنے کی غرض سے حال میں تعمیر کیا تھا۔ اور اس غرض سے قدیم شہر پناہ کے کچھ حصہ کو منہدم کر دیا تھا۔ لاکے دیموفی کماندار پسی تیلید اس محافظ دستوں کو لے کر انیتھنزیوں کے حملے کو روکنے کے لئے فوراً اس مقام پر پہنچ گیا لیکن جب حملے کا دباؤ بڑھ گیا اور اُس نے انیتھنزی جہازوں کو بندرگاہ میں داخل ہوتے دیکھا تو گھبرایا کہ ممکن ہے مدافعت کرنے والے دستوں کے شہر پہنچنے سے پہلے ہی وہ اُس میں داخل ہو جائیں اور دشمن اس کو گرفتار کر لے۔ یہ سوچ کر اُس نے بیرونی حصار کو فوراً اس کے حال پر چھوڑ دیا اور شہر میں داخل ہو گیا لیکن اس عرصہ میں جہازوں سے اتر کر انیتھنزی شہر تورونے پر قبضہ کر چکے تھے۔ اور انیتھنزیوں کی بری فوج نے تیزی کے ساتھ تعاقب کر کے اُس کے دستوں کو اُس مقام پر جا لیا جہاں قدیم شہر پناہ کا کچھ حصہ منہدم کر دیا گیا تھا اور گھمسان کی دست بدست لڑائی ہوئی جس میں چند پلوپونیزی اور تورونی مارے گئے۔ بقیہ کو حملہ آوروں نے گرفتار کر لیا جن میں کماندار

پسی تیلیداس بھی تھا۔ اس اثنا میں براسی داس تورونے کی مدد کے لئے آگے بڑھا لیکن شہر سے تقریباً چار میل دور راستہ پر ایتھنزیوں کا قبضہ ہو جانے کی اطلاع ملی تو وہاں سے لوٹ گیا۔ کلیون اور ایتھنزیوں نے اس فتح کی یادگار دو مقامات پر نصب کی، ایک بندرگاہ کے پاس اور دوسری شہر پناہ کے قریب اور اہل تورونیہ کے بیوی بچوں کو غلام بنا کر مردوں کو پلوپونیزیوں اور کالکسی اسیرانِ جنگ کے ساتھ جن کی مجموعی تعداد سات سو تھی، ایتھنز بھجوا دیا۔ یہ سارے قیدی بعد کو اپنے اپنے وطن لوٹ گئے۔ پلوپونیزی اسیر معاہدہ صلح کے بعد رہا کر دیئے گئے اور بقیہ قیدیوں کو ان ایتھنزی اسیروں کے معاوضہ میں رہائی مل گئی جو اولنتھیوں کے قبضہ میں تھے۔ تقریباً اسی زمانہ میں ایتھنز کے سرحدی قلعہ پاناکتوم پر بیوتیوں نے سازش کے ذریعہ قبضہ کر لیا۔ ادھر کلیون تورونے کی حفاظت کے لئے فوج متعین کر کے ایتھاس کے گرد گھوم کر امفی پولس کی جانب روانہ ہوا۔

تقریباً اسی زمانہ میں فایاکس ابن ایراستراتوس ایتھنز کے سفیر کی حیثیت سے دو شرکائے کار کے ہمراہ اطالیہ اور سسلی روانہ ہوا۔ سسلی کی مملکتوں میں باہمی مصالحت کے بعد جب ایتھنزی وہاں سے چلے گئے تو لیون تینہ والوں نے اپنے شہریوں کی فہرست میں کئی نئے افراد کو شریک کر لیا اور عوام اراضی کی از سر نو تقسیم کرنا چاہتے تھے لیکن طبقہ شرفا کو جب ان کے ارادوں کا پتہ چلا تو انھوں نے سرقوسیوں کی مدد سے عوام کو شہر بدر کر دیا جو منتشر ہو کر مختلف مقامات کو چلے گئے لیکن شرفا نے سرقوسیوں سے ایک معاہدہ کر لیا اور شہر کو تباہ برباد کر کے سرقوسہ میں جا بسے جہاں اُن کو شہریت کے حقوق مل گئے۔ کچھ عرصہ بعد ان میں سے چند کو شکایات پیدا ہو گئیں تو وہ سرقوسہ کو چھوڑ کر شہر لیونتی نے کے ایک حصہ موسومہ فوکائیہ میں اور لیونتی نے کے ایک محفوظ اضلاعی مقام

بریگنائیہ میں جا بسے۔ یہاں جلاوطن عوامی فریق کے کئی افراد ان سے جا ملے جن کی
مدد سے انھوں نے قلعہ بند ہو کر لڑائی شروع کر دی۔ ایتھنزیوں کو جب اس کی
اطلاع ملی تو انھوں نے فایاکس کو روانہ کیا۔ وہ چاہتے تھے کہ اس علاقہ کے حلیفوں
اور بقیہ اہل سسلی کو سرقوسہ کے ہوسناک عزائم سے واقف کر کے اس کے خلاف
ایک عام متحدہ محاذ بنانے کی ترغیب دی جائے تاکہ لیون تینی کے عوام تباہی سے
بچ جائیں۔ فایاکس جب سسلی پہنچا تو اُسے کامارینہ اور اگریگنتوم میں اپنے مقصد
میں کامیابی ہوئی لیکن گیلہ والوں نے اس بری طرح جھڑک دیا کہ اُس کے بعد
اُس نے دوسرے مقامات کو جانے کی جرات نہیں کی۔ اُسے یقین ہو گیا کہ اس کی
بات کوئی نہیں مانے گا اس لئے وہ سکلوں کے علاقہ میں سے گزر کر کتانہ پہنچا اور
واپسی کے اس سفر کے دوران میں بریگنائیہ کی ہمت افزائی کرتے ہوئے سمندری
راستہ سے ایتھنز لوٹ گیا۔

سسلی کو جاتے اور وہاں سے واپس ہوتے وقت اس نے ساحلی علاقوں کے
چند اطالوی شہروں سے ایتھنز سے دوستی کے موضوع پر گفت و شنید کی اور اس
سفر کے دوران میں اتفاق سے اُس کی ملاقات چند لوکرسی آباد کاروں سے
بھی ہوئی جو مسینہ سے جلاوطن کر دئے گئے تھے۔ یہ افراد اُس علاقہ میں اس وقت
بھجوائے گئے تھے جب سسلی کی مملکتوں کی باہمی مصالحت کے بعد مسینہ کو تقسیم کرنے
والے ایک فریق نے لوکرسیوں سے مدد مانگی تھی اور کچھ عرصہ کے لئے مسینہ لوکرسیوں
کے زیر اقتدار آ گیا تھا۔ فایاکس نے ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا کیونکہ لوکری
اس کی بات مان کر ایتھنز سے معاہدہ کرنے پر راضی ہو گئے تھے۔ مخالفین میں صرف
یہی وہ لوگ تھے جنھوں نے اہل سسلی کے آپس میں صلح کر لینے کے بعد ایتھنز سے صلح
نہیں کی تھی اور اب بھی صلح نہ کرتے اگر ہپونیوں اور مدمائیوں سے لڑائی کی بنا

مجبوری نہ ہوتی ۔ یہ لڑائی ان لوگوں سے تھی جو ان کے سرحدی علاقوں میں آباد تھے اور انہی کے آباد کار تھے ۔ فایاکس ان لوگوں سے ملنے کے بعد وہاں سے روانہ ہوا اور بالآخر ایتھنز کو واپس پہنچ گیا ۔

کلیوں نے جس کی تورونے امفی پولس تک براہ سمندر روانگی کا ذکر ہم کر چکے ہیں ایون کو اپنا مستقر بنایا اور استاگیروش کی اندریائی نوآبادی پر حملہ کر کے قبضہ کرنے کی ایک ناکام کوشش کرنے کے بعد دھاوا کر کے تھاسوس کی نوآبادی گالیپوس کو مسخر کیا ۔ اس کے بعد اس نے پردکاس کے پاس اپنے قاصد بھجوائے اور حسب معاہدہ مطالبہ کیا کہ وہ اپنی فوج لے کر آئے ۔ اس نے اودومانیتوں کے بادشاہ پولیس کے پاس بھی تھریس کو قاصد بھجوائے اور اس سے خواہش کی کہ وہ زیادہ سے زیادہ تھریسی اجیر سپاہی اپنے ساتھ لائے ۔ اور اس کے بعد ایون میں خاموشی سے اس کی آمد کا انتظار کرنے لگا ۔ ادھر براسی داس کو جب اس کی خبر ملی تو اس نے کوہ کردیلیوم پر پڑاؤ ڈال دیا جہاں سے وہ چاروں طرف کے ملک پر آسانی سے نظر دوڑا سکتا تھا ۔ یہ پہاڑ ارگیلیہ کے علاقہ میں امفی پولس سے قریب واقع ہے اور اس کے اور امفی پولس کے درمیان ایک ندی حائل ہے ۔ اب کلیون کی ہر فوجی نقل و حرکت کو براسی داس اپنے مقام سے دیکھ سکتا تھا اور اس کو یقین تھا کہ کلیون دشمن کی فوج کو اس کی تعداد کی کمی کی وجہ سے خاطر میں نہ لاکر امفی پولس پر اپنی موجودہ فوج کی مدد سے حملہ کر دے گا ۔ ساتھ ہی براسی داس نے اپنے جھنڈے تلے پندرہ سو تھریسی اجیر سپاہی اور ایدونیوں کی ساری فوج کو جمع کیا جو سواروں اور تیر اندازوں پر مشتمل تھی ۔ اس کی فوج میں ایک ہزار مرکینیائی اور کالکسی تیر انداز ان تیر اندازوں کے علاوہ تھے جو شہر امفی پولس میں موجود تھے ۔ بھاری ہتھیار بند پیادوں کی جملہ تعداد کوئی دو ہزار تھی اور

تین سو یونانی سوار بھی اس کے لشکر میں موجود تھے۔ ان میں سے پندرہ سو کوہ کر دیلیوم پر اس کے ساتھ تھے اور بقیہ کلیریدا اس کے ہمراہ امفی پولس میں تھے۔

کچھ عرصہ تک تو کلیون اپنی جگہ خاموش رہا لیکن بالآخر براسی داس کے اندازہ کے مطابق حرکت کرنے پر مجبور ہو گیا۔ اس کے سپاہی بے کاری سے اکتا۔ اس کی کمزوریوں اور سپاہ سالار کی حیثیت سے نااہلی اور فریق مخالف کے کمانڈر کی جنگی مہارت و جوانمردی کا خیال کر کے سوچنے لگے کہ انھوں نے ابتدا میں کلیون کی فوج میں شریک نہ ہونے کا جو ارادہ کیا تھا اسی پر قایم رہتے تو بہتر ہوتا۔ یہ بات جب کلیون کے کانوں تک پہنچی تو اس نے فوج کو اسی مقام پر روک کر سپاہیوں کے غم و غصہ میں اضافہ کرنا نہیں چاہا اور کیمپ برخاست کر کے آگے بڑھا۔ اب اس کی ذہنی کیفیت وہی تھی جس کا مظاہرہ اس نے پیلوس میں کیا تھا اور جس کی فتح کی بدولت اس میں خود اعتمادی پیدا ہو گئی تھی۔ اس کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہیں آئی کہ دشمن مقابلہ کے لئے آئے گا۔ اس نے کہا کہ اس کے اقدام کا مقصد موقع محل کا معائنہ تھا اور یہ کہ وہ کمک کا انتظار اس خیال سے نہیں کر رہا تھا کہ دشمن سے مقابلہ ہو تو فتح کا یقین ہو جائے بلکہ کمک آنے کے بعد شہر کو گھیر کر اس پر دھاوا کرنا مقصود تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر اپنی فوج کو امفی پولس کے سامنے ایک محفوظ پہاڑی پر کھڑا کیا اور خود دریائے استرایمون کی جھیل اور بجانب تھریس شہر کے محل وقوع کے معائنہ کے لئے آگے بڑھا۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ جب چاہے گا واپس ہو سکے گا کیونکہ نہ تو شہر پناہ کے اوپر کوئی متنفس نظر آیا اور نہ شہر کے داخلی دروازوں کے پاس جو بند تھے۔ اس صورت حال کے پیش نظر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس نے اپنے ساتھ منجنیقیں نہ لے جا کر بڑی غلطی کی کیونکہ شہر کی مدافعت کرنے کے لئے کوئی موجود نہ تھا اور اگر منجنیقیں

ہو تیں تو کلیون اس پر قبضہ کر سکتا تھا۔

براسی داس نے ایتھنزی فوج کو اپنی جگہ سے حرکت کرتے دیکھا تو فوراً کردیلیوم پر سے اتر کر شہر امفی پولس میں داخل ہو گیا۔ اُس نے اپنی فوج کو باضابطہ طور پر ایتھنزیوں کے مقابلہ پر لے جانے کی جسارت نہیں کی کیونکہ اُسے اپنی طاقت پر بھروسہ نہیں تھا اور وہ اُسے ناکافی سمجھتا تھا۔ تعداد کے لحاظ سے تو فریقین کی طاقت میں کوئی زیادہ فرق نہیں تھا لیکن مقابلہ ایتھنز کی منتخب ترین فوج سے تھا جس میں لمنوسی اور امبروسی بھی شامل تھے۔ براسی داس چاہتا تھا کہ کلیون کو پلوپونیزی فوج کی تعداد کا اندازہ کرنے کا موقع نہ ملے اور چھپ کر اچانک دھاوا کر کے اُسے دشمن کو حقیر سمجھنے کی سزا دے۔ یہ سوچ کر اُس نے ایک سو پچاس بھاری ہتھیار بند پیادے منتخب کر کے اپنے ساتھ لئے اور بقیہ فوج کو کلیریداس کے ساتھ کر کے چاہتا تھا کہ ایتھنزیوں کے واپس جانے سے پہلے اُن پر حملہ کرے۔ وہ کمک آنے سے پہلے تنہا ایتھنزی فوج سے نبرد آزمائی کا خواہاں تھا۔ اس مقصد کے تحت اُس نے سارے سپاہیوں کو ایک جگہ جمع کیا اور اپنے منصوبہ کو سمجھانے اور اُن کی ہمت افزائی کرنے کی غرض سے حسب ذیل تقریر کی :—

"پلوپونیزیو! اس حقیقت سے سب واقف ہیں کہ ہمارے ملک نے اپنی آزادی کی حفاظت ہمیشہ اپنی قوت بازو سے کی ہے۔ آپ دوریانی ہیں اور دشمن جس سے اب مقابلہ ہونے والا ہے ایونی نسل سے تعلق رکھتا ہے جسے آپ ہر معرکہ میں شکست دیتے آئے ہیں۔ اس لئے میں اس بارے میں کچھ اور کہنا نہیں چاہتا۔ لیکن حملہ کے لئے جو ترکیب میں نے سوچی ہے وہ آپ کو بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ بظاہر ایسا معلوم ہوگا کہ پوری فوج کے ساتھ لڑنے کی بجائے

صرف ایک دستہ کی مدد سے قسمت آزمائی کی جائے تو ہم نقصان میں رہیں گے اس لئے ممکن ہے آپ پست ہمت ہو جائیں لیکن میرا خیال ہے کہ ایک تو دشمن نے ہم کو حقیر سمجھ رکھا ہے دوسرے اس کا خیال ہے کہ شہر سے باہر نکل کر کوئی مقابلہ پر نہیں آئے گا اس لئے ایتھنزی یہاں تک بڑھ آئے ہیں اور ہماری موجودگی سے بے خبر مقام او ماحول کی دیکھ بھال میں مصروف ہیں۔ کامیاب سپاہی وہی ہے جو دشمن کی اس قسم کی غفلت سے فائدہ اٹھانے کے لئے ہمیشہ تیار رہے اور مکمل احتیاط کے ساتھ اپنے وسایل کا جائزہ لے کر کھلے اور باقاعدہ طور پر نہیں بلکہ اچانک حملہ کر دے۔ اس قسم کی چالیں جن سے دشمن کو سراسر دھوکہ ہو اور دوستوں کو فائدہ پہنچے، فوجی حکمت عملی کا اہم ترین جزو سمجھی جاتی ہیں۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ دشمن کی بے پرواہی اور غفلت سے فائدہ اٹھائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایتھنزی اپنے موقف کو مضبوط کرنے کی بجائے زیادہ تر یہاں سے لوٹنے کی فکر کر رہے ہیں۔ وہ خطرات سے بے خبر اور غافل ہیں اس لئے میں اپنے تحت کے جوانوں کے ساتھ جھپٹ کر ان کے قلب لشکر پر دھاوا کرنے کی کوشش کروں گا۔ کلیریداس! جب تم دیکھو کہ میرے اچانک حملہ کی وجہ سے غنیم دہشت زدہ ہو گیا ہے تو امفی پولس کے دستوں اور بقیہ حالفین کو ساتھ لے کر اچانک شہر کا دروازہ کھول کر ممکنہ تیزی کے ساتھ دشمن پر حملہ کر دینا۔ ایتھنزیوں کو بدحواس کرنے کی یہ بہترین ترکیب ہوگی کیونکہ مصروف مقابلہ فوج کے علاوہ تازہ دم فوج حملہ آور ہو تو فریق مقابل کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں۔ کلیریداس! تم اسپارٹی ہو، اپنی ہمت و شجاعت کا ثبوت دینا۔ اتحادیو! تم بہادر سپاہیوں کی طرح کلیریداس کے احکام کی پابندی کرنا۔ یاد رکھو جوش و جذبہ، پاس ننگ و ناموس اور فرماں برداری سپاہی کے بہترین جوہر ہیں۔ آج کے معرکے میں یا تو آپ

آزادی حاصل کریں گے اور لاکے دیمون کے حلیف بن جائیں گے یا ایتھنز کے غلام بنا دیے جائیں گے۔ اگر آپ کو جانی نقصان نہ پہنچے یا آپ کی شخصی آزادی متاثر نہ ہو تو بھی آپ کی غلامی کی زنجیریں زیادہ مضبوط ہو جائیں گی اور آپ کی وجہ سے بقیہ اہل یونان کی تحریک آزادی کے راستہ میں بھی رکاوٹیں پیدا ہو جائیں گی۔ یہ لڑائی نہایت بلند مقاصد کے لئے لڑی جا رہی ہے اس لئے جرأت اور جوانمردی دکھایئے۔ اور جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں بتا دوں گا کہ جس بات کی تلقین میں دوسروں کو کر رہا ہوں اُس پر خود بھی عمل کر سکتا ہوں۔"

اس مختصر تقریر کے بعد خود براسی داس نے شہر پناہ سے باہر نکل کر دشمن پر دھاوا کرنے کی تیاری شروع کی اور بقیہ فوج کو کلیریداس کے ماتحت شہر کے تھریسی دروازہ کے پاس بھجوا دیا تاکہ حسب قرارداد بروقت اُس کی مدد کی جائے۔ ادھر ایتھنزیوں نے براسی داس کو کردیلیوم سے اترتے اور شہر میں داخل ہوتے دیکھ لیا کیوں کہ باہر سے شہر کے سارے مقامات صاف دکھائی دیتے تھے۔ انھوں نے لاکے دیمونیوں کو ایتھینا کے مندر کے پاس قربانی کی رسم ادا کرتے دیکھا۔ غرض اُس کی ساری نقل و حرکت باہر سے نظر آ رہی تھی۔ کلیون اطراف کے مقامات دیکھنے کے لئے گیا ہوا تھا۔ اُس کو اطلاع دی گئی کہ دشمن کی ساری فوج شہر میں نظر آ رہی ہے اور دروازہ کے نیچے کثیر تعداد میں گھوڑوں اور سپاہیوں کے پیر دکھائی دے رہے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شہر پناہ سے باہر نکل کر دھاوا کرنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ یہ سُن کر کلیون خود دیکھنے کے لئے ایک ٹیلے پر چڑھ گیا۔ وہ کمک آنے سے پہلے کوئی فیصلہ کن لڑائی لڑنا نہیں چاہتا تھا اور یہ سمجھ کر کہ فوج کو واپس جانے کا موقع مل جائے گا اُس نے واپسی کا حکم جاری کیا۔ میسرہ کو ایون کی جانب بڑھنے کی ہدایت دی گئی کیوں کہ اس کے سوا کسی اور طرف جانا عملاً ممکن بھی نہیں تھا۔

کلیون نے جب محسوس کیا کہ ان احکام کی تعمیل کافی سرعت کے ساتھ نہیں کی جا رہی ہے تو وہ خود ہی فوج کے ساتھ جا ملا اور میمنہ کو پلٹنے کی ہدایت دی جس کی وجہ سے اس کا غیر مسلح پہلو دشمن کی زد میں آ گیا۔ اس کے ساتھ ہی براسی داس نے جو موقع کا منتظر تھا دھاوا کرنے کا ارادہ کیا اور اپنے ساتھ کے منتخب سپاہیوں اور فوج کے دوسرے دستوں کو مخاطب کر کے کہا "وہ لوگ ہرگز ہمارے حملہ کی تاب نہیں لا سکیں گے۔ اُن کے نیزوں اور سروں کی حرکت اور انداز سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہمارے مقابلہ میں ٹک نہیں سکتے۔ اس لئے فوراً وہ دروازے کھول دو جن کا میں ذکر کر چکا ہوں۔ آؤ ہم باہر نکل کر دشمن پر بے خطر دھاوا کریں۔ ہماری کامیابی یقینی ہے۔" اس کے بعد جنگلے کے دروازے اور لمبی دیوار (جو پہلے وہاں موجود تھی) کے دروازے سے باہر نکل کر براسی داس اور اُس کے سپاہی اُس سیدھی سڑک پر سرپٹ دوڑے جہاں پہاڑی کے سب سے زیادہ ڈھلواں حصہ پر اس وقت فتح کی یادگار نصب ہے' اور ایتھنزی لشکر کے قلب پر حملہ کیا۔ ایتھنزی جو خود اپنی فوج کی بے ترتیبی کی وجہ سے سہمے ہوئے تھے دشمن کے اچانک اور بے باکانہ حملہ سے بدحواس ہو کر تتر بتر ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی حسب قرار داد کلیریداس اپنی فوج کے ساتھ تھریسی دروازہ سے باہر آ گیا اور اُس نے بھی ایتھنزی لشکر پر حملہ کر دیا۔ ایتھنزی فوج کے دونوں بازوؤں پر جب اس طرح اچانک حملہ ہوا تو اُس کی صفیں درہم برہم ہو گئیں اور اُس کے میمنہ نے جو ایون کی سمت کچھ آگے بڑھ چکا تھا راہ فرار اختیار کی۔ جس وقت یہ فوج بھاگ رہی تھی براسی داس میمنہ پر حملہ کرنے کی غرض سے آگے بڑھا لیکن راستہ میں زخمی ہو کر گر پڑا۔ اس کے گھایل ہونے کی اطلاع ایتھنزیوں کو نہیں ہو سکی کیوں کہ جو سپاہی قریب تھے وہ اُسے اٹھا کر میدانِ جنگ سے نکال لے گئے۔ ایتھنزی میمنہ نے زیادہ ثابت قدمی دکھائی اور اگرچہ کلیون

جو شروع ہی سے لڑنا نہیں چاہتا تھا، فوراً میدان جنگ سے بھاگا لیکن ایک میر کینیانی گو بھنیے نے تعاقب کر کے اُس کو ہلاک کر دیا۔ اُس کی پیادہ فوج نے اپنی صفوں کو ایک دوسرے سے قریب کر کے پہاڑی پر کلیریداس کے حملوں کو دو ایک دفعہ ناکام کر دیا اور اس وقت تک مقابلہ کرتے رہے جب تک میر کینیانی گو بھنیوں اور کالکسی سواروں نے چاروں طرف سے گھیر کر اُن کو پسپا نہیں کر دیا۔ اس کے بعد ساری ایتھنزی فوج نے راہ فرار اختیار کی اور اس کے جو سپاہی کالکسی سواروں اور گو بھنیوں کی زد سے بچ نکلے وہ منتشر ہو کر پہاڑیوں پر چڑھ گئے اور بدقت تمام جان بچا کر ایون پہنچے۔ جو لوگ براسی داس کو میدان جنگ سے اٹھا لائے تھے وہ اُسے شہر میں لے گئے، جہاں وہ دم توڑ رہا تھا۔ اپنی فوج کی فتح کی خبر سننے کے کچھ ہی عرصہ بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ بقیہ لاکے دیمونی فوج کلیریداس کے ساتھ دشمن کا تعاقب کرنے کے بعد مُردہ سپاہیوں کے ہتھیار اور زرہ بکتر اکٹھا کر کے واپس ہوئی اور اس نے اپنی فتح کی یادگار نصب کی۔

اِس کے بعد براسی داس کی تدفین سرکاری خرچ سے اور مکمل فوجی اعزاز کے ساتھ شہر کے اس حصہ میں عمل میں آئی جس کے روبرو آج چوک کی عمارتیں کھڑی ہیں۔ اِس رسم میں سارے حلیفوں نے شرکت کی اور اہل امفی پولس نے اُس کی قبر کے اطراف احاطہ تعمیر کر کے اُسے شجاعانہ اعزاز دیا اور ہر سال قربانی اور چڑھاوے کی رسمیں اور کھیلوں کے مقابلے منعقد کرنے لگے۔ انھوں نے براسی داس کو اپنی نو آبادی کا بانی قرار دیا اور اُن تمام یادگاروں اور نشانیوں کو مٹا دیا جن سے ہاگنون کے اس شہر کے بانی ہونے کا پتہ چلتا تھا۔ کیوں کہ وہ اب براسی داس کو اپنا نجات دہندہ سمجھنے لگے اور چونکہ ایتھنز سے خائف ہو کر وہ لاکے دیمون سے اتحاد اور دوستی کے خواہاں تھے اس لئے اول الذکر سے موجودہ مخاصمت کی بنا پر

ہاگنوں کی یادگاروں اور اعزاز کو برقرار رکھنا ان کے لئے مفید یا موجب طمانیت نہیں ہو سکتا تھا۔ انھوں نے ایتھنزیوں کو ان کے ہلاک شدہ سپاہیوں کی لاشیں اٹھانے کی اجازت بھی دے دی۔ اس لڑائی میں تقریباً چھ سو ایتھنزی کام آئے۔ اس کے مقابلہ میں دشمن کے صرف سات سپاہی ہلاک ہوئے کیوں کہ جیسا کہ میں بیان کرچکا ہوں کوئی باضابطہ مقابلہ نہیں ہوا بلکہ اچانک دھاوُں کی طرف سے ایتھنزی بدحواس اور منتشر ہوگئے۔ اپنے سپاہیوں کی لاشیں اٹھانے کے بعد ایتھنزی سمندر کے راستہ اپنے وطن کو روانہ ہوئے لیکن کلیریداس امفی پولس ہی ضروری انتظامات کرنے کے لئے اپنی فوج کے ساتھ وہیں ٹھہر گیا۔

تقریباً انہی دنوں تین لاکے ڈیمونی یعنے رامفیاس، آتوخاریداس اور اپیکائیدیداس نو سو بھاری ہتھیار بند پیادوں کے ساتھ تھریس کے لئے روانہ ہوئے اور ہرقلیہ واقع تراخیس پہنچ کر مصلحت وقت کے مطابق اس کے انتظامات درست کئے۔ یہ امدادی فوج اس طرح یہاں رکی ہوئی تھی کہ ادھر امفی پولس میں متذکرہ بالا لڑائی ہوگئی اور اس کے بعد گرمیوں کا موسم ختم ہوگیا۔

موسم سرما کے اوایل میں رامفیاس اور اس کے شرکائے کار تھسلی کے علاقہ میں پیریئیم تک آگے بڑھ گئے، لیکن جب وہاں تھسالیوں نے اُن کا راستہ روک لیا اور ساتھ ہی براسی داس کی ہلاکت کی اطلاع ملی جس کے لئے وہ امدادی فوج لے جارہے تھے، تو لوٹ کر اپنے وطن کی جانب روانہ ہوئے۔ وہ اس لئے واپس ہوگئے کہ ایتھنزی امفی پولس میں شکست کھانے کے بعد تھریس کا علاقہ چھوڑ چکے تھے۔ اس کے علاوہ رامفیاس اور اس کے ساتھی اپنے آپ کو براسی داس کے منصوبوں کو پورا کرنے کا اہل نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن ان کی واپسی کی سب سے اہم وجہ یہ تھی کہ لاکے ڈیمون سے چلتے وقت انھوں نے محسوس کیا تھا کہ دراصل اہل ملک

امن چاہتے ہیں۔

اور حقیقتاً ہوا بھی یہی کہ امفی پولس کی لڑائی اور تھسلی سے رامفیاس کی واپسی کے بعد دونوں فریقوں نے جنگ کی کارروائیوں کو روک کر قیام امن کی کوشش شروع کی۔ ایتھنز کو دیلیوم میں اور اس کے کچھ ہی عرصہ بعد امفی پولس میں کاری ضرب لگی تھی جس کی وجہ سے ایتھنزیوں کو اپنی طاقت پر اگلا سا اعتماد باقی نہیں رہا تھا۔ اس سے پہلے مسلسل کامیابیوں کی بنا پر ان کا خیال تھا کہ بالآخر انہی کی فتح ہوگی اس لئے وہ صلح سمجھوتہ کی ہر ایک تحریک کو مسترد کر دیتے تھے۔ اس کے علاوہ ایتھنز خایف ہو گیا تھا کہ اس کی ناکامیوں کو دیکھ کر کہیں حلیفوں میں سرکشی کی تحریک عام نہ ہو جائے اور ایتھنزی اب یہ سمجھنے لگے تھے کہ پیلوس کی فتح کے بعد قیام امن کا جو بہترین موقع ملا تھا اس سے فائدہ نہ اٹھا کر انھوں نے بڑی سخت غلطی کی۔ اُدھر جنگ کی رفتار نے لاکے دیمونیوں کی اس توقع کو بے بنیاد ثابت کر دیا کہ ایتھنز کے علاقوں کو تاخت و تاراج کیا جائے تو چند سال کے اندر ہی اس کی قوت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اُسے اسفاکتیریہ میں اس بُری طرح شکست ہوئی تھی کہ اسپارٹا کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ پیلوس اور کاتی تھیرا کو مستقر بنا کر ایتھنز نے لاکے دیمون کے علاقوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ ہیلوت اسپارٹیوں کا ساتھ چھوڑ کر ملک کے باہر جا رہے تھے اور یہ اندیشہ ہر وقت لگا رہتا تھا کہ مقامی ہیلوت اپنے بیرون ملک کے ساتھیوں سے امداد کی توقع پر موقع سے فائدہ اٹھا کر پھر انقلابی جدوجہد شروع کر دیں گے۔ علاوہ بریں اتفاقاً اسی زمانہ میں آرگوس کے ساتھ لاکے دیمون کے تیس سالہ معاہدۂ صلح کی مدت ختم ہو رہی تھی اور آرگوسی اس عہد نامہ کی تجدید اُس وقت تک کرنے پر راضی نہیں ہوتے تھے جب تک کاتی نوریہ کا علاقہ ان کو واپس نہ کر دیا جائے۔ بنا بریں

آرگوس اور ایتھنز دونوں سے بہ یک وقت مقابلہ کرنا ناممکن معلوم ہوتا تھا۔ اور پھر اسپارٹہ کو شبہ تھا کہ پلوپونیز کے بعض شہر دشمن سے مل جانے کی فکر کر رہے ہیں، اور یہ اندیشہ حقیقت پر مبنی بھی تھا۔

یہ تھے وہ حالات جن کی بنا پر ہر دو فریق صلح پر مائل ہوئے۔ لاکے ڈیمونی غالباً قیام امن کے لئے زیادہ بے تاب تھے کیوں کہ وہ اسفاکتیریہ کے اسیرانِ جنگ کی رہائی کے لئے بڑی سرگرمی سے کوشش کر رہے تھے۔ ان قیدیوں میں جو اسپارٹی تھے اُن کا تعلق لاکے ڈیمونی کے ممتاز ترین خاندانوں سے تھا اور وہ برسر اقتدار فریق کے رشتہ دار تھے۔ ان کی گرفتاری کے بعد ہی ایتھنز سے گفت و شنید شروع کی گئی تھی لیکن چونکہ اس زمانہ میں ثانی الذکر کا ستارہ عروج پر تھا اور ہر معرکہ میں فتح ہو رہی تھی اس لئے انھوں نے معقول سے معقول تجویز کو بھی مسترد کر دیا اگرچہ ڈیلیوم میں اُن کی شکست کے بعد لاکے ڈیمونیوں نے موقع سے فائدہ اٹھا کر فوراً ایک سال کے لئے جنگ بندی کا معاہدہ کر لیا۔ ان کو یقین تھا کہ اس شکست کی وجہ سے ایتھنزی صلح کی پیش کش کو آسانی سے رد نہیں کر سکیں گے۔ چنانچہ ہوا بھی یہی اور صلح نامہ کی تکمیل ہو گئی اور طے پایا کہ اس ایک سال کے دوران میں فریقین آپس میں گفتگو کر کے طویل تر عرصہ کے لئے قیام امن کے امکانات کا جائزہ لیں۔

لیکن امفی پولس میں ایتھنزیوں کی شکست اور کلیون اور براسی داس کی ہلاکت کے بعد صورت حال بدل گئی کیوں کہ یہی دو سپاہ سالار صلح اور قیام امن کے سب سے زیادہ مخالف تھے۔ براسی داس صلح کا اس لئے مخالف تھا کہ فتوحات کی وجہ سے اُس کی شہرت اور اثر میں اضافہ ہو رہا تھا۔ اور کلیون کو یہ ڈر لگا ہوا تھا کہ امن قائم ہو جائے تو اس کے جرائم کا پتہ زیادہ آسانی سے چل جائے گا اور اُس کی افترا پردازیوں کے کارگر ہونے کے امکانات کم ہو جائینگے

ان کے انتقال کے بعد اسپارٹہ میں پلائستوانا کس ابن پوسانیاس شاہ لاکے ڈیمون اور ایتھنز میں نکیاس ابن نکیراتوس جو اپنے عہد کا سب سے زیادہ خوش قسمت سپہ سالار تھا، صلح کے خواہاں تھے اور قیام امن کے لئے پہلے سے کہیں زیادہ جوش اور سرگرمی کے ساتھ کوشش کر رہے تھے۔ یہ دونوں اپنے اپنے ملک کے مقتدر ترین رہبر تھے۔ نکیاس چاہتا تھا کہ اپنی اقبال مندی سے جلد از جلد فائدہ اٹھاکر اپنے آپ کو اور اہل ایتھنز کو مشکلات سے نجات دلائے۔ وہ چاہتا تھا کہ تاریخ میں اُس کا نام ایک ایسے کامراں مدبر کی حیثیت سے زندہ رہے جس نے کبھی ناکامی کا مُنہ نہ دیکھا ہو۔ اور اس مقصد کے حصول کا سب سے بہتر طریقہ اُس کے نزدیک یہ تھا کہ ہر قسم کے خطرات سے پرہیز کیا جائے اور جہاں تک ممکن ہو کوئی ایسی مہم نہ شروع کی جائے جس کا نتیجہ غیر یقینی ہو اور یہ کہ ایسی حکمت عملی امن کے زمانہ ہی میں اختیار کی جا سکتی ہے۔ دوسری جانب پلائستوانا کس کی بحالی کی لاکے ڈیمون میں سخت مخالفت ہو رہی تھی اور جب کبھی کوئی ناکامی یا شکست ہوتی تھی اُس کے دشمن اسپارٹیوں کو اُس کے خلاف اُکسانے کی باضابطہ کوشش کرتے تھے جیسے ساری خرابیاں اُس کی بحالی کی وجہ سے پیدا ہو رہی تھیں الزام یہ لگایا جاتا تھا کہ اُس نے اور اُس کے بھائی ارسطوکلیس نے ڈیلفی کی کاہنہ کو رشوت دی تھی اور اس بنا پر یکے بعد دیگرے جتنے بھی لاکے ڈیمونی وفد اس مندر کو بھجوائے گئے اُن سب کو کاہنہ نے خبردار کیا کہ زیوس دیوتا کے الوہی فرزند کی اولاد کو ملک میں واپس لایا جائے ورنہ چاندی کا ہل چلانا ہوگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بالآخر لائکیوم میں اُس کی جلاوطنی کے انیسویں سال لاکے ڈیمونی اُسے رقص اور قربانی کی اُن تمام رسموں کے ساتھ بحال کرنے پر راضی ہو گئے جو ملک کی ابتدائی آبادکاری کے وقت بادشاہوں کی تخت نشینی کے موقع پر ادا کی جاتی تھیں۔

پلائستوانا کس کو اس شبہ کی بنا پر دیس سے نکال دیا گیا تھا کہ اُس نے رشوت لیکر حملہ آور لاکے ڈیمونی فوج کو اٹیکا سے واپسی کا حکم دیا تھا۔ اور جلاوطنی کے زمانہ میں لائیکیوم پہنچ کر اس نے لاکے ڈیمونیوں کے خوف سے زیوس دیوتا کے مندر کے مقدس احاطہ میں اپنے لئے مکان تعمیر کرنا شروع کیا تھا جس کا آدھا حصہ تیار بھی ہو چکا تھا۔ اس کے بعد متذکرہ بالا طریقہ پر اُس کی بحالی عمل میں آئی۔ پلائستوانا کس نے اس الزام سے بچنے کے لئے اور یہ سوچکر کہ امن قایم ہو جائے تو ہر آفت سے نجات مل جائے گی اور جب لاکے ڈیمونی اسیران جنگ رہا ہو کر ملک میں واپس آجائیں گے تو مخالفین کو ریشہ دوانیوں کا موقع نہیں ملے گا (اس کے برخلاف جنگ جاری رہے تو ہر قسم کی خرابی کی ذمہ داری ملک کے مقتدر ترین افراد پر عاید ہوتی ہے) ایتھنز سے صلح کے لئے پوری مستعدی کے ساتھ کوشش شروع کی۔ چنانچہ یہ موسم سرما شرایط صلح کی گفت وشنید میں صرف ہوا اور موسم بہار کے اوایل میں لاکے ڈیمونیوں نے اپنی بلدیات کے نام احکام جاری کئے کہ اٹیکا کو چاروں طرف سے گھیر کر اُس پر قبضہ کرنے کے لئے ضروری تیاریاں کی جائیں تاکہ ایتھنزی مرعوب ہو کر صلح کے پیش کش پر غور کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ صلح کی گفتگو کے دوران میں دونوں فریقوں نے کئی مطالبات پیش کئے اور اُن پر زور دیا لیکن آخرکار باہمی رضامندی سے صلح کی بنیاد کا تصفیہ ہو گیا۔ اس کے مطابق طے پایا کہ دونوں فریق اپنے اپنے مفتوحہ علاقے واپس کر دیں لیکن نسیہ ایتھنز ہی کے قبضہ میں رہے۔ پلاتیہ کے بارے میں ایتھنز کے مطالبہ کو تھبنزیوں نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ اُس پر زبردستی یا سازش کے ذریعہ قبضہ نہیں کیا گیا تھا بلکہ خود پلاتیہ کے باشندوں کی متفقہ اور رضاکارانہ خواہش پر اس کا الحاق عمل میں آیا تھا۔ نسیہ کے بارے میں ایتھنزیوں نے بھی یہی استدلال پیش کیا کہ اُس نے از خود اور بلا جبر واکراہ اپنے آپ کو ایتھنز کے

وابستہ کر دیا تھا۔ یہ طے ہو جانے کے بعد لاکمر دیموتیوں نے اپنے اتحادیوں کو طلب کیا اور صلح کے بارے میں رائے لی تو سب نے تائید کی سوائے بیوتیوں، کورنتھیوں، ایلیوں اور میگاریوں کے حلیفوں نے مخالفت میں رائے دی۔ اس کے بعد صلح نامہ مرتب کیا گیا اور فریقین نے ان شرائط کی پابندی کا حلف اٹھایا۔

ایتھنزیوں اور لاکمے دیموتیوں اور اُن کے اتحادیوں کی بلدیات نے حسب ذیل شرائط صلح کی پابندی کا یکے بعد دیگرے حلف اٹھایا۔

(۱) قومی مندروں میں داخلہ کی ہر شخص کو اجازت ہوگی اور ان مقدس مقامات کو جو شخص بھی جانا چاہے اُس کے لئے بری اور بحری راستے کھلے رہیں گے اور ہر شخص اپنے ملک کے رواج کے مطابق ان مندروں میں قربانی کی رسوم ادا کر سکے گا، دیوی دیوتاؤں سے استخارہ کر سکے گا اور کھیلوں کے مقابلوں میں شریک ہو سکے گا۔

(۲) اپولو کی قربان گاہ اور مندر واقع دلفی اور باشندگان دلفی اور ان کا علاقہ خود اُن کی مملکت کے قوانین کا تابع ہوگا اور صرف انہی کی مملکت کو ان پر محاصل عاید کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ ان کے مقدمات کا تصفیہ خود انہی کی عدالتیں کریں گی۔

(۳) ان شرائط صلح کی پابندی ایتھنز اور ایتھنز کے حلیفوں اور لاکمے دیموتیوں اور اُن کے حلیفوں کے لئے پچاس سال تک لازمی ہوگی اور اس دوران میں فریقین ایک دوسرے کے خلاف نہ تو بری یا بحری راستہ سے کوئی اقدام کریں گے اور نہ ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کی غرض سے کوئی خفیہ کارروائی کریں گے۔

(۴) لاکمے دیموتی اور اُن کے حلیف ایتھنز اور اُس کے حلیفوں کے

خلاف یا ایتھنزی اور اُن کے حلیف لاکے دیمون یا اُس کے حلیفوں کے خلاف کسی عنوان یا کسی طریقہ سے کوئی مسلح کارروائی کریں تو وہ ناجائز ہوگی۔ اور فریقین کے مابین کوئی اختلاف رائے پیدا ہو تو باہمی رضامندی سے شرائط صلح کے مطابق قانونی چارہ جوئی اختیار کی جائے گی۔

(۵) لاکے دیمونی اور اُن کے حلیف، ایتھنزیوں کو امفی پولس کا علاقہ واپس دے دیں گے۔ لیکن جو بلدیات لاکے دیمونی ایتھنز کو واپس دیں گے اُن کے شہریوں کو اجازت ہوگی کہ وہ جہاں چاہیں سکونت اختیار کریں اور اپنی املاک اپنے ساتھ لے جائیں۔ یہ شہر آزاد ہوں گے لیکن ان کے لئے ارسطیدکش کے مقرر کردہ خراج کی ادائی لازمی ہوگی۔ اور اس صلح نامہ کی تکمیل کے بعد جب تک خراج برابر ادا ہوتا رہے، ایتھنزی یا اُن کے حلیف ان بلدیات کے خلاف جنگ کرنے کے مجاز نہیں ہوں گے۔ متذکرہ شہروں کے نام آرگولوس، استاگیروس، اکانتھوس، اسکولوس، اولنتھوس اور اسپارتولوس ہیں۔ یہ شہر غیر جانب دار رہیں گے اور ایتھنز یا لاکے دیمون کے اتحاد سے اُن کا تعلق نہیں ہوگا لیکن اگر یہ رضامند ہوں تو ایتھنزیوں کو اختیار ہوگا کہ اُن کو اپنے اتحاد میں شریک کر لیں۔ مگر اس کے لئے ان شہروں کی رضامندی لازمی ہوگی۔ میکی برنائی، سانائی اور سنگائی اُن کے اپنے شہروں میں سکونت پذیر رہیں گے۔ اسی طرح اولنتھی اور اکانتھوسی بھی اپنے شہروں میں رہیں گے لیکن لاکے دیمونی یا ناکتوم کا شہر ایتھنزیوں کو واپس کر دیں گے۔

(۶) ایتھنزی کوریفازیوم، کاتھیرا، میتھانا، پتی لیوم اور اطالانطہ کی بلدیات لاکے دیمونیوں کو واپس کر دیں گے۔ اس کے علاوہ اُن تمام لاکے دیمونیوں کو رہا کر دیں گے جو ایتھنز یا اُس کی مقبوضات کی جیلوں میں

بند ہوں، سکیونے میں محصور پلو پونیزیوں اور لاکے ڈیمون کے حلیفوں سے تعلق رکھنے والے سارے افراد اور اُن تمام لوگوں کو جنھیں براسی داس نے سکیونے بھجوایا تھا اور ایتھنز اور اس کے مقبوضات کی جیلوں میں لاکے ڈیمون کے کوئی حلیف نظر بند ہوں تو اُن کو بھی رہا کر دیا جائے گا۔

(۷) اسی طرح لاکے ڈیمونی اور اُن کے حلیف اُن تمام ایتھنزیوں اور اُن کے اتحادیوں کو رہا کر دیں گے جو اُن کے علاقوں میں نظر بند ہوں۔

(۸) سکیونے، توروئے اور سرمیلوم اور ان کے علاوہ جو دوسری بلدیات ایتھنز کے قبضہ میں ہوں، اُن کے بارے میں ایتھنز کو اختیار ہوگا کہ جو کارروائی مناسب سمجھے کرے۔

(۹) ایتھنزی، لاکے ڈیمون اور اُس کے حلیفوں کی فرداً فرداً ہر ایک بلدیہ سے صلح کا حلف اٹھائیں گے۔ ہر شخص اپنے ملک کے رواج کے مطابق سب سے بڑی قسم کھائے گا اور ہر شہر کے سترہ آدمی یہ حلف اٹھائیں گے۔ حلف کے الفاظ یہ ہوں گے۔ "میں اس قرارداد اور صلح نامہ کی ایمان داری سے اور حیلہ حوالہ کے بغیر پابندی کروں گا"۔ اِسی طرح لاکے ڈیمونی اور اُن کے حلیف ایتھنزیوں سے صلح کا حلف اٹھائیں گے اور اس حلف کی تجدید دونوں فریقوں کی جانب سے ہر سال عمل میں آئے گی۔ اولمپیا، پائی تھیا، خاکنائے کورنتھ، ایتھنز کے اکروپولس اور امیکلائے کے مندر واقع لاکے ڈیمون میں مینار تعمیر کر کے اُن پر اس صلح نامہ کی شرطیں کندہ کی جائیں گی۔

(۱۰) اگر آئندہ کبھی یہ محسوس کیا جائے کہ کوئی قابل ذکر بات چاہے اُس کی نوعیت کچھ ہی ہو اور اُس کا تعلق کسی امر سے بھی ہو، سہواً اس صلح نامہ میں شریک نہیں کی گئی تو ہر دو فریق مجاز ہوں گے کہ صلح نامہ کی اصل اسپرٹ کے مطابق اپنے

اختیار تمیزی سے شرایط کے متن میں رد و بدل کریں۔

اس صلح نامہ کا نفاذ لاکے دیمون میں پلمیٹس تو لاس کے دور ایفوری میں ماہ ارتی میزیوم کی ستائیس تاریخ اور ایتھنز میں الکایوس کے دور آرخنی میں ماہ ایلافی بولیوں کی پچیس تاریخ سے ہوگا۔ لاکے دیمون کی جانب سے پلیشتوا ناکس، آگس، پلمیٹس تولاس، داماگیتس، خیونس، میتاگینس اکانتھوس، دائی تھوس، اساغورث، فلوکاریداس، زیوکسیداس، آنتی پوس تیلیس، الکسا داس، اپیدیاس، بیناس اور لافیلوس نے حلف اٹھایا۔ اور ایتھنز کی جانب سے حلف اٹھانے کی رسم لامپون، استھمونکوس، نکیاس، لاخلیس، یوتھیدیموس، پروکلیس، پائتھو دوروس، ہاگنوں، میرتیلوس، تھراسکلیس، تھیاگینس، ارسطوکراتیس، ایولکیوس، تموکراتیس، لیون، لاماخوس اور دیموس تھینیس نے ادا کی۔

اس صلح نامہ کی تکمیل موسم سرما کے اختتام پر موسم بہار میں دیونی سوس کے شہری میلے کے فوراً بعد ہوی جب کہ اٹیکا پر ابتدائی حملے ہوئے پورے دس دن کم دس سال گزر چکے تھے۔ اس جنگ کی مدت کا شمار موسموں کے لحاظ سے کرنا چاہیئے۔ مروجہ طریقہ کے مطابق عاملوں اور اعلیٰ افسروں کے نام گن کر حساب لگایا جائے تو زمانہ کا تعین صحت کے ساتھ نہیں ہوسکتا کیونکہ ممکن ہے کوئی واقعہ ان کی میعاد ملازمت کے شروع یا وسط میں یا دوران ملازمت میں کسی وقت بھی پیش آسکتا ہے۔ لیکن اگر موسم کی بنیاد پر زمانہ کا شمار کیا جائے، جیسا کہ تاریخ ہذا میں کیا گیا ہے اور ہر موسم کی مدت نصف سال گنی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اس جنگ کے دوران میں دس موسم گرما اور دس موسم سرما گزرے۔

قرعہ کے ذریعہ یہ طے پایا کہ شرائط صلح کی تعمیل پہلے لاکے دیمونی کریں۔ چنانچہ انھوں نے فوراً سارے جنگی قیدیوں کو چھوڑ دیا اور اپنے تین ایلچیوں اساغورث، میناس اور فلوخاریداس کو تھریس روانہ کیا۔ کلیاریداس کے نام یہ احکام جاری کئے گئے کہ امفی پولس اتھنزیوں کے حوالہ کر دیا جائے۔ اور دوسری حلیف بلدیات کو ہدایت دی گئی کہ ان سے متعلقہ شرائط صلح کی پابندی کی جائے مگر حلیفوں نے صلح کی شرطوں کو ناقابل قبول قرار دیکر ان کو ماننے سے انکار کر دیا۔ کلیاریداس بھی کالکیوں کو اپنا ممنون احسان بنانا چاہتا تھا اس لئے اُس نے امفی پولس کے باشندوں کی مرضی کے خلاف اُسے دشمن کے حوالہ کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ عذر پیش کرنے کے بعد وہ فوراً اس شہر کے ایلچیوں کو ساتھ لے کر لاکے دیمون روانہ ہوا تاکہ اساغورث اور اُس کے شرکائے کار اُس پر کوئی الزام لگائیں تو صفائی پیش کی جا سکے۔ ساتھ ہی کلیاریداس یہ بھی چاہتا تھا کہ بشرط امکان شرائط صلح میں ترمیم کی جائے۔ لیکن جب اُسے پتہ چلا کہ تیر کمان سے نکل چکا ہے اور لاکے دیمونی ان شرطوں کی پابندی پر مجبور ہیں تو وہ فوراً تھریس کے علاقہ کو واپس ہوا تاکہ بشرطِ امکان امفی پولس کو اتھنزیوں کے حوالہ کر دے اور اگر کسی وجہ سے یہ ممکن نہ ہو تو کم از کم اُس شہر سے پلوپونیزیوں کو نکال لائے۔

حلیفوں کے نائب اتفاق سے اُس وقت لاکے دیمون میں موجود تھے اور ان میں سے جن لوگوں نے صلح نامہ کو مسترد کر دیا تھا اُن سے دوبارہ خواہش کی گئی کہ اُسے قبول کر لیں۔ لیکن پہلے جن اسباب کی بنا پر انھوں نے اختلاف کیا تھا وہی اب بھی قبولیت کی راہ میں حائل ہوئے اور انھوں نے کہا کہ جب تک شرائط صلح میں مناسب ترمیم نہ کی جائے ان کی پابندی نہیں کی جائے گی۔

جب اصرار کے باوجود حلیف صلح نامہ کی شرطوں کو ماننے پر کسی طرح راضی نہیں ہوئے تو لاکے دیمونیوں نے اُن سے قطع تعلق کا اعلان کر دیا اور اس کے بعد ایتھنز سے ایک دفاعی معاہدہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آرگوس نے اپیلیداس اور لیخاس کی کوششوں کے باوجود لاکے دیمون سے اپنے معاہدہ کی تجدید کرنے سے انکار کر دیا تھا اور لاکے دیمونیوں نے سوچا کہ اگر وہ ایتھنز کی مدد سے محروم ہو جائے تو اُسے مغلوب کرنا زیادہ مشکل نہ ہوگا اور پلوپونیز کی بقیہ بلدیات بھی غالباً کوئی سرکشی نہیں کر سکیں گی کیونکہ اُن کو ایتھنز کے اتحاد میں شرکت کا موقع نہیں مل سکے گا۔ ان اسباب کے پیش نظر لاکے دیمونیوں نے ایتھنزی سفیروں سے بات چیت کی جس کے نتیجہ کے طور پر معاہدۂ ذیل کی پابندی کا فریقین نے حلف اٹھایا:۔

(۱) لاکے دیمونی پچاس سال تک ایتھنز کے حلیف رہیں گے۔

(۲) اگر کوئی دشمن لاکے دیمون کے علاقہ پر حملہ کر کے لاکے دیمونیوں کو نقصان پہنچائے تو ایتھنزی اپنی پوری طاقت سے اور زیادہ سے زیادہ کارگر طریقہ پر اُن کی مدد کریں گے۔ لیکن اگر مدد پہنچنے سے پہلے حملہ آور ملک میں لوٹ مار کر کے واپس چلا جائے تو اُسے لاکے دیمون اور ایتھنز دونوں اپنا دشمن قرار دیں گے دونوں اس کی سرزنش کریں گے اور ان میں سے کوئی ایک دوسرے کی رضامندی کے بغیر دشمن سے صلح نہیں کرے گا۔ اس شرط کی پابندی ایمان داری اور خلوص کے ساتھ اور کسی حیلہ حوالہ کے بغیر کی جائے گی۔

(۳) اگر کوئی دشمن ایتھنز کے علاقہ پر حملہ کرے اور ایتھنزیوں کو نقصان پہنچائے تو لاکے دیمونی اپنی پوری طاقت سے اور زیادہ سے زیادہ کارگر طریقہ پر اس کی مدد کریں گے۔ لیکن اگر مدد پہنچنے سے پہلے حملہ آور ملک میں لوٹ مار کر کے واپس

چلا جائے تو اُسے لاکے دیموں اور ایتھنز دونوں اپنا دشمن قرار دیں گے۔ دونوں اُس کی سرزنش کریں گے اور ان میں سے کوئی ایک دوسرے کی رضامندی کے بغیر دشمن سے صلح نہیں کرے گا۔ اس شرط کی پابندی ایمان داری اور خلوص کے ساتھ اور کسی حیلہ حوالہ کے بغیر کی جائے گی۔

(۴) اگر غلام سرکشی کریں تو ایتھنزی اپنی پوری طاقت کے ساتھ لاکے دیموں کی مدد کریں گے۔

(۵) اس معاہدہ کی پابندی کا حلف ہر دو فریق کی جانب سے وہی اشخاص اٹھائیں گے جنھوں نے صلح نامہ کی پابندی کی قسم کھائی تھی۔ اس کی تجدید ہر سال، لاکے دیمونی، ایتھنز میں دیونی سوس کے میلے کے وقت، اور ایتھنزی لاکے دیمون میں ہیا کنتھیا کے میلے کے موقع پر کریں گے۔ اور اس معاہدہ کی شرطیں ایک مینار پر کندہ کی جائیں گی جو لاکے دیمونی امی کلائے میں اپولو کے مجسمہ کے قریب اور ایتھنزی اکروپولس میں اتھینا کے مجسمہ کے پاس نصب کریں گے۔ اگر لاکے دیمونی اور ایتھنزی ضرورت محسوس کریں تو اس معاہدہ کے متن میں اپنے اختیار تمیزی سے ایسا حذف و اضافہ کر سکیں گے جو اُس کی اصل اسپرٹ کے مطابق ہو۔

اس معاہدہ کی پابندی کا حلف حسب ذیل لاکے دیمونیوں نے اٹھایا:-
پلیسٹوانا کس، اگش پلیسٹولاس، داماگیتوس، خیونس، میناگینس، اکانتھوس، دائیتھوس، اساغورث، فلوخاریداس، زیوکسیداس، انتی پوس، الکنداس، تیلس، امپیدیاس، میناس اور لافیلوس۔

اور ایتھنزیوں کی جانب سے لامیون، استھمیونیکوس، لاخیس، نکیاس، یوتھیدیموس، پروکلیس، پانتھودیروس، ہاگنون، میرتیلوس، تھراسیکلیس،

تھیا گینس، ارسطوکراتیس، ایولکیوس، تموکراتیس، لیون، لاماخوس اور
دیموس تھینس۔

یہ دفاعی معاہدہ صلح نامہ کے کچھ ہی عرصہ بعد کیا گیا اور اتھینزیوں نے
اسفاکیٹریہ کے اسیران جنگ کو لاکے دیمونیوں کے حوالہ کردیا جس کے بعد گیارھویں
سال کا موسم گرما شروع ہوا۔ اس طرح پہلی جنگ کے حالات کی تاریخ اختتام کو پہنچی۔
یہ جنگ پچھلے پورے دس سال تک جاری رہی۔

سولھواں باب

پلوپونیز میں اسپارٹا کی مخالفت۔ من تی نیوں، ایلیوں

آرگویوں اور ایتھنزیوں کی لیگ۔ من تی نیہ کی لڑائی

اور لیگ کا خاتمہ

لاکے دیمونیوں اور ایتھنزیوں کے مابین صلح اور دفاعی معاہدے کے بعد جن کی تکمیل دہ سالہ جنگ کے اختتام پر لاکے دیمون میں پلیسٹونولاس کی ابفوری اور ایتھنز میں الکایوس کی آرخنی کے زمانہ میں عمل میں آئی، جن مملکتوں نے ان معاہدوں کو تسلیم کر لیا وہ پرامن رہیں لیکن کورنتھیوں اور پلوپونیز کی بعض بلدیات نے ان معاہدات میں رخنہ اندازی کرنے کی کوشش کی تو حلیفوں میں لاکے دیمون کی مخالفت کی تازہ رو دوڑ گئی۔ علاوہ بریں جوں جوں دن گزرتے گئے ایتھنزی زیادہ بدظن ہوتے گئے کیونکہ لاکے دیمونیوں نے صلح کی بعض شرایط کی پابندی نہیں کی تھی۔ اور اگرچہ چھ سال اور دس ماہ تک

انھوں نے ایک دوسرے کے ملک میں حملہ کرنے سے اجتناب کیا لیکن یہ مذبذب عارضی صلح انھیں بیرونی علاقوں میں ایک دوسرے پرکاری ضرب لگانے سے نہیں روک سکی اور اس کے بعد وہ دن بھی آگیا جب وہ دہ سالہ جنگ کے بعد طے شدہ معاہدہ امن کی خلاف ورزی پر مجبور ہو گئے اور فریقین نے ایک دوسرے کے خلاف کھلے اقدامات شروع کیے۔

اس دور کی تاریخ بھی ایتھنز کے باشندے طوسی دیدس ہی نے لکھی ہے جس میں واقعات کے زمانہ کا تعین موسم گرما اور موسم سرما کے لحاظ سے کیا گیا ہے اور اس زمانہ تک کے حالات بیان کیے گئے ہیں جب لاکے دیمونیوں اور اُن کے حلیفوں نے ایتھنز کی مملکت کو ختم کرکے لمبی دیواروں اور پیری اوس پر قبضہ کرلیا۔ یہ جنگ کل ستائیس سال تک ہوئی۔ اگر کوئی عارضی مصلح کی مدت کو جنگ کے دوران میں شریک کرنے پر اعتراض کرے تو یہ اُس کی سمجھ کا قصور ہو گا کیونکہ واقعات پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس درمیانی زمانہ کو حالت امن نہیں کہا جا سکتا جس میں کسی ایک فریق نے بھی نہ تو معاہدہ کے مطابق دوسرے کو اپنے مفتوحہ علاقے واپس کیے اور نہ دوسرے سے اپنے علاقے واپس لے سکا۔ اس کے علاوہ من تی نیہ اور اپیدا ؤروس کی لڑائیوں اور دوسرے متنازع فیہ مسائل میں ہر دو فریقوں نے صلح نامہ کی خلاف ورزی کی۔ اور یہ واقعہ ہے کہ علاقہ تھریس کے مخالفین حسب سابق کھلے طور پر جنگ پر کمر بستہ رہے۔ علاوہ برایں بیوتیوں نے اس قدر عارضی صلح کر رکھی تھی کہ ہر دس روز بعد اس کی تجدید کی جاتی تھی۔ اس طرح جنگ کے ابتدائی دس سال اور اس کے بعد برائے نام صلح کا جو زمانہ گزرا اور پھر لڑی جانے والی جنگ کی مدت کا شمار موسموں کے لحاظ سے کیا جائے تو معدودے چند دنوں کے فرق سے جنگ کی جملہ مدت وہی ہوگی

جس کا میں ذکر چکا ہوں اور جس سے کاہن کی پیشین گوئی پر بھروسہ کرنے کا جواز ملتا ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جنگ کے شروع اور اس کے سارے دوران میں یہ پیشین گوئی عام ہو گئی تھی کہ وہ ۹ x ۳ یعنے ستائیس سال تک جاری رہے گی۔ یہ جنگ میرے سن شعور کو پہنچنے کے بعد شروع ہوئی اور میں نے اس کی رفتار اور واقعات کو سمجھنے کی بطور خاص کوشش کی تاکہ حقیقت حال کا پتہ چل سکے۔ میری قسمت میں جلاوطنی بھی لکھی تھی چنانچہ امفی پولس کے معرکہ کے بعد جب میں فوج کا کمانڈر تھا، میں نے بیس سال جلاوطنی میں بسر کئے۔ میں جنگ کے ہر دو فریقوں سے قریب رہا۔ خاص طور پر پلوپونیزیوں سے قریب رہنے کا جلاوطنی کی وجہ سے زیادہ موقع ملا اور چونکہ کوئی اور کام نہیں تھا اس لئے مجھے جنگ کے واقعات پر خاص توجہ سے غور کرنے کے مواقع ملے۔ اب میں اُن اختلافات کی تفصیل بیان کروں گا جو دہ سالہ لڑائی کے بعد پیدا ہوئے اور یہ بھی بتاؤں گا کہ صلح نامہ کی خلاف ورزی کس طرح کی گئی اور کس فریق نے دوسرے کی مخالفت شروع کی۔

پچاس سالہ صلح نامہ اور دفاعی معاہدہ کی تکمیل کے بعد وہ سفارتیں جو پلوپونیز سے طلب کی گئی تھیں لاکے ڈیمون سے واپس ہو گئیں۔ یہ ساری سفارتیں اپنے اپنے وطن کو لوٹ گئیں لیکن کورنتھی سفیروں نے پہلے آرگوس سے ربط پیدا کیا اور وہاں کے چند مقتدر افراد سے گفت و شنید شروع کی۔ انھوں نے کہا کہ لاکے ڈیمون کے پیش نظر کوئی نیک مقصد نہیں ہے بلکہ وہ پلوپونیز کو اپنا دست نگر بنانے کی فکر کر رہا ہے۔ اگر یہ واقعہ نہ ہوتا تو وہ ایتھنزیوں سے صلح اور دفاعی معاہدہ نہ کرتا جن سے اُس کو پہلے نفرت تھی۔ انھوں نے کہا کہ اب پلوپونیز کو خطرات سے محفوظ رکھنے کی فکر کرنا آرگوس کا فرض ہے اور اُسے چاہئے کہ ایک

اعلان جاری کر کے یونانی مملکتوں کو ایک دفاعی معاہدہ میں شرکت کی دعوت دے۔ نیز ہر اُس مملکت کو اس معاہدہ میں شرکت کی دعوت دینی چاہیے جو آزاد ہو اور جس کے تعلقات، دوسری مملکتوں کے ساتھ مساوات اور قانون اور انصاف پر مبنی ہوں۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے عمومی بات چیت کرنے کی بجائے چند افراد کو مختار کل مقرر کیا جائے تاکہ اگر کسی کی درخواست شرکت معاہدہ مسترد کر دی جائے تو اُس کی شہرت نہ ہو سکے۔ انھوں نے کہا کہ لاکے ڈیمونیوں سے نفرت کی بنا پر کئی مملکتیں اُن کا ساتھ چھوڑ کر اس معاہدہ میں شریک ہو جائنگی۔ اپنے اس نقطہ نظر کی وضاحت کرنے کے بعد کورنتھی اپنے وطن کو لوٹ گئے۔

جن اشخاص سے کورنتھیوں نے یہ گفتگو کی انھوں نے اپنی حکومت اور عوام کو اس کی اطلاع دی۔ اور آرگوسیوں نے حسبہ اعلان جاری کر کے بارہ اشخاص کو مختار کل مقرر کیا تاکہ وہ ہر اُس مملکت سے گفت و شنید کریں جو معاہدہ میں شرکت کی متمنی ہو۔ البتہ ایتھنز اور لاکے ڈیمون کے بارے میں یہ طے کیا گیا کہ آرگوس کے عوام سے مشورہ کے بغیر ان میں سے کسی کو بھی دفاعی معاہدہ میں شریک نہیں کیا جائے گا۔ آرگوس نے اس تجویز کو زیادہ مستعدی کے ساتھ اس لئے قبول کر لیا کہ اُس کی رائے میں لاکے ڈیمون سے جنگ لازمی تھی کیونکہ عارضی صلح کی مدت ختم ہو رہی تھی۔ اس کے علاوہ آرگوس کو امید تھی کہ اس طریقہ کار سے پلوپونیز پر اُس کا اقتدار اعلیٰ قایم ہو جائے گا۔ کیونکہ اس زمانہ میں پیہم شکستوں کی وجہ سے لاکے ڈیمون لوگوں کی نظروں سے گر گیا تھا۔ اس کے برخلاف آرگوسی نہایت خوش حال تھے کیوں کہ انھوں نے نہ صرف اٹیکا کی جنگ سے اپنے آپ کو الگ رکھا بلکہ اپنی غیر جانب دارانہ حکمت عملی سے بڑی حد تک فائدہ بھی اٹھایا۔ ان اسباب کی بنا پر آرگوسی ان تمام یونانی

مملکتوں کو اپنے دفاعی اتحاد میں شریک کرنے پر رضامند ہو گئے جو اس کے متمنی ہوں۔

سب سے پہلے اس اتحاد میں من تی نی شریک ہوئے جو لاکے دیمون سے خایف تھے۔ ایتھنز کے خلاف جنگ سے فائدہ اٹھا کر انھوں نے آرکیڈیا کے ایک بڑے حصہ پر اپنا تسلط قایم کر لیا تھا اس لئے اب اندیشہ تھا کہ یکسوئی حاصل ہونے کے بعد لاکے دیمون ضرور مفتوحہ علاقہ کو واپس لینے کی کوشش کرے گا۔ اس بنا پر آرگوس جیسی طاقتور مملکت سے اتحاد قایم کرنے پر وہ بخوشی راضی ہو گئے کیونکہ آرگوس، لاکے دیمون کا دیرینہ دشمن تھا اور وہاں بھی من تی نیہ کی طرح عمومی طرز کی حکومت قایم تھی۔ من تی نیہ کے انحراف کے ساتھ ہی پلوپونیز کی دوسری مملکتوں نے سوچنا شروع کیا کہ آیا اس کی تقلید ان کے لئے مناسب ہو گی یا نہیں۔ ان کا خیال تھا کہ جب من تی نیہ ایک فریق کا ساتھ چھوڑ کر دوسرے سے آملا ہے تو ضرور اس کی کوئی معقول وجہ ہو گی۔ وہ لاکے دیمونیوں سے کئی اسباب کی بنا پر ناراض تھے۔ ان میں سے ایک وجہ یہ تھی کہ انھوں نے ایتھنز سے صلح کے عہد نامہ میں یہ فقرہ شریک کر دیا تھا کہ فریقین یعنے لاکے دیمونی اور ایتھنزی اپنے اختیار تمیزی سے شرایط صلح میں حذف و اضافہ کر سکیں گے۔ یہی وہ دفعہ تھی جس کی بنا پر پلوپونیزی سراسیمہ ہو گئے۔ ان کو اندیشہ ہوا کہ ایتھنزی اور لاکے دیمونی متحد ہو کر ان کی آزادی چھین لینا چاہتے ہیں۔ مناسب تو یہ ہوتا کہ ہر قسم کی ترمیم کے لئے سارے متحالفین کی رضامندی کی شرط عاید کی جاتی۔ اس خوف کی بنا پر ہر مملکت میں آرگوس کے اتحاد میں شریک ہونے کا رجحان عام ہو گیا تھا۔

اس اثنا میں لاکے دیمونیوں نے جب دیکھا کہ پلوپونیز میں ہلچل مچ گئی ہے

اور اس شورش کا بانی مبانی کورنتھ ہے جو خود بھی آرگوس کے اتحاد میں عنقریب شریک ہونے والا ہے تو اُسے اپنے اس ارادہ سے باز رکھنے کے لئے انھوں نے وہاں اپنے سفیر بھجوائے۔ انھوں نے ساری خرابی کا ذمہ دار کورنتھ کو قرار دیا اور کہا کہ اگر وہ لاکیڈیمون سے غداری کر کے آرگوس کے ساتھ جا ملے تو ایتھنز کے ساتھ صلح نامہ پر دستخط نہ کر کے اُس نے جس جرم کا ارتکاب کیا ہے اُس کے علاوہ حلف شکنی کا الزام بھی اُس پر عاید ہوگا کیونکہ یہ واضح طور پر طے ہو چکا تھا کہ حلیفوں کی اکثریت کی رائے پر چلنا ہر ایک کے لئے لازمی ہوگا سوائے اس کے کہ دیوتا یا دیوتاؤں کی جانب سے اس کے خلاف ہدایت دی جائے۔

کورنتھ نے ان حلیفوں کی موجودگی میں جنھوں نے اس کی طرح صلح نامہ کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اور جن کو اس نے اس اجتماع میں شرکت کے لئے پہلے ہی دعوت دے کر طلب کیا تھا، کھلے طور پر اپنی شکایتیں پیش کرنے سے احتراز کیا۔ مثال کے طور پر اُس نے یہ نہیں کہا کہ ایتھنزیوں نے سولیوم یا اناکٹوریوم کی بلدیات واپس نہیں کیں یا کسی ایسے مسئلہ کا ذکر نہیں کیا جس میں وہ سمجھتا تھا کہ اُس کی حق تلفی ہوئی۔ بلکہ اپنے بچاؤ کے لئے یہ بہانہ کیا کہ تھریسی حلیفوں کا ساتھ چھوڑنا اُس کے لئے ممکن نہیں تھا جن کی مدد کرنے کی ذاتی طور پر اور بلا شرکت غیرے اُس نے اس وقت ضمانت دی تھی جب انھوں نے پوتی دیہ کے ساتھ بغاوت کی تھی۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ اس کے بعد کئی اور مواقع پر کورنتھ نے اس قسم کی ضمانت دی تھی۔ اس لئے یہ الزام درست نہیں ہے کہ ایتھنز کے ساتھ صلح کے معاہدہ میں شرکت سے انکار کر کے اُس نے حلیفوں سے اپنے حلفی عہد کی خلاف ورزی کی۔ چونکہ اُس نے اپنے تھریسی اتحادیوں کا ساتھ دینے کا حلف اٹھایا تھا اس لئے وہ اُن سے بے وفائی نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے علاوہ صلح نامہ میں کہا گیا تھا کہ اکثریت کی

رائے کی پابندی لازمی ہوگی" بجز اس کے کہ دیوتا یا دیوتار کی جانب سے اس کے خلاف ہدایت دی جائے۔" انھوں نے کہا کہ اُن کے خیال میں دیوتا نہیں چاہتے کہ وہ تھریسیوں کا ساتھ چھوڑ دیں۔ یہ تھا وہ استدلال جو اُس نے اپنے سابقہ عہد و پیمان کی برقراری کی تائید میں پیش کیا۔ کورنتھ نے یہ بھی کہا کہ جہاں تک آرگوس کے اتحاد میں شرکت کے مسئلہ کا تعلق ہے، اس کا تصفیہ اتحادیوں سے مشورہ کے بعد کیا جائے گا۔ اس کے بعد لاکے ڈیمونی ایلچی واپس ہو گئے، تو آرگوس کے چند سفیروں نے جو اتفاق سے وہاں موجود تھے اس امر پر زور دیا کہ وہ مزید تاخیر کے بغیر اتحاد میں شریک ہو جائے لیکن کورنتھی راضی نہیں ہوئے اور اُن سے کہا کہ وہ کانگرس کے اگلے اجلاس میں شرکت کریں۔

اس کے فوراً بعد ایک ایلیائی سفارت وہاں آپہنچی اور پہلے تو اُس نے کورنتھ کے اتحاد میں شرکت کی اور اس کے بعد حسب ہدایت سفرا آرگوس کے لئے روانہ ہوئے جہاں انھوں نے آرگوسی اتحاد میں شرکت کی کارروائی کی تکمیل کی۔ یہ قدم انھوں نے اس لئے اٹھایا کہ انہی دنوں لاکے ڈیمون اور لیپریوم سے ایلیہ کے تعلقات خراب ہو گئے تھے۔ کچھ عرصہ پہلے لیپریوم اور چند آرکیڈیائیوں کے مابین لڑائی ہوئی تھی۔ اس موقع پر اول الذکر نے ایلیہ سے مدد مانگی تھی اور اپنی اراضی کا نصف حصہ ان کے حوالہ کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ ایلیائیوں نے بروقت پہنچ کر اس لڑائی کو روک دیا اور اراضی پر لیپریومی افراد ہی کا قبضہ برقرار رکھ کر اولمپیائی زیوس کو ایک ٹالنٹ خراج واجب الادا قرار دیا تھا۔ لیپریومی اٹیکا کی جنگ کے آغاز تک یہ خراج ادا کرتے رہے لیکن بعد میں حیلہ حوالہ کر کے ادائی سے انکار کر دیا اور جب ایلیہ نے اُن کے خلاف طاقت کا استعمال کیا تو لاکے ڈیمونیوں سے مدد طلب کی۔ اس طرح یہ جھگڑا ثالثی

کے لئے پیش ہوا لیکن ایلیہ والوں کو لاکے دیمونی ثالثوں سے انصاف کی توقع نہیں تھی اس لئے انھوں نے ان کے فیصلہ کو ماننے سے انکار کر کے لیپریوم کے علاقے کو تاخت و تاراج کیا۔ اس کے باوجود لاکے دیمونیوں نے یہ فیصلہ صادر کیا کہ لیپریوم ایک آزاد مملکت ہے اور ایلیہ پر اس کے خلاف جارحانہ کارروائی کرنے کا الزام عاید کیا اور جب ثانی الذکر نے ثالث کے اس فیصلہ کو ماننے سے انکار کر دیا تو بھاری ہتھیار بند پیادوں کا ایک محافظ دستہ لیپریوم بھجوایا۔ جب یہ صورت حال پیش آئی تو ایلیہ والوں نے یہ الزام لگایا کہ اُن کے باغی حلیف کو اپنے اتحاد میں شریک کر کے لاکے دیمون نے اس قرارداد کی خلاف ورزی کی کہ اٹیکا کی جنگ کے بعد ہر ایک شریک معاہدہ مملکت صرف انہی علاقوں پر قابض رہے گی جو آغاز جنگ کے وقت اُس کے قبضہ میں تھے۔ انھوں نے کہا کہ لاکے دیمون نے ان کے ساتھ ناانصافی کی اور ضروری ہدایات کے ساتھ آرگوس کو اپنے سفیر بھجوا کر اُس کے اتحاد میں شریک ہو گئے۔ اس کے فوراً بعد کورنتھ اور نقریسی کالکس بھی آرگوس کے اتحادی بن گئے۔ اس دوران میں بیوتی اور میگاری جنھوں نے ایکا کر لیا تھا اپنی جگہ خاموش رہے کیونکہ لاکے دیمونیوں نے ان کے معاملات میں کوئی مداخلت نہیں کی۔ اس کے علاوہ وہ سمجھتے تھے کہ ان کے ملک میں مروجہ اعیانی طرز حکومت کے لئے آرگوسی عمومیت سے زیادہ لاکے دیمونی دستور موزوں ثابت ہوگا۔

اس موسم گرما میں تقریباً انہی دنوں ایتھنز کو سکیونے کو مسخر کرنے میں کامیابی ہوئی جس کے بعد انھوں نے اس شہر کے مردوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور عورتوں اور بچوں کو غلام بنا کر اراضی اہل پلاتیہ کے حوالہ کر دی۔ اس کے علاوہ میدان جنگ میں متواتر شکستوں سے پریشان ہو کر اور ڈیلفی کے دیوتا کے احکام کی تعمیل میں

ایتھنزیوں نے جلاوطن اہل دیلوس کو دوبارہ اُن کے وطن میں آباد کیا۔ اسی زمانہ میں فوکیوں اور لوکرسیوں نے جنگ کی جدوجہد شروع کی۔ کورنتھی اور آرگوسی جن میں اب اتحاد ہو چکا تھا تیگیہ روانہ ہوئے جسے وہ لاکے دیمون کے اتحاد سے منحرف کرنا چاہتے تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ اگر تیگیہ جیسی بڑی اور طاقتور مملکت محالفہ میں شریک ہو گئی تو سارا پلوپونیز اُن کے ساتھ ہو جائے گا۔ لیکن جب تیگیہ والے لاکے دیمون کے خلاف کسی قسم کی کارروائی کرنے پر راضی نہیں ہوئے تو کورنتھیوں کا جوش و خروش مایوسی سے بدل گیا اور وہ گھبرائے کہ بقیہ پلوپونیسزی مملکتیں لاکے دیمون کا ساتھ چھوڑنے پر راضی نہیں ہوں گی۔ اس کے باوجود وہ بیوتیوں کے پاس گئے اور اُن کو اتحاد میں شریک ہونے اور آرگوس اور کورنتھ کے ساتھ عام تعاون پر راضی کرنے کی کوشش کی۔ انھوں نے اُن سے یہ استدعا بھی کی کہ ایتھنزیوں سے بات چیت کر کے دس روزہ صلح کرانے میں ان کی مدد کریں اور یہ صلح اُسی طرح کی ہو جو پچاس سالہ صلح نامہ کی تکمیل کے کچھ عرصہ بعد ایتھنز اور بیوتیہ میں ہوئی تھی۔ اور اگر ایتھنزی راضی نہ ہوں تو عارضی صلح کو ختم کر دیں اور آئندہ کورنتھ کی شرکت کے بغیر صلح کی کسی تحریک کو قبول نہ کریں۔ یہ تھے وہ امور جن کی تکمیل کی استدعا کورنتھیوں نے کی۔ بیوتی آرگوس کے اتحاد میں شرکت پر تو راضی نہیں ہوئے لیکن دس روزہ عارضی صلح کرانے کی غرض سے اُن کے ساتھ ایتھنز گئے جہاں ان کو اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی۔ ایتھنزیوں نے جواب دیا کہ لاکے دیمون کا حلیف ہونے کی حیثیت سے کورنتھ پہلے ہی سے عارضی صلح میں شریک ہے۔ اس کے بعد بھی بیوتیوں نے اپنی دس روزہ عارضی صلح کو ختم نہیں کیا اگرچہ کورنتھیوں نے بہتیری منت سماجت کی اور وعدہ خلافی کا الزام لگایا۔ اور اس طرح کورنتھی ایتھنز سے اپنی اصولی عارضی صلح پر اکتفا

کرنے پر مجبور رہوئے۔

اسی موسم گرما میں پلیئستوانا کس این پوسانیاس شاہ لاکے دیمون ایک لشکر کثیر کے ساتھ پارمازیوں پر حملہ کرنے کی غرض سے آرکیڈیہ کے علاقہ میں داخل ہوا۔ یہ ضلع من تی نیہ کے قبضہ میں تھا جس کے ایک فریق نے لاکے دیمون سے امداد طلب کی تھی۔ لاکے دیموتی یہ بھی چاہتے تھے کہ بشرطِ امکان کپسیلہ کے قلعہ کو مسمار کر دیا جائے۔ یہ قلعہ لقونیہ کے ضلع اسکرائیتس پر چھاپے مارنے کی غرض سے من تی نیہ والوں نے پارمازیوں کے علاقہ میں تعمیر کیا تھا اور اس میں اپنی فوج بھی رکھی تھی۔ اس مقصد کے پیش نظر لاکے دیمونیوں نے پارمازیوں کے علاقہ کو تباہ برباد کیا اور من تی نیوں نے شہر کو ایک آرگوسی حفاظتی دستہ کے سپرد کر کے اپنا سارا زور اپنے تحت کے علاقوں کی مدافعت پر صرف کیا لیکن اس کے باوجود کپسیلہ یا پارمازیونی بلدیات کو دشمن سے محفوظ رکھنے میں کامیابی نہیں ہوئی تو من تی نیہ لوٹ گئے۔ اور اُدھر لاکے دیمونیوں نے پارمازیوں کو آزاد کر دیا اور قلعہ کو مسمار کر کے اپنے وطن کو واپس ہو گئے۔

اسی موسم گرما میں تھریس سے وہ لاکے دیموتی سپاہی واپس آگئے جو براسی داس کے ہمراہ وہاں گئے تھے۔ کلیاریدا اس معاہدہ کی تکمیل کے بعد ان فوجیوں کو اپنے ساتھ لایا۔ لاکے دیمونیوں نے حکم جاری کیا کہ براسی داس کے تحت جن ہیولوتوں نے جنگ میں حصہ لیا ہے وہ آزاد ہیں اور اُن کو اختیار ہو گا کہ جس مقام پر چاہیں سکونت اختیار کریں۔ اس کے کچھ ہی عرصہ بعد ان نو آزاد غلاموں کو نیوداموڈیس واقع لیپریوم میں آباد کیا گیا جو لقونیہ اور ایلیس کی سرحد پر ہے۔ جو اسپارٹی جزیرۂ اسفاکیتریہ میں قید کر دئے گئے تھے اور جنھوں نے بدبختی سے دشمن کے آگے ہتھیار رکھ دئے تھے ان کے بارے میں یہ اندیشہ محسوس کیا گیا کہ

اگر بالفرض اُن کے ساتھ کوئی ذلت آمیز برتاؤ کیا گیا تو ممکن ہے کہ وہ بغاوت کرنے کی کوشش کریں۔ اس بنا پر اُن کو فوراً حق شہریت سے محروم کر دیا گیا اگرچہ ان میں سے چند اُس وقت برسرِ عہدہ بھی تھے۔ اس امتناع کی وجہ سے ان لوگوں کو نہ تو کوئی سرکاری عہدہ مل سکتا تھا اور نہ وہ کسی چیز کی خرید و فروخت کر سکتے تھے لیکن کچھ ہی عرصہ بعد ان کو دوبارہ حقوق شہریت دے دئیے گئے۔

اسی موسم گرما میں دیان نے تھائی سوس کی بلدیہ پر قبضہ کر لیا جو ایتھوس کے قریب آکتے کے کنارے واقع ہے اور جس کا تعلق ایتھنزی اتحاد سے تھا۔ اس سارے موسم گرما کے دوران میں ایتھنزیوں اور لاکے ڈیمونیوں کے مابین ربط ضبط برابر قایم رہا، اگرچہ صلح نامہ کی تکمیل کے بعد ہی دونوں فریق ایک دوسرے کی نیت پر شبہ کرنے لگے تھے کیونکہ شرایط صلح کے مطابق واپس شدنی علاقوں کا استرداد ہنوز عمل میں نہیں آیا تھا۔ قرعہ کے ذریعہ یہ طے پایا تھا کہ شرایط صلح کی پابندی پہلے لاکے ڈیمون کرے اور امفی پولس اور دوسری بلدیات ایتھنز کو واپس کر دی جائیں لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا۔ اسی طرح انھوں نے اپنے تھریسی حلیفوں کو یا بیوتیوں یا کورنتھیوں کو شرایط صلح قبول کرنے پر مجبور بھی نہیں کیا گو وہ اس امر کا وعدہ برابر کرتے رہے کہ اگر مخالفین کا طویل عرصہ تک انکار رہے تو ان کو شرایط صلح کی پابندی پر مجبور کرنے میں ایتھنز کی مدد کی جائے گی۔ صلح کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو حلیف صلح نامہ کی پابندی کرنے سے انکار کر دیں ان کو فریقین کا دشمن قرار دیا جائے۔ اس بارے میں بھی لاکے ڈیمونی ہمیشہ لیت و لعل کرتے رہے۔ انھوں نے علٰحدگی پسند مخالفوں کے خلاف اعلان کے لئے کوئی تاریخ مقرر نہیں کی اور اس بارے میں تحریری طور پر وعدہ کرنے سے اجتناب کرتے رہے۔

جب ایتھنزیوں نے دیکھا کہ لاکے ڈیمونی عہد و پیمان تو کرتے ہیں لیکن عملاً پابندی

نہیں کرتے تو اُن کی نیت کے خلوص پر شبہ ہونے لگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے صرف پیلوس کے استرداد کے مطالبہ کو مسترد کر دیا بلکہ پچھتانے لگے کہ انھوں نے اسفاکیتریہ کے اسیران جنگ کو رہا کر کے سخت غلطی کی اور طے کیا کہ جب تک لاکے دیمون شرایط صلح کی پابندی نہ کرے مفتوحہ علاقوں پر اتیھنز کی گرفت ڈھیلی نہ کی جائے۔ اس کا جواب لاکے دیمون نے یہ دیا کہ اُس کے امکان میں جو کچھ تھا اُس نے کیا۔ جتنے اتیھنزی اُس کے قبضہ میں تھے وہ سب رہا کر دئے گئے، تھریس سے فوجیں ہٹالی گئیں اور شرایط صلح کی پابندی کی انتہائی کوشش کی۔ اُس نے کہا کہ امفی پولس کو اتیھنز کے حوالہ کرنا اُس کے بس کی بات نہیں لیکن وہ بیوتیوں اور کورنتھیوں کو صلح نامہ کا پابند بنانے، پاناکتوم کو واپس دلانے اور بیوشیہ کے سارے اتیھنزی اسیران جنگ کو رہا کروانے کی کوشش کرے گا۔ ساتھ ہی اس نے مطالبہ کیا کہ پیلوس اُسے واپس دے دیا جائے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو مسینیوں اور ہیلوتوں کو وہاں سے ہٹا دیا جائے۔ جس طرح لاکے دیمونی فوجیں تھریس سے ہٹادی گئی ہیں اور اگر ضرورت ہو تو اس مقام پر خود اتیھنزی افواج کے دستے متعین کئے جائیں۔ موسم گرما میں کئی بار گفت و شنید کے بعد آخر کار اتیھنز مسینیوں، ہیلوتوں اور دوسرے لقونوی غداروں کو پیلوس سے ہٹانے پر راضی ہو گیا جن کو کرانائی واقع سفالینیہ میں آباد کیا گیا۔ اس طرح یہ موسم گرما امن سے گزرا اور فریقین کے مابین ربط قایم رہا۔

اس کے موسم سرما میں ان ایفوروں کی میعاد خدمت ختم ہو گئی جن کی رہبری میں صلح نامہ کی تکمیل عمل میں آئی تھی اور ان کے چند جانشین اس کے سخت مخالف تھے۔ اب لاکے دیمون سے کئی سفیر آئے اور اتیھنزی، بیوتی اور کورنتھی نمایندے لاکے دیمون پہنچے اور جب طول طویل گفت و شنید کے بعد بھی اتفاق رائے

نہ ہو سکا تو اپنے اپنے وطن کا رخ کیا۔ کلیو بولوس اور زینارِیس نامی دو افسروں نے جو صلح نامہ کو ختم کرنے کے لیے بے تاب تھے، موقع سے فائدہ اٹھا کر بیوتیوں اور کورنتھیوں سے نجی طور پر گفتگو کی۔ انھوں نے مشورہ دیا کہ یہ دونوں ایک دوسرے کا ساتھ کسی صورت میں نہ چھوڑیں۔ بیوتیوں کو مشورہ دیا کہ وہ پہلے آرگوسی اتحاد میں شریک ہو جائیں اور اس کے بعد کوشش کر کے آرگوس اور لاکے دیمون کو ایک دوسرے کا حلیف بنا دیں۔ اگر اس مقصد میں کامیابی ہو گئی تو بیوتیوں کو ایتھنز کے صلح نامہ کی پابندی پر مجبور کرنے کے امکانات کم سے کم ہو جائیں گے۔ اور لاکے دیمونی آرگوس سے اتحاد کو ترجیح دیں گے چاہے اس کی وجہ سے ایتھنزی اس کے مخالف ہو جائیں اور صلح نامہ معطل ہو جائے۔ بیوتی خوب جانتے تھے کہ لاکے دیمون آرگوس سے باعزت سمجھوتہ کرنے کا عرصہ سے متمنی تھا کیونکہ اول الذکر کو یقین تھا کہ اس سمجھوتہ کے بعد پلوپونیز کے باہر جنگ کی کارروائیاں زیادہ آسانی سے کی جا سکیں گی۔ انھوں نے استدعا کی کہ اس دوران میں پاناکتم لاکے دیمون کے حوالہ کر دیا جائے تاکہ بشرط امکان وہ اس کے معاوضہ میں پیلوس واپس لے کر ایتھنز کے خلاف جنگ کا سلسلہ زیادہ کامیابی سے دوبارہ شروع کر سکیں۔

زینارِیس اور کلیو بولوس اور اپنے دوسرے لاکے دیمونی دوستوں کی جانب سے اپنی حکومتوں کے نام متذکرہ بالا ہدایات لے کر بیوتی اور کورنتھی اپنے اپنے وطن کی جانب روانہ ہوئے۔ اثنائے راہ میں ان کی ملاقات دو آرگوسی اعلیٰ افسروں سے ہوئی جو راستہ پر ان کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔ ان اشخاص نے بیوتیوں کے کورنتھیوں، ایلیائیوں اور منتی نیوں سے متفق ہو کر آرگوسی اتحاد میں شریک ہونے کے امکانات کے بارے میں اُن کا عندیہ لینا چاہا۔ انھوں نے

کہا کہ اس اتحاد کے بعد وہ چاہیں تو لاکے دیمون یا کسی اور طاقت سے آزادی کے ساتھ صلح یا جنگ کر سکیں گے۔ بیوتی ایلچی بہت خوش ہو گئے کیوں کہ جس بات کا مشورہ اُن کے لاکے دیمونی دوستوں نے دیا تھا اب اُن سے حسنِ اتفاق سے وہی مطالبہ کیا جا رہا تھا۔ آرگوسیوں نے بھی اس تجویز کو مناسب سمجھا اور بیوشیہ کو اپنے سفیر بھجوانے کا وعدہ کر کے وہاں سے روانہ ہو گئے وطن پہنچ کر بیوتیوں نے بیوتارخوں سے اپنی اُس بات چیت کا ذکر کیا جو انھوں نے لاکے دیمونیوں اور آرگوسیوں سے کی تھی۔ بیوتارخ یہ سُن کر بہت خوش ہوئے کہ آرگوس جو قدم اٹھانا چاہتا تھا اتفاق سے اُس کے لاکے دیمونی دوست بھی وہی چاہتے ہیں۔ اس کے کچھ عرصہ بعد متذکرہ تجاویز کے ساتھ آرگوس سے سفیر آئے اور بیوتاخوں نے ان کی پیش کردہ شرطوں کو قبول کر کے انھیں اس وعدہ کے ساتھ واپس کر دیا کہ معاہدہ کی گفت و شنید کرنے کے لئے ایلچی آرگوس بھجوائے جائیں گے۔

اس عرصہ میں بیوتارخوں، کورنتھیوں، میگاریوں اور تھریس کے سفیروں نے مل کر طے کیا کہ بشرطِ ضرورت آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کا عہد و پیمان کیا جائے اور یہ حلف لیا جائے کہ ان میں سے کوئی بھی اپنے طور پر علیحدہ جنگ یا صلح کی کارروائی نہیں کرے گا۔ اس قسم کا ہر اقدام سارے شرکائے معاہدہ کی متفقہ رائے سے کیا جائے گا۔ اس کے بعد بیوتی اور میگاری متحدہ طور پر آرگوس کے محالفہ میں شرکت کریں۔ لیکن حلف کی رسم ادا ہونے سے پہلے بیوتارخوں نے یہ تجویزیں بیوتیوں کی چاروں کونسلوں کے آگے پیش کیں جن کو اقتدارِ اعلیٰ حاصل تھا۔ اور مشورہ دیا کہ ان تمام بلدیات سے ایک دوسرے کے ساتھ وفاداری کا حلف لیا جائے جو بیوتیوں کے ساتھ دفاعی لیگ میں شریک ہونا چاہتی

ہیں لیکن بیوتیوں کی کونسلوں کے اراکین نے ان تجویزوں کو مسترد کر دیا۔ ان کو اندیشہ ہوا کہ کورنتھ کے ساتھ جس نے لاکے ڈیمونیوں سے غداری کی تھی، اتحاد کیا جائے تو لاکے ڈیمون کی برہمی کا باعث ہوگا۔ یہ غلط فہمی اس لئے پیدا ہوئی کہ بیوتارخوں نے اُس گفتگو کا ذکر اراکین کونسل سے نہیں کیا تھا جو لاکے ڈیمون میں ہوئی تھی اور ان کو ان مشوروں سے بھی واقف نہیں کرایا گیا جو کلیوبولوس اور زینارس اور لاکے ڈیمون میں بیوتیوں کے طرف داروں نے دئے تھے یعنے یہ کہ وہ پہلے کورنتھ اور آرگوس کے حلیف بن جائیں اور اس کے بعد لاکے ڈیمون کے اتحاد میں شریک ہوں۔ اُن کا خیال تھا کہ یہ ساری باتیں نہ بتائی جائیں تو بھی کونسلوں کے اراکین بیوتارخوں کے مشوروں اور تجاویز کے خلاف رائے نہیں دیں گے۔ جب یہ مشکل پیش آئی تو کورنتھی اور تھریس کے ایلچی اپنا مقصد حاصل کئے بغیر ہی واپس چلے گئے۔ بیوتارخوں نے پہلے یہ سوچا تھا کہ ان کی تجویزیں منظور ہو جائیں تو آرگوس کے ساتھ معاہدہ کرنے کی کوشش کی جائے لیکن اب انھوں نے نہ تو آرگوس سے اتحاد کے سوال کو کونسلوں میں پیش کیا اور نہ حسب وعدہ آرگوس کو ایلچی بھجوائے۔ اس طرح ان کا سارا جوش وخروش ٹھنڈا ہو گیا اور یہ معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا۔

اسی موسم گرما میں اولنتھیوں نے میکاتی برنہ پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا اور وہاں کے اتھنزی محافظ دستہ کو گرفتار کر لیا۔

اِدھر یہ سب ہو رہا تھا اور اُدھر اتھنزیوں اور لاکے ڈیمونیوں کے مابین ان مفتوحہ علاقوں کی واپسی کے سوال پر گفتگو ہو رہی تھی جو شرائط صلح کے مطابق ایک دوسرے کو واپس شدنی تھے لیکن جن کا استرداد ہنوز عمل میں نہیں آیا تھا۔ لاکے ڈیمونیوں کو توقع تھی کہ اگر بیوتی پاناکتوم اتھنزیوں کو واپس کر دیں تو پیلو لاکے ڈیمون کو واپس مل جائے گا۔ اس مقصد کے تحت انھوں نے اب بیوتیوں کے

پاس اپنے سفیر بھجوائے اور درخواست کی کہ پاناکتوم اور بیوشیہ کے ایتھنزی قیدیوں کو ان کے حوالہ کر دیا جائے تاکہ ان کے معاوضہ میں وہ پیلوس حاصل کر سکیں۔ اس کا جواب بیوتیوں نے یہ دیا کہ وہ اس مطالبہ کو اس وقت تک قبول نہیں کریں گے جب تک لاکے دیمون اُن سے ایک علیٰحدہ معاہدہ نہ کرے جیسا کہ انھوں نے ایتھنز سے کیا تھا۔ لاکے دیمونی جانتے تھے کہ اس کارروائی سے عہد شکنی ہوگی کیونکہ یہ بات طے ہو چکی تھی کہ ایتھنز یا لاکے دیمون ایک دوسرے کے مشورہ کے بغیر اپنے طور پر جنگ یا صلح کی کوئی کارروائی نہیں کریں گے۔ اس کے باوجود وہ کسی طرح پاناکتوم کا استرداد چاہتے تھے اور ان کو توقع تھی کہ اُس کے معاوضہ میں پیلوس واپس مل سکے گا۔ اور جو فریق صلح نامہ کی تنسیخ پر زور دے رہا تھا اُس کا بیوتیوں پر زبردست اثر تھا اس لئے آخر کار اُس نے سرما ختم ہونے کے بعد اوائل بہار میں بیوشیہ سے علیٰحدہ معاہدہ کر لیا جس کے ساتھ ہی پاناکتوم فی الفور مسمار کر دیا گیا اور جنگ کا گیارھواں سال اختتام کو پہنچا۔

اس کے بعد موسم گرما کے ابتدائی ایام میں جب آرگوسیوں نے دیکھا کہ بیوتیوں نے وعدہ کے مطابق اپنے سفیر نہیں بھجوائے اور پاناکتوم مسمار کیا جا رہا ہے اور یہ کہ بیوتیوں اور لاکے دیمونیوں نے ایک علیٰحدہ معاہدہ کر لیا ہے تو گھبرائے کہ کہیں آرگوس بے یار و مددگار نہ ہو جائے اور اس کے اتحاد کے سارے شرکا لاکے دیمون سے نہ جا ملیں۔ اُن کا خیال تھا کہ لاکے دیمونیوں نے بیوتیوں کو اس امر پر راضی کیا تھا کہ پاناکتوم کو ڈھا کر ایتھنز کے معاہدہ میں شریک ہو جائیں ان کو شبہ ہوا کہ اس کارروائی میں درپردہ خود ایتھنزیوں کا ہاتھ تھا اس طرح اب اُن کے لئے ایتھنز کے معاہدہ میں شرکت کا امکان بھی باقی نہیں رہا۔ حالانکہ اس وقت تک آرگوسی یہ سمجھتے رہے تھے کہ موجودہ اختلافات کی بنا پر اگر ایتھنز

لاکے ڈیمون کے ساتھ صلح کا معاہدہ ختم کردے تو بشرط ضرورت آرگوس ایتھنز سے معاہدہ کرسکے گا۔ جب یہ مشکل آپڑی تو آرگوسیوں کو خوف ہوا کہ لاکے ڈیمون کے ساتھ صلح نامہ کی تجدید سے انکار اور پلوپونیز پر اپنا اقتدار اعلیٰ قایم کرنے کی خواہش کی بنا پر ان کو بہ یک وقت لاکے ڈیمونیوں تیگیوں، بیوتیوں اور ایتھنزیوں کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ اس لئے انھوں نے بعجلت ممکنہ یوسترو فوس اور ایوسون کو جو سب سے زیادہ قابل قبول ایلچی سمجھے گئے لاکے ڈیمون روانہ کیا۔ ان ایلچیوں کو ہدایت دی گئی کہ ممکنہ حد تک مناسب شرایط پر معاہدہ کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ آرگوس کا امن برقرار رہ سکے۔

لاکے ڈیمون پہنچنے کے بعد ان ایلچیوں نے مجوزہ معاہدہ کی شرطوں کے بارے میں گفت و شنید شروع کی۔ آرگوسیوں نے پہلے یہ مطالبہ کیا کہ کینوری اراضی کے تنازعہ کو ثالثی کے لئے کسی مملکت یا خانگی فرد کے آگے پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔ اس سرحدی خطہ پر جس میں تھریا اور انتھےنے کی بلدیات واقع ہیں لاکے ڈیمون کا قبضہ تھا لیکن اس کی ملکیت کے بارے میں ان دو مملکتوں میں ہمیشہ جھگڑا ہوتا رہتا تھا۔ لاکے ڈیمونیوں نے پہلے تو کہا کہ وہ اس مسئلہ پر بحث کرنے تیار نہیں ہیں اور سابقہ شرطوں پر معاہدہ کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔ لیکن آخر کار آرگوسی سفیران کو ہموار کرنے میں کامیاب ہوگئے اور یہ طے پایا کہ بالفعل پچاس سالہ صلح کا معاہدہ کیا جائے لیکن ہر دو فریق اس امر کے مجاز ہوں گے کہ باضابطہ دعوت مقابلہ دیکر مابہ النزاع خطہ کی ملکیت کا تصفیہ جنگ کے ذریعہ کریں لیکن شرط یہ ہے کہ اس قسم کی کارروائی ایسے زمانہ میں نہ کی جائے جب کہ لاکے ڈیمون یا آرگوس میں طاعون کی وبا پھیلی ہوئی ہو یا ان کے علاقہ میں جنگ ہو رہی ہو۔ کینوری کے لئے اس قسم کی لڑائی اس سے پہلے بھی ہو چکی تھی جب کہ دونوں فریقوں نے اپنے فتحمند

ہونے کا دعوی کیا کیونکہ لاکے دیمون یا آرگوس کی سرحد کے پرے فریق مقابل کا تعاقب کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ پہلے تو لاکے دیمونیوں نے سوچا کہ یہ ایک مہمل بات ہوگی لیکن چونکہ وہ بہرصورت آرگوس کی دوستی کے متمنی تھے، اس لیے ان شرائط کو بھی قبول کر لیا جو ضبط تحریر میں لائی گئیں۔ لیکن اس معاہدہ کے لاگو ہونے سے پہلے یہ ضروری تھا کہ سفرا آرگوس لوٹ کر اپنے اہل ملک کو مطلع کریں اور اُن کے اظہار رضامندی کی صورت میں ہیاکنتھیا کے میلے کے موقع پر لاکے دیمون آکر حلف اٹھائیں۔

اس کے بعد سفرا اپنے وطن کو واپس ہو گئے۔ اس دوران میں جب آرگوسی اس گفت و شنید میں معروف تھے، لاکے دیمونی سفیر اندرومیدیس، فائدیموس اور انتی مینیداس، بیوشیہ کے ایتھنزی اسیروں اور پاناکتوم کو ایتھنز کے حوالہ کرنے کی غرض سے آئے تو پتہ چلا کہ اس قلعہ کو خود بیوتیوں نے مسمار کر دیا ہے اور اس کی وجہ یہ بتائی گئی کہ زمانہ قدیم میں جب پاناکتوم کے سوال پر بیوتیوں اور ایتھنزیوں میں اختلاف پیدا ہوا تھا تو فریقین نے حلفیہ عہد کیا تھا کہ ان میں سے کوئی بھی اس خطہ میں آباد نہیں ہوگا اور اسے ہر دو مملکتیں مشترکہ چراگاہ کے طور پر استعمال کر سکیں گی۔ البتہ بیوشیہ کے اسیران جنگ اندرومیدیس اور اس کے شرکائے کار کے حوالہ کر دئے گئے جنھوں نے اُن کو ایتھنز پہنچا دیا۔ لاکے دیمونی سفیروں نے پاناکتوم کے انہدام کی اطلاع بھی ایتھنزیوں کو دی وہ اس قلعہ کے انہدام کو اُس کے استرداد کے مساوی ہی سمجھتے تھے کیونکہ اب وہاں ایتھنز کے دشمنوں کے لئے کوئی ٹھکانا نہیں رہا۔ یہ اعلان جب ایتھنزیوں نے سنا تو اُن کے غیض و غضب کی کوئی انتہا نہ رہی اور انھوں نے سمجھا کہ لاکے دیمونیوں نے دوہرا فریب دیا۔ ایک تو پاناکتوم کو مسمار کر دیا جس کا استرداد صحیح و سالم

حالت میں عمل میں آنا چاہئے تھا اور دوسرے حالیہ اطلاعات کے مطابق انھوں نے بیوتیوں سے اپنے طور پر الگ معاہدہ کر لیا حالانکہ سابق میں وہ وعدہ کر چکے تھے کہ جو حلیف صلح نامہ کی شرطوں کو ماننے سے انکار کریں گے اُن کو اسے قبول کرنے پر مجبور کرنے میں ایتھنز کی مدد کریں گے۔ ایتھنزیوں نے اُن دوسرے امور پر بھی غور کیا جن میں لاکے دیمونی اپنے اقرار سے پھر گئے تھے اور یہ سمجھ کر کہ انھیں بیوقوف بنایا گیا' لاکے دیمونی سفرا کو غصہ سے بھرا جواب دے کر رخصت کر دیا۔

جب لاکے دیمونیوں اور ایتھنزیوں کے مابین اختلافات کی خلیج اس درجہ وسیع ہو گئی تو ایتھنز کا جو فریق صلح نامہ کی تنسیخ کا طالب تھا اُس نے فوراً ہاتھ پیر مارنا شروع کر دیا۔ ان میں سب سے زیادہ ممتاز شخصیت الکی بیادیس این کلینیاس کی تھی جو ہنوز اس قدر نوعمر تھا کہ ہم عصر یونانی مملکتوں میں کوئی سیاسی سربراہ اس قدر نوعمر نہیں تھا لیکن اُس کا تعلق ایک نہایت سربرآوردہ خاندان سے تھا جس کی شہرت زمانہ قدیم سے چلی آ رہی تھی۔ الکی بیادیس واقعی آرگوسی اتحاد میں شرکت کو قابل ترجیح سمجھتا تھا۔ گو یہ واقعہ ہے کہ موجودہ صلح نامہ کی مخالفت کے پیچھے شخصی عناد بھی بڑی حد تک کام کر رہا تھا کیونکہ یہ بات اُسے سخت ناگوار ہوئی تھی کہ نوعمری کی بنا پر اُس کو نظر انداز کر کے لاکے دیمونی صلح کی گفت و شنید نکیاس اور لاخیس کے توسط سے کریں۔ اس کے علاوہ وہ یوں بھی خفا تھا کہ انھوں نے پروکسینی کی حیثیت سے لاکے دیمون سے دیرینہ خاندانی تعلق کے پیش نظر اس کے اعزاز و اکرام کا مناسب حد تک خیال نہیں رکھا۔ اُس کے دادا نے اس منصب سے دست برداری حاصل کر لی تھی لیکن حال ہی میں اسفاکتیریہ کے اسیران جنگ کے ساتھ بطور خاص پسندیدہ سلوک کر کے وہ اس قدیمی رشتہ کو بحال کرانے کی فکر کر رہا تھا۔ وہ اسے ہر طرح اپنے لئے سُبکی کا باعث

سمجھتا تھا اس لئے پہلے تو صلح نامہ کی یہ کہہ کر مخالفت کی کہ لاکے دیمونیوں پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ وہ محض آرگوس کو ختم کرنے کے لئے صلح چاہتے ہیں تاکہ اس طرف سے مطمئن ہو کر ایتھنز پر دھاوا کیا جا سکے۔ اور اب جو متذکرہ بالا صورت حال پیش آئی تو اس نے فوراً خفیہ طور پر پیام بھجوایا کہ آرگوسی صلح کی تجاویز کے ساتھ جلد از جلد ایتھنز آئیں اور اپنے ساتھ من تی نیوں اور ایلیوں کو بھی لائیں۔ اس نے یقین دلایا کہ حالات معاہدہ کے لئے سازگار ہیں اور اس کی تکمیل میں بذات خود ممکنہ حد تک مدد دینے کا وعدہ کیا۔

جب الکی بیادیس کا پیام آرگوسیوں کو ملا اور یہ حقیقت آشکار ہو گئی کہ نہ صرف بیوتی معاہدہ میں ایتھنز کا درپردہ ہاتھ نہیں ہے بلکہ اس کے اور لاکے دیمونیوں کے مابین سخت اختلافات ہیں تو انھوں نے اس سفارت کو قطعاً نظر انداز کر دیا جو معاہدہ کی گفت و شنید کے لئے کچھ ہی عرصہ پہلے لاکے دیمون بھجوائی گئی تھی اور ایتھنز کی طرف مائل ہو گئے۔ انھوں نے سوچا کہ ایتھنز سے اتحاد ہو جائے تو جنگ چھڑ جانے کی صورت میں ایک ایسی مملکت کی حمایت حاصل رہے گی جو نہ صرف آرگوس کا قدیم حلیف ہے بلکہ جہاں آرگوس ہی کے طرز کی عمومیت رائج ہے اور جس کا بحری بیڑا بہت طاقتور ہے۔ ان اسباب کے پیش نظر انھوں نے فوراً اپنے سفیر جن کے ساتھ ایلیس اور من تی نیہ کے سفیر بھی تھے، ایتھنز بھجوائے تاکہ معاہدہ کی تکمیل کی جا سکے۔

جس وقت یہ سفیر ایتھنز روانہ ہوئے اسی وقت لاکے دیمون سے ایک سفارت بعجلت ممکنہ وہاں پہنچی۔ یہ سفارت فلوخارید اس، لیون اور اندیوس پر مشتمل تھی جو ایتھنز کے موید مشہور تھے اور انھیں اس خوف سے بھجوایا گیا تھا کہ ایتھنز جھلاہٹ میں آرگوس سے اتحاد نہ کر لیں۔ لاکے دیمونی یہ بھی چاہتے تھے کہ پانا کوتم کے

بدلے میں پیلوس حاصل کیا جائے اور بیوشیہ سے معاہدہ کے بارے میں صفائی پیش کرتے ہوئے یقین دلایا جائے کہ اُس کا مقصد ایتھنز کو نقصان پہنچانا نہیں ہے۔ جب لاکے دیمونی سفیروں نے سنات میں ان امور کی وضاحت کی اور کہا کہ وہ سارے دوسرے مسایل کا حل تلاش کرنے کی غرض سے پورے اختیارات کے ساتھ آئے ہیں تو الکی بیادیس گھبرایا کہ اگر یہی باتیں وہ مجلس عوام میں بیان کریں تو ممکن ہے عوام ان کی تائید کریں اور آرگوس سے اتحاد کی تحریک مسترد ہو جائے۔ یہ سوچ کر اُس نے ایک چال چلی اور قسمیں کھا کھا کر یقین دلایا کہ مجلس عوام میں کامل اختیارات کا ذکر نہ کیا جائے تو وہ پیلوس کو اُن کے حوالہ کر دے گا (وہ خود اس زمانے میں پیلوس کے استرداد کا مخالف تھا لیکن اس کے باوجود اُس نے ایتھنزیوں سے اس کی منظوری حاصل کرنے کا وعدہ کیا) اور دوسرے اختلافی مسایل کا بھی تصفیہ کرا دے گا۔ وہ چاہتا تھا کہ نکیاس سے تعلق کر کے اور مجلس عوام میں بدنیتی اور دروغ گوئی کا الزام لگا کر اُن کو ذلیل کرے تاکہ آرگوسیوں، ایلیوں اور منتی نیو کو اتحاد میں شریک کیا جا سکے اور اُس کا یہ منصوبہ کامیاب ہو گیا۔ جب سفیر مجلس عوام میں آئے اور اُن سے سوال کیا گیا تو انھوں نے یہ نہیں کہا کہ وہ کامل اختیارات کے ساتھ آئے تھے، جیسا کہ اس سے پہلے سنات میں کہہ چکے تھے۔ اِس پر عوام کے غصہ کی کوئی انتہا نہ رہی اور جب الکی بیادیس نے زور شور سے لاکے دیمونیوں کی مخالفت کی تو وہ فوراً آرگوسیوں اور اُن کے ساتھیوں سے ملنے اور اُن کو اپنے اتحاد میں شریک کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ لیکن عہد نامہ کی کارروائی کی تکمیل سے پہلے بھونچال آ گیا تو مجلس کی کارروائی اُس روز کی حد تک ملتوی ہو گئی۔

اگرچہ لاکے دیمونی کامل اختیارات کے ساتھ آنے کا اقرار نہ کر کے نہ صرف خود فریب میں آ گئے بلکہ نکیاس کو بھی اس سے دھوکہ ہوا۔ اس کے باوجود دوسرے

روز مجلس عوام کے اجلاس میں اُس نے لاکے ڈیمون کے ساتھ دوستانہ تعلقات قایم کرنے کی اہمیت پر زور دیا۔ اُس نے کہا کہ آرگوسیوں کی تجاویز بالفعل زیر غور رکھی جائیں اور لاکے ڈیمون کو دوبارہ سفارت بھجوا کر اس کے ارادوں کا پتہ چلایا جائے جنگ کی کارروائی کچھ عرصہ کے لئے التوا میں پڑ جائے تو اس سے فائدہ ہی ہوگا کیونکہ ایتھنز کے اثر و نفوذ میں اضافہ ہوگا اور مخالف طاقتوں کے موقف کو نقصان پہنچے گا۔ نکیاس نے کہا کہ اس وقت ایتھنز بہمہ وجوہ مطمئن اور نہایت مرفع الحال ہے اس لئے ضرورت ہے کہ اس عروج اور خوش حالی کو زیادہ سے زیادہ عرصہ تک برقرار رکھنے کی کوشش کی جائے۔ اس کے برخلاف لاکے ڈیمون کے حالات اس درجہ مایوس کن ہیں کہ وہ جان پر کھیل کر جلد از جلد قسمت آزمائی کرنا چاہے گا۔ اس استدلال سے متاثر ہو کر مجلس عوام لاکے ڈیمون کو سفیر بھجوانے پر راضی ہو گئی۔ اس سفارت میں خود نکیاس بھی شریک ہو گیا اور طے پایا کہ لاکے ڈیمون سے مطالبہ کیا جائے کہ اپنی دیانت داری کا ثبوت دینے کے لئے پانا کتوم کو صحیح و سالم واپس کر دیا جائے اور امفی پولس ایتھنز کے سپرد کیا جائے۔ بیوتیوں سے جو معاہدہ ہوا ہے اُسے فسخ کر دیا جائے (بجز اس کے کہ بیوتی صلح نامہ کی شرایط کو قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کریں) کیونکہ صلح نامہ کی شرایط کے مطابق کوئی فریق دوسرے کی رضامندی کے بغیر کسی اور ملک سے معاہدہ نہیں کر سکتا۔ سفیروں کو ہدایت دی گئی کہ لاکے ڈیمونیوں کو یہ بھی بتا دیں کہ اگر بدعہدی کرنا اور فریب دینا مقصود ہوتا تو ایتھنزی پہلے ہی آرگوس سے معاہدہ کر لیتے جس کے نمایندے اسی غرض سے آئے ہیں اور اس وقت ایتھنز میں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ ساری دوسری شکایتوں کے بارے میں ضروری ہدایات حاصل کر کے سفیر لاکے ڈیمون کو روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر انھوں نے حسب ہدایت اپنے اغراض و مقاصد بیان کئے اور آخر میں

کہا کہ اگر بیوتی صلح نامہ کو ماننے پر راضی نہ ہوں تو لاکے دیموتی ان کے ساتھ اپنے معاہدہ کو منسوخ کردیں اور یہ کہ اگر ایسا نہیں کیا گیا تو ایتھنز آرگوسیوں اور اُن کے حلیفوں سے اتحاد کرے گا۔ اس کے باوجود لاکے دیموتیوں نے بیوتیوں سے طے شدہ معاہدہ کو ختم کرنے سے انکار کردیا اور زینارس نامی الیفور کے فریق اور ہم خیالوں کی رائے مان لی گئی۔ تاہم نکیاس کی استدعا پر لاکے دیموتیوں نے شرایط صلح کی پابندی کے حلف کی تجدید کی۔ اس ناکامی سے اس کو اپنی رسوائی کا اندیشہ پیدا ہوگیا تھا کیوں کہ لاکے دیموتیوں سے صلح کا وہی بانی مبانی سمجھا جاتا تھا۔ اُس کا یہ اندیشہ بجا بھی ثابت ہوا اور جب وہ واپس آیا اور ایتھنزیوں کو سفارت کی ناکامی کا پتہ چلا تو وہ نہایت برافروختہ ہوئے۔ اُن کو یقین ہوگیا کہ لاکے دیموتیوں نے بدعہدی کی اس لئے طے کیا کہ آرگوسیوں اور اُن کے حلیفوں سے جو الکی بیادیس کے بلاوے پر آئے ہوئے تھے حسب ذیل شرائط پر معاہدہ کرلیا جائے:—

ایتھنزیوں، آرگوسیوں، من تی نیوں اور ایلیوں نے اپنی اور اپنی سلطنتوں کے حلیفوں کی جانب سے آپس میں یہ معاہدہ کیا کہ آیندہ ایک سو سال تک بری یا بحری راستہ سے کھلے یا خفیہ طور پر حملہ کرکے ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

(ا) یہ جائز نہیں ہوگا کہ آرگوسی، ایلیا، من تی نیہ اور اُن کے حلیف ایتھنز یا سلطنت ایتھنز کے حلیفوں کے خلاف، یا ایتھنزی اور سلطنت ایتھنز کے حلیف آرگوس، ایلیہ، من تی نیہ یا اُن کے حلیفوں کے خلاف جنگ کی کوئی کارروائی کریں۔

ایتھنزی، آرگوسی، ایلیائی اور من تی نی حسب شرایط ذیل ایک سو سال تک ایک دوسرے کے اتحادی رہیں گے۔

(۲) اگر کوئی دشمن ایتھنز کے علاقہ پر حملہ کرے اور ایتھنزی امداد طلب کریں تو آرگوسی، ایلیائی اور من تی نی اپنی پوری طاقت کے ساتھ ممکنہ حد تک موثر مدد دیں گے۔ اور اگر حملہ آور امداد پہنچنے سے پہلے ملک کو تاخت و تاراج کر کے واپس چلا جائے تو اُسے آرگوس، من تی نیہ، ایلیہ اور ایتھنز کا دشمن قرار دیا جائے گا اور یہ ساری مملکتیں اُس کے خلاف جنگ کا اعلان کردیں گی۔ اور ان میں سے کوئی مملکت اپنے طور پر اور دوسری شریک معاہدہ مملکتوں کی رضامندی کے بغیر حملہ آور سے صلح نہیں کرے گی۔

(۳) اسی طرح اگر کوئی دشمن آرگوس، من تی نیہ یا ایلیہ کے علاقہ پر حملہ کرے اور یہ مملکتیں امداد طلب کریں تو ایتھنزی اپنی پوری طاقت کے ساتھ آرگوس، من تی نیہ اور ایلیہ کی ممکنہ حد تک موثر مدد کریں گے۔ لیکن اگر حملہ آور امداد پہنچنے سے پہلے ملک کو تاخت و تاراج کر کے واپس چلا جائے تو اُسے ایتھنز، آرگوس، من تی نیہ اور ایلیہ کا دشمن قرار دیا جائے گا اور یہ ساری مملکتیں اُس کے خلاف جنگ کا اعلان کردیں گی۔ اور ان میں سے کوئی مملکت اپنے طور پر اور دوسری شریک معاہدہ مملکتوں کی رضامندی کے بغیر حملہ آور سے صلح نہیں کرے گی۔

(۴) کسی مسلح فوج کو شریک معاہدہ مملکتوں یا اُن کے اتحادیوں کے علاقہ یا اُن کے علاقائی سمندر میں سے بہ اغراض جنگ گزرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی بجز اس کے کہ ساری مملکتیں یعنے ایتھنز، آرگوس، من تی نیہ اور ایلیہ اس کے حق میں رائے دیں۔

(۵) امدادی افواج کا خرچ امداد کی طالب مملکت میں پہنچنے کے تیس[۳۰] روز بعد تک امداد دینے والی مملکت کے ذمہ رہے گا اور یہی عمل اُن کی

واپسی پر بھی ہوگا۔ اگر امدادی افواج کی خدمات طویل تر عرصہ کے لئے درکار ہوں تو اُن کا خرچ امداد مانگنے والی مملکت برداشت کرے گی۔ اس خرچ کی شرح بھاری ہتھیار بند پیادوں، تیراندازوں اور ہلکے ہتھیار بند سپاہیوں کی حد تک فی نفر تین آئی گینی اوبول اور فی سوار ایک آئی گینی ڈراکما ہوگی۔

(۶) اگر لڑائی امداد طلب کرنے والی مملکت کے علاقہ میں ہو تو امدادی لشکر کی کمان اسی کے سپرد ہوگی لیکن اگر مختلف مملکتیں کوئی متحدہ مہم شروع کریں تو فوج کی کمان ساری شریک جنگ اتحادی مملکتوں میں مساوی اساس پر تقسیم کی جائے گی۔

(۷) اس معاہدہ کی پابندی کا حلف اتھنزی اپنی اور اپنے اتحادیوں کی جانب سے اٹھائیں گے۔ اور آرگوسی، من تی نی، ایلیائی اور ان کے حلیفوں کی مملکتوں کے نمایندے اپنے اپنے ملک کی جانب سے انفرادی طور پر حلف لیں گے۔ ہر ایک شریک معاہدہ مملکت کے نمایندے مقررہ عمر کا فدیہ پیش کرکے اپنے ملک کے رواج کے مطابق سب سے بڑی قسم کھائیں گے۔ حلف کے الفاظ یہ ہوں گے:—

'میں اس معاہدہ اور اس کی شرائط کی پابندی راست بازی نیک نیتی اور خلوص کے ساتھ کروں گا اور کسی طرح اور کسی عنوان کوئی خلاف ورزی نہیں کروں گا'۔

اتھنز میں پری ٹین سنات کے اراکین اور عاملوں سے یہ حلف دلوائیں گے آرگوس میں اسّی اراکین کی مجلس شوریٰ حلف لے گی اور ارتی نائے اور سنات کے اراکین سے حلف دلوائے گی۔ من تی نیہ میں تھیوری اور پولے مارخ ڈیمیورگی سنات کے اراکین اور دوسرے عاملوں سے حلف اٹھوائیں گے۔ ایلیہ میں

ڈیمیورگی حلف لے گی اور ڈیمیورگی اور تھسموفلیس عاملوں اور چھ سو اراکین کی مجلس شوریٰ سے حلف دلوائیں گے۔ اس عہد و پیمان کی تجدید ایتھنزی اولمپک کھیلوں کے مقابلہ سے تیس روز پہلے ایلیہ، منتی نیہ اور آرگوس جاکر کریں گے آرگوسی، منتی نی اور ایلیائی اس حلف کی تجدید پانا تھینائے کے بڑے میلے سے دس روز پہلے ایتھنز جاکر کریں گے۔ صلح نامہ کی دفعات حلف کے الفاظ اور باہمی امداد کے معاہدہ کے متن کو پتھر کے مینار پر کندہ کر کے ایتھنزی قلعۂ ایتھنز میں، آرگوسی عبادت گاہ اپولو کے چوک میں اور منتی نی بت خانہ زیوس کے چوک میں نصب کریں گے اور ساری شریک معاہدہ مملکتوں کی جانب سے اسی قسم کا ایک پیتلی مینار اولمپک بازی گاہ میں عنقریب منعقد ہونے والے مقابلوں کے موقع پر نصب کیا جائے گا۔ اگر متذکرۂ بالا مملکتیں آئندہ شرائط معاہدہ میں کسی فقرہ کے اضافہ کی ضرورت محسوس کریں تو سارے شرکائے معاہدہ کی رضامندی سے جو بھی تصفیہ ہو اس کی پابندی سب پر لازمی ہوگی۔

اگرچہ مصرحۂ بالا معاہدات کی تکمیل عمل میں آئی اس کے باوجود نہ تو لاکے ڈیمونیوں نے اور نہ ایتھنزیوں نے اُس معاہدہ سے دست برداری اختیار کی جو ایتھنز اور لاکے ڈیمون کے مابین ہوا تھا۔ اُدھر کورنتھ نے آرگوس سے محالفہ کے باوجود اس نئے معاہدہ میں شرکت نہیں کی جس طرح ایلیائیوں، آرگوسیوں اور منتی نیوں کے مابین اس سے پہلے طے شدہ دفاعی اور باہمی امداد کے معاہدہ میں شرکت کو اُس نے قبول نہیں کیا تھا اور اعلان کیا تھا وہ ابتدائی معاہدہ پر ہی قانع رہے گا جو صرف دفاعی نوعیت کا تھا اور جس کا مقصد یہ تھا کہ کسی فریق پر حملہ کی صورت میں مدافعت میں دوسرے شرکا مدد دیں لیکن یہ پابندی نہیں لگائی گئی

گئی تھی کہ کوئی شریک معاہدہ مملکت کسی ملک پر حملہ کرنا چاہے تو شرکائے معاہدہ متحد ہو کر اُس کی مدد کریں۔ اس طرح کورنتھیوں نے اپنے حلیفوں سے الگ راستہ اختیار کیا اور دوبارہ لاکے دیمونیوں کی جانب مائل ہو گئے۔

اس موسم گرما میں اولمپک کھیلوں کے مقابلہ کے موقع پر جس میں کُشتی اور مُکا بازی میں پہلی دفعہ آرکیدیہ کے اینڈروستھنیز کو سورما قرار دیا گیا ایلیائیوں نے لاکے دیمونیوں کو مندر کے علاقہ میں داخلہ کی اجازت نہیں دی اور اس طرح ان کو دیوتا پر بھینٹ چڑھانے اور کھیلوں کے مقابلوں میں حصہ لینے سے باز رکھا یہ کارروائی اس لئے کی گئی کہ لاکے دیمونیوں نے اولمپک قانون کے مطابق ایلیائیوں کی جانب سے اُن پر عائد شدہ جرمانہ ادا کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ایلیائیوں نے یہ الزام لگایا تھا کہ لاکے دیمونیوں نے اولمپک میلہ کے مقدس ایام میں قلعۂ فیرکوس پر لشکر کشی کی اور اپنے بھاری ہتھیار بند پیادوں کی فوج لیپریوم کے علاقہ میں بھجوائی۔ جرمانہ کی مجموعی رقم قانون کے مطابق فی بھاری ہتھیار بند سپاہی دو مینا کے حساب سے دو ہزار مینا متشخص ہوئی تھی۔ لاکے دیمونیوں نے اپنے ایلچی بھجوا کر یہ عذر پیش کیا کہ جرمانہ غیر منصفانہ طور پر عائد کیا گیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ جس وقت بھاری ہتھیار بند دستے بھجوائے گئے اُس وقت تک لاکے دیمون میں عارضی صلح کا اعلان نہیں ہوا تھا۔ لیکن ایلیائیوں نے اس امر پر زور دیا کہ ان کے ملک میں صلح نامہ کی پابندی پہلے ہی شروع ہو چکی تھی (ایلیائی صلح کا اعلان پہلے اپنے ملک میں کرتے ہیں) اور یہ کہ لاکے دیمونیوں کا حملہ ان کے لئے بالکل غیر متوقع تھا کیوں کہ وہ ہر طرف سے مطمئن ہو کر امن اور سکون کی زندگی گزار رہے تھے۔ اس پر لاکے دیمونیوں نے یہ دلیل پیش کی کہ اگر ایلیائیوں کا خیال واقعی یہ تھا کہ انھوں نے جارحانہ

کارروائی کی تو اس کے بعد لاکے دیمون میں صلح کا اعلان ایک بے معنی بات ہوتی لیکن چونکہ در اصل اُن کی یہ رائے نہیں تھی اس لئے لاکے دیمون میں صلح کا اعلان کیا گیا جس کے بعد لاکے دیمون نے ان کے ملک پر کوئی حملہ نہیں کیا۔ اس کے باوجود ایلیائی اپنی رائے پر قایم رہے اور اس استدلال کو ماننے پر کسی طرح راضی نہ ہوئے کہ لاکے دیمونیوں نے کوئی جارحانہ کارروائی نہیں کی۔ تاہم انھوں نے کہا کہ اگر لاکے دیمونی لیپریوم کا علاقہ واپس کر دیں تو وہ جرمانہ کی اپنے حصہ کی رقم معاف کر دیں گے اور دیوتا کے مندر کو ادا شدنی رقم بھی خود ہی ادا کر دیں گے۔

جب یہ تجویز کامیاب نہیں ہوئی تو ایلیائیوں نے ایک اور تجویز پیش کی۔ انھوں نے کہا کہ اگر لیپریوم کے استرداد پر لاکے دیمونیوں کو اعتراض ہے تو چونکہ ان کو مندر میں داخل ہونے کا بڑا اشتیاق ہے اس لئے اولمپیائی زیوس کی قربان گاہ پر چڑھ کر اہل یونان سے قسمیہ عہد کریں کہ جرمانہ کی رقم بعد میں ادا کر دی جائے گی۔ لیکن جب لاکے دیمونیوں نے اس سے بھی انکار کر دیا تو ان کے لئے مندر میں داخل ہونے، قربانی پیش کرنے اور کھیلوں کے مقابلوں میں حصہ لینے کی مناہی کر دی گئی۔ اس ممانعت کی بنا پر لاکے دیمونیوں نے اپنے ہی ملک میں قربانی کی۔ اور ان کے علاوہ یونانیوں میں لیپرینی ہی وہ لوگ تھے جن کو مندر کے احاطہ میں داخلہ کی اجازت نہیں دی گئی۔ اس کے باوجود ایلیائیوں کو خوف تھا کہ کہیں لاکے دیمونی بجبر قربانی پیش کرنے کی کوشش نہ کریں چنانچہ اس کو روکنے کے لئے انھوں نے اپنے نوجوان بھاری ہتھیار بند سپاہیوں کا ایک دستہ متعین کر رکھا تھا جن کے ساتھ ایک ہزار آرگوسی ، ایک ہزار منٹی نی اور کچھ ایتھنزی سوار بھی آملے تھے جو میلہ کے دوران میں ہارپینا میں پڑاؤ ڈالے رہے۔ بازی گاہ میں اجتماع کے موقع پر مسلح لاکے دیمونیوں کے

داخلہ کا بڑا اندیشہ محسوس کیا گیا خاص کر اُس وقت جب کہ لخاسس ابن آرکسیلاؤس نامی لاکے دیمونی کو کھیلوں کے منتظمین نے سخت زدوکوب کیا ہوا یہ کہ لخاس کے گھوڑوں نے کامیابی حاصل کی لیکن چونکہ اُس کو مقابلہ میں حصہ لینے کا حق حاصل نہیں تھا اس لئے بیوتیوں کی کامیابی کا اعلان کیا گیا تو ریس کورس پر پہنچ کر اُس نے اپنے رتھ بان کو ٹکٹ پہنایا تاکہ حاضرین کو پتہ چل جائے کہ اُس کا رتھ اول آیا تھا۔ اس واقعہ کے بعد سب لوگ زیادہ سہم گئے تھے اور خلفشار کا سخت اندیشہ پیدا ہو گیا تھا لیکن جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں لاکے دیمونی اپنی جگہ پر خاموش رہے اور انھوں نے المپک تقریبات کے موقع پر کوئی دراندازی نہیں کی۔ اولمپک مقابلوں کے اختتام کے بعد آرگوسی اور اُن کے حلیف کورنتھ روانہ ہوئے اور اُسے اپنا اتحادی بنانے کی کوشش کی۔ وہاں چند لاکے دیمونی سفیروں سے بھی اُن کی ملاقات ہوئی اور بڑے طول طویل مباحث ہوئے لیکن ان کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا کیونکہ اسی اثنا میں بھونچال آ گیا تو سب لوگ اپنے اپنے وطن کو لوٹ گئے۔

موسم گرما اس طرح ختم ہو گیا۔ اس کے بعد سرما میں تراخی نیہ کے ہرقلیوں اور آئی نیاتیوں، دولوپیوں، مالیائیوں اور تھسالیہ کے بعض حصوں کے باشندوں میں لڑائی ہو گئی۔ یہ سارے قبائل تراخی نیہ کے سرحدوں پر آباد تھے اور اُن کی دشمنی کی وجہ سے شہر کو سخت اندیشہ لگا ہوا تھا۔ چنانچہ انھوں نے بار بار حملے کر کے اُسے زچ کر دیا اور اب اس لڑائی میں ہرقلیوں کو شکست دی جن کے کشتوں میں لاکے دیمونی کمانڈر زینارس ابن کنیدس بھی شامل تھا۔ اس طرح موسم سرما اور اُس کے ساتھ اس جنگ کا بارھواں سال بھی ختم ہو گیا۔

اس لڑائی کے بعد ہرقلیہ کی حالت اس درجہ ناگفتہ بہ ہوگئی کہ اس کے بعد موسم گرما میں بیوتیوں نے اُس پر قبضہ کر لیا اور لاکے ڈیمونی عامل اگے سپیداسس کو بدانتظامی کا الزام لگا کر علیحدہ کر دیا۔ ان کو اندیشہ تھا کہ اُس وقت جب کہ پلوپونیز کے حالات کی وجہ سے لاکے ڈیمونیوں کی توجہات ہٹ گئی تھیں ایتھنزی حملہ کر کے اس شہر پر قبضہ نہ کر لیں۔ اس کے باوجود لاکے ڈیمونیوں کو بیوتیوں کا یہ عمل پسند نہیں آیا اور وہ اُن سے ناراض ہو گئے۔

اسی موسم گرما میں الکی بیادیس ابن کلینیاس جو اب ایتھنز میں سپاہ سالار بن گیا تھا، آرگوسیوں اور اتحادیوں کو ساتھ لے کر چند ایتھنزی بھاری ہتھیار بند دستوں اور تیر اندازوں کے ہمراہ پلوپونیز میں داخل ہوا۔ جن اقطاع سے یہ لشکر گزرا وہاں کے چند اتحادی سپاہیوں کو بھی الکی بیادس نے اپنے ساتھ لے لیا۔ اس فوج کے ساتھ الکی بیادس نے پلوپونیز کے مختلف مقامات کی گشت کی اور محالفہ سے متعلقہ مختلف امور طے کئے۔ ایک اور کام اس نے یہ کیا کہ پاتریانیوں کو ترغیب دی کہ وہ اپنے شہر کی حفاظتی دیواروں کو لمبا کر کے ساحل سمندر تک پہنچا دیں اور وہ خود بھی اکاٹیائی رھیوم کے قریب ایک قلعہ تعمیر کرنا چاہتا تھا۔ لیکن کورنتھیوں، سکیونیوں اور اُن تمام علاقوں کے لوگوں نے جن کے لئے یہ قلعہ خطرہ کا باعث ہو سکتا تھا، اس کی تعمیر کے کام میں رکاوٹیں پیدا کیں۔

اسی موسم گرما میں ایپیدوریوں اور آرگوسیوں میں لڑائی چھڑ گئی۔ یہ لڑائی اس بہانہ شروع کی گئی کہ ایپیدوریوں نے اپنی چراگاہ کے لئے اپولو پیتھائوس کے واسطے کوئی چڑھاوا نہیں بھجوایا جو اُن کا فرض تھا اور اس وقت مندر کے انتظام میں سب سے زیادہ دخل آرگوسیوں کو حاصل تھا۔ لیکن اس حیلہ کے علاوہ

الکی بیادیس اور آرگوسی یکا ارادہ کر چکے تھے کہ اپیدوروس پر قبضہ کرنے کی حکمنہ کوشش کی جائے گی تاکہ ایک تو کورنتھ کی غیر جانب داری کا یقین ہو جائے دوسرے اگر ایتھنزی اسکیلیوم کے گرد گھومے بغیر آئی گینہ سے کمک طلب کریں تو اس کے لئے راستہ تنگ تر ہو جائے۔ اس مقصد کے پیش نظر آرگوسیوں نے اپیدوروس پر لشکر کشی کا بطور خود انتظام کیا تاکہ اُن کو چڑھاوا دینے پر مجبور کیا جائے۔

تقریباً انہی دنوں لاکے دیمونیوں نے اپنی ساری جمعیت کے ساتھ لیوکترا کی طرف کوچ کیا جو اُن کی سرحد پر کوہ لیکایوم کے محاذی واقع ہے۔ اس فوج کی کمان آگس ابن آرکی داموس کے سپرد تھی اور کوچ کرنے والے لشکر کی منزل مقصود کا کسی کو پتہ نہیں تھا۔ انتہا یہ ہے کہ جن بلدیات نے اس مہم میں شرکت کے لئے فوجی دستے بھجوائے تھے اُن کو بھی معلوم نہیں تھا کہ لشکر کہاں جا رہا تھا۔ لیکن سرحد عبور کرنے کے لئے جو قربانیاں پیش کی گئیں ان کو دیوتاؤں نے قبول نہیں کیا تو لاکے دیمونی اپنے وطن لوٹ گئے اور اتحادیوں کو ہدایت دی کہ اگلے مہینے میں کوچ کے لئے تیار رہیں۔ اتفاق سے وہ کارنیوس کا مہینہ تھا جس کو دوریانی مقدس اور متبرک سمجھتے ہیں۔ لاکے دیمونیوں کی واپسی کے بعد آرگوسیوں نے ماہ کارنیوس کے آغاز سے تین روز پہلے اپیدوروس کے خلاف اقدام کیا اور اُس پر حملہ کر کے تاخت و تاراج کرنے میں جو مدت صرف ہوئی اس کو ایک ہی دن شمار کیا۔ اپیدوروس والوں نے اپنے اتحادیوں سے مدد مانگی تو اُن میں سے بعض نے ماہ کارنیوس کے احترام کا عذر پیش کیا اور بعض اتحادی اپیدوروس کی سرحد تک پہنچ کر رک گئے۔

جس وقت آرگوسی لشکر اپیدوروس میں تھا، ایتھنزیوں کی دعوت پر

مختلف شہروں کے سفیر من تی نیہ میں یکجا ہوئے۔ جب کانفرنس شروع ہوئی تو یوفامیداس نامی کورنتھی نے اعتراض کیا کہ شرکائے کانفرنس کے خیال اور عمل میں یکسانی نہیں پائی جاتی۔ اِدھر امن اور صلح کی باتیں ہورہی ہیں اور اُدھر اپیدوروس اور اُن کے مخالفوں اور آرگوسیوں کی مسلح فوجیں ایک دوسرے کے مقابلہ کے لئے صف آرا ہیں۔ اس لئے ضرورت ہے کہ پہلے ہر ایک فریق بیچ بچاؤ کرنے کے لئے اپنے نایب روانہ کرے اور جب یہ فوجیں میدان جنگ سے ہٹ جائیں تو صلح اور قیام امن کی گفتگو یہاں دوبارہ شروع کی جائے۔ اس تجویز کے مطابق شرکائے کانفرنس کے نایب اپیدوروس گئے اور آرگوسیوں کو اپنے ساتھ واپس لائے۔ اس کے بعد صلح کانفرنس کی کارروائی دوبارہ شروع کی گئی لیکن اس دفعہ بھی حصول مقصد میں کوئی خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی اور آرگوسیوں نے اپیدوروس پر دوبارہ حملہ کرکے اُس کے علاقوں کو لوٹ لیا۔ لاکے دیمونی بھی کاریائے پر حملہ کی غرض سے روانہ ہوئے لیکن اس دفعہ بھی سرحد کو عبور کرنے کی غرض سے پیش کردہ قربانیاں نامساعد ثابت ہوئیں تو وہاں سے لوٹ گئے اور آرگوسی اپیدوروس کے تقریباً ایک تہائی علاقہ کو تاخت و تاراج کرنے کے بعد اپنے وطن لوٹ گئے۔ اس عرصہ میں الکی بیادیس کی سرکردگی میں ایک ہزار بھاری ہتھیار بند اتھنزی پیادے مدد کے لئے آگئے لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ لاکے دیمونی مہم ختم ہوچکی ہے تو واپس ہوگئے۔

موسم گرما اس طرح ختم ہوگیا۔ اس کے بعد سرما میں اتھنزیوں کی نظر بچا کر لاکے دیمونیوں نے تین سو سپاہیوں کا ایک حفاظتی دستہ اگے سیداس کی کمان میں اپیدوروس بھجوا دیا۔ اس پر آرگوسیوں نے اتھنز پہنچ کر شکایت کی کہ انھوں نے سمندری راستہ سے دشمن کی فوج کو جانے کی اجازت دی حالانکہ

از روئے معاہدہ اس کی اجازت نہیں ہے۔ انھوں نے مطالبہ کیا کہ اب لاکے ڈیمونیوں کو پریشان کرنے کے لئے مسینیوں اور ہیلوتوں کو پیلوس میں متعین کیا جائے ورنہ آرگوسی یہ سمجھنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ ایتھنزیوں نے ان کو دھوکہ دیا۔ الکی بیادس کے ترغیب دلانے پر ایتھنزیوں نے لقونوی مینار پر صلح نامہ کے متن کے نیچے یہ عبارت کندہ کرادی کہ لاکے ڈیمونیوں نے عہد شکنی کی۔ اور اس کے کہنے پر انھوں نے کرانائی کے ہیلوتوں کو پیلوس بھجوادیا تاکہ وہ آس پاس کے علاقہ میں لوٹ مار کریں۔ اس کے بعد ایتھنزیوں نے اور کوئی کارروائی نہیں کی بلکہ حسب سابق خاموش ہو گئے۔ اس موسم سرما میں آرگوسیوں اور اپیدوروسیوں میں برابر جھڑپیں ہوتی رہیں لیکن کوئی گھمسان کی لڑائی نہیں ہوئی۔ فریقین نے ایک دوسرے پر چھپ چھپ کر وار کیا جس میں کبھی ایک فریق کو تو کبھی دوسرے فریق کو معمولی نقصانات پہنچے۔ موسم سرما کے اختتام پر اوائل بہار میں آرگوسی کمندیں لے کر اپیدوروس گئے۔ ان کا خیال تھا کہ جنگ کی وجہ سے وہاں اس کی حفاظت کے لئے کوئی فوج موجود نہیں ہوگی اور چڑھائی کر کے شہر پر قبضہ کر لیا جا سکے گا لیکن واقعہ اس کے برخلاف تھا جس کی وجہ سے وہ ناکام واپس ہوئے۔ اس کے بعد موسم سرما کے ساتھ اس جنگ کا تیرھواں سال بھی ختم ہو گیا۔

اس کے بعد کے موسم گرما میں جب لاکے ڈیمونیوں نے دیکھا کہ ان کے اتحادی اپیدوروسی مشکلات میں مبتلا ہیں اور پلوپونیز کے بقیہ علاقوں نے یا تو علم بغاوت بلند کر دیا ہے یا منحرف ہو گئے ہیں تو سوچا کہ پانی سر سے اونچا ہو چلا ہے اور مزید خرابیوں کو روکنے کے لئے ضروری اقدام کرنا چاہئے چنانچہ وہ اپنی ساری جمعیت کو لے کر جس میں ہیلوت بھی شامل تھے آگس ابن آرکیداموس

شاہ لاکے دیمونیہ کی سپاہ سالاری میں آرگوس کے خلاف صف آرا ہوگئے۔ اس معرکہ میں تیگیہ والے اور آرکیدیہ کے دوسرے اتحادی بھی لاکے دیمونیوں کے ہمراہ تھے۔ پلوپونیز کے بقیہ حصوں کے اتحادی اور بیرونی علاقوں کے حلیفوں کی فوجیں فلیوس میں اکٹھی ہوئیں۔ بیوتی پانچ ہزار بھاری ہتھیار بند پیادوں اور اتنے ہی ہلکے ہتھیار بندوں، پانچ سو سواروں اور رسالہ کے پانچ سو سپاہیوں کے ساتھ آئے تھے۔ کورنتھیوں کے دو ہزار بھاری ہتھیار بند پیادے بھی اس مہم میں شریک تھے۔ بقیہ اتحادی تھوڑے بہت دستوں کے ساتھ آئے تھے اور فلیوسیوں کا سارا لشکر موجود تھا کیونکہ لڑائی انہی کے علاقہ میں ہو رہی تھی۔

آرگوسیوں کو پہلے ہی پتہ چل گیا تھا کہ لاکے دیمونی لڑائی کی تیاریاں کر رہے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ میدان جنگ میں اس وقت تک نہیں آئے جب تک دشمن فلیوس میں اپنے اتحادیوں کی فوج سے جا ملنے کی غرض سے راستہ پر نکل نہیں آیا۔ آرگوسیوں کے ساتھ من تی نیوں اور ان کے اتحادیوں کی فوجیں بھی تھیں۔ اس کے علاوہ تین ہزار بھاری ہتھیار بند ایلیائی پیادے بھی تھے۔ اس جمعیت کو ساتھ لے کر آرگوسی آگے بڑھے اور آرکیدیہ میں بہ مقام میتھی دریوم لاکے دیمونیوں سے ان کی مٹ بھیڑ ہوئی تو ایک فریق کا لشکر ایک پہاڑی پر اور دوسرا دوسری پہاڑی پر چڑھ گیا۔ آرگوسی چاہتے تھے کہ لاکے دیمونیوں کے اپنے اتحادیوں سے ملنے سے پہلے ہی لڑائی ہو جائے چنانچہ انھوں نے حملہ کی تیاریاں شروع کیں لیکن آگس نے رات کی تاریکی میں چپکے سے اپنے لشکر کو کوچ کا حکم دیا اور اتحادی افواج سے ملنے کی غرض سے فیوس روانہ ہوگیا۔ سویرے جب آرگوسیوں کو لاکے دیمونی لشکر کی روانگی کا پتہ چلا تو وہ پہلے

آرگوس گئے اور اُس کے بعد نمیہ کی شاہ راہ پر جا پہنچے ان کو توقع تھی کہ لاکے دیمونی اور اُن کے اتحادی اس سڑک سے گزریں گے۔ لیکن ان کی توقعات کے خلاف یہ راستہ اختیار کرنے کی بجائے آگس لاکے دیمونیوں، آرکیدیائیوں اور اپیدوروسیوں کو مناسب ہدایات دینے کے بعد ایک اور دشوار گزار راستہ اختیار کر کے آرگوس کے میدانی علاقہ میں داخل ہو گیا۔ کورنتھی، پلے نیائی اور فلیوسی ایک اور ڈھلوان راستہ سے آگے بڑھے بیوتیوں، میگاریوں اور سکیونیوں کو شاہراہ نمیہ پر آگے بڑھنے کی ہدایت دی گئی تھی جہاں آرگوسی فوج متعین کی گئی تھی تاکہ اگر دشمن آگس کے مقابلہ کے لئے میدانی علاقہ میں داخل ہو تو اُس کے عقب پر سوار حملہ آور ہوں۔ ان انتظامات کی تکمیل کے بعد آگس نے میدانی علاقوں پر لشکرکشی کی اور سامنتھوس اور دوسرے مقامات کو تاخت و تاراج کرنا شروع کیا۔

آرگوسیوں کو جب اس صورت حال کا پتہ چلا تو وہ نمیہ سے کوچ کر کے مقابلہ کے لئے آگے بڑھے۔ اس وقت تک دن نکل چکا تھا۔ راستہ میں فلیاسیوں اور کورنتھیوں سے اُن کی جھڑپ ہو گئی جس میں چند فلیاسی مارے گئے لیکن اس کے مقابلہ میں کورنتھیوں نے آرگوسیوں کی اس سے بڑی تعداد کو ہلاک کر دیا۔ اس اثنا میں ہدایات کے مطابق بیوتی، میگاری اور سکیونی دستے نمیہ کی طرف بڑھے تو دیکھا کہ آرگوسی لشکر وہاں سے جا چکا تھا۔ آرگوسیوں نے جب اپنی املاک کو لٹتے دیکھا تو میدانی حصہ میں اتر گئے اور لڑائی کے لئے صف بندی میں مصروف تھے جن کے مقابلہ کے لئے ادھر لاکے دیمونی بھی صف آرا ہو رہے تھے۔ آرگوسی اب چاروں طرف سے گھر گئے تھے۔ میدانی علاقہ میں لاکے دیمونیوں اور اُن کے اتحادیوں کی فوجیں تھیں جس کی وجہ سے شہر سے

اُن کا تعلق منقطع ہوگیا تھا۔ ایک جانب سطح مرتفع حصہ پر کورنتھی، فلیاسی اور پلے تیائی دستے تھے اور دوسری طرف بجانب نیمیہ، بیوتی، سکیونی اور میگاری فوجیں تھیں۔ اُدھر آرگوسی لشکر میں سواروں کا کوئی دستہ نہیں تھا ان کے سارے اتحادی آچکے تھے لیکن ایتھنزیوں کا ہنوز انتظار تھا۔ اس وقت تک اکثر آرگوسیوں اور اُن کے اتحادیوں کو اپنے موقف کے پُرخطر ہونے کا پتہ نہیں چلا تھا۔ اس کے برخلاف وہ موجودہ صورت حال کو امید افزا سمجھ رہے تھے۔ انھوں نے خود اپنے ملک کے علاقہ میں اور اپنے شہر کے قریب لاکے دیمونوں کا راستہ روک لیا تھا اس لئے لڑائی میں ان کو کامیابی کی امید ہوگئی تھی۔ لیکن ٹھیک اُس وقت جب کہ لڑائی شروع ہونے والی تھی، آرگوسی فوج کے دو افراد یعنے تھراسی لوس جو اُن کے پانچ سپاہ سالاروں میں سے ایک تھا اور لاکے دیمونی پروکسیموس الکیفران نے آگس سے مل کر گفت وشنید کی اور اصرار کیا کہ وہ لڑائی سے باز رہے۔ انھوں نے یقین دلایا کہ لاکے دیمون کو جو بھی شکایات ہوں اُن کو منصفانہ طریقہ سے ثالثی کے ذریعہ دور کرنے پر آرگوسی آمادہ ہیں اس لئے مناسب ہوگا کہ صلح کرکے آئندہ امن کی زندگی گزاری جائے۔ آرگوسیوں نے یہ تجویز اپنے اہل ملک کے احکام کی بنا پر نہیں بلکہ اپنے طور پر پیش کی جس کو آگس نے بھی انفرادی طور پر قبول کر لیا اور لشکر کی اکثریت سے مشورہ کئے بغیر اپنے فیصلہ کی اطلاع ایک شخص واحد کو دی جو ایک بڑے منصب پر فائز تھا اور اس وقت لشکر کے ہمراہ تھا۔ اُس نے چار ماہ کے لئے آرگوسیوں سے صلح کرلی اور اُن سے کہا کہ اس عرصہ میں وہ اپنے وعدوں کو پورا کریں۔ اس کے بعد اُس نے فوراً اپنی فوج کو کوچ کا حکم دیا اور اس اچانک تبدیلی کے بارے میں اپنے کسی حلیف کو کوئی وجہ نہیں بتائی۔ لاکے دیمونیوں اور اُن کے اتحادیوں نے

سپاہ سالار کے قانونی احترام کے پیش نظر اس کے احکام کی پابندی تو کی لیکن آپس میں بلند آواز سے کڑکڑانے لگے اور آگس پر الزام لگایا کہ اس نے بہترین موقع کھو دیا (غنیم ہر چہار طرف سے پیادہ دستوں اور سواروں کے رسالوں سے گھرا ہوا تھا) اور نبرد آزمائی نہیں کی۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اتنی زبردست یونانی فوج اس سے پہلے کبھی میدان کارزار میں نہیں آئی تھی۔ نیمیہ میں جس وقت یہ سارا لشکر ایک جگہ جمع ہوا جس میں لاکے دیمونیوں کی ساری جمعیت کے علاوہ بیوتی، کورنتھی، سکیونی، پلے نیائی، فلیاسی اور میگاری فوجیں شریک تھیں تو اس کا کروفر قابل دید تھا کیونکہ ساری متعلقہ مملکتوں کے چنے ہوئے سپاہی اس میں موجود تھے۔ اور اُن کا خیال تھا کہ آرگوسی عہدیہ کی جتنی فوجیں میدان میں تھیں ان سے دگنی فوجیں بھی آئیں تو وہ شکست دے سکیں گے۔ ان اسباب کی بنا پر لشکریوں نے آگس پر الزامات عاید کئے اور مراجعت کے بعد ہر ایک سپاہی اپنے وطن کو لوٹ گیا۔ ادھر آرگوسیوں نے اُن افراد کو اور زیادہ مورد الزام قرار دیا جنھوں نے اہل ملک سے مشورہ کے بغیر عارضی صلح کا معاہدہ کر لیا۔ اُن کا اپنا خیال تھا کہ لاکے دیمونیوں کو شکست دینے کا ایسا اچھا موقع ہاتھ سے نکل گیا جو دوبارہ کبھی نہیں مل سکتا کیونکہ لڑائی شہر پناہ کے پاس ہی ہونے والی تھی اور اس وقت اُن کے ساتھ کثیر تعداد میں اور ہمت وجرأت رکھنے والے اتحادی موجود تھے۔ اس لئے میدان جنگ سے واپسی میں انھوں نے تھراسی لوس پر خارادروس کی تیٹی میں پتھراؤ کیا جہاں وہ شہر میں داخل ہونے سے پہلے سارے فوجی مقدمات کا فیصلہ کرتے ہیں۔ تھراسی لوس نے فرار ہو کر ایک مندر کی قربان گاہ میں پناہ لی تو انھوں نے اس کی ساری جائداد ضبط کر لی۔

اس کے بعد ایک ہزار ایتھنزی بھاری ہتھیار بند پیادوں اور تین سو

سواروں کا لشکر لاخیس این نکوستراتوس کی کمان میں آرگوس پہنچا تو آرگوسیوں نے جو ان تمام واقعات کے باوجود لاکے دیمونیوں سے اپنی عارضی صلح کی خلاف ورزی نہیں کرنا چاہتے تھے، درخواست کی کہ وہ واپس چلے جائیں اور انھیں عوام کے سامنے آنے کا موقع نہیں دیا جن کے نام وہ ایک پیام لائے تھے۔ لیکن جب من تی نیوں اور ایلیائیوں نے جو ہنوز شہر میں موجود تھے منت سماجت کر کے مجبور کیا تو انھوں نے ایتھنزیوں کو عوام کے سامنے آنے کی اجازت دے دی۔

ایتھنزیوں کی نمایندگی کرتے ہوئے اُن کے سفیر الکی بیادِس نے آرگوسیوں اور اُن کے اتحادیوں سے کہا کہ انھیں دوسرے شرکائے اتحاد سے مشورہ کئے بغیر عارضی صلح کرنے کا حق حاصل نہیں ہے اور یہ کہ چونکہ اب ایتھنزی بروقت آپہنچے ہیں اس لئے دوبارہ جنگ کی کارروائی شروع کر دینی چاہیے۔ اس استدلال کو جب اتحادیوں نے مان لیا تو وہ فوراً اورخومینوس پر لشکرکشی کی غرض سے آگے بڑھے۔ اس مہم میں ساری فوجیں اُن کے ساتھ ہو گئیں۔ صرف آرگوسی شریک نہیں ہوئے اگرچہ ایتھنزیوں کا استدلال انھوں نے بھی مان لیا تھا۔ لیکن بعد میں آرگوس کی فوجیں بھی اس معرکہ میں شریک ہو گئیں۔ اس لشکر نے اورخومینوس کے گرد حلقہ ڈال دیا اور اُس پر حملے شروع کئے۔ اس شہر پر جن اسباب کی بنا پر وہ قبضہ کرنا چاہتے تھے اُن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ آرکیدیہ کے یرغمالوں کو لاکے دیمونیوں نے یہاں بند کر رکھا تھا۔ اورخومینوسیوں نے جب دیکھا کہ شہر پناہ کمزور اور غنیم کی تعداد کثیر ہے تو سوچا کہ کمک آنے سے پہلے ہی وہ تباہ و برباد ہو جائیں گے اس لئے حملہ آوروں کی پیش کردہ شرائط قبول کر کے ہتھیار ڈال دیئے۔ شرائط یہ تھیں کہ وہ لیگ میں شریک ہو جائیں گے، بطور یرغمال اپنے چند شہریوں کو من تی نیوں کے حوالہ کریں گے اور لاکے دیمونیوں نے ان کی

نگرانی میں جو یرغمال رکھے تھے اُن کو حملہ آوروں کے سپرد کر دیا جائے گا۔ اور خومینوس کو اس طرح مسخر کرنے کے بعد اتحادی آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اب کن بقیہ مقامات پر پہلے حملہ کرنا چاہیے۔ ایلیائیوں کو شدید اصرار تھا کہ لیپریوم پر لشکر کشی کرنی چاہیے لیکن من تی نی چاہتے تھے کہ پہلے تیگیہ کے خلاف اقدام کیا جائے اور جب آرگوسیوں اور ایتھنزیوں نے من تی نیوں کی تائید کی تو ایلیائی بہت بگڑے کہ انھوں نے لیپریوم سے متعلقہ تحریک کی تائید نہیں کی اور برہم ہو کر اپنے وطن کو واپس چلے گئے۔ بقیہ اتحادیوں نے تیگیہ پر حملہ کی تیاری شروع کی جس کو اُن کے حوالہ کرنے کا وہاں کے ایک داخلی فریق نے وعدہ کیا تھا۔

اس اثنا میں لاکے ڈیمونی جب چار مہینے کی عارضی صلح کا معاہدہ کرنے کے بعد آرگوس سے واپس آئے تو انھوں نے بڑے شد و مد کے ساتھ آگس پر الزام لگایا کہ اُس نے اس کی تسخیر کا نہایت اچھا موقع کھو دیا جو اس سے پہلے ان کو کبھی نہیں ملا تھا کیونکہ اس قدر بڑی تعداد میں اور اس درجہ مفید مطلب اتحادیوں کو یکجا کرنا کوئی آسان مرحلہ نہیں ہے۔ لیکن جب اور خومینوس کی تسخیر کی اطلاع ملی تو اس قدر زیادہ غضبناک ہوئے کہ رواج اور عملدرآمد کا خیال کیے بغیر اس کے گھر کو مسمار کر کے دس ہزار ڈرامکی جرمانہ عاید کرنے کا بڑی حد تک تصفیہ کر لیا۔ آگس نے جب یہ صورت حال دیکھی تو بڑی منت سماجت کی اور میدان جنگ میں کارہائے نمایاں انجام دے کر اس نقصان کی تلافی کرنے کا وعدہ کر کے خواستگار معافی ہوا۔ اس نے کہا کہ اگر حسب وعدہ وہ کوئی نمایاں جنگی کارنامہ انجام نہ دے سکے تو پھر اُن کو اختیار حاصل ہوگا کہ جو چاہیں اور جیسا چاہیں اُس کے ساتھ سلوک کریں۔ اس کے بعد انھوں نے اُس کے گھر کو منہدم کرنے اور جرمانہ عاید کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور اس کے بعد ایک خاص قانون بنایا

جس کی مثال لاکے ڈیمون کی تاریخ میں نہیں ملتی اور جس کے مطابق دس اسپارٹی اُس کے مشیر مقرر کیے گئے اور طے پایا کہ اس مجلس شوریٰ کی رضامندی کے بغیر وہ فوج کو شہر سے باہر لے جانے کا مجاز نہ ہوگا۔

اس موقع پر تیگیہ میں لاکے ڈیمون کے طرف داروں کی جانب سے اطلاع آئی کہ وہ حتمنہ تیزی کے ساتھ روانہ ہو کر تیگیہ پہنچ جائیں جس پر آرگوسیوں اور اُن کے اتحادیوں کا قبضہ ہونے میں کوئی کسر باقی نہیں ہے اور اگر اس وقت تک قبضہ نہیں ہوا ہے تو جلد ہی ہو جائے گا۔ یہ خبر سنتے ہی ایک لشکر کثیر لاکے ڈیمون سے روانہ ہوا جس میں اسپارٹی، ہیلوٹ اور سارے لاکے ڈیمونی سپاہی شریک تھے۔ یہ فوج اس قدر آناً فاناً روانہ ہوئی اور اس کی تعداد اس درجہ کثیر تھی کہ اس سے پہلے اتنی بڑی فوج کسی مہم پر نہیں بھجوائی گئی تھی۔ اور اوریستھیوم واقع مائے نالیہ پہنچنے کے بعد انھوں نے اپنے آرکیڈیائی اتحادیوں کو ہدایت دی کہ اُن کے ساتھ ساتھ تیگیہ کی طرف کوچ کریں اور خود اوریستھیوم پہنچ کر فوج کے اسپارٹی سپاہیوں کے چھٹویں حصہ کو واپس کر دیا جو زیادہ سن رسیدہ اور نوعمر افراد پر مشتمل تھا تاکہ وہ گھر بار کی حفاظت کریں۔ اور بقیہ لشکر کے ساتھ تیگیہ پہنچے جہاں کچھ ہی عرصہ بعد آرکیڈیائی اتحادی اُن سے آملے۔

اس دوران میں انھوں نے قاصد بھجوا کر کورنتھیوں، بیوتیوں، فوکسیوں اور لوکریسیوں کو ہدایت دی کہ وہ جلد از جلد منتی نیہ آئیں۔ اس فوری اطلاع پر منتی نیہ پہنچنا اُن کے لئے آسان نہیں تھا۔ علاوہ بریں وہ ایک دوسرے کا انتظار کر کے ساری اتحادی فوجوں کے ایک جگہ جمع ہونے کے بعد ہی متحدہ طور پر آگے بڑھ سکتے تھے کیوں کہ دشمن کا علاقہ بیچ میں بُری طرح حائل تھا جس کو عبور کئے بغیر منتی نیہ جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ اس کے باوجود انھوں نے

حکمتہ عجلت سے کام لیا۔ اس عرصہ میں لاکے دیموفی آرکیدیائی اتحادیوں کے ساتھ جن کی فوج ان سے آملی تھی، من تی نیہ کی سرزمین میں داخل ہوئے اور ہرقل کے مندر کے پاس پڑاؤ ڈال کر آس پاس کے علاقوں لوٹنا شروع کیا۔

آرگوسیوں اور ان کے اتحادیوں نے جب لاکے دیمونیوں کو غارتگری میں مصروف دیکھا تو فوراً ایک مستحکم مقام پر پہنچ گئے اور لڑائی کے لئے صف بندی کی۔ لاکے دیمونی فی الفوران کی طرف بڑھ کر اس قدر قریب پہنچ گئے کہ وہاں سے دشمن پر پتھر یا برچھی پھینک کر حملہ کیا جا سکتا تھا۔ اس موقع پر ایک سال خوردہ سپاہی نے دشمن کے مستحکم موقف کو محسوس کر کے آگس کو باواز بلند مخاطب کر کے کہا کہ وہ ایک نقصان کی تلافی دوسرے نقصان کے ذریعہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ یعنے یہ کہ آرگوس سے لڑائی کے بغیر مراجعت کی بنا پر الزاموں کی بوچھار ہوئی تھی اس کی تلافی کرنے کے لئے آگس اب موقع و محل کا خیال کئے بغیر لشکر کو خطرہ میں ڈالنا چاہتا ہے۔ اس عرصہ میں آگس نے اس تنبیہ سے متاثر ہو کر یا اپنے طور پر ایک نئی تدبیر سوچ کر حملہ کئے بغیر اپنی فوج کو تیزی سے پیچھے ہٹا لیا اور تیگیہ کے علاقہ میں داخل ہو کر اس دریا کا رُخ من تی نیہ کی طرف بدلنا شروع کیا جس کے بارے میں من تی نیہ اور تیگیہ میں ہمیشہ لڑائی ہوتی رہتی تھی کیونکہ اس کا پانی جس مملکت کے علاقہ میں سے گزرتا تھا اُسے سخت نقصان پہنچتا تھا۔ دریا کا رخ وہ اس لئے بدل رہا تھا کہ آرگوسی پہاڑیوں پر سے اتر کر اُس کے روکنے کی کوشش کریں اور اُسے یقین تھا کہ جونہی اس کارروائی کا پتہ چلے گا آرگوسی فوجیں ضرور میدان میں اتر آئینگی جہاں ان کا مقابلہ کیا جا سکیگا اس لئے وہ اس آرزو میں ٹھیرے رہا اور دریا کا رخ بدلنے کا کام برابر جاری رکھا گیا۔ اُدھر آرگوسیوں اور اُن کے اتحادیوں کو پہلے تو بڑی حیرانی ہوئی کہ

لاکے دیمونی لشکر اس قدر قریب آنے کے بعد یکایک کیوں پیچھے ہٹ گیا۔ اس کی کوئی وجہ ان کی سمجھ میں نہیں آئی۔ لیکن جب لاکے دیمونی نظروں سے اوجھل ہو گئے اور اُن کے تعاقب کی کوئی کوشش نہیں کی گئی تو پھر انھوں نے اپنے سپاہ سالاروں پر الزام لگانے شروع کیے کہ انھوں نے اس سے پہلے بھی آرگوس ہیں دشمن کو بچ کر نکل جانے دیا حالانکہ وہ ان کو زیر کرنے کا بہترین موقع تھا اور اب پھر دوبارہ وہی غلطی کی جس سے فائدہ اٹھا کر اور اطمینان کے ساتھ بچ کر نکل گئے کیونکہ کسی نے اُن کا تعاقب بھی نہیں کیا۔ اس طرح آرگوسی افواج کو جان بوجھ کر دھوکا دیا گیا۔ اس صورت حال نے پہلے تو سپاہ سالاروں کو حواس باختہ کر دیا لیکن بعد میں انھوں نے لشکر کو پہاڑیوں پر سے نیچے اتارا اور دشمن پر حملہ کرنے کے ارادہ سے میدانی حصہ میں پڑاؤ ڈال دیا۔

دوسرے روز آرگوسیوں اور اتحادیوں نے اپنی فوج کی صف بندی کی تاکہ غنیم سے مٹ بھیڑ ہو تو مقابلہ کیا جا سکے اور لاکے دیمونی لشکر کے سپاہی جو دریا کے پاس مصروف کار تھے ہرقل کے مندر کے قریب اپنی لشکر گاہ میں واپس آئے تو دیکھا کہ دشمن کی فوجیں پہاڑیوں پر سے اُتر کر یکایک قریب آ گئی ہیں اور حملہ کی غرض سے صف آرا ہیں۔ اب لاکے دیمونی اس قدر دہشت زدہ ہو گئے کہ اس سے پہلے کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ لڑائی کی تیاری کے لئے وقت نہیں تھا اس لئے وہ فوراً اپنے دستوں میں جا ملے اور اُن کا بادشاہ آگس قاعدہ کے مطابق سارے مناسب انتظامات میں مصروف ہو گیا۔ کیونکہ جب خود بادشاہ میدان جنگ میں موجود ہو تو سارے احکام وہی صادر کرتا ہے۔ جملہ احکام بادشاہ پولے مارخوں کو دیتا ہے جنھیں لوخاج' پنتے کوستائی اور انوموتارخ کے بعد دیگرے ایک دوسرے تک پہنچاتے ہیں اور بالآخر انوموتارخ' انوموتیوں کو یہ احکام

سناتے ہیں۔ مختصر یہ کہ سارے احکام اسی طرح دئے جاتے ہیں اور جلد سپاہیوں تک پہنچائے جاتے ہیں کیونکہ ایک چھوٹے سے حصہ کے استثنٰی کے ساتھ ساری لاکے دیموِنی فوج مختلف افسروں کے تحت ہوتی ہے جو ایک دوسرے کے ماتحت کام کرتے ہیں۔ اور تعمیل احکام کی ذمہ داری کئی عہدہ داروں پر عاید ہوتی ہے۔

اس لڑائی میں میسرہ اسکر یتیائیوں پر مشتمل تھا جو ہمیشہ لاکے دیموِنی فوج کے اسی حصہ میں رہتے ہیں۔ ان کے بازو تھرِیس سے آئے ہوئے براسی داس کے سپاہی تھے جن کے ساتھ نیوداموڈی بھی تھے۔ ان سے متصل لاکے دیمونیوں کے کئی دستے اور ہیرائیہ کے آرکیدیائی سپاہی تھے۔ ان کے بعد اسی صف میں مائے نالی تھے اور میمنہ تیگیوں پر مشتمل تھا جس کے آخری سرے پر چند لاکے دیموِنی سپاہی رکھے گئے تھے۔ لاکے دیموِنی سوارہ فوج ہر دو بازؤں پر رکھی گئی تھی۔ یہ تھی ترتیب لاکے دیموِنی افواج کی۔ ان کے مقابلہ میں غنیم کے لشکر کے میمنہ میں منتی نی تھے جن کے علاقہ میں یہ لڑائی ہو رہی تھی۔ ان سے متصل آرکیدیہ کے اتحادی تھے جن کے بازو ایک ہزار منتخب آرگوسی جوان کھڑے کئے گئے تھے جن کو سرکاری خرچ سے طویل عرصہ تک فوجی تربیت دی گئی تھی۔ ان کے بازو بقیہ آرگوسی فوج تھی جن سے متصل ان کے اتحادیوں یعنے کلیونائیوں اور اورنیائیوں کے دستے تھے۔ اور آخر میں میسرہ کے انتہائی سرے پر اتھنزی اپنی سوارہ فوج کے ساتھ تھے۔

یہ تھی فریقین کی فوجوں کی تفصیل اور ترتیب۔ دیکھنے میں لاکے دیموِنی فوج کی تعداد فریق مقابل کی بہ نسبت بہت زیادہ معلوم ہوتی تھی اگرچہ میں یقین کے ساتھ نہیں بتا سکتا کہ اس کی قطعی تعداد کیا تھی اور وہ کتنے دستوں اور رسالوں پر مشتمل تھی۔ ان کی سرکار کی رازداری کی پالیسی کی بنا پر لاکے دیموِنی سپاہیوں کی

تعداد کا ٹھیک طور پر پتہ نہیں چل سکا اور لوگ عام طور پر اپنے ملک کی فوجی طاقت کے بارے میں اس قدر مبالغہ سے کام لیتے ہیں کہ فریق مقابل کے قایم کردہ اندازہ کو تسلیم نہیں کیا جاتا۔ اس کے باوجود ذیل کی تفصیلات سے اس لڑائی میں شرکت کرنے والے لاکے دیمونیوں کی تعداد کا اندازہ کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔ اسکترائیوں کو چھوڑ کر، جن کی تعداد چھ سو تھی میدان جنگ میں کل سات دستے تھے اور ہر ایک دستہ میں چار پنتے کوستائی تھے۔ ہر پنتے کوستائی میں چار انوموتی تھے۔ انوموتی کی پہلی صف چار سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ جہاں تک صفوں کے عمق کا سوال ہے وہ ہر جگہ یکساں نہیں تھی بلکہ ہر سردار نے اپنے صوابدید سے مختلف تعداد رکھی تھی لیکن عموماً آٹھ سپاہی ایک دوسرے کے پیچھے قطار میں کھڑے کئے گئے تھے۔ اسکترائیوں کے استثنیٰ کے ساتھ پوری پہلی صف میں اس سرے سے اُس سرے تک جملہ ایک سو چالیس سپاہی تھے۔

لڑائی شروع ہونے سے پہلے ہر دستہ کے سردار نے دل بڑھانے کے لئے اپنے سپاہیوں کو مخاطب کیا۔ من تی نیوں کو یاد دلایا گیا کہ وہ اپنے وطن کی حفاظت کے لئے لڑ رہے ہیں۔ وہ سامراج کی ماتحتی کی قباحتوں سے واقف ہیں اس لئے ان کو غلامی سے بچنے کے لئے جان کی بازی لگا دینی چاہئے۔ آرگوسیوں سے کہا گیا کہ ان کو اپنی کھوئی ہوئی برتری حاصل کرنی ہے اور پلوپونیز میں مساویانہ اقتدار حاصل کرنا ہے جس کے کسی زمانہ میں وہ مالک تھے اور جس سے ان کو عرصہ دراز سے محروم کر دیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ ان کو اپنے دشمن کو جو ان کا ہمسایہ بھی ہے اُس کی بے شمار ناانصافیوں کی سزا دینی ہے۔ ایتھنزی سرداروں نے اپنی فوج کی ہمت افزائی کے لئے کہا کہ اس وقت جب کہ اس قدر کثیر تعداد میں جنگجو اور بہادر اتحادی موجود ہیں، لڑائی میں فتح حاصل کی جائے تو

ایتھنز کی شان وشوکت کو چار چاند لگ جائیں گے۔ پلوپونیز میں لاکے دیمونیوں کو زیر کیا جائے تو سلطنت ایتھنز کے استحکام اور توسیع کا باعث ہوگا اور اس کے علاوہ اٹیکا پر یورشوں کا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ یہ ساری باتیں آرگوسیوں اور اُن کے اتحادیوں کو مشتعل کرنے کی غرض سے بیان کی گئیں۔ اُدھر لاکے دیمونیوں کے لشکر میں رجز خوانی ہو رہی تھی اور سپاہی آپس میں اپنے ہر ایک بہادر رفیق کی جرأت بڑھانے کے لئے کہہ رہے تھے کہ وہ اپنے سابقہ تجربات سے فائدہ اٹھا کر دادِ شجاعت دے۔ وہ خوب جانتے تھے کہ چاہے میدان جنگ میں مختصر الفاظ میں فوج کی ہمت افزائی کتنے ہی موثر طریقہ پر کیوں نہ کی جائے فتح کا یقین نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کے لئے ایسے سپاہیوں کی ضرورت ہوتی ہے جن کو طویل عرصہ تک فن حرب کی تربیت دی گئی ہو۔

اس کے بعد لڑائی کے آغاز کا اعلان ہوا تو آرگوسی اور اُن کے اتحادی انتہائی غیض وغضب کے عالم میں تیزی سے آگے بڑھے جن کے مقابلہ کیلئے لاکے دیمونی آہستہ آہستہ اور بانسری کی بلج کے ساتھ قدم بڑھا رہے تھے۔ بانسری نواز ہر لاکے دیمونی لشکر کے ساتھ لازمی طور پر رکھے جاتے تھے اور اس کا تعلق کسی مذہبی عقیدہ سے نہیں تھا بلکہ بانسری کی موسیقی کی مدد سے سپاہی باقاعدگی سے اور لَے کے مطابق قدم اٹھا کر آگے بڑھتے تھے جس کی بدولت ان کی صفوں کی ترتیب بگڑنے نہیں پاتی تھی جس کا کثیر التعداد فوجوں کے لڑتے وقت اندیشہ لگا رہتا ہے۔

فریقین کی صفوں کے ایک دوسرے سے متصادم ہونے سے کچھ دیر پہلے شاہ آگس نے ایک خاص تدبیر اختیار کی۔ عام طور سے دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی فوج لڑتی ہے تو اس کے سپاہی دشمن کے دباؤ سے میمنہ کی طرف ہٹنے لگتے ہیں اور اس طرح دونوں بازو ایک دوسرے سے گھٹ کر غنیم کے میسرہ کی قطار سے آگے تک

پھیل جاتے ہیں کیونکہ جان کے خوف سے ہر ایک سپاہی اس امر کی پوری کوشش کرتا ہے کہ اس کا غیر محفوظ پہلو سپر سے بازو والے سپاہی کی ڈھال تلے محفوظ رہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ ڈھالیں ایک دوسرے سے جس قدر زیادہ قریب اور گتھی ہوئی ہونگی اسی قدر زیادہ اس کا بچاؤ ہوگا۔ اس صورت حال کی بنیادی ذمہ داری میمنہ کے بائیں سرے کے آخری سپاہی پر عاید ہوتی ہے جو ہر وقت کوشاں رہتا ہے کہ اس کا غیر محفوظ پہلو دشمن کی زد میں نہ آنے پائے اور یہی حالت سارے دوسرے سپاہیوں کی بھی ہوتی ہے۔ موجودہ لڑائی میں من تی نی اور میمنہ کے دوسرے دستے اسکر تیاتی کی صفوں سے آگے تک پھیل گئے اور لاکے دیمونی اور تیگیاتی تو اتیھنری قطاروں سے اور بھی زیادہ آگے تک بڑھ گئے کیونکہ ان کی تعداد سب سے زیادہ تھی۔ آگس پریشان ہوا کہ میسرہ چاروں طرف سے گھر نہ جائے اور یہ سوچ کر کہ من تی نیوں کی صفیں بہت آگے تک پھیل گئی ہیں، اسکر تیاتیوں اور براسی اس کے دستوں کو حکم دیا کہ اپنی قطاروں سے نکل کر من تی نیوں کی صفوں کے بالمقابل صف بندی کریں۔ اور ہپونوئی داس اور ارسطوکلیس نامی پولے مارخوں کو ہدایت دی کہ ان سپاہیوں کی منتقلی سے صفوں میں جو جگہ خالی ہو اس کو میمنہ سے دو دستے لے کر پُر کریں۔ وہ سمجھتا تھا کہ ان دستوں کو ہٹا لینے کے بعد بھی میمنہ ضرورت سے زیادہ طاقتور رہے گا اور ادھر من تی نیوں کا مقابلہ کرنے والی صفیں زیادہ مضبوط اور مستحکم ہو جائیں گی۔

لیکن چونکہ اس نے یہ احکام عین حملہ کے وقت صادر کئے اور ان کی تعمیل کے لئے وقت نہیں تھا اس لئے ارسطوکلیس اور ہپونوئی داس اپنی جگہ سے نہیں ہٹے جس کی پاداش میں بزدلی کا الزام لگا کر بعد میں ان کو اسپارٹا سے خارج کر دیا گیا۔ اس اثنا میں غنیم کی صفیں بہت قریب آگئیں (جب آگس نے دیکھا کہ یہ دو دستے

میسرہ کی طرف نہیں بڑھ رہے ہیں تو اُن کو اپنی قطاروں میں واپس جانے کا حکم دیا) جس کی وجہ سے اسکر تیائے کو صفوں میں پیدا شدہ رخنہ کو پُر کرنے کا موقع نہیں مل سکا لاکے دیمونیوں کی یہ فوجی چال اس طرح قطعاً ناکام ہوگئی لیکن انھوں نے بہادری سے نبرد آزمائی کرکے اپنی شجاعت کا سکہ بٹھادیا۔ دشمن کے قریب پہنچتے ہی منتی نیوں نے اسکر تیائے اور براسی داس کے دستوں کے چھکے چھڑا دئے اور اپنے اتحادیوں اور ایک ہزار منتخب آرگوسی جوانوں کے ساتھ شکستہ صفوں کے رخنوں میں گھس کر دشمن کے پرخچے اڑا دئے اُسے چاروں طرف سے گھیر لیا اور شکست فاش دے کر میدانِ جنگ کے اُس حصہ کی جانب بھگا دیا جہاں چھکڑے اور گاڑیاں رکھی ہوئی تھیں۔ اس مقام پر انھوں نے گارد کے چند سن رسیدہ سپاہیوں کو ہلاک کر دیا۔ میدان جنگ کے اس حصہ میں تو لاکے دیمونیوں نے سخت ہزیمت اٹھائی لیکن اپنی بقیہ فوج خاص کر قلب لشکر کے دستوں کے ساتھ جن میں آگس کی ہمراہی میں لڑنے والے تین سو سرباز شامل تھے (جو نائٹ کہلاتے تھے) آرگوسیوں کے سن رسیدہ سپاہیوں کے پانچ دستوں پر ٹوٹ پڑے اس کے بعد کلیونائیوں، اور نیوں اور اُن سے متصل ایتھنزی دستوں پر دھاوا کرکے اُن کو آن کی آن میں روند ڈالا۔ دشمن کے وار کرنے سے پہلے ہی اکثر سپاہیوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور بعض تو اس قدر گھبراہٹ میں بھاگے کہ گر کر کھنڈلے میں آگئے۔

میدان کے اس حصہ میں شکست کھانے کے بعد آرگوسیوں اور اُن کے اتحادیوں کا لشکر دو حصوں میں بٹ گیا اور میمنہ کے لاکے دیمونی اور تیگیائی دستوں نے جن کے سپاہی دشمن کی صفوں کے آگے تک پھیلے ہوئے تھے، ایک ساتھ بڑھ کر ایتھنزیوں کو چاروں طرف سے گھیر لیا تو وہ دونوں جانب سے زد میں آگئے۔ ایک طرف تو اُن کو دشمن نے آگے بڑھ کر گھیر لیا تھا اور دوسری طرف کی فوج پہلے ہی شکست

کھا چکی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ اُن کو فوج کے دوسرے حصوں کی بہ نسبت زیادہ سخت نقصان پہنچتا اگر ان کے بچاؤ کے لئے سوارہ فوج موجود نہ ہوتی۔ آگس نے بھی من تی نیوں اور ایک ہزار منتخب آرگوسیوں کے مقابلہ میں اپنے میسرہ کی مشکلات کا اندازہ کرکے سارے لشکر کو شکست خوردہ حصہ فوج کی مدد کے لئے آگے بڑھنے کا حکم دیا اور جب غنیم کی فوجوں نے اُس طرف رُخ کیا تو ایتھنزیوں کو آسانی سے بچ کر نکلنے کے لئے کافی وقت مل گیا اور ان کے ساتھ شکست خوردہ آرگوسی بھی بچ نکلے۔ اب من تی نیوں اور ان کے اتحادیوں اور منتخب آرگوسیوں کے دستوں نے حملہ کی کارروائی روک دی۔ انھوں نے دیکھا کہ ان کے رفیق شکست کھا چکے ہیں اور سارا لاکے دیمونی لشکر تیزی سے ان کی جانب بڑھ رہا ہے تو راہ فرار اختیار کی اکثر من تی نی ہلاک ہوگئے لیکن منتخب آرگوسی دستے کے بیشتر سپاہی بچ کر نکلنے میں کامیاب ہوئے۔ فراری اور پسپائی میں زیادہ عجلت یا تیزی کی ضرورت پیش نہیں آئی اور اس کا سلسلہ بھی زیادہ عرصہ تک جاری نہیں رہا۔ لاکے دیمونی غنیم کو مکمل شکست ہونے تک جم کر لڑتے رہے لیکن جب کامیابی ہوئی تو تھوڑی دور تک دشمن کا تعاقب کرکے لوٹ گئے۔

یہ لڑائی جس کے واقعات میں نے حکمنہ حد تک تفصیل سے بیان کئے ہیں نہایت بڑے پیمانہ پر ہوئی اور اس میں یونانی حلکتوں کی کافی بڑی تعداد نے حصہ لیا۔ اتنی بڑی لڑائی یونانیوں میں عرصہ دراز سے نہیں ہوئی تھی۔ لاکے دیمونی دشمن کے کشتوں کے قریب ایک جگہ جمع ہوئے اور فوراً اپنی فتح کی یادگار نصب کرکے دشمن کے مردوں کی اور اپنے ہلوکین کی لاشیں اٹھا کر تیگیہ لے گئے جہاں اُن کی تدفین عمل میں آئی۔ دشمن کے سپاہیوں کی لاشیں عارضی صلح کے تحت واپس کردی گئیں۔ اس معرکہ میں سات سو آرگوسی اور نیائی اور کلیونیائی دو سو

من تی نی اور اتنے ہی ایتھنزی اور آئی گینی مارے گئے۔ جہاں تک لاکے دیمونیوں کا متعلق ہے اُن کے اتحادیوں کو کوئی قابل ذکر نقصان نہیں پہنچا اور خود لاکے دیمونی کشتوں کی صحیح تعداد معلوم کرنا مشکل تھا۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ ان کی تعداد تقریباً تین سو تھی۔

جس وقت متذکرۂ بالا لڑائی شروع ہونے والی تھی لاکے دیمون کا دوسرا بادشاہ پلیستوانا کس کمک کے لئے عمر رسیدہ اور نوعمر سپاہیوں کی جمعیت لے کر ہیگیہ تک پہنچا تو وہاں فتح کی اطلاع ملی جس کے بعد وہ اپنی فوج کے ساتھ واپس ہو گیا۔ لاکے دیمونیوں نے پیامات بھجوا کر کورنتھ اور خلیج کے ماورای علاقوں سے بھی کمک منگوائی تھی جو واپس بھجوادی گئی۔ اور وہ خود بھی جب کارناتیہ کے ایام میں اپنے وطن لوٹے تو اتحادی فوجوں کو برخاست کر کے کاکارنیہ کی تقریب منانے میں مصروف ہو گئے۔ اہل یونان اس زمانہ میں اُن پر جو تہمتیں لگاتے تھے، خواہ وہ بزدلی کی تہمت ہو جو سناکتیریہ کی شکست فاش کی وجہ سے لگائی جاتی تھی، یا عام بدانتظامی اور سست روی جو ان کی قومی خصوصیت سمجھی جانے لگی تھی، اس ایک فتح نے اُن کو سارے الزامات سے بری کر دیا اور عام طور پر یہ سمجھا جانے لگا کہ شومئ قسمت کی وجہ سے لاکے دیمون کو برے دن دیکھنے پڑے لیکن اُس کے لوگوں میں وہ ساری خوبیاں اب بھی موجود ہیں جو پہلے تھیں۔

اس لڑائی سے ایک دن پہلے اپیدوروسیوں نے اپنی ساری فوجوں کے ساتھ آرگوس کے علاقہ پر دھاوا کیا جہاں اس وقت کوئی فوج نہیں تھی، اور گارد کے کئی سپاہیوں کو قتل کر دیا۔ لڑائی کے بعد جب من تی نیوں کی امداد کے لئے تین ہزار بھاری ہتھیار بند ایلیائی اور ایک ہزار ایتھنزیوں کی امدادی فوج آئی تو یہ سارے اتحادی فوراً اپیدوروس پر حملہ کی غرض سے روانہ ہوئے۔ لاکے دیمونی ان دنوں

کاویہ کی تقریب منا رہے تھے۔ ایپدوروس پہنچ کر حملہ آور فوجوں نے شہر کے گرد حصار بنانے کا فیصلہ کیا جس کا کام اتحادیوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ دوسرے اپنے حصہ کی تعمیر کرنے سے پہلے وہاں سے چلے گئے لیکن ایتھنزیوں نے اپنے حصہ کے کام کی فوراً تکمیل کی اور اس ہیریوم کے اطراف دیواریں کھڑی کر دیں۔ اس کے بعد سارے اتحادیوں نے مل کر اس محصور مقام کی حفاظت کے لئے ایک دستہ متعین کیا جس کے بعد ساری فوجیں اپنے اپنے شہروں کو لوٹ گئیں۔

اب موسم گرما ختم ہو گیا۔ اس کے بعد موسم سرما میں جب کارنیہ کے ایام ختم ہوئے تو لاکے دیمونی فوجیں تیگیہ پہنچیں جہاں سے آرگوس کو مصالحت کا پیشکش بھجوایا گیا۔ اس سے پہلے شہر آرگوس میں لاکے دیمونیوں کا طرفدار فریق وہاں کی جمہوریت کا تختہ الٹنے کی فکر میں تھا حالیہ لڑائی کے بعد اس فریق کا اثر بڑھ گیا تو دوسرے شہریوں کو ہم خیال بنانے کا مرحلہ زیادہ آسان نظر آنے لگا۔ اس کے لئے اس نے ترکیب یہ سوچی کہ پہلے لاکے دیمونیوں سے ایک معاہدہ کیا جائے جس کے بعد باہمی اتحاد کے عہد نامہ کی تکمیل ہو اور پھر عموم شہر پر دھاوا کیا جائے لیخاس این آرکیسی لاؤس جو آرگوسی پروکسے نوس تھا اس منصوبہ کی پیش رفت کے لئے دو تجویزیں لے کر لاکے دیمون سے آرگوس آیا۔ ان تجویزوں کا مقصد یہ تھا کہ جنگ یا امن جس کو بھی آرگوسی ترجیح دیں اُس سے متعلقہ امور کے بارے میں اصول طے کئے جائیں۔ اتفاقاً الکی بیادیس اس وقت شہر میں موجود تھا اور بڑی رد و قدح کے بعد لاکے دیمونیوں کے طرفدار فریق نے جو اب بے خوف ہو کر منظر عام پر آ گیا تھا آرگوسیوں کو ترغیب دی کہ مصالحت کی تجویز قبول کر لی جائے جس کا متن حسب ذیل تھا:۔

"لاکے ڈیمونیوں کی اسمبلی آرگوسیوں سے مندرجہ ذیل شرائط پر سمجھوتہ

کرنے پر رضامند ہے :—

(۱) آرگوسی آرخومینیوں کو اُن کے بچے اور مائے نالیوں کو اُن کے افراد واپس دے دیں گے اور منتی نیہ میں جو لاکے دیمونی قید ہیں ان کو رہا کردیا جائیگا۔

(۲) وہ ایپداوروس کا تخلیہ کرکے اُس کے قلعہ کو مسمار کردیں گے۔ اگر ایتھنزی ایپداوروس کو چھوڑنے سے انکار کردیں تو انھیں آرگوسیوں اور ان کے اتحادیوں اور لاکے دیمونیوں اور ان کے اتحادیوں کا دشمن قرار دیا جائیگا۔

(۳) اگر لاکے دیمونیوں کے قبضہ میں کچھ بچے ہوں تو ان میں سے ہر ایک کو اس کے شہر واپس بھجوا دیا جائے گا۔

(۴) پلوپونیز کے سارے چھوٹے اور بڑے دونوں قسم کے شہر اپنے ملک کے دستور کے مطابق آزاد رہیں گے۔

(۵) اگر پلوپونیز کے باہر کی کوئی طاقت پلوپونیز کے علاقہ پر یورش کرے تو شریک معاہدہ فریق باہمی رضامندی سے طے شدہ شرایط کے مطابق جو پلوپونیزیوں کے حق میں مفید ترین ہوں گے آپس میں متحد ہوکر حملہ آور کو پسپا کردیں گے۔

(۶) لاکے دیمون کے بیرون پلوپونیز کے سارے اتحادیوں کو لاکے دیمونیوں کے مساوی درجہ اور حیثیت حاصل رہے گی۔ اسی طرح آرگوسیوں کے اتحادی اُن کے مساوی درجہ اور حیثیت کے سمجھے جائیں گے اور انھیں حسب سابق اپنی مقبوضات پر قابض و متصرف رہنے اور اُن سے پورا پورا استفادہ کرنے کا حق حاصل رہے گا۔

(۷) اس معاہدہ کا متن اتحادیوں کے آگے پیش کیا جائے گا اور اگر وہ متفق ہوں تو اس کی تکمیل کی جائے گی۔ اگر اتحادی مناسب سمجھیں تو معاہدہ کا

متن غور و خوض کے لئے اپنے وطن کو بھجوا سکتے ہیں ۔"

آرگوسیوں نے اپنے منصوبہ کی تکمیل کا آغاز مندرجہ بالا تجویزوں کو قبول کرکے کیا اور لاکے ڈیمونی فوجیں تیگیہ سے اپنے وطن کو لوٹ گئیں ۔ اس کے بعد فریقین نے دوبارہ آپس میں ربط قایم کیا جس کے کچھ ہی عرصہ بعد اسی فریق نے یہ ترکیب سوچی کہ آرگوسی، من تی نیوں، دلمیائیوں اور ایتھنزیوں کے اتحاد سے الگ ہوکر لاکے ڈیمونیوں کے ساتھ معاہدہ اور اتحاد کریں ۔ چنانچہ حسب عمل کیا گیا ۔ اس محالفہ کی شرطیں حسب ذیل تھیں :-

"لاکے ڈیمون اور آرگوسی اس امر پر متفق ہیں کہ شرایط ذیل پر پچاس سال کے لئے باہمی اتحاد کے عہدنامہ کی تکمیل کی جائے ۔

(۱) فریقین کے مابین سارے اختلافی مسایل منصفانہ اور غیر جانبدار ثالثی کے ذریعہ اور ہردو ممالک کے دستور کے مطابق طے کئے جائیں گے ۔

(۲) پلوپونیز کے بقیہ شہروں کو اس معاہدہ اور اتحاد میں آزاد اور اقتدار اعلیٰ رکھنے والی مملکتوں کی حیثیت سے شریک کیا جا سکے جو اپنے علاقوں پر پوری طرح قابض اور متصرف ہوں گی اور سارے اختلافی مسایل منصفانہ اور غیر جانبدار ثالثی کے ذریعہ اور متذکرہ بالا مملکتوں کے دستور کے مطابق طے کئے جائینگے ۔

(۳) لاکے ڈیمون کے بیرون پلوپونیز کے سارے اتحادیوں کو خود لاکے ڈیمون کے مساوی درجہ اور حیثیت حاصل رہے گی اور اسی طرح آرگوسیوں کے اتحادی اُن کے مساوی درجہ اور حیثیت کے سمجھے جائیں گے اور ماتحقیں حسب سابق اپنے مقبوضات پر قابض و متصرف رہنے اور اُن سے پورا پورا استفادہ کرنے کا حق حاصل رہے گا ۔

(۴) اگر کہیں متحدہ مہم شروع کرنے کی ضرورت پیش آئے تو لاکے ڈیمونی

اور آرگوسی آپس میں صلاح مشورہ کرکے ایسا طریقۂ کار اختیار کریں گے جو اتحادیوں کے حق میں زیادہ سے زیادہ منصفانہ ہو۔

(۵) اگر کسی شریک معاہدہ مملکت (چاہے وہ پلوپونیز میں ہو یا اس کے باہر) کی سرحد یا کسی اور امر سے متعلق کوئی قضیہ ہو تو اسے لازمی طور پر طے کر دیا جائے گا۔ لیکن دو شریک اتحاد مملکتوں کے مختلف فیہ مسایل ایسے ثالث کے آگے پیش کئے جائیں گے جس کی غیر جانبداری ہر دو کے نزدیک مسلمہ ہو۔ خانگی شہریوں کی نزاعات کا تصفیہ اُن کی اپنی مملکتوں کے قوانین کے مطابق کیا جائیگا۔"

مندرجہ بالا معاہدہ اور اتحاد کی تکمیل کے بعد ہر ایک فریق نے فوراً ہی وہ سارے علاقے واگزاشت کر دئے جو لڑ کر یا کسی اور طریقہ سے حاصل کئے گئے تھے اور اس کے بعد متحدہ طور پر طے کیا کہ جب تک ایتھنزی ان کے قلعوں کا تخلیہ کر کے پلوپونیز سے باہر نہیں چلے جائیں گے اُن کی کوئی سفارت قبول نہیں کی جائے گی انھوں نے یہ بھی طے کیا کہ آئندہ کسی مملکت سے جنگ یا صلح انفرادی طور پر نہیں کی جائے گی بلکہ اجتماعی طور پر سارے اتحادی اس میں شریک ہوں گے۔ اب ان اتحادیوں میں جوش و خروش کی بھی کوئی کمی نہیں تھی چنانچہ ہر دو فریقوں نے تھریسی علاقوں اور بروکاس کے پاس اپنے ایلچی بھجوائے اور ثانی الذکر کو اپنی لیگ میں شریک ہونے پر راضی کر لیا۔ اس کے باوجود اس نے ایتھنز سے فی الفور قطع تعلق نہیں کیا اگرچہ اس کے اصل آبائی وطن آرگوس نے جو راستہ دکھایا تھا اُس پر وہ چلنے کا متمنی تھا۔ علاوہ برایں انھوں نے کالکیوں سے اپنے دیرینہ عہد و پیمان کی تجدید کی اور نئے عہد و پیمان بھی کئے۔ اس کے ساتھ ہی آرگوسیوں نے ایتھنزیوں کے پاس سفیر بھجوا کر مطالبہ کیا کہ وہ اپیداوروس کے قلعہ کا تخلیہ کر دیں۔ ایتھنزیوں نے جب دیکھا کہ حفاظتی دستوں میں ان کے سپاہیوں کی

تعداد دوسری مملکتوں کے سپاہیوں کی بہ نسبت کم ہے تو اُن کو نکال لانے کے لئے دیموس تھینس کو بھجوایا۔ اس سپاہ سالار نے وہاں پہنچتے ہی جسمانی کرتب کا مقابلہ مقرر کیا اور اس بہانے محافظ فوج کے غیر ایتھنزی سپاہیوں کو باہر بھجوا کر شہر پناہ کے دروازے اندر سے بند کروا دئے۔ اس کے بعد ایتھنزیوں نے اپیدوروسیوں کے ساتھ اپنے معاہدہ کی تجدید کی اور قلعہ سے بطور خود دست بردار ہو گئے۔

آرگوس کے لیگ سے منحرف ہو جانے کے بعد تو منتی نی ابتداءً کچھ عرصہ تک ثابت قدم رہے لیکن جب بالآخر آرگوس کی عدم رفاقت کی وجہ سے اپنے آپ کو کم زور محسوس کیا تو انھوں نے بھی لاکے دیمون سے مصالحت کر لی اور متعلقہ شہروں پر اپنے اقتدار اعلیٰ سے دست بردار ہو گئے۔ اس کے بعد لاکے دیمونیوں اور آرگویوں نے ایک ایک ہزار مسلح سپاہیوں کی فوج اکھٹی کی۔ ثانی الذکر پہلے خود سیکیون روانہ ہوئے اور وہاں کی حکومت میں پہلے سے زیادہ عدیدی عناصر شامل کر دئے۔ اس کے بعد متحدہ فوجوں نے یورش کر کے آرگوس میں عمومیت کا خاتمہ کر کے اس کی جگہ لاکے دیمونیوں کے نقطۂ نظر سے مفید مطلب عدیدی نظام قائم کیا۔ یہ واقعات اواخر سرما اور اوائل موسم بہار سے کچھ ہی پہلے پیش آئے جس کے بعد جنگ کا چودھواں سال اختتام کو پہنچا۔ اس اثنا میں آرگوس کا عمومی فریق جو استقامت کے ساتھ دھیرے دھیرے دوبارہ مستحکم ہو کر مناسب موقع کا انتظار کر رہا تھا، لاکے دیمون میں گمنو پائڈی تقریب شروع ہوتے ہی عدیدیوں پر دھاوا بول دیا۔ شہر میں لڑائی کے بعد عمومیوں کو فتح ہوئی جنھوں نے فریق مخالف کے چند افراد کو ہلاک اور چند کو جلا وطن کر دیا۔ آرگوس میں جو لوگ لاکے دیمون کے طرفدار تھے انھوں نے کئی پیامات بھجوائے جن کو لاکے دیمونی کئی روز تک ٹالتے رہے مگر بالآخر گمنو پائڈی کو ملتوی کر کے اُن کی امداد کے لئے روانہ ہوئے۔ تیگیہ پہنچنے کے بعد جب

عدیدیوں کی شکست کی خبر ملی تو انھوں نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ آرگوسی مفرورین نے ہزار منت سماجت کی مگر انھوں نے نہیں مانا اور لوٹ کر گمنو پانڈی میں مصروف ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد شہر آرگوس کے باشندوں اور جلا وطن آرگویوں کی جانب سے قاصد اسپارٹا پہنچے جہاں اتحادی بھی موجود تھے اور طول طویل مباحث کے بعد جن میں ہر دو جانب کے نقاط نظر پیش کیے گئے۔ لاکے ڈیمونیوں نے طے کیا کہ زیادتی آرگوس کے عمومی فریق نے کی جس کے خلاف فوجی کارروائی کرنی چاہیے لیکن عملاً کچھ کیا نہیں۔ صرف ٹال مٹول کرتے رہے۔ اس عرصہ میں لاکے ڈیمونیوں کے حملہ کے خوف سے آرگوس کے عمومیوں نے ایتھنز سے دوبارہ اتحاد کرنے کی کوشش شروع کی۔ وہ ایتھنز سے دوستی کو اپنے لئے سب سے زیادہ مفید سمجھتے تھے۔ چنانچہ اس مقصد سے انھوں نے ساحل سمندر تک لمبی دیواروں کی تعمیر شروع کی تاکہ خشکی کے راستہ ناکہ بندی کی جائے تو وہ بحری راستہ سے ضرورت کی اشیا درآمد کر سکیں۔ پلوپونیز کے بعض شہروں نے بھی دیواروں کی تعمیر کے کام میں در پردہ مدد کی اور سارے آرگوسی غلاموں اور عورتوں کے شمول کے ساتھ سرگرمی سے دیوار بنانے کے کام میں مصروف ہو گئے جس میں مدد دینے کے لئے ایتھنز سے معمار اور نجار بھجوائے گئے۔

اب موسم گرما ختم ہو گیا۔ اس کے بعد موسم سرما میں دیواروں کی تعمیر کی اطلاع ملنے پر لاکے ڈیمونی اپنے اتحادیوں کے ساتھ جن میں صرف کورنتھی شریک نہیں تھے آرگوس کے خلاف روانہ ہوئے جہاں اُن کے خفیہ مخبر بھی موجود تھے۔ اس فوج کی سپہ سالاری آگس ابن آرکی داموس کے سپرد تھی۔ شہر کے خفیہ مخبروں سے اُن کو بڑی توقعات تھیں لیکن وہ بے سود ثابت ہوئیں جس کے بعد انھوں نے زیر تعمیر دیواروں پر قبضہ کر کے اُن مسمار کر دیا اور ہیسیائے نامی آرگوسی بلدیۃ

قبضہ کر کے جتنے آزاد شہری ذد میں آئے اُن سب کو قتل کرنے کے بعد لاکے دیمون لوٹ گئے جہاں سے لشکر کے سارے سپاہی اپنے اپنے وطن کو واپس چلے گئے۔ اس کے بعد آرگوسی لشکر نے فلیوس کی طرف کوچ کیا اور جلاوطن افراد کو جن کی اکثریت وہاں آباد ہو گئی تھی پناہ دینے کی پاداش میں شہر کو لوٹنے کے بعد اپنے وطن کو واپس ہو گیا۔ اسی موسم سرما میں ایتھنزیوں نے مقدونیہ کی ناکہ بندی کر دی کیوں کہ پروکاس نے آرگوسیوں اور لاکے دیمونیوں کے اتحاد میں شرکت کر لی تھی۔ اس کے علاوہ ایتھنزیوں کو یہ بھی شکایت تھی کہ تھریسی علاقوں کے کالکیوں اور امفی پولیسیوں کے خلاف ایتھنزی مہم کے وقت جونکیاس ابن نکوستراتوس کی کمان میں پروکاس نے جو ذمہ داریاں قبول کی تھیں ان کو اس نے پورا نہیں کیا چنانچہ زیادہ تر اسی سبب سے اس مہم کو روک دینا پڑا۔ ان اسباب کی بنا پر اس کو ایتھنز کا دشمن قرار دیا گیا۔ اس طرح موسم سرما ختم ہوا جس کے ساتھ اس جنگ کا پندرھواں سال اختتام کو پہنچا۔

سترھواں باب

جنگ کا سولھواں سال میلیہ کی کانفرنس۔ میلیہ کا حشر

اگلے سال موسم گرما میں الکی بیادیس نے بیس جہازوں کے ساتھ آرگوس پہنچ کر تین سو شہریوں کو گرفتار کر لیا جن پر لاکے دیمونیوں کے طرفدار فریق سے تعلق رکھنے کا شبہ تھا۔ ان افراد کو ایتھنزیوں نے فوراً آس پاس کے سلطنت ایتھنز کے ماتحت جزایر میں نظر بند کر دیا۔ انھوں نے جزیرہ میلوس کے خلاف بھی ایک مہم شروع کی جس میں تیس ایتھنزی، چھے خیوسی اور دو لسبوسی جہاز، تین ہزار بھاری ہتھیار بند پیادے، تین سو تیر انداز اور بیس ایتھنزی تیر انداز سوار، اور حالفوں اور اہل جزایر کے فرستادہ تقریباً پندرہ سو بھاری ہتھیار بند پیادے شریک تھے۔ میلوس، لاکے دیمونیوں کی ایک نوآبادی ہے جس کے باشندوں نے دوسرے جزائریوں کی طرح ایتھنزیوں کی اطاعت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ شروع میں غیر جانب دار رہے اور لڑائی میں حصہ نہیں لیا لیکن بعد میں جب ایتھنزیوں نے تشدد سے کام لینا شروع کیا اور ان کے علاقہ کو لوٹ لیا تو وہ علی الاعلان مخالفت کرنے لگے۔ کلیو میدیس ابن لاکومیدیس اور تیسیاس ابن

قسی ماخوس نامی سپاہ سالاروں نے جو متذکرہ بالا لشکر کے ساتھ اُن کی حدود میں خیمہ زن تھے، میلیوس کے رقبہ کو کوئی نقصان پہنچانے سے پہلے گفت وشنید کے لئے اپنے ایلچی بھجوائے۔ ان ایلچیوں کو میلیوس والوں نے شہریوں کو مخاطب کرنے کا موقع نہیں دیا بلکہ اُن سے خواہش کی کہ اپنا معاملہ عاملوں اور محدودے چند افراد کے آگے پیش کریں جس پر ایتھنزی ایلچیوں نے کہا:—

ایتھنزی۔ آپ نہیں چاہتے کہ یہ گفت وشنید شہریوں کے اجتماع میں ہوتا کہ ہم کسی خلل کے بغیر مسلسل تقریر کر کے پُرفریب استدلال سے مجمع کو دھوکا دے سکیں (ہم جانتے ہیں کہ آپ نے اسی خیال سے ہمیں صرف چند افراد سے بات چیت کرنے کو کہا ہے)۔ تو کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ آپ لوگ جو یہاں تشریف فرما ہیں اس سے بھی زیادہ محتاط طریقہ اختیار کریں؟ بہتر ہوگا کہ آپ خود بھی کوئی پہلے سے مرتب کردہ تقریر نہ کریں بلکہ ہمارے بیان سے جہاں بھی اختلاف ہو اعتراض کریں تاکہ آگے بڑھنے سے پہلے ان خاص نکات کی وضاحت ہو جائے۔ اچھا تو پہلے یہ بتائیے کہ ہماری اس تجویز کو آپ مناسب سمجھتے ہیں یا نہیں؟

میلوسی نمایندوں نے جواب دیا:—

میلوسی۔ آپ کی اس تجویز پر تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے کہ ٹھنڈے دل سے ایک دوسرے کے ساتھ تبادلۂ خیال کیا جائے۔ یہ ایک معقول طریقہ ہے لیکن آپ کی جنگی تیاریاں اس قدر آگے بڑھ چکی ہیں کہ آپ کی یہ باتیں اُن سے میل نہیں کھاتیں۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ اپنے مقدمہ میں خود جج بن کر فیصلہ صادر کرنے آئے ہیں۔ اور اس گفت وشنید سے سوائے اس کے اور کچھ حاصل نہیں ہوگا کہ اگر ہم نے اپنے آپ کو حق بجانب ثابت

کرکے اطاعت قبول کرنے سے انکار کیا تو اس کا نتیجہ جنگ کی صورت میں ظاہر ہوگا اور اگر اطاعت قبول کرلی تو غلام بنا دئے جائیں گے۔

انیھنزی۔ اگر آپ اس بات چیت کے ذریعہ مستقبل سے متعلق اپنے اندیشوں کے لئے منطقی اساس تلاش کرنے آئے ہیں یا موجودہ حقایق کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنی مملکت کی سلامتی کے بارے میں غور و خوض کرنے کے سوائے آپ کچھ اور چاہتے ہیں تو ہمیں اس سے آگے کچھ اور کہنا نہیں ہے۔ لیکن اگر واقعہ یہ نہیں ہے تو ہم گفتگو کو آگے بڑھانے کے لئے تیار ہیں۔

میلوسی۔ ہم جس موقف میں ہیں اس میں انسان فطری طور پر مختلف زاویوں سے سوچنے اور اظہار خیال کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ مگر آپ فرماتے ہیں کہ اس وقت سوال صرف ہمارے ملک کی سلامتی کا ہے۔ خیر تو پھر بحث آپ ہی کی تجویز کے مطابق آگے بڑھائی جا سکتی ہے۔ شروع کیجئے براہ کرم۔

انیھنزی۔ جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہم غلط سلط باتیں بیان کرکے آپ کے لئے مشکلات پیدا کرنے نہیں آئے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہنا چاہتے کہ چونکہ ہم نے ایرانی سیلاب کا منھ پھیر دیا تھا اس لئے ہمیں دوسروں پر حکومت کرنے کا حق حاصل ہے۔ یا یہ کہ ہم اس وقت آپ کے ملک پر اس لئے حملہ کرنے آئے ہیں کہ آپ نے ہمارے ساتھ کوئی ناانصافی کی ہے۔ ہم کوئی طول طویل تقریر کرکے ایسی باتیں نہیں بیان کرنا چاہتے جن کو کوئی بھی سچ نہیں مانے گا۔ ساتھ ہی ہمیں یقین ہے کہ لاکے ڈیمون سے اپنی بے تعلقی ظاہر کرکے آپ ہم پر اثر ڈالنے کی کوشش نہیں کریں گے کیونکہ آپ کی نوآبادی کا تعلق لاکے ڈیمون ہی سے ہے۔ نہ اس امر پر زور دیں گے کہ آپ نے ہمارے ساتھ کوئی برائی نہیں کی ہے بلکہ ہر دو فریقوں کے جذبات

اور احساسات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کوئی مناسب اور قابل عمل طریقہ کار تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔ جیسا کہ آپ اور ہم دونوں بخوبی واقف ہیں۔ دنیا کا دستور یہی ہے کہ حق اور انصاف کا سوال مساوی طاقت رکھنے والوں کے درمیان پیدا ہوتا ہے ورنہ طاقتور فریق اپنی من مانی کرتا ہے اور کمزور بے چارے مصائب کا شکار ہو جاتے ہیں۔

میلوسی ۔ ہم سمجھتے ہیں کہ کم از کم مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ عدل و انصاف کو بالائے طاق نہ رکھیں۔ مصیبت کے وقت دادخواہی کا دروازہ سب کے لئے کھلا رہنا چاہئے۔ نہ صرف یہی بلکہ ہر فریق کو بشرط ضرورت ایسے استدلال سے استفادہ کا موقع بھی حاصل رہنا چاہئے جو چاہے پوری طرح درست نہ ہو لیکن جسے دفع الوقتی کے لئے درست بنوا لیا جا سکتا ہو۔ (ہم یہ کہنے پر اس لئے مجبور ہیں کہ آپ نے شرط لگا دی ہے کہ حق اور انصاف کے پہلوؤں پر زور نہ دیا جائے بلکہ صرف مفادات پیش نظر رکھے جائیں)۔ دادخواہی کے دروازے ہر وقت کھلے رہیں تو آپ کو اتنا ہی فائدہ پہنچ سکے گا جتنا دوسروں کو کیونکہ آپ کی سلطنت کا زوال انتہائی خونیں انتقام کا پیش خیمہ ثابت ہوگا جو ساری دنیا کے لئے موجب عبرت ہوگا۔

ایتھنزی ۔ ہماری سلطنت کو زوال اگر ہوتا ہے تو ہو کر رہے گا۔ ہمیں اس کی فکر نہیں ہے۔ ایک حریف سلطنت جیسے لاکے ڈیمون (اگر لاکے ڈیمونی واقعی ہمارے دشمن ثابت ہوں) ہم پر غلبہ حاصل کرلے تو بھی ہمارے لئے اس درجہ خطرناک ثابت نہیں ہوگی جتنے خطرناک وہ محکومین ثابت ہوتے ہیں جو حکمرانوں پر حملہ کر کے اُن کو مغلوب کرتے ہیں۔ لیکن اس خطرہ کا بہرحال

مقابلہ کرنے کے لئے ہم تیار ہیں۔ اب ہم آپ کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ ہم اپنی سلطنت کے مفاد کو آگے بڑھانے کے لئے یہاں آئے ہیں اور جو باتیں ہم اس وقت بیان کریں گے اُن کا تعلق آپ کے ملک کے تحفظ سے ہوگا۔ جب تک مجبوری کی صورت نہ ہو ہم اپنا اقتدار آپ پر مسلط نہیں کرنا چاہتے جو ایک مشکل مرحلہ ہوگا۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ کے اور ہمارے دونوں کے مفادات کی حفاظت کی غرض سے آپ کی مملکت کو محفوظ اور برقرار رکھا جائے۔

میلوسی۔ زحمت نہ ہو تو ذرا یہ بھی بتا دیجئے کہ ہمارے لئے اطاعت اتنی ہی مفید کیسے ہو سکتی ہے جتنی مفید حکمرانی آپ کے لئے ہوگی؟

ایتھنزی۔ وہ اس طرح کہ اگر آپ تباہ و برباد ہونے سے پہلے اطاعت قبول کرلیں تو فائدہ میں رہیں گے اور آپ کو تباہ نہ کرنا ہمارے لئے فائدہ مند ہوگا۔

میلوسی۔ تو گویا آپ نہیں چاہیں گے کہ ہم دشمن بننے کی بجائے غیر جانب دار رہ کر دونوں فریقوں کے دوست بنے رہیں لیکن کسی ایک فریق کے اتحاد میں شریک نہ ہوں۔

ایتھنزی۔ نہیں۔ کیونکہ اگر آپ ہمارے خلاف ہو جائیں تو اس سے ہم کو اس قدر نقصان نہیں پہنچے گا جتنا آپ کی دوستی سے پہنچ سکتا ہے کیونکہ ہمارے محکومین آپ کی دوستی کو ہماری کمزوری اور دشمنی کو طاقت پر محمول کریں گے۔

میلوسی۔ تو کیا آپ کے محکومین کے نزدیک انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ جن لوگوں کا آپ سے کوئی تعلق نہیں ہے اُن کو بھی اُس زمرہ میں شامل کیا جائے جو زیادہ تر آپ کے آباد کاروں اور چند مغلوب شدہ باغیوں پر مشتمل ہے؟

ایتھنزی۔ جہاں تک حق کا تعلق ہے وہ سمجھتے ہیں کہ ہر ایک کو دوسرے کے

برابر حق حاصل ہے اور یہ کہ اگر کوئی اپنی آزادی برقرار رکھ سکتا ہے تو اس لئے کہ وہ طاقت ور ہے۔ اور ہم دست درازی اس لئے نہیں کرتے کہ ہم اس سے خائف ہیں۔ اس طرح آپ کو اطاعت پر مجبور کر کے ہم نہ صرف اپنی سلطنت کی حدود میں اضافہ کریں گے بلکہ اس سے ہماری حکومت زیادہ مضبوط اور مستحکم بھی ہو جائے گی۔ اور چونکہ آپ جزائر کے باشندے ہونے کی حیثیت سے دوسروں کی بہ نسبت کم زور ہیں اور ہم سمندر کے مالک و مختار ہیں اس لئے بھی یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہمارے اثر میں رہیں۔

میلوسی۔ تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ہم جو حکمت عملی تجویز کر رہے ہیں وہ سلامتی کی ضامن نہیں ہے؟ اس بارے میں بھی اگر آپ چاہیں کہ ہم عدل و انصاف کے پہلوؤں کو نظر انداز کر کے صرف آپ کا مفاد پیش نظر رکھیں تو ہمارے لئے بھی لازمی ہو جاتا ہے کہ اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کریں۔ اور اگر ہمارے اور آپ کے نقاط نظر میں مماثلت کا کوئی پہلو نکل آئے تو آپ کو اسے قبول کرنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کریں۔ اگر آپ ہم پر حملہ آور ہوں تو ساری غیر جانب دار مملکتیں آپ کے خلاف ہو جائیں گی کیونکہ ان کو یقین ہو جائے گا کہ ایک نہ ایک دن آپ ان پر بھی حملہ کر دیں گے۔ ایسی صورت حال کا مقابلہ آپ کس طرح کر سکیں گے؟ اور اس کا نتیجہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ آپ اپنے موجودہ دشمنوں کی طاقت میں اضافہ کریں اور دوسروں کو جو کبھی آپ کی دشمنی کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے، دشمن بننے پر مجبور کیا جائے۔

ایتھنزی۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ ارض براعظم کے باشندوں کی طرف سے ہمیں عام طور پر زیادہ خطرہ نہیں رہا ہے۔ وہ چونکہ آزاد ہیں اس لئے ہمارے خلاف احتیاطی

تدابیر اختیار کرنے کی ضرورت ایک طویل عرصہ تک محسوس نہیں کریں گے۔ خطرہ تو ایک حد تک آپ جیسے لوگوں کی طرف سے محسوس ہوتا ہے جن کے جزیرے ہماری حدود سے باہر ہیں۔ اس کے علاوہ ہم اپنے محکومین سے خائف ہیں جو غلامی کی زنجیر نکال پھینکنے کے لئے بے چین ہیں اور موقع ملتے ہی کوئی ناعاقبت اندیشانہ قدم اٹھا کر اپنے آپ کو اور ہم کو مشکلات میں مبتلا کر دیں گے۔

میلوسی۔ جب صورت حال یہ ہے کہ آپ اپنی سلطنت کی برقراری میں اتنے خطرات محسوس کرتے ہیں اور آپ کے محکومین اُس سے نجات حاصل کرنے کے لئے اس درجہ کوشاں ہیں تو کیا یہ ہمارا فرض نہ ہوگا کہ آپ کے سامنے سر جھکانے پر مجبور ہونے سے پہلے ہر طرح کی ممکنہ کوشش کریں۔ کیونکہ اگر آزاد ہونے کے باوجود ہم نے ایسا نہیں کیا تو یہ ہماری پست ہمتی اور بزدلی کا بیّن ثبوت ہوگا۔

ایتھنزی۔ نہیں۔ عاقبت اندیشی کا تقاضا ہے کہ آپ ایسا نہ کریں کیونکہ مقابلہ برابر کا نہیں ہے جس میں کامیابی موجب شہرت و عزت اور ناکامی رسوائی کا باعث ہو۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ اپنے آپ کو تباہی سے محفوظ رکھیں اور اپنے سے کہیں زیادہ زبردست طاقت سے متصادم ہونے سے پرہیز کریں۔

میلوسی۔ مگر ہم جانتے ہیں کہ بعض اوقات فتح و شکست کے بارے میں فریقین کے سپاہیوں کی تعداد کی بنا پر قائم کردہ اندازہ صحیح ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے اطاعت قبول کر لینا نراس ہو کر ہمت ہار دینے کے مساوی ہوگا۔ برخلاف اس کے اگر ہم نے مقابلہ کیا تو آزادی کے برقرار رہنے کی توقع رہیگی۔

انتھونی۔ خطرات کے مقابلہ میں کامیابی کی توقع وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کے پاس کافی وسایل موجود ہوں اور جو ان وسایل کی مدد سے ہر قسم کے نقصان سے نہیں تو مکمل تباہی سے ضرور بچ سکتے ہوں۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ رجائیت کی بنا پر انسان فطری طور پر احتیاط کی حدود سے تجاوز کر جاتا ہے اور جو لوگ محض موہوم امید کی بنا پر اپنا سب کچھ خطرہ میں ڈال دیتے ہیں ان کو تباہی سے پہلے اپنی غلطی کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ لیکن اگر اس حقیقت کو پیش نظر رکھ کر محتاط راستہ اختیار کیا جائے تو کامیابی کے امکانات باقی رہتے ہیں۔ آپ ایسی غلطی نہ کریں کیونکہ آپ کمزور ہیں اور آپ کا موقف نہایت نازک ہے۔ اور نہ آپ عامیوں کا شیوہ اختیار کریں جو بظاہر سلامتی کی صورت نظر نہ آئے تو امکانی وسایل کو استعمال کرنے کی بجائے نادیدہ قوتوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور کہانت، پیشین گوئی اور اسی قسم کے دوسرے توہمات کا سہارا ڈھونڈتے ہیں جو غلط راستہ پر ڈال کر انسان کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔

میلوسی۔ یقین مانئے کہ آپ کی طاقت اور وسایل سے مقابلہ کی مشکلات سے ہم آپ ہی کی طرح بخوبی واقف ہیں اور جانتے ہیں کہ مقابلہ برابری کا نہیں ہوگا اور بہت دشواریاں پیش آئیں گی لیکن ہمیں بھروسا ہے کہ دیوتاؤں کی مدد سے ہمارے لئے کامیابی کے اتنے ہی امکانات پیدا ہو جائیں گے جتنے آپ کے لئے ہیں کیونکہ ہم حق پر ہیں اور ناحق کے خلاف جہاد کر رہے ہیں۔ طاقت کی حد تک ہم میں جو کمزوری ہے اس کی تلافی لاکے ڈیمونیوں سے اتحاد کی بدولت ہو جائے گی۔ کیوں کہ خونی رشتہ کی بنا پر نہیں تو کم از کم بدنامی کے ڈر سے وہ ہماری مدد کرنے پر

مجبور ہو جائیں گے۔ ان اسباب کی بنا پر ہم اپنے ارادوں میں ثابت قدم ہیں اور اپنے ایقان کو بے بنیاد نہیں سمجھتے۔

انیھنز: جہاں تک دیوتاؤں کا تعلق ہے ہمیں بھی بجا طور پر توقع ہے کہ ان کی تائید ہمارے شامل حال رہے گی کیونکہ ہمارے دعاوی یا طریق کار کسی لحاظ سے بھی دیوتاؤں سے متعلق دوسروں کے عقاید یا عمل کے متضاد نہیں ہیں۔ دیوتاؤں کے بارے میں اپنے عقیدہ کی بدولت ہم یہ جانتے ہیں اور انسان کی حد تک تجربہ کی بنا پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک فطری قانون کے تحت جہاں بھی ممکن ہوتا ہے دیوتا اور انسان حکمرانی کرتے ہیں۔ یہ کوئی نیا قانون نہیں ہے جو ہم نے وضع کیا ہے یا جس پر پہلی دفعہ ہم عمل کر رہے ہیں۔ بلکہ یہ قانون دنیا میں ہم سے پہلے موجود تھا اور ہمارے بعد بھی ہمیشہ نافذ رہیگا۔ ہم صرف اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ ہوں یا کوئی اور قوم، ہمارے مساوی طاقت حاصل ہو جائے تو وہی کریں گے جو ہم کر رہے ہیں۔ اس بنا پر نہ تو ہمیں دیوتاؤں کے غضب کا خوف ہے اور نہ یہ باور کرنے کے کوئی اسباب موجود ہیں کہ ہمیں نقصان پہنچے گا۔ مگر جب ہم لاکے ڈیمونیوں کے بارے میں آپ کے اس تصور پر غور کرتے ہیں کہ وہ بدنامی کے خوف سے مدد کرنے پر مجبور ہو جائینگے تو آپ کی سادگی کی داد دینے کو جی چاہتا ہے لیکن آپ کی سادہ لوحی پر رشک نہیں آتا۔ جب خود اُن کے ملک کے مفادات یا قوانین سے متعلق کوئی سوال درپیش ہوتا ہے تو لاکے ڈیمونی اپنے ہم عصروں سے بہت زیادہ ممتاز نظر آتے ہیں لیکن دوسروں کے ساتھ اُن کے سلوک کے بارے میں بہت کچھ کہا جا سکتا ہے۔ مختصراً یہ سمجھ لیجئے کہ جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے

یہ ایسا طرزِ فکر ہے جس سے سلامتی کے اغراض کی تکمیل کی توقع نہیں کی جا سکتی اس لئے آپ کا اس وقت لاکے ڈیمونیوں پر بھروسہ کرنا درست نہیں ہے۔

میلوسی۔ مگر در اصل ان کی اسی مصلحت اندیشی سے ہمیں توقع ہے کہ وہ اپنے میلوسی آبادکاروں کو دغا نہیں دیں گے اور سرزمین یونان میں اپنا اعتماد کھو کر دشمنوں کے ہاتھ مضبوط نہیں کریں گے۔

ایتھنزی۔ تو آپ اس بات کے قایل نہیں ہیں کہ مصلحت اندیشی اور سلامتی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اس کے برخلاف عدل و انصاف اور عزت و شہرت کے مراحل خطرات کے مقابلہ کے بغیر طے نہیں ہو سکتے۔ اور خطرات سے لاکے ڈیمونی کوسوں دور بھاگتے ہیں۔

میلوسی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ وہ ہمارے لئے خطرات میں پڑنے پر بھی آمادہ ہو جائیں گے اور دوسروں کے مقابلہ میں ہماری مدد کے لئے زیادہ اعتماد کے ساتھ آگے بڑھیں گے کیونکہ پلوپونیز سے ہماری قربت کی وجہ سے وہ بہ آسانی ضروری کارروائی کر سکیں گے اور آپ کا خونی رشتہ ہماری وفاداری کا ضامن ہو گا۔

ایتھنزی۔ ٹھیک ہے لیکن کوئی ہونے والا اتحادی مدد مانگنے والوں کی خیرسگالی کے بھروسہ پر نہیں بلکہ برتر فوجی طاقت کے بل بوتہ پر اقدام کرتا ہے، اور لاکے ڈیمونی اس امر کو دوسروں سے زیادہ ہی اہمیت دیتے ہیں۔ کم از کم اپنے ملک کے وسایل سے اُن کو اس درجہ بدگمانی ہے کہ جب تک متعدد حلیف مدد کے لئے موجود نہ ہوں وہ پڑوس کی کسی مملکت پر حملہ نہیں کرتے ایسی صورت میں کیا آپ سمجھتے ہیں کہ سمندر پر ہمارے کامل اختیار اور اقتدار کے باوجود وہ آپ کے جزیرے تک پہنچ سکیں گے؟

میلوسی ۔ مگر وہ دوسروں کو تو بھجوا سکتے ہیں۔ کریٹ سمندر کا رقبہ اس قدر وسیع ہے کہ جن لوگوں کا اس پر تسلط ہے اُن سے بچ کر نکل جانا دوسروں کے لئے اتنا مشکل نہیں ہے جتنا خود ان کے لئے دوسروں کا راستہ روکنا مشکل ہے۔ اور اگر اس میں ناکامی ہو تو لاکے ڈیمونی آپ کے علاقوں پر حملہ کر سکتے ہیں اور آپ کے جو بچے کھچے اتحادی اس وقت موجود ہیں جن کے علاقوں تک براسی داس نہیں پہنچ سکا تھا، اُن پر حملہ کر سکتے ہیں۔ جب یہ صورت حال پیش آ گئی تو آپ اپنے سے غیر متعلقہ علاقوں کے لئے جنگ کرنے کی بجائے خود اپنے وطن اور اپنے اتحادیوں کی حفاظت کے لئے لڑنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

ایتھنزی ۔ جس مغالطہ کا آپ ذکر کر رہے ہیں ممکن ہے ایک روز آپ اس میں مبتلا ہو جائیں۔ اُس وقت دوسروں کی طرح آپ کو بھی پتہ چل جائے گا کہ ایتھنزی کبھی کسی سے ڈر کر محاصرہ برخواست نہیں کرتے۔ لیکن حیرت ہے کہ قرارداد کے مطابق ملک کی سلامتی کے مسایل پر غور و خوض کرنے کی بجائے آپ نے اس ساری بحث میں ایک بات بھی ایسی نہیں بیان کی جس کی بنا پر ملک کے تحفظ کا اطمینان حاصل ہو سکے۔ آپ جن دلایل پر زیادہ زور دے رہے ہیں وہ مستقبل اور اُس سے متعلقہ توقعات پر مبنی ہیں۔ اور جو طاقت اس وقت آپ کے سامنے صف آرا ہے اُس کے مقابلہ میں آپ کے حقیقی وسایل اس قدر کم ہیں کہ کامیابی کی کوئی توقع نہیں ہو سکتی۔ آپ اپنی اسی رائے پر قایم رہیں تو یہ سخت ناعاقبت اندیشی کا ثبوت ہوگا۔ اس لئے ہم تھوڑی دیر کے لئے یہاں سے ہٹ جاتے ہیں۔ آپ ہمارے پیچھے مصلحت وقت کے مطابق کوئی اور طریقہ سوچئے۔ جب انسان کے ننگ و ناموس کو خطرہ پیدا ہو جاتا ہے اور اُس سے بچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی تو

وہ بدنامی کے خوف سے ایسا راستہ اختیار کرتا ہے جو علانیہ طور پر اس کے لئے ہلاکت خیز ثابت ہوتا ہے۔ لیکن ہمیں یقین ہے کہ رسوائی کے خوف سے آپ ایسی نادانی نہیں کریں گے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لوگ محسوس تو کر لیتے ہیں کہ وہ تباہی کی طرف جا رہے ہیں لیکن محض بدنامی کے کلنک سے بچنے کے لئے اسی غلط راستہ پر اس قدر آگے بڑھ کر جان بوجھ کر اپنے آپ کو ذلت و خواری کے گڑھے میں ڈال دیتے ہیں جس سے نکلنے کی کوئی توقع نہیں ہو سکتی۔ انسان اس طرح غلط راستہ اختیار کر کے اپنے آپ کو ذلیل و خوار کرتا ہے۔ یہ وہ صورت حال ہے جس سے آپ چاہیں تو سمجھ سے کام لے کر بچ سکتے ہیں۔ اگر آپ صحیح انداز میں سوچیں تو پتہ چلے گا کہ یونان کی سب سے بڑی مملکت کی اطاعت قبول کرنے میں آپ کی کوئی سبکی نہیں ہو گی۔ کیونکہ ہم نرمی سے کام لے کر آپ کو باج گزار اتحادی بننے کا پیش کش دے رہے ہیں جس کے بعد بھی آپ پہلے کی طرح اپنے ملک کے مالک و مختار رہیں گے۔ اس وقت آپ کو جنگ اور سلامتی ان دو میں سے ایک حالت کا انتخاب کرنا ہے اور ہمیں امید ہے کہ آپ نادانی سے کام لے کر بدتر صورت حال کو ترجیح نہیں دیں گے۔ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ جو لوگ اپنے ہمسروں کے آگے سر اطاعت خم نہیں کرتے، اپنے سے برتر طاقتوں کے ساتھ طے شدہ شرائط کی پابندی کرتے ہیں اور نسبتاً کمزور لوگوں سے نرمی کے ساتھ پیش آتے ہیں وہ بحیثیت مجموعی زیادہ سے زیادہ کامیاب اور کامراں رہتے ہیں۔ ہمارے یہاں سے ہٹ جانے کے بعد آپ ان تمام امور پر غور کیجئے۔ یاد رکھئے، سوال آپ کے ملک کی حفاظت اور سلامتی کا ہے اور اس ایک مملکت کے علاوہ کسی اور علاقہ کے آپ مالک نہیں ہیں۔ سوچ

بچار کے بعد آج آپ جس نتیجہ پر پہنچیں گے اسی پر آپ کے ملک کی خوشحالی یا بربادی کا انحصار ہو گا۔"

اس کے بعد ایتھنزی کانفرنس سے اٹھ کر چلے گئے، اور میلوسیوں نے آپس میں صلاح مشورہ کر کے اُسی استدلال کے مطابق تصفیہ کیا جو انھوں نے مندرجہ بالا بحث میں پیش کیا تھا۔ اور جواب دیا "ایتھنزیو! ہماری رائے وہی ہے جس کا ہم اس سے پہلے اظہار کر چکے ہیں۔ ہم آن کی آن میں اپنے شہر کو جو گزشتہ سات سو سال سے خود مختار رہا ہے آزادی سے محروم نہیں کر سکتے۔ ہمیں یقین ہے کہ دیوتا جنھوں نے ہمیں اس وقت تک محفوظ رکھا ہے آئندہ بھی ہماری مدد کریں گے۔ دیوتاؤں کی تائید کے علاوہ ہمیں انسانوں یعنے لاکے دیمونیوں کی امداد پر بھی بھروسا ہے اس لئے ہم اپنے ملک کی حفاظت کی کوشش کریں گے۔ ساتھ ہی ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمیں اپنا دوست بنالیں۔ ہم کسی فریق کے بھی دشمن بننا نہیں چاہتے۔ ہماری خواہش ہے کہ آپ ہم سے ایک ایسا معاہدہ کریں جو ہمارے آپ کے لئے مساوی طور پر قابل قبول ہو۔ جس کے بعد آپ ہمارے ملک سے واپس چلے جائیں۔"

یہ تھا جواب میلوسیوں کا جس کے بعد کانفرنس ختم ہو گئی اور ایتھنزیوں نے شہر سے لوٹتے ہوئے کہا "یہ ایک عجیب بات ہے کہ آپ مستقبل کے امکانات کو حال کے بدیہی حقائق سے زیادہ واقعی سمجھتے ہیں اور جو چیز ابھی نظروں سے اوجھل ہے اُسے اپنی آرزومندی کی بنا پر موجود تصور کرتے ہیں۔ اور چونکہ آپ لاکے دیمونیوں پر ضرورت سے زیادہ اعتماد رکھتے ہیں اور اُن کے بھروسے پر اپنا سب کچھ خطرے میں ڈال رہے ہیں اسلئے

آپ کو سخت مایوسی کا سامنا کرنا ہوگا۔"

اب ایتھنزی ایلچی اپنے لشکر کو واپس ہو گئے اور جب میلوسیوں کے اطاعت قبول کرنے کے کوئی امکانات نظر نہیں آئے تو سپاہ سالاروں نے فوراً محاصرہ کی کارروائی شروع کی اور شہر کے اطراف حصار کی تعمیر کے لئے گھیرا ڈال کر مختلف مملکتوں کے دستوں میں دیوار بنانے کا کام تقسیم کر دیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد اپنے لشکر کے بیشتر حصہ کے ساتھ ایتھنزی وہاں سے لوٹ گئے اور سمندری اور بری راستوں کی نگرانی کے لئے اپنے چند شہریوں اور اتحادی سپاہیوں کو متعین کر دیا یہ دستے وہیں رُکے رہے اور انھوں نے شہر کا محاصرہ جاری رکھا۔

تقریباً انہی دنوں آرگوسیوں نے فلیوس کے علاقہ پر حملہ کیا جس کے دوران میں فلیاسیوں اور آرگوسی جلا وطن افراد نے کمین گاہ سے دھاوا کر کے اسّی حملہ آوروں کو ہلاک کر دیا۔ اس عرصہ میں پیلوس کے ایتھنزیوں نے لاکے دیمون میں اس قدر لوٹ مار کی کہ ثانی الذکر نے اعلان کر دیا کہ جو لاکے دیمونی ایتھنزیوں کا مال واسباب لوٹنا چاہیں ان کو اس کی اجازت ہے۔ لیکن معاہدہ کی خلاف ورزی کر کے ایتھنز کے خلاف فوجی اقدام کرنے سے پرہیز کیا۔ کورنتھیوں نے بھی خانگی جھگڑوں کی بنا پر ایتھنزیوں پر حملے شروع کئے لیکن پلوپونیز کے بقیہ علاقوں نے کوئی کارروائی نہیں کی۔ اُدھر میلوسیوں نے رات کی تاریکی میں بازار کے بالمقابل ایتھنزی حصار پر حملہ کر کے چند ایتھنزیوں کو ہلاک کر دیا اور غلہ اور ضرورت کی دوسری اشیا شہر میں لے جانے کے بعد اپنی جگہ خاموش رہے اس کے بعد ایتھنزیوں نے آئندہ حصار کی زیادہ موثر حفاظت کے لئے ضروری انتظامات کئے۔

اب موسم گرما ختم ہو گیا۔ اس کے بعد سرما میں لاکے دیمونی آرگوس کے علاقہ پر

حملہ کی غرض سے روانہ ہوئے لیکن جب سرحد پر اُن کی پیش کردہ قربانیاں نامسٰعد ثابت ہوئیں تو اپنے وطن کو لوٹ گئے۔ لاکے دیمونیوں کی اس کارروائی کی بناپر آرگوسیوں کو اپنے چند شہریوں پر شبہ ہوا جن میں سے بعض کو انھوں نے گرفتار کرلیا اور بقیہ کسی نہ کسی طرح وہاں سے بھاگ نکلے۔ تقریباً انہی دنوں میلوسیوں نے ایتھنزی حصار کے ایک اور حصہ پر حملہ کرکے قبضہ کرلیا جس کی حفاظت کیلئے کوئی طاقتور دستہ متعین نہیں تھا۔ اس کے بعد ایتھنز سے امدادی فوج فلوکرا ٹیس ابن دیمیاس کی سپاہ سالاری میں میلوس پہنچی تو زیادہ شدت کے ساتھ محاصرہ کی کارروائی شروع کی گئی اور جب شہر کے اندر بعض افراد نے غداری کی تو میلوسی بلا شرط ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے۔ ایتھنزیوں نے جتنے بالغ میلوسی گرفتار ہوئے ان سب کو قتل کردیا اور عورتوں اور بچوں کو غلام بناکر فروخت کر ڈالا جس کے بعد پانچسو ایتھنزی آباد کار روانہ کرکے شہر میلوس کو دوبارہ بسایا گیا۔

اٹھارھواں باب

جنگ کا سترھواں سال۔ سسلی کی مہم۔ ہرمائے کا قضیہ

مہم کی روانگی

اسی موسم سرما میں ایتھنزیوں نے دوبارہ سسلی جانے کا ارادہ کیا۔ پہلے لاخیس اور یوریمدوں کی سپاہ سالاری میں جو مہم بھجوائی گئی تھی اس سے زیادہ بڑا بیڑا اس دفعہ وہ لے جانا چاہتے تھے تاکہ بشرط امکان اس جزیرہ کو مسخر کیا جائے۔ اکثر ایتھنزی جزیرۂ سسلی کی وسعت اور اس کے باشندوں کی تعداد سے ناواقف تھے جن میں یونانی اور غیر یونانی دونوں شامل تھے۔ ان کو یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ جس ملک پر وہ جارہے تھے اس کی طاقت پلوپونیزیوں کے لگ بھگ تھی۔ کیونکہ کسی تجارتی جہاز میں بیٹھ کر جزیرہ سسلی کا دور کرنے میں آٹھ دن سے کم عرصہ نہیں لگتا۔ تاہم اس ارضی وسعت کے باوجود اس کے اور

ارضِ براعظم کے درمیان صرف دو میل سمندر حایل ہے۔

اب ہم یہ بتاتے ہیں کہ ابتدا میں سسلی کو کس طرح آباد کیا گیا اور اس کے علاقوں میں کن لوگوں نے بود و باش اختیار کی۔ سب سے پہلے اس جزیرہ میں کیکلوپس اور لیس ترگون آباد ہوئے لیکن ان کا تعلق کس نسل سے تھا اور وہ کہاں سے آئے یا کہاں چلے گئے ان تفصیلات سے میں واقف نہیں ہوں۔ البتہ قارئین شاعروں کے کلام اور عام روایات سے کیکلوپیس کے تھوڑے بہت حالات معلوم کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سکیانیوں نے سسلی میں سکونت اختیار کی اگرچہ وہ اپنے آپ کو اولین اور اصلی باشندے بتاتے ہیں۔ لیکن واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ آئی بیریائی تھے جن کو لگوریوں نے دریائے سکونوس واقع آئی بیریا کی ترائی سے نکال باہر کیا تھا۔ اور اسی بنا پر اس جزیرہ کا جو پہلے ترینا کریہ کہلاتا تھا، بعد کو سکانیہ نام پڑ گیا اور یہ لوگ آج بھی مغربی سسلی میں آباد ہیں۔ ایلیوم کی تسخیر کے بعد چند ٹروجن اکائیدوالوں کی زد سے بچ کر نکل گئے اور سمندری راستہ سے سسلی پہنچ کر سکیانیوں کے علاقہ سے متصل خطہ میں آباد ہو گئے، جن کو عام طور پر ایلیمی کہا جاتا تھا اور جن کے شہروں کے نام اریکس اور ایگستہ تھے۔ ان کے ساتھ چند فوکسی بھی اس جزیرہ میں آباد ہو گئے جن کو طوفان کی موجوں نے ٹروے سے لیبیا پہنچا دیا تھا۔ یہ لوگ اس کے بعد سسلی پر اتر گئے۔ سکل جن کا اولین وطن اطالیہ تھا، اوپکانوں کے تعاقب سے بچنے کے لئے سسلی آئے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ لٹھوں کے ٹھاٹھ پر سوار ہو کر آئے۔ روانگی سے پہلے انہوں نے انتظار کیا کہ ہوا موافق ہو اور اس کے بعد آبنائے کو عبور کیا۔ یہ روایت ناقابل قبول نہیں معلوم ہوتی گو یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کسی اور طرح سے سسلی پہنچ گئے ہوں۔ بہرحال سکل آج بھی اطالیہ میں آباد ہیں اور اس ملک کا نام سکلوں کے

بادشاہ اطالوس کے نام پر اطالیہ پڑگیا سکلوں کا ایک بڑا گروہ سکلی میں داخل ہو گیا اور انھوں نے سکانیوں کو لڑائی میں شکست دے کر جزیرہ کے جنوبی او رمغربی حصوں کی طرف ڈھکیل دیا۔ اس کے بعد یہ اقطاع سکانیہ کی بجائے سکلی (سسلی) کہلانے لگے۔ سکلی پہنچنے کے بعد تقریباً تین سو سال تک سکل وہاں کے زرخیز ترین علاقوں پر قابض رہے جس کے بعد یونانیوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور دراصل آج بھی وہ جزیرہ کے مرکزی اور شمالی علاقوں پر قابض ہیں۔ سسلی کے اطراف فنیقی بھی آباد تھے جنھوں نے سکلوں سے تجارت کرنے کی غرض سے راس کے ساحلی حصوں اور ان سے متصلہ جزیروں میں سکونت اختیار کی تھی۔ لیکن جب یونانی بڑی تعداد میں بحری راستہ سے آنے لگے تو فنیقیوں نے ان میں سے اکثر مقامات کو چھوڑ دیا اور متحد ہو کر موتائے سولوئس اور پانورموس میں جا بسے جو ایلیمی کے قریب واقع ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ ان کو ایلیمیوں کے مخالفہ پر بھروسا تھا۔ دوسرے یہ کہ کارتھیج اور سسلی کے مابین بحری آمدورفت کے لئے یہ ... قریب ترین مقامات تھے۔

سسلی کے غیر یونانی باشندوں کے حالات اور اُن کے آبسنے سے متعلق تفصیلات میں بیان کر چکا ہوں۔ اولین یونانی جو اس جزیرہ میں داخل ہوئے کالکسی تھے جو یوبیہ سے اپنی نو آبادی کے بانی تھیوکلیس کی سرکردگی میں روانہ ہوئے۔ انھوں نے ناکسوس کو آباد کیا اور اپولو آرکے گیتس دیوتا کی قربان گاہ تعمیر کی جو اس وقت حدود شہر کے باہر موجود ہے اور جہاں کھیلوں کے مقابلوں میں حصہ لینے والے سسلی سے براہ سمندر روانہ ہونے سے پہلے اپنی قربانیاں پیش کرتے ہیں۔ اس کے بعد دوسرے سال آرکیاس نے سرقوسہ کی نیو رکھی۔ آرکیاس ایک ہرقلی تھا

جس کا تعلق کورنتھ سے تھا۔ اُس نے یہاں پہنچ کر سکلوں کو اُس جزیرہ سے ہٹانا شروع کیا جہاں اس وقت اندرون شہر کے محلّے آباد ہیں، اگرچہ آج ان کے گرد پانی نہیں ہے۔ بعد میں مضافات کے اطراف بھی شہر پناہ تعمیر کی گئی اور اس میں بستیاں بس گئیں۔ سرقوسہ کے قیام کے پانچ سال بعد تھیوکلس اور کالکیوں نے ناکسوس سے آگے بڑھ کر سکلوں کو بزور شمشیر نکال باہر کیا اور لیون تینی اور اس کے بعد کتانہ نامی شہر آباد کئے اور خود کتانیوں نے اوارخوس کو اپنی نو آبادی کا بانی منتخب کیا۔

تقریباً اسی زمانہ میں لامس آباد کاروں کے ایک گروہ کے ساتھ میگارہ سے سسلی پہنچا۔ اُس نے دریائے پانتاکیاس کے پرے تروتی لوس نامی ایک نو آبادی قایم کی لیکن بعد میں اس کو کچھ عرصہ کے لئے چھوڑ کر لیونتی نی میں کالکسوں سے جا ملا اور جب انھوں نے لامس کو اپنے علاقہ سے نکال باہر کیا تو اُس نے تھاپسوس نامی بستی بسائی۔ لامس کی موت کے بعد اُس کے ساتھیوں کو تھاپسوس سے نکال دیا گیا تو انھوں نے ہبلائی میگارا نامی شہر آباد کیا۔ ہبلون نامی ایک سکل بادشاہ نے ان لوگوں کو طلب کر کے نو آبادی قایم کرنے کے لئے یہ علاقہ اُن کے حوالہ کر دیا تھا۔ یہاں وہ ڈھائی سو سال تک آباد رہے جس کے بعد سرقوسی خود سر گیلو نے اُن کو نہ صرف اس شہر سے بلکہ جزیرہ سسلی کی حدود سے نکال باہر کیا۔ اس اخراج سے قبل اور سسلی میں اپنی نو آبادی کے قیام سے تقریباً ایک سو سال پہلے انھوں نے پامی لوس کو روانہ کر کے سلی نوس کی نو آبادی قایم کی تھی۔ پامی لوس ان کے وطن مالوف یعنے میگارا سے اس شہر کو بسانے میں ہاتھ بٹانے کے لئے آیا تھا۔

شہر گیلا کو رھوڈس کے انتی فیموس اور انتی موس نامی کریٹی نے آباد کیا جو سرقوسہ کے قیام کے پینتالیس سال بعد آباد کاروں کو لے کر اس علاقہ میں پہنچے۔ دریائے گیلاس کے نام پر اس شہر کا نام گیلا پڑ گیا اور اس وقت جس مقام پر قلعہ واقع ہے

اور جسے سب سے پہلے مستحکم کیا گیا تھا، لندائی کہلاتا تھا۔ انھوں نے دوریانیوں کے دستور اور طرز زندگی کو اپنا لیا تھا۔ گیلا کے قیام کے تقریباً ایک سو آٹھ سال بعد اس کے باشندوں نے اکراگاس (اگریگنتوم) کو آباد کیا جس کو یہ نام ایک دریا کے نام پر دیا گیا۔ انھوں نے ارسطونوس اور پستی لوس کو اپنی نو آبادی کا بانی قرار دیا اور وہاں اپنا دستور نافذ کیا۔ زانکلے کو ابتداً قزاقوں نے آباد کیا جن کا تعلق کوما سے تھا جو اوپی کانوں کے علاقہ میں ایک کالکسی شہر ہے۔ اس کے بعد کالکسی اور یوبیہ کے دوسرے حصوں سے بڑی تعداد میں لوگ آکر یہاں بس گئے۔ کوما کے پری ایدس اور کالکس کے کراتائے مینس کو اس شہر کے بانی سمجھا جاتا ہے۔ ابتدا میں اس کو سکلوں نے زانکلے کا نام دیا تھا کیوں کہ اس کی شکل درانتی کی سی ہے جس کو سکل زانکلوں بولتے ہیں۔ لیکن جب ان ابتدائی آبادکاروں کو بعض ساموسی اور ایونیائی گروہوں نے جو ایرانیوں سے ڈر کر سسلی بھاگ آئے تھے، نکال باہر کیا اور اس کے بعد زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ رہیگیوم کے خودسر حاکم اناکسی لاس نے ان ساموسیوں کو بھگا کر ان کی جگہ مختلف نسلوں کے لوگوں کو آباد کیا تو اس کے وطن اصلی کی نسبت سے شہر کا نام مسینہ پڑ گیا۔

شہر ہیمرا کو ایوکلیدس، سیموس اور ساکون نے آباد کیا جس میں زیادہ تر زانکلے کے کالکسی جا بسے۔ ان کے ساتھ سرقوسہ کے چند جلاوطن میلے تیدائے بھی جن کو خانہ جنگی میں شکست ہوئی تھی، اس شہر میں آباد ہو گئے۔ ان کی زبان کالکسی اور دوریانی سے مرکب تھی لیکن شہر میں کالکسی دستور اور قوانین رائج تھے۔ اکرائے اور کاسمینائے کے شہر سرقوسیوں نے بسائے۔ اکرائے کا قیام سرقوسہ کے قیام کے ستر سال بعد اور کاسمینائے کا قیام اکرائے سے تقریباً بیس سال بعد عمل میں

آیا۔ کاماریِنہ کا شہر سرقوسیوں نے سرقوسہ کی تعمیر کے تقریباً ایک سو پینتیس سال بعد آباد کیا جس کے بانی ڈاکسون اور مینے کولوس تھے۔ لیکن کامارینائیوں کو سرقوسیوں نے غداری کا الزام لگاکر بزورِ شمشیر شہر سے نکال دیا اور اس کے کچھ عرصہ بعد گیلا کے خود سر حاکم ہپوکراتیس کو ان کی اراضی چند سرقوسی قیدیوں کی رہائی کے معاوضہ میں ملی تو خود اس نے کاماریِنہ میں ایک نئی بستی بسائی۔ بالآخر گیلو نے پھر اس کا تخلیہ کرایا جس کے بعد اہلِ گیلا نے اُسے تیسری بار آباد کیا۔

یہ تھی تفصیل سسلی کی یونانی اور غیر یونانی آبادی کی۔ اس جزیرہ کی وسعت و اہمیت کا حال بھی بیان کیا جاچکا ہے۔ ایتھنزی اب اس ملک پر حملہ کرنے کا عزمِ مصمم کر چکے تھے۔ دراصل ساری سسلی پر تسلط قایم کرنا مقصود تھا، اگرچہ حملہ کے لئے بظاہر یہ جواز بھی موجود تھا کہ وہ وہاں اپنے رشتہ داروں اور دوسرے حلیفوں کی مدد کرنا چاہتے تھے۔ لیکن ایگستہ کے ایلچیوں نے ایتھنز ہنیچ کران کو خاص طور پر اشتعال دلایا اور جلد از جلد مدد دینے کی ضرورت پر زور دیا۔ ایگستائیوں نے اپنے ہمسایہ سسلی نتی نیوں کے خلاف شادی بیاہ اور مابہ النزاع اراضی سے متعلقہ اختلافات کی بنا پر لڑائی چھیڑ دی تھی اور اور سسلی نتی نی نے سرقوسیوں سے اتحاد کر کے بری اور بحری دونوں راستوں سے ایگستہ پر سخت دباؤ ڈال رہے تھے۔ جب یہ صورتِ حال پیش آئی تو ایگستائیوں نے ایتھنزیوں کو وہ معاہدہ یاد دلایا جو گزشتہ جنگ لیون تائن کے دوران میں لاخیس نے کیا تھا، استدعا کی کہ اُن کی مدد کے لئے ایک بحری بیڑا بھجوایا جائے۔ امداد کی ضرورت اور اہمیت جتانے کے لئے انھوں نے یوں تو بہت کی باتیں بیان کیں لیکن اس بات پر بطورِ خاص زور دیا گیا کہ اگر سرقوسیوں کو

لیون تینی کے باشندوں کو نکال باہر کرنے کی سزا نہیں دی گئی اور سسلی میں ایتھنز کے جو بچے کچے مخالفین رہ گئے ہیں اُن کو تباہ و برباد کر کے سارے جزیرے پر قابض ہونے اور اپنی طاقت میں اضافہ کرنے کا موقع دیا گیا تو ممکن ہے کہ ڈوریانی نسل سے تعلق کی وجہ سے ایک دن وہ ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ اپنے ڈوریانی رشتہ داروں کی مدد کے لئے آئیں۔ وہ پلوپونیزیوں کے بھجوائے ہوئے آبادکار ہیں اس لئے اس امر کا بھی اندیشہ ہے کہ اُن کے ساتھ مل کر وہ سلطنت ایتھنز کو ختم کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس لئے مصلحت وقت کا تقاضا ہے کہ باقی ماندہ حلیفوں سے مل کر ایتھنزی سرقوسہ کے خلاف ایک متحدہ محاذ قایم کریں۔ ایگستائیوں نے یہ بھی کہا کہ چونکہ وہ اس مہم کے اخراجات کے لئے کافی رقم دینے پر آمادہ ہیں اس لئے ایتھنزیوں کو کوئی پس و پیش نہ ہونا چاہیئے۔ ایگستائی مختلف اجتماعوں میں بار بار یہی استدلال پیش کرتے رہے جس کو سن کر بالآخر ایتھنزیوں نے طے کیا کہ ایگستہ کو ایلچی بھجوا کر پتہ چلایا جائے کہ ایگستائی ایلچی بار بار جس روپیہ کا ذکر کر رہے ہیں وہ اُن کے خزانوں اور مندروں میں درحقیقت موجود ہے یا نہیں۔ ساتھ ہی یہ بھی پتہ چلایا جائے کہ سسلی تینتیوں کے خلاف ان کی لڑائی کس نوبت پر ہے۔

اس تصفیہ کے مطابق ایتھنزی ایلچی سسلی بھجوائے گئے۔ اسی موسم سرما میں لاکے دیمونی اور اُن کے اتحادی (جن میں صرف کورنتھی شریک نہیں تھے) آرگوس پر لشکرکشی کی غرض سے روانہ ہوئے اور اس کے کچھ حصہ کو پامال کر کے زراعتی بیلوں کی چند جوڑیاں اور غلہ اٹھا لے گئے۔ اس کے علاوہ انھوں نے آرگوسی جلاوطن افراد کو اورنیائے میں بسا دیا جن کی حفاظت کے لئے فوج کے چند سپاہی متعین کر دئے گئے اور ایک مختصر مدت کے لئے عارضی صلح کا معاہدہ کر لیا تاکہ اس دوران میں اورنیائے یا آرگوس والے ایک دوسرے کے ملک کو کوئی نقصان نہ پہنچا

سکیں۔ اس کے بعد لاکے ڈیمونی فوجیں اپنے وطن کو واپس ہوگئیں۔ اس واقعہ کے کچھ ہی عرصہ بعد ایتھنزی تیس جہازوں اور چھ سو بھاری ہتھیار بند پیادوں کے ساتھ وہاں پہنچے تو آرگوسی اپنی ساری فوج کو لے کر اُن کے ساتھ ہو گئے۔ اس متحدہ فوج نے اب آگے بڑھ کر اورنیائے کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ صرف ایک روز جاری رہا تھا کہ شہر کے محافظ دستے رات کی تاریکی میں فرار ہو گئے کیونکہ محاصرین نے شہر سے کافی فاصلہ پر زیر سما پڑاؤ ڈالا تھا۔ دوسرے روز جب آرگوسیوں کو حقیقت حال معلوم ہوئی تو انھوں نے شہر پناہ کی دیواروں کو مسمار کر ڈالا جس کے بعد ایتھنزی بیڑا اپنے وطن کو لوٹ گیا۔ اسی عرصہ میں ایتھنزی اپنی سوار فوج کے چند رسالوں اور ایتھنز میں مقیم مقدونوی جلاوطن افراد کو لیکر سمندری راستہ سے متھونے روانہ ہوئے جو مقدونیہ کی سرحد پر واقع ہے اور پردکاس کے علاقوں میں لوٹ مار کی۔ اس کی اطلاع پا کر لاکے ڈیمونیوں نے تھریسی کالکیوں کے پاس اپنے سفیر بھجوائے۔ ان کالکیوں اور ایتھنزیوں کے مابین عارضی صلح کا معاہدہ ہوا تھا جس کی تجدید ہر دس روز کے بعد کی جاتی تھی۔ ایتھنزی سفیروں نے زور دیا کہ کالکسی اس لڑائی میں بردکاس کا ساتھ دیں لیکن انھوں نے انکار کر دیا۔ اس کے بعد موسم سرما ختم ہو گیا اور اُس کے ساتھ ہی اس جنگ کا سولھواں سال اختتام کو پہنچا جس کی یہ تاریخ طوسی دیدس نے لکھی ہے۔

اس کے بعد جب موسم گرما آیا تو اوایل بہار میں ایتھنزی ایلچی سسلی سے واپس آئے جن کے ساتھ اگستائی بھی تھے جو حسب مطالبہ غیر مسکوک چاندی کے ساٹھ تالنت ساٹھ جہازوں کے ایک مہینہ کے خرچ کے لئے لائے تھے۔ ایتھنزیوں نے اسمبلی کا اجلاس منعقد کیا جس میں اگستائیوں کے علاوہ خود ایتھنزی ایلچیوں نے بھی اگستہ کے عام حالات اور خاص کر اُس کے خزانوں اور مندروں میں دولت کی

افراط کا بڑھا چڑھا کر ذکر کیا۔ اس سے ایتھنزیوں کی ہوس ملک گیری کو ایک چھیڑ مل گئی حالانکہ انھوں نے جو باتیں بیان کیں وہ سراسر بے اصل تھیں۔ رپورٹ سننے کے بعد ایتھنزیوں نے طے کیا کہ ساٹھ جہازوں کا ایک بڑا الکی بیادیس ابن کلینیاس، نکیاس ابن نکوراتوس اور لاماخوس ابن زنوفانیس کی کمان میں سسلی روانہ کیا جائے۔ ان کمان داروں کو مکمل اختیارات دئے گئے اور ہدایت کی گئی کہ سسلی میں سلی نیوں کا مقابلہ کرنے میں ایگستائیوں کی مدد کی جائے، لڑائی میں کامیابی ہو تو شہر لیونتی نی کو دوبارہ آباد کیا جائے اور سسلی میں ایتھنز کے مفادات کی پیش رفت کے لئے بہتر سے بہتر بندوبست کیا جائے۔ پانچ روز بعد اسمبلی کا ایک اور اجلاس سسلی جانے والے بیڑے کی جلد از جلد تیاری اور کمانداروں کے دوسرے مطالبات کی منظوری کے مسایل پر غور کرنے کی غرض سے منعقد کیا گیا۔ اس موقع پر نکیاس نے جسے اُس کی مرضی کے خلاف کماندار بنایا گیا تھا، ایک تقریر کی۔ نکیاس حکومت کے اس اقدام کو نامناسب سمجھتا تھا اور اس کا خیال تھا کہ ایک ذرا سی غیر اہم بات کو بہانہ بنا کر ایتھنزی سسلی کے سارے علاقو پر اپنا تسلط قایم کرنا چاہتے ہیں جو ایک نہایت مشکل مرحلہ ہے۔ وہ چاہتا تھا کہ ایتھنزی اس ارادے سے باز آئیں اس لئے اُس نے مشورہ دیا:—

"اگرچہ اسمبلی کا یہ اجلاس سسلی کی مہم کی تیاری کے مسایل پر غور کرنے کے لئے طلب کیا گیا ہے تاہم میں سمجھتا ہوں کہ یہ سوال خود ہنوز غور طلب ہے کہ آیا سسلی کو کوئی مہم روانہ کرنی چاہئے یا نہیں۔ یہ مناسب نہیں ہوگا کہ اس قدر اہم معاملہ کے تصفیہ کے لئے محض سرسری غور و خوض کو کافی سمجھا جائے یا یہ کہ پردیسیوں کے ورغلانے سے خواہ مخواہ ایسی جنگ کی ذمہ داری اپنے سر لی جائے جس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ گو جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے اس طریق کار سے

میرے مقام اور مرتبہ میں اضافہ ہوگا اور دوسرے شہریوں کی طرح مجھے بھی اپنے ذاتی نفع و نقصان کا زیادہ خوف نہیں ہے۔ میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر کوئی شہری اپنی جان و مال کی حفاظت کا بھی تھوڑا بہت خیال رکھے تو اس میں کوئی قباحت ہے۔ برخلاف اس کے میں سمجھتا ہوں کہ ایسا شخص جس کا خود کوئی مفاد وابستہ ہو ہر صورت میں دوسروں سے زیادہ اپنے ملک کی خوش حالی کا خواہاں ہوگا۔ اس کے باوجود جیسا کہ میں نے آج تک کبھی شہرت اور عزت کے خیال سے اپنے ضمیر کے خلاف کوئی بات نہیں کہی ہے، اسی طرح اب بھی نہیں کہنا چاہتا اور جو طریق کار واقعی مجھے سب سے بہتر معلوم ہوتا ہے وہی اس وقت آپ کے آگے پیش کروں گا۔ آپ کی طبیعت کے خلاف میں کوئی بات بیان کروں تو اس کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ اس لئے اگر میں یہ مشورہ دوں کہ جو کچھ اس وقت آپ کے پاس ہے اس کی حفاظت کیجئے اور فائدہ کی محض موہوم امید پر جو کچھ اپنا ہے اسے خطرہ میں نہ ڈالئے تو آپ میری بات نہیں مانیں گے۔ میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آپ کا سارا جوش و خروش بے محل ہے اور جو مقصد آپ کے پیش نظر ہے اس کا حصول آسان نہیں ہے۔

میں دعوے سے کہتا ہوں کہ اس وقت یہاں آپ کے کئی دشمن موجود ہیں لیکن آپ ان کا مقابلہ کرنے کی بجائے سسلی جا رہے ہیں اور جب آپ اس مہم سے واپس آئیں گے تو دشمنوں کی ایک بڑی تعداد اپنے ساتھ لائیں گے۔ آپ شاید یہ سمجھتے ہیں کہ جو معاہدہ آپ نے کیا تھا اس پر بھروسا کیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ نام نہاد معاہدہ صرف اس وقت تک قائم رہے گا جب تک آپ اپنی جگہ خاموش رہیں گے۔ کیونکہ یہاں کے اور اسپارٹا کے چند افراد کے طرز عمل کی وجہ سے اب یہ معاہدہ برائے نام ہی رہ گیا ہے۔ اگر حالات نے کوئی زبردست

کروٹ لی تو یہ معاہدہ ہمارے ملک پر حملہ کرنے سے دشمن کو ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں روک سکے گا۔ اس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ فریق ثانی نے مشکلات سے مجبور ہو کر اس پر دستخط کئے تھے اس لئے وہ اسے اس قدر قابل احترام نہیں سمجھتے جتنا ہم سمجھتے ہیں دوسرے خود اس کے متن میں چند مقامات ایسے موجود ہیں جن کے بارے میں ثمر کائے معاہدہ کو ایک دوسرے سے اختلاف ہے۔ علاوہ برایں بعض طاقتور مملکتوں نے اسے ابھی تک قبول نہیں کیا ہے۔ ان میں سے بعض نے ہمارے خلاف کھلے طور پر جنگ کا اعلان کر دیا ہے اور بعض (چونکہ لاکے دیموں نے معاہدہ پر عمل کرانے کے لئے ہنوز کوئی کارروائی نہیں کی ہے) عارضی صلحناموں کی بنا پر جن کی تجدید پر دس روز بعد کی جاتی ہے، اپنی حد سے آگے نہیں بڑھ رہے ہیں۔ مگر اس کا قوی امکان ہے کہ اگر ہماری طاقت بٹ گئی اور ہم جلد از جلد مہم روانہ کر کے اس وقت بلا منٹنے کی کوشش بھی کر رہے ہیں، تو وہ سسلی والوں سے مل کر ہم پر پوری طاقت کے ساتھ حملہ آور ہوں گے، کیونکہ وہ سسلی اور بعض دوسری مملکتوں کی دوستی کو اپنے لئے مفید سمجھتے ہیں اور اُن سے اتحاد کرنے کے لئے موقع کے متلاشی رہے ہیں۔ ایسی صورت میں انسان کے لئے لازمی ہو جاتا ہے کہ ان تمام امور پر غور کرے اور اپنے ملک کو جس کا موقف نازک ہے، خطرے میں نہ ڈالے۔ یہ ہرگز مناسب نہیں ہوگا کہ جو سلطنت اس وقت ہمارے قبضہ میں ہے اس کو مستحکم کرنے سے پہلے ہوس ملک گیری کا شکار ہو کر ہم دوسری سلطنت پر تسلط قایم کرنے کی کوشش کریں۔ واقعہ یہ ہے کہ تھریسی کالکسی ہمیشہ ہم سے غداری کرتے رہے ہیں لیکن ہم ان کی سرکوبی میں کامیاب نہیں ہوئے اور ارض براعظم کی دوسری مملکتیں بھی صرف برائے نام ہماری تابع ہیں۔ اس اثنا میں ایگستائیوں کے ساتھ، جو ہمارے حلیف ہیں زیادتی کی گئی تو ہم امداد کے لئے

دوڑے جا رہے ہیں حالانکہ جن لوگوں نے غداری کر کے ہمارے ساتھ زیادتی کی ان کی سرزنش ہم نہیں کر سک رہے ہیں۔

اس کے علاوہ اگر ہم ثانی الذکر کو مغلوب کرنے میں کامیاب ہو گئے تو ان کو دوبارہ سر اٹھانے کی جرأت نہیں ہو گی۔ اس کے برخلاف سسلی اس قدر دور ہے اور اس کی آبادی کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ قبضہ کرنے کے بعد بھی اُس پر قابو رکھنا مشکل ہو گا۔ لہٰذا ایسے لوگوں سے لڑنا کونسی عقلمندی ہو گی جن کو مغلوب کرنے میں بالفرض کامیابی ہو تو بھی اطاعت گزاری پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ اور ناکامی کی صورت میں ہمارا وہ موقف بھی بڑی حد تک باقی نہیں رہتا جو جنگ آزمائی سے پہلے تھا۔ اور پھر سسلی والوں کے موجودہ موقف کے پیش نظر میں سمجھتا ہوں کہ وہ سرقوسیوں کی فتح کی صورت میں (جس کا ایگستیوں نے ہوّا بنا رکھا ہے) ہمارے لئے پہلے سے کم خطرناک ثابت ہوں گے۔ موجودہ صورت میں ممکن ہے لاکے دیمون کی دوستی کی بنا پر ان کی مختلف مملکتیں اپنی فوجیں علیحدہ علیحدہ طور پر اس علاقہ میں بھجوائیں لیکن بصورت ثانی اس کا بہت کم امکان ہے کہ ایک سلطنت دوسری سلطنت پر حملہ آور ہو۔ کیونکہ ان کو خوف ہو گا کہ اگر پلوپونیزیوں سے مل کر انھوں نے ہماری سلطنت کا خاتمہ کرنے میں مدد دی تو ایک روز پلوپونیزی اسی طرح ان کی سلطنت پر بھی قبضہ کر لیں گے سسلی کے یونانی باشندے ہم سے بہت زیادہ خائف رہیں گے بشرطیکہ ہم وہاں جانے سے پرہیز کریں یا اگر جائیں بھی تو اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے کے بعد جس قدر جلد ممکن ہو لوٹ آئیں۔ ہم سب جانتے ہیں کہ دور کے ڈھول سہانے ہوتے ہیں اور جس چیز کی خوبی کو جانچنے کا موقع نہیں ملتا وہ سب سے بہتر اور قابل تعریف سمجھی جاتی ہے اور سسلی والوں کے نزدیک ہماری بھی یہی حیثیت ہے اور رعب

قایم ہے لیکن اگر مقابلہ ہوا اور ہمیں ذرا سی بھی ناکامی ہو تو ہم فوراً ان کی نظروں سے گر جائیں گے۔ اور وہ خود ہمارے علاقہ میں دشمنوں کے ساتھ مل کر ہمارا مقابلہ کرینگے اس کا تجربہ خوب آپ کو ہو چکا ہے۔ پہلے آپ لاکے دیمونیوں اور ان کے حلیفوں سے خایف تھے لیکن جب اُن سے لڑائی میں غیر متوقع طور پر کامیابی ہوئی تو وہ فوراً آپ کی نظروں سے گر گئے اور آپ کے حوصلے اس قدر بڑھ گئے کہ آپ ساری سسلی کو فتح کرنے کے خواب دیکھنے لگے۔ لیکن آپ کو چاہئے کہ دشمن کی بدبختی پر آپے سے باہر نہ ہو جائیں اور جب تک کہ اس کی ہمت اور حوصلہ کو نیست و نابود نہ کر دیں اُس وقت تک اطمینان کا سانس نہ لیں۔ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ اپنی شکست اور رسوائی کے داغ کو مٹانے کے لئے لاکے دیمونی اب اس کوشش میں ہیں کہ جس طرح بھی ممکن ہو ہم پر غلبہ حاصل کیا جائے کیونکہ فوجی طاقت ہی اُن کا خصوصی اور دیرینہ طرۂ امتیاز ہے۔ اس لئے ہمیں سمجھ بوجھ سے کام لینا چاہئے اور سسلی میں ایگستیوں کے دشمنوں کے خلاف نبرد آزمائی کرنے کی بجائے لاکے دیمونیوں کی عدیدی فتنہ پردازیوں سے اپنے ملک کو محفوظ رکھنے کے طریقے سوچنے چاہئیں۔

" یہ بھی سوچئے کہ وبا اور جنگ کی ہلاکت خیزیوں کے بعد ہم ابھی ابھی سنبھلے ہیں اور جو سکون نصیب ہوا ہے وہ ملک کے باشندوں اور ان کی جائداد اور کاروبار کے فروغ کے لئے مفید ہو گا۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ اپنے وسایل کو اپنے وطن میں اپنے مفاد کے لئے استعمال کریں نہ کہ ان جلاوطن پردیسیوں کے مفاد کے لئے جو اپنا کام نکالنے کے لئے بڑے سے بڑا جھوٹ بولتے ہیں۔ ان لوگوں کو باتیں بنانے کے سوا کچھ نہیں آتا اور یہ دوسروں کو خطرات میں ڈال کر خود الگ جا کھڑے ہوتے ہیں۔ لڑائی میں کامیابی ہو تو احسان مند بھی نہیں ہوتے اور شکست ہو تو اپنے ساتھ اپنے دوستوں کو بھی ذلیل و خوار کرتے ہیں۔ اور اگر ہم میں کوئی شخص ایسا ہے

جو کمانداری کا اعزاز ملنے کی وجہ سے پھولے نہیں سماتا اور محض اپنے اس اعزاز کی خاطر چاہتا ہے کہ سلی کے خلاف ضرور مہم روانہ کی جائے۔ اور جو کم عمر ہوتے ہوئے بھی کمانداری کرنا چاہتا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ لوگ نہ صرف اُس کے طویلہ کے گھوڑوں کی تعریف و توصیف کریں بلکہ اُن کے کثیر اخراجات کی پابجائی کی صورت بھی نکل آئے تو آپ ایسے شخص کو اپنے ذاتی طمطراق کے لئے ملک کو خطرہ میں ڈالنے کی اجازت نہ دیجئے۔ یاد رکھئے کہ مسرف افراد اپنی دولت کو پانی کی طرح بہادیتے ہیں تو اُس کے برے اثرات ملک پر بھی پڑتے ہیں۔ اس وقت ہمارے سامنے ایک اہم مسئلہ ہے جس کا تصفیہ نہ تو کسی نوعمر فرد پر چھوڑا جاسکتا ہے اور نہ اس کے حل کرنے میں عجلت سے کام لیا جاسکتا ہے۔

جب میں دیکھتا ہوں کہ ایسے پردیسی افراد ایوان میں اسی کماندار کے بلاوے پر آئے ہیں اور اُس کے قریب بیٹھے ہوئے ہیں تو مجھے وحشت ہوتی ہے۔ اس مجمع میں جو لوگ پردیسیوں سے قریب بیٹھے ہوئے ہیں اُن سے میری خواہش ہے کہ اس شرم کے مارے جنگ کی تائید نہ کریں کہ کہیں پردیسی انھیں بزدل نہ سمجھیں۔ اس حقیقت کو نہ بھولیں کہ محض فتح کی آرزو کرنے سے فتح نہیں ہوتی۔ اس کے لئے پیش بندی اور پیش قیاسی کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لئے آپ خود کو اُن لوگوں سے الگ رکھیں جو فتح کے بے سروپا خواب دیکھ رہے ہیں۔ اس وقت ہم ایک ایسے مشکل مسئلہ سے دوچار ہیں جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی اس لئے آپ ایک سچے محب وطن کی طرح اس نازک ترین موقع پر اپنا ہاتھ اٹھا کر جنگ کے خلاف رائے دیں۔ میری تجویز کی تائید کریں کہ ہمارے ملک اور سسلی کے درمیان اس وقت جو حد فاصل قایم ہے اُسے برقرار رکھا جائے۔ یہ انتظام ایسا ہوگا جس سے کسی کو شکایت نہیں ہوسکتی اور اس انتظام کی وجہ سے نہ صرف ہمیں بحیرۂ

ڈیونیہ کے ساحلی علاقہ میں جہاز رانی کا موقع حاصل رہے گا بلکہ کھلے سمندر کو عبور کرنے کے لیے ہمیں سلی کے علاقائی سمندر سے گزرنے کی سہولت بھی حاصل رہے گی۔ اہل سلی اپنے علاقوں پر قابض ہیں اور اپنے قضیوں کا تصفیہ خود کر لیتے ہیں۔ جہاں تک ایگستائیوں کا تعلق ہے اُن سے صاف صاف کہہ دیا جانا چاہئے کہ کیا آپ نے ہمارے مشورہ سے لڑائی شروع کی تھی کہ آپ کی مدد پر ہم مجبور ہوں۔ آپ سلی فتی نیوں سے خود اپنے طور پر نبٹ لیں۔ آئندہ ہمیں ایسے لوگوں سے کوئی معاہدہ نہیں کرنا چاہیے جن کی آڑے وقتوں پر مدد تو ہمارا فرض ہو جائے لیکن جب ہمیں ضرورت ہو تو وہ مدد نہ کر سکیں۔

پری تین صاحبان! اگر آپ دولت مشترکہ کی حفاظت کو اپنا فرض مانتے ہیں اور اپنے آپ کو اچھا شہری ثابت کرنا چاہتے ہیں تو اس مسئلہ پر ووٹ لیجئے اور ایتھنزیوں کو دوبارہ اظہار رائے کا موقع دیجئے۔ اگر آپ یہ سوال دوبارہ ایوان کے آگے پیش کرنے سے گھبراتے ہیں تو یاد رکھئے کہ قانون کی خلاف ورزی اتنے سارے حاضرین کی اعانت سے کی جائے تو آپ کے اس عمل کے بارے میں کوئی بدظنی پیدا نہیں ہو سکتی بلکہ آپ خود کو اپنے گمراہ شہر کا نجات دہندہ ثابت کرینگے اچھا افسر وہی ہے جو اپنے ملک کو امکان بھر فائدہ پہنچائے یا کم از کم اس کو ایسا نقصان نہ پہنچنے دے جس سے آسانی سے بچایا جا سکتا ہو۔"

یہ تھیں وہ باتیں جو نکیاس نے اپنی تقریر میں بیان کیں۔ اس کے بعد جن ایتھنزیوں نے تقریریں کیں تو ان کی اکثریت نے سلی کو مہم کی روانگی کی تائید کی اور کہا کہ جو قرارداد ایوان کی رائے سے منظور ہو چکی ہے اُس کو منسوخ نہ کیا جائے، گو بعضوں نے تنسیخ کی حمایت میں بھی تقریریں کیں۔ لیکن مہم کی سب سے زیادہ پر جوش تائید الکی بیادیس ابن کلینیاس نے کی جو نکیاس کو نیچا دکھانا

چاہتا تھا۔ اس کے دو اسباب تھے۔ ایک تو یہ کہ ان دونوں میں سیاسی رقابت تھی۔ دوسرے نکیاس نے اپنی تقریر میں الکی بیادیس کی ذات پر بھی حملے کیے تھے علاوہ بریں الکی بیادیس کماندار بن کر سسلی اور کارتھیج کو مسخر کرنے کے دل خوش کُن خواب دیکھ رہا تھا اور سمجھتا تھا کہ ان فتوحات سے اُس کی ذاتی شہرت اور تمول میں اضافہ ہوگا۔

ایتھنز کے شہریوں میں جو امتیازی حیثیت الکی بیادیس کو حاصل تھی اس کی بنا پر اس نے اپنے معیارِ زندگی کو بہت بلند کر رکھا تھا اور گھوڑوں کے طویلہ کے علاوہ دوسری مدات کا خرچ بھی اس قدر زیادہ تھا کہ ادائی کے لئے اُس کے ذرائع آمدنی کافی نہیں ہوتے تھے جس کا بعد میں سلطنت ایتھنز کی تباہی پر کچھ کم اثر نہیں پڑا۔ اُس کی عیاشی، بے راہ روی، حُب جاہ اور ہوسناکیوں کی وجہ سے عوام کی اکثریت کو اندیشہ تھا کہ وہ ایک روز خود سر حاکم بن بیٹھے گا اس لئے عوام سخت خلاف ہو گئے۔ اگرچہ بہ حیثیت کماندار امورِ جنگ کے انصرام میں اُس نے پوری قابلیت اور حسن و خوبی کا ثبوت دیا لیکن اس کے باوجود خانگی اعمال و افعال کی بنا پر متعدد شہری اُس سے بدظن تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شہر کی مکمل تباہی سے پہلے اس کے سارے اختیارات چھین کر انھوں نے دوسروں کو دے دیئے۔ یہ تھیں خصوصیات الکی بیادیس کی جس نے اپنی جگہ سے اُٹھ کر ایوان کو مخاطب کر کے کہا:—

"ایتھنز یو! مجھے فوج کی کمانداری کرنے کا دوسروں سے زیادہ حق حاصل ہے، یہ میں پہلے ہی اس لئے کہہ رہا ہوں کہ نکیاس نے مجھ پر شخصی حملہ کیا ہے، نہ صرف یہ کہ مجھے کمانداری کرنے کا دوسروں سے زیادہ حق حاصل ہے بلکہ خود کو اس ذمہ داری کا اہل بھی سمجھتا ہوں۔ جن مشاغل کی بنا پر لوگ میری برائی کرتے ہیں انہی کی

بدولت میرے آبا و اجداد کا اور خود میرا نام روشن ہے اور انہی مشاغل نے ہمارے ملک کی شہرت و عظمت میں بھی اضافہ کر دیا ہے۔ یا تو یونانی سمجھتے تھے کہ جنگ کی وجہ سے ہمارا شہر ایتھنز برباد ہو جائے گا یا اب اُن کی نظروں میں اس کی عظمت دو چند ہو گئی ہے کیونکہ میں نے اولمپک کھیلوں کے موقع پر نہایت شان و شوکت کے ساتھ ایتھنز کی نمایندگی کی۔ میرے سات رتھ مقابلہ میں شریک ہوئے جب کہ اس سے پہلے کسی خانگی فرد کے اتنے زیادہ رتھ کبھی شریک نہیں ہوئے تھے میں نے پہلا انعام جیتا۔ دوسرا اور چوتھا انعام بھی مجھے ملا اور میں نے اس موقع کے لئے سارے انتظامات فاتح اولمپک کے شایان شان طور پر کئے تھے۔ زمانہ قدیم سے ایسے مظاہرے قابل ستایش سمجھے جاتے ہیں اور ان میں کامیابی ملک کی طاقت کا ثبوت مانی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ میں نے رقص و سرود کی پر تکلف محفلیں منعقد کیں اور دولت و ثروت کا مظاہرہ کیا تو فطری طور پر دوسرے شہری مجھے حسد کی نظر سے دیکھنے لگے۔ لیکن غیر ممالک کے باشندوں کے نزدیک اولمپک مقابلوں میں کامیابی کی طرح یہ مظاہرے بھی کسی ملک کی عظمت کی نشانی ہیں۔ کوئی شخص اپنا ذاتی روپیہ صرف کر کے نہ صرف خود اعزاز حاصل کرے بلکہ اپنے شہر کا نام بھی روشن کرے تو اس کے اس فعل کو بے مقصد یا احمقانہ نہیں کہا جا سکتا۔ اگر کوئی شخص دوسروں سے بلند و بالا حیثیت رکھتا ہو اور اس بنا پر اُن کو اپنا ہم پلہ ماننے سے انکار کرے تو اس میں کیا قباحت ہے۔ تنگ دستی کی حالت میں انسان کو زندگی کی تلخیاں تنہا برداشت کرنی پڑتی ہیں اور عسرت میں کوئی کسی کا ساتھ نہیں دیتا۔ اسی اصول کے مطابق انسان کو چاہیے کہ تموّل کی رعونت کو بھی ایک فطری امر سمجھ کر برداشت کرے یا پھر پہلے خود سب کے ساتھ مساوات کا برتاؤ کرے اور اس کے بعد اپنے لئے بھی مساوات کا خواہاں ہو۔ میں نے تو یہی دیکھا ہے کہ

ایسے باکمال اور صاحب جوہر افراد جو عزت و شہرت کے بلند ترین زینہ پر پہنچ گئے ہوں ممکن ہے اپنے ہم عصروں اور خاص کر ہم چشموں میں نامعقول ہوں لیکن مرنے کے بعد آئندہ نسلیں اپنا سلسلۂ نسب ان سے جوڑنے کو باعث فخر سمجھتی ہیں اور ان کا ملک ان پر ناز کرتا ہے۔ انھیں پردیسی نہیں بلکہ ہم وطن اور دشمن قوم نہیں بلکہ سورما اور رہبر قوم سمجھا جاتا ہے۔ یہی بلند مقام میری امیدوں اور آرزوں کا مرکز ہے۔ اب لوگ چاہیں میرے پس پشت میری کتنی ہی برائی کیوں نہ کریں سوال یہ ہے کہ امور مملکت کا انصرام کیا کوئی مجھ سے بہتر کر سکتا ہے؟ پلوپونیز کی سب سے زیادہ طاقتور مملکتوں کو لاکے دیمونیوں کے خلاف متحد کرکے آپ کو کسی خطرے میں ڈالے بغیر اور خرچ کا بار عاید کئے بغیر میں نے لاکے دیمونیوں کو من تی نیہ کی ایک ہی دن کی لڑائی میں اپنی ساری طاقت صرف کر دینے پر مجبور کر دیا۔ گو انھیں کامیابی ہوئی لیکن ان کی خود اعتمادی کو ایسا زبردست دھکا لگا کہ آج تک بھی سنبھلنے نہیں پائے ہیں۔

تو یہ تھی میری نوعمری اور نام نہاد بے راہ روی جس نے پلوپونیزیوں کے خلاف یہ کارگر تدبیریں اختیار کیں۔ کیا آپ اس کامیاب حکمت عملی کو ناتجربہ کاری اور نوعمری سے تعبیر فرمائیں گے حالانکہ یہ حکمت عملی میرے جوش وجذبہ اور تدبر کی آئینہ دار ہے۔ اب آپ کو میری نوعمری سے نہیں گھبرانا چاہیے بلکہ میرے جواں سال جوش وجذبہ سے بروقت فائدہ اٹھانا چاہیے۔ اس وقت نکیاس کا ستارہ بھی عروج پر معلوم ہوتا ہے اس لئے ہم دونوں کی خدمات کو غنیمت سمجھ کر استفادہ کیجئے۔ سسلی کے شہروں کی آبادی مختلف نسلوں کا معجون مرکب ہے اور یہ لوگ آسانی سے اپنا دستور اور سیاسی ڈھانچہ بدل کر دوسرا نظام اختیار کر لیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ باشندوں میں جذبۂ وطن پرستی

مفقود ہے۔ اُن کے پاس ہتھیار نہیں ہیں اور انھوں نے وہاں مستقل طور پر سکونت نہیں اختیار کی ہے۔ ہر شخص اس فکر میں رہتا ہے کہ غلط سلط باتیں بنا کر یا سیاسی دھڑے بندی کے ذریعہ ملک کی دولت سے خود فائدہ اٹھائے اور جب کوئی آفت آئے تو کسی اور ملک میں جا بسے۔ بھانت بھانت کے لوگوں کے اس انبوہ سے آپ کو یہ اندیشہ نہیں ہونا چاہئے کہ وہ آپس میں مل کر کسی ایک رائے پر پہنچیں گے یا کوئی متحدہ کارروائی کریں گے بلکہ گمان غالب ہے کہ کوئی مناسب پیش کش دیا جائے تو یکے بعد دیگرے ساری مملکتیں ہماری اطاعت قبول کر لیں گی، بالخصوص اگر یہ اطلاع صحیح ہے کہ وہ اس وقت خانہ جنگی میں مبتلا ہیں۔ سسلی کی مملکتوں کے پاس بھاری ہتھیار بند پیادے بڑی تعداد میں موجود نہیں ہیں، صرف شیخی ہی شیخی ہے۔ دوسری یونانی مملکتوں کا بھی یہی حال ہے۔ سب فوجوں کی تعداد کو بڑھا چڑھا کر بتاتے ہیں۔ جہاں تک میری اطلاع کا تعلق ہے، سسلی کی صورت حال بھی یہی ہے۔ ابھی میں نے یہ نہیں بتایا کہ ان کے مقابلہ میں ہماری کامیابی کے کس حد تک امکانات ہیں۔ اکثر غیر یونانیوں کو سرقوسیوں سے تنفر ہے اس لئے وہ ہمارے ساتھ ہو جائیں گے۔ اور آپ صحیح طور پر سوچیں تو پتہ چلے گا کہ ہمارے لئے لاکے دیمون کوئی مشکلات نہیں پیدا کر سکے گا۔ ہمارے بزرگ ان دشمنوں کے علاوہ جن کو اب ملک کے لئے خطرہ کا باعث بنایا جا رہا ہے، ایرانیوں کا مقابلہ کر کے محض بحری برتری کے بل بوتے پر اپنی سلطنت قایم کرنے میں کامیاب ہوئے۔ اس وقت پلوپونیزی خود کو ہمارے مقابلہ میں پہلے سے زیادہ مجبور پاتے ہیں۔ اور اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ اب ان کو فتح کی امید ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہماری مہم سسلی جائے یا نہ جائے وہ اتنے طاقتور ہیں کہ ہم پر حملہ کر سکتے ہیں۔ مگر اُن کے بحری بیڑے سے ہم کو کوئی نقصان

نہیں پہنچ سکتا کیونکہ ہم ایک ایسا ظاقتور ذیرا چھوڑ جائیں گے جو اُن کا مُنہ توڑ جواب دے سکتا ہے۔

ایسی حالت میں کوتاہی کرنے کا ہمارے پاس کیا جواز ہو سکتا ہے یا سسلی کے اتحادیوں کو مدد نہ دینے کے لئے ہم کیا عذر پیش کر سکتے ہیں؟ وہ ہمارے اتحاد میں شریک ہیں اور اُن کی مدد کرنا ہمارا فرض ہے چاہے انھوں نے ہماری مدد کی ہو یا نہ کی ہو۔ ہم نے انھیں اتحاد میں اس غرض سے نہیں شریک کیا تھا کہ وہ یونان میں ہماری مدد کریں بلکہ مقصد یہ تھا کہ وہ سسلی میں ہمارے دشمنوں کو پریشان کرتے رہیں تاکہ اُن کو یہاں آکر ہم پر لشکر کشی کرنے کا موقع نہ مل سکے۔ مملکتیں اسی طرح قایم ہوتی اور برقرار رہتی ہیں کہ ہر مجبور کی بروقت دستگیری کی جائے چاہے وہ یونانی ہو یا غیر یونانی۔ اگر خاموشی اختیار کر کے اس سوچ بچار میں وقت گزار دیا جائے کہ کس کی مدد کی جائے اور کس کی مدد نہ کی جائے تو نہ صرف توسیع مملکت ناممکن ہو جائے گی بلکہ موجودہ سلطنت کا استحکام بھی معرض خطر میں پڑ جائے گا۔ انسان صرف اپنے سے برتر قوت کے حملوں کی مدافعت کر کے مطمئن نہیں ہو جاتا، بلکہ بسا اوقات اس قسم کے حملوں کو روکنے کی غرض سے خود پہل کر کے دھاوا کرتا ہے۔ ہم اپنی سلطنت کی قطعی حدود بھی معین نہیں کر سکتے اس وقت ہم ایسی منزل پر پہنچ گئے ہیں کہ جو کچھ حاصل ہے اُس پر قناعت نہیں کی جا سکتی بلکہ ہمیں توسیع مملکت کے منصوبے بنانے چاہئیں کیونکہ اگر ہم دوسروں پر حکومت نہ کریں تو اندیشہ ہے کہ وہ ہم پر حکومت کرنے لگیں گے اور آپ بعض دوسری قوموں کی طرح بے عملی کے مسلک کو بھی نہیں اپنا سکتے کیونکہ اس کے لئے پہلے اپنی قومی خصوصیات کو بدلنا ہوگا۔

ان حالات کے پیش نظر یقین مانئے کہ بیرون ملک قسمت آزمائی توسیع

مملکت کا باعث ہوگی۔ اس لئے ہمیں یہ مہم ضرور روانہ کرنی چاہئے۔ ہمیں اپنا بیڑا سسلی بھجوا کر پلوپونیزیوں کو بتا دینا چاہئے کہ ہم انھیں کسی طرح خاطر میں نہیں لاتے اور موجودہ صلح کی ہمارے پاس کوئی وقعت نہیں ہے۔ ساتھ ہی یا تو سسلی کی یونانی مملکتوں کے الحاق کے ذریعہ ہم آسانی سے سارے یونان کے مالک و مختار بن جائیں گے جو قرین قیاس معلوم ہوتا ہے یا بہرصورت سرقوسیوں کا قلع قمع ہو جائیگا۔ جس سے ہمارے اتحادیوں کو کچھ کم فائدہ نہیں پہنچے گا۔ فتح کی صورت میں سسلی میں قیام یا مراجعت کی سہولت بحری بیڑے کی مدد سے حاصل رہے گی کیونکہ ہمارا بیڑا سسلی کی ساری مملکتوں کی مجموعی بحری طاقت سے زیادہ زبردست ہے۔ نکیاس کے پیش کردہ مسلک بے عملی یا نوجوانوں اور عمر رسیدہ شہریوں میں پھوٹ ڈالنے کی کوششوں سے متاثر ہو کر آپ اپنے عزایم سے باز نہ آئیں بلکہ اس روایتی مصلحت اندیشی سے کام لیں جس کی بدولت ہمارے بزرگوں کے زمانہ میں جوانوں اور عمر رسیدوں نے مل جل کر جدوجہد کی اور قوم کو بام عروج پر پہنچایا۔ آپ ہماری عظمت کے اس مقام کو بلند سے بلند تر کر دیں۔ یاد رکھئے' نوجوان یا عمر رسیدہ لوگ ایک دوسرے سے الگ ہو کر کچھ نہیں کر سکتے۔ جوانی کی بے باکیاں' سن و سال کی متانت اور غور و فکر سے ہم آہنگ ہو جائیں تو ان کی متحدہ طاقت ناقابل تسخیر ہوتی ہے۔ حرکت حیات کی جان ہے۔ اگر ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے تو فطری قانون کے مطابق ہمارے اقتدار میں انحطاط پیدا ہو جائے گا اور جو مشق و مہارت مختلف امور میں ہمیں حاصل ہے وہ باقی نہیں رہے گی۔ اس کے برخلاف ہر نئی جدوجہد ہمارے تجربہ میں اضافہ کریگی اور ہم محض لفظی حد تک نہیں بلکہ عملاً اپنے شہر کی بہتر مدافعت کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔ مجھے یقین کلی ہے کہ ایک سرگرم مملکت کو جلد از جلد تباہ کرنے کا

اس سے زیادہ موثر کوئی اور طریقہ نہیں ہو سکتا کہ اُسے دفعتاً بے عمل بنا دیا جائے۔ اور زندگی کا سب سے زیادہ کامیاب اصول یہ ہے کہ ہم اپنی قومی خصوصیات اور اداروں سے چاہے وہ اچھے ہوں یا بُرے، بہرحال وابستہ رہیں اور ممکنہ حد تک ان کا اتباع کریں۔" یہ تھی تقریر الکی بیادیس کی۔ اس کے بعد ایگستا یو ران کی تقریریں ہوئیں۔ پھر چند لیونتی نی جلاوطن افراد نے اپنی تقریروں میں ایتھنز یوں کو اُن کے وعدے یاد دلا کر مدد کی درخواست کی تو وہ مہم کی روانگی کے لئے پہلے سے زیادہ بے قرار ہو گئے۔ نکیاس نے دیکھا کہ اب سابقہ طرز استدلال سے کام نہیں چلے گا تو سوچا کہ مہم کے اخراجات کے تخمینے سابقہ کے ساتھ بڑھا چڑھا کر پیش کئے جائیں تو ممکن ہے ایتھنزی اپنی رائے بدل دیں۔ اس مقصد سے دوبارہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر اس نے حسب ذیل تقریر کی:۔

ایتھنزیو! میں جانتا ہوں کہ آپ مہم روانہ کرنے کا عزم مصمم کر چکے ہیں اس لئے میری تمنا ہے کہ تمام مراحل ہماری توقعات کے مطابق طے ہوں۔ اور اس موقع پر میں اپنی رائے آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے یہ مہم ہم ایسی مملکتوں کے خلاف آراستہ کر رہے ہیں جو بڑی اور طاقت ور ہیں اور ایک دوسرے کی ماتحت نہیں ہیں۔ چونکہ انھوں نے ایک دوسرے کو بجبر غلام نہیں بنا رکھا ہے اس لئے نہ تو اُن کو کسی سیاسی تبدیلی کی ضرورت ہے اور نہ وہ کسی تبدیلی کو باعث نجات سمجھ کر اس کا خیر مقدم کریں گے۔ اس کا بھی کوئی امکان نہیں ہے کہ وہ اپنی آزادی پر ہماری ماتحتی کو ترجیح دیں گے۔ اور صرف وہاں کی یونانی مملکتوں پر ہی غور کیجئے تو پتہ چلے گا کہ ان کی تعداد اس ایک جزیرہ میں بہت زیادہ ہے۔ ناکسوس اور کتانہ کے علاوہ جو مجھے امید ہے کہ لیونتی نی سے تعلق کی بنا پر ہمارے ساتھ ہو جائیں گے اور سات

مملکتیں ایسی ہیں جو ہماری سلطنت کی مانند ہر طرح مسلح ہیں۔ ان میں سلینوس اور سرقوسہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں جن کی تسخیر ہماری مہم کا اہم ترین مقصد ہے۔ ان کے پاس بھاری ہتھیار بند پیادے اور تیرانداز کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ بے شمار سہ طبقہ جہاز بھی ہیں جن کو چلانے کے لئے افرادی قوت بافراط موجود ہے۔ ان مملکتوں کے پاس دولت بھی بہت ہے جس کا کچھ حصہ تو خانگی شہریوں کے قبضہ میں ہے اور کچھ سلینوس کے بت خانوں میں محفوظ ہے۔ اور سرقوسہ کو بعض غیر یونانی علاقوں کی پیداوار کا سب سے اچھا حصہ بطور خراج ملتا ہے۔ لیکن ہمارے مقابلہ میں اُن کا پلہ دو امور میں بہت بھاری ہے ایک یہ کہ وہاں گھوڑے زیادہ تعداد میں موجود ہیں دوسرے اُن کی ضرورت کا غلہ خود ان کے ملک میں پیدا ہوتا ہے، دوسرے ملکوں سے درآمد نہیں کیا جاتا۔

اس قسم کی طاقت کا مقابلہ ایک کمزور بحری بیڑے کی مدد سے نہیں کیا جا سکتا بلکہ ایک بڑی بری فوج بھی سمندری راستہ سے لے جانا ضروری ہوگا تاکہ دشمن کی کثیر التعداد سوار فوج ہمیں ملک میں داخل ہونے سے نہ روک سکے۔ بالخصوص اگر سسلی کی مملکتیں خطرہ سے آگاہ ہو کر ایکا کر لیں تو سوائے اِگستائیوں کے ہمیں کوئی طرفدار نہیں ملے گا جو دشمن کی مدافعت کے لئے گھوڑے فراہم کر سکے۔ اس لئے اگر ابتدا ہی میں پوری پیش بندی نہ کی گئی اور مجبوراً ناکام واپس ہونا پڑا یا کمک منگوانے کی ضرورت پیش آئی تو بڑی ذلت اور رسوائی ہوگی۔ اس کے پیش نظر ہمیں پہلے ہی کافی فوج اور ساز و سامان لے جانا چاہیئے۔ سفر طویل ہے اور جس ملک کو جانا ہے وہ ہمارے علاقہ سے بہت دور ہے۔ یہ مہم اُن لڑائیوں سے مختلف ہے جن میں یونان کے علاقوں اور تحت کی مملکتوں میں آپ اتحادی کی حیثیت سے حصہ لیتے رہے ہیں اور جن کے دوران میں حسب ضرورت مزید سامان رسد کسی دوست

ملک سے بہ آسانی حاصل کیا جا سکتا تھا۔ اس کے برخلاف ہم اپنی سلطنت سے دور ایک بالکل اجنبی سرزمین کو جا رہے ہیں جہاں سے سرما کے چار مہینوں میں تو ایتھنز کو قاصد بھی آسانی سے نہیں پہنچ سکتا۔

میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں کثیر تعداد میں بھاری ہتھیار بند پیادوں کی ضرورت ہوگی۔ پیادوں کے یہ دستے ایتھنز اور اتحادیوں دونوں سے حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ اور صرف اپنی ماتحت مملکتوں ہی سے نہیں بلکہ پلوپونیز کے باشندے دوستی کی بنا پر یا اجیر سپاہیوں کی حیثیت سے ان میں شامل ہونے کو تیار ہوں تو ان کو بھی اکٹھا کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ تیر انداز اور گوپھیے بھی کثیر تعداد میں چاہئیں تاکہ سسلی کی سوار فوجوں کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کیا جا سکے۔ ساتھ ہی ہمارا بحری بیڑا دشمن سے بہت زیادہ طاقتور ہونا چاہیے تاکہ ضرورت کے وقت ہم جو سامان چاہیں درآمد کر سکیں۔ ہمیں تجارتی جہازوں میں اپنی رسد کا غلہ یعنے گیہوں اور خشک جو ساتھ لے جانا چاہیے۔ ہمارے ساتھ ایسے آدمی بھی ہوں جو آٹا بھی پیس سکیں اور نان بائی کا کام بھی کر سکیں جنھیں مناسب اجرت پر کام کرنے کے لیے مجبور کیا جائے تاکہ اگر ہم طوفانوں کی وجہ سے ایک جگہ رک جائیں تو فوج کو کھانے پینے کی تکلیف نہ ہو ہمارے لشکر کثیر کے لئے اشیائے خورد و نوش کی فراہمی ہر مملکت کے بس کی بات نہیں ہوگی اور جن جن اشیا کی ضرورت ہو سکتی ہے وہ بھی فراہم کرنی چاہئیں تاکہ ہمیں دوسروں کی محتاجی نہ رہے۔ اور سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ ہم اپنے ساتھ زیادہ سے زیادہ نقد رقم لے جائیں کیونکہ اگیسٹہ میں دولت کی فراوانی سے متعلق جو باتیں ہم نے یہاں سنی ہیں، مجھے یقین ہے کہ وہ سب بے اصل ثابت ہوں گی۔

واقعہ یہ ہے کہ اگر ہم ایتھنز سے ایسا لشکر لے جائیں جو نہ صرف (بھاری ہتھیار بند دستوں کے استثنیٰ کے ساتھ) دشمن کے مساوی طاقتور ہو بلکہ اُس سے ہر لحاظ سے برتر ہو تو بھی سسلی کو مسخر کرنا یا اپنی فوج کو محفوظ رکھنا دشوار ہو جائے گا۔ اس حقیقت کو بھلانا نہیں چاہیئے کہ ہم ایک اجنبی اور مخالف سرزمین میں ایک شہر بسانا چاہتے ہیں۔ اور جو شخص ایسے خطرناک کام کا بیڑا اٹھائے اُسے اچھی طرح سے سمجھ لینا چاہیئے کہ یا تو پہلے ہی دن سارے ملک پر قبضہ ہو جائے گا یا ہار جانے پر غنیم کے علاقہ کا ذرہ ذرہ مخالف ہو جائے گا۔ مجھے اس خطرہ کا احساس ہے اور میں جانتا ہوں کامیابی فکر و تدبیر اور اس سے زیادہ اتفاقات پر منحصر ہوگی، اور سازگار اتفاقات انسان فانی کو مشکل سے پیش آتے ہیں۔ اس لئے میری کوشش یہ ہے کہ مہم کی روانگی سے پہلے ایسے مکمل انتظامات کر لوں کہ جب یہاں سے چلوں تو اس قدر زبردست لشکر لے کر چلوں جس کی بدولت سلامتی کی زیادہ سے زیادہ ضمانت رہے۔ اس طریق کار کو میں بہ حیثیت مجموعی اپنے سارے ملک کے لئے کامیابی کی بہترین ضمانت اور اپنے ساتھیوں کی سلامتی کا بہترین وسیلہ سمجھتا ہوں۔ اگر حاضرین میں سے کسی کو میری اس رائے اختلاف ہے تو میں اُس کے حق میں کمانداری کے عہدے سے دست بردار ہونے کو تیار ہوں"۔

ان الفاظ کے ساتھ نکیاس نے اپنی تقریر ختم کی۔ اُس کا خیال تھا تقریر سننے کے بعد یا تو ایتھنزی مہم کی تیاری کو اپنے بس کی بات نہ سمجھ کر اُس کا خیال ترک کر دیں گے یا اگر سسلی کو کوچ کرنا ہی پڑے تو سلامتی کی ممکنہ ضمانت حاصل رہے گی۔ لیکن بجائے اس کے کہ مہم کی تیاری کے غیر معمولی بار سے گھبرا کر ایتھنزی اپنی رائے بدل دیتے، وہ پہلے سے زیادہ جوش اور جذبہ کے ساتھ اسے آگے بڑھانے

کے لئے بے تاب ہو گئے۔ نکیاس نے جس مقصد سے مندرجہ بالا مطالبات پیش کئے تھے، نتیجہ اُس کے بالکل برعکس نکلا۔ انھوں نے سوچا کہ نکیاس نے نہایت معقول رائے دی ہے جس پر عمل کیا جائے تو کوئی خطرہ پیش نہیں آئے گا اور مہم ضرور کامیاب ہوگی۔ اب سارے ایتھنزی دل سے مہم کی تائید کرنے لگے۔ عمر لوگوں نے سوچا کہ جن مملکتوں پر فوج کشی کی جائے گی یا تو وہ اطاعت پر مجبور ہو جائیں گی یا پھر بہر صورت فوج کی کثرت کی وجہ سے اُن کی ذات کو کوئی زبردست نقصان نہیں پہنچے گا۔ جواں سال افراد کو غیر ملکوں کے مناظر اور دلچسپیوں کے خیال نے بے قرار کر دیا اور ان کو صحیح و سالم وطن واپس آنے میں کوئی شبہ نہیں تھا۔ جہاں تک عام شہریوں اور معمولی سپاہیوں کا تعلق ہے وہ خوش تھے کہ ان کو اپنی خدمات کی اُجرت ملے گی اور جو فتوحات حاصل ہوں گی اُن کی وجہ سے آئندہ روزگار کی مستقل سبیل نکل آئے گی۔ اس طرح جب ایتھنزیوں کی اکثریت جوش وجذبہ کا اظہار کرنے لگی تو معدودے چند شہری جو اس اقدام کے خلاف تھے، گھبرائے کہ ہاتھ اٹھا کر مخالفت میں رائے دی جائے تو اُسے وطن دوستی کے منافی سمجھا جائے گا۔ چنانچہ اس ڈر سے انھوں نے خاموشی اختیار کی۔

بالآخر ایک ایتھنزی نے اپنی جگہ سے اٹھ کر نکیاس کو مخاطب کر کے کہا کہ اُسے عذرات پیش کرنا یا حیلہ حوالہ سے کام نہیں لینا چاہیئے بلکہ ایوان کو صاف صاف بتا دینا چاہیئے کہ کس قدر فوج کی ضرورت ہے تاکہ اس کی منظوری دی جا سکے۔ نکیاس نے بادل ناخواستہ جواب دیا کہ تفصیلات تو اپنے شرکائے کار سے مشورہ کے بعد بتاؤں گا لیکن بالفعل جہاں تک میری رائے کا تعلق ہے ہمیں کم از کم ایک سو سہ طبقہ جہازوں کا بیڑا تیار کرنا چاہیئے۔ ایتھنزی ایک مقررہ تعداد میں باربردار جہاز فراہم کریں اور بقیہ باربردار جہاز اتحادیوں سے حاصل

کئے جائیں۔ بھاری ہتھیار بند پیادوں کی مجموعی تعداد پانچ ہزار سے کم نہ ہو جن میں ایتھنز اور اتحادیوں کے سپاہی شامل ہوں۔ اور بشرطِ امکان اس سے زیادہ تعداد میں پیادے بھرتی کئے جائیں۔ فوج کے دوسرے دستوں اور رسالوں کی تعداد بھی اسی تناسب سے ہونی چاہیے جن میں ایتھنز اور کریٹ کے تیر انداز اور گوپھیے شامل ہوں۔ اس کے علاوہ سپاہ سالار جن چیزوں کی ضرورت محسوس کریں وہ سب مہیا کی جائیں۔

ایتھنزیوں نے فوراً سپاہ سالاروں کو فوج کی تعداد اور عام طور پر مہم سے متعلقہ سارے امور کے بارے میں مکمل اختیارات دے دیئے تاکہ ملک کے مفاد کے پیش نظر وہ جو طریقۂ کار بھی مناسب سمجھیں اختیار کریں۔ اس کے بعد مہم کی تیاری شروع ہوئی۔ اتحادیوں کے پاس قاصد بھجوائے گئے اور ایتھنز میں فوجی بھرتی کا آغاز ہوا۔ ایتھنز کو طاعون کی وبا اور جنگ کی تباہ کاریوں سے ابھی ابھی نجات مل چکی تھی، نئی پود پروان چڑھ چکی تھی اور امن کی وجہ سے ملک میں کافی دولت جمع ہو گئی تھی اس لئے ساری ضرورتیں نسبتاً زیادہ آسانی سے فراہم ہو گئیں۔

ادھر یہ تیاریاں ہو رہی تھیں اور اُدھر ایک رات ہرمیس دیوتا کی ساری چوکور مورتیاں جو رواج کے مطابق خانگی مکانات اور مندروں کے دروازوں پر نصب تھیں، اُن کے چہرے کسی نے مسخ کر دیئے۔ کسی کو پتہ نہیں چل سکا کہ یہ حرکت کس نے کی تو حکومت کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ خاطیوں کا پتہ چلانے والوں کو گراں قدر انعامات دیئے جائیں گے۔ مجلس عوام نے یہ بھی اعلان کیا کہ ایتھنز کے جو باشندے چاہے وہ آزاد شہری ہوں یا غلام ہوں، اس قسم کے مذہب سوزی کے واقعات سے واقف ہوں تو انہیں چاہیئے کہ نتائج سے

بے خوف ہو کر اُن کی اطلاع دیں۔ اس واقعہ کو زیادہ اہمیت اس لئے بھی دی گئی کہ اُسے سسلی کی مہم کے لئے شگون بد اور ایتھنز میں انقلاب برپا کر کے عمومیت کو ختم کرنے کی سازش کی ایک کڑی سمجھا گیا۔

اعلان کے مطابق شہر کے چند غیر ملکی باشندوں اور چند خدمتوں نے ہرمیس کے بتوں کے بارے میں نہیں بلکہ بعض سابقہ واقعات کی مخبری کی جن میں بعض دوسری مورتیوں کو نوجوانوں نے شراب کے نشہ میں توڑ ڈالا تھا۔ خانگی مکانات میں مذہبی رسوم کا مذاق اڑانے کے واقعات کی اطلاعیں بھی باوثوق ذرائع سے وصول ہوئیں۔ ان الزامات کی لپیٹ میں الکی بیادیس بھی آ گیا تو اُس کے دشمن فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے جو اُسے اپنے حصول اقتدار کے راستہ میں ایک زبردست رکاوٹ سمجھتے تھے۔ اُن کو توقع تھی کہ کسی طرح الکی بیادیس کو نیچا دکھانے میں کامیابی ہو گئی تو عوام کی قیادت پوری طرح اُن کے قبضہ میں آ جائے گی۔ چنانچہ دشمنوں نے ان واقعات کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا اور اس امر پر زور دیا کہ مذہبی رسوم کی تضحیک اور ہرمیس کے بتوں کو مسخ کرنے سے متعلقہ واقعات ایک ہی سلسلہ کی کڑی ہیں اور جو لوگ ان کے ذمہ دار ہیں وہ عمومیت کا تختہ الٹنے کی فکر میں ہیں۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ ان سارے واقعات سے الکی بیادیس کا راست تعلق ہے جس کا ثبوت اس کے عمومیت سوز طور طریقوں اور عیش و عشرت پرستی سے ملتا ہے۔

الکی بیادیس نے ان الزامات کی فوراً تردید کی اور مہم کی روانگی سے پہلے، جس کی تیاری اب تکمیل ہو چکی تھی، یہ پیش کش دیا کہ الزامات کی عدالتی جانچ کرائی جائے اور جرم ثابت ہو تو سزا دی جائے۔ ساتھ ہی زور دے کر کہا کہ اُس کی غیر موجودگی میں اتہامات لگائے جائیں تو ان پر توجہ

نہ کی جائے اُس نے کہا اگر آپ لوگ مجھے قصور وار سمجھتے ہیں تو بہتر ہو گا کہ اسی وقت مجھے قتل کی سزا دی جائے کیونکہ اس قدر سنگین الزام کی جانچ کو ملتوی رکھ کر کسی کو اتنی بڑی فوج کا سپاہ سالار بنا کر بھجوانا عاقبت اندیشی کے خلاف ہو گا۔ لیکن اس کے دشمنوں کو اندیشہ تھا کہ اگر اسی وقت مقدمہ چلایا جائے تو فوج اُس کی تائید کرے گی اور عوام ایسے شخص کے خلاف کارروائی کرنے میں پس و پیش کریں گے جس کی خدمات کو وہ پسندیدہ قرار دے چکے ہیں اور جس کی کوششوں سے آرگوسی اور چند منتی نی مہم میں شریک ہوئے ہیں۔ اس لئے انھوں نے عدالتی جانچ کی تجویز کو مسترد کرانے کی ممکنہ کوشش کی اور اپنی تائید میں خطیبوں سے تقریریں کرائیں جنھوں نے کہا کہ فی الحال الکی بیادیس کو چاہیئے کہ بلا تاخیر اور فوراً فوج کے ساتھ کوچ کرے۔ الزامات کی جانچ اس کی واپسی کے بعد ایک مقررہ مدت کے اندر کرائی جا سکتی ہے۔ اس تجویز کا مقصد دراصل یہ تھا کہ بعد میں کوئی زیادہ سنگین الزام تراش کرائے محاذ سے واپس طلب کیا جائے اور اُن کا خیال تھا کہ یہ کارروائی اس کے پیچھے زیادہ آسانی سے ہو سکے گی۔ چنانچہ حسبِ طے پایا کہ الکی بیادس لشکر کے ساتھ سسلی کی مہم پر جائے۔

اس کے بعد سسلی کو بیڑے کی روانگی عمل میں آئی۔ یہ واقعہ اواسطِ موسمِ بہار کا ہے۔ اکثر حلیفوں کو جن کے ساتھ غلے سے لدے ہوئے جہاز اور چھوٹی کشتیاں وغیرہ تھیں، پہلے ہی ہدایت دی جا چکی تھی کہ کورکایرا پہنچ کر انتظار کریں تاکہ وہاں سے سب مل کر ایک ساتھ بحر ایونیہ کو عبور کر کے راس یاپی گی کا رُخ کریں۔ لیکن خود ایتھنزی اور چند حلیف جو اتفاق سے ایتھنز میں موجود تھے روانگی کے روز صبح سویرے پرئی اوس روانہ ہوئے جہاں فوج کے سپاہی

جہازوں میں سوار ہونے والے تھے۔ شہر کے سارے کے سارے باشندے، ملکی اور غیر ملکی ان کے ساتھ تھے۔ لوگ امید اور بیم کے ملے جلے جذبات کے ساتھ اپنے دوستوں عزیزوں اور بیٹوں کو رخصت کرنے جا رہے تھے۔ کبھی فتح کے خیال سے اُن کو خوشی ہوتی تھی تو کبھی یہ خیال کہ شاید ان دوستوں اور عزیزوں سے پھر ملنے کا موقع نہ مل سکے، دلوں کو ملول کرتا تھا کیونکہ سفر نہایت دور دراز کا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ اب جب کہ وہ ایک دوسرے سے جدا ہونے والے تھے خطرات کا احساس اُس وقت کی بہ نسبت زیادہ محسوس ہو رہا تھا جب انھوں نے مہم کی روانگی کی قرارداد منظور کی تھی، گو لشکر کی کثیر تعداد اور سامان رسد کی فراوانی کا منظر یقیناً تسلی بخش تھا۔ اور جہاں تک غیر ملکیوں اور مجمع کے دوسرے افراد کا تعلق ہے وہ ایک ایسا قابل دید منظر دیکھنے کے لئے آئے تھے جس کا یقین دیکھے بغیر نہیں کیا جا سکتا تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ یہ لشکر اس قدر شان دار تھا اور اس پر اتنا زیادہ روپیہ صرف کیا گیا کہ اس سے پہلے یونان کے کسی ایک شہر نے اتنی عظیم الشان فوج اتنے بھاری صرفہ سے کسی بیرونی مہم پر نہیں بھجوائی تھی۔ محض جہازوں اور بھاری ہتھیار بند سپاہیوں کی تعداد کے اعتبار سے غور کیا جائے تو یہ لشکر اُن فوجوں سے کم نہیں تھا جو پریکلینز کے تحت اپیداؤروس اور پھر ہاگنون کی سرکردگی میں پوتی دیہ بھجوائی گئی تھیں۔ اُن میں چار ہزار بھاری ہتھیار بند اتھینزی پیادے، تین سو سوار، ایک سو سہ طبقہ جہاز، پچاس لسبوسی اور خیوسی جہاز اور ان کے علاوہ دوسرے حلیفوں کے جہاز شامل تھے۔ لیکن وہ مہمیں نزدیک کے مقامات کو بھجوائی گئی تھیں اور اُن کے ساتھ زیادہ ساز و سامان نہیں تھا۔ اس کے برخلاف موجودہ مہم کی تیاری میں اس امر کو ملحوظ رکھا

گیا کہ اس کا دوران طویل ہوگا اور بری اور بحری دونوں قسم کے معرکے پیش آئیں گے اس لئے ہر دو کی امکانی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے جہاز اور سپاہی فراہم کئے گئے۔ بحری بیڑے پر کپتانوں اور حکومت نے بڑی بڑی رقمیں صرف کیں۔ ہر ایک ملاح کو ایک ڈراکما یومیہ سرکاری خزانہ سے ملتا تھا۔ اس کے علاوہ حکومت نے خالی جہاز ساٹھ جنگی جہاز اور چالیس باربردار جہاز مہیا کئے جن پر بہترین ملاح بھی سرکاری صرفہ سے مقرر کئے گئے۔ سرکاری خزانہ سے جو تنخواہ ملتی تھی اس کے علاوہ کپتانوں نے تھرانتائے اور ملاحوں کو عام طور پر اپنی طرف سے عطیے دیے اور جہازوں کے ماتھوں کی آرائش اور دوسرے ساز و سامان پر جی کھول کر روپیہ صرف کیا۔ ہر ایک ملاح نے اپنے جہاز کو دوسرے جہازوں سے زیادہ خوش نما اور تیز رفتار بنانے کے لئے ممکنہ محنت اور مشقت کی۔ ساتھ ہی بری فوج کے لئے بہترین سپاہی بطور خاص منتخب کئے گئے تھے جنھوں نے ہتھیار کے انتخاب اور ذاتی سج دھج میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کی۔ اس کی وجہ سے نہ صرف اُن کے مختلف دستوں میں آپس میں مقابلہ کی اسپرٹ پیدا ہوئی بلکہ بقیہ یونانی بھی فوج کی تیاری میں دشمن کے مقابلہ سے زیادہ شان و شوکت کی نمائش کو اہمیت دینے لگے چنانچہ اگر کوئی شخص اس مہم کے سرکاری اور خانگی صرفہ کا حساب جوڑتا۔ یعنے حکومت جو روپیہ صرف کر چکی تھی اور سرکاری خزانہ سے جو رقمیں سپہ سالاروں کے حوالہ کی جارہی تھیں، ضرورت کی اشیا پر افراد کے خانگی خرچ یا سہ طبقہ جہازوں کے کپتانوں نے جو روپیہ اپنی جیب سے اپنے جہازوں پر صرف کیا، اس کا حساب لگایا جاتا اور اس رقم میں وہ روپیہ بھی شریک کیا جاتا جو سفر کی طوالت کے پیش نظر ہر ایک شخص نے اپنی تنخواہ کے علاوہ زاد سفر کے طور پر ہمراہ رکھا ہوگا اور سپاہیوں اور سوداگروں نے تجارتی تبادلہ کی غرض سے جو رقمیں اپنے ساتھ رکھی ہوں گی تو پتہ

چلتا کہ مہم کے ساتھ کئی نالنت مملکت کے باہر جا رہے تھے۔ حقیقت میں یہ مہم دشمن کے مقابلہ میں کثرت تعداد، سفر کی غیر معمولی مسافت (اس سے پہلے کسی ایتھنزی بیڑے نے اتنا طویل سفر نہیں کیا تھا) اور حصہ لینے والوں کے وسایل کو دیکھتے ہوئے اُن کی غیر معمولی حوصلہ مندی کی بنا پر جس قدر مشہور ہوئی، اتنی ہی شہرت اُسے اپنی حیرت انگیز جسارت اور ظاہری شان و شوکت کی وجہ سے حاصل ہوئی۔

جب ملاح اور سپاہی جہازوں میں سوار ہو چکے اور ساز و سامان لادا جا چکا تو بگل کی آواز کے ساتھ سارے مجمع پر خاموشی چھا گئی اور حسب دستور آغاز سفر سے متعلقہ مناجات پڑھی گئی۔ یہ رسم ہر جہاز میں علٰحدہ نہیں ادا کی گئی بلکہ امام کی آواز کے ساتھ سب نے ایک ساتھ آواز بلند کی۔ بلا امتیاز مہم کے سارے شرکا کو شراب کے پیالے تقسیم کیے گئے اور سپاہیوں اور افسروں نے سونے چاندی کے ساغروں سے دیوتاؤں کے نام پر شراب چھلکانے کی رسم ادا کی۔ مناجات خوانی میں شہریوں اور اُن سارے بہی خواہوں نے بھی حصہ لیا جو ساحل پر کھڑے تھے۔ جب مناجات ختم ہوئی اور شراب چھلکانے کی رسم ادا ہو چکی تو جہاز سمندر میں آگے بڑھنے لگے۔ پہلے تو وہ قطار کی شکل میں ایک دوسرے کے پیچھے جا رہے تھے لیکن کچھ دیر بعد سارے جہاز رفتار تیز کر کے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگے۔ اس طرح آئی گینا پہنچنے کے بعد ایتھنزی بیڑا تیزی سے کورکایرا کی سمت روانہ ہوا جہاں بقیہ حلیف فوجیں اکٹھی ہو رہی تھیں۔

انیسواں باب

جنگ کا سترھواں سال ۔ سرقوسہ کے سیاسی فریق

ہارمودیوس اور ارسطوچتان سے متعلقہ واقعات

الکی بیادیس کی رسوائی

اُدھر ایتھنزی مہم کی اطلاع سرقوسہ کو کئی ذرائع سے پہنچی لیکن عرصہ دراز تک کسی نے ان خبروں کو سچ نہیں مانا۔ بالآخر ایک جلسہ منعقد کیا گیا جس میں مختلف مقرروں نے ان خبروں کی تردید یا توثیق کی جیسا کہ مندرجہ ذیل تقریروں سے ظاہر ہوگا۔ مقرروں میں ہرموکراتیس ابن ہرمون بھی شامل تھا جس کو عوام حقیقت حال سے واقف سمجھتے تھے۔ ان کے اصرار پر اُس نے ایتھنزی مہم کے بارے میں حسب ذیل تقریر کی:—

"گو یہ ممکن ہے کہ حاضرین مہم کی حقیقت کے بارے میں میرے بیان کو بھی دوسرے مقررین کے بیانات کی طرح ناقابل اعتماد سمجھیں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ

جو لوگ بے سروپا افواہیں گھڑتے یا اُن کا اعادہ کرنے کی زحمت برداشت کرتے ہیں وہ نہ صرف سننے والوں کی رائے بدلنے میں ناکام ہوتے ہیں بلکہ الٹے احمق بھی ٹھیرائے جاتے ہیں، اس کے باوجود اس وقت جب کہ ہماری مملکت خطرہ میں ہے میں ہرگز خوف سے خاموش نہیں رہوں گا کیونکہ میرا ایقان ہے کہ دوسروں کی بہ نسبت زیادہ وثوق کے ساتھ میں اس موضوع پر بول سکتا ہوں۔ چاہے آپ یقین کریں یا نہ کریں یہ واقعہ ہے کہ ایتھنزی ہماری مملکت پر حملہ کرنے کے لئے ایک زبردست بری اور بحری فوج کے ساتھ اپنے ملک سے روانہ ہو چکے ہیں۔ وہ بظاہر ایگستائیوں کی مدد کرنے اور لیونتی کی بحالی کے لئے آرہے ہیں لیکن اصل مقصد سسلی اور خاص کر ہمارے شہر کی تسخیر ہے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا شہر مسخر ہو جائے تو اُس کے بعد دوسری مملکتوں پر آسانی سے قبضہ ہو سکے گا۔ اس لئے آپ کو چاہئے کہ ہمت اور استقلال کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ ایتھنزی بیڑا جلد ہی یہاں پہنچ جائے گا۔ اب آپ کو یہ دیکھنا چاہئے کہ موجودہ وسایل کی مدد سے دشمن کو کس طرح پسپا کیا جا سکتا ہے۔ اگر آپ دشمن کے بیڑے کی آمد سے متعلقہ اطلاعات کو خاطر میں نہ لاکر غفلت برتیں تو کیا ایک مصیبت میں گرفتار ہو جائیں گے یا اگر آپ ان اطلاعوں کو سراسر غلط مان کر کوئی چارۂ کار اختیار نہ کریں تو ملک کا مستقبل خطرہ میں پڑ جائے گا۔ ساتھ ہی جو لوگ میری اس اطلاع کو صحیح سمجھتے ہیں وہ دشمن کی طاقت یا جسارت سے مرعوب ہو کر مایوس نہ ہو جائیں۔ ایتھنزی ہم کو اس قدر نقصان نہیں پہنچا سکتے جتنا نقصان ہم ان کو پہنچا سکتے ہیں۔ اُن کی تعدادی کثرت بھی ہمارے حق میں مفید ہی ثابت ہوگی۔ واقعہ یہ ہے کہ حملہ آور لشکر جس قدر زیادہ بڑا ہوگا ہمارے اغراض کے لئے اتنا ہی بہتر ہوگا کیونکہ سسلی کے دوسرے علاقوں کے باشندے

گھیر اگر زیادہ مستعدی سے مدافعت کرنے کے لئے ہمارے ساتھ شریک ہو جائیں گے۔
اور اگر ہم نے غنیم کو ناکام و نامراد واپس ہونے پر مجبور کر دیا اور میں ایک لمحہ کے لئے بھی یہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں کہ اُن کو اپنے مقصد میں کامیابی ہو گی، تو یہ ہمارا بڑا شاندار کارنامہ ہو گا۔ اور میری رائے میں یہ بات بعید از قیاس نہیں ہے۔ درحقیقت شاذ و نادر ہی کبھی ایسا ہوا ہو گا کہ کثیر التعداد یونانی یا غیر یونانی فوجیں اپنے وطن سے بہت دور گئی ہوں اور اُن کو اپنے مقاصد میں کامیابی ہوئی ہو حملہ آوروں کی تعداد ہمارے ملک کے باشندوں اور ہمارے پڑوسی ممالک جو دشمن کے خوف سے متحد ہو جائیں گے، اُن کے باشندوں کی مجموعی تعداد سے زیادہ تو نہیں ہو سکتی۔ اور انھیں اس اجنبی سرزمین میں سامان رسد کی قلت کی وجہ سے ہی ناکامی کیوں نہ ہو، دنیا تو یہی سمجھے گی کہ سسلی کی مملکتوں نے میدان جنگ میں انھیں نیچا دکھایا اور اسے ہمارے زور بازو کی فتح سے تعبیر کیا جائے گا۔ خود ایتھنزیوں کو ایرانیوں کی پسپائی سے جس کا سبب زیادہ تر غیر متوقعہ حالات تھے، اسی طرح اقتدار حاصل ہوا کیونکہ ایرانی ایتھنز پر چڑھائی کرنے آئے تھے۔ اسی طرح ہمارے شہر کی شہرت اور اقتدار میں اضافہ ہو جائے گا۔

ان حالات کے پیش نظر پریشان ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے بلکہ مستقل مزاجی کے ساتھ مقابلہ کی تیاری کرنی چاہئے۔ ضرورت ہے کہ ہم اپنے موجودہ صقالی دوستوں سے رشتہ اتحاد کو مضبوط کریں اور دوسری مملکتوں سے اتحاد کریں۔ سسلی کے بقیہ علاقوں کو ایلچی روانہ کر کے ان پر واضح کر دیں کہ ایتھنزی حملہ ساری مملکتوں کے وجود کو خطرہ میں ڈال دے گا۔ اطالیہ کو ایلچی بھجوا کر یا تو اُسے اپنا حلیف بنانا چاہئے یا کم از کم اس امر پر راضی کر لینا چاہئے کہ وہ ایتھنز کا ساتھ نہیں دے گا۔ میرا خیال ہے کہ قرطاجنہ کو بھی سفارت بھجوانی چاہئے

کیونکہ وہاں کے لوگ اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھتے بلکہ انھیں خطرہ ہے کہ ایک نہ ایک روز ایتھنزی ان کے شہر پر بھی لشکر کشی کریں گے۔ اور ممکن ہے ان کو خیال پیدا ہو کہ اگر سلی ایتھنز کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھ گیا تو خود انھیں بھی نقصان پہنچیگا شاید اس خیال سے وہ علانیہ نہیں تو خفیہ طور پر کسی نہ کسی طرح سے ہماری مدد کرنے پر تیار ہو جائیں۔ اس زمانہ میں سب سے زیادہ موثر مدد وہی کر سکتے ہیں بشرطیکہ وہ مدد کرنے پر راضی ہوں کیونکہ سونے چاندی کے سب سے بڑے ذخائر انہی کے پاس ہیں جن کے بغیر دنیا کے دوسرے کاموں کی طرح جنگ میں بھی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ لاکے دیمون اور کورنتھ کو بھی سفارت بھجوا کر خواہش کرنی چاہیئے کہ جلد از جلد فوجیں روانہ کر کے ہماری مدد کریں اور یونان میں بھی جنگ کے شعلہ کو بجھنے نہ دیں لیکن میری رائے میں اس وقت سب سے زیادہ مناسب طریقہ کار کچھ اور ہی ہے جس کی ضرورت کو آپ اپنی فطری امن پسندی کی بنا پر جلد محسوس نہیں کر سکیں گے لیکن اس کے باوجود میں اسے آپ کے سامنے پیش کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ اگر ہم سارے صقالی متحد ہو جائیں اور دوسرے اتحادیوں کے ہمراہ دو مہینوں کا سامان رسد لے کر ایتھنزیوں سے تارنطوم اور راس یاپی گی پر اپنے بیڑے کے ساتھ مقابلہ کے لئے پیش قدمی کریں اور اس طرح ان کو بتا دیں کہ سسلی پر حملہ کرنے سے پہلے بحر ایونیہ میں سے گزرنے کے لئے ہی انھیں لڑائی لڑنی ہوگی تو ان کے حوصلے پست ہو جائیں گے۔ اور وہ یہ دیکھ کر متعجب ہو جائیں گے کہ ہمارے دفاع کے لئے ایک مستحکم مرکز موجود ہے جہاں سے ہم ان کے خلاف کارروائی کر سکتے ہیں کیونکہ تارنطوم ہمارے بیڑے کو اپنے پاس جگہ دینے پر آمادہ ہے۔ اس کے مقابلہ میں ان کے بیڑے کو سارے سازوسامان کے ساتھ ایک وسیع حصہ سمندر کو عبور کرنے کا مشکل مرحلہ درپیش ہے اور اس طویل سفر میں دشمن کے بیڑے کے جہاز اپنی ترتیب

بہ مشکل قایم رکھ سکیں گے۔ اور جب ایتھنزی جہازوں کی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیاں ماندی ٹولیاں بحر ایونیہ میں داخل ہوں گی تو ہم اُن پر آسانی سے حملہ کر سکیں گے۔ اس کے برخلاف اگر وہ اپنے جہازوں میں سے وزنی سامان اُتار کر تیز تر چپو چلانے والے ملاح منتخب کر کے ہم پر حملہ آور ہوں تو یا تو ہم ان کے تھک جانے کے بعد اچانک دھاوا کر سکتے ہیں یا تارنطوم میں اپنے مستقر کو واپس ہو سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں لڑائی کے لئے دشمن کے ساتھ جو تھوڑی بہت رسد ہو گی اُسی رسد پر اکتفا کر کے انھیں بحیرہ ایونیہ کو عبور کرنا ہو گا جہاں غیر آباد علاقوں میں ان کو سخت پریشانی کا سامنا کرنا ہو گا۔ اس کے بعد یا تو انھیں وہیں رک کر ناکہ بندی کا شکار ہونا پڑے گا یا اپنے بیڑے کے بقیہ حصہ سے الگ ہو کر ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنے کی کوشش کرنی پڑے گی۔ اور اس صورت میں بھی اُن کے حوصلے پست ہو جائیں گے کیونکہ اس امر کا اطمینان حاصل نہیں رہے گا کہ کوئی مملکت دوست بن کر اُن کا استقبال کرے گی یا نہیں۔ میرا خیال ہے کہ صرف یہ اندیشہ بھی اُن کو کورکایرا سے آگے بڑھنے سے روکنے کے لئے کافی ہو گا۔ اور کچھ تو اسی کشمکش و پیچ میں اور کچھ ہمارے بیڑے اور سپاہیوں کی تعداد اور اس کے مراکز کا پتہ چلانے کی کوشش میں دن بہت جائیں گے تو وہ کوئی اقدام نہیں کر سکیں گے یہاں تک کہ موسم سرما آ جائے گا یا پھر ان ساری مشکلات سے گھبرا کر وہ اپنی مہم کو ختم کرنے کا تصفیہ کریں گے۔ اس کا امکان خاص کر اس لئے بھی نظر آتا ہے کہ میری اطلاعات کے مطابق اُن کے سب سے زیادہ تجربہ کار سپاہ سالار نے اپنی مرضی کے خلاف مہم میں شرکت کی ہے۔ لہذا اگر ہم نے کوئی موثر رکاوٹ پیدا کی تو وہ فوراً اُسے بہانہ بنا کر ایتھنزی بیڑے کو واپس لے جائے گا۔ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ دشمن کو ہماری فوج کی تعداد کے بارے میں مبالغہ آمیز اطلاعیں ملیں گی جن سے

وہ فطری طور پر متاثر ہوگا۔ جو فریق حملہ میں پہل کرتا ہے یا فریق مقابل پر واضح کر دیتا ہے کہ اُس کے حملہ کی جرات اور استقلال کے ساتھ مدافعت کی جائے گی تو اس سے دشمن بہت خوف زدہ ہو جاتا ہے کیونکہ اس کو پتہ چل جاتا ہے کہ مد مقابل ہر ناگہانی صورت حال سے نمٹنے کے لئے تیار ہے۔ یہی حال اس وقت ایتھنزی بیڑے کا ہوگا۔ ایتھنزی اس وقت ہم پر یہ سمجھ کر حملہ کرنے آ رہے ہیں کہ ہم مدافعت نہیں کریں گے۔ اور یہ خیال بجا طور پر ان کو اس لئے پیدا ہوا کہ ایتھنز کی طاقت کو کچلنے میں ہم نے لاکے دیمون کی مدد نہیں کی۔ لیکن اگر ہم نے اُن کی توقعات کے خلاف جرأت و شجاعت کا مظاہرہ کیا تو اِس کا یا پلٹ کی بنا پر اُن کی اُمیدوں پر پانی پھر جائے گا اور وہ اس قدر مرعوب ہو جائیں گے کہ ہم اپنی طاقت سے بھی ان کو کبھی اس درجہ مرعوب اور پست ہمت نہیں کر سکیں گے۔ میں تو یہی چاہتا ہوں کہ آپ ہمت سے کام لے کر فوراً اقدام کریں لیکن اگر کسی وجہ سے ایسا نہیں ہو سکتا تو فوراً اور بلا تاخیر جنگ کی تیاری شروع کر دیجئے۔ یاد رکھئے دشمن کو ذلیل کرنے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ لڑائی میں بہادری کا ثبوت دیا جائے۔ لیکن فی الحال سب سے بہتر طریقۂ کار یہ ہوگا کہ حملہ کے اندیشہ اور مدافعت کے جذبہ سے کام لے کر بچاؤ کی تیاری کی جائے۔ اور یہ تیاری اس طرح کی جائے کہ گویا واقعی حملہ ہونے والا ہے۔ یہ میں پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ایتھنزی ہم پر حملہ کرنے کے لئے آ رہے ہیں، اُن کا بیڑا روانہ ہو چکا ہے اور بہت جلد یہاں پہنچنے ہی والا ہے۔"

ہرموکراتیس نے یہاں تک تقریر کی تھی کہ سرقوسیوں میں سخت ردوقدح شروع ہو گئی۔ بعضوں کو اصرار تھا کہ ایتھنزی ہرگز حملہ کا قصد نہیں رکھتے اور مقرر کا بیان سراسر بے بنیاد ہے۔ بعض اس امر پر زور دے رہے تھے کہ بالفرض اگر ایتھنزیوں نے

حملہ کیا بھی تو پریشان ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے کیوں کہ وہ جتنا نقصان ہمیں پہنچائیں گے اُس سے دس گونا زیادہ نقصان ہم ان کو پہنچا سکتے ہیں۔ اور بعض تو ان ساری باتوں کو بے اصل سمجھ کر اُن کا مذاق اُڑا رہے تھے۔ ادھر حاضرین کا یہ رنگ تھا اور اُدھر عمومیوں کے رہنما انیفینا غورش نے جس کا عوام کی اکثریت پر بہت اثر تھا، اپنی جگہ سے اٹھ کر حسب ذیل تقریر کی :-

"اگر کسی شخص کی خواہش یہ ہے کہ ایتھنزی ہم پر حملہ نہ کریں یعنے شکست نہ کھائیں تو ایسا شخص یا تو بزدل ہے یا وطن کا غدار ہے۔ جو لوگ اس قسم کی افواہیں پھیلا کر آپ کو پریشان کرتے ہیں وہ اگر اس خوش فہمی میں ہیں کہ ہمیں ان کے پوشیدہ مقاصد سے آگاہی نہیں ہے تو مجھے اُن کی بے باکی سے زیادہ بے وقوفی پر تعجب ہوگا۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ خود ذاتی اسباب کی بنا پر سراسیمہ ہیں اور چاہتے ہیں کہ افواہوں کے ذریعہ شہر میں دہشت پھیلائیں تاکہ دوسروں کو اُن کی انفرادی بدحواسی کا پتہ نہ چل سکے۔ یوں سمجھ لیجئے کہ ایسی افواہیں خود بخود نہیں پیدا ہوتیں بلکہ انھیں ایسے لوگ پھیلاتے ہیں جو ہمیشہ سسلی میں شورش برپا کرتے رہے ہیں۔ لیکن اگر آپ سوچ سمجھ سے کام لیں تو ان سے متاثر نہیں ہوں گے اور خواہ یہ نہیں سمجھیں گے کہ آپ کا مستقبل خطرہ میں ہے۔ آپ کو در اصل یہ سوچنا چاہئے کہ کیا ایتھنزیوں سے جو فہم و فراست کے مالک ہیں اور گرم و سرد زمانہ سے بڑی حد تک واقفیت رکھتے ہیں، اس قسم کے چارہ کار کی توقع کی جا سکتی ہے؟ یہ ہرگز قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا کہ پلوپونیزیوں کے خطرہ کو نظر انداز کر کے اور یونان کی سرزمین میں جو جنگ جاری ہے اُس کا نبٹارا کئے بغیر وہ ایک نئی لڑائی چھیڑنے کے لئے سسلی کا قصد کریں گے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ ایتھنزی اسی کو غنیمت سمجھتے ہیں کہ ہم سسلی والے اپنی متعدد عظیم الشان مملکتوں کے باوجود ایتھنز پر چڑھائی نہیں کرتے۔

اور اگر افواہوں کے مطابق واقعی ایتھنزیوں نے اس طرف کا رُخ کیا تو میں سمجھتا ہوں کہ اہل سلی اُن کا مقابلہ پلوپونیزیوں کی بہ نسبت زیادہ موثر طور پر کرسکتے ہیں۔ کیونکہ ایک تو اس سرزمین کے سارے علاقے مسلح ہیں اور جنگ کے لئے بہتر طور پر تیار ہیں، دوسرے خود ہمارا شہر اس نام نہاد حملہ آور لشکر سے زیادہ طاقتور ہے، چاہے دشمن اپنی موجودہ فوج سے دوچند طاقت کے ساتھ حملہ کرے۔ میں جانتا ہوں کہ نہ تو ایتھنزیوں کے پاس گھوڑے ہیں اور نہ انہیں یہاں مل سکیں گے، گو یہ ممکن ہے کہ ایگستائی ایتھنزیوں کو چند گھوڑے فراہم کرسکیں۔ ایتھنزی بھاری ہتھیار بند فوج بھی ہمارے بھاری ہتھیار بندوں کے مساوی تعداد میں نہیں لا سکتے کیونکہ خود سفر کی طوالت ان کے جہازیوں کے لئے صبر آزما ثابت ہوگی، چاہے جہازوں پر کتنا ہی کم وزن لادا جائے۔ ان کے علاوہ انھیں ہماری طاقتور مملکت سے مقابلہ کے لئے ضروری ساز و سامان لانا ہوگا۔ جس کی مقدار کچھ کم نہیں ہوگی اور یہ مرحلہ بھی کافی مشکل ثابت ہوگا۔ غرض اس بارے میں مجھے اپنی رائے پر پورا پورا بھروسا ہے اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر وہ سرقوسہ کی آبادی کے مساوی تعداد میں فوج لائیں اور ساحل پر اتر کر سرحد کی طرف سے لڑائی شروع کریں تو انھیں کونسی قوت تباہی سے بچا سکے گی؟ بچاؤ کا تھوڑا بہت امکان بھی اس لئے نہیں رہیگا کہ سسلی کی ساری مملکتیں متحد ہوکر اُن کا مقابلہ کریں گی جو ایک یقینی امر ہے۔ اور حملہ آوروں کو سر چھپانے کے لئے اپنی فوجی چھاؤنی کے سوا کوئی جگہ نہیں مل سکے گی۔ اور یہ چھاؤنی بھی صرف ان خیموں پر مشتمل ہوگی جو وہ جہازوں میں اپنے ساتھ لائیں گے اور جن میں ضرورت کا کم سے کم سامان ہوگا۔ اس کے علاوہ ہماری سواری فوج کے ڈر سے وہ کیمپ سے نکل کر دور جانے کی جرات بھی نہیں کرسکیں گے۔

لیکن جیسا کہ میں ابھی بیان کرچکا ہوں ایتھنزی ان دشواریوں سے

واقف ہیں اور میرے پاس یہ باور کرنے کے اسباب موجود ہیں کہ اُن کو وطن میں اپنی مقبوضات کی حفاظت کی فکر دامن گیر ہے۔ اُدھر وہ اپنی فکر میں اور ادھر لوگ بے سر و پا خبریں مشہور کر رہے ہیں جو کبھی صحیح نہیں ہو سکتیں۔ اور میرے علم کی حد تک یہ پہلا موقع نہیں ہے کہ اس قسم کے لوگ جو عملاً کچھ نہیں کر سکتے اس طرح کی بلکہ اس سے زیادہ پریشان کن افواہیں پھیلا کر حکومت پر قبضہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور اس قسم کے لوگ ایسے مواقع کی تلاش میں رہتے ہیں۔ اور مجھے سخت اندیشہ ہے کہ اگر ان کی کوشش اسی طرح جاری رہی تو ممکن ہے ایک روز انھیں کامیابی ہو جائے۔ اور اگر ہم ان حرکات کی مضرت کو محسوس نہ کریں تو بروقت انسداد کرنا بھی مشکل ہو جائے گا۔ یا سازشوں کا پتہ چل جانے کے بعد بھی ہم اپنی کمزوری کی بنا پر انھیں قرار واقعی سزا نہ دے سکیں گے۔ اس قسم کی کارروائیوں کی وجہ سے ہمارے شہر کی فضا شاذ و نادر ہی پُرسکون رہتی ہے۔ نئے فتنے آئے دن اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور جتنی زور آزمائی ہمیں دشمن کے خلاف کرنی پڑتی ہے اُس سے کچھ کم جد و جہد اہل شہر کو اس فتنہ کو دبانے کے لئے نہیں کرنی پڑتی۔ اور وقتاً فوقتاً جو شورشیں اور دوسری مذموم حرکتیں خود سرانہ نظام قایم کرنے کے لئے ہوتی رہتی ہیں وہ اس پر مستزاد ہیں۔ تاہم آپ میرا ساتھ دیں تو میں اس امر کی کوشش کروں گا کہ ہمارے دور میں اس طرح کی بدعنوانی نہ ہونے پائے۔ آپ لوگوں یعنے اکثریت کی مدد سے میں ان سازشیوں کا قلع قمع کروں گا۔ میں نہ صرف اُن کے اعمال کی بنا پر بلکہ اُن کی نیتوں کا حال جان کر بھی ان کی سرکوبی کروں گا کیونکہ انھیں ارتکاب جرم کی حالت میں پکڑنا مشکل ہے۔ یہ ضروری ہے کہ دشمن کو نہ صرف اُس کے افعال کی سزا دی جائے بلکہ قبل از قبل اس کے منصوبوں کا پتہ چلا کر بروقت انسداد کیا جائے۔ جو لوگ احتیاطی تدبیریں اختیار کریں

پہل نہیں کرتے انھیں یقیناً پہلے نقصان پہنچتا ہے۔ اس کے علاوہ میں ان اشرار پر کڑی نظر رکھوں گا اور زجر و توبیخ اور تنبیہ کروں گا کیوں کہ میری رائے میں اُن کو اپنے ناپاک ارادوں سے باز رکھنے کا یہی سب سے زیادہ موثر طریقہ ہے!

نوجوانو! میں اس سے پہلے بھی کئی بار تم سے یہ سوال کر چکا ہوں اور آج بھی یہی پوچھنا چاہتا ہوں کہ آخر تم کیا چاہتے ہو؟ کیا تم دفعتاً حکومت کے عہدوں پر قبضہ کرنا چاہتے ہو؟ قانون اس کی اجازت نہیں دیتا اور یہ قانون اس لئے نافذ کیا گیا ہے کہ تم اس وقت عہدوں کی ذمہ داریاں سنبھالنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ جب تم میں یہ صلاحیت پیدا ہو جائے گی تو پھر تمھیں عہدوں سے محروم کر کے ذلیل نہیں کیا جائے گا۔ لیکن اس وقت تک تمھیں قانوناً مساوات کا درجہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ مگر ایک سوال یہ بھی اٹھتا ہے کہ کس طرح ایک ہی مملکت کے شہریوں میں مساوات کی بجائے اونچ نیچ کا امتیاز برتا جا سکتا ہے؟

ممکن ہے اس سوال کا جواب یہ دیا جائے کہ عمومیت کے اصول نہ تو دانشمندی پر مبنی ہیں اور نہ عدل و انصاف پر اور یہ کہ مالکان جائداد ہی حکومت کرنے کی سب سے زیادہ صلاحیت رکھتے ہیں لیکن میں یہ کہوں گا کہ پہلے تو لفظ "دیموس" یا عموم کا مفہوم ساری مملکت پر حاوی ہے اور عدیدیت اس کا صرف ایک جزو ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر جائداد کا بہترین محافظ دولت مند طبقہ ہے تو اور مملکت کے بہترین مشیر دانشمند شہری ہیں تو اُن کے مشوروں کی روشنی میں مسایل کا بہترین حل دریافت کرنے میں عموم اپنا جواب نہیں رکھتے۔ اس طرح یہ ساری صلاحیتیں رکھنے والے شہری انفرادی اور اجتماعی دونوں حیثیتوں سے عمومیت کے نظام میں اپنا مناسب مقام رکھتے ہیں لیکن عدیدی طرز حکومت میں عموم کو خطرات تو برداشت کرنے پڑتے ہیں مگر جب فائدہ کا سوال آتا ہے تو ارباب حکومت

منافع کا بیشتر حصہ خود ہضم کر کے بھی قانع نہیں ہوتے بلکہ سب کچھ خود ہی ہڑپ کرنے کی فکر کرتے ہیں۔ تو یہ ہے وہ حکومت جس کے خواب ہمارے شہر کے طاقتور اور جواں سال افراد دیکھ رہے ہیں۔ لیکن اس عظیم الشان مملکت میں اُن کا اپنے ان ارادوں میں کامیاب ہونا ممکن نہیں ہے۔

لیکن اے کم عقلو! میں سمجھتا ہوں کہ اہل یونان میں تم سے زیادہ احمق کوئی اور نہیں ہے اگر تم کو اپنے منصوبوں کی خباثت کا اب تک بھی احساس نہیں ہے۔ اور اگر احساس تو ہے لیکن اس کے باوجود تم اپنے ارادوں سے باز نہیں آتے تو یہ سخت ترین مجرمانہ ذہنیت کا ثبوت ہے۔ اگر تم اپنے افعال پر نادم نہیں تو اب بھی موقع ہے۔ تم سمجھ بوجھ سے کام لے کر اپنے ملک کے مفاد کو آگے بڑھا سکتے ہو جس میں ہم سب کا مشترک مفاد مضمر ہے۔ تم کو یہ سوچنا چاہیے کہ ملک کی خوش حالی میں اضافہ ہو تو تم میں جو لوگ صاحب صلاحیت ہیں اُن کو بھی اپنا حصّہ ملے گا اور یہ حصہ ملک کے بیشتر افراد کے حصہ سے کہیں زیادہ ہوگا۔ لیکن اگر تمھارے عزائم مجرمانہ ہیں تو ممکن ہے تم ہر قسم کے فائدہ سے محروم ہو جاؤ۔ میں پھر یہی کہوں گا کہ اس قسم کی بے بنیاد افواہیں پھیلانے سے احتراز کرو۔ لوگ تمھاری چالوں سے واقف ہو چکے ہیں اور ان کو برداشت نہیں کریں گے۔ اگر ایتھنز کی لشکر واقعی یہاں آئے تو ہمارا ملک اپنی پوری طاقت کے ساتھ مقابلہ کر کے اُسے پسپا کر دے گا۔ مجھے یقین ہے کہ ہمارے سپاہ سالار اس نازک صورت حال سے نمٹنے کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں۔ لیکن اگر ان اطلاعوں میں کوئی اصلیت نہ ہو جیسا کہ میں سمجھتا ہوں، تو تمھارے افواہیں پھیلانے سے شہر میں خلفشار نہیں پھیل سکتا یا اہل شہر حکومت کی باگ تمھارے ہاتھ میں دے کر تمھاری غلامی کا طوق خود اپنے ہاتھوں سے نہیں پہن سکتے۔ یاد رکھو اہل شہر تمھارے اقوال ہی کو افعال سمجھ کر اپنا فیصلہ صادر کریں گے۔ وہ تمھارے

ناقص مشوروں پر عمل کر کے اپنی آزادی کو کیسے کھو سکتے ہیں۔ وہ تو یہی کوشش کرینگے کہ آزادی ہر صورت میں برقرار رہے۔ اور وہ اس کی بھی کوشش کریں گے کہ اُن وسایل کو اپنے ہی قبضہ میں رکھیں جن سے مملکت کی عظمت اور وقار برقرار رہتا ہے۔"

یہ تھی تقریر ایتھنا غورث کی۔ اس کے بعد ایک سپاہ سالار اپنی جگہ سے اٹھا اور اُس نے مزید مقرروں کو تقریر کرنے سے روک کر کہا "نہ تو مقررین کے لئے یہ سزاوار ہے کہ ایک دوسرے کے خلاف افترا پردازی کریں اور نہ سامعین کو ایسی باتوں سے دلچسپی لینی چاہئے۔ بلکہ اس وقت ہمیں ان اطلاعات کا جائزہ لینا ہے جو وصول ہوئی ہیں اور غور کرنا ہے کہ حملہ آوروں کو پسپا کرنے کے لئے ہر شہری انفرادی طور پر اور سارا شہر اجتماعی طور پر کونسی موثر تدبیریں اختیار کر سکتا ہے۔ بالفرض اگر ساری افواہیں بے حقیقت ہیں تو بھی گھوڑے، اسلحہ اور سامان جنگ فراہم کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ اس لئے ہم ان چیزوں کی بہم رسانی کا انتظام کریں گے اور دوسری مملکتوں کو ایلچی بھجوا کر فوجی دیکھ بھال کرائیں گے اور ضروری احتیاطی تدابیر اختیار کریں گے۔ ان میں سے چند امور کا انتظام ہم پہلے ہی کر چکے ہیں اور آئندہ جن امور کا پتہ چلے گا اُن کو ہم ایوان کے سامنے پیش کریں گے۔" سپاہ سالار کے اس اعلان کے بعد سرقوسیوں نے اسمبلی کا اجلاس برخاست کر دیا۔

اس دوران میں ایتھنزی اپنے سارے حلیفوں کے ہمراہ کورکائرا پہنچ گئے جہاں سپاہ سالاروں نے لشکر کا دوبارہ جایزہ لیا اور جہازوں کے لنگر انداز ہونے اور فوجوں کے لشکر گاہوں میں اُترنے کی ترتیب مقرر کی۔ انھوں نے سارے بیڑے کو تین حصوں میں تقسیم کر کے ہر ایک کے تحت ایک علٰحدہ حصہ کر دیا تاکہ سارا بیڑا ایک ساتھ آگے نہ بڑھے اور پینے کے پانی، جہازوں کے لنگر انداز ہونے کے لئے

جگہ یا جس مقام پر بھی جہاز ٹھیرائے جائیں وہاں سامان رسد کی کمی نہ پڑ جائے۔ اس کے علاوہ اس تقسیم کا مقصد یہ بھی تھا کہ مختلف دستے زیادہ نظم وضبط کے ساتھ سفر کریں اور ہر ایک دستہ اپنے سپاہ سالار کے تحت زیادہ آزادی کے ساتھ نقل وحرکت کر سکے۔ اس کے بعد انھوں نے تین جہاز اطالیہ اور سسلی کو روانہ کئے تاکہ پتہ چلے کہ کونسی مملکتیں اُن کا خیر مقدم کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ان کو ہدایت دی گئی کہ لوٹ کر راستہ میں ایتھنزی دستوں سے آملیں اور ثانی الذکر کے سسلی کے کنارے اُترنے سے پہلے وہاں کی صورت حال کی اطلاع دیں۔

اس کے بعد ایتھنزی بیڑا کورکایرا سے روانہ ہو کر سسلی کی جانب بڑھا۔ اس وقت اس بیڑے میں کل ایک سو چونتیس سہ طبقہ جہاز (دو رہتو دی پچاس چپو والے جہازوں کے علاوہ) تھے، جن میں ایک سو ایتھنزی جہاز تھے (ساٹھ جنگی جہاز اور چالیس سپاہیوں کو لے جانے والے جہاز) اور بقیہ جہاز قیوس اور دوسرے حلیفوں کے پاس سے منگوائے گئے تھے۔ بھاری ہتھیار بند پیادوں کی جملہ تعداد پانچ ہزار ایک سو تھی، جن میں خاص شہر ایتھنز کے پندرہ سو شہری، اور پانچ سو تھیٹے کے سپاہی تھے، بقیہ مخالف مملکتوں کے اور چند ایتھنز کے ماتحت علاقوں کے شہری تھے۔ اس کے علاوہ پانچ سو آرگوسی اور دو سو پچاس من تی نی اجیر سپاہی تھے۔ تیر اندازوں کی کل تعداد چار سو اسی تھی جن میں اسی کریٹی تھے۔ سات سو رہوڈیسی گوپھنئے اور ایک سو بیس ہلکے ہتھیار بند میگاری جلاوطن افراد تھے۔ اس کے علاوہ ایک اسپ بردار جہاز تھا جس میں تیس گھوڑے لادے گئے تھے۔

یہ تھی تعداد اس جنگی بیڑے کی جو پہلی دفعہ لڑائی کی غرض سے سسلی روانہ ہوا۔ لشکر کے سامان رسد کے لئے تیس جہاز مخصوص تھے جن پر غلہ لادا گیا تھا۔ ان جہازوں میں نان بائی، سنگ تراش، اور نجار سوار تھے۔ اس کے علاوہ استحکامات کی تعمیر کے

اوتار بھی رکھے گئے تھے۔ ان جہازوں کے ساتھ ایک سو کشتیاں بھی تھیں جن پر اسی قسم کا سامان لادا گیا تھا۔ علاوہ بریں کئی اور کشتیاں اور باربردار جہاز تھے جو تجارتی اغراض کے تحت رضاکارانہ طور پر ایتھنزی بیڑے کے ساتھ ہو گئے تھے۔ یہ سارے جہاز بحر ایونیہ کو عبور کرنے کی غرض سے کورکایرا سے روانہ ہوئے۔ خوش قسمتی سے راستہ میں زیادہ دشواریاں پیش نہیں آئیں اور بیڑے کے سارے جہاز راس یاپی گی اور تارنطوم پہنچ گئے جہاں سپاہی کنارے پر اتر گئے۔ اس کے بعد بیڑا ساحل ساحل روانہ ہوا تو اطالیہ کے ساحلی علاقوں کے شہروں نے ان کو اپنی حدود اور بازاروں میں داخلہ کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ انھوں نے ایتھنزیوں کو صرف پینے کے پانی اور جہازوں کو لنگر انداز ہونے کی سہولت دی۔ تارنطوم اور لوکرائی نے تو یہ سہولتیں بھی نہیں دیں۔ ان حالات میں سفر جاری رکھ کر ایتھنزی لشکر ریگیوم پہنچا جو اطالوی ساحل کے بعید ترین سرے پر واقع ہے۔ بالآخر اس مقام پر بیڑے کے تینوں حصے یکجا ہوئے اور جب شہر پناہ میں داخلہ کی اجازت نہیں ملی تو شہر کے باہر آرتیمس کے مندر کے احاطہ میں پڑاؤ ڈال دیا جہاں فوجیوں کے لئے بازار کی سہولتیں بھی فراہم کی گئیں۔ اس کے بعد ایتھنزی اپنے جہازوں کو ساحل پر چڑھا کر وہیں ٹھیرے رہے اور کوئی اقدام نہیں کیا۔ ساتھ ہی انھوں نے ریگیون سے گفت و شنید شروع کی اور کہا کہ کالکسی نسل کے تعلق سے وہ اپنے لیونتی نی برادری کی مدد کریں۔ ریگیون نے جواب دیا کہ وہ فریقین میں سے کسی کا بھی ساتھ نہیں دیں گے بلکہ بقیہ اہل اطالیہ کی جو بھی رائے ہو اس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ یہ سن کر ایتھنزی اب سوچ میں پڑ گئے کہ اگلا قدم کیا ہو۔ انھیں ان جہازوں کا بھی انتظار تھا جو ایگستہ بھیجے گئے تھے تاکہ وہاں دولت کی افراط کے بارے میں ایلچیوں کے بیان کی اہلیت کا پتہ چلایا جائے۔

اس دوران میں سرقوسیوں کو مختلف ذرایع سے ایتھنزی بیڑے کے ریگیوم پہنچنے کی خبریں ملیں جن کی توثیق ان افسروں نے بھی کی جو دیکھ بھال کے لئے روانہ کئے گئے تھے۔ اس کے بعد کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہا تو انھوں نے فوراً پوری مستعدی کے ساتھ جنگ کی تیاری شروع کی حسب ضرورت صقالیوں کے پاس قراول دستے یا قاصد بھجوائے گئے۔ پیری پولی کے قلعوں اور مورچوں پر محافظ فوجیں متعین کی گئیں اور شہر میں گھوڑوں اور اسلحہ کا معائنہ کیا گیا تاکہ عین وقت پر کسی چیز کی کمی نہ پڑے اور دشمن کے اچانک حملہ کو روکنے کے لئے جو جو تدبیریں ضروری معلوم ہوئیں وہ سب حکمنہ عجلات کے ساتھ اختیار کی گئیں۔

اس عرصہ میں وہ تین جہاز جو ایگستہ بھجوائے گئے تھے، ریگیوم لوٹے تو پتہ چلا کہ دولت کی افراط کے بارے میں جو قصے مشہور کئے گئے تھے وہ سب بے بنیاد ہیں اور یہ کہ ایگستہ سے تیس تالنت سے زیادہ رقم نہیں مل سکتی۔ اس طرح جب بسم اللہ، ہی غلط ہوئی یعنے ایک تو ایگستہ کی دولت کے للچانے والے افسانے جھوٹے ثابت ہوئے دوسرے ریگیون نے ساتھ دینے سے انکار کر دیا حالانکہ ایتھنزیوں کو بڑی امید تھی کہ لیونتی نیوں سے نسلی تعلق اور ایتھنز سے دیرینہ دوستانہ تعلق کی بنا پر ان کی تائید حاصل ہو سکے گی۔ لیکن جب انھوں نے صاف انکاری جواب دے دیا تو سپاہ سالاروں کو بڑی مایوسی ہوئی۔ نکیاس کے لئے یہ صورت حال غیر متوقعہ نہیں تھی لیکن اس کے دونوں ساتھیوں کے پیر تلے سے زمین نکل گئی۔ اصل بات یہ تھی کہ جب پہلی دفعہ ایتھنزی ایلچی ایگستہ کی دولت اور وسایل کا اندازہ کرنے کے لئے بھجوائے گئے تو ان کو سبز باغ دکھانے کے لئے پہلے افرودیٹی کے سمندر واقع ارایکس لے جایا گیا جہاں پیالوں، شراب کی بلیوں، عود سوزوں اور دوسرے ظروف کے انبار دکھائے گئے

اور چونکہ یہ برتن سونے چاندی کے تھے اس لئے ایلچیوں کو بڑی غلط فہمی ہوئی اور انھوں نے ان کی مالیت کا اندازہ بہت بڑھا چڑھا کر لگایا۔ اس کے علاوہ انھوں نے ایتھنزی جہازیوں کی خانگی طور پر ضیافتیں کیں جن کے لئے سونے چاندی کے پیالے نہ صرف ایگستہ میں بلکہ پڑوس کے فینیقی اور یونانی شہروں سے مختلف ذرایع سے مستعار لئے گئے اور ان دعوتوں میں ہر شخص اپنے ساتھ ایک پیالہ لے کر آیا اور چونکہ سب کم و بیش یہی ظروف استعمال کر رہے تھے اور ہر ضیافت میں کثیر تعداد میں سونے چاندی کے ظروف نظر آئے تو اُن کی چکا چوند سے ایتھنزی جہازیوں کی آنکھیں چوندھیا گئیں۔ اور وطن لوٹنے کے بعد انھوں نے ایگستہ کی خوش حالی اور افراط مال و زر کے مبالغہ آمیز قصے سنائے۔ نہ صرف یہ افراد خود بیوقوف بنے بلکہ ان کے بیانات سے دوسروں کو بھی غلط فہمی ہوئی اور جب بالآخر ایگستہ کی دولت اور خوش حالی کا پول کھل گیا تو سپاہیوں نے غلط فہمی پھیلانے والوں پر سخت الزامات لگائے۔

اب سپہ سالاروں نے آپس میں صلاح مشورہ کیا کہ کیا طریقۂ کار اختیار کیا جائے۔ نکیاس نے رائے دی کہ سارے لشکر کے ساتھ سلینوس جانا چاہیے جس کی تسخیر اس مہم کا اہم ترین مقصد ہے۔ اور اگر ایگستائی ساری فوج کے اخراجات برداشت کر سکتے ہوں تو ان کو اس فیصلہ کی اطلاع دے دی جائے۔ لیکن اگر ان میں پورے لشکر کے خرچ کا بار برداشت کرنے کی سکت نہ ہو تو جو ساٹھ جہاز انھوں نے طلب کئے تھے اُن کے لئے ساز و سامان رسد کی فراہمی کا مطالبہ کیا جائے تاکہ وہیں ٹھیر کر ایگستہ اور سلینوس کی باہمی نزاع کو مصالحت یا طاقت کے استعمال کے ذریعہ ختم کیا جائے اور اس کے بعد ساحل ساحل سارے شہروں کے قریب سے گزر کر ایتھنز کی طاقت اور جبروت کا مظاہرہ کیا جائے اور اُن پر

واضح کیا جائے کہ اتھنز ی اپنے دوستوں اور حلیفوں کی مدد پورے جوش وجذبہ کے ساتھ کرتے ہیں)۔ اس کے بعد وطن کو واپسی کا سفر شروع کیا جائے (سوائے اس کے کہ لیونتی نیوں کی مدد کرنے کے لئے غیر متوقعہ طور پر کوئی موقع نکل آئے یا دوسری مملکتوں کو اپنا طرف دار بنانے کا موقع ملے) اور مملکت اتھنز پر بے وجہ اخراجات کا بار عاید کرکے اُس کے وجود کو خطرہ میں نہ ڈالا جائے۔

الکی بیادیس نے کہا کہ اگر یہ عظیم الشان مہم کچھ کئے بغیر یونہی وطن لوٹ گئی تو بڑی بدنامی ہوگی، اس لئے سلینوس اور سرقوسہ کے سوائے ساری دوسری مملکتوں کو قاصد بھجوائے جائیں، بعض صقالیوں کو سرقوسہ کے خلاف بغاوت کرنے پر اُبھارا جائے اور بعض سے دوستانہ تعلقات قایم کئے جائیں تاکہ وہ غلہ اور سپاہی فراہم کریں۔ سب سے پہلے میتینہ کی حمایت حاصل کی جائے جو نہ صرف سسلی کے راستہ پر واقع ہے بلکہ اُس کا باب الداخلہ بھی ہے جو بہترین فوجی مرکز کا کام دے سکتا ہے اور جس کی بندرگاہ میں سارے جہاز محفوظ طور پر لنگر انداز کئے جاسکتے ہیں۔ اس طرح مختلف مملکتوں کی تائید حاصل کرنے اور اس امر کا پتہ چلانے کے بعد کہ کونسے شہر اتھنز سے مخالفہ کرنے پر راضی ہیں، بالآخر سلینوس اور سرقوسہ پر چڑھائی کی جاسکتی ہے، سوائے اس کے کہ ثانی الذکر ایگستہ سے صلح سمجھوتہ کرلے اور اول الذکر شہر لیونتی نی کی بحالی کی مخالفت ترک کردے۔

اس کے برخلاف لاماخوس نے مشورہ دیا کہ بیڑے کو سیدھا سرقوسہ لے جاکر فوراً شہر پناہ کے پاس لڑائی شروع کردینی چاہئے کیونکہ سرقوسی ابھی جنگ کیلئے تیار نہیں ہیں اور اس وقت ان میں جو سخت پریشانی پھیلی ہوئی ہے اُس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ حملہ آور فوج سے لوگ فطری طور پر ابتداً بہت خایف ہوتے ہیں لیکن اگر ان کے خلاف اقدام کرنے میں تاخیر کی جائے تو رفتہ رفتہ

اُن میں پھر جرأت پیدا ہو جاتی ہے اور بالآخر یہاں تک نوبت پہنچی ہے کہ وہ دشمن کو زیادہ خاطر میں بھی نہیں لاتے۔ اگر اس وقت جب کہ اہلِ سرقوسہ سہمے ہوئے ہیں بلا تاخیر چڑھائی کی جائے تو فتح حاصل کرنے اور فوج کی کثرتِ تعداد کے تصور سے دشمن کو حواس باختہ کرنے میں کامیابی ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر حملہ میں دیر کی گئی تو نہ وہ خوف و ہراس باقی رہے گا اور نہ فوری لڑائی اور ناگہانی تباہی کا اندیشہ اُسے مرعوب کر سکے گا۔ فوری کارروائی کی صورت میں یہ بھی یقینی ہے کہ بعض سرقوسی جو حملہ کی اطلاعوں کو صحیح نہیں سمجھتے شہر کے باہر دیہی علاقوں میں گرفتار کر لئے جا سکیں گے اور اس وقت جب کہ لوگ اپنا مال و اسباب شہر کی چار دیواری میں منتقل کرنے میں مصروف ہیں محاصرہ کیا جائے تو کافی مالِ غنیمت ہاتھ آنے کی توقع بھی کی جا سکتی ہے۔ اس کارروائی کا فوری نتیجہ یہ ہو گا کہ بقیہ صقالی سرقوسیوں سے مخالفہ کرنے کی طرف زیادہ مائل نہیں ہوں گے اور یہ معلوم کرنے کے لئے کہ فریقین میں سے کس کا پلہ بھاری ہے، انتظار کئے بغیر ایتھنز والوں کے ساتھ ہو جائیں گے۔ لاماخوس کی رائے یہ بھی تھی کہ میگارا کو لشکر کا بحری مرکز بنایا جائے۔ فوج حملہ کی کارروائیاں وہیں سے کرے اور حملہ کے بعد وہیں لوٹ جائے کیونکہ یہ ایک غیر آباد مقام ہے اور بحری اور بری دونوں راستوں سے سرقوسہ سے زیادہ دور نہیں ہے۔

لاماخوس کی رائے تو یہ تھی مگر اس کے باوجود اُس نے الکی بیادیس کے مشورہ کی تائید کی۔ اس کے بعد الکی بیادیس مخالفہ کی تجاویز کے ساتھ خود اپنے جہاز میں مسینہ روانہ ہوا لیکن اُسے اپنے مقصد میں کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ شہر والوں نے اُسے شہر پناہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی گو انھوں نے فوج کیلئے بیرونِ شہر بازار کی سہولت فراہم کی۔ الکی بیادیس وہاں سے ریگیوم روانہ

ہوا اور اس کی واپسی کے فوراً بعد ایتھنزی سپاہ سالار ساٹھ جہاز ضروری سامان رسد کے ساتھ تیار کر کے کنارے کنارے ناکسوس کی سمت روانہ ہوئے۔ انہوں نے بقیہ بیڑے کو ایک سپاہ سالار کی زیر نگرانی رہیگیوم ہی میں چھوڑ دیا۔ ناکسوس والوں نے ان کے لئے اپنے شہر کے دروازے کھول دئے جس کے بعد ایتھنزی بیڑا ساحل ساحل قطانہ پہنچا لیکن شہر میں داخلہ کی اجازت نہیں ملی کیونکہ وہاں ایک سرقوسی فریق موجود تھا۔ اس کے بعد ایتھنزی جہاز دریائے تیریاس کی جانب روانہ ہوئے۔ اس مقام پر فوج نے رات زیر سما گزاری اور دوسرے روز یہ بیڑا اکھیری قطار بنا کر سرقوسہ کی طرف بڑھا۔ دس جہاز الگ کر کے آگے بھجوائے گئے تاکہ سرقوسہ کی بڑی بندرگاہ کا جایزہ لیا جائے اور پتہ چلایا جائے کہ کیا وہاں کوئی بیڑا سمندر میں اتارا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ جہازوں پر سے نقیب کے ذریعہ یہ اعلان کرنے کی ہدایت دی گئی کہ ایتھنزی اپنے لیونتی نی حلیفوں اور رشتہ داروں کو اُن کے شہر میں دوبارہ آباد کرنے کے لئے آگئے ہیں اور یہ کہ شہر سرقوسہ میں اس وقت جو لیونتی نی ہیں وہ بلا خوف وخطر باہر نکل کر اپنے ایتھنزی دوستوں اور محسنوں کے ساتھ ہو جائیں۔ یہ اعلان کرنے اور شہر بندرگاہ اور اُس کے آس پاس کے علاقوں کا معائنہ کرنے کے بعد، جہاں سے اُن کو فوجی کارروائی کرنی تھی، ایتھنزی جہاز قطانہ کو واپس ہو گئے۔

یہاں مجلس عوام نے ایتھنزی فوج کو شہر میں داخلہ کی اجازت دینے سے تو انکار کر دیا لیکن سپاہ سالاروں سے خواہش کی کہ شہر میں داخل ہو کر عوام سے اپنا مدعا بیان کریں۔ اور جس وقت الکی بیادیس نے تقریر شروع کی تو اہل شہر پورے انہماک سے سن رہے تھے۔ ایسے میں سپاہی ایک

بغلی دروازہ کو توڑ کر جس کی دیوار کم زور تھی چپکے سے شہر میں داخل ہوئے اور شہریوں کو اطلاع ملنے سے پہلے چوک کے علاقہ میں پہنچ گئے۔ سرقوسی فریق کے افراد نے جن کی تعداد بہت ہی تھوڑی تھی فوج کو شہر کے اندر دیکھا تو دہشت زدہ ہو کر فوراً پیچھے ہٹ گئے اور بقیہ شہریوں نے ایتھنزیوں سے محالفہ کرنے کی تائید میں رائے دی۔ اس کے علاوہ یہ بھی طے پایا کہ بقیہ ایتھنزی بیڑے کو ریگیوم سے آنے کی دعوت دی جائے۔ اس کے بعد ایتھنزی جہاز ریگیوم گئے جہاں سے اب پورا بیڑا قطانہ روانہ ہوا۔ اور یہاں پہنچتے ہی انھوں نے ممکنہ عجلت کے ساتھ اپنے لئے فرودگاہ کی تعمیر کا کام شروع کیا۔

اس اثنا میں کامارینہ سے خبر آئی کہ اگر وہ وہاں جائیں تو اہل شہر اُن کا ساتھ دیں گے۔ ساتھ ہی یہ بھی اطلاع ملی کہ سرقوسی ایک بیڑا تیار کر رہے ہیں۔ اس کے بعد ایتھنزی ساحل کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ کر سرقوسہ پہنچے تو وہاں کوئی بیڑا نظر نہیں آیا۔ یہاں سے وہ اسی طرح ساحل ساحل کامارینہ پہنچے جس کے ساحل پر جہازوں نے لنگر ڈال دئے۔ انھوں نے اپنا نقیب روانہ کیا تو اہل شہر نے فوج کو داخلہ کی اجازت نہیں دی اور کہا کہ انھوں نے قسم کھا کر عہد کر رکھا ہے کہ ایتھنزیوں کو اُسی صورت میں شہر میں داخلہ کی اجازت دیں گے جب کہ وہ صرف ایک جہاز میں آئیں۔ البتہ خود شہر والے دعوت دے کر زیادہ ایتھنزی جہاز طلب کریں تو وہ اور بات ہے۔ اس طرح جب یہاں ناکامی ہوئی تو ایتھنزی جدھر سے آئے تھے پھر اسی طرف لوٹ گئے اور سرقوسہ کے علاقہ میں اتر کر لوٹ مار کرنے کے بعد قطانہ چلے گئے۔ اس موقع پر بعض ہلکے ہتھیار بند ایتھنزی پیادوں کو جو اپنے دستوں سے بچھڑ گئے تھے، سرقوسی سواروں نے ہلاک کر دیا۔

قطانہ میں انھوں نے دیکھا کہ سلامینیہ نامی جہاز الکی بیادیس کی طلبی کے

احکام لے کر آیا ہے جس پر اسرار مذہبی کی توہین اور ہرمیس دیوتا کی مورتیوں کو مسخ کرنے کے الزامات سرکار کی طرف سے لگائے گئے ہیں۔ الکی بیادس کے علاوہ چند اور سپاہیوں کی واپسی کے بھی احکام آئے تھے جن پر متذکرہ بالا الزامات عاید کیے گئے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ مہم کی روانگی کے بعد بھی ایتھنز کی مستعدی کے ساتھ ہرمیس اور اسرار مذہبی کی توہین کے واقعات کی چھان بین میں مصروف رہے۔ اور یہ تحقیق کیے بغیر کہ مخبر معتبر ہیں یا نہیں محض شک وشبہ کی بنا پر صحت وسقم کا خیال نہ کر کے اُن کے بیانات پر بھروسہ کیا۔ عامیوں اور اوباشوں کی شہادت کی بنا پر معزز ترین شہریوں کو گرفتار کر کے نظر بند کر دیا گیا کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ مخبروں کے غیر معتبر ثابت ہونے کی وجہ سے معززین کی پوچھ گچھ اور تفتیش سے بچنے سے قبل ہی اصل واقعہ کی تہ تک پہنچ جائیں۔ عوام خوب جانتے تھے کہ پستراتوس اور اُس کے بیٹوں کی خودسری کے دور میں کس درجہ مظالم ڈھائے گئے تھے اور یہ کہ بالآخر اس خود سر دور کا خاتمہ خود انھوں نے یا ہارمودیوس نے نہیں بلکہ لاکے ڈیمونیوں نے کیا۔ اس بنا پر وہ ہمیشہ خایف رہتے تھے اور ہر واقعہ کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھتے تھے۔

ارسطوجیتون اور ہارمودیوس نے در اصل ایک معاشقہ کی وجہ سے دلیرانہ اقدام کیا جس کا حال میں قدرے تفصیل سے بیان کروں گا جس سے ظاہر ہو گا کہ خود ایتھنز کے خودسر حاکموں کے حالات اور تاریخ کے واقعات کے بارے میں ایتھنزیوں کی معلومات دنیا کے دوسرے حصوں کے لوگوں کی معلومات کے مقابلہ میں زیادہ صحیح نہیں ہیں۔ پستراتوس نے خاصی بڑی عمر پائی اور جب اُس کا انتقال ہوا تو اُس کا بڑا بیٹا ہیپیاس جانشیں ہوا نہ کہ ہیپارخوس جیسا کہ عام طور پر جہالت کی بنا پر باور کیا جاتا ہے۔ اس زمانہ میں

ہارمودیوس کا حسن و شباب پوری بہار پر تھا اور اس کا عاشق ارسطوجیتون اُس پر قابض تھا۔ ہیپارخوس ابن پستراتوس نے اُسے اپنے دامِ محبت میں گرفتار کرنا چاہا لیکن ہارمودیوس نے انکار کر دیا اور اس واقعہ کی اطلاع ارسطوجیتون کو دی تو غصہ سے اُس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اُس کو خوف ہوا کہ ہیپارخوس جو بہت طاقتور ہے، ہارمودیوس پر بجبر قابض نہ ہو جائے۔ اس کے بعد ارسطوجیتون نے فوراً جس طرح بھی ممکن ہوا اپنے حسب حیثیت ایک منصوبہ اس خود سرانہ نظام کو ختم کرنے کے لئے بنایا۔ اسی اثنا میں ہیپارخوس نے ہارمودیوس کو ملتفت کرنے کی ایک اور کوشش کی لیکن جب اُس میں بھی ناکامی ہوئی تو جبر و تعدی سے کام لینے کی بجائے کسی نہ کسی طرح پوشیدہ طور پر اُس کو ذلیل کرنے کا ارادہ کیا۔ واقعہ یہ ہے کہ ان خود سروں کا نظام حکومت نہ تو عوام کے لئے عام طور پر ضرر رساں تھا اور نہ وہ کسی مذموم طریق عمل کے عادی تھے۔ اور ان خود سروں نے دوسرے فرماں رواؤں کی طرح علم و فن اور تہذیب و اخلاق کو ترقی دی ایتھنزیوں سے اُن کی آمدنی کے بیسویں حصہ سے زیادہ رقم وصول نہیں کی اور شہر کی تزئین و آرائش کے مہتم بالشان کام انجام دئے۔ اس کے علاوہ امور جنگ کا انصرام اور مندروں کے لئے قربانیوں کی فراہمی کا انتظام خاطر خواہ طور پر کیا۔ بقیہ امور میں انھوں نے شہریوں کو پوری آزادی دے رکھی تھی، جن کو مروجہ قوانین کے مطابق پورے حقوق حاصل تھے۔ البتہ وہ سرکاری عہدوں پر صرف اپنے عزیزوں ہی کا تقرر کرتے تھے۔ ایتھنز کی آرخنی کے عہدہ پر ہر سال ایک شخص کا تقرر ہوتا تھا۔ جو اشخاص اس طرح آرخن بنائے گئے، ان میں ہیپیاس نامی خود سر کا بیٹا پستراتوس بھی تھا۔ اُسے یہ نام اُس کے دادا کے نام پر دیا گیا تھا جس نے اپنے دورِ حکومت میں چوک کے علاقہ میں ایک

قربان گاہ دوازدہ دیوتاؤں کے لئے اور فشیہ کے مندر کے احاطہ میں ایک قربان گاہ اپولو کے لئے وقف کی۔ بعد میں اہل ایتھنز نے چوک کی قربان گاہ کی عمارت میں توسیع کر کے اس کے کتبہ کو مٹا دیا لیکن فشیہ کے احاطہ کا کتبہ اب بھی موجود ہے اگرچہ اس کے حروف بوسیدگی کی وجہ سے صاف نہیں پڑھے جا سکتے۔ کتبہ کی عبارت یہ ہے :—

پستراتوس ابن ہیپیاس نے
اپنے دور آرفنی کی یہ یادگار
اپولو فشیہ کے احاطہ میں قایم کی

یہ واقعہ کہ ہیپیاس بڑا بیٹا تھا جس نے باپ کے انتقال کے بعد عنانِ سلطنت اپنے ہاتھ میں لی ایک مسلمہ امر ہے اور میرے پاس اس کے ثبوت کیلئے قطعی شہادت موجود ہے علاوہ برایں اس واقعہ کی توثیق یوں بھی ہوتی ہے کہ پستراتوس کے بیٹوں میں غالباً وہی ایک صحیح النسب بیٹا تھا جس کے اولاد تھی جیسا کہ قربان گاہ کے کتبہ اور ایتھنز کے اکروپولس میں ایستادہ مینار سے پتہ چلتا ہے جس پر ان خودسروں کے جرایم کی تفصیلات کندہ ہیں۔ اس کتبہ میں تھسالوس یا ہیپارخوس کی اولاد کا کہیں ذکر نہیں ہے لیکن ہیپیاس کے پانچ بچوں کا تذکرہ ہے جن کی ماں کالیاس ابن ہی پیر یکیدس کی بیٹی میرھینے تھی۔ اور یہ فطری بات ہے کہ سب سے پہلے بڑے بیٹے کی شادی ہوئی ہوگی۔ اس کے علاوہ مینار پر اس کا نام باپ کے نام کے بعد ہی درج ہے اور یہ بھی لازمی بات تھی کیونکہ وہ فرزند اکبر اور حکمران خودسر تھا۔ اور میں یہ بھی ہرگز تسلیم نہیں کر سکتا کہ اگر ہیپارخوس برسر اقتدار ہوتا اور اس کے قتل کے بعد اسی روز ہیپیاس اپنا راج قایم کرنے کی کوشش کرتا تو اسے اس قدر آسانی سے کامیابی

نہ ہوتی۔ بلکہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ ایک عرصہ سے رعب داب کے ساتھ حکومت کرتا آیا تھا اور اجیر سپاہی اس کے احکام کی تعمیل کے عادی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے اس مشکل صورت حال پر آسانی سے قابو پالیا اور اُسے وہ دقتیں پیش نہیں آئیں جو کسی اقتدار کے استعمال سے ناآشنا اور ناتجربہ کار چھوٹے بھائی کو پیش آسکتی تھیں۔ جس المناک انجام کی بنا پر ہیپارخوس کی شہرت ہوئی اُس کی بدولت اخلاف خودسری کے اعزاز کو بھی اُسی سے منسوب کرنے لگے۔

اب ہارمودیوس کا حال سنیئے۔ جب ہیپارخوس کی تمناؤں کا خون ہوگیا تو اُس نے ہارمودیوس کو ذلیل کرنے کے لئے یہ چال چلی کہ ایک خاص جلوس میں ٹوکری لے کر چلنے کی اُس کی بہن کو دعوت دی جو ایک نوجوان لڑکی تھی۔ اور جب وہ آئی تو جلوس میں شریک کرنے سے صاف انکار کردیا اور کہا کہ چونکہ اس کا کردار ناپسندیدہ تھا اس لئے اسے دعوت ہی نہیں دی گئی تھی — ہارمودیوس کو اس پر بہت طیش آیا مگر ارسطوجیتون کے لئے تو یہ صورت حال قطعاً ناقابل برداشت ہوگئی۔ چنانچہ اس کے بعد ہی انھوں نے چند ساتھیوں کی مدد سے ایک منصوبہ بنایا اور سارے انتظامات مکمل کرکے پاناتھینائے کے بڑے میلے کی تقریب کا انتظار کرنے لگے کیونکہ وہی ایک دن ایسا ہوتا تھا جب جلوس میں شریک ہونے والے شہری ہتھیار لگا کر ایک دوسرے سے مل سکتے تھے اور اُن پر کوئی شک وشبہ نہیں کیا جاتا تھا۔ انھوں نے آپس میں طے کرلیا تھا کہ ابتدا ارسطوجیتون اور ہارمودیوس کی جانب سے ہوگی لیکن اُس کے ساتھ ہی اُن کے شرکائے کار باڈی گارڈ پر حملہ کردیں گے۔ اس ڈر سے کہ کہیں راز افشا نہ ہوجائے اس سازش میں زیادہ لوگ شریک

نہیں کیے گئے تھے۔ اس کے علاوہ توقع تھی کہ جب یہ معدودے چند سرفروش ہمت وشجاعت کا مظاہرہ کریں گے تو دوسرے لوگ بھی موقع سے فائدہ اٹھا کر غلامی کا طوق نکال پھینکنے کے لئے اپنے ہتھیار استعمال کریں گے۔

بالآخر جب میلہ کا دن آیا تو ہیپاس اپنے باڈی گارڈ کے ساتھ حدود شہر کے باہر سیرامیکوس پہنچ کر جلوس کے مختلف اجزا کی ترتیب و تنظیم کے کام میں مصروف ہو گیا۔ ہارمودیوس اور ارسطوجیتون خنجر لئے موقع کے منتظر تھے کہ اس اثنا میں انھوں نے اپنے ایک شریک راز کو ہیپاس سے، جس کے پاس ہر ایک کی رسائی آسانی سے ہو جاتی تھی، بے تکلف انداز میں گفتگو کرتے دیکھا تو گھبرا گئے اور سمجھا کہ راز فاش ہو گیا اور وہ فوراً گرفتار کر لئے جائیں گے۔ اب وہ چاہتے تھے کہ ہو سکے تو پہلے اس شخص سے انتقام لیں جس نے ان کو ذلیل کیا تھا اور جس کے لئے انھوں نے اس قدر زبردست خطرہ مول لیا تھا۔ چنانچہ وہ فوراً دوڑ کر شہر پناہ کے اندر پہنچ گئے جہاں لیکوریوم کے قریب ہیپارخوس سے مٹ بھیڑ ہوئی تو اس پر بے تحاشہ ٹوٹ پڑے اور پچھاڑ کر قتل کر ڈالا۔ مقام واردات پر تیزی سے مجمع ہو جانے کی وجہ سے ارسطوجیتون فی الفور حفاظتی دستہ کی زد سے بچ گیا لیکن بعد میں اس کو گرفتار کر کے نہایت بے دردی کے ساتھ ہلاک کر دیا گیا۔ اور ہارمودیوس کو تو سپاہیوں نے وہیں ڈھیر کر دیا۔

اس واقعہ کی اطلاع جب ہیپاس کو سیرامیکوس ہی میں ملی تو وہ فوراً مقام واردات کی طرف نہیں بلکہ شریک جلوس مسلح مجمع کی طرف روانہ ہوا جو وہاں سے کچھ دور ہونے کی وجہ سے صورت حال سے ہنوز ناواقف تھا۔ یہاں پہنچنے کے بعد اس نے اپنے آپ کو سنبھال کر، چہرے سے پریشانی کا اظہار کیے بغیر اور ایسے انداز میں کہ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں ایک خاص جگہ کی طرف اشارہ

کر کے حکم دیا کہ ہتھیار رکھ کر شرکائے جلوس وہاں جا کھڑے ہوں۔ لوگ یہ سمجھ کر ہٹ گئے کہ وہ اُن سے خطاب کر کے کچھ کہنا چاہتا ہے۔ اس کے بعد اُس نے اجیر سپاہیوں کو ہتھیار اٹھا لینے کی ہدایت دی اور فوراً ان لوگوں کا پتہ چلایا جو اُس کی رائے میں مجرمانہ عزائم رکھتے تھے چنانچہ ان سب کے پاس سے خنجر برآمد ہوئے حالانکہ جلوس میں عام طور پر برچھا اور ڈھال لے کر چلنے کا رواج تھا۔

اس طرح ہارموڈیوس اور ارسطوجیتون کی محبت کی توہین کی گئی تو انھوں نے پہلے سازش کی اور بعد میں حالات سے سراسیمہ ہو کر وہ ناعاقبت اندیشانہ اقدام کیا جس کی تفصیل بیان کی جا چکی ہے۔ اس کے بعد خود سر نظام حکومت نے ایتھنزیوں پر اپنی گرفت کو زیادہ مضبوط کر دیا اور ہیپاس نے جو اب زیادہ خایف ہو گیا تھا، بہتیرے شہریوں کو موت کے گھاٹ اُتارا اور ساتھ ہی انقلاب کی صورت میں سر چھپانے کے لئے بیرون ملک کے علاقوں پر نظریں دوڑانے لگا۔ اس طرح خود ایتھنزی ہونے کے باوجود اُس نے اپنی بیٹی آرکےدائیکے کا بیاہ آئنٹے تیدیس نامی لامپساکینے سے کر دیا جو لامپساکوس کے خود سر حاکم کا بیٹا تھا کیونکہ داریوس پر ان کا بہت اثر تھا۔ اور لامپساکوس میں اُس کی قبر موجود ہے جس پر حسب ذیل کتبہ نصب ہے:—

یہ آرکےدائیکے کا مزار ہے
جو ہیپاس کی بیٹی تھی اور جس کا وطن ایتھنز ہے
کبر و نخوت اُس کو چھو کر بھی نہیں گئی تھی
اگرچہ اُس کا باپ اُس کا شوہر اور اُس کا بھائی سب
بادشاہ تھے۔

اس کے تین سال بعد تک ہیپاس نے ایتھنزیوں پر حکومت کی جس کے بعد لاکے ڈیمونو اور الکمایونیدائے نے جس کو جلاوطن کر دیا تھا، اُسے معزول کر دیا تو وہ صحیح و سالم سگیوم چلا گیا اور وہاں سے لامپساکوس میں آئن تیدیس کے پاس پہنچ کر داریوس کے پاس چلا گیا۔ اور اس کے بیس سال بعد کبرسنی میں ایرانیوں کے ساتھ ماراتھون آیا۔

یہ سارے واقعات ایتھنزیوں کے ذہن میں تھے اور اس کے علاوہ بہت سی دوسری سنی سنائی باتوں کے پیش نظر ایتھنزیوں کا رویہ نہایت درشت ہو گیا تھا اور انھیں اسرار مذہبی کی توہین کے مبینہ ملزموں پر طرح طرح کے شبہات ہونے لگے تھے۔ اور اُن کو خیال ہو چلا تھا کہ یہ سارے واقعات عدیدیت اور شاہی کے طرف داروں کی سازش سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس غم و غصہ کی فضا میں کئی معزز شہری جیلوں میں بند کر دئے گئے تھے لیکن اس کے باوجود عوام کی جھلاہٹ کم ہونے کی بجائے روز بروز بڑھتی اور زیادہ بھیانہ شکل اختیار کرتی جا رہی تھی۔ چنانچہ مزید شہریوں کی گرفتاری عمل میں آئی یہاں تک کہ ایک ملزم کو جو زیر حراست تھا اور جو سب سے زیادہ موردِ الزام سمجھا جاتا تھا ساتھ کے ایک قیدی نے ترغیب دی کہ وہ اصل واقعات کا انکشاف کر دے۔ یہ بیان حقیقت پر مبنی تھا یا نہیں اس بارے میں اختلاف رائے ہے کیونکہ نہ تو ارتکاب جرم کے وقت کسی کو پتہ چل سکا اور نہ اس کے بعد معلوم ہو سکا کہ یہ حرکت دراصل کس کی تھی۔ بہر حال حقیقت حال کچھ بھی ہو ساتھ کے قیدی نے مختلف دلیلوں سے اُسے قایل کر دیا کہ اگر اس نے اس جرم کے ارتکاب میں حصہ لیا ہو تو بھی مصلحت کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ بریت کا وعدہ لے کر اپنی جان

بچائے اور یہ کہ اُس کے انکشاف کی وجہ سے شہر کی شک و شبہ سے مکدر فضا بھی صاف ہو جائے گی۔ انکشاف کا مشورہ دینے والے نے اس امر پر زور دیا کہ بریت کا وعدہ لے کر اعتراف جرم کرنا انکار جرم سے بہتر ہوگا کیوں کہ اول الذکر صورت میں سلامتی کا جتنا یقین ہو سکتا ہے اتنا یقین عدالت میں مقدمہ چلائے جانے کی صورت میں نہیں ہو سکتا۔ اس مشورہ پر عمل کر کے اُس نے ہرمیس دیوتا کی مورتیوں کو مسخ کرنے کی کارروائی کی تفصیلات بیان کیں اور چند لوگوں کے نام بتائے جن کے ساتھ وہ خود بھی ارتکاب جرم میں شریک تھا۔ ایتھنزی عوام جو سازش کا پتہ نہ چل سکنے کی وجہ سے سخت جھلائے ہوئے تھے، بہت خوش ہوئے کہ بالآخر حقیقت حال کا پتہ چل گیا۔ انھوں نے فوراً اس مخبر کو اور اس کے علاوہ اُن تمام افراد کو بھی بری کر دیا جن کے خلاف اس بیان میں کوئی بات نہیں بتائی گئی تھی۔ اس کے بعد عدالتی کارروائی کر کے جتنے بھی ملزم ہاتھ آئے ان کو قتل کی سزا دی گئی اور جو افراد فرار ہو گئے ان کی گرفتاری یا قتل کے لئے انعام مقرر کیا گیا۔ اگرچہ اس خصوص میں یہ پتہ نہیں چل سکا کہ جن افراد کو موت کی سزا دی گئی وہ حق بجانب تھی یا نہیں لیکن اس میں شک نہیں کہ اس سے شہر کی فضا فی الفور پر سکون ہو گئی۔

اب ہم پھر الکی بیادیس کے حال کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ عوام اُس کے سخت خلاف ہو گئے تھے کیونکہ مہم پر روانگی سے پہلے جو لوگ مخالف ہو گئے تھے وہ عوام کے جذبات کو برابر بھڑکا رہے تھے اور اب جو ایتھنزیوں کی دانست میں ہرمیس سے متعلقہ واقعات کی اصلیت بے نقاب ہو چکی تو پہلے سے زیادہ یقین ہو گیا کہ اسرار مذہبی کی توہین سے متعلقہ واقعات بھی

جس کا الزام الکی بیادیس پر عاید کیا گیا تھا عمومیت کا تختہ الٹنے کی سازش سے تعلق رکھتے ہیں۔ اتفاقاً انہی دنوں جب کہ عوام میں بے چینی پھیلی ہوئی تھی لاکے دیمونی فوج کا ایک چھوٹا سا دستہ بولیشیہ والوں کے ساتھ ایک مشترکہ منصوبہ کے مطابق خاکنائے تک بڑھ آیا تو ایتھنزیوں کو شبہ ہوا کہ اس میں بھی الکی بیادیس کا ہاتھ تھا اور یہ کہ اگر بروقت اطلاع نہ ملتی اور سازشی گرفتار نہ کر لئے جاتے تو شہر دشمن کے حوالہ ہو جاتا۔ شہری اس قدر خوف زدہ ہوئے کہ انھوں نے ایک رات مسلح ہو کر تھیسیوس کے مندر کے احاطہ میں گزاری۔ انہی دنوں آرگوس میں الکی بیادیس کے دوستوں پر شبہ ہوا کہ وہ عوام پر حملہ کرنے کی فکر کر رہے ہیں اور جو آرگوسی یرغمال جزایر میں زیر حراست تھے انھیں ایتھنزیوں نے موت کے گھاٹ اتارنے کے لئے آرگوسی عوام کے حوالہ کر دیا۔ غرض ہر جگہ الکی بیادیس پر شبہ کرنے کا کوئی نہ کوئی سبب ضرور نکل آیا۔ اس لئے طے کیا گیا کہ اس کے خلاف عدالتی کارروائی کر کے قتل کر دیا جائے اور سلامانیہ نامی جہاز سسلی بھجوایا گیا تاکہ الکی بیادیس اور دوسرے ملزموں کو ایتھنز لایا جائے۔ ساتھ ہی یہ ہدایت کر دی گئی کہ اسے گرفتار نہ کیا جائے بلکہ واپس آکر صفائی پیش کرنے کی خواہش کی جائے کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ فوجی حلقوں میں کوئی بے چینی پیدا نہ ہو اور دشمن سسلی میں اس صورت حال سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔ اور سب سے بڑی فکر یہ لگی تھی کہ کہیں من تی نی اور آرگوسی دستے ساتھ نہ چھوڑ دیں جو ایتھنزیوں کے خیال کے مطابق الکی بیادیس کے اثر کے تحت مہم میں شریک ہوئے تھے۔ احکام کے مطابق الکی بیادیس خود اپنے جہاز میں سسلی سے واپس ہوا۔ اس نے دوسرے ملزموں کو بھی جن کی طلبی ہوئی تھی اپنے ساتھ لے لیا اور سلامانیہ کے ہمراہ اس طرح روانہ ہوا جیسے ایتھنز واپس

جا رہا تھا۔ یہ لوگ تھورائی تک اس طرح ساتھ ساتھ گئے اُس کے بعد الکی بیادیس اور اُس کے ساتھی جہاز چھوڑ کر چپکے سے کسی طرف نکل گئے کیونکہ عوام کے انتہائی جذبۂ مخالفت کی بنا پر انھیں خوف تھا کہ مقدمہ میں کامیابی نہیں ہو سکے گی۔ سلامانیہ کے جہازیوں نے کچھ عرصہ تک اِدھر اُدھر تلاش کی لیکن جب ملزم نظر نہیں آئے تو ایتھنز کے لئے روانہ ہو گئے۔ ایتھنز کے قانون کی اس طرح خلاف ورزی کرنے کے کچھ ہی عرصہ بعد الکی بیادیس ایک کشتی میں سوار ہو کر پلوپونیز کے علاقہ میں داخل ہو گیا اور ایتھنزیوں نے اُس کی اور اس کے ہمراہیوں کی عدم موجودگی میں ان کے لئے موت کی سزا تجویز کی۔

بیسواں باب

جنگ کا سترھواں اور اٹھارھواں سال۔ ایتھنزی افواج کی بے عملی۔ الکی بیادیس اسپارٹا میں۔ سرقوسہ کا محاصرہ

سسلی میں اب جو ایتھنزی سپاہ سالار باقی رہ گئے انھوں نے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور قرعہ کے ذریعہ یہ طے کرنے کے بعد کہ کونسا حصہ کس کے تحت رہے ساری فوج کے ساتھ سلی نوس اور ایگستہ کی طرف روانہ ہوئے وہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ ایگستائی موعودہ رقم دیں گے یا نہیں۔ اس کے علاوہ سلی نوس کی صورت حال کا جائزہ لینا اور یہ دیکھنا مقصود تھا کہ ایگستہ سے اس کی لڑائی کس نوبت پر ہے۔ سسلی کے کنارے کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ کر جب کہ ساحل سمندر ان کے بائیں ہاتھ کی طرف تھا خلیج تیرمینے کے قریب پہنچ کر انھوں نے ہمیرا پر لنگر ڈال دیے جس کے سوائے اس نواح میں کوئی یونانی شہر نہیں تھا۔ لیکن جب شہر والوں نے داخلہ کی اجازت نہیں دی تو ناچار آگے بڑھ گئے۔ راستہ میں ہیکارا پر قبضہ کر لیا جو ایک نہایت چھوٹی سی سکانیائی بندرگاہ ہونے کے باوجود ایگستہ سے برسر پیکار تھی

اور باشندوں کو غلام بنا کر انھوں نے ایگستا یوں کے حوالہ کر دیا جن کے چند سوار دستے ان کے ساتھ ہو گئے تھے۔ اس کے بعد ایتھنزی فوج صقالیوں کی حدود میں سے گزر کر قطانہ تک آگے بڑھ گئی۔ ساتھ ہی بحری بیڑا بھی گرفتار شدہ غلاموں کو لے کر کنارے کنارے سفر کر کے اسی مقام کو پہنچ گیا۔ اس اثنا میں نکیاس ہیکارا سے ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ روانہ ہو کر ایگستہ پہنچ گیا اور تیس تالنت وصول کرنے اور دوسرے امور طے کرنے کے بعد لوٹ کر لشکر سے آملا۔ اس کے بعد انھوں نے غلاموں کو فروخت کر کے ایک سو بیس تالنت حاصل کئے اور اپنے صقالی حلیفوں سے ربط پیدا کر کے فوجی دستے فراہم کرنے پر زور دیا۔ ساتھ ہی ایتھنزی خود اپنے لشکر کے نصف حصہ کے ساتھ ہیبلہ کی بلدیہ کے خلاف روانہ ہوئے جو گیلہ کے علاقہ میں واقع ہے لیکن اس پر قبضہ کرنے میں کامیابی نہیں ہوئی۔

اب موسم گرما ختم ہو گیا۔ اس کے بعد اوائل سرما میں ایک طرف ایتھنزیوں نے سرقوسہ پر چڑھائی کی تیاری شروع کی تو دوسری طرف سرقوسی آگے بڑھ کر اُن پر حملہ کرنے کی تیاریاں کرنے لگے۔ شروع شروع میں سرقوسی بہت پریشان تھے کیونکہ اُن کو فوری حملہ کا سخت اندیشہ تھا لیکن جب ایتھنزیوں نے کچھ عرصہ تک حملہ نہیں کیا تو روز بروز پریشانی کم ہوتی گئی اور ہمت و جرات عود کر آئی۔ اور جب انھوں نے ایتھنزیوں کو اپنے ملک سے دور سسلی کی دوسری جانب جانے اور ہیبلہ کی چڑھائی میں بری طرح ناکام ہوتے دیکھا تو اُن کا رہا سہا رعب بھی باقی نہیں رہا۔ اور اب سپاہیوں کے دل اس قدر بڑھ گئے کہ انھوں نے سپاہ سالاروں سے کہا کہ چونکہ دشمن ہماری طرف نہیں آرہا ہے اس لئے ہمیں اقدام کر کے قطانہ تک آگے بڑھنا چاہیے۔ اس کے علاوہ

سرقوسی سوار دستے جو فوجی دیکھ بھال کے کام پر مقرر تھے بسا اوقات ایتھنزی لشکر گاہ کے قریب پہنچکر فقرے کستے اور کہتے "ایسا معلوم ہوتا ہے آپ لوگ لیونتی نیوں کو دوبارہ آباد کرنے کے لیے نہیں بلکہ اس سرزمین میں سرقوسیوں کے ساتھ خود آباد ہونے کے لئے آئے ہیں"۔

اس صورت حال کے پیش نظر ایتھنزی اب اس فکر میں تھے کہ کسی نہ کسی طرح سرقوسی فوجوں کا بیشتر حصہ باہر نکل کر شہر سے کافی دور آگے بڑھ جائے تو وہ رات کی تاریکی میں ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ اپنے جہازوں کو آگے بڑھا کر اطمینان کے ساتھ کسی موزوں مقام پر اپنا مورچہ بنا لیں۔ وہ محسوس کرتے تھے کہ سرقوسہ میں فوجوں کی موجودگی میں جہازوں سے اتر کر یا کھلے طور پر بری راستہ سے سفر کر کے شہر کے قریب موزوں مقام تک پہنچنا ممکن نہیں ہو سکے گا۔ اور اگر انھوں نے اس کی کوشش کی تو سرقوسہ کے بے شمار سوار (ایتھنزی لشکر میں سواروں کا کوئی دستہ نہیں تھا) ہلکے ہتھیار بند پیادوں اور لشکریوں کی کثیر تعداد کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچائیں گے۔ لیکن اگر اس منصوبہ میں کامیابی ہو گئی تو ایتھنزی فوج بڑھ کر ایسے مقام پر پہنچ سکے گی جہاں سرقوسی سوار کوئی قابل ذکر نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ بعض جلاوطن سرقوسی افراد نے اولمپیوم کے قریب ایک ایسی جگہ کی نشاندہی بھی کی تھی جہاں بعد میں ایتھنزی لشکر پہنچ گیا۔ اس منصوبہ کو پورا کرنے کے لئے سپاہ سالاروں نے یہ ترکیب کی کہ اپنے ایک بہی خواہ کو جسے سرقوسی سپاہ سالار بھی اپنا بہی خواہ سمجھتے تھے، شہر بھجوایا۔ وہ قطانہ کا رہنے والا تھا اور اس نے ایسے افراد کا حوالہ دیا جن کے ناموں سے سپاہ سالار واقف تھے اور جانتے تھے کہ وہ اُن کے فریق کے باقی ماندہ افراد میں سے تھے، اور کہا کہ ایتھنزی فوجوں نے اپنے ہتھیار

شہر سے کچھ دور ایک مقام پر رکھ کر رات شہر کے علاقہ میں گزاری اور یہ کہ اگر سرقوسی ایک دن مقرر کر کے اپنی ساری فوج کے ساتھ گجردم آکر ایتھنزیوں کے سلاح خانہ پر دھاوا کریں تو شہر میں سرقوسیوں کے جو دوست موجود ہیں وہ شہر پناہ کے دروازے بند کر کے ایتھنزی سپاہیوں کو باہر نہیں نکلنے دیں گے اور اُن کے جہازوں میں آگ لگا دیں گے۔ سرقوسی فوج اس صورت حال سے فائدہ اٹھا کر آسانی سے ایتھنزیوں کے چوبی مورچہ کو توڑ کر اُن کے ہتھیاروں پر قبضہ کر سکے گی۔ اس مقصد کی تکمیل میں کئی قطانیوں سے بھی مدد ملے گی جو ضروری اقدام کرنے کے لئے ہر طرح تیار بیٹھے ہیں اور جن کے گروہ سے خود اس کا بھی تعلق ہے۔

سرقوسی سپاہ سالاروں نے جن میں خود اعتمادی کی کمی نہیں تھی اور جو اس کے بغیر بھی قطانہ کو کوچ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے اس شخص کی باتوں کو زیادہ جانچ پڑتال کئے بغیر سچ مان لیا اور فوراً کوچ کے لئے ایک دن مقرر کر کے اُسے واپس بھجوا دیا۔ اور جب سلی نوسی اور دوسرے حلیف آگئے تو ساری سرقوسی فوج مقررہ وقت سے پہلے قطانہ کے لئے روانہ ہوئی اور اس نے رات لیونتی نی کے علاقہ میں دریائے سمائے تھوس کے کنارے بسر کی۔ اُدھر ایتھنزی ان کی آمد کی اطلاع پاتے ہی اپنی ساری فوج اور اُن صقالیوں اور دوسرے افراد کو لے کر، جو لشکر میں آملے تھے، جہازوں اور کشتیوں میں سوار ہو کر رات کے وقت سرقوسہ کے لئے روانہ ہوئے۔ پو پھٹنے تک یہ بیڑا اولمپیوم کے بالمقابل ساحل پر پہنچ کر اُس مقام پر قبضہ کرنے کی تیاری میں مصروف ہوگیا جو خیمے نصب کرنے کے لئے منتخب کیا گیا تھا۔ سرقوسی سواروں کا رسالہ پہلے قطانہ گیا اور جب وہاں پتہ چلا کہ سارا بیڑا وہاں سے جا چکا ہے تو لوٹ کر

پیادہ فوج کو صورت حال سے مطلع کیا جس کے بعد یہ ساری فوج شہر سرقوسہ کی مدد کے لئے ایک ساتھ واپس ہوئی ۔

شہر کو واپس پہنچنے کے لئے سرقوسی فوجوں کو کافی طویل مسافت طے کرنی تھی اور اس کی وجہ سے جو مہلت ملی اُس سے فائدہ اٹھا کر ایتھنزی ایک موزوں مقام پر پہنچ گئے جہاں سے وہ جب چاہتے دشمن پر حملہ کر سکتے تھے اور جہاں حملہ سے پہلے یا لڑائی کے دوران میں سرقوسی رسالے اُن کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے کیونکہ اُن کا ایک بازو دیواروں، مکانوں، درختوں اور دلدل کی وجہ سے محفوظ ہو گیا تھا اور دوسرے بازو پر چٹانیں تھیں ۔ اس کے علاوہ وہ آس پاس کے درختوں کو کاٹ کر ساحل پر اپنے جہازوں کے قریب لے گئے اور ان کی حفاظت کے لئے لکڑی کی باڑ بنائی اور داسکون میں جہاں سے دشمن کے حملہ کا سب سے زیادہ خوف تھا پتھر اور لکڑی اکھٹی کر کے تیزی سے ایک مورچہ بنایا اور اناپوس پر جو پل تھا اُسے منہدم کر دیا۔ شہر والو نے ایتھنزیوں کے ان کاموں میں رکاوٹ ڈالنے کے لئے کوئی کاروائی نہیں کی ۔ سب سے پہلے جو دشمن نظر آئے وہ سرقوسی سواروں کے دستے تھے جن کے پیچھے کچھ عرصہ بعد ساری پیدل فوج بھی وہاں پہنچ گئی ۔ پہلے تو وہ ایتھنزی لشکر کے قریب تک آگئے لیکن جب دیکھا کہ دشمن لڑائی کے لئے آگے بڑھنا نہیں چاہتا تو ہیلورین کی شاہ راہ کو عبور کر کے رات وہیں بسر کی ۔

دوسرے روز ایتھنزیوں اور اُن کے حلیفوں نے لڑائی کی تیاری شروع کی ۔ ان کی فوج کی ترتیب یہ تھی کہ میمنہ میں آرگوسی اور منتی نی دستے اور قلب لشکر میں ایتھنزی سپاہی تھے ۔ اور بقیہ صفوں میں اُن کے حلیف شریک تھے ۔ انھوں نے اپنی فوج کے نصف حصہ کو خیموں سے کچھ دور کھڑا کیا

اور صفوں کا عمق آٹھ سپاہیوں کا رکھا۔ بقیہ آدھی فوج خیموں کے پاس مربع کی شکل میں کھڑی کی گئی اور یہاں بھی ہر صف میں آٹھ سپاہی ایک دوسرے کے پیچھے رکھے گئے تھے۔ اور ان کو حکم تھا کہ چاروں طرف نظر رکھیں اور جس مقام پر بھی دشمن کا دباؤ بڑھ جائے وہاں فوراً مدد کے لئے جائیں۔ بہیر و بنگاہ مربع کے درمیان خالی حصہ میں تھے۔ اُدھر سرقوسیوں نے اپنے بھاری ہتھیار بند پیادوں کی صفوں کا عمق سولہ سپاہیوں کا رکھا یہ سپاہی خود ان کے شہری یا حلیف تھے اور ان میں سب سے زیادہ طاقتور دستہ سلی نُنتی نیوں کا تھا۔ ان کے بازو گیلہ کی سوار فوج تھی جس کی جملہ تعداد دو سو تھی اور جن کے ساتھ کامارینہ کے تقریباً بیس سوار اور پچاس تیر انداز بھی تھے۔ ان کے سیدھے ہاتھ پر سرقوسی سوار فوج تھی جس کی تعداد بارہ سو تھی اور ان کے بازو گوپھنئے تھے۔ ایتھنزی حملہ کے آغاز سے کچھ دیر پہلے صفوں کے پاس سے گزرتے ہوئے نکیاس نے ایتھنزی اور حلیف سپاہیوں کو مخاطب کر کے حسب ذیل تقریر کی:۔

”سپاہیو! ہم سب ایک مشترک مقصد کے لئے دوش بدوش لڑ رہے ہیں اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو جنگ پر ابھارنے کے لئے کسی طول طویل تقریر کی ضرورت نہیں ہے۔ ہماری طاقت اور تعداد ہی ہمارا دل بڑھانے کے لئے کافی ہے۔ فوج تو کمزور ہو لیکن قوت تقریر کے ذریعہ سپاہیوں کی ہمت افزائی کی کوشش کی جائے تو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ ہماری صفوں میں آرگوسی منتی نی، ایتھنزی اور جزائر کے منتخب سورما شامل ہیں۔ فوج کی اس کثرت تعداد اور بہادر سپاہیوں کی موجودگی کے باوجود اگر ہمیں فتح کا یقین نہ ہو تو یہ واقعی اچنبھے کی بات ہوگی، خاص کر جب کہ ہمارے منتخب دستوں کا مقابلہ بھرتی کے رنگروٹوں سے ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ سلی والے

چاہے ہم کو حقیر سمجھتے ہوں لیکن وہ ہمارے آگے ٹھیر نہیں سکتے۔ وہ خطرہ کا خیال کئے بغیر میدان میں تو اتر آئے ہیں لیکن کامیابی کے لئے جس مہارت کی ضرورت ہے اُس سے وہ محروم ہیں۔ یہ بھی یاد رکھئے کہ ہم اپنے وطن سے کوسوں دور ہیں اور آس پاس کوئی ایسا ملک بھی نہیں ہے جس سے ہمارے دوستانہ تعلقات ہوں۔ اس لئے جب تک آپ تلوار کے زور سے کسی ملک کو اپنا طرف دار نہ بنائیں اس سرزمین میں کوئی آپ کی مدد نہیں کرے گا۔ آپ جس مقصد کے لئے لڑ رہے ہیں اُس کے بالکل برعکس مقصد دشمن کے پیش نظر ہے۔ وہ اپنے وطن کے لئے لڑ رہا ہے اور ہم ایک ایسے ملک کے لئے نبرد آزمائی کر رہے ہیں جو ہمارا نہیں ہے۔ اگر فتح نہ ہو تو ہم میدان کارزار سے جان بچا کر بھاگ بھی نہیں سکیں گے کیونکہ دشمن کے انگنت سواروں کے تعاقب سے بچنا مشکل ہو جائے گا۔ ہم جن مشکلات میں گھرے ہوئے ہیں وہ دشمن کے حملہ سے زیادہ خطرناک ہیں اس لئے ہمیں چاہئے کہ اپنی شہرت کا خیال رکھیں اور جرات کے ساتھ آگے بڑھ کر دشمن پر وار کریں۔"

اس تقریر کے بعد نکیاس نے فوراً فوج کو حملہ کا حکم دیا۔ سرقوسی اس خیال میں تھے کہ اتھنزی فوراً اقدام نہیں کریں گے چنانچہ ان کے چند سپاہی صفیں چھوڑ کر شہر چلے گئے تھے جو پاس ہی تھا۔ اب جو حملہ کا آغاز ہوا تو وہ دوڑے ہوئے واپس آکر کسی نہ کسی صف میں شریک ہو گئے۔ سرقوسیوں میں جوش و جذبہ یا ہمت کی کوئی کمی نہیں تھی چنانچہ انھوں نے ہر معرکہ میں دلیری کا ثبوت دیا لیکن جرات اور جذبہ کے باوجود فوجی مہارت کی کمی کی وجہ سے جب کبھی دشمن کا پلہ بھاری ہو جاتا اُن کی ہمت جواب دے دیتی تھی۔ اس خاص موقع پر وہ نہیں سمجھتے تھے کہ حملہ کی کارروائی اس قدر جلد شروع ہو جائے گی اور اگرچہ بچاؤ کا انتظام کرنے کیلئے کافی مہلت نہیں ملی اس کے باوجود وہ فوراً مقابلہ کے لئے آگے بڑھ گئے۔

پہلے جانبین کے سنگ اندازوں، گوپھنیوں اور تیر اندازوں نے ایک دوسرے پر وار کیا اور جیسا کہ ہلکے ہتھیار بندوں کی لڑائی میں ہوا کرتا ہے کبھی اِدھر بھگدڑ مچی تو کبھی اُدھر۔ اس کے بعد حسب معمول کاہنوں نے قربانیاں پیش کیں اور ترمچیوں نے بھاری ہتھیار بندوں کو حملہ کا اشارہ کیا۔ اب دونوں طرف کے پیادے ایک دوسرے سے بھڑ گئے۔ سرقوسی اپنے ملک کی حفاظت کے لئے لڑ رہے تھے اور اُن کے ہر ایک سپاہی کو فی الفور ذاتی سلامتی اور آئندہ آزادی کی برقراری کی فکر تھی۔ دوسری طرف اتھنزی ایک غیر ملک پر قبضہ کرنے کیلئے نبرد آزمائی کر رہے تھے۔ وہ شکست سے بچنا چاہتے تھے تاکہ اس سے اُن کے وطن کو نقصان نہ پہنچے۔ آرگوسی اور آزاد حلیف اتھنزیوں کو اُن کے مقاصد کے حصول میں مدد دے رہے تھے تاکہ فتح کے بعد وطن لوٹنا نصیب ہو۔ اور محکوم حلیف زیادہ تر بقائے ذات کے لئے لڑ رہے تھے جس کی توقع فتح کی صورت ہی میں ہو سکتی تھی۔ ساتھ ہی یہ توقع بھی تھی کہ اتھنزیوں کو ایک اور فتح حاصل کرنے میں مدد دی جائے تو ممکن ہے آئندہ محکوم اتحادیوں کے ساتھ بہتر سلوک کیا جائے۔

اب فوجیں ایک دوسرے سے بھڑ گئیں اور دیر تک گھمسان کا رن پڑا جس میں کوئی فریق بھی پسپا نہیں ہوا۔ اس کے بعد یکایک آسمان پر بجلی چمکی اور کڑک اور گرج کے ساتھ طوفانی بارش شروع ہوئی۔ ناتجربہ کار سپاہی جو پہلی دفعہ میدان جنگ میں آئے تھے طوفان کی وجہ سے خوف زدہ ہو گئے لیکن تجربہ کار سپاہی اس طوفان سے دہشت زدہ نہیں ہوئے۔ مگر ان تجربہ کار سپاہیوں کو دشمن کی پامردی اور استقلال نے پریشان کر دیا۔ آخر کار آرگوسیوں نے سرقوسیوں کے میمنہ میں رخنہ ڈال دیا جس کے بعد اتھنزیوں نے اس دستہ کو پسپا کر دیا جو اُن سے جم کر مقابلہ کر رہا تھا۔ اس طرح سرقوسی فوج دو حصوں میں

تقسیم ہو کر فرار ہونے پر مجبور ہو گئے۔ ایتھنزیوں نے اُن کا دور تک پیچھا نہیں کیا کیونکہ سرقوسی سوار دستوں نے انھیں آگے بڑھنے نہیں دیا۔ اور جب کبھی بھاری ہتھیار بند پیادے مفروروں کے تعاقب میں آگے بڑھتے تو یہ سوار اُن پر حملہ کرکے پیچھے ڈھکیل دیتے تھے۔ اس کے باوجود فاتحین کے سارے دستوں نے مل کر جتنی دور تک بھی ممکن ہوا دشمن کا تعاقب کیا اور اس کے بعد لوٹ کر فتح کی یادگار نصب کی۔ سرقوسی بالآخر ہیلوورین کی شاہراہ پر اکھٹے ہوئے جہاں انھوں نے اپنی شکستہ صفیں ممکنہ حد تک درست کیں اور اپنے شہریوں کا ایک محافظ دستہ اولمپیوم کو بھی روانہ کیا کیونکہ اُن کو اندیشہ تھا کہ کہیں ایتھنزی وہاں پہنچکر زر و جواہر پر قبضہ نہ کرلیں۔ بقیہ فوج شہر کو واپس چلی گئی۔

لیکن ایتھنزی اولمپیوم کے مندر کی طرف نہیں گئے بلکہ اپنے مقتولوں کی لاشیں اکھٹی کرکے نذر آتش کرنے میں مصروف رہے اور رات میدان جنگ ہی میں گزاری۔ دوسرے روز انھوں نے عارضی صلح کے تحت دشمن کو اس کے ہیلوکین کی لاشیں حوالہ کردیں۔ ان میں تقریباً دو سو ساٹھ سرقوسی اور ان کے حلیفوں کی لاشیں تھیں۔ اور اس کے بعد اپنے مقتولین کی ہڈیاں سمیٹ کر جن میں تقریباً پچاس ایتھنزی اور ان کے حلیف سپاہی تھے اور جو مال غنیمت ہاتھ آیا تھا اُسے اکھٹا کرکے سمندری راستہ سے قطانہ لوٹ گئے۔ اب موسم سرما شروع ہو چکا تھا اور انھوں نے محسوس کیا کہ جب تک ایتھنز سے گھوڑے نہ منگوائے جائیں اور سسلی کے حلیفوں کے ذریعہ گھوڑے حاصل نہ کیے جائیں سرقوسی سواروں کا مقابلہ ممکن نہیں ہوگا اس لئے اب شہر سرقوسہ کے پاس ٹھیر کر لڑائی جاری نہیں رکھی جا سکتی۔ اس کے علاوہ سسلی میں رقومات جمع کرنے اور ایتھنز منگوانے کی ضرورت بھی محسوس کی گئی۔ اور یہ بھی ضروری معلوم ہوا کہ لڑائی میں فتح کے بعد جن حلقوں کے

ایتھنز کی جانب مائل ہونے کی توقع دکھائی دیتی تھی اُن کی حمایت جلد از جلد حاصل کی جائے اور موسم بہار میں سرقوسہ کے خلاف مہم کا دوبارہ آغاز کرنے کے لئے غلہ اور دوسرا ضروری سامان فراہم کیا جائے۔

متذکرہ بالا مقاصد کی تکمیل کی غرض سے وہ سرما گزارنے کیلئے ناکسوس اور قطانیں کی سمت روانہ ہوئے۔ اس عرصہ میں سرقوسیوں نے اپنے مقتول سپاہیوں کی لاشوں کو نذر آتش کرنے کے بعد مجلس عوام کا ایک اجلاس منعقد کیا جس میں ہرموکراتیس ابن ہرمون نے تقریر کر کے حاضرین کی ہمت افزائی کی۔ ہرموکراتیس نہ صرف عام امور کے انصرام کی غیر معمولی اہلیت رکھتا تھا بلکہ میدان جنگ میں بھی غیر معمولی شجاعت اور قابلیت کا ثبوت دے چکا تھا۔ اُس نے عوام سے کہا کہ جو کچھ ہوا ہے اُس کی بنا پر اپنے ارادوں سے باز نہ آئیں کیونکہ شکست ہمت و جرات کی کمی کی وجہ سے نہیں بلکہ نظم و ضبط کی خرابی کی بنا پر ہوئی ہے۔ تاہم اُس بری طرح شکست نہیں ہوئی جس کا اندیشہ ہو سکتا تھا کیونکہ فن حرب میں ان کی حیثیت نوآموزوں کی ہے اور میدان جنگ میں یونان کے ماہر اور آزمودہ کار سپاہیوں کے مقابلہ میں گویا عام شہری لڑ رہے تھے۔ خرابی کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ سپاہ سالاروں کی تعداد زیادہ تھی (سرقوسی فوج میں پندرہ سپاہ سالار تھے) جس کی وجہ سے ہر طرف احکام کی بھرمار ہو رہی تھی، صفوں میں ابتری پھیل گئی تھی اور سپاہی احکام کی خلاف ورزی کر رہے تھے۔ لیکن اب اگر وہ صرف اہل افراد کو سپاہ سالار بنائیں اور اس موسم سرما کو اپنے بھاری ہتھیار بند پیادوں کو فوجی تربیت دینے میں صرف کریں اور جو پیادے نہتے ہیں اُن کے لئے ہتھیار فراہم کریں تاکہ مسلح فوج کی تعداد بڑھے اور سپاہیوں کو عام طور پر باقاعدہ تربیت پابندی سے حاصل کرنے پر مجبور کریں تو بہت ممکن ہے کہ دشمن کو شکست دینے میں کامیابی ہو سکے کیونکہ ہمت و شجاعت کی

صفات تو سپاہیوں میں موجود ہیں۔ رہا میدان جنگ میں نظم و ضبط کا سوال، وہ فنی تربیت کی بدولت حل ہو جائے گا۔ درحقیقت یہ دونوں صفات بیک وقت نکھر جائیں گی کیونکہ ایک طرف خطرہ کا احساس سپاہی کو نظم و ضبط کا خوگر بنائے گا تو دوسری طرف فن حرب کی مہارت سے پیدا شدہ خود اعتمادی سے اس کی جرات بھی بڑھ جائے گی۔ سپاہ سالاروں کی تعداد کم ہو۔ ان کو پورے اختیارات دے دیئے جائیں اور کمان داری سے متعلقہ جملہ امور کا مختار کل بنا کر کسی قسم کی دخل اندازی نہ کرنے کا حلف اٹھایا جائے تو کوئی راز فاش نہیں ہوگا، تمام تیاریاں مناسب طریقہ پر ہو سکیں گی اور کسی کو عذر و حیلہ کرنے کا موقع نہیں مل سکے گا۔

سرقوسیوں نے تقریر سننے کے بعد اُن تمام امور کی منظوری دی جن کا اُس نے مشورہ دیا۔ اور تین افراد کو سپاہ سالاری کے لئے منتخب کیا۔ ان میں سے ایک تو خود ہرموکراتیس تھا اور دوسرے دو کے نام ہراکلیدیس ابن لسی ماخوس اور سکانوس ابن اگزیکیتیس تھے۔ انھوں نے حلیفوں سے فوجی امداد طلب کرنے کیلئے کورنتھ اور لاکے دیمون کو ایلچی بھی بھجوائے اور لاکے دیمونیوں کو اس امر پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ وہ سرقوسہ کے مفاد کو پیش نظر رکھ کر ایتھنز سے کھلے طور پر لڑائی شروع کر دیں تاکہ اس کی وجہ سے یا تو ایتھنزی لشکر سسلی سے واپسی پر مجبور ہو جائے یا ایتھنز سسلی میں اپنی فوج کے لئے امدادی دستے آسانی سے نہ بھجوا سکے۔

اب ایتھنزی بیڑا فوراً مسینہ روانہ ہوا کیونکہ انھیں امید تھی کہ شہر کو غداروں کے حوالہ کر دیں گے۔ لیکن یہ سازش بالآخر ناکام ہوئی کیونکہ الکی بیادیس سارے راز سے واقف تھا اور جب ایتھنز سے طلبی کے احکام آئے تو اُسے اپنا انجام صاف نظر آ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ اُسے قانون کی حفاظت سے محروم کر دیا جائے گا۔ اس لئے اُس نے مسینہ میں سرقوسہ کے طرف داروں کو سازش کا سارا

حال بنا دیا تو انھوں نے فوراً سازشیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے بعد اپنے ہم خیالوں اکٹھا کرکے فریق مخالف کے خلاف مسلح جد وجہد شروع کی اور ایتھنزیوں کو شہر میں داخل ہونے سے روکنے میں کامیاب ہوگئے۔ ثانی الذکر تیرہ روز تک شہر کے باہر رُکے رہے لیکن کوئی کامیابی نہیں ہوئی اور موسم کی شدت اور سامان رسد کی کمی کی وجہ سے بالآخر ناکسوس کو واپس چلے گئے۔ یہاں انھوں نے اپنے جہازوں کو محفوظ رکھنے کا انتظام کیا اور لشکرگاہ کے اطراف لکڑی کی باڑ لگا کر اپنے سرمائی مستقر کو روانہ ہوئے۔ ساتھ ہی انھوں نے ایتھنز کو ایک سہ طبقہ جہاز بھجوایا تاکہ موسم بہار میں روپیہ اور رسوار امدادی فوج مل جائے۔ موسم سرما میں سرقوسیوں نے اپنی شہر پناہ سے متصل ایک دیوار تعمیر کرکے اپولوتمینی تیز کے مجسمہ اور اپی پولائے کی سمت کے سارے حصہ کو حصار میں لے لیا تاکہ شکست کی صورت میں شہر کو چاروں طرف سے گھیرنے کا کام حملہ آوروں کے لئے زیادہ مشکل اور صبر آزما ہو جائے۔ اس کے علاوہ انھوں نے ایک قلعہ میگارا میں اور ایک اولمپیوم میں تعمیر کیا اور ساحل سمندر کے اُن تمام مقامات پر جہاں جہاز آسکتے تھے لکڑی کی باڑ لگادی۔ ان کو معلوم ہوگیا تھا کہ ایتھنزی لشکر سرما گزارنے کے لئے ناکسوس میں منتقل ہوگیا ہے اسلئے وہ ساری فوج لے کر قطانہ گئے جہاں انھوں نے لوٹ مار کی اور ایتھنزیوں کے خیموں اور لشکرگاہ میں آگ لگا کر اپنے وطن کو واپس ہوگئے۔ جب ان کو اس امر کا بھی پتہ چلا کہ لاخیس کے دور میں جو معاہدہ ہوا تھا اُس کی بنیاد پر ایتھنزی کامارینہ کو سفارت بھجوا رہے ہیں تاکہ بشرط امکان اُس شہر کی حمایت حاصل کی جائے، تو انھوں نے ایتھنزیوں کی مخالفت کرنے کے لئے سرقوسہ سے بھی اپنے سفیر روانہ کئے۔ انھوں نے کسی طرح یہ پتہ بھی چلا لیا تھا کہ کامارینہ والوں نے

پہلی لڑائی کے وقت جس رضا و رغبت کے ساتھ امداد روانہ کی تھی، دوسری لڑائی کے وقت ان کی وہ مستعدی باقی نہیں رہی تھی، اگرچہ امداد تو انھوں نے ضرور بھجوا دی۔ اور اب سرقوسیوں کو اندیشہ ہو گیا تھا کہ ایتھنزیوں کی کامیابی سے متاثر ہو کر ممکن ہے کامارینہ والے آئندہ کوئی امداد نہ دیں اور سابقہ مخالفہ کے پیش نظر ایتھنزیوں کے ساتھ ہو جائیں۔ ان اسباب کی بنا پر ہرموکراتیس چند اور افراد کے ساتھ سرقوسہ سے کامارینہ پہنچا۔ اُدھر ایتھنزیوں کی جانب سے یوفےموس اور بعض دوسرے اشخاص بھی وہاں پہنچ گئے اور جب مجلس عوام کا اجلاس منعقد ہوا تو کامارینہ والوں کو ایتھنزیوں سے بدظن کرنے کی غرض سے ہرموکراتیس نے حسب ذیل تقریر کی:—

"کامارینہ والو! ہم یہاں اس لئے نہیں آئے ہیں کہ ہمیں خوف تھا کہ آپ ایتھنز کی فوجی طاقت سے مرعوب نہ ہو جائیں۔ بلکہ اندیشہ در اصل یہ تھا کہ کہیں آپ ہمارا بیان سننے سے پہلے ہی ایتھنزیوں کی باتیں سن کر اُن کے طرفدار نہ بن جائیں۔ وہ جس بہانہ سسلی آئے ہیں اس سے تو آپ خود واقف ہیں۔ اُن کے عزائم ہم سب کے نزدیک مشتبہ ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اُن کا اصل مقصد لیونتی نیوں کی بحالی سے زیادہ ہمیں اپنے شہروں سے نکال باہر کرنا ہے۔ بھلا یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ یونان میں جن لوگوں کے شہروں کو وہ اُجاڑیں اُنہی کی مملکت کو بحال کرنے اب سسلی آئیں! یا یہ کہ ایونی رشتہ کی بنا پر لیونتی نی کالکسیوں کو تو وہ عزیز رکھیں لیکن یوبیائی کالکسوں کو جن کی لیونتی نی ایک نوآبادی ہے، غلام بنا رکھیں۔ نہیں۔ ان کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے۔ در اصل جو حکمت عملی یونان میں کامیاب رہی ہے اُسی کا تجربہ اب یہاں سسلی میں کیا جا رہا ہے۔ ایونیوں اور ایتھنزی نسل کے دوسرے حلیفوں نے ایرانیوں کی

سرکوبی کے لئے جب ایتھنزیوں کو اپنا سربراہ مقرر کیا تو انھوں نے ان میں سے بعض پر فوجی خدمات انجام نہ دینے، بعض پر آپس میں جھگڑنے کا الزام لگایا اور بقیہ حلیفوں پر بھی اسی طرح کے بے بنیاد الزامات لگا کر بالآخران سب کی آزادی چھین لی۔ مختصر یہ کہ ایرانیوں کے خلاف معرکہ میں ایتھنزیوں نے یونانیوں کی آزادی کے لئے یا یونانیوں نے اپنی آزادی برقرار رکھنے کے لئے جدوجہد نہیں کی؛ بلکہ ایتھنزی چاہتے تھے کہ اہل یونان ایرانیوں کی بجائے اُن کی غلامی کریں اور اہل یونان کے پیش نظر صرف حکمرانوں کی تبدیلی تھی۔ یہ لوگ ایتھنزیوں سے زیادہ چالاک تھے لیکن انھوں نے اپنی فراست کو مذموم مقاصد کے لئے استعمال کیا۔

مگر ہم یہاں اس لئے نہیں آئے ہیں کہ آپ لوگوں کے سامنے ایتھنز جیسی بدنام مملکت کی غلط کاریوں کی تفصیل بیان کریں۔ ہم تو بڑی حد تک خود اپنے آپ کو قصوروار سمجھتے ہیں کیونکہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ یونانیوں نے اپنے ملک میں آپس میں ایک دوسرے کی مدد نہیں کی تو غلام بنا دیے گئے اور اس علم کے باوجود کہ آپس میں پھوٹ ڈالنے کی وہی چال اب یہاں بھی چلی جا رہی ہے اور رشتہ کی بنا پر لیونتی نی کی بحالی اور ایگستانی اتحادیوں کی حمایت کو بہانہ بنایا جا رہا ہے، ہم آپس میں ایکا کر کے جرات اور استقلال کے ساتھ ایتھنزیوں پر واضح نہیں کر دیتے کہ یہاں اُن کا سابقہ ایسے ایونیوں، ہیلسپونٹیوں یا جزایریوں سے نہیں ہے جو اپنا سیاسی ڈھانچہ تو بار بار بدلتے ہیں لیکن اس کے باوجود کسی نہ کسی کے محکوم رہتے ہیں۔ کبھی ایرانی اُن پر حاوی ہو جاتے ہیں تو کبھی کوئی اور۔ ہمیں بتا دینا چاہیے کہ یہاں سلی میں آزاد پلوپنیز کے خودمختار دوریائی آباد ہیں۔ کیا ہم اس دن کا انتظار کریں جب ایک ایک کر کے حملہ آور سارے

شہروں پر قابض ہو جائیں۔ حالانکہ ہم خوب جانتے ہیں کہ ہماری مملکتوں کا خاتمہ اسی طرح سے ہو سکتا ہے۔ اور ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ اس مقصد سے وہ ہماری بعض مملکتوں کو ایک دوسرے سے بدظن کر رہے ہیں اور بعض کو مخالفہ کا لالچ دے کر آپس میں کھلم کھلا لڑا رہے ہیں تو بعض کو کوئی اور سبز باغ دکھا کر تباہ کر رہے ہیں۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ہمارا ایک دور افتادہ ہم وطن برباد ہو جائے تو ہم میں سے ہر ایک خطرہ میں نہیں پڑ جائے گا؟ یا یہ کہ ہم سے پہلے جن لوگوں پر آفت آئے گی وہ انہی تک محدود رہے گی؟ جو کامارینی یہ کہتا ہے کہ ایتھنز کے دشمن سرقوسی ہیں، میں ان کا دشمن نہیں ہوں، اور جو میرے ملک کو بچانے کے لئے اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالنا مناسب نہیں سمجھتا، میں اُسے بتا دینا چاہتا ہوں کہ وہ میرے ملک کے لئے جنگ کرے گا تو جس قدر فائدہ اس سے میرے ملک کو ہوگا، اُس سے کچھ کم فائدہ خود اُس کے ملک کو نہیں پہنچے گا۔ اگر میرا ملک تباہ ہو جائے تو اُس کے ملک کو یکہ و تنہا دشمن کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ اس کی تو سلامتی اسی میں ہے کہ حلیف کی حیثیت سے میرے دوش بدوش دشمن پر وار کرے۔ ایتھنزیوں کا مقصد زیادہ تر یہ نہیں ہے کہ سرقوسیوں کو سزا دی جائے بلکہ وہ سرقوسہ کی دشمنی کی آڑ لے کر کامارینیوں کو اپنا طرف دار بنانے کی کوشش میں ہیں۔ اور جو شخص ہم پر رشک کرتا ہے یا ہم سے خایف ہے (عظیم الشان مملکتوں پر رشک کرنا اور اُن سے خایف ہونا ایک فطری امر ہے) اور اس بنا پر چاہتا ہے کہ سرقوسہ ذلیل و خوار ہو تاکہ ہمیں سبق ملے، لیکن ساتھ ہی خود اپنی سلامتی کے لئے متمنی ہے کہ سرقوسہ کا وجود برقرار رہے تو اس آرزو کا پورا ہونا ممکن نہیں ہے۔ انسان اپنی خواہشات کو تو قابو میں رکھ سکتا ہے لیکن حالات پر اُسے کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ اور اگر اُس کے اندازے غلط ثابت

ہوں تو ممکن ہے ساری عمر پچھتانا پڑے اور پھر یہ آرزو ہو کہ کاش سرقوسہ کی خوشحالی پہلے کی طرح قابل رشک ہو جائے۔

یہ دور اندیشی کی بات نہیں ہوگی کہ وہ اس وقت مصیبت میں ہمارا ساتھ نہ دے اور ان خطرات کو دور کرنے میں حصہ نہ لے جو دراصل ہم دونوں کو مساوی طور پر لاحق ہو گئے ہیں۔ کیونکہ بظاہر یہ ہماری مملکت کی مدافعت کا مسئلہ معلوم ہوتا ہے لیکن دراصل خود اُس کی نجات کا ذریعہ بھی یہی ہے۔ کاماری نیو! ہمیں توقع تھی کہ قریب ترین پڑوسی ہونے کے ناتے اور اس اندیشہ کی بنا پر کہ سرقوسہ کے بعد حملہ آور آپ کی مملکت کا رخ کریں گے' خطرہ کا بروقت احساس سب سے پہلے آپ کو ہوگا اور ہماری مدد با دل ناخواستہ کرنے کی بجائے آپ خود پہل کر کے ہمارے پاس آئیں گے اور دشمن کے حملوں کو روکنے میں ہماری ہمت افزائی کریں گے' جیسا کہ پہلے کاماریہ پر حملہ ہونے کی صورت میں آپ ہم سے توقع کر سکتے تھے۔ لیکن ایسی مستعدی نہ تو آپ نے دکھائی اور نہ کسی اور مملکت نے۔

ممکن ہے کہ خوف کی بنا پر آپ دونوں فریقوں سے دوستی رکھنے کے متمنی ہوں اور یہ عذر پیش کریں کہ ایتھنزیوں سے آپ کا معاہدہ ہے۔ لیکن یہ معاہدہ آپ نے اپنے دوستوں کے خلاف نہیں بلکہ ملک کو دشمنوں کے حملہ سے بچانے اور جارحانہ کارروائیوں کے خلاف ایتھنزیوں کی مدد کے لئے کیا تھا نہ کہ پڑوسیوں کے خلاف جارحانہ کارروائیاں کرنے میں ایتھنزیوں کو مدد دینے کے لئے۔ کالکسی ہونے کے باوجود خود ریگی بھی کالکسی لیونتی نیوں کی بحالی میں مدد دینے پر راضی نہیں ہیں۔ اس لئے حیرت کی بات ہوگی کہ وہ تو حملہ آوروں کی نیت پر شبہ کر کے دانشمندی سے کام لیں حالانکہ اُن کے پاس

شبہ کرنے کا کوئی سبب موجود نہیں ہے اور آپ شک و شبہ کے سارے اسباب کی موجودگی کے باوجود اپنے فطری دشمن کی مدد کرنے کا فیصلہ کریں اور اپنے ہم نسلوں کو تباہ و برباد کرنے کے لئے اُن کے بدترین دشمنوں سے جا ملیں۔ انصاف پسندی کا تقاضہ یہ نہیں ہے۔ آپ کو چاہیے کہ حملہ آوروں کی طاقت سے مرعوب نہ ہوں اور ہماری مدد کریں۔ اگر اتھینزی ہم میں پھوٹ ڈالنے میں ناکام ہو گئے، تو اُن کی فوجیں ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ چنانچہ جب انھوں نے حملہ کیا تو ہماری مدد کے لئے کوئی حلیف موجود نہیں تھا اور انھیں فتح ضرور ہوی لیکن انھیں ہمارے شہر سے بے نیل و مرام واپس جانا پڑا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر ہم متحد رہیں تو مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہوگی بلکہ ہمارے اتفاق اور اتحاد کے جذبہ کو تازہ تقویت پہنچے گی۔ خاص کر اس لئے کہ پلوپونیز سے جسے فن حرب میں اتھینزیوں پر برتری حاصل ہے، ہمیں امداد ملے گی۔ اگر آپ دونوں فریقوں کے حلیف ہونے کی حیثیت سے غیر جانب دار رہنا مناسب سمجھیں تو یہ کوئی دانشمندی نہیں ہوگی کیونکہ آپ کی غیر جانب داری نہ تو آپ کی سلامتی کی ضامن ہوگی اور نہ ہمارے حق میں آپ کا یہ طرز عمل منصفانہ ہوگا۔ عملی نقطۂ نظر سے بھی یہ طریق کار اس قدر درست نہیں ہوگا جیسا کہ وہ بظاہر نظر آتا ہے۔ اگر آپ کے لڑائی میں حصہ نہ لینے کی وجہ سے کم زور فریق کو شکست اور طاقتور کو فتح ہو تو آپ کی غیر جانب داری کا نتیجہ سوائے اس کے اور کیا ہوگا کہ کم زور آپ کے مدد نہ کرنے کی وجہ سے تباہ ہو جائے اور طاقتور کسی مزاحمت کے بغیر اپنے جارحانہ عزائم کو پورا کرے۔ زیادہ شریفانہ طریق کار یہ ہوگا کہ آپ اس فریق کی مدد کریں جو نہ صرف ناانصافی کا شکار ہو رہا ہے بلکہ جس سے آپ کا خونی رشتہ بھی ہے۔ آپ کے اس

عمل سے ایک طرف سسلی کا مشترک مفاد محفوظ ہو جائے گا تو دوسری طرف آپ کے دوست ایتھنزی ظلم و زیادتی کے الزام سے بچ جائیں گے۔

اپنی تقریر کو ختم کرنے سے پہلے میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہم سرقوسیوں کا مقصد یہ نہیں ہے کہ جن امور سے آپ اور ہم دونوں بخوبی واقف ہیں ان کو ثابت کرنے کی کوشش کی جائے کیونکہ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اس لئے ہم آپ سے مدد کی التجا کرتے ہیں اور اگر یہ التجا رد کر دی گئی تو ہم احتجاج کریں گے کہ ہمارے دائمی دشمن ایونیوں نے ہمارے وجود کو خطرہ میں ڈال دیا ہے اور ہمارے ہم نسل دوریائی ہونے کے باوجود آپ ہم سے غدّاری کر رہے ہیں۔ اگر ایتھنزی ہم کو شکست دینے میں کامیاب ہو گئے تو ان کی کامیابی کی ذمہ داری اس فیصلہ پر ہوگی جو اس وقت آپ کریں گے لیکن ایتھنزی اسے خود اپنی فتح قرار دیں گے اور جو لوگ ان کو فتح یاب ہونے میں مدد دیں گے انہی کو وہ اپنا غلام بنائیں گے۔ اور اگر ہم فتح یاب ہوئے تو آپ کو ہمارا ساتھ نہ دے کر ہمیں خطرے میں ڈالنے کی سزا بھگتنی ہوگی۔ اس لئے اچھی طرح سے سوچ کر طے کیجئے کہ غلامی میں اس وقت جو سلامتی نظر آتی ہے اسے بہتر سمجھا جائے یا ہمارے ساتھ تعاون کر کے حملہ آوروں کو پسپا کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ ایتھنزی اقتدار کے آگے سر جھکانے کی ذلت نہ اٹھانی پڑے اور سرقوسہ دائمی دشمنی نہ ہو جائے۔"

یہ تھے الفاظ ہرموکراتیس کے جس کے بعد ایتھنزی سفیر یوفیموس نے حاضرین کو مخاطب کر کے کہا: —

"ہم یہاں اس غرض سے آئے تھے کہ سابقہ محالفہ کی تجدید کریں۔ لیکن سرقوسیوں نے جو حملے کئے ہیں ان کی وجہ سے مجبوراً اب ہمیں اپنی سلطنت اور

اُس کے وجود کی برقراری کے جواز کے بارے میں چند باتیں بیان کرنی ہوں گی
اس کا بہترین ثبوت خود سیرقوسی مقرر کی تقریر سے ملتا ہے جس میں دوریانیوں
سے ایونیوں کی دائمی دشمنی کا ذکر کیا گیا ہے جو ایک حقیقت ہے۔ چوں کہ
پلوپونیز کے دوریانی جو ہمارے قریبی پڑوسی ہیں تعداد میں ہم سے بہت
زیادہ ہیں اس لئے ہم ایونیوں نے اُن کے تسلط سے بچنے کے لئے کارگر تدبیریں
اختیار کیں۔ ایرانیوں سے جنگ کے اختتام پر ہمارے پاس جو بحری بیڑا تھا اُسکی
مدد سے ہم نے لاکے دیمونیوں کے تسلط سے نجات حاصل کر لی کیوں کہ انھیں، ہم پر
حکومت کرنے کا حق نہیں پہنچتا تھا جیسا کہ ہم کو اُن پر حکمرانی کرنے کا کوئی حق نہیں
تھا سوائے اس کے کہ اُس وقت لاکے دیمونیوں کی طاقت بہت بڑھی ہوئی تھی۔
بادشاہ کی رعایا نے ہمیں سربراہ مقرر کیا تھا اور ہماری وہی حیثیت اب بھی باقی ہے
اور ہمارا خیال ہے کہ اگر ہمارے پاس اپنے بچاؤ کے لئے کافی طاقت ہو تو پلوپونیزی
ہم پر دوبارہ تسلط قائم نہیں کر سکیں گے۔ سیرقوسیوں کا یہ الزام کہ ہم نے اپنے
ہم نسل ایونیوں اور جزائریوں کی آزادی چھین لی ہے سراسر بے بنیاد ہے۔ ہمارے
یہ عزیز اپنے آبائی وطن یعنے ایتھنز کے خلاف لڑائی میں ایرانیوں سے جا ملے۔
اور ہمت سے کام لے کر لڑنے اور اپنی جائداد کو قربان کر دینے کی بجائے، جیسا کہ
ہم نے کیا اور اپنا شہر چھوڑ کر باہر نکل آیا، انھوں نے غلام بننا پسند کیا اور ہمیں بھی
غلام بنانے کی کوشش کی۔

ہمیں ان پر حکمرانی کرنے کا حق حاصل ہے کیونکہ ہم نے ارض یونان کی حفاظت
کے لئے سب سے بڑا بحری بیڑا وقف کر کے وطن دوستی کے ناقابل تسخیر جذبہ کا ثبوت
دیا ہے۔ اس کے برخلاف ان لوگوں نے جو اب ہمارے محکوم ہیں بے تامل ایرانیوں
کی اطاعت قبول کر کے ہمیں نقصان پہنچایا۔ اس امر سے قطع نظر کہ ہمیں حکومت

کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں یہ ضروری ہے کہ ہم پلوپونیز کے مقابلہ میں اپنے آپ کو طاقتور بنائیں۔ ہم یہ ادعا کرکے کسی کو فریب دینا نہیں چاہتے کہ ہم نے تنہا مقابلہ کرکے غیر یونانی حملہ آوروں کے سیلاب کا رخ پھیر دیا اس لئے ہمیں حکومت کرنے کا حق حاصل ہے یا یہ کہ ہمارے اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالنے کا مقصد یہ تھا کہ سارے یونانیوں ہماری اور انکی آزادی کی حفاظت کی جائے جو اس وقت ہمارے محکوم ہیں۔ کوئی شخص اپنی حفاظت اور سلامتی کے لئے ضروری انتظامات کرے تو اس سے کسی کو کوئی شکایت نہیں ہوسکتی۔ اور اس وقت ہم بھی اپنی سلامتی کے مفاد کی حفاظت کے لئے آئے ہیں اور ہمارا خیال ہے کہ ہماری سلامتی سے آپ کا مفاد بھی وابستہ ہے۔ اس کا ثبوت اُن باتوں سے ملتا ہے جو سرقوسی ہمارے مقاصد کے بارے میں مشہور کر رہے ہیں اور جن پر آپ کو بھی خواہ مخواہ شبہ ہو گیا ہے۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ جو لوگ خوف کی بنا پر شک و شبہ کا شکار ہوں اُن کو پُرفریب تقریریں کرکے کچھ دیر کے لئے گمراہ تو کیا جاسکتا ہے لیکن عمل کا وقت آئے تو وہ فوراً سمجھ جاتے ہیں کہ درحقیقت ان کا مفاد کس میں ہے۔

جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں خوف کی بنا پر ہمارے لئے یہ لازمی ہو گیا ہے کہ یونان میں اپنی سلطنت کو برقرار رکھیں۔ اور ہم یہاں سسلی بھی اسی جذبۂ خوف کی بنا پر آئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اپنے دوستوں کی مدد سے ایسے انتظامات کریں جو ہماری سلامتی کے ضامن ہوں۔ ہمارا مقصد یہ نہیں ہے کہ کسی کو غلام بنائیں بلکہ ہم تو دوسروں کو غلام بننے سے روکنا چاہتے ہیں۔ ساتھ ہی کوئی یہ نہ سمجھے کہ آپ کو ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے اس کے باوجود ہم خواہ مخواہ آپ کے معاملات سے دلچسپی لے رہے ہیں کیونکہ اگر آپ موجود

مرحلہ میں کامیاب ہو کر سرقوسیوں کے مقابلہ میں ہمارا ساتھ دیں تو وہ پلوپونیز کو فوجیں بھجوا کر ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ اس طرح ہمارے اور آپ کے مفادات ایک دوسرے سے پوری طرح وابستہ ہیں۔ اس بنا پر ہماری یہ کوشش بالکل واجبی ہے کہ لیونتی نیوں کو بحال کر کے انھیں بھی اُن کے یوبیائی رشتہ داروں کی طرح غلام نہ بنایا جائے بلکہ زیادہ سے زیادہ طاقت ور بنایا جائے تاکہ وہ اپنی سرحدوں سے سرقوسہ پر حملہ کر کے ہماری مدد کریں۔ یونان میں ہم خود بلا شرکت غیرے اپنے دشمنوں سے نبٹ سکتے ہیں۔ اور جہاں تک اس ادعا کا تعلق ہے کہ چونکہ کالکسی ہمارے محکوم ہیں اس لئے یہ باور کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ ہم اہل سلی کو آزاد کرائیں گے تو حقیقت یہ ہے کہ ہمارا مفاد اسی میں ہے کہ ایک طرف کالکسی نہتے رہ کر صرف خراج ادا کریں تو دوسری طرف لیونتی نیوں اور ہمارے دوسرے اتحادیوں کو ضرورت سے زیادہ آزادی نہ مل سکے۔

خود سر اور سامراجی حکومتیں حق و ناحق کا خیال نہیں کرتیں بلکہ ہر اُس طریق کار کو جائز سمجھتی ہیں جو مصلحت وقت کے مطابق ہو۔ اور جب تک وفاداری کا پورا یقین نہ ہو جائے کسی کو اپنا رشتہ دار نہیں سمجھتیں۔ لیکن دوستی اور دشمنی کا انحصار تو ہر جگہ وقت اور حالات پر ہوتا ہے۔ یہاں سلی میں ہمارا فائدہ اس میں ہے کہ اپنے دوستوں کو کمزور نہ کیا جائے بلکہ اُن کی مدد سے دشمنوں کو بے دست و پا بنایا جائے۔ پھر اس بارے میں کوئی شک و شبہ کیوں کرے؟ یونان میں ہم اپنے حلیفوں کے ساتھ وہی سلوک کرتے ہیں جو ہمارے مقاصد کے لئے مفید ہو۔ خیوسی اور متھمنی داخلی طور پر خود مختار ہیں اور ہمارے بیڑے کے لئے جہاز فراہم کرتے ہیں۔ اکثر دوسرے حلیفوں پر زیادہ سخت پابندیاں

عاید ہیں اور وہ نقد خراج ادا کرتے ہیں۔ بعض دوسرے حلیف ایسے بھی ہیں جن کا تعلق جزائر سے ہے۔ ان کی مملکتوں پر ہم آسانی سے قبضہ کر سکتے ہیں لیکن اس کے باوجود ہم نے انھیں پوری طرح سے آزاد رکھا ہے کیونکہ یہ جزیرے پلوپونیز کے اطراف موزوں مقامات پر واقع ہیں۔ سسلی کی مملکتوں سے متعلقہ مسایل کو حل کرنے میں بھی ہم اپنے مفاد کو پیش نظر رکھیں گے، اور جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں سرقوسہ کی طرف سے ہمیں جو خطرات لاحق ہیں ان کو اس خصوص میں پیش نظر رکھا جائے گا۔ آپ یہ یاد رکھیں کہ وہ آپ پر حکومت کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں اور اپنے اس مقصد کو اس طرح حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے ارادوں کے بارے میں آپ کو جو شبہات پیدا ہو گئے ہیں ان سے فائدہ اٹھا کر آپ کو متحد کیا جائے اور جب ہم کچھ کئے بغیر اپنے ملک کو واپس ہو جائیں تو طاقت کے ذریعہ یا حلیفوں سے آپ کے تعلقات کے انقطاع سے فائدہ اٹھا کر ساری سسلی پر اپنا تسلط قایم کر لیں۔ اور اگر آپ ان کا ساتھ دیں تو وہ ساری سسلی پر حاوی ہو جائیں گے کیونکہ ان کی کثیر فوجوں کے ساتھ آپ کی فوجیں بھی شریک ہو جائیں تو ہمارے لئے مقابلہ آسان نہیں رہے گا۔ اور جونہی ہم واپس ہو جائیں گے سرقوسیوں کا مقابلہ آپ کے لئے مشکل ہو جائے گا۔

اس بارے میں اس کے علاوہ جو بھی نقطۂ نظر پیش کیا جائے اس کی تردید واقعات کے ذریعہ ہو جاتی ہے۔ جب آپ نے پہلے ہمیں یہاں آنے کی دعوت دی تو اس خوف کا اظہار کیا کہ اگر ہم نے سرقوسہ کو آپ پر مسلط ہونے کا موقع دیا تو ایتھنز کے لئے خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ اس لئے یہ مناسب نہیں ہو گا کہ اب آپ اسی دلیل کو شبہ کی نظر سے دیکھیں جس کے ذریعہ آپ ہم کو قایل کرنا چاہتے تھے، یا یہ کہ چونکہ سرقوسہ کے مقابلہ کے لئے ہم کثیر تر فوجیں لے آئے ہیں اس لئے آپ

ہماری نیت پر شبہ کرنے لگیں۔ آپ کو شبہ تو سرقوسیوں کی نیت پر کرنا چاہئے۔ ہم آپ کی مدد کے بغیر یہاں نہیں ٹھہر سکتے اور اگر بالفرض ہم نے دھوکہ دے کر آپ کو اپنا دست نگر بھی بنا لیا تو ہمارا تسلط قایم نہیں رہ سکے گا۔ ایک تو اس لئے کہ ایتھنز سے آپ کا ملک بہت دور ہے، دوسرے یہ کہ بڑی بلدیات کی حفاظت جو فوجی اعتبار سے براعظم کے شہروں کی سی حیثیت رکھتی ہیں، ایک مشکل مرحلہ ہے۔ اس کے برخلاف سرقوسی آپ کے قریبی پڑوسی ہیں اور وہ کسی کیمپ میں نہیں بلکہ ایسے شہر میں رہتے ہیں جس کی آبادی ہمارے لشکر سے زیادہ ہے۔ یہ لوگ ہمیشہ آپ کی مملکت کو تباہ کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں، اور جب کوئی موقع آتا ہے تو اسے ہرگز ہاتھ سے جانے نہیں دیتے جیسا کہ لیونتی نی کے واقعہ اور اسی قسم کے دوسرے واقعات سے پتہ چلتا ہے۔ ان کے اعمال تو ایسے ہیں اس کے باوجود ڈھٹائی سے اور آپ کو بیوقوف سمجھ کر ایتھنز کے مقابلہ کے لئے امداد مانگتے ہیں کیونکہ وہ ان کی ایسی کارروائیوں میں رکاوٹ ڈالتا رہا ہے۔ اور جس نے اس وقت تک سسلی کی آزادی کو برقرار رکھا ہے۔ لیکن ہم آپ کو ایسا طریقۂ کار اختیار کرنے کی دعوت دیتے ہیں جس میں واقعی آپ کی سلامتی مضمر ہے۔ ہماری التجا ہے کہ آپ اس اتحاد سے منہ نہ موڑیں جس سے ہماری اور آپ کی مشترک اور منفرد سلامتی وابستہ ہے۔ آپ غور کریں تو پتہ چلے گا کہ کثرت تعداد کی وجہ سے وہ حلیفوں کی مدد کے بغیر بھی جس وقت چاہیں گے آپ پر حملہ کر سکیں گے۔ مگر آپ کو کثیر امدادی افواج کے ساتھ اپنی مدافعت کرنے کے مواقع ہر وقت حاصل نہیں رہیں گے۔ اگر آپ کے شک و شبہ کی بنا پر ہماری فوجیں ناکام واپس ہو گئیں یا ان کو شکست ہو گئی تو ایک دن ایسا آئے گا جب آپ یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ کاش آج ہماری مدد کے لئے تھوڑی بہت

ایتھنزی فوجیں بھی موجود ہوتیں۔

لیکن کامارینیو امیں توقع ہے کہ سرقوسیوں کی افترا پردازیوں سے آپ یا دوسرے حلیف متاثر نہیں ہوں گے۔ جن امور کے بارے میں ہم پر شبہ کیا جارہا ہے اس کی پوری حقیقت ہم آپ سے بیان کر چکے ہیں۔ اور اس توقع کے ساتھ کہ آپ پر ہمارے بیان کی صداقت واضح ہو جائے گی ہم پھر ایک بار مختصر الفاظ میں اس کا اعادہ کرتے ہیں۔ ہم یقین دلاتے ہیں کہ ہم یونان پر حکومت اس لئے کر رہے ہیں کہ ہمیں کسی کا محکوم نہ بننا پڑے۔ سسلی کی مملکتوں کو ہم اسلئے آزاد کرانا چاہتے ہیں کہ اہل سسلی ہمیں نقصان نہ پہنچا سکیں۔ اور یہ کہ ہمیں متعدد امور میں مداخلت کرنی پڑتی ہے کیونکہ ہمیں متعدد قوتوں کے خلاف مدافعت کرنی ہے۔ اور ہم پہلے کی طرح اس دفعہ بھی یہاں حلیف کی حیثیت سے اس غرض سے آئے ہیں کہ آپ میں سے جن لوگوں کے ساتھ ناانصافی کی جا رہی ہے ان کی مدد کی جائے۔ اور ہم بے بلائے نہیں بلکہ آپ کی دعوت پر یہاں آئے ہیں اس لئے بجائے اس کے کہ آپ ہماری عیب جوئی یا حرف گیری کریں اور ہمیں ویسی پر مجبور کرنے کی کوشش کریں جو آسان بات نہیں ہوگی ہماری حکمت عملی کا جو پہلو بھی آپ کے مفاد کے مطابق نظر آئے اس کی حد تک تعاون کر کے فائدہ اٹھائیے۔ یقین مانیئے ہماری حکمت عملی کے سبب کے لئے مضرت رساں ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے بلکہ یونانیوں کی اکثریت کو اس سے فائدہ ہی پہنچے گا۔ ہماری اسی حکمت عملی کی بدولت ہر جگہ اور ایسے ملکوں میں بھی جہاں ایتھنزی آباد نہیں ہیں جب لوگ دشمن کے حملہ کا خطرہ محسوس کرتے ہیں یا خود کسی پر حملہ کا ارادہ کرتے ہیں تو حملہ کرنے والے کو یہ اندیشہ لگا رہتا ہے کہ ممکن ہے فریق ثانی مدافعت کیلئے ہماری امداد حاصل کرے۔ دوسری طرف جس ملک پر حملہ کیا گیا ہو اسے بھی یہ خوف

لگا رہتا ہے کہ ممکن ہے حملہ آور ایتھنز سے مدد لے اور اس کی وجہ سے صورت حال زیادہ خطرناک ہو جائے۔ اس خوف کی بنا پر ایک طرف حملہ آور اپنی مرضی کے خلاف اعتدال پسندی پر مجبور ہو جاتے ہیں تو دوسری طرف حملہ کا شکار ہونے والے مصایب میں مبتلا ہوئے بغیر اپنے وجود کو برقرار رکھنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ آپ سلامتی کے اس وسیلہ سے اپنے آپ کو محروم نہ کیجیے جس کے دروازے سب کے لئے یکساں طور پر کھلے ہوئے ہیں اور جس کا پیش کش اس وقت آپ کو دیا جا رہا ہے۔ آپ بھی وہی طریقہ اختیار کیجئے جو دوسرے لوگ اختیار کرتے ہیں اور سرقوسیوں کے خلاف ہمیشہ بچاؤ کی فکر کرنے کی بجائے اب جو موقع مل رہا ہے اُس سے فائدہ اٹھایئے اور ہم سے متحد ہو کر دشمن سے انتقام لیجئے۔"

یہ تھے الفاظ یوفیموس کے۔ اب کاماریناؤں کے رد عمل کی تفصیل سنیئے انھیں ایتھنز سے ہمدردی تھی، گو یہ اندیشہ ضرور لگا ہوا تھا کہ کہیں وہ سسلی پر اپنا تسلط قایم نہ کریں۔ اور ایتھنز سے ہمدردی کی بنا پر وہ ہمیشہ سرقوسہ کے مخالف رہے تھے۔ چونکہ سرقوسہ کے مخالف رہے تھے مگر سرقوسہ اُن کا پڑوسی تھا اس لئے وہ ایتھنز سے زیادہ اُس سے خایف تھے۔ اور اس اندیشہ سے کہ ممکن ہے ان کی مدد کے بغیر بھی سرقوسی فتح یاب ہو جائیں انھوں نے اولاً چند سوار بھجوائے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور طے کیا کہ آیندہ پوری مدد دی جائیگی گو حالات کے پیش نظر اُس کی مقدار زیادہ نہیں ہوگی۔ لیکن فی الوقت اس خیال سے کہ کہیں ایتھنزی یہ نہ سمجھیں کہ ان کی تحقیر کی جا رہی ہے خصوصاً اس لئے کہ وہ پہلی لڑائی میں کامیاب ہوئے تھے، کاماریناؤں نے فیصلہ کیا کہ ہر دو فریق کو ایک سا جواب دیا جائے۔ چنانچہ انھوں نے کہا کہ چونکہ ہر دو فریق ہمارے حلیف ہیں اس لئے عہد و پیمان کے مطابق مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان میں

کسی ایک کی بھی حمایت نہ کی جائے۔ اوران کا یہ جواب سننے کے بعد سرقوسہ اور ایتھنز کے سفیر وہاں سے واپس چلے گئے۔

اس اثنا میں جب سرقوسہ لڑائی کی تیاریاں کر رہا تھا، ایتھنزی لشکر نے ناکسوس میں پڑاؤ ڈال دیا اور گفت وشنید کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ صقالیوں کو اپنا طرفدار بنانے کی کوشش کی۔ ان میں سے جو لوگ زیادہ نشیبی علاقوں سے تعلق رکھتے تھے اور سرقوسہ کے محکوم تھے، اُن کی اکثریت نے اپنے آپ کو اس جھگڑے سے الگ رکھنا پسند کیا لیکن ساحل سے دور اندرون ملک کے باشندے جو ہمیشہ آزاد رہتے تھے سوائے چند مستثنیات کے فوراً ایتھنزیوں سے مل گئے اور لشکر کے لئے غلہ اور بعض صورتوں میں نقد روپیہ بھی فراہم کیا جن لوگوں نے انکار کیا اُن پر ایتھنزیوں نے فوج کشی کی اور بعض کو اپنی طرفداری پر مجبور کیا۔ لیکن بعض کو وہ مجبور نہیں کر سکے کیونکہ سرقوسہ نے حفاظتی اور امدادی دستے بھجوا کر ان کو ایتھنزیوں کی زد سے محفوظ کر دیا۔ ساتھ ہی ایتھنزیوں نے اپنی سرمائی فرودگاہ کو ناکسوس سے قطانہ میں منتقل کیا اور سرقوسیوں نے ان کے جس کیمپ کو جلا دیا تھا اُسے از سر نو تعمیر کر کے بقیہ سردیاں وہیں گزاریں اس کے علاوہ انھوں نے دوستی کے پیش کش کے ساتھ قرطاجنہ کو ایک سہ طبقہ جہاز اس خیال سے روانہ کیا کہ ممکن ہے وہاں سے مدد مل سکے۔ ایک اور جہاز ترہینیہ بھجوایا کیونکہ وہاں کی بعض بلدیات نے از خود جنگ میں اُن کا ساتھ دینے کا پیش کش دیا تھا۔ صقالیوں اور اگستانیوں کے پاس سفیر روانہ کئے گئے اور اُن سے خواہش کی گئی کہ جتنے زیادہ ممکن ہو گھوڑے فراہم کئے جائیں اور ساتھ ہی محاصرہ کی کارروائی کے لئے اینٹیں اور ضرورت کا دوسرا سامان اکھٹا کیا کیونکہ وہ موسم بہار کے آغاز سے پہلے لڑائی شروع کرنا چاہتے تھے۔

اُدھر سرقوسیوں نے کورنتھ اور لاکے دیمون کو اپنے جو سفیر بھجوائے انھوں نے ساحلی علاقوں سے گزرتے وقت اطالیوں کو اس امر پر راضی کرنے کی کوشش کی کہ وہ ایتھنزیوں کے راستہ میں رکاوٹیں پیدا کریں جن کی موجودگی سرقوسہ کی طرح اطالیہ کے لئے بھی خطرناک تھی۔ کورنتھ پہنچ کر ان سفرا نے اپنی تقریروں میں اس امر پر زور دیا کہ ہم نسل ہونے کی بنا پر سرقوسیوں کی مدد کرنا کورنتھیوں کا فرض ہے اس پر کورنتھیوں نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ طے کیا کہ سرقوسہ کی مدد کی جائیگی اور اس کے علاوہ سرقوسیوں کے ہمراہ اپنے سفیر بھی لاکے دیمون بھجوائے تاکہ اسے زیادہ کھلے طور پر ایتھنز کے خلاف جنگ کرنے اور سسلی کو امداد بھجوانے پر آمادہ کیا جائے۔ کورنتھی سفیر لاکے دیمون پہنچے تو الکی بیادیس اور اس کے جلاوطن ساتھی وہاں موجود تھے۔ یہ لوگ ایتھنزیوں کی نظر بچا کر تھوری میں ایک تجارتی جہاز میں سوار ہو گئے تھے جہاں سے وہ کیلینے واقع الیس پہنچے اور اس کے بعد لاکے دیمون میں داخل ہو گئے۔ الکی بیادیس لاکے دیمونیوں کے بلاوے پر وہاں گیا اور جانے سے پہلے اس نے امان کا وعدہ لیا کیونکہ منتینیہ کے معرکہ میں اس نے جو حصہ لیا تھا اس کی بنا پر وہ لاکے دیمونیوں سے خایف تھا۔ اب کورنتھیوں، سرقوسیوں اور الکی بیادیس، ان سب نے اسمبلی میں ایک ہی طریق کار پر زور دیا تو لاکے دیمونی اس پر راضی ہو گئے۔ اس کے باوجود ایفور اور ارباب اقتدار سرقوسہ کو ایلچی بھجوا کر ایتھنزیوں کی اطاعت قبول کرنے سے روکنے پر تو راضی ہو گئے" مگر امداد کے لئے فوج روانہ کرنے پر آمادہ نہیں تھے۔ الکی بیادیس نے جب یہ صورت حال دیکھی تو لاکے دیمونیوں کو مشتعل کرنے کے لئے حسب ذیل تقریر کی:—

"سب سے پہلے میں اس بدظنی اور غلط فہمی کو دور کرنا چاہتا ہوں جو میرے بارے میں پھیلی ہوئی ہے تاکہ شبہات کی بنا پر آپ ملک کے مسایل کے

بارے میں میری تقریر کو ناقابل اعتنا نہ سمجھیں۔ آپ کے پروکیسنی کی حیثیت سے
لاکے ڈیمون سے ہمارا جو تعلق تھا اُسے ہمارے اجداد نے چند شکایات کی بنا پر ختم
کر دیا تھا۔ اس رشتہ کو خاص کر پیلوس کی شکست کے بعد میں نے بحال کرنے کی
کوشش کی۔ لیکن میرے دوستانہ طریق کار کے باوجود آپ نے ایتھنز سے صلح کی
بات چیت میرے دشمنوں کے ذریعہ کرنا پسند کیا اور ان کے ہاتھ مضبوط کر کے
مجھے بدنام کیا۔ اس لئے آپ کو یہ شکایت کرنے کا حق حاصل نہیں ہے کہ میں نے
منتی نیہ اور آرگوس سے روابط پیدا کئے اور آپ کی کوششوں کو ناکام کرنے اور
آپ کو نقصان پہنچانے کے دوسرے مواقع سے فائدہ اٹھایا۔ اب ضرورت
اس امر کی ہے کہ آپ میں سے جو لوگ حالات کی تلخیوں کی وجہ سے ناواجبی طور پر
میرے خلاف مشتعل ہو گئے تھے، واقعات کا صحیح روشنی میں جائزہ لے کر اپنا
نقطۂ نظر بدل دیں۔ وہ لوگ بھی جو اس بنا پر میرے خلاف ہو گئے تھے کہ میرا
میلان زیادہ تر عوام کی طرف رہا ہے، یہ نہ سمجھ لیں کہ ان کی رائے درست ہے۔
واقعہ یہ ہے کہ ہم ہمیشہ خود سروں سے برسرپیکار رہے ہیں اور وہ سب لوگ
جو استبداد کے خلاف ہیں، عوام کہلاتے ہیں اس لئے ہم عوام کی قیادت سنبھالے
رہے۔ اس کے علاوہ چونکہ ہمارے شہر کا طرز حکومت عمومی تھا اس لئے زیادہ
زیادہ امور میں مسلمہ طریقوں کی پابندی لازمی تھی۔ تاہم ہم نے بے لگامی اور
بے راہ روی کے مروجہ رجحانات کو دبا کر اعتدال پسندی سے کام لینے کی کوشش
کی اور اس وقت جب کہ لوگ عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے، جیسا کہ
آج بھی کر رہے ہیں اور انھوں نے مجھے وطن سے نکال باہر کیا، ہمارے فریق میں
سارے عوام شامل تھے۔ ہمارا مسلک یہ تھا کہ اس نظام حکومت کی حفاظت
کی جائے جس کے تحت مملکت کی شہرت و عظمت اور آزادی برقرار رہے جو ہمیں

ورثہ میں ملی تھی۔ جہاں تک عمومی طرز حکومت کا تعلق ہے ہم میں سے جو لوگ صاحب نظر تھے وہ اُس کی قباحتوں سے بخوبی واقف تھے اور اگر میں بھی اپنے آپ کو اس زمرہ میں شامل سمجھوں تو غالباً نامناسب نہیں ہوگا کیونکہ مجھے اس نظام حکومت سے دوسروں کی بہ نسبت زیادہ شکایات ہیں۔ لیکن یہ تو سب جانتے ہیں کہ عمومیت ایک لغو طرز حکومت ہے اس لئے میں اس بارے میں کچھ کہنا نہیں چاہتا۔ اس کے باوجود چونکہ آپ کی طرف سے ہمیں خطرہ لگا ہوا تھا اس لئے ہم نے سوچا کہ اپنے دستور کو بدلنے کی کوشش کرنا مناسب نہیں ہوگا۔

یہ تھے وہ حالات جن کی بنا پر آپ مجھ سے بدظن ہو گئے تھے۔ اب میں اُن مسایل کا ذکر کرتا ہوں جن پر غور کرنا آپ کے لئے نہایت ضروری ہے اور جن کے بارے میں اگر میں یہ کہوں تو بیجا نہ ہوگا کہ بہتر واقفیت کی بنا پر مجھے بولنے کا حق حاصل ہے۔ ہمارے سسلی جانے کا مقصد یہ تھا کہ ہو سکے تو پہلے اہل سسلی کو اطاعت پر مجبور کیا جائے۔ اس کے بعد اطالیوں پر بھی تسلط قایم کیا جائے۔ اگر یہ سارے منصوبے پورے ہوں یا ان میں سے بیشتر منصوبوں میں کامیابی ہو جائے تو سسلی اور اطالیہ میں جو یونانی فوجیں مل سکیں ان کو اور ان کے علاوہ ان علاقوں کے غیر یونانی اجیر سپاہیوں جیسے آئی بیریوں وغیرہ کو جو بہت جنگجو مشہور ہیں، ساتھ لے کر پلوپونیز پر حملہ کیا جائے۔ یہ بھی طے کیا گیا تھا کہ جو سہ طبقہ جہاز ہمارے پاس موجود ہیں ان کے علاوہ کئی اور جہاز بنائے جائیں کیونکہ اطالیہ میں چوبینہ کی افراط ہے۔ اس بحری بیڑے کی مدد سے ایک طرف سمندر کی جانب سے پلوپونیز کی ناکہ بندی کی جائے تو دوسری طرف بری راستہ سے اقدام کر کے بعض شہروں پر چڑھائی کی جائے اور بعض کا محاصرہ کیا جائے۔ ہمیں امید تھی کہ اس طریقہ سے کسی دقّت کے بغیر پلوپونیز پر قبضہ ہو جائے گا جس کے بعد سارے یونان پر ہمارا

پرچم لہرائے گا۔ ان منصوبوں کی موثر پیش رفت کے لئے یہ طے پایا تھا کہ ایتھنز سے آنے والی رسد اور روپیہ کے علاوہ سسلی اور اطالیہ کی نئی مقبوضات سے نقد رقمیں اور غلہ کافی مقدار میں حاصل کیا جائے۔

یہ ہیں تفصیلات موجودہ مہم کی اور ان کا ذکر آپ کے سامنے ایک ایسا شخص کر رہا ہے جو قطعیت کے ساتھ واقف ہے کہ ہمارے مقاصد کیا تھے۔ ایتھنزی فوج میں اب جو سپاہ سالار باقی رہ گئے ہیں وہ ان منصوبوں کو پورا کرنے کی کوشش کریں گے۔ اب میں یہ بتاؤں گا کہ اگر آپ نے مدد نہیں کی تو سسلی کی مملکتیں ایتھنز کی ماتحتی پر مجبور ہو جائیں گی۔ اگرچہ یہ ممکن ہے کہ اپنی ناتجربہ کاری کے باوجود اہل سسلی اب بھی آپس میں متحد ہو جائیں تو اُن کا وجود برقرار رہ سکے۔ تنہا سرقوسہ جو اپنی ساری جمعیت کے باوجود پہلے ہی ایک معرکہ میں پسپا ہو چکے ہیں اور جن کی سمندر کی جانب سے ناکہ بندی کر دی گئی ہے، ایتھنزی لشکر کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکتے۔ لیکن اگر سرقوسہ کو شکست ہو گئی تو سسلی کی ساری سرزمین ایتھنزیوں کے قبضہ میں آجائے گی جس کے فوراً بعد اطالیہ پر بھی ان کا تسلط قایم ہو جائے گا اور ابھی میں نے جس خطرہ کا ذکر کیا ہے وہ بہت جلد آپ کے ملک تک پہنچ جائے گا۔ اس لئے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس وقت صرف سسلی خطرہ میں ہے کیونکہ اس کے بعد پلوپونیز بھی زد میں آجائیگا سوائے اس کے کہ آپ میرے مشورہ کے مطابق عمل کریں اور سسلی کو ایسے دستے بھجوائیں جن کے سپاہی خود جہاز چلائیں اور وہاں پہنچتے ہی بھاری ہتھیار بند پیادوں کے فرایض انجام دے سکیں۔ اور میری رائے میں فوج بھجوانے سے زیادہ یہ ضروری ہے کہ ایک اسپارٹی کو کمانڈر بنا کر روانہ کیا جائے تاکہ وہ سسلی کی موجودہ افواج کو نظم و ضبط کا پابند بنائے اور نافرماں سپاہیوں کو اطاعت گزاری پر

مجبور کرے۔ آپ کے اس طرز عمل سے ان لوگوں کا اعتماد بڑھ جائے گا جو آپ کے دوست ہیں۔ اور جو لوگ اس وقت تک پس و پیش میں ہیں وہ آپ کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ ساتھ ہی آپ کو چاہئے کہ اس علاقہ میں زیادہ کھلے طور پر جنگ شروع کریں تاکہ سرقوسی جان لیں کہ آپ نے ان کو بھلایا نہیں ہے اور دشمن کا مقابلہ ہمت اور استقلال کے ساتھ کریں۔ اگر آپ میرے مشورہ پر عمل کریں تو ایتھنزی آسانی سے سسلی کو امدادی فوج نہیں بھجوا سکیں گے۔ اس کے علاوہ آپ کو چاہیئے کہ دیکیلیہ واقع اٹیکا میں استحکامات تعمیر کریں۔ یہ ایسی کاری ضرب ہوگی جس سے ایتھنزی زیادہ سے زیادہ پریشان ہو جائیں گے اور جس کا اس جنگ کے دوران میں ان کو ہمیشہ اندیشہ رہا ہے۔ دشمن کو نقصان پہنچانے کا سب سے زیادہ موثر طریقہ یہ ہے کہ اس کی کمزوریوں کا پتہ چلا کر ان پر حملہ کیا جائے۔ میں فطری طور پر اپنے ملک کی کمزوریوں اور اندیشوں سے واقف ہوں اس لئے میرے مشورہ کے مطابق عمل کیا جائے۔ یہ قلعہ جب آپ کے قبضہ میں آ جائے گا تو اس سے ایک طرف آپ کا موقف مضبوط ہو جائے گا تو دوسری طرف دشمن کے لئے کئی مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔ جن میں سے میں اس وقت صرف چند اہم مشکلات کا ذکر کروں گا۔ اس علاقہ میں جو مالی دولت موجود ہے اس کا بیشتر حصہ آپ کو مل جائے گا کیونکہ یا تو آپ اس پر قبضہ کر لیں گے یا خود وہاں کے باشندے اسے آپ کے حوالہ کر دیں گے اس کے ساتھ ہی ایتھنزی لاریوم کی چاندی کی کانوں کی آمدنی سے محروم ہو جائیں گے۔ ایتھنزیوں کو اپنی اراضی اور عدالتوں کی بدولت جو آمدنیں ملتی ہیں وہ نہیں ملیں گی۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایتھنز کا وقار اور رعب داب گھٹ جائے گا اور وہ بے زیادہ جوش و خروش کے ساتھ لڑائی شروع

کریں گے تو اتحادی ایتھنز کو خراج کی رقمیں پابندی سے ادا نہیں کریں گے۔
اب یہ آپ کا فرض ہے کہ میں نے جو مشورہ دیا ہے کہ اس پر ممکنہ مستعدی اور
سرعت کے ساتھ عمل کریں اور جہاں تک کامیابی کے امکانات کا تعلق ہے
مجھے کوئی شک وشبہ نہیں ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ آپ کی کامیابی یقینی ہے،
ساتھ ہی مجھے توقع ہے کہ آپ میں سے کوئی یہ خیال نہیں کرے گا کہ
کل تک تو میں اپنے وطن کا شیدائی سمجھا جاتا تھا اور آج عملی طور پر اس کے
بدترین دشمن کا ساتھ دے رہا ہوں، اس لئے میرا کردار بھروسہ کے قابل نہیں ہے،
یا یہ کہ چونکہ مجھے ایتھنز سے نکال دیا گیا ہے اس لئے میں غم وغصہ کی بنا پر
یہ سب کچھ کہہ رہا ہوں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ میرے ساتھ ناانصافی کر کے
مجھے اپنے وطن سے نکال دیا گیا ہے اس لئے اگر میں آپ کی خدمت کروں تو
اس میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔ میرے بدترین دشمن آپ لوگ نہیں ہیں جنھوں
نے صرف اپنے دشمن کو نقصان پہنچایا ہے بلکہ وہ لوگ میرے بدترین دشمن
ہیں جنھوں نے دوستوں کو دشمن بننے پر مجبور کر دیا ہے۔ وطن کی محبت کا
جذبہ میں اس وقت محسوس کرتا تھا جب شہری کی حیثیت سے میرے حقوق
محفوظ تھے، اب نہیں کیونکہ میرے ساتھ صریحاً ناانصافی کی گئی ہے۔ سچ تو یہ
ہے کہ میں یہ نہیں محسوس کرتا کہ میں ایک ایسے ملک پر حملہ کر رہا ہوں جس سے
ہنوز میرا تعلق ہے۔ بلکہ میں ایک ایسے ملک کو پھر سے حاصل کرنے کی کوشش
کر رہا ہوں جو اب میرا وطن نہیں رہا۔ اور وہ شخص سچا محب وطن نہیں ہے جو
ملک پر حملہ کرنے کی بجائے اُسے غیر منصفانہ طور پر دشمن کے حوالے کرنے پر راضی
ہو جائے بلکہ محب وطن وہ ہے جو اپنے وطن کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے حتی الامکان
کوشش کرے۔ اس لئے لاکے دیمونیو! جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میری

درخواست ہے کہ کسی تامل اور تاخیر کے بغیر آپ میری خدمات سے فائدہ اٹھائیں اور ہر گز یہ شبہ نہ کریں کہ کوئی مشکلات پیش آئیں گی۔ اس حقیقت کو نہ بھولیے جس کو سب محسوس کرتے ہیں کہ جس طرح میں نے دشمن کی حیثیت سے آپ کو زیادہ نقصان پہنچایا ہے اسی طرح دوست بن کر زیادہ فائدہ بھی پہنچا سکتا ہوں کیونکہ میں ایتھنزیوں کے ارادوں سے بخوبی واقف ہوں۔ جب میں ایتھنز میں تھا تو آپ کے منصوبوں کے بارے میں میں نے صرف قیاس آرائی سے کام لیا تھا۔ اس وقت سوال آپ کے اہم ترین مفادات کی حفاظت کا ہے۔ اس لئے میری التجا ہے کہ آپ صورت حال کی اہمیت محسوس کریں اور سسلی اور اٹیکا کو فوراً فوجیں بھجوائیں۔ آپ کی تھوڑی سی فوج پہنچ جائے تو اس جزیرہ کی اہم ترین بلدیات دشمن کی زد سے محفوظ ہو جائیں گی۔ اس اقدام سے نہ صرف ایتھنز کی موجودہ طاقت کا خاتمہ ہو جائے گا بلکہ اس کے آئندہ طاقتور بننے کے امکانات بھی باقی نہیں رہیں گے۔ اس کے بعد آپ کا ملک محفوظ و مامون ہو جائے گا اور آپ کو سارے یونان پر برتری حاصل ہو جائے گی جس کی بنیاد جبر و استبداد پر نہیں بلکہ میل اور محبت پر ہوگی۔"

یہ تھے الفاظ الکی بیادیس کے۔ لاکے دیمونی تو پہلے ہی ایتھنز کے خلاف اقدام کرنے کی فکر میں تھے اور مختلف تدبیریں سوچ رہے تھے اس لئے جب الکی بیادیس نے دشمن کے منصوبوں کی تفصیلات بتادیں تو وہ اور زیادہ مستعدی سے حملہ کی تیاری کرنے لگے۔ انھوں نے سوچا کہ الکی بیادیس ایتھنز کے ارادوں سے پوری طرح واقف ہے اس لئے اس کی بتائی ہوئی باتوں پر پوری طرح بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے انھوں نے دیکیلیہ کو مستحکم کرنے اور سسلی کو جلد از جلد امداد بھجوانے کی تیاری شروع کی اور گلی پوس ابن کلیاندریدس کو

سرقوسیوں کا کمک انداز نام زد کر کے ہدایت دی کہ وہ اہل سرقوسہ اور کورنتھیوں سے مشورہ کر کے سسلی کو فوجی امداد کی روانگی کا جلد از جلد اور بہتر سے بہتر انتظام کرے گلی پوس نے کورنتھیوں سے خواہش کی کہ اس کے لئے دو جہاز فوراً بھیجنے بھجوائے جائیں۔ اور اس کے علاوہ وہ جو جہاز مہم کے ساتھ روانہ کرنا چاہتے ہوں ان کو مناسب وقت پر بھجوانے کے لئے تیار رکھیں۔ ان مسائل کا تصفیہ ہوجانے کے بعد ایلچی لاکے دیمون سے واپس چلے گئے۔ اس دوران میں وہ سہ طبقہ جہاز سسلی سے ایتھنز پہنچ گیا جو ایتھنزی کمان داروں نے رقمی امداد اور سوارہ فوج لانے کے لئے بھجوایا تھا۔ اور ایتھنزیوں نے ان مطالبات پر غور کرنے کے بعد رقمی امداد اور سوارہ فوج بھجوانے کی منظوری دے دی۔ اس کے بعد موسم سرما ختم ہو گیا جس کے ساتھ اس جنگ کا سترھواں سال بھی اختتام کو پہنچا جس کی یہ تاریخ طوسی دیدس نے لکھی ہے۔

اس کے بعد اوایل موسم گرما میں سسلی کا ایتھنزی لشکر قطانہ سے روانہ ہو کر ساحل کے ساتھ ساتھ میگارا واقع سسلی پہنچ گیا۔ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں گیلو نامی خود سر حاکم کے دور حکومت میں سرقوسیوں نے اس علاقہ کے باشندوں کو نکال باہر کر کے اس پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس مقام پر جہازوں سے اتر کر ایتھنزیوں نے لوٹ مار کی۔ ایک سرقوسی قلعہ پر حملہ کیا لیکن اُسے مسخر کرنے میں ناکام ہوئے تو بحری بیڑے اور فوج کے ساتھ دریائے تیریاس کی سمت روانہ ہوئے اور اندرون ملک کے حصوں میں پہنچ کر املاک کو تباہ و تاراج کیا اور فصلوں کو آگ لگا دی اور ایک چھوٹے سے جتھے سے مڈبھیڑ ہوئی تو اُس کے چند افراد کو ہلاک کر کے فتح کی یادگار نصب کرنے کے بعد اپنے جہازوں کو واپس چلے گئے۔ اس کے بعد قطانہ لوٹ کر سامان رسد لاد لیا اور

سارے لشکر کے ساتھ سنتورییا نامی ایک صقالی شہر پر حملہ کے لئے روانہ ہوئے جہاں شہر والوں نے ہتھیار ڈال کر اطاعت قبول کر لی۔ اس کے بعد فسایوں اور ہبلیانیوں کی فصلوں کو آگ لگا کر قطانہ لوٹے تو دیکھا کہ امداد کے لئے ایتھنز سے سوار آگئے ہیں۔ کل دو سو پچاس رسالہ کے سپاہی سازو سامان اور ہتھیار کے ساتھ آئے تھے لیکن اُن کے ساتھ گھوڑے نہیں تھے اور کہا گیا تھا کہ گھوڑے مقامی طور پر فراہم کرلئے جائیں۔ ان سپاہیوں کے علاوہ تیس تیر انداز سوار اور تین سو نقرئی تالنت بھی ایتھنز سے بھجوائے گئے تھے۔

اسی موسم بہار میں لاکے دیمونی آرگوس پر حملہ کے لئے روانہ ہوئے اور ان کا لشکر کلیونائے تک پہنچا تھا کہ زلزلہ آیا جس کی وجہ سے انھیں اپنے وطن کو واپس ہونا پڑا۔ اس کے بعد آرگوسی تھریانہ پر حملہ آور ہوئے جو ان کی سرحد پر واقع ہے اور لاکے دیمونیوں کا بہت سامال واسباب اٹھا لے گئے جس کی قیمت پچاس تالنت سے کم وصول نہیں ہوئی۔ اس کے بعد زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ تھسپیہ کے عوام نے حکمراں فریق پر حملہ کیا لیکن اس کا تختہ الٹنے میں ناکام رہے اور ایتھنز سے امدادی فوج آگئی تو بعض باغی گرفتار کر لئے گئے اور بعض فرار ہو کر ایتھنز میں پناہ گزیں ہوئے۔

اسی موسم گرما میں سرقوسیوں کو پتہ چلا کہ ایتھنزیوں کی امداد کے لئے سوار آگئے ہیں اور وہ سرقوسہ پر حملہ کرنے ہی والے ہیں تو انھوں نے سوچا کہ جب تک اپی پولائے کے بالائی حصہ پر جو شہر سے متصل واقع ہے، ایتھنزیوں کا قبضہ نہ ہو جائے لڑائی میں چاہے فتح ہی کیوں نہ ہو شہر کا محاصرہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے انھوں نے چٹان پر جانے کے رستوں کی حفاظت کا

تہیہ کر لیا تاکہ دشمن نظر بچا کر اوپر نہ چڑھ سکے جس کے لئے ایک ہی راستہ تھا جس کے اطراف چاروں طرف اونچے ٹیلے تھے جن کا سلسلہ شہر پناہ تک چلا گیا تھا۔ ڈھلاؤ کی وجہ سے یہ ٹیلے نیچے سے اوپر تک شہر میں سے صاف نظر آتے تھے اور چونکہ اپی پولائی شہر کے سارے دوسرے مقامات سے اونچا ہے اس لئے سرقوسیوں نے اسے اپی پولائی یا بالائی شہر کا نام دیا ہے۔ اس منصوبہ کو عملی شکل دینے کے لئے سرقوسہ کی ساری فوج گجر دم دریائے اناپوس کے کنارے کنارے آگے بڑھ کر ترائی میں پہنچ گئی۔ ان کے نئے سپہ سالار ہرموکراتیس اور اس کے شرکائے کار نے ابھی ابھی اپنے عہدوں کا جائزہ لیا تھا۔ انھوں نے اب اپنے بھاری ہتھیار بند دستوں کا معائنہ کیا اور چھ سو پیادوں کو منتخب کر کے ایندروس کے ایک جلاوطن شخص کے تحت، جس کا نام دیومیلوس تھا اپی پولائے کی حفاظت پر متعین کیا۔ اس دستہ کو یہ بھی ہدایت دی گئی کہ اطلاع ملنے پر جس مقام پر بھی ضرورت پیش آئے فوری مدد کے لئے جانے پر تیار رہے۔

ادھر اتھنزی بھی اسی روز سویرے اپنی فوج کا معائنہ کر رہے تھے۔ وہ قطانہ سے روانہ ہو کر دشمن کی نظر بچا کر دوسری جانب لیون نامی ایک مقام پر پہنچ گئے تھے جو اپی پولائے سے نصف میل سے زیادہ دور نہیں تھا۔ یہاں انھوں نے سپاہیوں کو ساحل پر اتارا اور جہازوں کو تھاپسوس میں لنگر انداز کیا۔ یہ ایک جزیرہ نما ہے جس کی تنگ خاکنائے سمندر میں دور تک چلی گئی ہے اور جو خشکی اور سمندر دونوں راستوں سے شہر سرقوسہ سے دور نہیں ہے۔ یہاں پہنچتے ہی اتھنزی بحریہ کے سپاہیوں نے جزیرہ نما کے گرد چوبی حصار تعمیر کر لیا جس کے بعد وہ تھاپسوس میں ٹھیر گئے اور کوئی اقدام نہیں کیا۔ بری فوج کے دستے جہازوں سے اترتے ہی اپی پولائے کی طرف دوڑے اور راستہ میں دم لئے بغیر۔

بردہ پورے لوس اوپر پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ چڑھائی اس قدر سرعت کے ساتھ عمل میں آئی کہ دشمن کو خبر بھی نہ ہو سکی اور اس کی فوج ترائی سے نکل کر جہاں معائنہ ہو رہا تھا دشمن کا راستہ نہیں روک سکی۔ دیومیلوس اپنے چھ سو منتخب جوانوں اور دوسرے سپاہیوں کو لے کر ممکنہ سرعت کے ساتھ روانہ ہوا لیکن ترائی سے نکل کر دشمن تک پہنچنے کے لئے اسے تقریباً تین میل کا فاصلہ طے کرنا تھا۔ سرقوسیوں نے جب اس طرح کافی بے ترتیبی کے ساتھ حملہ کیا تو اپی پولائے میں ان کو شکست ہوئی اور تقریباً تین سو افراد ہلاک ہو گئے جن میں دیومیلوس بھی شامل تھا۔ اس کے بعد سرقوسیوں کا شکست خوردہ لشکر پسپا ہو کر شہر میں داخل ہو گیا۔ ایتھنز والوں نے اپنی فتح کی یادگار نصب کی اور عارضی صلح نامہ کے تحت سرقوسیوں کو ان کے سپاہیوں کی نعشیں اٹھانے کی اجازت دے دی۔ اس کے دوسرے روز انھوں نے خود شہر سرقوسہ کا رخ کیا لیکن جب کوئی لڑنے کے لئے باہر نہیں نکلا تو دوبارہ اپی پولائے پر چڑھ کر لابڈالوم پر ایک مورچہ تعمیر کیا جو اپی پولائے کی چٹان کے سرے پر واقع ہے اور جہاں سے شہر میگارا نظر آتا ہے۔ یہ مورچہ اس غرض سے بنایا گیا تھا کہ جب فوج لڑائی کے لئے یا دوسرے کاموں کی غرض سے کہیں جائے تو مال و اسباب اور روپیہ محفوظ رہ سکے۔

اس کے بعد زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ ایگستہ سے تین سو سوار اور صقلیوں اور ناکسوسیوں وغیرہ کی جانب سے بھجوائے ہوئے تقریباً ایک سو سوار ایتھنزی لشکر میں آملے۔ ڈھائی سو سوار جو ایتھنز سے آئے تھے ان کے لئے انھوں نے ایگستائیوں اور قطانیوں سے گھوڑے حاصل کئے تھے۔ اس کے علاوہ چند گھوڑے خریدے بھی گئے تھے اور اس طرح اب ایتھنزی رسالہ میں سواروں کی تعداد ساڑھے چھ سو تک پہنچ گئی تھی۔ لابڈالوم پر ایک حفاظتی دستہ مقرر

کر کے انتھنزی سیکا روانہ ہوئے جہاں شہر کے محاصرہ کے لئے مرکزی مورچہ آناً فاناً تعمیر کیا گیا۔ تعمیر کا کام اس قدر غیر معمولی تیزی سے کیا گیا کہ سرقوسیوں کو سخت پریشانی ہوئی اور انھوں نے شہر سے باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کرنے اور محاصرہ کی دیوار کی تعمیر کو روکنے کا تہیہ کیا۔ چنانچہ ہر دو جانب کی فوجیں لڑائی کے لئے ایک دوسرے کے مقابل آگئیں لیکن جب سرقوسی سپاہ سالاروں نے اپنے دستوں کی بے ترتیبی اور انتشار کو دیکھا تو انھیں شہر میں واپس جانے کا حکم دیا۔ البتہ سرقوسی سوارہ فوج کے چند دستے اپنی جگہ پر جمے رہے اور انھوں نے انتھنزیوں کو تعمیر کے لئے پتھر اکٹھے کرنے اور دور تک جانے آنے سے روکا یہاں تک کہ انتھنزی بھاری ہتھیار بند پیادوں کی ایک ٹولی اور سواروں کے سارے دستوں نے مل کر سرقوسی رسالہ پر حملہ کر کے شکست دی۔ اس معرکہ میں سرقوسیوں کو کچھ نقصان بھی پہنچا جس کے بعد انتھنزیوں نے اس فتح کی یادگار نصب کی۔

دوسرے روز انتھنزیوں نے مرکزی مورچہ کی شمالی سمت کی دیوار کی تعمیر کا کام شروع کیا۔ ساتھ ہی بڑی بندرگاہ سے سمندر تک فصیل تعمیر کرنے کے لئے انھوں نے پتھر اور لکڑی بھی جمع کی جس کا انبار تروگی لوس کی سمت لگایا گیا جہاں سے مجوزہ فصیل کا فاصلہ کم سے کم تھا۔ ادھر سرقوسیوں نے اپنے سپاہ سالاروں اور ان کے علاوہ زیادہ تر ہرموکراتیس کی ہدایات کے مطابق کسی اور کھلی لڑائی کے خطرہ میں پڑنے کی بجائے یہ طے کیا کہ انتھنزی محاصرہ کی دیوار جس سمت تعمیر کر رہے تھے اُسی سمت ایک جوابی مورچہ تیار کیا جائے تاکہ دیوار بروقت تیار ہو جائے تو محاصرہ کی فصیل کا سلسلہ ٹوٹ جائے۔ اور اگر اس دوران میں دشمن حملہ کر کے مورچہ کی تعمیر کے کام میں رکاوٹ پیدا کرنے کی کوشش کرے تو سرقوسی اپنی فوج کا ایک حصہ اُس کی مدافعت کے لئے روانہ کر کے اس علاقہ میں داخلہ کا راستہ

لکڑی کی باڑ لگا کر روک دیں۔ اس طریق کار سے ایتھنزی سرقوسیوں کے مقابلہ کے لئے فوج مقرر کرنے پر مجبور ہوں گے اور ان کی پوری جمعیت فصیل بنانے کا کام نہیں کر سکے گی۔ اس ارادہ سے وہ شہر کے باہر نکل آئے اور دیوار کی تعمیر کا کام شروع کیا۔ انھوں نے اپنی دیوار شہر پناہ سے شروع کی اور ایتھنزیوں کے مرکزی مورچے کے پاس ایک آڑی دیوار بنا کر زیتون کے درخت کاٹے اور ان کی لکڑی سے مینار بنائے۔ چونکہ ایتھنزی بیڑا ابھی تک بڑی بندرگاہ کے علاقہ میں داخل نہیں ہوا تھا اس لئے ساحل سمندر سرقوسیوں کے قبضہ میں تھا اور ایتھنزی اپنا سامان رسد تھاپسوس سے خشکی کے راستہ لا رہے تھے۔

اب سرقوسیوں نے سوچا کہ جوابی مورچہ کی دیوار اور میناروں کی تعمیر کا کام کافی حد تک آگے بڑھ چکا ہے اور چونکہ ایتھنزی اس ڈر سے کہ فوج دو حصوں میں تقسیم ہو جائے تو لڑائی میں نقصان ہوگا، سرقوسیوں کی تعمیر میں رکاوٹ ڈالنے کے لئے آگے نہیں بڑھے بلکہ خود اپنی فصیل کو جلد مکمل کرنے کی کوشش میں لگے رہے اس لئے سرقوسی اپنے نئے مورچہ کی حفاظت کے لئے ایک دستہ مقرر کر کے شہر کو واپس چلے گئے۔ اس عرصہ میں ایتھنزیوں نے پانی کے زیر زمین نل توڑ ڈالے جن کے ذریعہ شہر میں پینے کا پانی جاتا تھا۔ اس کے بعد انھوں نے بقیہ سرقوسیوں کے اپنے خیموں میں جانے تک انتظار کیا۔ ان میں سے بعض تو شہر کو بھی واپس جا چکے تھے اور جو سپاہی مورچہ پر متعین تھے وہ چوکس نہیں تھے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر ایتھنزیوں نے اپنی فوج کے تین سو منتخب جوانوں اور چند ہلکے ہتھیار بند پیادوں کو، جنھیں اس غرض کے لئے مسلح کیا گیا تھا، ممکنہ تیزی سے دوڑ کر جوابی مورچہ پر جانے کا حکم دیا۔ ساتھ ہی بقیہ فوج دو حصوں میں تقسیم ہو کر آگے بڑھی۔ ایک حصہ ایک سپہ سالار کے ساتھ

شہر کی طرف روانہ ہوا تا کہ شہر کے اندر سے فوج آئے تو اس کا مقابلہ کیا جا سکے اور دوسرا حصہ دوسرے سپاہ سالار کی ہمراہی میں عقبی دروازہ سے متصلہ لکڑی کے مورچہ کی طرف آگے بڑھا۔ تین سو منتخب جوانوں نے دھاوا کر کے مورچہ پر قبضہ کر لیا جس کے محافظ سپاہی فرار ہو کر اپولونئے نامی تیز کے مجسمہ کے بیرونی حصار میں جا چھپے۔ اُن کے تعاقب میں ایتھنزی بھی حصار میں داخل ہوئے تو سرقوسیوں نے حملہ کر کے اُن کو پسپا کر دیا اور چند آرگوسیوں اور ایتھنزی سپاہیوں کو ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد پوری فوج وہاں سے واپس ہو گئی اور جوابی مورچہ کو مسمار کرنے کے بعد باڑھ کی لکڑی اکھیڑ کر ایتھنزی اپنے مورچہ میں لے گئے۔ اس کے علاوہ اپنی فتح کی یادگار بھی نصب کی۔

دوسرے روز محاصرہ کے مرکزی مورچہ کے ایتھنزی دستوں نے دلدلی علاقہ کے پرے ایک چٹان پر مورچہ بنانا شروع کیا جو اپی پولائے کے سمندری رخ پر ہے اور جہاں سے بڑی بندرگاہ نظر آتی ہے۔ میدانی اور دلدلی علاقہ میں سے محاصرہ کی فصیل تعمیر کرنے کے لئے بندرگاہ کا فاصلہ بھی اس مقام سے کم سے کم تھا۔ اُدھر سرقوسی دستے بھی شہر پناہ کے باہر آ گئے اور انھوں نے ایک اور جوابی حصار بنانا شروع کیا۔ اس حصار کا خط شہر سے شروع ہو کر دلدلی علاقہ کے وسط میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک چلا گیا تھا جس کے ساتھ انھوں نے ایک کھائی بھی بنائی تا کہ ایتھنزیوں کے لئے ساحل سمندر تک محاصرہ کی فصیل بنانا ممکن ہو جائے۔ چٹانی مورچہ کی تعمیر کا کام ختم ہوتے ہی ایتھنزی نے سرقوسیوں کے حصار اور کھائی پر حملہ کیا۔ انھوں نے اپنے بحری بیڑے کو حکم دیا کہ وہ تھاپسوس سے روانہ ہو کر سرقوسہ کی بڑی بندرگاہ میں داخل ہو جائے اور خود طلوع آفتاب سے کچھ پہلے

اپی پولائے سے اتر کر میدانی علاقہ میں پہنچ گئے اور جن مقامات پر دلدل پتلا نہیں تھا اُن پر دروازوں کے پٹ اور لکڑی کے تختے رکھ کر دلدلی علاقہ کی دوسری جانب پہنچ گئے اور سویرا ہونے تک کھائی اور چوبی حصار کے بیشتر حصہ پر قبضہ کر لیا۔ حصار کا چھوٹا سا حصہ جو باقی رہ گیا تھا اُس پر بھی بعد میں ان کا قبضہ ہو گیا اس کے بعد ایک لڑائی ہوئی جس میں ایتھنزی فتح یاب ہوئے اور سرقوسیوں کا میمنہ شہر کی جانب اور میسرہ دریا کی سمت فرار ہو گیا۔ تین سو منتخب جوانوں کا دستہ فرار ہونے والے سپاہیوں کا راستہ روکنے کے لئے دوڑ کر پل پر پہنچ گیا تو سرقوسیوں نے جن کے ساتھ ان کے رسالے کے قریباً سارے سوار موجود تھے ایتھنزیوں کو گھیر کر شکست فاش دی اور اُن کو ایتھنزی میمنہ کی طرف دھکیل دیا تو اُس کی اگلی صفوں کے سپاہی سخت سراسیمہ ہو گئے۔ لاماخوس نے جب یہ صورت حال دیکھی تو چند تیر اندازوں اور آرگوسیوں کو لے کر میسرہ سے نکل آیا اور ایک کھائی کو عبور کیا تو دیکھا کہ اُس کے ساتھ صرف چند ہی سپاہی تھے چنانچہ سرقوسیوں نے اُسے اور اُس کے پانچ یا چھ ساتھیوں کو ہلاک کر ڈالا۔ اس کے بعد سرقوسی ایتھنزیوں کی لاشیں لے کر فوراً حکمنہ سرعت کے ساتھ دریا کی دوسری جانب ایک محفوظ مقام پر چلے گئے۔ وہ خود فرار پر اس لئے مجبور ہوئے کہ اب بقیہ ایتھنزی لشکر اس طرف آ رہا تھا۔

اس اثنا میں ان لوگوں نے جو پہلے فرار ہو کر شہر میں داخل ہو گئے تھے یہ کایا پلٹ دیکھی تو شہر پناہ سے باہر اکٹھے ہو گئے اور ایتھنزیوں کے بالمقابل لڑائی کے لئے صفیں بنائیں۔ انھوں نے اپنی فوج کے چند سپاہیوں کو اپی پولائے کے مورچے پر حملہ کے لئے بھی بھجوایا کیونکہ اُن کا خیال تھا کہ محافظ فوج کی عدم موجودگی میں اُس پر آسانی سے قبضہ ہو سکے گا۔ ان سپاہیوں نے ایتھنزیوں کی

تقریباً ایک ہزار فٹ لمبی بیرونی فصیل پر قبضہ کر کے اُسے مسمار کر دیا لیکن خود مورچہ کو نکیاس نے دشمن کی زد سے بچا لیا۔ نکیاس کو علالت کی بنا پر اپی پولائے ہی میں چھوڑ دیا گیا تھا۔ اُس نے جب سرقوسیوں کو آتے دیکھا تو نوکروں کو ہدایت دی کہ فصیل کے باہر لکڑی اور محاصرہ کے آلات کے انبار میں آگ لگا دی جائے وہ خوب جانتا تھا کہ سپاہیوں کی کمی کی وجہ سے نجات کا یہی ایک راستہ رہ گیا تھا جو اُس نے اختیار کیا۔ اور یہ ترکیب کارگر بھی ثابت ہوئی کیونکہ سرقوسیوں نے جب آگ کے شعلے بلند ہوتے دیکھے تو آگے نہیں بڑھے بلکہ واپس چلے گئے۔ اس دوران میں امداد کے لئے اتھنزی سپاہی اپی پولائے کی طرف بڑھے کیونکہ اب میدانی علاقہ میں وہ دشمن کو پسپا کر چکے تھے اور احکام کے مطابق اُن کا بیڑا ابھی تھاپسوس سے نکل کر بڑی بندرگاہ میں داخل ہو رہا تھا۔ اتھنزیوں کو آتے دیکھ کر سرقوسی سپاہی اپی پولائے سے فوراً نیچے اُتر گئے اور ساری سرقوسی فوجیں دوبارہ شہر کے اندر داخل ہو گئیں کیونکہ اب وہ اس نتیجہ پر پہنچے تھے کہ جب تک مزید فوج فراہم نہ ہو اتھنزیوں کو ساحل سمندر تک فصیل تعمیر کرنے سے روکنا ممکن نہیں ہو سکے گا۔

اس کے بعد اتھنزیوں نے فتح کی یادگار نصب کی اور عارضی صلح نامہ کے تحت سرقوسیوں کو اُن کے کشتے دے کر لاماخوس اور اُن کے ساتھیوں کی لاشیں حاصل کر لیں۔ اب ساری اتھنزی بحری اور بری فوجیں یکجا ہو گئی تھیں اور انھوں نے اپی پولائے اور چٹانوں کے پاس سے محاصرہ کی فصیل کی تعمیر شروع کر کے سرقوسہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور سمندر کی جانب دوہری فصیل کھڑی کی۔ اس کے بعد اطالیہ کے تمام حصوں سے رسد کا سامان لایا گیا اور بیشتر مقامی جو اس وقت تک لڑائی کی صورت حال کا مطالعہ کر رہے تھے اتھنز کے حلیف

بن گئے۔ ساتھ ہی ترہینیہ سے پچاس چپو والے تین جہاز بھی ایتھنزی بیڑے میں شامل ہونے کے لئے آ گئے۔ ساتھ ہی سارے حالات ایتھنزیوں کی توقعات کے مطابق ہو گئے۔ اب سرقوسی مایوس ہو گئے اور انھوں نے سوچا کہ محاصرین کا میدان جنگ میں مقابلہ ممکن نہیں ہے اور امداد کے لئے پلوپونیز سے بھی کوئی فوج نہیں آئی۔ اس بنا پر انھوں نے ہتھیار ڈالنے کے مسئلہ پر غور کرنا شروع کیا چنانچہ اس بارے میں سرقوسی ایک طرف آپس میں صلاح مشورہ کرنے لگے تو دوسری طرف نکیاس سے ربط پیدا کیا گیا کیونکہ لاماخوس کی ہلاکت کے بعد وہی ایک سپاہ سالار رہ گیا تھا۔ کوئی بات طے نہیں ہوئی مگر مصائب میں گھرے ہوئے محصورین نے جن پر دشمن کی گرفت روز بروز زیادہ سخت ہوتی جا رہی تھی، فطری طور پر نکیاس سے طول طویل بحثیں کیں اور شہر کے اندر تو اس سے بھی زیادہ رد و قدح ہوئی۔ موجودہ خستہ حالی کی وجہ سے سرقوسیوں کو آپس میں ایک دوسرے پر بھی شبہات ہو گئے تھے اور انھوں نے اپنی تباہی کی ذمہ داری اپنے سپاہ سالاروں کی غداری یا بدبختی پر عاید کی۔ چنانچہ ان کو ان خدمات سے ہٹا کر ہیراکلیدیس، یوکلیس اور تیلیاس کو سپاہ سالاری کے لئے منتخب کیا گیا۔

اس عرصہ میں گلی پوس نامی لاکے دیمونی اور کورنتھی جہاز لیوکاس کے قریب آ گئے اور کسی نہ کسی طرح امداد کے لئے سسلی پہنچنے کی فکر میں تھے۔ لیکن وہاں ان کو جو اطلاعیں ملیں وہ پریشان کن تھیں۔ ہر ذریعہ سے یہی غلط خبر ملی کہ سرقوسہ کا مکمل محاصرہ ہو چکا ہے۔ اس کے بعد گلی پوس کو سسلی کے بچنے کی کوئی امید نہیں رہی اور اطالیہ کو ایتھنزی تسلط سے محفوظ رکھنے کا تہیہ کر کے اس نے بحیرہ ایونیہ کو سرعت کے ساتھ عبور کیا اور تارنتوم جا پہنچا۔ اس وقت اس کے ساتھ پائی تھن نامی کورنتھی کے علاوہ دو لقونوی اور دو کورنتھی جہاز تھے۔ انھیں

لیوکاس ہی میں چھوڑ دیا تاکہ وہ خود اپنے دس جہازوں کے علاوہ دو لیوکاسی اور دو امبریسیائی جہازوں کو ملاحوں سے مسلح کرنے کے بعد تارنتوم میں اس سے جاملیں۔ تارنتوم سے گلی پوس پہلے سفارت پر تھوری گیا جہاں اُس نے از سر نو شہریت کے حقوق طلب کئے جو اُس کے باپ کو حاصل تھے لیکن جب شہر والوں کی تائید حاصل کرنے میں کامیابی نہیں ہوئی تو لنگر اٹھا کر اطالیہ کے ساحل کے ساتھ ساتھ روانہ ہوا۔ خلیج ترینائے کے پاس اس کے جہاز طوفانی ہواؤں کی زد میں آگئے جو اس علاقہ میں شمال کی طرف سے آتی ہیں اور مسلسل تیزی اور تندی کے ساتھ چلتی ہیں۔ طوفان کے تھپیڑوں نے جہازوں کو ساحل سے دور سمندر میں پہنچا دیا جہاں موجوں کی سیاست کا مقابلہ کرنے کے بعد بالآخر وہ تارنتوم واپس ہونے میں کامیاب ہوگئے۔ یہاں جہاز ریت پر چڑھا دئے گئے اور جن جہازوں کو زیادہ نقصان پہنچا تھا اُن کی مرمت کی گئی۔ نکیاس کو گلی پوس کی آمد کی اطلاع ملی تو تھوری والوں کی طرح اُس نے بھی ان معدودے چند جہازوں کو ناقابل اعتنا سمجھا اُس کے خیال میں گلی پوس کے سفر کا واحد مقصد قزاقی تھا اس لئے اُس نے کوئی احتیاطی تدبیر اختیار نہیں کی۔

اس موسم گرما میں تقریباً انہی دنوں لاکے ڈیمونیوں اور اُن کے حلیفوں نے آرگوس پر حملہ کرکے اُس کے بیشتر علاقوں کو تباہ و تاراج کیا تو تیس جہاز آرگوس کی مدد کے لئے بھجوا کر ایتھنزیوں نے لاکے ڈیمون کے ساتھ معاہدہ کی علانیہ خلاف ورزی کی۔ اس وقت تک آرگوسیوں اور منتی نیوں سے ایتھنزیوں کا تعاون پیلوس سے بڑھ کر چھاپے مارنے اور لقونوی ساحل کی بجائے بقیہ پلوپونیز کے ساحل پر چڑھائی تک محدود تھا اور اگرچہ آرگوسیوں نے بارہا اصرار کیا کہ تھوڑی ہی دیر کے لئے سہی لقونوی ساحل پر بھاری ہتھیار بند پیادوں کو اتار کر

اس علاقہ کو لوٹنے میں ان کا تھوڑا بہت ساتھ دیا جائے لیکن ایتھنزی ہمیشہ اس سے انکار کرتے رہے تھے لیکن اس دفعہ یا تھودوروس لائسیں پوویوس اور دیمارائوس کی کمان میں ایپیداوروس، لمیرا، پراسیائے اور دوسرے مقامات کے ساحل پر فوجیں اتار کر ملک کو تباہ تاراج کیا جس کی وجہ سے لاکے دیمونیوں کو ایتھنز کے خلاف کارروائیاں کرنے کے لئے اچھا بہانہ مل گیا۔ جب ایتھنزی بیڑا آرگوس کے علاقہ سے واپس چلا گیا اور لاکے دیمونی فوج بھی لوٹ گئی تو آرگوسی فلی سائدر پر چھاپہ مارا اور اس علاقہ میں لوٹ مار کرنے اور چند باشندوں کو ہلاک کرنے کے بعد اپنے وطن کو واپس چلے گئے۔

ساتواں حصّہ

اکیسواں باب

جنگ کا اٹھارھواں اور انیسواں سال۔ گلی پوس کی سرقوسہ میں آمد۔ ڈیکیلیہ کی قلعہ بندی۔ سرقوسیوں کی فتح

اپنے جہازوں کی مرمت کرانے کے بعد گلی پوس اور پائی تھن تارنتوم سے ساحل ساحل اپی زفیری لوکرس روانہ ہوئے جہاں انھیں زیادہ صحیح اطلاعیں ملیں اور پتہ چلا کہ سرقوسہ کا مکمل محاصرہ ہنوز عمل میں نہیں آیا ہے اور یہ کہ فوج اپی پولائے پہنچ کر اب بھی شہر میں داخل ہو سکتی ہے اس کے بعد انھیں یہ طے کرنا تھا کہ آیا جزیرہ سسلی کو سیدھے ہاتھ کی طرف رکھ کر سمندر میں سفر کیا جائے جو خطرہ سے خالی نہیں ہوگا، یا اُسے بائیں جانب چھوڑ کر پہلے ہمیرا جانا چاہیے جہاں سے ہمیریوں اور بعض دوسرے لوگوں کو جو ساتھ دینے پر آمادہ ہوں، ہمراہ لے کر بری راستہ سے سرقوسہ کا سفر کیا جا سکتا ہے۔ بالآخر انھوں نے طے کیا کہ ہمیرا جانا ہی

مناسب ہوگا خاص کر اس لئے کہ نکیاس نے ان کے لوکراس پہنچنے کی اطلاع پا کر جو چار ایتھنزی جہاز بھجوائے تھے وہ ہنوز ریگیوم نہیں پہنچے تھے چنانچہ اسی تدبیر پر عمل کیا گیا اور ایتھنزی جہازوں کے اپنی منزل پر پہنچنے سے پہلے پلوپونیزیوں نے آبنائے کو عبور کر لیا اور ریگیوم اور مسینہ کی بندرگاہوں پر ٹھیرنے کے بعد ہیمرا پہنچ گئے۔ انھوں نے اہل ہیمرا کو لڑائی میں شریک ہونے پر راضی کر لیا۔ وہ نہ صرف ان کے ہمراہ جانے پر آمادہ ہوگئے بلکہ ہیمرا میں انھوں نے جو جہاز ساحل پر چڑھا رکھے تھے اُن کے ہتھیار بھی ملاحوں کے استعمال کے لئے دیے۔ اس کے علاوہ سلی ننتی نیوں کے پاس ایلچی بھجوا کر ایک خاص مقام مقرر کیا گیا جہاں وہ اپنی ساری فوج کے ساتھ پلوپونیزیوں سے آملنے پر راضی ہوگئے۔ اہل گیلہ اور صقالیوں نے بھی چند سپاہی فراہم کرنے کا وعدہ کیا۔ یہ لوگ اب زیادہ مستعدی کے ساتھ پلوپونیز کی تائید پر راضی ہوگئے کیونکہ حال ہی میں صقالی بادشاہ آرکونیداس کا انتقال ہوا تھا۔ اور یہ طاقتور بادشاہ جس کا اس نواح میں بڑا اثر تھا ایتھنز کا دوست تھا۔ اس کے علاوہ لاکے دیمون سے سفر کر کے یہاں پہنچنے میں گلی پوس نے جس جوش اور ہمت کا مظاہرہ کیا اُس سے بھی یہ لوگ متاثر ہوئے۔ اب گلی پوس یہاں سے سرقوسہ کے لئے روانہ ہوا تو اس کے ہمراہ تقریباً سات سو پلوپونیزی جہازی اور بحریہ کے سپاہی تھے (کیونکہ صرف اتنے ہی ملاحوں کے لئے ہتھیار فراہم ہو سکے تھے) ہیمرائے ایک ہزار بھاری ہتھیار بند پیادے اور ہلکے ہتھیار بند سپاہی اور تقریباً ایک سو سوار سلی نوس کے چند سپاہی اور سوار اور گیلہ کے چند سپاہی تھے۔ صقالیوں کی جملہ تعداد تقریباً ایک ہزار تھی

اس اثنا میں کورنتی بیڑے نے لیوکاس سے سرقوسہ پہنچنے کے لئے ممکنہ سرعت سے

آگے بڑھنا شروع کیا اور اُن کا ایک کماں دار جس کا نام گونگی لوس تھا سب سے آخر میں ایک جہاز لے کر نکلا اور سب سے پہلے گلی پوس کی آمد سے کچھ دیر قبل سرقوسہ پہنچ گیا۔ شہر میں داخل ہوتے ہی گونگی لوس نے محسوس کیا کہ سرقوسی اپنی اسمبلی کا اجلاس طلب کر کے لڑائی ختم کرنے کے سوال پر غور کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ اس نے انھیں اس ارادے سے باز رکھا اور کہا کہ مزید جہاز امداد کے لئے آ رہے ہیں۔ اور یہ بھی بتایا کہ لاکے ڈیمونیوں نے گلی پوس ابن کلیا ندریداس کو سپاہ سالاری کے فرائض سنبھالنے کے لئے بھجوایا ہے۔ یہ سنتے ہی سرقوسیوں کے حوصلے بلند ہو گئے اور وہ گلی پوس کی فوج سے جا ملنے کے لئے جو قریب آ چکی تھی فوراً شہر سے باہر نکل آئے۔ اس دوران میں گلی پوس نے قلعہ آئیتلائے پر قبضہ کر لیا جس کا تعلق صقالیوں سے تھا اور جو اس کے راستہ پر واقع تھا۔ اس کے بعد لڑائی کے لئے صف بندی کر کے اپی پولائے پہنچا۔ اس کی فوجیں یوری لوس کے راستہ سے اوپر چڑھ گئیں جس طرح پہلے ایتھنزی چڑھ گئے تھے۔ وہ سرقوسی فوج کو ساتھ لے کر ایتھنزی مورچوں کی طرف بڑھا۔ اتفاق سے گلی پوس بڑے نازک موقع پر پہنچ گیا تھا۔ ایتھنزی بڑی بندرگاہ تک چھ سات فرلانگ کی دوہری فصیل کی تعمیر کا کام مکمل کر چکے تھے اور اب اس سلسلہ کو سمندر سے ملانے کے لئے صرف تھوڑا سا فاصلہ باقی تھا جس پر کام جاری تھا۔ اور دوسرے سمندر کے کنارے تروگی لوس کی سمت حصار کے بقیہ حصہ میں زیادہ دور تک فصیل تعمیر کرنے کے لئے پتھر اکٹھے کئے گئے تھے۔ بعض مقامات پر پوری دیوار تعمیر ہو چکی تھی تو بعض جگہ ادھوری رہ گئی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ سرقوسہ کو مکمل محاصرہ کا زبردست خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔

گلی پوس اور سرقوسہ کی فوجوں کے یکایک بڑھ آنے سے شروع میں ایتھنزی

لشکر میں جو پراگندگی پھیل گئی تھی وہ اب دور ہو گئی تو انھوں نے مقابلہ کے لئے صف بندی کی۔ گلی پوس نے انگریزی فوج سے تھوڑی دور ٹھیر کر قاصد کے ذریعہ پیام بھجوایا کہ اگر انگریزی پانچ روز کے اندر سلی کا مکمل تخلیہ کر دیں تو صلح کی گفتگو ممکن ہو سکے گی۔ انگریزیوں نے اس تجویز پر حقارت کا اظہار کیا اور قاصد کو کوئی جواب دئے بغیر ہی لوٹا دیا۔ اس کے بعد فریقین نے مقابلہ کی تیاری شروع کی گلی پوس نے دیکھا کہ سرقوسی صفوں کی ترتیب ٹھیک نہیں ہے اور سپاہی آسانی سے قطاریں نہیں بناتے تو اپنی فوج کو ہٹا کر زیادہ کھلے میدان میں لے گیا لیکن نکیاس نے اپنے لشکر کو جنبش نہیں دی بلکہ وہ اپنی فصیل کے پاس ہی ٹھیرا رہا۔ جب گلی پوس نے دیکھا کہ دشمن اپنی جگہ سے آگے نہیں بڑھ رہا ہے تو اپنی فوج کو اولو تمپئیس کے قلعہ کی طرف ہٹا لیا اور رات وہیں بسر کی۔ دوسرے روز وہ اپنی فوج کے بڑے حصہ کو لے کر آگے بڑھا اور لڑائی کے لئے صف بندی کر کے انگریزی محاصرہ کی دیوار کے سامنے کھڑا کیا تاکہ انگریزی دستے امداد کے لئے دوسرے مقامات کو نہ جا سکیں۔ اس کے بعد قلعہ لابدالوم پر چڑھائی کے لئے ایک طاقتور فوج روانہ کی جس نے اسے سر کیا اور قلعہ میں جو لوگ تھے ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا کیونکہ یہ قلعہ انگریزی مورچوں کے پاس سے نظر نہیں آتا تھا۔ اسی روز سرقوسیوں نے ایک انگریزی سہ طبقہ جہاز کو گرفتار کر لیا جو بندرگاہ سے قریب لنگر انداز تھا۔

اس کے بعد سرقوسیوں اور ان کے حلیفوں نے شہر سے اپی پولائے تک ایک ترچھی اکہری دیوار کی تعمیر شروع کی تاکہ انگریزی اگر اس کام میں رکاوٹ نہ پیدا کریں تو شہر کا مکمل محاصرہ کرنا ناممکن ہو جائے۔ اس اثنا میں انگریزیوں نے اپنی فصیل کا سلسلہ ساحل سمندر تک مکمل کر دیا جس کے بعد وہ ٹیلہ پر چڑھ گئے۔

ان کی فصیل کا کچھ حصہ کم زور تھا اس لئے گگلی پوس نے اس پر رات میں دھاوا کیا تو جو اتھنزی سپاہی زیر سماں رات بسر کر رہے تھے خطرہ کی اطلاع پا کر دشمن کے مقابلہ کے لئے آگے بڑھے جن کو دیکھ کر گگلی پوس اپنی فوج کے ساتھ فوراً وہاں سے لوٹ گیا۔ اب اتھنزیوں نے اپنی فصیل کی اونچائی میں اضافہ کیا اور آئندہ اس مقام کی خود حفاظت کرنے لگے اور خفیف سپاہیوں کو دوسرے مقامات کی حفاظت پر مقرر کیا۔ نکیاس نے راس پلیمیریوم پر استحکامات تعمیر کرنے کا بھی تہیہ کر لیا تاکہ شہر کی طرف سے کوئی خطرہ پیدا ہو تو اس کا مقابلہ کیا جا سکے۔ اس راس کا سرا سمندر کی طرف آگے کو نکلا ہوا ہے جس کی وجہ سے بندرگاہ کا دہانہ تنگ ہو گیا ہے۔ اس نے سوچا کہ اس مقام کو مستحکم کر دیا جائے تو رسد لانے میں آسانی ہو گی کیونکہ وہ ناکہ بندی کی نگرانی اس بندرگاہ سے قریب تر مقام سے کر سکیں گے جو سرقوسیوں کے قبضہ میں تھی۔ اور اس کے بعد یہ ضروری نہیں ہو گا کہ جب کبھی دشمن کے جہاز نقل و حرکت کریں اتھنزی جہاز ان کے مقابلہ کے لئے بڑی بندرگاہ کے پائیں حصہ سے نکل کر جائیں۔ علاوہ بریں اب اس نے سمندری لڑائی پر زیادہ توجہ دینی شروع کی، کیونکہ گگلی پوس کی آمد کے بعد اتھنزیوں کو بڑی معرکوں میں کامیابی کے امکانات کم نظر آنے لگے تھے۔ اس ارادہ سے وہ جہاز اور چند سپاہی لے کر پلیمیریوم پہنچا جہاں تین مورچے تعمیر کئے گئے۔ فوج کا بیشتر ساز و سامان ان مورچوں میں رکھا گیا اور بڑے بڑے اتھنزی جنگی اور دوسرے جہاز وہیں لنگر انداز کئے گئے۔ اب پہلی دفعہ جہازیوں اور ملاحوں نے سخت مشکلات محسوس کیں۔ پینے کا پانی کم یاب تھا اور دور سے لانا پڑتا تھا اور جلانے کی لکڑی چننے کے لئے سپاہی دور تک نہیں جا سکتے تھے کیونکہ سارے علاقہ پر سرقوسی سواروں کا راج تھا۔

اور ہر جگہ ان کی وجہ سے خطرہ لگا رہتا تھا۔ دشمن نے اپنی سوارہ فوج کا ایک تہائی حصہ اولمپیوم میں رکھا تھا تاکہ پلیمیریوم کے ایتھنزی دستے اس علاقہ میں چھاپے مار کر لوٹ مار نہ کرنے پائیں۔ اس اثنا میں نکیاس کو اطلاع ملی کہ کورنتھی بیڑا قریب آگیا ہے تو اس نے بیس جہاز بھجوائے تاکہ لوکرس، ریگیوم اور سسلی کے راستہ میں ان کی تلاش کی جائے۔

ادھر گلی پوس نے اپی پولائے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک فصیل کی تعمیر برابر جاری رکھی اور اس کام کے لئے وہ پتھر استعمال کئے جو ایتھنزیوں نے حصار بنانے کے لئے اکھٹے کئے تھے۔ اس کے ساتھ ہی بار بار سرقوسیوں اور ان کے حلیفوں کی فوجوں کو ایتھنزی مورچوں کے قریب لے جا کر لڑائی کے لئے صف بندی کی جن کے مقابلہ کے لئے ایتھنزی بھی صف آرائی کرتے رہے۔ بالآخر ایک موقع پر اس نے اقدام کرنا مناسب سمجھا اور فریقین میں دست بدست لڑائی شروع ہوئی جس میں سرقوسی سواروں سے کوئی مدد نہیں مل سکتی تھی۔ اس لئے سرقوسیوں اور ان کے حلیفوں کو شکست ہوئی اور وہ عارضی صلح نامہ کے تحت اپنے کشتوں کی لاشیں لے کر واپس ہو گئے۔ جس کے بعد ایتھنزیوں نے اپنی فتح کی یادگار نصب کی۔ اس کے بعد گلی پوس نے اپنے سپاہیوں کو یکجا کر کے کہا قصور میرا تھا، آپ لوگوں نے کوئی کوتاہی نہیں کی ہے۔ وہ اپنی فوج کو حصار کے بہت قریب لے گیا تھا جس کی وجہ سے انھیں سواروں اور تیر اندازوں سے کوئی مدد نہیں مل سکی۔ اس لئے اس نے اور ایک دفعہ قسمت آزمائی کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ اس نے کہا میری التجا ہے کہ آپ یہ بات یاد رکھیں کہ آپ کے پاس دشمن کے مساوی مادی وسایل موجود ہیں، اور جہاں تک ہمت و استقلال کا تعلق ہے یہ بات ناقابل برداشت ہوگی کہ پلوپونیسزی اور

دور یاتی ایونیوں اور اہل جزایر کے مقابلہ میں اپنی کامیابی کو یقینی نہ سمجھیں اور اتھنزیوں اور اُن کے حلیفوں کو جن میں ہر قسم کے نام نہاد سپاہی شامل ہیں، شکست دے کر ملک کے باہر نہ نکال دیں۔

اس کے بعد اس نے لڑائی کے اولین موقع سے فائدہ اٹھایا۔ اب نکیاس اور اتھنزیوں نے طے کر لیا تھا کہ اگر سرقوسی لڑنا چاہیں تو بھی اُن کی زیر تعمیر آڑی دیوار کے کام کو روکنا ضروری ہوگا کیونکہ اس کا سلسلہ پہلے ہی اتھنزی حصار کے سرے کے قریب پہنچ چکا تھا اور اگر دشمن کی مزاحمتی دیوار اور آگے بڑھ گئی تو لڑائیوں میں اس وقت تک جو کامیابی حاصل کی گئی تھی وہ سب بے سود ہو جائے گی اور لڑنا نہ لڑنا مساوی ہو جائے گا۔ اس خیال سے وہ سرقوسیوں کے مقابلہ کے لئے آگے بڑھے۔ گلی پوس نے اپنے بھاری ہتھیار بند دستوں کو اتھنزی حصار سے پہلے کی بہ نسبت دور لکھڑا کر کے حملہ شروع کیا۔ اُس نے سواروں کے رسالہ اور تیر اندازوں کو اتھنزی فوج کے پہلو میں ایک کھلے مقام پر رکھا جہاں فریقین کی فصیلوں کا سلسلہ ختم ہو گیا تھا۔ لڑائی کے دوران میں سواروں نے اتھنزیوں کے میمنہ پر حملہ کر کے شکست فاش دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سرقوسیوں نے بقیہ اتھنزی فوج کو تیزی سے پسپا کر کے اُن کے مورچوں میں ڈھکیل دیا۔ دوسرے روز رات میں سرقوسیوں نے اپنی فصیل کا سلسلہ اتھنزی حصار تک پہنچا کر اس سے آگے بڑھا دیا جس کی وجہ سے آیندہ اتھنزیوں کو میدان جنگ میں کامیابی ہو تو بھی شہر کا مکمل محاصرہ ناممکن ہو گیا۔

اس کے بعد اتھنزی نگراں کاروں کی نظر بچا کر کورنتھیوں، امبریسیوں اور لیوکاسیوں کے بقیہ بارہ جہاز ایراسینیداس نامی کورنتھی کی کمان میں سرقوسی کی

بندرگاہ میں داخل ہو گئے اور انھوں نے سرقوسیوں کو ان کی فصیل کے بقیہ حصہ کی تعمیر میں مدد دی۔ ساتھ ہی گلی پوس سسلی کے دوسرے علاقوں کو روانہ ہوا تاکہ بری اور بحری فوج کے لئے سپاہی بھرتی کئے جائیں اور جو مملکتیں اس وقت تک شش و پنج میں تھیں یا لڑائی سے قطعاً بے تعلق رہی تھیں ان کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ لاکے ڈیمون اور کورنتھ کو لاکے دیمونی اور کورنتھی ایلچی بھی بھجوائے گئے تاکہ جس طرح بھی ممکن ہو تازہ فوجی امداد حاصل کی جائے۔ ان سے کہا گیا کہ امدادی فوجیں تجارتی یا حمل و نقل کے جہازوں میں بھجوائی جائیں یا اس کے لئے کوئی اور مناسب ذریعہ اختیار کیا جائے جس میں کامیابی کی امید ہو کیونکہ ایتھنزی بھی اپنے لئے امدادی فوج طلب کر رہے ہیں۔ ساتھ ہی سرقوسیوں نے ایک بیڑا تیار کر کے بحری مشقیں شروع کیں تاکہ اس میدان میں بھی زور آزمائی کی جا سکے اور اب عام طور پر ان کے حوصلے بہت بلند ہو گئے تھے۔

ان حالات میں جب نکیاس نے دیکھا کہ دشمن کی طاقت روز بروز بڑھ رہی ہے اور ایتھنزیوں کی مشکلات میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے تو اس نے ایتھنز کو قاصد بھجوائے۔ اس سے پہلے وہ لڑائی کی صورت حال سے متعلق کئی تفصیلی رپورٹیں بھجوا چکا تھا اور اب موجودہ موقف سے ایتھنز کو واقف کرانا اسے نہایت ضروری معلوم ہوا۔ وہ اپنے آپ کو سخت خطرہ میں محسوس کر رہا تھا اور اس کا خیال تھا کہ ایتھنزیوں کو چاہئے کہ یا تو جلد از جلد فوج کو واپس بلا لیں یا ایتھنز سے ایک طاقتور فوج امداد کیلئے بھجوائیں ورنہ بچنے کی کوئی توقع نہیں ہو سکتی۔ لیکن اس اندیشہ سے کہ ممکن ہے قوت گویائی یا حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے یا عوام کی خوشنودی کے خیال سے قاصد حقیقت حال کا اظہار نہ کریں اس نے سارے حالات کو ضبط تحریر میں لانا مناسب سمجھا تاکہ ایتھنزی اس کی

ذاتی رائے سے واقف ہو جائیں اور زبانی پیام بھیجنے سے کوئی نقص نہ پیدا ہو مقصد یہ تھا کہ ایتھنزی صورت حال کی صحیح تفصیلات سے واقف ہو کر ان کے بارے میں رائے قائم کریں۔ چنانچہ قاصدوں کو ضروری زبانی ہدایات دینے کے بعد تحریری پیام بھی دیا گیا۔ اس کے بعد اس نے فوجی امور پر توجہ کی اور بالفعل دفاعی طریقہ اختیار کرنے اور بے وجہ خطرات میں نہ پڑنے کی حکمت عملی پر کاربند ہونے کا تہیہ کیا۔

اسی موسم گرما کے اواخر میں یوتیون نامی ایتھنزی سپہ سالار پردکاس اور اس کے تھریسی سپاہیوں کی بڑی تعداد کو ساتھ لے کر امفی پولس پر حملہ کے لئے روانہ ہوا اور جب اس میں کامیابی نہیں ہوئی تو چند سہ طبقہ جہازوں کو دریائے استرامون میں داخل کر کے شہر کی ناکہ بندی کی اور اپنا فوجی مرکز ہمیرائیوم میں قایم کیا۔

اب موسم گرما ختم ہو گیا۔ سرما کے اوائل میں نکیاس کے فرستادہ قاصد ایتھنز پہنچ گئے۔ انھوں نے زبانی پیغام سنایا اور ایتھنزیوں کے استفسارات کے جواب دیے۔ اس کے علاوہ نکیاس کی تحریر بھی پیش کر دی۔ محرر شہر نے نکیاس کا مراسلہ مجلس عوام میں پڑھ کر سنایا جس کا مضمون یہ تھا:۔۔۔

"ایتھنزیو! ہماری سابقہ نقل و حرکت اور مصروفیات سے آپ واقف ہی ہیں جن کی تفصیل میں اپنے پچھلے مراسلوں میں بیان کر چکا ہوں۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ موجودہ حالات پر غور کر کے آپ کوئی مناسب طریق کار اختیار کریں۔ ہمیں سرقوسیوں کے مقابلہ کے لئے بھجوایا گیا تھا جن کو ہم نے بیشتر معرکوں میں شکست دی اور اپنے لئے مورچے تعمیر کئے جن پر ہمارا قبضہ ہے لیکن اس عرصہ میں گلی پوس لاکے دیمون سے فوجیں لے کر آ پہنچا جس کے ساتھ

سسلی کی بعض مملکتوں کے فوجی دستے بھی ہیں۔ پہلے مقابلہ میں ہم نے اُسے مغلوب کیا لیکن دوسرے روز لڑائی ہوئی تو دشمن کے سواروں اور تیر اندازوں نے ہمیں بے بس کر دیا اور ہم اپنے مورچوں میں واپس ہونے پر مجبور ہو گئے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ دشمن کی کثرتِ تعداد کی وجہ سے ہم محاصرہ کی فصیل کا کام روک کر ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ اور جو فوج ہمارے پاس ہے اس سے بھی پورا فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا کیونکہ ہمارے بھاری ہتھیار بند پیادوں کی بڑی تعداد مورچوں کی حفاظت پر متعین ہے۔ ادھر دشمن نے مزاحمت کے لئے اکہری دیوار کا سلسلہ ہمارے حصار کے آگے تک بڑھا دیا ہے جس کی وجہ سے محصور شدہ شہر کا مکمل محاصرہ اس وقت تک ممکن نہیں ہو سکے گا جب تک ایک طاقتور فوج کی مدد سے اس دیوار پر چڑھائی کر کے اس پر قبضہ نہ کیا جائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ یا تو ہم غنیم کا محاصرہ کر رہے تھے یا اب یہ حال ہے کہ کم از کم خشکی کی جانب سے فی الحقیقت ہم خود محصور ہو گئے ہیں کیونکہ دشمن کے سواروں کی وجہ سے ہم اپنے مورچوں سے دور کسی جگہ بھی نہیں جا سکتے۔

اس کے علاوہ فوجی امداد حاصل کرنے کے لئے پلو پونیز کو سفیر بھجوائے گئے ہیں اور گلی پس سسلی کے شہروں کو گیا ہے جس کا ایک مقصد یہ ہے کہ جو مملکتیں اس وقت تک غیر جانبدار رہی ہیں ان کو لڑائی میں شریک ہونے پر راضی کیا جائے اور دوسرے یہ کہ حلیفوں سے بری فوجوں کے لئے مزید دستے اور بحریہ کے لئے ضروری سامان حاصل کیا جائے۔ کیونکہ میری اطلاع کے مطابق دشمن اب خشکی میں بری فوج کی مدد سے ہمارے مورچوں پر حملہ کے ساتھ بیک وقت سمندر میں ہمارے بیڑے پر بھی دھاوا کرنے کی تدبیریں کر رہا ہے۔ بحری حملہ کا ذکر سن کر آپ میں سے کسی شخص کو حیرت نہیں ہونی چاہئے۔ دشمن کو پتہ چل چکا ہے کہ ایک عرصہ دراز

سمندر میں رہنے کی وجہ سے ہمارے جہاز بوسیدہ اور ملاح از کار رفتہ ہو گئے ہیں۔ اب پہلے کی طرح نہ تو ہمارے جہازی تنومند ہیں اور نہ جہاز مضبوط ہیں جس کی وجہ سے بیڑے میں وہ کارکردگی باقی نہیں رہی ہے جس کی شہرت عرصہ دراز سے چلی آرہی تھی۔ یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ ہم اپنے جہازوں کو ساحل پر کھینچ کر ان کی مرمت کریں کیونکہ دشمن کے پاس ہمارے جہازوں کے مساوی بلکہ اس سے زیادہ تعداد میں جہاز موجود ہیں جن کے حملہ کا اندیشہ ہر وقت لگا رہتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم خود دیکھ رہے ہیں کہ دشمن کے جہاز مشق میں مصروف ہیں اور جب چاہیں پہل کر کے ہمارے بیڑے پر حملہ کر سکتے ہیں۔ اور چونکہ ان پر ناکہ بندی کی ذمہ داری عاید نہیں ہے اس لئے انھیں اپنے جہازوں کو سمندر سے باہر نکال کر خشک کرنے کے مواقع حاصل ہیں۔

اگر ہمارے بیڑے میں کافی جہاز موجود ہوتے اور ناکہ بندی پر ساری قوت صرف نہ کرنی پڑتی جیسا کہ اس وقت ضروری ہو گیا ہے تو بھی ہم مشکل ہی سے اپنے جہازوں کی مرمت کا کام کر سکتے تھے۔ کیونکہ اس وقت بھی سرقوسہ سے آگے سے رسد لانے میں سخت مشکلات حایل ہیں اور اگر نگرانی میں ذرا بھی تساہل برتا گیا تو رسد کی درآمد ناممکن ہو جائے گی۔ ہمارے ملاحوں اور جہازیوں کو جو نقصانات پہنچے ہیں اور پہنچ رہے ہیں ان کا سبب یہ ہے کہ جلانے کی لکڑی اور گھوڑوں کے لیے چارہ لانے کے لئے مختلف مقامات کو جانا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ پینے کا پانی دور سے لانا ہوتا ہے اور جب اس غرض سے یہ لوگ مورچوں سے نکل کر دور جاتے ہیں تو سرقوسی رسالہ کے سوار حملہ کر کے انکو ہلاک کر دیتے ہیں۔ اب ہمیں دشمن پر پہلے کی طرح برتری حاصل نہیں رہی ہے اس لئے غلام ہمارا ساتھ چھوڑ کر فرار ہو رہے ہیں۔ ہمارے بیڑے کے پردیسی ملاح دشمن کے جہازوں کو دیکھ ایک ہمارے مقابلہ پر

آجانے کی وجہ سے اور دشمن کی قوت مقاومت کو دیکھ کر مرعوب ہو گئے ہیں۔ ان میں سے جو لوگ جبری طور پر بھرتی کئے گئے تھے وہ موقع ملتے ہی فرار ہو رہے ہیں اور جو افراد بڑی تنخواہوں کے لالچ میں آکر شریک ہوئے تھے اور جن کو توقع تھی کہ زیادہ لڑائی ہوگی اور خوب مال غنیمت ملے گا وہ یا تو ہمارا ساتھ چھوڑ کر دشمن کی طرف جا رہے ہیں یا راہ فرار اختیار کر رہے ہیں جس کے کافی مواقع سسلی کی وسیع سرزمین میں حاصل ہیں۔ بعضوں نے خود تجارتی کاروبار شروع کر دیا ہے اور کپتانوں کو ترغیب دے رہے ہیں کہ جہاز پر کام کے لئے اُن کی جگہ ہکاری غلاموں کو مقرر کیا جائے۔ اس طرح ان لوگوں نے ہمارے بحریہ کی کارکردگی کو نہایت پست کر دیا ہے۔

یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ کسی بیڑے کا عملہ اپنی کارکردگی کے اعلیٰ ترین معیار کو زیادہ عرصہ تک قایم نہیں رکھ سکتا اور یہ کہ ایسے ملاحوں کی تعداد کم ہوتی ہے جو جہاز کو صحیح سمت میں آگے بڑھائیں اور ہم آہنگی اور باقاعدگی کے ساتھ چپو چلائیں۔ مگر سب سے بڑی دقت یہ پیش آرہی ہے کہ چونکہ ایتھنزی ملاحوں کی فطرت ہی سرکش واقع ہوئی ہے اس لئے میں ان خرابیوں کو دور نہیں کر سکتا اور بھرنئے ملاح بھرتی کرنے کے لئے ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے، جب کہ دشمن کو مختلف مقامات سے ملاح مل سکتے ہیں اس لئے ہم نہ صرف برسرِ کار جہازی عملہ کے لئے رسد کی فراہمی کے لئے بلکہ نقصانات کی صورت میں عملہ کی تکمیل کے لئے بھی انہی افراد پر بھروسہ کرنے پر مجبور رہیں جو اس مہم میں لشکر کے ہمراہ آئے ہیں۔ کیونکہ ہمارے موجودہ حلیف ناکسوس اور قطانہ اس قابل نہیں ہیں کہ ہماری ضرورتیں پوری کر سکیں۔ اس وقت دشمن کو کامیابی حاصل کرنے کے لئے صرف ایک چیز کی ضرورت باقی رہ گئی ہے جو یہ ہے کہ

اطالوی بازاروں سے ہمارا تعلق ختم ہو جائے۔ اگر وہ محسوس کریں کہ اس نازک صورت حال میں آپ ہمارے لئے مدد نہیں بھجوا رہے ہیں اس لئے دشمن کی طرف ہو جائیں تو اجناس کی کمی کی وجہ سے ہم تخلیہ پر مجبور ہو جائیں گے اور دشمن کسی لڑائی کے بغیر کامیاب ہو جائیں گے۔

آپ کہیں یہ خیال نہ کریں کہ آپ کے سپاہ سالاروں یا سپاہیوں میں اُن لوگوں سے جنگ کرنے کی قابلیت نہیں رہی ہے جن کے مقابلہ کے لئے ہمیں بھجوایا گیا تھا۔ بلکہ آپ کو اس امر پر غور کرنا چاہئے کہ ہمارے خلاف سسلی کی مملکتیں عام طور پر متحد ہو کر ایک محاذ بنا رہی ہیں اور پلوپونیز سے تازہ دم فوجوں کی آمد کا اندیشہ ہے۔ اور ہمارا حال یہ ہے کہ اس وقت جو لشکر ہمارے مقابلہ پر آیا ہے اُس سے نپٹنے کے لئے بھی ہمارے موجودہ وسایل کافی نہیں ہیں۔ ان اسباب کی بنا پر یا تو آپ ہمیں واپس بلا لیجئے یا ابتدا میں اس مہم کے لئے جتنی بڑی بحری اور بری فوج بھجوائی گئی تھی اتنی ایک اور فوج کثیر رقم کے ساتھ روانہ کیجئے۔ اور میری جگہ سپاہ سالاری کے فرایض سنبھالنے کیلئے بھی کسی کو بھجوائیے کیونکہ گردوں کی تکلیف کی وجہ سے میں اب کام کرنے کے قابل نہیں رہا ہوں۔ میں خود کو آپ کی عنایات کا مستحق سمجھتا ہوں کیوں کہ اپنی جوانی کے زمانہ میں کماندار کی حیثیت سے میں نے آپ کی بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔ آپ جو مناسب سمجھیں کریں لیکن یہ ضروری ہے کہ تاخیر نہ ہو اور جو کچھ کرنا ہے اوایل موسم بہار میں کیا جائے کیونکہ دشمن کی مدد کے لئے سسلی سے فوجیں عنقریب آنے والی ہیں جس کے کافی عرصہ بعد پلوپونیز سے امداد آئے گی۔ اور اگر آپ نے تاخیر کی تو اول الذکر فوجیں آپ کی فوجوں سے پہلے یہاں پہنچ جائیں گی اور ثانی الذکر پہلے کی طرح آپ کی نظر بچا کر آ گے

آگے بڑھ جائیں گی۔"

یہ تھا متن نکیاس کے مراسلہ کا جس کو سننے کے بعد ایتھنزیوں نے اُس کا استعفیٰ منظور کرنے سے انکار کر دیا اور اُس کے لئے دو شریکِ کار نامزد کئے جن کے سسلی پہنچنے تک متعلقہ فرائض انجام دینے کے لئے دو افسر منتخب کئے جو اس وقت نکیاس کے لشکر میں موجود تھے اور جن کے نام مینانڈر اور یوتھی ڈیموس تھے۔ یہ انتظام اس غرض سے کیا گیا کہ علالت کے زمانہ میں ساری ذمہ داریوں کا بوجھ تنہا نکیاس کو برداشت نہ کرنا پڑے۔ نکیاس کے لئے جو شریکِ کار منتخب کئے اُن کے نام ڈیموس تھینیس ابن الکس تھینیس اور یوری میدون ابن تھوکلیس تھے۔ یہ بھی طے کیا گیا کہ ایک اور بحری اور بری فوج بھجوائی جائے جو درج فہرست ایتھنزی سپاہیوں اور حلیفوں پر مشتمل ہو۔ یوری میدون کو تقریباً راس الجدی کے روز دس جہازوں اور ایک سو بیس نقرئی تالنت کے ساتھ بسرعت تمام روانہ کیا گیا اور اُسے فوج کو یہ اطلاع دینے کی ہدایت کی گئی کہ امداد کے لئے مزید لشکر آ رہا ہے اور یہ کہ ان کی حفاظت کیلئے ضروری انتظامات کئے جائیں گے۔ لیکن ڈیموس تھینیس مہم کی تیاری کرنے کے لئے ایتھنز ہی میں ٹھیرا رہا۔ وہ اوایل موسم بہار میں روانہ ہونا چاہتا تھا اور اس نے اس غرض سے حلیفوں سے فوجی دستے طلب کئے اور ایتھنز میں رقمیں جمع کیں اور جہاز اور بھاری ہتھیار بند پیادے اکٹھے کئے۔

اس کے علاوہ ایتھنزیوں نے پلوپونیز کا دور کرنے کے لئے بیس جہاز بھجوائے تاکہ کورنتھ یا پلوپونیز کا کوئی جہاز سسلی کی طرف نہ جا سکے۔ کیونکہ سرقوسہ سے آئے ہوئے ایلچیوں نے جب سسلی میں لڑائی کی صورتِ حال کے سازگار ہونے کی تفصیل سنائی تو کورنتھیوں کو کامیابی کا پورا یقین ہو گیا اور یہ بھی ثابت

ہو گیا کہ اس سے پہلے انھوں نے جو بیڑا بھجوایا تھا وہ بے کار ثابت نہیں ہوا اسلئے
اب وہ بھاری ہتھیار بند فوج تجارتی جہازوں کے ذریعہ بھجوانے کی فکر کر رہے
تھے اور پلوپونیز کے سارے علاقوں میں لاکے ڈیمونی بھی اسی قسم کی تیاریوں میں
مصروف تھے۔ اس کے علاوہ نوپاکٹوس کے محافظ دستوں سے نبرد آزمائی کیلئے
کورنتھیوں نے پچیس جہازوں کا ایک بیڑا بھی تیار کیا تھا جس کا ایک مقصد
یہ بھی تھا کہ ایتھنزیوں کی توجہ بٹ جائے، اور وہ آسانی سے فوج لے جانے
والے تجارتی جہازوں کے راستہ میں رکاوٹیں نہ پیدا کر سکیں۔

اس اثنا میں لاکے ڈیمونیوں نے اٹیکا پر فوج کشی کی تیاریاں شروع
کیں۔ ایک تو وہ پہلے ہی حملہ کرنے کا ارادہ کر چکے تھے دوسرے سرقوسیوں اور
کورنتھیوں نے ان کو مشتعل کیا۔ وہ چاہتے تھے کہ اٹیکا پر لشکر کشی کی جائے تاکہ
اُن کی اطلاع کے مطابق ایتھنز سے جو فوجی امداد عنقریب سسلی جانے والی تھی وہ
نہ جاسکے۔ الکی بیادیس نے یہ بھی صلاح دی کہ جلد از جلد دیکیلیہ کو مستحکم کرکے
پوری طاقت کے ساتھ لڑائی شروع کی جائے۔ لیکن لاکے ڈیمونیوں کے حوصلے
زیادہ تر اس خیال کی بنا پر بڑھ گئے تھے کہ چونکہ ایتھنز کو بہ یک وقت ایک
محاذ پر پلوپونیزیوں سے اور دوسرے محاذ پر سسلی والوں سے مقابلہ کرنا تھا
اس لئے اُس کو مغلوب کرنا نسبتاً زیادہ آسان ہو گا اور اس احساس سے بھی
ان کو بڑی تقویت پہنچی کہ صلح نامہ کی خلاف ورزی کا ارتکاب پہلے ایتھنز نے
کیا ہے۔ پچھلی لڑائی کے دوران میں وہ خود کو زیادہ قصوروار سمجھتے تھے
کیونکہ ایک تو تھبز نے زمانہ امن میں پلاتیہ میں داخل ہوئے دوسرے لاکے ڈیمونیوں
نے ثالثی کے لئے ایتھنز کی پیش کش کو مسترد کر دیا تھا حالانکہ سابقہ صلحنامہ میں
یہ شرط رکھی گئی تھی کہ ثالثی کی تجویز پیش ہو تو کوئی فوجی کارروائی نہیں کیجائیگی

ان اسباب کی بنا پر وہ اپنے آپ کو سزا کا مستحق سمجھتے تھے۔ پیلوس کی تباہی اور اسکے علاوہ جو آفتیں آئیں اُن سب کو انھوں نے اپنے کئے کی سزا سمجھ کر برداشت کیا۔ لیکن جب پیلوس سے مسلسل تباہ کن حملے ہونے لگے اور تیس ایتھنزی جہازوں نے آرگوس کی طرف سے بڑھ کر اپیداؤروس، پراسیائے اور دوسرے مقامات کو تباہ کیا اور جب کبھی صلحنامہ کی کسی مبہم دفعہ کے اصل مفہوم کے بارے میں کوئی اختلاف رائے ہوا تو ثالثی کی ہر تجویز کو ایتھنز نے مسترد کر دیا۔ ان واقعات کے پیش نظر لاکے دیمونی بالآخر اس نتیجہ پر پہنچے کہ سابق میں جو غلطی اُن سے سرزد ہوئی تھی اُسی کا ارتکاب اب ایتھنزی کر رہے ہیں اس لئے وہی قصوروار ہیں۔ یہ سوچ کر انھوں نے پورے جوش وخروش کے ساتھ لڑائی کے لئے تیاری شروع کی۔ انھوں نے سارا موسم سرما اپنے حلیفوں کے پاس سے لوہے کے ذخایر حاصل کرنے اور قلعہ کی تعمیر کے لئے دوسرے آلات کی تیاری میں صرف کیا۔ ساتھ ہی اپنے ملک میں فوجی بھرتی کی اور پلوپونیز کے دوسرے علاقوں میں جبری بھرتی کر کے ایک فوج تیار کی تاکہ اُسے تجارتی جہازوں کے ذریعہ سسلی بھجوایا جائے اس کے بعد موسم سرما ختم ہو گیا جس کے ساتھ ہی اس جنگ کا اٹھارھواں سال اختتام کو پہنچا جس کی یہ تاریخ طوسی دیدس نے لکھی ہے۔

اوایل موسم بہار میں معمول سے کچھ پہلے ہی لاکے دیمونیوں اور ان کے حلیفوں نے آگس ابن آرکی داموس شاہ لاکے دیمونیہ کی کمان میں اٹیکا پر فوج کشی کی۔ حملہ آوروں نے پہلے میدانی علاقہ سے متصلہ مقامات میں لوٹ مار کی اور اس کے بعد دیکیلیہ میں استحکامات کی تعمیر شروع کی جس کا کام مختلف ملکوں کے دستوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ دیکیلیہ شہر ایتھنز سے تقریباً تیرہ یا چودہ میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور بوئشیہ سے بھی اس کا فاصلہ شاید اتنا ہی ہے یا اس سے

کچھ زیادہ ہوگا۔ قلعہ کی تعمیر کا مقصد یہ تھا کہ میدانی علاقوں اور ملک کے زرخیز ترین مقامات پر چھاپے مارے جائیں جو شہر ایتھنز سے نظر آتے تھے۔ جس وقت پلوپونیزی اور ان کے حلیف اٹیکا میں قلعہ کی تعمیر میں مصروف تھے، تقریباً اسی زمانہ میں ان کے اہل وطن نے بھاری ہتھیار بند پیادوں کی فوج تجارتی جہازوں کے ذریعہ پلوپونیز سے سسلی بھجوا دی۔ اس فوج کے لئے لاکیڈیمونیوں نے ہیلوتوں اور آزاد شدہ غلاموں کے بھاری ہتھیار بند پیادہ دستے فراہم کئے تھے جن کی مجموعی تعداد چھ سو تھی اور جن کی کمان اکریتوس نامی اسپارٹی کے سپرد کی گئی تھی۔ اور بوئیشیہ کے تین سو بھاری ہتھیار بند پیادے تھے جن کے کمان دار زینون اور نکون نامی دو تھیبزی اور ان کے علاوہ ایک کمان دار ہیگساندر تھا جس کا تعلق تھیسپیہ سے تھا۔ یہ اُن اولیں فوجوں میں سے تھیں جو تانارودس واقع لقونیہ سے کھلے سمندر کے راستہ روانہ ہوئیں۔ اس کے بعد زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ کورنتھیوں نے پانچ سو بھاری ہتھیار بند پیادے بھجوائے۔ یہ دستے کچھ تو خود کورنتھیوں پر اور کچھ آرکیدیائی اجیر سپاہیوں پر مشتمل تھے اور اُن کا کمان دار الکزارخوس نامی کورنتھی تھا۔ جس وقت یہ فوج کورنتھ سے روانہ ہوئی اسی وقت سکیونیوں نے سارگیوس نامی سکیونی کی کمان میں دو سو بھاری ہتھیار بند پیادے بھجوائے۔ کورنتھ نے سرما میں پچیس جہازوں کا جو بیڑا تیار کیا تھا وہ اس تمام دوران میں نوپاکتوس کے بالمقابل جما رہا یہاں تک کہ بھاری ہتھیار بند سپاہیوں سے لدے ہوئے جہاز پلوپونیز سے کافی آگے بڑھ گئے اور اس طرح وہ مقصد پورا ہو گیا جس کے لئے یہ بیڑا در اصل تیار کیا گیا تھا یعنے یہ کہ ایتھنزیوں کی توجہ تجارتی جہازوں سے ہٹ جائے۔

اس زمانہ میں ایتھنزی خاموش نہیں رہے۔ جونہی دیکیلیہ کے استحکام کا

کام شروع ہوا انھوں نے اوائل بہار میں فارکلیس ابن اپولودوروس کی کمان میں پلوپونیز کا چکر لگانے کے لئے تیس جہاز بھجوائے اور ہدایت دی کہ آرگوس پہنچ کر معاہدہ کے مطابق بیڑے کے لئے بھاری ہتھیار بند دستوں کی فراہمی کا مطالبہ کیا جائے۔ ساتھ ہی منصوبے کے مطابق ڈیموس تھینیس کو سسلی روانہ کیا گیا اس کے ساتھ ساٹھ ایتھنزی اور پانچ خیوسی جہاز اور بارہ سو بھاری ہتھیار بند ایتھنزی پیادے تھے۔ اس کے علاوہ جزایر میں جتنے بھی سپاہی مل سکے ان کو بھرتی کر کے بھجوایا گیا اور دوسرے ماتحت حلیفوں کے پاس سے جنگ کے لئے جو ضروری ساز و سامان مل سکا وہ حاصل کر کے روانہ کیا گیا۔ ڈیموس تھینیس کو ہدایت دی گئی کہ وہ پہلے خاریکلیس کے ساتھ لقونوی ساحل کا چکر لگا کر فوجی کارروائیوں میں اس کی مدد کرے۔ چنانچہ وہ آئی گینہ روانہ ہوا اور اپنی بقیہ فوج کے آنے اور خاریکلیس کے آرگوسی دستوں کو لانے تک انتظار کیا۔

اس موسم بہار میں تقریباً انہی دنوں سسلی میں گلی پوس اُن تمام فوجوں کو لے کر سرقوسہ واپس ہوا جو مختلف مملکتوں نے اُس کی حمایت پر رضامندی ظاہر کر کے حوالہ کی تھیں۔ اب اُس نے سرقوسیوں کے مجمع کو مخاطب کر کے کہا ان کو چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ جہاز لڑائی کے لئے تیار کر کے سمندر میں زور آزمائی کریں اُسے توقع تھی کہ یہ تجربہ خطرناک ہونے کے باوجود جنگ کے اغراض کے لئے مفید ثابت ہوگا۔ ہرموکراتیس نے اس تجویز کی پر زور تائید کر کے اپنے ہم وطنوں کو ایتھنزیوں پر سمندر میں حملہ کرنے پر ابھارنے کی کوشش کی۔ اس نے کہا کہ نہ تو ایتھنزیوں کو بحری مہارت اور برتری ورثہ میں ملی ہے اور نہ وہ اُسے ہمیشہ قایم رکھ سکتے ہیں۔ اُن کی قومی روایات بھی سرقوسیوں کی طرح بلکہ اُن سے زیادہ غیر بحری ہیں اور ان کی سلطنت کو بحری طاقت محض ایرانی حملوں کے

دباؤ کے نتیجہ کے طور پر حاصل ہوئی۔ اس کے علاوہ ایتھنز کے دلیر سپاہیوں پر دلیری سے حملہ کیا جائے تو وہ تاب نہیں لا سکیں گے۔ ایتھنزیوں کا طریقہ یہ ہے کہ پڑوسی پر بے باکانہ حملہ کر کے مفلوج کر دیتے ہیں حالانکہ بسا اوقات جس ہی قوت سے ان کا مقابلہ ہوتا ہے وہ ان سے کم نہیں ہوتی۔ یہی طریقہ سرقوسی استعمال کریں تو ان کو بھی اسی طرح کامیابی ہو سکتی ہے۔ اس نے کہا کہ ایتھنزیوں کے وہم و قیاس میں بھی یہ بات نہیں آئی ہوگی کہ سرقوسی ان کے بیڑے پر حملہ کر سکتے ہیں۔ اس لئے جب بالکل غیر متوقعہ طور پر حملہ ہوگا تو دشمن کے چھکے چھوٹ جائیں گے اور اس طریق کار سے اس قدر زیادہ فائدہ ہوگا کہ اگر ایتھنزی بیڑے کی مہارت اور تجربہ کی وجہ سے ہمیں کچھ نقصان پہنچے تو اس کی کوئی اہمیت نہیں ہوگی۔ اس لئے اس نے زور دیا کہ ہر قسم کے خوف کو دل سے نکال کر سمندر میں قسمت آزمائی کریں۔ اور سرقوسی گلی پوس اور ہرموکراتیس اور ان کے علاوہ غالباً چند اور افراد کی باتوں سے متاثر ہو کر سمندری لڑائی پر راضی ہو گئے اور جہازوں کو ساز و سامان جنگ سے آراستہ کیا۔

جب بیڑا تیار ہو چکا تو رات کی تاریکی میں گلی پوس ساری فوج کے ساتھ شہر سے نکلا۔ اس نے یہ منصوبہ بنایا تھا کہ خود خشکی کے راستہ پلیمیریوم کے استحکامات پر حملہ کرے۔ ساتھ ہی حسب قرارداد پینتیس سہ طبقہ سرقوسی جہاز بڑی بندرگاہ سے نکل کر دشمن کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوں اور بقیہ پینتالیس جہاز چھوٹی بندرگاہ سے نکل کر جہاں ان کا سلاح خانہ تھا، اس بیڑے سے آملیں اور ٹھیک اسی وقت پلیمیریوم پر دھاوا کیا جائے تاکہ دو محاذوں پر بہ یک وقت لڑائی چھڑ جانے سے ایتھنزیوں کی توجہ بٹ جائے۔ ایتھنزیوں نے تیزی سے ساٹھ جہاز مسلح کئے اور ان میں سے پچیس نے بڑی بندرگاہ میں سرقوسیوں کے

پینتیس جہازوں کا مقابلہ شروع کیا۔ بقیہ جہاز اس بیڑے کو روکنے کے لئے بھیجوائے گئے جو سلاح خانہ سے آرہا تھا۔ اس کے بعد بڑی بندرگاہ کے دہانہ کے روبرو لڑائی شروع ہوگئی جس میں دونوں فریقوں نے بڑی دلیری اور ثابت قدمی دکھائی۔ ایک کی کوشش یہ تھی کہ دشمن کو راستہ سے ہٹا کر آگے بڑھ جائے اور دوسرا اُسے بڑھنے نہ دیتا تھا۔

جس وقت پلیمیریوم کے ایتھنزی سپاہی سمندر میں دشمن کا مقابلہ کر رہے تھے، گلی پوس نے علی الصباح قلعوں پر اچانک دھاوا کیا اس نے پہلے سب سے بڑے قلعہ پر قبضہ کیا اور اس کے بعد دوسرے قلعوں کی طرف بڑھا جس کے محافظ بڑے قلعہ کو آسانی سے مسخر ہوتے دیکھ کر فرار ہو گئے تھے۔ پہلے قلعہ کی شکست کے بعد اُس کے جو سپاہی فرار ہو کر کشتیوں اور تجارتی جہازوں میں سوار ہونے میں کامیاب ہوگئے انھیں لشکرگاہ پہنچنے میں بڑی مشکلیں پیش آئیں کیونکہ اس وقت بڑی بندرگاہ کی لڑائی میں سرقوسیوں کا پلہ بہت بھاری تھا اور انھوں نے ان مفروروں کے تعاقب کے لئے ایک تیز رفتار سہ طبقہ جہاز روانہ کیا۔ لیکن جس وقت دوسرے دو قلعوں پر قبضہ ہوا، سرقوسیوں کو شکست ہو رہی تھی اس لئے مفرور ساحل کے ساتھ بہ آسانی اپنی منزل کی طرف کو بڑھنے لگے۔ جو سرقوسی جہاز بندرگاہ کے دہانہ پر لڑ رہے تھے وہ ایتھنزی جہازوں کو راستہ سے ہٹانے میں کامیاب ہوگئے۔ لیکن چونکہ وہ کسی ترتیب سے نہیں بڑھ رہے تھے اس لئے ایک دوسرے سے متصادم ہوگئے۔ اس کے ساتھ ہی یکایک جنگ کا رنگ بدل گیا ایتھنزی فاتح بن گئے اور انھوں نے نہ صرف ان جہازوں کو تباہ کر ڈالا بلکہ اس بیڑے کے بھی پرخچے اڑا دیے جس نے ان کو بندرگاہ میں ہرا دیا تھا۔ گیارہ سرقوسی جہازوں کو غرق کیا اور ان کے بیشتر

بیشتر سپاہیوں اور ملاحوں کو ہلاک کر دیا۔ صرف تین جہازوں کے عملہ کی جان بچی جسے انھوں نے گرفتار کر لیا۔ اس معرکہ میں ان کے صرف تین جہاز ضایع ہوئے۔ سرقوسیوں کے شکستہ جہازوں کو گھسیٹ کر ساحل پر لانے اور پلیمیریوم کے قریب ایک چھوٹے سے جزیرہ پر فتح کی یادگار نصب کرنے کے بعد ایتھنزی اپنی فرودگاہ کو واپس چلے گئے۔

اگرچہ سمندری لڑائی میں ناکامی ہوئی لیکن پلیمیریوم کے قلعے سرقوسیوں کے قبضہ میں آ گئے جس کی خوشی میں انھوں نے تین یادگاریں نصب کیں۔ جن دو قلعوں پر بعد میں قبضہ ہوا تھا ان میں سے ایک کو انھوں نے مسمار کر دیا لیکن بقیہ دو کو درست کر کے ان پر حفاظتی فوج متعین کی۔ ان قلعوں کی تسخیر کے دوران میں متعدد سپاہی مارے گئے اور گرفتار کر لئے گئے اور ہر ایک قلعہ میں کثیر مال و اسباب ہاتھ آیا۔ چونکہ ایتھنزی ان کو گودام کے طور پر استعمال کر رہے تھے اس لئے وہاں بہت سامال و اسباب اور تاجروں کے اجناس کے ذخیرے تھے۔ اس کے علاوہ کپتانوں کا بھی بہت سامال و اسباب تھا۔ چالیس سہ طبقہ جہازوں کے مستول اور فرنیچر بھی حملہ آوروں کے ہاتھ لگا اور اس کے علاوہ تین سہ طبقہ جہاز بھی ملے جو کھینچ کر ساحل پر رکھے گئے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایتھنزی لشکر کی تباہی کی سب سے بڑی اور اہم وجہ یہ تھی کہ پلیمیریوم ان کے قبضہ سے نکل گیا کیونکہ اس کے بعد رسد لانے کے لئے بندرگاہ میں داخل ہونا بھی ایک خطرناک مرحلہ بن گیا۔ سرقوسیوں نے دشمن کی آمد و رفت کو روکنے کے لئے ایک بیڑا مقرر کر دیا تھا جس سے مقابلہ کئے بغیر کوئی چیز نہیں لائی جا سکتی تھی۔ علاوہ بریں پلیمیریوم کی شکست سے ایتھنزی فوج پر مایوسی چھا گئی اور اس کے حوصلے پست ہو گئے۔

اس کے بعد سرقوسیوں نے اگاتھارخوس نامی سرقوسی کی کمان میں بارہ جہاز
روانہ کیے۔ ان میں سے ایک جہاز میں سفیر پلوپونیز بھجوائے گئے تاکہ وہاں جنگ
کے امیدافزا حالات کی تفصیل سنائی جائے اور پلوپونیزیوں کو مشتعل کیا جائے
تاکہ وہ اس علاقہ میں لڑائی کی جدوجہد کو اور تیز کریں۔ بقیہ گیارہ جہاز
اطالیہ کے لئے روانہ ہوئے تاکہ اطلاعوں کے مطابق سمندری راستہ سے
اتھنزیوں کے لئے جو رسد آ رہی تھی اس پر قبضہ کر لیا جائے۔ اتھنزی رسد کے
بیشتر جہازوں پر اچانک حملہ کرکے تباہ کرنے اور کاولونیہ کے علاقہ میں اتھنزیوں
کے لئے جہاز سازی کے لئے فراہم کردہ لکڑی کے ذخایر کو جلا کر خاک کرنے کے بعد
سرقوسی بیڑا لوکری پہنچا۔ جس وقت وہ بیڑا وہاں لنگر انداز تھا پلوپونیز سے
ایک تجارتی جہاز آیا جس میں تھیسپیہ کے بھاری ہتھیار بند پیادے سوار تھے۔
ان پیادوں کو اپنے جہازوں میں سوار کروانے کے بعد سرقوسی اپنے وطن کی
سمت روانہ ہو گئے۔ اتھنزی بیس جہازوں کے ساتھ میگارا میں اس بیڑے
کی تاک میں تھے لیکن صرف ایک پر قبضہ کر سکے۔ بقیہ جہاز بچ کر سیدھے سرقوسہ
پہنچ گئے۔ فریقین کی چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں ان کھمبوں کی وجہ سے بھی جھڑپیں ہوئیں
جو بندرگاہ کی پرانی گودی میں لگے ہوئے تھے۔ سرقوسیوں نے یہ کھمبے اس لئے نصب
کئے تھے کہ ان کے جہاز گودی کے اندر لنگر انداز رہیں اور اتھنزی جہاز قریب
پہنچ کر نقصان نہ پہنچا سکیں۔ اتھنزی ایک دس ہزار تالنت وزنی جہاز ان
کھمبوں کے قریب لے گئے جس میں چوبی دریچے اور چھت لگے ہوئے تھے اور کشتیوں کی
مدد سے کھمبوں میں رسی باندھ دی اور ان کو اکھیڑ کر توڑ ڈالا یا غوطہ لگا کر آرے
سے کاٹ کر دو ٹکڑے کر دیئے۔ اس دوران میں سرقوسی دشمن پر پھینک مارنے
کے ہتھیاروں سے وار کرتے رہے جس کو روکنے کے لئے بڑے جہاز میں سے جوابی

حملے کئے گئے یہاں تک کہ بالآخر ایتھنزیوں نے سارے کھمبے نکال دئے لیکن اس سلسلہ میں سب سے زیادہ مشکل یہ پیش آئی کہ بعض کھمبے پانی کے اندر ہی تھے اور باہر سے نظر نہیں آتے تھے جس کی وجہ سے ان کے قریب جہاز لے جانے میں خطرہ محسوس ہوتا تھا جیسا کہ پانی کے اندر کی چٹانوں کے قریب جانے میں خطرہ محسوس ہوتا ہے۔ تاہم انعام حاصل کرنے کے لئے غوطہ خوروں نے پانی کے اندر جاکر ان کو بھی آرے سے کاٹ ڈالا اگرچہ اس کے بعد سرقوسیوں نے مزید کھمبے گاڑ دیے۔ واقعہ یہ ہے کہ فریقین نے ایک دوسرے کے خلاف اس قدر زیادہ چالیں چلیں کہ اُن کا شمار ممکن نہیں ہے اور یہ فطری بات تھی کیونکہ دونوں جانب کی فوجیں ایک دوسرے سے بہت قریب آگئی تھیں۔ ان میں اکثر یا تو جھڑپیں ہوتی تھیں یا ایک دوسرے کے خلاف کوئی اور کارروائی کرتا تھا۔ اس عرصہ میں سرقوسیوں نے مختلف مملکتوں کو سفارتیں بھجوائیں جو کورنتھیوں، امبریسیوں اور لاکے ڈیموئیوں پر مشتمل تھیں تاکہ اُن کو پلیمریوم کی تسخیر کی اطلاع دی جائے اور یہ بھی بتا دیا جائے کہ سمندری لڑائی میں شکست زیادہ تر اسلئے نہیں ہوئی کہ ایتھنزی زیادہ طاقتور ہیں بلکہ خود ان کے بیڑے کی بے ترتیبی شکست کی ذمہ دار ہے۔ اُن سے کہا جائے کہ سرقوسیوں کو فتحیاب ہونے کی پوری اُمید ہے اور امداد کے لئے فوجیں اور جہاز بھجوانے کی خواہش کی جائے کیونکہ ایک اور ایتھنزی فوج کے آنے کا اندیشہ ہے اور اگر موجودہ ایتھنزی لشکر کمک آنے سے پہلے ہی تباہ کر دیا گیا تو جنگ ختم ہو جائے گی۔

ادھر سسلی میں یہ کارروائیاں ہو رہی تھیں اور اُدھر ڈیموس تھنیس اپنے بیڑے کے ساتھ آئی گینہ سے روانہ ہوا۔ جو فوجیں اس کے ہمراہ سسلی جانے والی تھیں وہ سب اکٹھی ہو چکی تھیں۔ ان فوجوں کو لے کر وہ پلوپونیز

کے لئے روانہ ہوا جہاں فاریکلیس اور تیس ایتھنزی جہازوں کا بیڑا اس سے آملا۔ آرگوسی بھاری ہتھیار بند پیادوں کو اپنے جہازوں میں سوار کروانے کے بعد وہ لقونیہ روانہ ہوئے جہاں پہلے ایپداؤروس لمیرا کو تباہ و تاراج کیا اور پھر کائی تھیرکے بالمقابل لقونوی ساحل پر لنگر ڈال دیئے جہاں اپولو کا مندر واقع ہے۔ اور ملک کے ایک حصہ کو پامال کرنے کے بعد ایک خاکنائے نما مقام پر استحکامات تعمیر کئے تاکہ لاکے دیمون کے مفرور ہیلوت پناہ لے سکیں۔ اور پیلوس کی طرح ان استحکامات کو مرکز بنا کر مختلف علاقوں میں لوٹ مار کی جا سکے۔ ڈیموس تھینس نے اس مقام پر قبضہ کرنے میں مدد دی اور اس کے بعد فوراً کورکایرا کے لئے روانہ ہوا تاکہ چند حلیفوں کو ساتھ لے کر فوراً سلی جائے اور فاریکلیس استحکامات کی تعمیر کی تکمیل تک وہیں ٹھیرا رہا اور پھر ان پر ایک محافظ دستہ مقرر کر کے اپنے تیس جہازوں اور آرگوسیوں کے ساتھ وطن لوٹ گیا۔

اسی موسم گرما میں تیرہ سو تھریسی ایتھنز پہنچے۔ ان تھریسی تیغ زنوں کا تعلق قبیلۂ دائی سے تھا جو ڈیموس تھینس کے ہمراہ سلی جانے کے لئے آئے تھے۔ چونکہ وہ بہت دیر سے آئے اس لئے ایتھنزیوں نے ان کو تھریس واپس کر دینے کا فیصلہ کیا جہاں سے وہ آئے تھے۔ اس فوج کو دیکیلیہ کی لڑائی کے لئے روک رکھنے کے اخراجات ناقابل برداشت معلوم ہوئے کیونکہ ہر سپاہی کا یومیہ ایک ڈراکما مقرر تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ چونکہ اس موسم گرما میں ساری پیلوپونیزی فوج نے مل کر دیکیلیہ میں قلعہ تعمیر کیا تھا اور اس کے بعد ملک کے مختلف حصوں پر حملے کرنے کے لئے اس میں مختلف مملکتوں کی فوجیں رکھی گئیں جو باری باری وہاں مقررہ مدت تک متعین رہتی تھیں، اس لئے ایتھنزیوں کو شدید نقصان پہونچا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ دیکیلیہ پر قبضہ اور اس کے نتیجہ کے طور پر مالی اور جانی نقصانات کو

ایتھنز کی تباہی میں بہت بڑا دخل ہے۔ اس سے پہلے لاکے دیمونیوں کے حملوں کا دوران مختصر ہوتا تھا اور ان کی وجہ سے ایتھنزیوں کو سال کے بقیہ حصہ میں اپنی زمینات سے استفادہ کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی تھی مگر اب دشمن نے ایٹکا میں مستقل طور پر پیر جمالئے تھے۔ کبھی کثیر فوج کے ساتھ دھاوے کئے جاتے تھے تو کبھی ساری فوجیں مل کر سارے علاقوں کو تاخت وتاراج کر کے اپنے لئے رسد اور خوراک جمع کرتی تھیں اور لاکے دیمون کا شاہ آگس خود میدان جنگ میں آکر بڑی تن دہی اور مستعدی سے کام لیتا تھا۔ ان اسباب کی بنا پر ایتھنزیوں کو کثیر نقصانات پہنچے۔ وہ اپنے سارے دیہی علاقوں سے محروم ہو گئے' بیس ہزار سے زیادہ غلام ساتھ چھوڑ کر فرار ہو گئے' جن کی اکثریت زراعت پیشہ تھی۔ ساری بھیڑیں اور بار بردار مویشی ضایع یا گم ہو گئے اور چونکہ ایتھنزی سواروں کو روزانہ دیکیلیہ کا چکر لگانا اور سارے علاقہ کی دیکھ بھال کرنا پڑتا تھا اسلئے یا تو پتھریلی زمین پر بار بار چلنے کی وجہ سے ان کے گھوڑے لنگڑے ہو گئے' یا دشمن نے ان کو زخمی کر دیا تھا۔

غلہ پہلے یوبیہ سے خشکی کے راستہ اوروپس سے براہ دیکیلیہ بآسانی درآمد کیا جاتا تھا جس پر وقت بھی کم صرف ہوتا تھا۔ اب جہازوں میں لاکر سینوم کے گرد گھوم کر لانے میں خرچ بہت بڑھ گیا۔ ضرورت کا سارا سامان دوسرے علاقوں سے آتا تھا جس سے شہر ایتھنز گویا ایک محصور قلعہ بن گیا تھا گرما اور سرما میں سال بھر مورچوں پر پہرہ دیتے دیتے ایتھنزیوں کی حالت ناگفتہ بہ ہو گئی تھی۔ وہ فوجی چوکیوں اور شہر پناہ کی حفاظت دن میں باری باری کرتے تھے اور رات میں سب مل کر پہرہ دیتے تھے جس سے صرف سواروں کا رسالہ مستثنیٰ کر دیا گیا تھا۔ لیکن سب سے زیادہ حوصلہ شکن بات یہ تھی کہ

کیونکہ وقت دو جنگیں چھڑی ہوئی تھیں جس کی وجہ سے ایتھنز کی بری طرح بجٹ ڈانواں ڈول ہو گئے تھے ۔ اس سے پہلے کسی کو یقین نہیں آسکتا تھا کہ ان کا توازن اس درجہ بگڑ جائے گا، مگر حقیقت سے کس کو انکار ہو سکتا ہے ؟ بھلا یہ بات کسی کے تصور میں آ سکتی تھی کہ پلوپونیزیوں کے اٹیکا میں مضبوطی سے قدم جما کر ملک کو گھیر لینے کے باوجود ایتھنز سسلی سے اپنی فوجوں کو واپس نہیں بلائیں گے بلکہ سرقوسہ کا محاصرہ اسی طرح سے جاری رکھیں گے حالانکہ سرقوسہ شہر کی حیثیت سے ایتھنز سے کچھ کم نہیں تھا ۔ کون کہہ سکتا تھا کہ ایتھنز کی قوت و جبروت کے بارے میں اہل یونان کی رائے یکایک اور پوری طرح سے بدل جائے گی ۔ چنانچہ جب موجودہ جنگ شروع ہوئی تو لوگوں کا خیال تھا کہ اٹیکا پر پلوپونیز کی لشکر کشی کی صورت میں زیادہ عرصہ تک مقاومت ممکن نہیں ہوگی ۔ بعض سمجھتے تھے کہ ایتھنز ایک سال میں مسخر ہو جائے گا تو بعض کا اندازہ دو سال کا تھا لیکن کسی کی رائے یہ نہیں تھی کہ تین سال سے زیادہ حملہ آوروں کا مقابلہ ممکن ہو سکے گا ۔ ان اسباب کے پیش نظر بھلا یہ سمجھ میں آنے والی بات تھی کہ اٹیکا پر ابتدائی حملہ کے سترہ سال بعد جب جنگ کی تباہیوں اور تلخیوں کا اچھی طرح تجربہ ہو چکا تھا ، ایتھنز سسلی کو مہم بھجوا کر ایک اور جنگ مول لیں گے جو وسعت اور اہمیت کے اعتبار سے اُس جنگ سے کسی طرح کم نہیں تھی جو اُن کے اور پلوپونیزیوں کے مابین پہلے ہی جاری تھی ؟ کچھ تو ان اسباب کی بنا پر کچھ دیکلیہ سے دشمن کی لوٹ مار کی وجہ سے اور کچھ دوسرے بھاری اخراجات کے دباؤ سے ایتھنز مالی مشکلات کا شکار ہو گئے ۔ اور یہی وہ زمانہ تھا جب انھوں نے ماتحت مملکتوں سے مقررہ خراج کی بجائے سمندری درآمد و برآمد کا بیسواں حصہ بطور محصول وصول کرنا شروع کیا ۔ ان کو توقع تھی کہ اس طریقہ سے زیادہ آمدنی ہوگی ۔ اس وقت ایتھنز کے

اخراجات ایک طرف جنگ کی وجہ سے پہلے کی بہ نسبت بڑھ رہے تھے تو دوسری طرف آمدنی گھٹتی جا رہی تھی۔

ان مالی مشکلات کے پیش نظر وہ مزید اخراجات کا بار برداشت نہیں کر سکتے تھے اس لئے انھوں نے تھریسی فوج کو جو ڈیموس تھنیس کے ساتھ سسلی جانے کے لئے طلب کی گئی تھی لیکن اس کے جانے کے بعد ایتھنز پہنچی فوراً ڈائٹریفیر کی سرکردگی میں واپس بھجوا دیا جسے ہدایت دی گئی کہ اسے یوری پوس سے ہو کر جانا تھا اس لئے ساحلی علاقوں سے گزرتے وقت بشرط امکان دشمن کو نقصان پہنچایا جائے۔ ڈائٹریفیر نے پہلے فوج کو تناگرا کے ساحل پر اتارا اور جلد تیزی سے لوٹ مار کرنے کے بعد سر شام قالکس واقع یوبیہ سے نکل کر یوری پوس کو عبور کیا اور یوبیہ کے ساحل پر فوج کو اتار کر میکالیسوس پر دھاوا کرنے کے لئے آگے بڑھا۔ رات اس جگہ سے دو میل سے بھی کم فاصلہ پر ہرمس دیوتا کے مندر کے قریب گزاری جس کی کسی کو خبر نہ ہوئی اور فجر دم دھاوا کر کے قبضہ کر لیا۔ میکالیسوس ایک چھوٹی سی جگہ ہے جس کے باشندے دشمن کے مقابلہ کے لئے تیار نہیں تھے اور ان کا خیال تھا کہ ساحل سمندر سے اتنی دور آکر انھیں کوئی پریشان نہیں کرے گا۔ شہر پناہ کی دیوار کمزور تھی اور کئی جگہ بوسیدہ بھی ہو گئی تھی بعض مقامات پر اس کی اونچائی بھی کافی نہیں تھی اور اہل شہر اپنے آپ کو اس قدر محفوظ و مامون سمجھتے تھے کہ شہر پناہ کے دروازے ہمیشہ کھلے ہی رکھے جاتے تھے۔ شہر میں داخل ہو کر تھریسی مکانات اور مندروں پر ٹوٹ پڑے اور ان کو تباہ و برباد کیا جو شخص بھی نظر آیا اسے موت کے گھاٹ اتار دیا مرد عورت بچے بوڑھے سب قتل کر دیے گئے اور انتہا یہ ہے کہ تھریسیوں نے جانوروں اور مویشیوں کو بھی نہیں چھوڑا اور ہر جاندار کا خون بہایا۔ تھریسی

بدترین غیر یونانی قبایل کی طرح خونخوار ہوتے ہیں اور دشمن کی طرف سے کوئی خوف نہ رہے تو اور بھی زیادہ خونخوار بن جاتے ہیں۔ میکالیوسس میں خون کی ندیاں بہ رہی تھیں اور ہر طرف موت کا بازار گرم تھا۔ ایک مدرسہ بھی حملہ آوروں کی زد میں آگیا۔ یہ اس علاقہ کا سب سے بڑا مدرسہ تھا جس میں لڑکے کچھ ہی دیر پہلے داخل ہوئے تھے۔ تھریسیوں نے ان سارے لڑکوں کو ہلاک کر دیا غرض میکالیوسس پر ایسی زبردست تباہی آئی اور حملہ اس قدر اچانک اور دہشت ناک تھا کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔

اس عرصہ میں تھبنزیوں کو حملہ کی اطلاع ملی تو وہ مدد کے لئے آئے۔ انھوں نے تعاقب کر کے تھریسیوں سے جو زیادہ دور نہیں جانے پائے تھے مال غنیمت چھین لیا اور وہ دہشت زدہ ہو کر یوری پوس اور ساحل سمندر کی طرف بھاگے جہاں ان کے جہاز ٹھیرے ہوئے تھے۔ جہازوں میں سوار ہوتے وقت بے شمار تھریسی مارے گئے کیونکہ وہ پیراکی سے ناواقف تھے اور ملاحوں نے ساحل کے ہنگامہ سے گھبرا کر جہازوں کو تیر اندازوں کی زد سے بچانے کے لئے کافی دور تک پیچھے ہٹا لیا تھا۔ اس سے پہلے پسپائی کے دوران میں تھبنزی سواروں کے حملوں کا تھریسیوں نے بڑی جرات سے مقابلہ کیا اور اپنے ملک کے طریقہ جنگ کے مطابق وہ دشمن پر یکایک ٹوٹ پڑتے اور اس کے بعد پھر صفیں بنا لیتے تھے چنانچہ اس لڑائی میں ان کے صرف چند سپاہی مارے گئے۔ کچھ تھریسی جو لوٹ مار میں مصروف تھے شہر کے اندر ہی گرفتار ہوئے جن کو قتل کر دیا گیا۔ اس ساری لڑائی میں تیرہ سو تھریسیوں میں سے ڈھائی سو ہلاک ہو گئے۔ تھبنزی اور دوسرے لوگ جو امداد کے لئے آئے تھے ان میں سے بیس مارے گئے جن میں سواروں اور بھاری ہتھیار بندوں کے علاوہ سکرفونداس

نامی بیو تارخ بھی شامل تھا۔ میکالیسوس کی آبادی کا بیشتر حصہ ہلاک ہو گیا۔

جس وقت میکالیسوس پر یہ آفت آئی جو موجودہ جنگ کے کسی دوسرے سانحہ سے کچھ کم ہلاکت خیز اور دل خراش نہیں تھی، ڈیموس تھینس جس کے سفر کا حال ہم کور کائرا کو روانگی تک بیان کر چکے ہیں، لقونیہ میں استحکامات کی تعمیر کے بعد آگے بڑھا تو فیہ واقع الیس میں ایک تجارتی جہاز نظر آیا جو کورنتھی بھاری ہتھیار بند پیادوں کو سسلی لے جا رہا تھا۔ اس جہاز پر حملہ کر کے اس نے تباہ کر دیا لیکن سپاہی بچ نکلے اور بعد ایک اور جہاز لے کر سسلی کی جانب چلے گئے۔ اس کے بعد ذاکنتوس اور سفالینیہ پہنچ کر ڈیموس تھینس نے بھاری ہتھیار بندوں کے ایک دستہ کو اپنے ساتھ لے لیا اور نوپاکتوس سے چند میسینیوں کو طلب کر کے اکارنانیہ کے اس پار الیحاذیہ اور اناکتور لوا پہنچ گیا جن پر اتھینزیوں کا قبضہ تھا۔ یہاں اس کی ملاقات یوری میدون سے ہوئی جو سسلی سے واپس آ رہا تھا۔ یہ تو ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ موسم سرما کے دوران میں اسے فوج کے اخراجات کے لئے رقم دے کر سسلی بھجوایا گیا تھا۔ اس نے ڈیموس تھینس کو صورت حال کی اطلاع دی اور یہ بھی بتا دیا کہ دوران سفر میں اسے خبر ملی کہ پلیمیریوم پر سرقوسیوں نے قبضہ کر لیا ہے۔ یہاں نوپاکتوس کے بیڑے کا کماندار کونون بھی ان سے آملا اور اطلاع دی کہ پچیس جہازوں کا جو کورنتھی بیڑا اتھینزی بیڑے کے بالمقابل لنگر انداز ہے مقابلہ سے ہٹنا تو درکنار لڑائی کی تیاری کر رہا ہے۔ اس لئے اس نے درخواست کی کہ چند اور جہاز امداد کے لئے دئے جائیں کیوں کہ اس کے اٹھارہ جہاز دشمن کے پچیس جہازوں کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ یہ سن کر ڈیموس تھینس اور یوری میدون نے اپنے بیڑے کے دس منتخب تیز رفتار جہاز نوپاکتوس کے بیڑے کی امداد کیلئے

اُس کے حوالہ کیئے۔ اس کے بعد انھوں نے اپنی فوج کے جائزہ کی تیاری شروع کی یوری میدون کا تقرر چونکہ اب ڈیموس تھنیس کے شریک کار کی حیثیت سے ہوگیا تھا اس لیے وہ ایتھنز لوٹنے کی بجائے کورکائیرا روانہ ہوا تاکہ اُن سے پندرہ جنگی جہاز تیار کرنے کی خواہش کرے اور پیدل فوج کے لئے بھاری ہتھیار بند سپاہیوں کی بھرتی کرے۔ اور اس کے ساتھ ہی ڈیموس تھنیس نے اکارنانیہ کے آس پاس کے علاقوں میں گوپھنیوں کی بھرتی کا کام شروع کیا۔

پلیمیریوم کی تسخیر کے بعد سرقوسہ سے جو ایلچی مختلف مملکتوں کو بھجوائے گئے تھے اور جس کا ذکر ہم اس سے پہلے کر چکے ہیں انھیں اپنے مقصد میں کامیابی ہوئی اور وہ فوجیں اکھٹی کر کے اپنے ساتھ لا ہی رہے تھے کہ ایسے میں نکیاس کو خبر ہوگئی۔ اور اس نے کنتوریائے الکیانیوں اور دوسرے صقالیوں کے پاس جن کے ایتھنز سے دوستانہ تعلقات تھے اور جن کے علاقوں کے دروں میں سے دشمن کو گزرنا تھا ایلچی بھجوا کر خواہش کی کہ اُن کو روکا جائے اور آپس میں متحد ہو کر دروں کی نگرانی کی جائے۔ سرقوسہ جانے کے لئے یہی ایک راستہ تھا اور کسی اور سمت سے وہاں پہنچنے کی کوشش بھی نہیں کی جا سکتی تھی کیونکہ اگر یگنتاین اُن کو اپنے علاقوں میں سے گزرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ اس تجویز پر رضامندی ظاہر کر کے صقالیوں نے اُن کے راستہ میں تین مقامات پر کمین گاہیں بنائیں اور اچانک دھاوے کر کے تقریباً آٹھ سو سپاہیوں اور سارے ایلچیوں کو ہلاک کر ڈالا سوائے کورنتی ایلچی کے جو جانبر شدہ پندرہ سو سپاہیوں کو لے کر سرقوسہ پہنچ گیا۔

تقریباً انہی دنوں کاماریناٹی بھی سرقوسہ کی امداد کے لئے آئے جن کی فوج پانچ سو بھاری ہتھیار بند پیادوں، تین سو نیزہ بازوں اور اتنے ہی تیراندازوں

مشتمل تھی۔ اور گیلہ والوں نے پانچ جہازوں کے لئے ملاح اور جہازی، چار سو نیزہ باز اور دو سو سوار بھجوائے۔ واقعہ یہ ہے کہ بہ استثنائے اگرگنیتاین جو غیر جانب دار تھا سسلی کی بیشتر مملکتیں جو اس وقت تک تماشائی بنی ہوئی تھیں اب ایتھنز کے خلاف عملاً سرقوسہ کے ساتھ ہوگئیں۔

صقالیہ میں امدادی فوجوں کی تباہی کی وجہ سے جن دنوں سرقوسیوں نے ایتھنزیوں پر حملہ کی کارروائیاں عارضی طور پر ملتوی کر رکھی تھیں ان ہی دنوں ڈیموس تھینس اور یوری میدون نے جن کے کورکایرا اور ارض براعظم سے آئے ہوئے دستے اب مہم کے لئے تیار ہو چکے تھے، ساری فوج کے ساتھ خلیج ایونیہ کو عبور کر کے داس یاپی گی پہنچ گئے، اور وہاں سے آگے بڑھ کر جزایر فوئیرادیس پہنچے جو یاپی گی سے قریب ہی ہیں۔ انھوں نے اس مقام پر قبیلہ مساپی کے ڈیڑھ سو نیزہ بازوں کو اپنے جہازوں میں سوار کر دیا اور سردار قبیلہ ارتاس سے جس نے یہ دستہ فراہم کیا تھا دیرینہ عہد دوستی کی تجدید کرنے کے بعد متاپونتیوم واقع اطالیہ پہنچے۔ یہاں انھوں نے اپنے حلیف متاپونتیوں کو تین سو نیزہ بازوں اور دو سہ طبقہ جہاز فراہم کرنے پر راضی کر لیا اور اس امداد کو ہمراہ لے کر ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ تھوری تک بڑھ گئے تو دیکھا کہ جو فریق ایتھنز کے خلاف کام کر رہا تھا اسے ایک حالیہ انقلاب کے بعد جلاوطن کر دیا گیا اس لئے وہ فوج کی تنظیم اور جائزہ کی غرض سے وہاں رک گئے تاکہ پتہ چلے کہ کوئی پیچھے تو نہیں رہ گیا ہے ساتھ ہی اہل تھوری کو ترغیب دینے کی کوشش کی کہ وہ ہمت اور استقلال کے ساتھ سرقوسہ کی مہم میں شریک ہو جائیں اور انقلاب کے بعد ملک میں جو حالات پیدا ہو گئے ہیں ان کے پیش نظر ایتھنز سے دفاعی اور معاونتی معاہدہ کریں۔

تقریباً اسی زمانہ میں پلوپونیزیوں کے پچیس جہازوں کا بیڑا جو

نوپاکتوس کے ایتھنزی دستہ کے بالمقابل لنگر انداز تھا تاکہ امدادی فوجیں لیجانے والے حمل و نقل کے جہاز دشمن کی زد سے بچ کر سسلی جاسکیں، اب لڑائی کے لئے تیار ہوگیا۔ پلوپونیزیوں نے اس بیڑے میں چند جہازوں کا اضافہ بھی کیا تاکہ ایتھنز کو کو زیادہ تعدادی برتری حاصل نہ رہے اور اس کے بعد اکائیہ واقع علاقہ رہیک میں اری نیوس کے قریب لنگر انداز ہوگیا۔ جس مقام سے قریب انھوں نے لنگر ڈالا تھا وہ ہلال کی شکل کا تھا۔ کورنتھیوں اور مقامی حلیفوں نے جو بری فوج فراہم کی تھی اس کے سپاہی اس مقام کے دونوں سروں پر، جو سمندر کی طرف نکلے ہوئے تھے، قطار میں کھڑے ہوگئے اور بیڑے کے جہازوں نے جس کی کمان پولیانتھیس نامی کورنتھی کے سپرد تھی دونوں سروں کے درمیانی حصہ میں داخل ہوکر داخلہ کا راستہ روک دیا۔ اب ایتھنزی دفی لوس کی سرکردگی میں تیس جہازوں کا بیڑا لے کر نوپاکتوس سے پلوپونیزیوں کی جانب بڑھے تو پہلے تو کورنتھی اپنی جگہ رکے رہے لیکن بالآخر ایک موقع پر حملہ کرنا مناسب سمجھا اور اپنے ساتھیوں کو اشارہ کرکے ایتھنزی بیڑے کی طرف بڑھے۔ کچھ عرصہ تک سخت لڑائی ہوئی جس کے بعد کورنتھیوں کے تین جہاز ضائع ہوگئے اور انھوں نے دشمن کے سات جہازوں کو نقصان پہنچایا لیکن ان میں سے کوئی بھی نہیں ڈوبا۔ کورنتھی جہازوں نے جن کے پیش خاص طور پر اس موقع کے لئے مستحکم کیے گئے تھے، ایتھنزی جہازوں کے پیش سے ٹکرا کر ان میں سوراخ ڈال دیے۔ اس طرح لڑائی ختم ہوگئی لیکن کوئی فریق بھی فتحیاب ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتا تھا (اگرچہ جب ناکارہ جہاز ہوا کے تھپیڑوں سے سمندر کے اندر چلے گئے تو ان پر ایتھنزیوں نے قبضہ کرلیا۔ اور کورنتھی ان کے مقابلہ کے لئے آگے نہیں بڑھے)۔ اس کے بعد فریقین ایک دوسرے کے مقابلہ پر نہیں آئے۔ نہ تو انھوں نے ایک دوسرے کا تعاقب کیا

اور نہ کسی فریق کا کوئی آدمی گرفتار کیا گیا۔ کورنتھی اور پلوپونیزی جو ساحل کے قریب لڑ رہے تھے آسانی سے بچ کر نکل گئے اور اتھینزیوں کا کوئی جہاز نہیں ڈوبا۔ اس کے بعد اتھینزی نوپاکتوس لوٹ گئے تو کورنتھیوں نے فوراً اپنی فتح کی یادگار نصب کی کیونکہ انھوں نے زیادہ تعداد میں دشمن کے جہازوں کو ناکارہ کر دیا تھا۔ علاوہ برایں ان کا استدلال یہ تھا کہ اُن کے مغلوب نہ ہونے کا ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے کہ اتھینزیوں نے فتحیاب ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ کورنتھیوں نے سوچا کہ چونکہ ہمارا مغلوب ہونا ثابت نہیں ہے اس لئے ہم فاتح ہیں۔ اس کے مقابلہ میں اتھینزی خود کو فاتح اس لئے نہیں سمجھتے تھے کہ اُن کو مسلمہ طور پر فتح نہیں ہوئی تھی۔ تاہم جب کورنتھی چلے گئے اور اُن کی بری فوجیں واپس ہو گئیں تو اتھینزیوں نے بھی کورنتھی مرکز اری نیوس سے تقریباً سوا دو میل کے فاصلہ پر اکائیہ میں اپنی فتح کی یادگار نصب کی۔

اس کے بعد نوپاکتوس میں کوئی فوجی کارروائی نہیں ہوئی۔ اب ہم پھر ڈیموس تھینیس اور یوری میدون کی مہم کا حال سناتے ہیں۔ اس عرصہ میں تھوریائی سات سو بھاری ہتھیار بند پیادوں کے ساتھ مہم میں شریک ہونے کے لئے تیار ہو گئے تو ان سپاہ سالاروں نے جہازوں کو ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ کروتونیہ جانے کا حکم دیا اور اس دوران میں دریائے سیارس کے کنارے بری فوجوں کا جائزہ لینے کے بعد تھوریہ کے علاقہ سے گزر کر آگے بڑھے۔ دریائے ہیلیاس کے قریب پہنچے تو کروتونیوں کی جانب سے اطلاع ملی کہ وہ فوج کو اپنی سرزمین میں سے گزرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ یہ سُن کر اتھینزی ساحل سمندر کی طرف نشیب میں چلے گئے اور رات زیر سما دریائے ہیلیاس کے دہانہ کے قریب بسر کی جہاں بحری بیڑا بھی ان سے آملا۔ دوسرے روز جہازوں میں

سوار ہو کر ساحل کے ساتھ ساتھ روانہ ہوئے اور لوکری کے سوائے ہر ایک شہر کی بندرگاہ پر ٹھیرتے ہوئے بالآخر پیترا پہنچ گئے جو رہیگیہ کے علاقہ میں واقع ہے۔

اس عرصہ میں سرقوسیوں کو اس فوج کی آمد کی خبر مل گئی تو انھوں نے بحری اور بری فوج کی مدد سے حملہ کر کے اور ایک دفعہ قسمت آزمائی کرنے کا ارادہ کیا انھوں نے اس مقصد سے پہلے ہی فوجیں اکھٹی کی تھیں اور چاہتے تھے کہ کمک آنے سے پہلے کارروائی کریں۔ پہلی سمندری لڑائی کے تجربہ سے فائدہ اٹھا کر سرقوسیوں نے اپنے بیڑے کی ساخت اور ساز و سامان میں کئی تبدیلیاں کی تھیں۔ اس کے علاوہ جہازوں کے پیش کو کاٹ کر محیط کو کم کر دیا جس سے وہ زیادہ ٹھوس ہو گئے۔ اور ماتھے کے دونوں رخوں کو مستحکم کر کے اندر باہر دونوں جانب سہارے کے لئے چھ چھ کیوبٹ لمبے شہتیر لگا دئے جیسا کہ نوپاکتوس کے ایتھنزی بیڑے سے مقابلہ کے لئے کورنتھیوں نے کیا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ اس تبدیلی سے اُن کو ایتھنزی جہازوں پر فوقیت حاصل ہو جائے گی جو اتنے مضبوط نہیں تھے۔ ایتھنزی جہازوں کے ماتھے کمزور تھے کیوں کہ اُن کے لڑنے کا طریقہ زیادہ تر یہ تھا کہ دشمن کے جہاز کے گرد گھوم کر اُس کے پہلو پر حملہ کیا جائے نہ کہ سامنے سے ماتھا ٹکرایا جائے۔ اور چونکہ لڑائی کئی جہازوں کے مابین بڑی بندرگاہ کے محدود علاقہ میں ہونے والی تھی اس لئے اس تدبیر کے کارگر ہونے کا قوی امکان تھا۔ وہ ماتھے سے ماتھا ٹکرا کر دشمن کے جہازوں کے پیش کو توڑنا چاہتے تھے جو کھوکھلے اور کمزور تھے۔ دوسرے یہ کہ جگہ کی قلت کی وجہ سے ایتھنزی قطاروں کو توڑنے اور اپنی عادت کے مطابق دشمن کے جہازوں کے گرد گھوم کر حملہ کرنے کا طریقہ بھی استعمال نہیں کر سکیں گے کیونکہ ایک طرف قطاروں کو توڑنے سے دشمن کو روکنے کے لئے سرقوسی پورا زور لگائیں گے تو دوسری طرف جگہ کی

کمی کی وجہ سے گھوم کر حملہ کرنے کا موقع نہیں مل سکے گا۔ ماتھے سے ماتھا ٹکرانے کا طریقہ جو اس وقت تک ملاحوں کی عدم مہارت کا ثبوت سمجھا جاتا تھا اسی سے اب سرقوسی زیادہ تر کام لینا چاہتے تھے۔ یہ تدبیر انھیں اس لئے زیادہ مناسب معلوم ہوئی کہ اگر اس طریقہ سے ایتھنزی شکست کھا جائیں تو ان کو ساحل کے سوائے کسی اور طرف پیچھے ہٹنے کا موقع نہیں ملے گا اور ساحل کے پاس بھی وہ زیادہ آگے نہیں بڑھ سکیں گے بلکہ اپنی لشکرگاہ کے سامنے والے مختصر سے علاقہ میں رکنے پر مجبور ہو جائیں گے اور بندرگاہ کا بقیہ حصہ سرقوسیوں کے قبضہ میں ہوگا۔ اگر حملہ کے دباؤ سے سارے ایتھنزی جہاز ایک چھوٹی سی جگہ جانے پر مجبور ہو جائیں تو ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں گے اور بیڑے میں پراگندگی پھیل جائے گی۔ اور واقعہ یہ ہے کہ ساری سمندری لڑائیوں میں ان کو سب سے زیادہ نقصان اسی لئے پہنچا تھا کہ سرقوسی تو ساری بندرگاہ میں جس طرف چاہیں اپنے جہاز پیچھے ہٹا سکتے تھے جس کی سہولت انھیں حاصل نہیں تھی۔ اور پھر کھلے سمندر میں چکر لگانا بھی ممکن نہیں ہوگا کیونکہ بندرگاہ میں آنے جانے کے راستے سرقوسیوں کے قبضہ میں ہوں گے خاص کر اس لئے کہ پلیمیریوم پر دشمن کا قبضہ رہے گا۔ اس کے علاوہ بندرگاہ کا دہانہ بھی چوڑا نہیں ہے۔

سرقوسیوں نے پچھلی سمندری لڑائی کے بعد اپنی ضرورت اور استعداد کے لحاظ سے مذکورہ بالا مفید مطلب تدبیریں اختیار کیں جس سے ان کے حوصلے اور بڑھ گئے۔ اس کے بعد اب انھوں نے سمندر اور خشکی دونوں جانب سے یک وقت حملہ کیا۔ شہر کی فوج کو لے کر گلی پوس دوسروں سے کچھ پہلے میدان میں آیا اور آگے بڑھ کر ایتھنزی حصار کے اس حصہ کے پاس پہنچ گیا جہاں سے شہر نظر آتا تھا۔ ساتھ ہی اولمپیوم میں مقیم فوجیں جو بھاری ہتھیار بند پیادوں اور سرقوسی

سواروں اور ہلکے ہتھیار بند سپاہیوں پر مشتمل تھی مقابل کی سمت سے انگریزی حصار کی طرف بڑھیں۔ اور اُدھر سر قوسیوں اور ان کے حلیفوں کے بیڑے کے جہاز بھی حملے کے لئے آگے بڑھنے لگے۔ پہلے تو انگریزی سمجھے کہ صرف خشکی کی جانب سے حملہ ہو رہا تھا لیکن جب یکایک، دشمن کا بیڑا بھی سامنے آگیا تو کافی پریشانی ہوئی بعض دشمن کو آتا دیکھ کر حصار کے اوپر صفیں بنانے لگے تو بعض حصار کے سامنے اکھٹے ہو گئے۔ اور بعض اولمپیوم اور دوسرے مقامات سے آنے والے سواروں کے مقابلہ کے لئے تیزی سے آگے بڑھے۔ چند جہازوں میں سوار ہو گئے یا دشمن کے مقابلہ کے لئے ساحل کی طرف دوڑے اور جب جہاز تیار ہو گئے تو لڑائی کیلئے روانہ ہوئے۔ سر قوسیوں کے اسی جہازوں کے مقابلہ میں اس وقت انگریزی جہازوں کی تعداد پچہتر تھی۔

فریقین کبھی آگے بڑھتے تو کبھی پیچھے ہٹ جاتے تھے اور ان کے مابین چھوٹی چھوٹی جھڑپوں میں دن کا کافی حصہ گزر گیا اور کسی کو کوئی قابل لحاظ کامیابی نہیں ہوئی سوائے اس کے کہ سر قوسیوں نے دو ایک انگریزی جہاز ڈبو دیے۔ اس کے بعد دونوں فریق پیچھے ہٹ گئے جس کے ساتھ ہی بری فوجیں بھی انگریزی حصار کے پاس سے واپس چلی گئیں۔ دوسرے روز سر قوسی اپنی جگہ خاموش رہے اور اُن کے اگلے اقدام کے بارے میں دشمن کوئی اندازہ نہیں لگا سکا لیکن نکیاس نے سوچا کہ لڑائی شکست و فتح کے بغیر رک گئی ہے اس لئے ممکن ہے سر قوسی دوبارہ حملہ آور ہوں۔ اس لئے اُس نے کپتانوں کو مجبور کیا کہ جن جہازوں کو نقصان پہنچا ہے اُن کی مرمت کی جائے۔ انگریزیوں نے اپنے جہازوں کی حفاظت کے لئے اُن کے سامنے سمندر میں شہتیر نصب کر کے ایک محفوظ گودی بنالی تھی۔ اس باڑ کے سامنے نکیاس نے تجارتی جہاز ایک دوسرے سے تقریباً دو سو

فٹ کے فاصلہ پر کھڑے کئے تاکہ لڑائی کے دوران میں کسی جہاز پر دشمن کا دباؤ بڑھ جائے تو وہ پیچھے ہٹ کر اس محفوظ حصہ میں بے خطر دم لے سکیں۔ ایتھنزی دن بھر ان ہی تیاریوں میں مصروف رہے یہاں تک کہ رات ہو گئی۔ دوسرے روز سرقوسیوں نے اگلے دن کی بہ نسبت کچھ پہلے ہی اقدام شروع کیا مگر حملہ اب بھی دو طرفہ تھا یعنے ایک خشکی کی جانب سے اور دوسرا سمندر کی طرف سے۔ پہلے کی طرح آج بھی دن کا بہت بڑا حصہ آگے پیچھے ہٹنے میں صرف کیا اور ان کے مابین صرف چند معمولی جھڑپیں ہوئیں یہاں تک کہ بالآخر ارسطون ابن پرہی کوس نامی کورنتھی نے جو سرقوسی بیڑے کا سب سے زیادہ ماہر تیوارکار تھا، اپنے کمان داروں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ شہر کے حکام سے کہا جائے کہ جلد از جلد بازار کو ساحل سمندر پر منتقل کردیں اور ہر بیوپاری کو مجبور کریں کہ اس کے پاس کھانے پینے کی جو بھی چیزیں ہوں ان کو یہاں لاکر فروخت کرے۔ اور جب ساحل پر بازار لگ جائے تو کماندار فوجوں کو اتاریں تاکہ وہ فوراً کھانے سے فارغ ہو جائیں جس کے کچھ عرصہ بعد ایتھنزیوں کی توقع کے خلاف دوبارہ حملہ کیا جائے۔

اس مشورہ کے مطابق فوراً شہر کو اطلاع بھجوائی گئی اور ساحل پر بازار لگ گیا۔ سرقوسی بیڑا یکایک پیچھے ہٹ کر ساحل کے پاس آگیا اور سپاہی جہازوں سے اتر کر وہیں کھانے سے فارغ ہو گئے۔ ادھر ایتھنزیوں نے سمجھا کہ دشمن ہار کر شہر کو واپس ہو گیا اس لئے اطمینان سے جہازوں کو لنگر گاہ پر لے گئے اور کھانے پینے اور دوسرے کاموں میں مصروف ہو گئے کیونکہ وہ سمجھ رہے تھے کہ آج کی حد تک لڑائی ختم ہو گئی کہ یکایک جہازوں میں سوار ہو کر سرقوسی دوبارہ آگے بڑھے۔ ایتھنزی سخت پریشان ہوئے اور اکثر سپاہی تو ابھی بھوکے ہی تھے اس لئے بڑی دقت سے جہازوں کو آگے بڑھا کر دشمن کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے۔ کچھ عرصہ تک

دونوں فریق اپنے بچاؤ کی فکر کرتے رہے لیکن بعد میں ایتھنزیوں نے سوچا کہ دشمن انکو تھکانے کے لئے یہ چال چل رہا ہے اس لئے نعرے لگاتے ہوئے حملہ کیا۔ لڑائی سرقوسیوں نے منصوبے کے مطابق ماتھے سے ماتھا ٹکرا کر ایتھنزی جہازوں کے پیش کو کافی نقصان پہنچایا۔ اس کے علاوہ عرشہ پر سے ناوک و نیزہ بازوں نے بھی بہت سے ایتھنزیوں کو نشانہ بنایا۔ لیکن سب سے زیادہ تباہی ان سرقوسیوں نے پھیلائی جنھوں نے چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں سوار ہوکر دشمن کے سہ طبقہ جہازوں کے چپوؤں کو نقصان پہنچایا اور جہازوں کے پہلو میں پہنچ کر چپو چلانے والوں کو برچھیوں اور بھالوں کا نشانہ بنایا۔

اس طرح سخت خونریز لڑائی لڑکر بالآخر سرقوسی فتحیاب ہوئے اور ایتھنزی پلٹ کر تجارتی جہازوں کے درمیانی حصہ سے گزر کر اپنے مرکز کو واپس ہوگئے۔ سرقوسی جہازوں نے اس مقام تک ان کا تعاقب کیا جہاں تجارتی جہاز کھڑے تھے۔ لیکن اس کے آگے نہیں بڑھ سکے کیونکہ ان جہازوں سے ڈبن روک لٹھے باندھ کر راستہ روک دیا گیا تھا۔ دو سرقوسی جہاز فتحیابی کے جوش میں بھولا اس روک سے بہت قریب پہنچے تو تباہ ہوگئے اور ان میں سے ایک کو ایتھنزیوں نے اس کے عملے کے ساتھ گرفتار کرلیا۔ اس معرکہ میں سات ایتھنزی جہاز ڈوب گئے اور متعدد جہاز ناکارہ ہوگئے۔ سرقوسیوں نے بیشتر ایتھنزیوں کو گرفتار کرلیا اور بہتوں کو ہلاک کردیا جس کے بعد اپنے مرکز کو لوٹ کر انھوں نے دونوں لڑائیوں میں فتحیابی کی دو یادگاریں نصب کیں۔ اب انھیں اپنی بحری برتری کا یقین ہوگیا اور ساتھ ہی بری لڑائی میں بھی ان کو اسی طرح کامیابی کے امکانات کچھ کم نظر نہیں آرہے تھے۔

بائیسواں باب

جنگ کا انیسواں سال ۔ ڈیموس تھنیس کی آمد۔ اپی پولائے میں ایتھنزیوں کی شکست ۔ نکیاس کی حماقت اور خود رائی

اب سرقوسی خشکی اور سمندر کی جانب سے ایک اور حملہ کی تیاری کر رہے تھے کہ ڈیموس تھینس اور یوری میدون امدادی فوجیں لے کر آ پہنچے ۔ وہ اپنے ساتھ تقریباً تہتر جہاز (ان میں غیر ملکوں کے جہاز بھی شامل تھے) کوئی پانچ ہزار بھاری ہتھیار بند پیادے جن میں ایتھنزی اور ان کے حلیف شامل تھے، متعدد یونانی اور غیر یونانی برچھیت اور ان کے علاوہ گوپھنیے اور تیر انداز بھی بہت بڑی تعداد میں لائے تھے ۔ اور اس فوج کے ساتھ سارا ساز و سامان جنگ وافر مقدار میں آیا تھا۔ سرقوسی اور اُن کے حلیف یہ دیکھ کر کچھ کم مایوس نہیں ہوئے کہ جنگ ختم ہوتی نظر نہیں آتی اور خطرات بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔ دیلیکیہ پر پلوپونیز کے قبضہ کے باوجود

ایتھنز سے پھر اتنی ہی بڑی فوج آگئی جتنی پہلے آئی تھی تو ایتھنز کی طاقت اور اقتدار کی وسعت سے دشمن مرعوب ہو گئے۔ اُدھر سرقوسہ کے بدبخت اور شکست خوردہ ایتھنزی لشکر کی جان میں جان آگئی۔ ڈیموس تھینس نے صورت حال کا جائزہ لینے کے بعد طے کیا کہ نکیاس کی طرح حملہ میں تاخیر کر کے خود کو مشکلات میں مبتلا کرنا مناسب نہیں ہو گا۔ اس کی رائے میں نکیاس کو چاہیے تھا کہ سرقوسہ پہنچتے ہی دہشت زدہ شہر پر فوراً چڑھائی کرتا مگر وہ سرما گزارنے کے لئے قطانہ چلا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک تو سرقوسیوں کا خوف رفتہ رفتہ نفرت اور حقارت سے بدل گیا، دوسرے گلی پوس کو پلوپونیز سے کمک لانے کا موقع مل گیا۔ اگر سرقوسہ کی سرزمین پر اترتے ہی حملہ کیا جاتا تو سرقوسی ہرگز کمک طلب نہ کرتے کیونکہ وہ ایتھنزیوں کے مقابلہ کے لئے اپنے آپ کو کافی طاقتور سمجھتے تھے اور ان کو اپنی غلط فہمی کا احساس شہر کی تسخیر سے پہلے نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کے بعد اگر وہ کمک حاصل کرنے کی کوشش بھی کرتے تو اس سے اتنا فائدہ نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ تمام امور اس کے پیش نظر تھے اور اسے بخوبی احساس تھا کہ جس طرح نکیاس کے لشکر کو دیکھ کر دشمن پہلے پہل ہیبت زدہ ہو گئے تھے اسی طرح تازہ فوجوں کی آمد سے پہلے ہی روز سخت پریشان ہوئے۔ ڈیموس تھینس دشمن کی بدحواسی اور سراسیمگی سے پورا فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ اس نے دیکھا کہ سرقوسیوں نے محاصرہ کی کارروائی کو روکنے کے لئے جو فصیل بنائی ہے وہ اکہری ہے اور یہ کہ اگر اپی پولائے پر چڑھنے کے راستہ سے دشمن کو ہٹا دیا جائے اور اس کے بعد کیمپ کا راستہ صاف کر دیا جائے تو قلعہ پر آسانی سے قبضہ ہو جائے گا اور دشمن حملہ آوروں کا انتظار کئے بغیر ہی فرار ہو جائیں گے۔ یہ سوچ کر اس نے طے کیا کہ ضرور قسمت آزمائی کرنی چاہیے۔ ڈیموس تھینس کا خیال تھا کہ جنگ

صرف اسی طریقہ سے جلد از جلد ختم کی جا سکے گی کیونکہ یا تو کامیابی ہوگی اور اس کے بعد سرقوسہ مسخر ہو جائے گا یا بصورت دیگر وہ لشکر کو لے کر وطن لوٹ جائے گا۔ وہ ایتھنزیوں کی جان کو خواہ مخواہ خطرہ میں ڈالنا اور ملک کے وسائل کو ضائع کرنا نہیں چاہتا تھا۔

اس منصوبہ کے تحت پہلے ایتھنزیوں نے اناپوس کے نواحی علاقوں پر یورش کر کے سرقوسیوں کی اراضی کو پامال کیا اور جو مال غنیمت ہاتھ آیا اسے ساتھ لے کر بری اور بحری راستہ سے واپس ہو گئے۔ سرقوسیوں نے نہ تو سمندر میں ان کا مقابلہ کیا اور نہ خشکی پر، البتہ اولمپیوم کے سواروں نے مزاحمت کی کوشش کی۔ اس کے بعد ڈیموس تھینیس نے سرقوسیوں کی تعمیر کردہ مزاحمتی دیوار پر منجنیقوں کی مدد سے قبضہ کرنے کی کوشش کی لیکن چونکہ دیوار کے اوپر جوابی کارروائی کر کے دشمن نے منجنیقوں کو جلا دیا اور حملہ آور ایتھنزی مختلف مقامات پر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے تو اس نے سوچا کہ اب اور وقت ضائع کرنا مناسب نہیں ہوگا اور نکیاس اور فوجی کمان داروں کی رضامندی حاصل کرنے کے بعد اپی پولائے پر چڑھائی کے منصوبہ پر عمل شروع کیا۔ چونکہ دن کے وقت وہاں تک پہنچنا اور اوپر چڑھنا ممکن نہیں معلوم ہوا اس لئے اس نے پانچ روز کی رسد ساتھ لی، سارے معماروں اور نجاروں کو اکٹھا کیا اور کامیابی کی صورت میں استحکامات کی تعمیر کے لئے جن جن چیزوں کی ضرورت ہو سکتی تھی مثلاً تیر وغیرہ سارا سامان ساتھ لیا اور پہلا پہر گزر جانے کے بعد یوری میدون، مینانڈر اور ساری فوج کے ہمراہ اپی پولائے کی طرف بڑھا۔ نکیاس ساتھ نہیں گیا بلکہ لشکرگاہ ہی میں ٹھیرا رہا۔ یوری لوس کی پہاڑی پر سے اوپر چڑھنے کے بعد (جہاں سے پہلی ایتھنزی فوج ابتداً اوپر گئی تھی) دشمن کی نظر بچا کر ایتھنزی قلعہ تک بڑھ گئے

اور چند سنتریوں کو ہلاک کرکے اُس پر قبضہ کر لیا۔ مگر بیشتر سپاہی جو بچ کر نکل گئے انھوں نے فوجی چوکیوں کو خبردار کر دیا۔ دشمن نے اپی پولائے پر تین چوکیاں قائم کی تھیں جن کے اطراف حفاظتی دیواریں بنی تھیں۔ ایک چوکی سرقوسیوں کی تھی، ایک، دوسرے صقالیوں کی اور ایک حلیفوں کی۔ اس کے علاوہ چھ سو جوانوں کا وہ دستہ بھی خبردار ہو گیا جو شروع ہی سے اپی پولائے کے اس حصہ کے دفاع کے لئے رکھا گیا تھا۔ یہ سارے سپاہی حملہ آوروں کو روکنے کے لئے دوڑے اور ڈیموس تھینیس اور ایتھنزیوں سے مٹ بھیڑ ہوئی تو مختصر سی مقاومت کے بعد ہار کر پسپا ہو گئے۔ فتح مند ایتھنزی تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے تاکہ کامرانی کا جوش و خروش کم ہونے سے پہلے اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائیں۔ اُدھر دوسرے ایتھنزی دستے شروع ہی سے سرقوسیوں کی مزاحمتی فصیل پر حملہ میں مصروف تھے فصیل کے محافظ فرار ہو گئے تو انھوں نے اوپر چڑھ کر برجوں کو مسمار کرنا شروع کیا۔ اب سرقوسی اپنے حلیفوں اور گلی پوس اور اس کے سپاہیوں کے ساتھ بیرونی فصیل کے پاس سے دشمن کی طرف بڑھے لیکن وہ سخت گھبرائے ہوئے تھے اسلئے جرات کے ساتھ مقابلہ نہیں کر سکے (ان کے شان و گمان میں بھی کبھی یہ بات نہیں آئی تھی کہ دشمن شب خون مارے گا) اور ابتدا میں پسپا ہونے پر مجبور ہوئے۔ فتح مندی سے سرشار ایتھنزی چاہتے تھے کہ دشمن کی ساری صفوں میں جن میں سے بعض سے ابھی لڑائی نہیں ہوئی تھی رخنہ ڈال کر آگے بڑھ جائیں تاکہ حملہ کی کارروائی مسلسل جاری رہے اور دشمن اپنی قوت کو مجتمع نہ کر سکے۔ اس طرح ایتھنزی بڑھے جا رہے تھے کہ پہلے بوئیشیوں نے ان کو للکارا اور حملہ کرکے شکست فاش دی تو ایتھنزیوں نے راہ فرار اختیار کی۔

اب ایتھنزیوں میں بڑی پراگندگی پھیل گئی۔ لڑائی کی صحیح صورت حال کی

تفصیل کسی جانب سے بھی نہیں ملتی تھی۔ دن کے وقت فریقین کو جنگ کی رفتار کا
یقیناً نسبتاً بہتر اندازہ ہو سکتا ہے، گو دن میں بھی کوئی ایسا ذریعہ نہیں رہتا جس سے
ساری تفصیلات کا پتہ چل سکے کیونکہ ہر سپاہی صرف انہی حالات سے واقف ہو سکتا
ہے جو اس کے ارد گرد اور بہت قریب پیش آئیں لیکن رات کے اندھیرے میں
(اور یہی ایک لڑائی تھی جو موجودہ جنگ کے دوران میں دو بڑی فوجوں کے مابین
ہوئی) کسی کو صحیح تفصیلات کا علم کیسے ہو سکتا ہے؟ اگرچہ آسمان پر چاند
پوری تابانی سے چمک رہا تھا لیکن چاندنی میں جسم کی ساخت سے صرف یہ پتہ
چل سکتا ہے کہ سامنے کوئی آدمی ہے، دوست دشمن کی شناخت نہیں کی جا سکتی
اس چھوٹے سے مقام پر ہر دو جانب کے بے شمار بھاری ہتھیار بند پیادے نقل و
حرکت کر رہے تھے۔ بعض انتھنزی لڑ کر ہار چکے تھے تو بعض جنہوں نے اب تک
لڑائی میں حصہ نہیں لیا تھا مقابلہ کے لئے آرہے تھے۔ ان کی بقیہ فوج کے بیشتر
سپاہی یا تو ابھی چڑھ کر اپی پولائے کے اوپر پہنچے تھے یا ابھی چڑھائی میں
مصروف تھے۔ ان کو بالکل پتہ نہیں تھا کہ اوپر کیا ہو رہا ہے اس لئے ان کی
سمجھ میں نہ آیا کہ کس طرف جانا چاہیے، شکست اور بھگدڑ کی وجہ سے ہر طرف
انتشار پھیل گیا تھا۔ اور شور اس بلا کا ہو رہا تھا کہ کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی
تھی۔ فتح مند سرقوسی پر شور نعرے لگا لگا کر ایک دوسرے کا دل بڑھا رہے تھے
کیونکہ رات کے وقت اظہار جذبات کا صرف یہی ایک طریقہ ہوتا ہے، اور
دشمن کے سپاہی قریب آئیں تو ان کا مقابلہ کرتے تھے۔ اس کے برخلاف انتھنزیوں
کو کچھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔ وہ ایک دوسرے کی تلاش کر رہے تھے۔ جو بھی
سامنے آتا اسے دشمن سمجھ لیتے۔ انتھنزی فوج کے جو سپاہی شکست کھا کر بھاگ
رہے تھے ان کو بھی وہ دشمن سمجھتے۔ بار بار پرول (خفیہ لفظ جو سپاہی ایک

دوسرے کی شناخت کے لئے استعمال کرتے ہیں) پوچھتے تھے جو شناخت کا واحد ذریعہ تھا۔ سارے سپاہی ایک ساتھ پرول پوچھ پوچھ کر نہ صرف خود پریشان ہوئے بلکہ دشمن پر بھی اس کا راز کھل گیا۔ مگر دشمن کے پرول سے ایتھنزی بآسانی واقف نہیں ہو سکے کیونکہ اُس کی فتح مند فوجیں منتشر نہیں ہوئی تھیں اور اُن کے اپنے ساتھیوں کے بارے میں غلط فہمی نہیں ہو رہی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب کبھی ایتھنزیوں کی مٹھ بھیڑ دشمن کی ایسی ٹولی سے ہوتی جو تعداد میں ان سے کم ہو تو وہ پرول کا لفظ دوہرا کر بچ نکلتے۔ لیکن خود ایتھنزی دشمن کے پرول سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے تھے اور اُن کا جو سپاہی دشمن کے قریب جاتا وہ ہلاک کر دیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ نغمۂ فتح سے بھی اُن کو اتنا ہی بلکہ اس سے زیادہ نقصان پہنچا۔ فریقین کا نغمۂ فتح بڑی حد تک ملتا جلتا تھا جس سے سخت غلط فہمی پھیلی۔ آرگوسی، کورکایری یا کوئی اور دوریانی سپاہی فتح کا راگ گاتا تو اُسے بھی دشمن کا نغمۂ فتح سمجھ کر دہشت زدہ ہو جاتے تھے۔ اس بدحواسی کے عالم میں میدان جنگ کے متعدد حصوں میں وہ آپس ہی میں ایک دوسرے سے متصادم ہو گئے۔ دوست، دوست سے بھڑ گیا تو شہری شہری سے۔ اور انھوں نے نہ صرف آپس میں ایک دوسرے کو دہشت زدہ کیا بلکہ اس بُری طرح دست و گریباں ہو گئے کہ چھڑانا مشکل تھا۔ دشمن کے تعاقب سے بچنے کے لئے بیشتر سپاہی چٹانوں پر سے نیچے کود کر ہلاک ہو گئے کیونکہ اپی پولائے سے اترنے کا راستہ تنگ تھا۔ گو بہت سے سپاہی جن کا تعلق نکیاس کی فوج سے تھا صحیح و سالم میدانی علاقہ میں اُتر گئے اور مقام و ماحول سے بہتر واقفیت کی بنا پر جان بچا سکے لیکن چند نو وارد بھٹک کر غلط سمتوں میں چلے گئے اور ان کو دن نکلنے کے بعد سرقوسی سواروں نے ہلاک کر ڈالا۔

دوسرے روز سرقوسیوں نے فتح کی دو یادگاریں نصب کیں۔ ایک اپی پولائے کے اس مقام پر جہاں دشمن نے چڑھائی کی تھی اور دوسری اس جگہ جہاں بوشیوں نے پہلی دفعہ مقابلہ کرکے دشمن کو شکست دی تھی۔ اور ایتھنزیوں نے عارضی صلح کرکے اپنے کشتوں کی لاشیں حاصل کرلیں۔ اس معرکہ میں ایتھنزی اور ان کے حلیف بڑی تعداد میں مارے گئے اور جتنے سپاہی ہلاک ہوئے ان سے زیادہ تعداد میں ہتھیار دشمن کے ہاتھ لگے کیونکہ بعض سپاہی جو ڈھالیں چھوڑ کر چٹانوں پر سے کودنے پر مجبور ہوئے تھے وہ بچ کر بھاگ نکلے اور دوسروں کی طرح ہلاک نہیں ہوئے۔

اس غیر متوقعہ کامیابی سے سرقوسیوں کا کھویا ہوا اعتماد پھر عود کر آیا۔ اور انھوں نے سکانوس کو پندرہ جہازوں کے ساتھ اگریگنتوم بھجوایا جہاں اس وقت سیاسی انقلاب برپا تھا تاکہ بشرط امکان اس مملکت کو جنگ میں شریک ہونے پر راضی کیا جائے۔ ساتھ ہی گلی پوس بھی سسلی کی دوسری مملکتوں سے امدادی فوجیں لانے کے لئے روانہ ہوا کیونکہ اپی پولائے کی لڑائی کے بعد وہ سمجھتا تھا کہ ایتھنزی مورچوں اور لشکرگاہ پر ایک دم دھاوا کرکے قبضہ کیا جا سکتا ہے۔

اس اثنا میں ایتھنزی سپاہ سالاروں نے اپنی شکست اور فوج کی کمزوری کے اسباب پر غور و خوض کیا۔ انھوں نے دیکھا کہ میدان جنگ میں شکست پر شکست ہو رہی ہے اور سپاہی سرقوسہ میں طویل قیام سے بیزار ہو گئے ہیں۔ سال کا یہ حصہ غیر صحت بخش ہوتا تھا اس لئے اکثر سپاہی بیمار ہو گئے ہیں۔ فوج کی خرابی صحت کی ایک اور وجہ یہ تھی کہ ایتھنزی لشکرگاہ دلدلی اور غیر صحت بخش مقام پر تھی۔ علاوہ بریں وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ حالات

عام طور پر نہایت مایوس کن ہیں۔ اس بنا پر ڈیموس تھینیس کی رائے تھی کہ اب زیادہ عرصہ تک فوجوں کو یہاں رکھنا مناسب نہیں ہوگا۔ اور چونکہ اپی پولائے کی چڑھائی میں ناکامی ہو چکی ہے اس لئے جیسا کہ اُس نے ابتدا میں مشورہ دیا تھا اب جلد از جلد یہاں سے چلا جانا چاہئے تاکہ موسم کی خرابی سے سمندری سفر اور مشکل نہ ہو جائے اور جو فوجیں حال میں آئی ہیں ان کے تازہ دم ہونے کی وجہ سے بحری بیڑا دشمن پر بہرحال برتری حاصل کر سکے۔ اُس نے یہ بھی کہا کہ ملک کے حق میں یہ زیادہ مناسب ہوگا کہ جو لوگ اٹیکا میں اُس کے خلاف استحکامات تعمیر کر رہے ہیں ان کے خلاف جنگ کی جائے نہ کہ سرقوسیوں کے خلاف جن کو زیر کرنا اب دشوار ہو گیا ہے اس کے علاوہ یہ کوئی عقلمندی نہیں ہوگی کہ محاصرہ جاری رکھ کر ملک کا بے شمار روپیہ پانی کی طرح بہا دیا جائے۔

یہ ڈیموس تھینیس کی رائے تھی۔ نکیاس نے اس حقیقت کو تو تسلیم کر لیا کہ حالات ابتر ہو گئے ہیں لیکن وہ اپنی کمزوریوں کا اعتراف نہیں کرنا چاہتا تھا یا...... پھر وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ دشمن کو خبر ہو جائے کہ سارے ایتھنزیوں نے اتفاق رائے سے محاصرہ برخاست کر کے واپس جانے کا فیصلہ کیا ہے کیونکہ اگر یہ راز فاش ہو گیا تو دشمن کی نظر بچا کر جانا ناممکن ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ جو اطلاعیں اُسے ملی تھیں اُن کے مطابق امید تھی کہ محاصرہ جاری رہے تو جلد ہی دشمن کی حالت ایتھنزیوں سے بھی زیادہ ابتر ہو جائے گی۔ مالی مشکلات سرقوسیوں کو پریشان کر دیں گی خاص کر اسلئے کہ حال میں انھوں نے جو وسیع تر بحری اقتدار حاصل کیا اس کی وجہ سے بحریہ کا خرچ بہت بڑھ گیا تھا۔ اس کے علاوہ سرقوسہ کا ایک فریق غداری کر کے شہر کو

ایتھنزیوں کے حوالہ کرنے کی فکر کر رہا تھا اور بار بار نکیاس کے پاس پیغامات بھجوا رہا تھا کہ محاصرہ برخاست نہ کیا جائے۔ نکیاس کے پیش نظر یہ سارے امور تھے اس لیئے وہ واقعی پس و پیش میں تھا اس کا خیال تھا کہ چندے انتظار کر کے مزید معلومات کی روشنی میں اس مسئلہ کا قطعی طور پر تصفیہ کیا جا سکتا ہے کہ محاصرہ کو ختم کر کے واپس جانا چاہیئے یا نہیں۔ ان اسباب کے پیش نظر اس موقع پر جلسۂ عام کو مخاطب کرتے ہوئے اپنی تقریر میں اس نے محاصرہ ختم کر کے فوجوں کو واپس لے جانے کی تحریک کو مسترد کر دیا اور کہا کہ ایتھنز کی مجلس عوام کی منظوری کے بغیر اس قسم کا اقدام کیا جائے تو وہ اُسے ہرگز جائز نہیں قرار دیں گے۔ جو لوگ ہمارے اس اقدام کے بارے میں مجلس عوام میں ووٹ دیں گے وہ آپ کی طرح عینی شاہد نہیں ہوں گے بلکہ اصل حالات پر غور کرنے کی بجائے مخالفین کی رائے سے متاثر ہوں گے اور اولین چرب زبان مقرر کی افترا پردازیوں کو سچ مان لیں گے۔ خود آپ لوگوں میں سے بہت سے بلکہ بیشتر افراد جو اس وقت چیخ چیخ کر اپنے موقف کو پُرخطر بتا رہے ہیں، ایتھنز پہنچنے کے بعد اس کے برعکس باتیں بیان کریں گے۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے چونکہ میں ایتھنزیوں کی ذہنیت سے بخوبی واقف ہوں اس لیئے نہیں چاہتا کہ وہ کوئی غلط الزام لگا کر غیر منصفانہ طور پر میرا خاتمہ کر دیں۔ میں ایسی موت کو پسند نہیں کرتا۔ مرنا ہی ہو تو دشمن سے لڑتے ہوئے سپاہی کی موت مرنا پسند کرتا ہوں۔ اور پھر ہمیں یہ بھی غور کرنا چاہیئے کہ سرقوسیوں کی حالت اب ہم سے بدتر ہو گئی ہے۔ اجیر سپاہیوں کی تنخواہوں فوجی استحکامات کے مصارف اور ایک وسیع بحری بیڑے کے اخراجات کا بار سال بھر برداشت کر کے وہ اب خسارہ میں آ گئے ہیں اور بہت جلد ان کی ساری کارروائیاں رُک جائیں گی۔ اُن کے دو ہزار ٹالنٹ پہلے ہی صرف

ہو چکے ہیں جس کے علاوہ وہ مقروض بھی ہو گئے ہیں۔ اگر ان مالی مشکلات کی بنا پر
دشمن اپنے چھوٹے سے فوجی دستہ کو برخاست کرنے پر مجبور ہو جائے تو اس کے لئے
خطرات بڑھ جائیں گے کیونکہ اس کی طاقت کا دار و مدار زیادہ تر اجیر سپاہیوں پر
ہے نہ کہ ایسے سپاہیوں پر جو ہمارے جوانوں کی طرح قومی فرض ادا کرنے آئے ہیں۔
ان تمام امور کے پیش نظر ضروری ہے کہ محاصرہ جاری رکھا جائے۔ یہ مناسب نہیں
ہوگا کہ ہم اقتصادی محاذ پر دشمن کے مقابلہ میں ہار مان لیں کیوں کہ ہمارا مالیاتی
موقف اُس سے بہتر ہے۔

نکیاس کے لہجہ میں قطعیت پائی جاتی تھی، اس لئے کہ ایک تو اُسے سرقوسہ
کی مالی مشکلات کا ٹھیک طور پر پتہ چل گیا تھا، دوسرے شہر سرقوسہ میں اتھینز
کے طرف دار فریق کی طاقت پر بھی اُسے بھروسہ تھا جو بار بار یہی پیام بھجوا رہا
تھا کہ محاصرہ ختم نہ کیا جائے۔ اس کے علاوہ اب اُسے اپنے بحری بیڑے کی کامیابی
کا پہلے سے زیادہ امکان نظر آ رہا تھا اور وہ سمجھتا تھا کہ کم از کم سمندری لڑائی
میں ضرور فتح ہوگی۔ مگر ڈیموس تھینس محاصرہ جاری رکھنے پر کسی طرح راضی نہ ہوتا
تھا۔ اُس نے کہا کہ اگر اتھینز کے احکام بغیر مراجعت عمل میں نہیں آ سکتے تو لشکر
کو تھاپسوس یا قطانہ منتقل کر دینا چاہیئے جہاں بری فوج کو لوٹ مار کے لئے
وسیع تر میدان ملے گا اور اس سے ایک طرف دشمن کو نقصان پہنچے گا تو دوسری
طرف فوج کے خرچ کے کچھ حصہ کی بھی پابجائی ہو جائے گی۔ بحری بیڑے کو دشمن سے
مقابلہ کے لئے کھلا سمندر ملے گا۔ یہاں جگہ محدود ہونے کی وجہ سے دشمن کا
بیڑا فائدہ میں رہتا ہے۔ وسیع تر حصہ سمندر میں لڑائی ہو تو اتھینزی مہارت
سے فائدہ اٹھا سکیں گے اور جہاز کسی رکاوٹ کے بغیر آسانی سے لنگر گاہ میں
آ جا سکیں گے۔ ڈیموس تھینس بہر صورت نہیں چاہتا تھا کہ فوجیں سرقوسہ میں

اور زیادہ عرصہ تک پڑی رہیں۔ اُس کو اصرار تھا کہ فوری اور حتمنہ عجلت کے ساتھ تخلیہ کیا جائے۔ اور ریوری میدون اُس کی رائے سے متفق تھا۔ لیکن جب نکیاس نے اس کے باوجود مخالفت جاری رکھی تو وہ سوچ میں پڑ گئے اور مزید اصرار کرنے میں تامل ہوا۔ انھوں نے سوچا کہ شاید نکیاس کو دشمن کی کمزوریوں کے بارے میں مزید تفصیلات کا علم ہو گیا ہے اور اسی لئے اُس کے لہجہ میں بڑی قطعیت پیدا ہو گئی ہے۔

تیئسواں باب

جنگ کا انیسواں سال۔ بڑی بندرگاہ میں لڑائیاں

ایتھنزی لشکر کی پسپائی اور مکمل بربادی

ایتھنزی اپنے مقام پر اسی طرح پڑے رہے اور انھوں نے کوئی نقل و حرکت نہیں کی۔ ایسے میں گلی پوس اور سکانوس سرقوسہ کو واپس آ گئے۔ سکانوس، اگری گینتوم کی حمایت حاصل کرنے میں ناکام رہا کیونکہ وہ ابھی گیلہ ہی میں تھا کہ سرقوسہ کے موید فریق کو شہر والوں نے نکال باہر کر دیا۔ لیکن گلی پوس نہ صرف سسلی سے سپاہیوں کی ایک بڑی تعداد بھرتی کر کے لایا بلکہ اس کے ہمراہ پلوپونیزی بھاری ہتھیار بند پیادوں کا وہ دستہ بھی آیا جو موسم بہار میں تجارتی جہازوں میں سوار ہو کر اپنے وطن سے چلا تھا، اور سلی نوس سے ہو کر لبیا پہنچ گیا تھا۔ اُن کے جہاز ایک طوفان کی زد میں آ کر لبیا کے ساحل سے جا لگے تھے۔ کرینائیوں سے دو جنگی جہاز اور ناخداؤں کی خدمات حاصل کر کے انھوں نے ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ سفر کے دوران میں لبیا کے خلاف لڑائی میں یوسپے رِتائے کی مدد کی جس کا اول الذکر نے محاصرہ

کر رکھا تھا۔ محاصرین کو شکست دینے کے بعد یہ پلوپونیزی دستہ ساحل
نیاپوکس پہنچا جو علاقہ قرطاجنہ کا ایک تجارتی مرکز ہے۔ یہاں سے سسلی بہت
قریب ہے اور جہاز کے ذریعہ جانے میں دو دن اور ایک رات کا سفر ہوتا
ہے۔ اس مقام سے سمندر کو عبور کر کے وہ سلی نوس پہنچ گئے۔ ان کے واپس
ہوتے ہی سرقوسیوں نے ایتھنزیوں پر ایک ساتھ بری اور بحری حملہ کرنے کی
پھر تیاریاں شروع کیں۔ جب ایتھنزی سپاہ سالاروں نے دیکھا کہ ادھر
دشمن کی امداد کے لئے تازہ دم فوجیں آ گئی ہیں اور ادھر خود ان کے لشکر کا
حال دن بدن بدتر ہوتا جا رہا ہے اور سب سے بڑی مصیبت یہ آن
پڑی کہ بڑی تعداد میں سپاہی مختلف بیماریوں کا شکار ہونے لگے تو سوچا
کہ کاش ہم پہلے ہی اس مقام سے چلے جاتے۔ نکیاس نے بھی پہلے کی طرح تخلیہ
کی زیادہ مخالفت نہیں کی بلکہ اب صرف یہ چاہتا تھا کہ اس سوال پر کھلے
طور پر ووٹ نہ لیا جائے اس لئے انتہائی راز میں احکام جاری کئے گئے تاکہ
ایک اشارہ کے ساتھ ساری فوج جہازوں میں سوار ہو کر روانہ ہونے کے لئے
تیار ہو جائے۔ بالآخر ساری تیاریاں مکمل ہو گئیں اور چودھویں کے چاند کی
روشنی میں ایتھنزی لشکر جہازوں میں سوار ہو کر روانہ ہونے والا ہی تھا
کہ یکایک چاند کو گہن لگ گیا جس سے اکثر ایتھنزیوں نے برا شگون لیا اور
اصرار کیا کہ روانگی ملتوی کر دی جائے۔ نکیاس تو سب سے زیادہ وہمی اور
تنکی تھا۔ چنانچہ اس نے جوتشیوں کی مقرر کردہ فوتے ستائیس دن کی مدت
گزرنے سے پہلے روانگی کے سوال پر غور کرنے سے قطعاً انکار کر دیا۔

اس طرح محاصرین اسی جگہ سڑتے رہے اور سرقوسیوں کو اس صورت حال کا
پتہ چلا تو وہ اور زیادہ جوش و خروش کے ساتھ حملہ کی تیاریاں کرنے لگے۔

انھوں نے دیکھا کہ خود دشمن نے اعتراف کرلیا ہے کہ اُسے بری یا بحری محاذ پر برتری حاصل نہیں رہی ہے ورنہ محاصرہ برخاست کرکے جانے کی تیاری نہ کرتا۔ سرقوسیوں کو یہ اندیشہ بھی تھا اگر اتھنزی سِلی کے کسی اور حصہ میں قدم جمالیں تو مقابلہ مشکل ہوجائے گا اس لئے چاہتے تھے کہ انھیں کسی طرح وہیں سمندری لڑائی پر مجبور کریں۔ اس ارادہ سے کافی عرصہ تک بحری مشقیں کیں اور اُس کے بعد ایک روز وقت مقررہ پر اتھنزی مورچوں پر حملہ کردیا۔ مقابلہ کے لئے بھاری ہتھیار بند پیادوں اور سواروں کی ایک مختصر سی تعداد مورچوں کے باہر آئی تو حملہ آوروں نے شکست فاش دے کر چند سپاہیوں کو ہلاک کرڈالا اور بقیہ کا اتھنزی حصار تک تعاقب کیا۔ حصار میں داخلہ کا راستہ بہت تنگ تھا اس لئے اتھنزیوں کو ستّر سواروں اور چند بھاری ہتھیار بند پیادوں کا نقصان ہوا۔

اس کے بعد سرقوسی میدان سے ہٹ گئے مگر دوسرے روز ایک ساتھ بحری اور بری حملہ کیا۔ ان کے ستّر جہاز اتھنزی بیڑے کے مقابلہ کے لئے آگے بڑھے اور بری فوج نے اتھنزی مورچوں کا رُخ کیا۔ چھیاسی اتھنزی جہاز حملہ آوروں کو روکنے کے لئے آگے بڑھے اور قریب پہنچ کر حملہ کیا۔ سرقوسیوں اور اُن کے حلیفوں نے پہلے اتھنزی دستہ کے قلب کو شکست دی اور اس کے بعد اُن کے میمنہ کے کماندار یوریمیدون کو گرفتار کرکے ہلاک کرڈالا جو دشمن کو بندرگاہ کے پس گوشہ میں گھیرنے کے ارادہ سے ساحل کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اتھنزی میمنہ کے جو جہاز اس کے ساتھ تھے اُن کو بھی تباہ کرنے کے بعد سارے بیڑے کو تعاقب کرکے ساحل کی طرف دھکیل دیا۔

گلی پوس نے جب دیکھا کہ اتھنزی بیڑے کو شکست ہوگئی اور اُسے کیمپ

اور دفاعی مورچہ کے برے ہٹا دیا گیا ہے تو چند ہمراہیوں کو لے کر ساحل کے بند کی طرف دوڑا تاکہ خشکی پر اترنے والے ایتھنزیوں کا خاتمہ کیا جائے اور ساتھ ہی سرقوسیوں کو دشمن کے جہاز کھینچ کر لے جانے میں مدد ملے ساحل کے اس حصہ کی حفاظت پر ایتھنزی فوج کے ترہینی متعین تھے۔ انھوں نے جب دیکھا کہ دشمن بے ترتیبی سے بڑھ رہا ہے تو فوراً اقدام کر کے اگلی صف کو شکست فاش دی اور اسے لسی میلیہ کی دلدل میں ڈھکیل دیا۔ اس کے بعد سرقوسیوں اور ان کے حلیفوں کی بڑی تعداد اس طرف آگئی تو ایتھنزی بھی اپنے جہازوں کیلئے خطرہ محسوس کر کے اسی طرف بڑھے اور دشمن کے چند بھاری ہتھیار بند پیادوں کو ہلاک کر کے بقیہ کا کچھ دور تک تعاقب بھی کیا۔ اس طرح ایتھنزی اپنے بیشتر جہازوں کو بچانے میں کامیاب ہوئے اور ان کو اپنے کیمپ کے قریب لیجاکر لنگر انداز کیا۔ لیکن اٹھارہ ایتھنزی جہاز دشمن کے قبضہ میں چلے گئے جن کے سارے ملاحوں اور سپاہیوں کو ہلاک کر دیا گیا۔ انھوں نے بقیہ ایتھنزی جہازوں کو جلانے کی غرض سے ایک پرانے تجارتی جہاز میں ایندھن بھر کر اس میں آگ لگا دی اور ایتھنزی جہازوں کی طرف رخ کر کے چھوڑ دیا۔ اس وقت نہایت تیز و تند ہوائیں چل رہی تھیں اور ان کا رخ ایتھنزی کیمپ کی طرف تھا اور اگر ایتھنزی بروقت اس جہاز کو روک کر آگ بجھانے میں کامیاب نہ ہوتے تو یقیناً ان کو سخت نقصان پہنچتا۔

اس کے بعد سرقوسیوں نے اپنی فتح کی یادگار نصب کی کیونکہ ایک تو سمندری معرکہ میں ان کی جیت ہوئی تھی دوسرے ایتھنزی حصار کے پاس انھوں نے چند بھاری ہتھیار بند پیادوں کو ہلاک کر کے سواروں کو گرفتار کر لیا تھا۔ ایتھنزی لشکر کے ترہینوں نے دشمن کے پیادوں کو شکست فاش

دے کر دلدل میں ڈھکیل دیا تھا اور اس کے علاوہ بقیہ فوج کی مدد سے خود اتھینزیوں نے بھی دشمن کو مار بھگایا تھا اس لئے انھوں نے بھی اپنی فتح کی یادگار نصب کی۔

ڈیموس تھینیس کے ساتھ کمک آنے کی وجہ سے سرقوسی پہلے خوف زدہ تھے لیکن اب جو سمندری لڑائی میں زبردست کامیابی ہوئی تو اُن کی بحری برتری قطعی طور پر ثابت ہو گئی۔ اتھینزی سخت مایوس ہوئے۔ انھیں کامیابی کا کوئی امکان نظر نہیں آتا تھا اس لئے سوچنے لگے کہ ہم نے بڑی غلطی کی جو اس مہم میں شریک ہوئے۔ انھیں بالکل پہلی دفعہ اتھینز جیسی مملکتوں سے سابقہ پڑا تھا جن کا طرز حکومت بھی عمومی تھا، جن کے پاس بحری بیڑے اور سوار فوج بھی اور جن کے وسایل کافی وسیع تھے۔ اس لئے یہاں نہ تو وہ حکومت کے ڈھانچہ میں تبدیلی کرنے کا وعدہ کر کے مختلف مملکتوں میں پھوٹ ڈال سکے اور نہ طاقت کا استعمال کر کے اُن کو کچل سکے۔ ہر تدبیر اور ہر کوشش سراسر ناکام ہو گئی۔ اس کے بعد اب بحری لڑائی میں بھی شکست ہوئی تو اتھینزیوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ اُن کو ہرگز یہ امید نہیں تھی کہ دشمن بحری محاذ پر بھی حاوی ہو جائے گا۔ ان تمام ناکامیوں اور مصائب و مشکلات نے انھیں انتہائی مایوس اور بدحواس کر دیا۔

اس عرصہ میں سرقوسی جہاز آزادی سے بندرگاہ کے آس پاس نقل و حرکت کرنے لگے۔ اب وہ اس فکر میں تھے کہ بندرگاہ میں جہازوں کے آنے جانے کے راستے بند کر دئے جائیں تاکہ آئندہ اگر اتھینزی اس علاقہ کو چھوڑ کر جانا بھی چاہیں تو اس کا موقع نہ مل سکے۔ درحقیقت اب سرقوسی صرف اپنے بچاؤ کی فکر نہیں کر رہے تھے بلکہ دشمن کی واپسی کا راستہ بھی روکنا چاہتے تھے۔ وہ اب خود کو بہت زیادہ طاقتور سمجھنے لگے اور اُن کا یہ خیال بالکل درست بھی تھا۔

وہ چاہتے تھے کہ ایتھنزیوں اور اُن کے حلیفوں کو خشکی اور سمندر دونوں محاذوں پر شکست دے کر سارے یونان میں شہرت اور بلند مرتبہ حاصل کریں جس کے بعد بقیہ یونانی مملکتیں یا تو آزاد ہو جائیں گی یا اُن پر ایتھنز کا دباؤ کم ہو جائے گا کیونکہ وہ بقیہ فوجوں کی مدد سے اُن طاقتوں کا مقابلہ نہیں کرسکے گا جو اس پر حملہ آور ہوں گی۔ اور نہ صرف موجودہ دنیائے یونان بلکہ آئندہ نسلیں بھی سرقوسیوں کو اپنا نجات دہندہ سمجھ کر عزت و احترام کریں گی۔ اس کے علاوہ اور اسباب کی بنا پر بھی سرقوسی سمجھتے تھے کہ ایتھنزیوں کی شکست سے اُن کے امتیاز اور اقتدار میں اضافہ ہو جائے گا۔ ایتھنزیوں کے علاوہ ان کے سارے حلیفوں کو بھی شکست ہوگی اور اس لڑائی میں وہ تنہا نہیں ہوں گے بلکہ انھیں کورنتھیوں اور لاکے دیمونیوں کے دوش بدوش اتحادی فوج کی کمانداری کرنے کا موقع ملے گا کیوں کہ اُن کا شہر ایتھنز کے خطرہ کا مقابلہ کرنے میں سب سے آگے رہا ہے اور پھر بحری کامیابی میں بھی انھیں اولیت کا امتیاز حاصل ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ ایتھنز اور لاکے دیمون کے جھنڈے تلے اس جنگ کے دوران میں بہ حیثیت مجموعی جو سپاہ اکھٹی ہوئی تھی اُس سے قطع نظر کیا جائے تو اس سے پہلے مختلف مملکتوں کی اس قدر زیادہ فوجیں کسی ایک شہر کے پاس جمع نہیں ہوئی تھیں۔ سسلی کے دفاع یا تسخیر میں فریقین کی مدد کے لئے سرقوسہ میں جن مختلف مملکتوں کی فوجیں اکھٹی ہوئی تھیں اب ہم اُن کی تفصیل پیش کرتے ہیں۔ یہ فوجیں زیادہ تر اپنے حق کے لئے لڑنے یا اپنی نسل یا قوم کی مدد کی غرض سے متحد نہیں ہوئی تھیں بلکہ بعض جلب منفعت کی خاطر تو بعض مجبوری کے تحت اکھٹی ہوئی تھیں۔ ان ایتھنزیوں نے جو خود ایونی نسل سے تعلق رکھتے تھے سرقوسہ کے دوریانیوں کے خلاف مہم میں رضاکارانہ طور پر شرکت کی۔ اور ایتھنز کے جو

آباد کار اس وقت تک ایٹکائی زبان بولتے تھے اور جن کی مملکتوں میں ایتھنز کی قوانین رائج تھے یعنی آئی گینہ کے لمنائی، امبریائی اور آئی گینی ایتھنزی لشکر کے ساتھ ہو گئے۔ بقیہ لوگ جو اس مہم میں شریک تھے ان میں سے بعض کا تعلق ایتھنز کے ماتحت علاقوں سے تھا، بعض آزاد حلیف اور بعض اجیر سپاہی تھے۔ خراج ادا کرنے والی ماتحت مملکتوں کے جو لوگ اس مہم میں شریک ہوئے ان میں یوبیہ کے اریتریائی، کالکسی، استیریائی اور کارستیائی، جزایری علاقوں کے کیائی، اندریائی اور تے نیائی اور ایونیہ کے ملطی، ساموسی اور خیوسی شامل تھے۔ آخرالذکر آزاد حلیف کی حیثیت سے شریک ہوئے اور انھوں نے خراج نہیں ادا کیا بلکہ بحری بیڑے کے لیے جہاز فراہم کیے۔ ان کی اکثریت کا تعلق دیونیانی نسل سے تھا اور وہ ایتھنزیوں کی اولاد تھے سوائے کارستیوں کے جو دریوپی نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی مملکت ایتھنز کے ماتحت تھی اور وہ لڑنے پر مجبور تھے۔ لیکن وہ اسے نسلی جنگ سمجھتے تھے۔ تنیدیائی اور دیمنیائی بھی دیونیانی تھے جن کی مملکتیں باج گزار تھیں۔ یہ لوگ اپنی نو آبادیوں کے ایولیائی باشندوں یعنی میرقوکی فوج کے بوئیشیوں کے خلاف لڑنے پر مجبور کیے گئے۔ اور پلاتیائی اہل بوئیشیہ کے خلاف لڑنے والے واحد مقامی بوئیشی تھے ایک جائز شکایت کی بنا پر مہم میں شریک ہوئے۔ دتودیائی اور کمائی عتیری دونوں دوریانی نسل سے تھے۔ ثانی الذکر لاکے دیمونی آباد کار بھی تھے لیکن انھوں ایتھنزیوں کے ساتھ اپنے ہم وطن لاکے دیمونیوں سے جنگ کی جو گلی پوس کے ہمراہ آئے تھے۔ اسی طرح دتودیہ والے جو نسلاً آرگوسی تھے، دوریانی سرقوسیوں اور خود اپنے آباد کاروں یعنی اہل گیلا سے لڑنے پر مجبور ہوئے جو سرقوسہ کی فوج میں شریک تھے۔ نواح بلوپونیز کے جزایر سفالے نیہ اور زاکنتھوس کے باشندے آزاد حلیفوں کی

حیثیت سے ایتھنز کے ساتھ ہو گئے اور اپنی مملکتوں کے جغرافی محل وقوع اور ایتھنز کے بحری اقتدار کے پیش نظر ان کے لئے اور کوئی چارۂ کار ہی نہیں تھا۔ کور کائیری تو نہ صرف دوریانی بلکہ کورنتھی بھی تھے لیکن اس کے باوجود علانیہ سرقوسہ کے خلاف لڑائی میں شریک ہوئے۔ وہ اول الذکر کے آباد کار تھے اور ثانی الذکر سے نسلی تعلق رکھتے تھے لیکن انھوں نے اس کا کوئی خیال نہیں کیا۔ بظاہر تو وہ مجبوراً ایتھنزیوں کے ساتھ ہو گئے لیکن دراصل کورنتھ سے دلی نفرت کی بنا پر انھوں نے بطور خود اپنی خدمات پیش کی تھیں۔ نوپاکتوس اور پیلوس کے باشندوں کو بھی جو اب مسینی کہلاتے ہیں اور جن کی مملکتوں پر اس وقت ایتھنز کا قبضہ تھا، ایتھنزیوں نے اپنے ساتھ لے لیا۔ چند میگاری تارکان وطن بھی ایتھنزی فوج میں شریک ہو گئے تھے جو بدقسمتی سے سلی نتان کے میگاریوں سے لڑنے پر مجبور ہوئے۔

بقیہ لوگ زیادہ تر رضا کارانہ طور پر ایتھنز کی مہم میں شریک ہوئے۔ وہ کسی مشترک مقصد کے تحت متحد نہیں ہوئے بلکہ کچھ تو لاکے دیمونیوں کے خلاف نفرت اور کچھ فوری انفرادی فائدے کی توقعات نے انھیں یکجا کر دیا تھا۔ اور اسی بنا پر دوریانی آرگوسی ایونیائی ایتھنزیوں سے مل کر اپنے دوریانی بھائی بندوں کے خلاف تلوار اٹھانے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ جہاں تک من تی نیوں اور دوسرے آرکیدیائی اجیر سپاہیوں کا تعلق ہے ان کو تو بس روپیہ چاہئے تھا روپیہ دے کر جس سے بھی لڑنے کو کہا جائے فوراً آمادہ ہو جاتے تھے۔ چنانچہ کورنتھیوں کی فوج میں جو آرکیدیائی تھے ان کو انھوں نے اسی طرح دشمن سمجھا جیسے فریق مقابل کے دوسرے سپاہیوں کو۔ کریتی اور لوتولیائی بھی اجیر سپاہیوں کی حیثیت سے شریک ہوئے اور کریتی جنھوں نے رموڈیہ والوں کے ساتھ مل کر گیلہ کا شہر آباد کیا تھا اپنے آباد کاروں کی مدد کرنے کی بجائے روپیہ لے کر ان کے

خلاف لڑنے پر راضی ہو گئے۔ ایتھنزی لشکر کے اجیر سپاہیوں میں چند اکارینانی بھی تھے لیکن وہ زیادہ تر دیموس تھینس سے اپنی عقیدت کی بنا پر اور حلیف کی حیثیت سے ایتھنزیوں کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے شریک ہوئے تھے۔ یہ سارے لوگ خلیج ایونیہ کے یونانی علاقوں کے باشندے تھے۔ اطالیہ کے تھوریانی اور متاپونتیانی جن کی مملکتوں میں انقلابی تحریکات کا زور تھا حالات سے مجبور ہو کر ایتھنزیوں کے ساتھ ہو گئے تھے ان کے علاوہ سسلی کے ناکسوسی اور قطانوی اور ایگستہ کے غیر یونانی تھے جنہوں نے ایتھنزیوں سے امداد طلب کی تھی۔ بیشتر صقالوی اور بیرونی سسلی کے چند تیرہینیانی جن کی سرقوسہ سے دشمنی تھی اور ان کے علاوہ یاپی گی اجیر سپاہی بھی ایتھنزی مہم میں شریک تھے۔

یہ تھی ایتھنزی لشکر کے عناصر ترکیبی کی تفصیل۔ اس کے مقابلہ میں سرقوسہ کے ساتھ اس کے پڑوسی کاماریانی گیلوئی جن کی مملکت کارینیہ سے متصل تھی اور غیر جانب دار اگرگینتوم سے پرے سلی کے بعید تر حصہ کے باشندے سلی نتیانی تھے۔ ان لوگوں کا تعلق اس حصہ سے ہے جہاں سے لیبیا نظر آتا ہے۔ ہمیریائی بحیرہ تو ہینیہ کے قریب و جوار سے آئے تھے اور اس خطہ کے واحد یونانی الاصل باشندے تھے۔ ان کے سوائے اس نواح کی کسی اور مملکت نے سرقوسیوں کی مدد کے لئے فوجیں نہیں بھجوائیں۔ یہ تھے سلی کے وہ یونانی باشندے جنہوں نے لڑائی میں حصہ لیا۔ یہ سب دوریانی نسل سے تعلق رکھتے تھے اور ان کی مملکتیں آزاد تھیں۔ غیر یونانیوں میں سے صرف چند صقالیوں نے سرقوسہ کا ساتھ دیا جو ایتھنز کی طرف نہیں گئے تھے۔ بیرون سلی کے یونانیوں میں لاکیدیمونیوں نے لڑائی کے انصرام کے لئے ایک اسپارٹی سپاہ سالار کو مقرر کیا تھا اور اپنے آزاد شہریوں اور ہیلوتوں کی فوج روانہ کی تھی۔ صرف

سے کورنتھی بحری اور بری دونوں فوجیں لے کر آئے جن کے ساتھ اُن کے لیوکاسی اور امبرلیسیائی ہم قوم افراد بھی تھے۔ اس کے علاوہ کورنتھیوں نے چند آرکیدیائی اجیر سپاہی بھی فراہم کئے۔ چند سکانوی بھی تھے جنھیں مجبوراً سرقوسہ کا ساتھ دینا پڑا۔ بیرون پلوپونیز سے بولیشیہ والے آئے تھے۔ باہر سے آئی ہوی ان تمام فوجوں کی مجموعی تعداد سے کہیں زیادہ بھاری ہتھیار بند پیادے اور دوسرے بے شمار سپاہی، جہاز، گھوڑے اور نوکر چاکر سلی کی بڑی بڑی مملکتوں نے فراہم کئے تھے مگر ان سارے مقامی اور بیرونی ذرائع سے جو فوجیں، ملاح، اسباب اور سامان جنگ فراہم ہوئے تھے اُن کے مقابلہ میں تنہا سرقوسیوں نے کہیں زیادہ سپاہی اور وسائل فراہم کئے کیونکہ ایک تو اُن کا شہر بہت ہی بڑا تھا دوسرے اُس وقت زیادہ خطرہ میں وہی گھرے ہوئے تھے۔

یہ تھی اُن فوجوں کی تفصیل جو فریقین نے اکھٹی کی تھیں اور یہ ساری فوجیں اب سرقوسہ میں یکجا ہو چکی تھیں۔ اس کے بعد کوئی اور کمک کسی فریق کے لئے نہیں آئی۔ ایسے موقع پر سمندری لڑائی میں نمایاں کامیابی ہوئی تو سرقوسیوں کو لازمی طور پر یہ خیال ہوا کہ اس سے فائدہ اٹھا کر جلد از جلد دشمن کے سارے بیڑے پر قبضہ کر لیا جائے اور اُس کے لشکر کو بحری یا بری راستہ سے بازگشت کرنے کا موقع نہ دیا جائے تو اس شاندار کارنامہ کو ساری دنیائے یونان میں بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھا جائے گا۔ اس خیال کے ساتھ ہی انھوں نے بڑی بندرگاہ کے دہانہ کو جو تقریباً ایک میل چوڑا ہے کشتیاں اور تجارتی اور جنگی جہاز آڑے کھڑا کر کے بند کر دیا۔ اور اتھنزیوں کو اس حلقہ سے نکلنے نہ دینے کے لئے سارے دوسرے انتظامات اور پیش بندیاں کرلیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اُن کا یہ منصوبہ نہایت مکمل اور موثر تھا۔

ایتھنز یوں نے جب دیکھا کہ دشمن بندرگاہ کا راستہ بند کر رہا ہے اور اس کے منصوبہ کے بارے میں بھی اطلاعیں مل گئیں تو فوراً مجلس جنگ کا اجلاس منعقد کیا جس میں سپاہ سالاروں اور سپاہ داروں نے ساری مشکلات پر غور و خوض کیا۔ اب سب زیادہ زور اس بات پر دے رہے تھے کہ رسد بہت کم رہ گئی ہے جو فوری استعمال کے لئے بھی کافی نہیں ہو سکتی (قطانہ جانے کے ارادہ سے انھوں نے وہاں اطلاع کرا دی تھی کہ سرقوسہ کو رسد نہ بھجوائی جائے) اور یہ کہ جب تک سمندر پر قبضہ نہ ہو آئندہ رسد آ بھی نہیں سکے گی۔ اس لئے طے کیا گیا بالائی مورچوں کا تخلیہ کر کے لنگرگاہ کے قریب ایک چھوٹا سا اور صرف اس قدر احاطہ دیوار بنا کر مستحکم کیا جائے کہ اسباب۔ اور بیمار سپاہی سما سکیں اور حفاظت کے لئے ایک دستہ مقرر کیا جائے۔ اس کے بعد سب اچھے برے جو بھی جہاز ہیں ان میں سوار ہو جائیں اور بقیہ بری فوجوں کے جتنے زیادہ سپاہی جہازوں میں سما سکیں انھیں ساتھ لے کر سمندر میں آخری دم تک دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔ کامیابی ہو تو قطانہ کی طرف بڑھ جائیں اور شکست کی صورت میں جہازوں میں آگ لگا کر سارا لشکر ایک جگہ جمع ہو جائے اور گنجان صفیں بنا کر بری راستہ سے بازگشت کر کے قریب کے کسی ایسے یونانی یا غیر یونانی علاقہ میں چلے جائیں جس کے ایتھنز سے دوستانہ تعلقات ہوں۔ جوں ہی یہ بات طے پا گئی اس پر فوراً عمل شروع کیا گیا۔ فوجی دستے بالائی مورچوں پر سے فوراً ساحل پر اتر آئے اور سپاہی جہازوں میں سوار ہو گئے۔ ان تمام لوگوں کو مجبور کر کے سوار کیا گیا جو بلحاظ عمر لڑائی میں حصہ لے سکتے تھے۔ اس طرح کل ایک سو دس جہاز تیار ہو گئے۔ ہر جہاز کے عرشہ پر چند اکارنیائی اور دوسرے غیر ملکی تیر اندازوں اور نیزہ بازوں کو کھڑا کیا گیا۔ اس کے علاوہ ان مشکل حالات میں منصوبہ کے مطابق اور جو بھی انتظامات

ہو سکتے تھے، کیے گئے۔ اب ساری تیاریاں تقریباً مکمل ہو چکی تھیں اور کوچ میں زیادہ دیر باقی نہیں رہ گئی تھی کہ نکیاس نے دیکھا کہ سمندری لڑائی میں شکست فاش ہونے کی وجہ سے سپاہیوں کے دل بیٹھ گئے ہیں اور رسد کی کمی سے پریشان ہو کر وہ چاہتے ہیں کہ دشمن سے جس قدر جلد مقابلہ ہو اتنا ہی اچھا ہو گا' تو سارے لشکر کو ایک مقام پر طلب کر کے حسب ذیل تقریر کی :۔

" ایتھنزی سپاہیو اور حلیفو! اب جو سخت معرکہ درپیش ہے وہ ہم سب کے لئے یکساں طور پر اہم ہے۔ نہ صرف ہم سب کی جانیں اس وقت خطرہ میں ہیں بلکہ ملک کی سلامتی کا سوال بھی اسی لڑائی سے وابستہ ہے جو اب ہونے والی ہے۔ شکست یا فتح کے نتائج ہمارے لئے جتنے اہم ہوں گے اتنے ہی اہم دشمن کے لئے بھی ہوں گے۔ .... اگر ہمارا بیڑا دشمن کو راستہ سے ہٹانے میں کامیاب ہو گیا تو ہم سب اپنے اپنے شہروں کو واپس جا سکیں گے، چاہے وہ کتنی ہی دور ہوں۔ آپ لوگ پست ہمت نہ ہوں۔ ایک کوشش ناکام رہے تو یہ سمجھنا کہ آئندہ ہر دفعہ شکست ہو گی' ناتجربہ کاری کی علامت ہے۔ لشکر کے آزمودہ کار ایتھنزی سپاہی اور حلیف۔ جو متعدد معرکوں میں ہمارے دشمنوں سے لڑ چکے ہیں' خوب واقف ہیں کہ لڑائی میں کیسی ناگہانی صورتیں پیش آتی ہیں اور اس کا رنگ کس کس طرح غیر متوقع طور پر بدلتا رہتا ہے۔ پھر یہ سمجھنے کی کوئی وجہ نہیں کہ ہماری قسمت کبھی یاوری نہیں کرے گی۔ آپ مایوس نہ ہوں بلکہ ہمت وجرأت سے کام لیں ہمارا لشکر بہت بڑا ہے اس لئے اگر ہر سپاہی پوری مستعدی اور جرأت دکھلائے تو کامیابی کی امید ہو سکتی ہے۔

ایک تو بندرگاہ کی تنگ نائے میں جہازوں کی کثرت اور دوسرے دشمن کے جہازوں کے عرشوں پر زیادہ سپاہیوں کی موجودگی کی وجہ سے پچھلی

لڑائی میں ہمیں نقصان پہنچا اس تجربہ سے فائدہ اٹھا کر اور سارے دوسرے مسائل پر غور کرکے تپوارکاروں کے مشورہ سے اب ہم نے ممکنہ حدتک ساری پیش بندیاں کرلی ہیں۔ ہمارے جہازوں میں تیرانداز اور نیزہ باز کافی تعداد میں ہوں گے اور ہر جہاز میں دوسرے سپاہی بھی کافی تعداد میں موجود رہیں گے۔ اگر لڑائی کھلے سمندر میں ہوتی تو ہم اتنے زیادہ سپاہی نہ رکھتے کیوں کہ بوجھ بڑھ جانے سے جہاز کی پھرتی کم ہو جاتی ہے اور بحری مہارت سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔ لیکن یہاں تو سمندر میں بری قسم کی لڑائی لڑنی ہے اس لئے یہی طریقہ موثر ثابت ہوگا۔ ہم نے اس امر پر بھی غور کیا کہ جس قسم کے جہازوں سے مقابلہ ہے ان کے پیش نظر اپنے جہازوں کی ساخت میں کس طرح کی تبدیلیاں کرنی چاہئیں۔ دشمن کے جہازوں کے پہلو بہت دلدار ہیں جن کے توڑنے کے لئے ہم نے آہنی کانٹے بنوائے ہیں جن کی وجہ سے دشمن حملہ کرنے کے بعد پیچھے نہیں ہٹ سکے گا بشرطیکہ ہمارے سپاہی اپنا فرض مستعدی سے ادا کریں۔ ہم سمندر میں بری لڑائی لڑ رہے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ نہ خود اپنے جہازوں کو پیچھے ہٹائیں اور نہ دشمن کو پیچھے ہٹنے دیں خاص کر اس لئے کہ ساحل کے ان حصوں کے سوائے جن پر ہماری بری فوج قابض ہو جائے باقی سارا علاقہ دشمن کے قبضہ میں ہوگا۔

ان تمام باتوں کو اچھی طرح سے یاد رکھئے اور جس حدتک بھی ممکن ہو ڈٹ کر مقابلہ کیجئے۔ اپنے جہازوں کو ساحل کی طرف ہرگز ہٹنے نہ دیجئے۔ اور جونہی آپ کے جہاز دشمن کے جہازوں کے قریب پہنچیں اُن کے بھاری ہتھیار بند پیادوں کا خاتمہ کرنے سے پہلے آگے نہ بڑھئے۔ میں اس وقت اپنے بھاری ہتھیار بند جوانوں سے مخاطب ہوں کیوں کہ یہ فرض زیادہ تر انہی کا ہے جو عرشوں پر ہوں گے اور یہ واقعہ ہے کہ ہماری بری فوجیں اب بھی سب سے زیادہ طاقتور ہیں۔

ملاحوں کے لئے میرا مشورہ بلکہ التجا یہ ہے کہ جو ناکامیاں بدقسمتی سے ہوئی ہیں
اُن کی بنا پر ہمت نہ ہاریں کیوں کہ اب جہازوں کے عرشہ پر زیادہ سپاہی ہوں گے
اور دشمن کے مقابلہ میں ہمارے جہازوں کی تعداد بھی زیادہ ہوگی۔ یہاں بہت
سے لوگ ایسے موجود ہیں جنھوں نے ہماری زبان سیکھ لی ہے اور ہمارے طرز
معاشرت کو اپنایا ہے۔ وہ اس بنا پر ہمیشہ ایتھنزی سمجھے گئے اگرچہ اصل ایتھنزی
نہیں ہیں اور سارا یونان ان کی عزت کرتا تھا۔ اس مرتبہ اور مسرت کا خیال
کیجئے اور اسے بہرطور اور بہرقیمت برقرار رکھنے کی کوشش کیجئے۔ آپ لوگ
ہماری سلطنت کی برکات اور شان و شوکت میں برابر کے شریک رہے ہیں۔
اور جہاں تک ہماری ماتحت مملکتوں کا تعلق ہے انھوں نے تو آپ کے اعزاز
اور احترام کو ضرورت سے زیادہ ہی پیش نظر رکھا اور آپ ہر قسم کی بدسلوکی اور
نقصان سے محفوظ اور مامون رہے۔ آپ کے سوائے کسی اور کو ہم نے اپنی سلطنت
کے اختیار اور اقتدار میں مکمل مساوات کے ساتھ شریک نہیں کیا۔ اس لئے
بجا طور پر ہمیں آپ سے توقع ہے کہ اس نازک موقع پر سلطنت کے ساتھ بیوفائی
نہیں کریں گے۔ کورنتھی آپ کے مقابلہ میں بارہا شکست کھا چکے ہیں اور سسلی والوں
کو اس وقت کبھی ہمارے مقابلہ پر آنے کی جرات نہیں ہوئی جب ہمارا بیڑا عروج
پر تھا۔ ایسے لوگ بھلا آپ کا کیا مقابلہ کرسکیں گے! ۔ ہمت سے کام لے کر ان کے
پرخچے اڑا دیجئے اور ثابت کر دیجئے کہ گو اس وقت آپ خستہ حال اور امراض کا
شکار ہیں مگر آپ کی بحری مہارت کے آگے مجال نہیں کہ کوئی ٹک سکے چاہے
اس کا بیڑا کتنا ہی بڑا اور طاقتور ہو اور اس نے کتنی ہی فتوحات حاصل کی ہوں۔
ایتھنزیوں کو میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ جیسے مضبوط جہاز اور طاقتور
کار اور طاقتور بھاری ہتھیار بند پیادوں کے ساتھ آپ یہاں آئے ہیں

ویسے جہاز اور سپاہی اب اتھنز میں موجود نہیں ہیں اس لئے بہر عنوان دشمن کو شکست دینا ہوگا۔ اگر ہم ہار گئے تو دشمن فوراً یہاں سے ہمارے وطن کے خلاف روانہ ہوں گے اور اس طرح جب مقامی حملہ آوروں کی طاقت میں ان نئے حلیفوں کی وجہ سے اضافہ ہو جائے گا تو اتھنز میں ہم میں سے جو لوگ اب باقی رہ گئے ہیں وہ اس سیلاب کو نہیں روک سکیں گے۔ یہ تو آپ کو یاد ہی ہوگا کہ ہم کس نیت سے یہاں آئے تھے۔ ادھر سرقوسی فوراً ہمیں آدبوچیں گے تو ادھر ہمارے ہم وطن لاکے ڈیمونیوں کے پنجہ میں پھنس جائیں گے۔ ہماری اور ہمارے وطن کی قسمت اسی ایک معرکہ سے وابستہ ہے جو اب ہونے والا ہے۔ اس لئے ہمیں جو کچھ کرنا ہے آج ہی کرنا چاہیئے۔ جرات اور استقلال سے کام لیجئے۔ آپکے قدم پیچھے نہ ہٹیں۔ یاد رکھئے اتھنز کی بحری اور بری طاقت اب آپ ہی ہیں۔ آپ ہی لوگ جو اب جہازوں میں سوار ہو رہے ہیں عظیم الشان سلطنت اتھنز کی رہی سہی عظمت و وقار کے علمبردار ہیں۔ ملک کی فنا و بقا کا سوال ہے۔ دنیا کو بتا دیجئے کہ بہادر اور آزمودہ کار سپاہی ملک کے لئے کس شان کی لڑائی لڑتے ہیں۔ آپ کامیاب ہو جائیں گے تو نہ صرف خود کو تباہی سے بچائیں گے بلکہ ہم سب کو اور ساری سلطنت کو تباہی سے نجات ملے گی۔"

اس تقریر کے بعد نکیاس نے حکم دیا کہ لشکر فوراً جہازوں میں سوار ہو جائے۔

ادھر گلی پوس اور سرقوسیوں کو ان کی نقل و حرکت سے پتہ چل گیا کہ سمندر میں قسمت آزمائی کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ اس کی بھی خبر ہو گئی کہ اتھنزیوں نے اپنے جہازوں میں آہنی کانٹے لگا رکھے ہیں تو ان کی زد سے بچنے کے لئے اپنے جہازوں کے پیش اور بالائی حصوں پر چمڑا منڈوا دیا تاکہ کانٹے پھسل جائیں اور جہاز گرفت میں نہ آسکیں۔ جب اس جانب بھی ساری تیاری ہو چکی تو سپہ سالاروں

اور گلی پوس نے لشکر سے مخاطب ہو کر کہا:۔

"سرفوسیو اور حلیفو! پچھلے معرکہ میں ہم نے جو شاندار کامیابی حاصل کی اور اب جو لڑائی ہونے والی ہے اُس کے نتائج کی اہمیت سے ہم سمجھتے ہیں کہ آپ میں سے اکثر لوگ بخوبی واقف ہیں۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو آپ اس قدر جوش و خروش نہ دکھاتے۔ لیکن ممکن ہے چند حضرات ایسے بھی ہوں جو واقعات اور موقع محل کی نوعیت اور اہمیت سے کماحقہ واقف نہ ہوں۔ ایسے لوگوں کو ہم چند باتیں بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ ایتھنزی اس ارادہ سے آئے تھے کہ پہلے سسلی کو مسخر کیا جائے اور اس مقصد میں کامیابی ہو تو پلوپونیز اور بقیہ یونانی مملکتوں پر قبضہ کیا جائے حالانکہ جو سلطنت انھوں نے قایم کر رکھی ہے وسعت اور وسایل میں اُس کی مثال نہ صرف موجودہ یونان میں بلکہ تاریخ یونان میں بھی نہیں ملتی۔ یہاں پہنچنے کے بعد ان کو پہلی دفعہ ایک ایسی طاقت سے سابقہ پڑا جس نے ان کے بیڑے کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور یہ وہ بیڑا ہے جس کی مدد سے ایتھنز نے ہر جگہ اپنا اقتدار مسلط کر رکھا ہے۔ آپ پچھلی سمندری لڑائیوں میں ان کو شکست دے چکے ہیں اور قرین قیاس یہ ہے کہ اب جو لڑائی ہونے والی ہے اس میں بھی آپ کو فتح ہوگی۔ جب کسی لشکر کو اسی محاذ پر ناکامی ہو جس پر وہ اپنے آپ کو سب سے زیادہ طاقتور سمجھتا ہو تو اس کی ہمتیں بالکل پست ہو جاتی ہیں۔ اس کے برخلاف کسی کو اپنی طاقت پر زیادہ گھمنڈ نہ ہو تو شکست اس قدر زیادہ حوصلہ شکن ثابت نہیں ہوتی۔ انسان کے فخر و تکبر کی عمارت یکایک ڈھیر ہو جائے تو فطری طور پر وہ اپنے آپ کو ضرورت سے زیادہ کم زور اور بے بس سمجھنے لگتا ہے۔ یہی حال اس وقت ایتھنزیوں کا ہو گیا ہے۔

لیکن ہمارا حال یہ نہیں ہے۔ شروع میں جب ہمیں بحری مشق و مہارت نہیں تھی

اس وقت اپنی طاقت کے بارے میں جو اندازہ ہم نے قایم کیا تھا اس کو اب کافی تقویت پہنچی ہے۔ اس وقت ہمارا بیڑا دنیا میں سب سے زیادہ طاقتور ہے کیونکہ ہم نے دنیا کی سب سے زیادہ زبردست بحری طاقت کو شکست دی ہے اس یقین اور اعتماد کی بنا پر ہم میں سے ہر ایک فرد کے حوصلے بڑھ گئے ہیں۔ اور یہ ایک فطری بات ہے کہ جس فریق کو اپنی کامیابی کا زیادہ یقین ہوتا ہے وہی زیادہ جوش و خروش اور بہادری سے لڑتا ہے۔ ہمارے جہازوں کی ساخت کی نقل کر کے ہم سے مقابلہ کرنے کے لئے دشمن جو تدبیریں اختیار کر رہا ہے ان کی بھی ہمیں اطلاع ہے اور انھیں بے اثر کرنے کے لئے معقول انتظام کیا جایگا اتھینزیوں نے اپنے طریقہ کے خلاف جہازوں پر بھاری ہتھیار بند پیادے زیادہ تعداد میں رکھے ہیں اور نیزہ باز بھی (دشمن کی فوج کے اکارینائی اور دوسرے نیزہ باز اور تیر انداز سمندر سے دور خشکی کے علاقوں کے باشندے ہیں۔ انھیں ایسی جہازوں پر چڑھا کر سمندر میں پہنچا دیا جائے تو ان کی سمجھ میں بھی نہ آئے گا کہ اپنی جگہ کھڑے اور نقل و حرکت کئے بغیر دشمن پر وار کس طرح کیا جائے) کافی تعداد میں ہوں تو جہازوں کی پھرتی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی اور چوں کہ ان کو اپنی مشق و مہارت کے مطابق اس طریقہ سے لڑنے کا موقع نہیں ملے گا جس کے وہ عادی ہیں اس لئے خود ان کی صفوں میں ابتری پھیل جائے گی۔ جہازوں کی تعداد زیادہ ہونے سے بھی انھیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ یہ بات خاص طور پر ہم ان لوگوں کو بتا دینا چاہتے ہیں جو ممکن ہے اس خیال سے خایف ہوں کہ دشمن کے پاس زیادہ جہاز ہیں۔ ایک چھوٹے سے رقبہ میں ضرورت سے زیادہ جہاز داخل ہو جائیں تو منصوبہ کے مطابق نقل و حرکت دشوار ہو جائے گی اور وہ بری طرح ہماری زد میں آجائیں گے۔ ہمیں باوثوق ذریعے سے یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ

مسلسل ناکامیوں اور مصائب و مشکلات کی وجہ سے دشمن پر سخت مایوسی چھائی ہوئی ہے۔ اُسے اپنی طاقت پر مطلق بھروسہ نہیں رہا لیکن اس کے باوجود لڑنے پر مجبور ہے کیونکہ اس کے سوائے نجات کا کوئی اور راستہ دکھائی نہیں دیتا۔ اس کی کوشش یہ ہوگی کہ جیسا بھی بن پڑے لڑ بھڑ کر اپنے بیڑے کو نکال لے جائے اور اگر اس میں کامیابی نہ ہو تو بری راستہ سے بازگشت کرے کیوں کہ لشکر کی حالت انتہائی خراب و خستہ ہوگئی ہے۔

تو دیکھا آپ نے آخر قسمت نے ہمارے بدترین دشمنوں کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اور ان میں حد درجہ بدحواسی اور مایوسی پھیلی ہوئی ہے۔ اس لئے ہمیں پوری طاقت اور جوش و خروش کے ساتھ وار کرنا چاہئے۔ جارحانہ کارروائی کرنے والوں سے جنگ میں انتہائی غیض و غضب کے ساتھ انتقام لینا ملک کے مفاد کیلئے بالکل ضروری اور روا ہے۔ اور یہ آپ جانتے ہی ہیں کہ انتقام کا پھل سب سے میٹھا ہوتا ہے۔ ہمیں انتقام لینے کا موقع آج مل رہا ہے۔ وہ ہمارے بدترین دشمن ہیں اور ہمیں صفحۂ ہستی سے مٹانے چلے تھے۔ ہمارے ملک کو غلام بنانے کے لئے آئے تھے۔ اگر انہیں کامیابی ہو جاتی تو ہم سب کے ساتھ انتہائی وحشیانہ سلوک کیا جاتا، ہمارے بیوی بچوں کی بے حرمتی کی جاتی اور ہمارے شہر کی ساری عظمت اور شہرت خاک میں مل جاتی۔ ایتھنزی ہرگز آپ کے رحم و کرم کے مستحق نہیں ہیں۔ اور آپ میں سے کوئی شخص یہ خیال بھی نہ کرے کہ دشمن یہاں سے چلا جائے تو ہم مزید خطرات میں پڑنے سے بچ جائیں گے۔ جانا تو وہ بہرحال چاہتے ہیں اور اس لڑائی میں فتحیاب ہوں تو بھی چلے جائیں گے۔ لیکن اگر اپنی توقعات کے مطابق ہمیں ان کو شکست دے کر سرکوبی کرنے میں کامیابی ہوگئی، اگر ہم نے سرزمین سسلی کی آزادی کو برقرار رکھا جو قدیم الایام سے آزاد ہے اور اسے آئندہ نسلوں کے لئے مستحکم کر دیا تو یہ

کوئی معمولی کارنامہ نہیں ہوگا۔ اور ایسے معرکے بہت شاذونادر پیش آتے ہیں جن میں ناکامی زیادہ نقصان کا باعث نہ ہو لیکن کامیابی کی صورت میں زیادہ سے زیادہ فائدہ کا یقین رہے۔"

اپنے سپاہیوں کو مخاطب کر کے یہ باتیں بیان کرنے کے بعد سرقوسی سپہ سالاروں اور گلی پوس نے دیکھا کہ انتھنزی جہازوں میں سوار ہو رہے ہیں تو فوراً اپنے سپاہیوں کو بھی جہازوں میں سوار ہونے کا حکم دیا۔ اُدھر نکیاس پہلے ہی فوج کی زبوں حالی اور آنے والی کڑی آزمائش کے تصور سے حد درجہ پریشان تھا۔ اب جو لڑائی کا وقت قریب آگیا تو خطرہ کے شدید تر احساس نے اُسے اور مضطرب کر دیا۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ انتہائی تباہ کن آزمائش کا وقت آئے تو سب کچھ کرنے کے بعد بھی چین نہیں آتا اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کچھ اور کرنا چاہئے۔ سب کچھ کہہ چکنے کے بعد بھی تسلی نہیں ہوتی اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کچھ اور رہ گیا ہے۔ یہی حال اب نکیاس کا تھا۔ چنانچہ اُس نے سارے سپاہ داروں کو پھر یکے بعد دیگرے مخاطب کیا، ہر ایک کے نام کے ساتھ اُس کے باپ اور قبیلہ کا نام لے کر مخاطب کیا اور منت سماجت کی کہ وہ اپنی ذاتی شہرت کو داغدار نہ ہونے دیں اور اپنے خاندان اور باپ دادا کی نیک نامی کا خیال رکھیں۔ اُس نے کہا کہ اس وقت وطن کے ننگ و ناموس کا سوال ہے۔ ہمارا تمہارا پیارا وطن۔ دنیا میں سب سے زیادہ آزاد وطن جس میں ہر شخص کو ہر طرح کی آزادی ہے کہ جو چاہے کرے اور جیسی چاہے زندگی بسر کرے۔ اس کے علاوہ نکیاس نے ایسی باتیں بھی کہیں جو عام طور پر ایسے حالات میں کہی جاتی ہیں۔ مثلاً سپاہ داروں کو بہ آواز بلند اپنی بیوی بچوں کا واسطہ دیا اور قومی دیوتاؤں کی دہائی دی جو ایک پامال اور پیش پا افتادہ طریقہ ہے لیکن وہ تو کسی نہ کسی طرح ان کو متاثر کرنا اور جوش دلانا چاہتا تھا۔ اس نے تفہیم و

تاکید کے بعد اُس نے فوج کو ساحل کی طرف بڑھنے کی ہدایت دی اور ترتیب ایسی رکھی کہ زیادہ سے زیادہ لمبی صف بنے تاکہ تعداد بہت زیادہ معلوم ہو اور جو لوگ سمندر میں لڑنے کے لئے جا رہے تھے اُن کی ہمت بندھی رہے۔ اُدھر دیموس تھینیس، مناندر اور یوتھی دیموس جنھوں نے بحریہ کی کمان سنبھال لی تھی جہازوں میں سوار ہو کر اپنے کیمپ سے سیدھے اُس زنجیرے کی طرف بڑھے جو بندرگاہ کا دہانہ بند کرنے کے لئے لگایا گیا تھا اور جو چھوٹا سا راستہ کھلا رکھا گیا تھا لڑ بھڑ کر اس کے ذریعہ بندرگاہ میں داخل ہونے کی کوشش کرنے لگے۔

سرقوسیوں اور اُن کے حلیفوں کا بیڑا پہلے ہی بندرگاہ میں پہنچ گیا تھا۔ اس دفعہ بھی ان کے ساتھ تقریباً اتنے ہی جہاز تھے جتنے اس سے پہلے کی لڑائی میں شریک ہوئے تھے۔ انھوں نے چند جہاز تو کھلے راستہ کو روکنے کے لئے مقرر کر دیے اور بقیہ کو گودی کے اطراف پھیلا دیا تاکہ ایتھنزیوں پر ہر طرف سے بہ یک وقت حملہ کیا جا سکے۔ اُن کی بری فوجیں ساحل کے ایسے مقامات پر پہنچ گئیں جہاں جہازوں کے آنے کا امکان تھا۔ سرقوسی بیڑے کی کمانداری سکانوس اور اگاتھارخوس کر رہے تھے جن میں سے ایک کے سپرد میسرہ اور دوسرے کے ذمہ میمنہ تھا۔ قلب میں پائی تھن اور کورنتھی تھے۔ جب دوسرے ایتھنزی جہاز بھی زنجیرہ تک پہنچ گئے تو انھوں نے یکبارگی زبردست حملہ کر کے دشمن کے جہازوں کو بے بس کر دیا اور زنجیرہ کو توڑنے کی کوشش کرنے لگے۔ اس کے بعد جب سرقوسیوں اور ان کے حلیفوں کے جہاز چاروں طرف سے جھپٹے تو نہ صرف زنجیرے کے پاس بلکہ ہر طرف لڑائی شروع ہو گئی اور اس قدر سخت اور خوں ریز مقابلہ ہوا کہ اس سے پہلے کی لڑائیوں میں کبھی نہیں ہوا تھا۔ دونوں جانب کے چپو چلانے والوں نے صدر ملاحوں کی ہدایات کے مطابق جہازوں کو تیزی سے

چلانے میں پورے جوش و خروش سے کام لیا اور پتوار کاروں نے موڑ توڑ میں بڑی مہارت دکھائی اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کی۔ اور جب کبھی کوئی جہاز دشمن کے جہاز کے پہلو میں پہنچ جاتا عرشہ پر کے سپاہی اپنا فرض پوری مستعدی سے ادا کرتے تھے۔ غرض ہر ایک اس کوشش میں تھا کہ ادائے فرض میں دوسرے پر سبقت لے جائے۔ اور چونکہ ایک چھوٹے سے احاطہ میں بہت سے جہاز آ گئے تھے (اتنے بڑے بیڑوں کی اس قدر چھوٹی جگہ پر اس سے پہلے کبھی لڑائی نہیں ہوئی تھی۔ اس معرکہ میں فریقین کے جہازوں کی مجموعی تعداد دو سو سے کچھ ہی کم تھی) اس لئے باضابطہ طور پر پیش سے ٹکرانے کے مواقع بہت کم مل سکتے تھے اور پھر جہاز کو پیچھے ہٹانے اور صفوں میں رخنہ ڈالنے کے مواقع بھی مفقود تھے۔ حالت یہ تھی کہ کسی جہاز کی زد سے بچنے یا کسی اور پر حملہ کرنے کی کوشش میں جہاز ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے۔ جب کوئی جہاز حملہ کی نیت سے بڑھتا عرشہ پر سے سپاہی تیروں برچھیوں اور پتھروں سے وار کرتے لیکن جونہی حملہ آور پہلو بہ پہلو آ جاتے' بھاری ہتھیار بند ایک دوسرے کے عرشہ پر چڑھنے کی کوشش کرتے اور دست بہ دست لڑائی شروع ہو جاتی تھی۔ جگہ کی کمی کی وجہ سے بعض مقامات پر یہ بھی ہوا کہ ایک جہاز ایک سمت سے دوسرے پر حملہ کر رہا تھا تو دوسری سمت سے ایک اور جہاز خود اس پر حملہ آور تھا اور کہیں کہیں ایک ہی جہاز کے اطراف دو تین جہاز گھم گھما ہو جاتے تھے جس سے پتوار کاروں کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کیا جائے۔ حملہ پر توجہ کی جائے یا دفاع پر۔ یہ یک وقت ایک سمت توجہ کرنے کا موقع نہیں تھا بلکہ ہر طرف دیکھنے اور ایک ساتھ حملہ آور اور دفاع کی مشکلات پیش آ رہی تھیں۔ متعدد جہازوں کی یک جائی اور ایک دوسرے سے تصادم کی وجہ سے اس قدر شور برپا تھا کہ کان پڑے آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ صدر ملاحوں کے احکام کوئی شخص

گم ہو جا رہے تھے۔ لڑائی کے جوش میں دونوں جانب کے صدر ملاح بار بار اپنے عملہ کو آواز دیتے اور ادائے فرض کی تاکید کرتے تھے۔ ایتھنزی صدر ملاح چلّا رہے تھے "بڑھے چلو بڑھاؤ جہاز کو۔ زنجیرہ توڑ ڈالو۔ بس یہی موقع ہے بہادر وہمت کرو۔ وطن کے راستہ سے دشمن کو ہٹا دو۔" سرقوسی ملاح چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے "بہادر۔ خبردار۔ کوئی حلقہ سے باہر نکلنے نہ پائے۔ جرات سے وار کرو اور دشمن کو زیر کرکے اپنی قوم اور ملک کا نام روشن کرو۔" اس کے علاوہ جب فریقین کے سپاہ سالاروں کو بندرگاہ کے کسی گوشہ میں اپنا جہاز دشمن کے دباؤ کے بغیر ساحل کی طرف ہٹتا نظر آتا تھا تو کپتان کو اس کا نام لے کر پکارتے اور روکتے تھے۔ ایتھنزی سپاہ سالار چلاتے تھے "پیچھے کیوں ہٹ رہے ہو۔ ساحل پر دشمن کا اور بھی زیادہ خطرہ ہے۔ ہم نے اتنی مشقت اور جانفشانی سے سمندر پر قبضہ کیا ہے اور تم جان بچانے ساحل کی طرف جا رہے ہو۔" سرقوسی سپاہ سالار کہتے تھے "دشمن خود بھاگنے کی فکر میں ہے۔ تم بھاگنے والوں سے کیوں بھاگ رہے ہو۔"

اِدھر یہ خونیں ہنگامہ برپا تھا اور کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ فتح کس کی ہوگی اور اُدھر ساحل پر فریقین کی بڑی فوجیں جو اس منظر کو دیکھ رہی تھیں سخت امید و بیم کی حالت میں تھیں۔ اور سپاہی ہر لمحہ مختلف اور متضاد جذبات کا اظہار کرتے تھے۔ مقامی فوج والے مزید کامیابی حاصل کرنے کے لئے بے قرار تھے تو حملہ آوروں کو سخت دہشت تھی کہ کہیں اور زیادہ آفت نہ آجائے۔ اس وقت ایتھنزیوں کی ساری کائنات یہی بیڑا تھا جو مصروف پیکار تھا اس لئے نتیجہ کی بے یقینی نے انھیں بے حد پریشان اور بدحواس کر دیا تھا۔ جس طرح لڑائی کا رنگ ہر گوشہ میں مختلف تھا، اسی طرح ان کا انفرادی مشاہدہ بھی ایک دوسرے سے مختلف تھا۔ یہ لوگ ساحل پر اس مقام سے قریب تھے جہاں لڑائی ہو رہی تھی لیکن سارے

سپاہی بہ یک وقت ایک ہی سمت تو نہیں دیکھ رہے تھے۔ بعضوں نے ایک جانب اپنے ساتھیوں کو کامیاب دیکھا تو اُن کے دل بڑھ گئے اور وہ سجدے میں گر کر فتح و نجات کے لئے گڑگڑانے لگے۔ بعض کی نظر ایسے مقامات پر پڑی جہاں ان کے ساتھیوں کو شکست ہو رہی تھی تو زور زور سے چیخنے چلانے لگے اور اگرچہ وہ صرف لڑائی دیکھ رہے تھے مگر خود لڑنے والوں سے بھی زیادہ جذبات سے مغلوب ہوئے جا رہے تھے۔ بعض جگہ برابر کا مقابلہ ہو رہا تھا۔ جن سپاہیوں کی نظر اس طرف پڑی ان کے جسم کی جنبشوں سے جذبات کے اُتار چڑھاؤ کا پتہ چلتا تھا۔ یہ لڑائی دیر تک جاری رہی اور فتح و شکست کا فیصلہ نہ ہو سکا۔ اس تمام دوران میں دیکھنے والے سخت ذہنی اذیت میں مبتلا تھے اور اُن کے چہروں پر ایک رنگ آتا تھا تو ایک رنگ جاتا تھا۔ کبھی سمجھتے تھے کہ بچ گئے تو کبھی چیخنے لگتے کہ تباہ ہو گئے۔ واقعہ یہ ہے کہ جب تک سمندر میں لڑائی ہوتی رہی ساحل پر بری فوجوں سے ہر قسم کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں، خوف زدہ چیخیں بھی اور مسرت کے نعرے بھی۔ "ہم جیت گئے"۔ "ہم تباہ ہو گئے"۔ اور اسی قسم کے متضاد جملے ہر ایک کی زبان سے نکل رہے تھے جیسا کہ سخت ترین خطرہ کے موقع پر ایک بڑی فوج میں ہوتا ہے۔ یہی حال ان سپاہیوں کا بھی تھا جو جہازوں میں لڑ رہے تھے۔ غرض دیر تک سخت خوں ریز لڑائی جاری رہی جس کے بعد بالآخر سرقوسیوں اور اُن کے حلیفوں نے اتھنزیوں کو پسپا کر کے شکست فاش دی اور ساحل تک تعاقب کیا۔ اتھنزی بیڑے کے جو جہاز ابھی ساحل کے پاس ہی مختلف مقامات پر تھے اور لڑائی میں شریک نہیں ہوئے تھے اُن کے سپاہی اور ملاح جہازوں سے اُتر کر لشکر گاہ کی سمت دوڑے۔ بری فوج سے اب مختلف قسم کی آوازیں نہیں آ رہی تھیں بلکہ صرف آہ و فریاد کا شور اُٹھ رہا تھا۔ اس کے کچھ سپاہی جہازوں کی مدد کے لئے کنارہ کی طرف

دوڑے اور کچھ بچی کچی حفاظتی فصیل کو بچانے کے لئے بھاگے لیکن فوج کی اکثریت کو ابھی سے اپنی جان بچانے کی فکر ہوگئی۔ واقعہ یہ ہے کہ اس قدر زبردست پریشانی اور مشکلات سے اس سے پہلے انھیں کبھی سابقہ نہیں ہوا تھا۔ اب ان کا وہی حال تھا جو ان کے ہاتھوں پیلوس میں دشمن کا ہوا تھا کیونکہ اُس وقت نہ صرف لاکے ڈیمونیوں کا سارا بیڑا ختم ہوگیا بلکہ وہ فوجیں بھی گھر گئیں جو جزیرہ پر اتر گئی تھیں۔ اسی طرح اب ایتھنزیوں کو خشکی کے راستہ بچ کر نکلنے کی توقع نہیں تھی بجز اس کے کہ ساز گار اتفاقات معاون ہوں۔

یہ سمندری لڑائی بڑی زبردست اور خوں ریز تھی جس میں ہر دو جانب کے بہت سے سپاہی مارے گئے۔ فتح مند سرقوسیوں اور اُن کے حلیفوں نے اس کے بعد اپنے شکستہ جہاز اور کشتیوں کی لاشیں اکٹھی کیں اور شہر کو لوٹ کر فتح کی یادگار نصب کی۔ ایتھنزی اس شکست اور تباہ حالی سے اس درجہ دل گرفتہ تھے کہ انھوں نے دشمن سے اجازت لے کر اپنے ہلاک شدہ سپاہیوں کی نعشیں اٹھانے یا شکستہ جہازوں کو اکٹھا کرنے کا خیال بھی نہیں کیا بلکہ وہ اسی رات وہاں سے چلے جانے کی فکر میں تھے۔ مگر ڈیموس تھینیس نے نکیاس کو رائے دی کہ جو جہاز لڑائی میں استعمال نہیں ہوئے تھے ان کو لے کر دوسرے روز دوبارہ دشمن کے گھیرے کو توڑنے کی کوشش کرنی چاہئے اور یہ بھی کہا کہ شکست کے باوجود اب بھی ایتھنزی بیڑے میں دشمن کے بیڑے سے زیادہ تعداد میں قابل استعمال جہاز موجود ہیں۔ ان کے پاس اس وقت تقریباً ساٹھ جہاز تھے جب کہ دشمن کے جملہ جہازوں کی تعداد پچاس سے کم تھی۔ نکیاس نے بڑی حد تک اس رائے کی تائید کی لیکن جب جہازوں کو لڑائی کے لئے تیار کرنے کو کہا گیا تو ملاحوں نے کام کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ شکست کی وجہ سے اس قدر مایوس ہو گئے تھے کہ کامیابی کا کوئی امکان نظر نہیں آتا تھا۔

ان حالات کی بنا پر اب سب نے مل کر طے کیا کہ خشکی کے راستہ واپسی ہوگی۔ ادھر ہرموکراتیس نامی سرقوسی کو شبہ ہوا کہ دشمن خشکی کے راستہ فرار ہونے کی فکر میں ہے۔ اس نے سوچا ایتھنزیوں کا لشکر بہت بڑا ہے اس لئے اگر بچ کر نکل جائے اور سسلی کے کسی اور علاقہ میں قدم جما کر دوبارہ جنگ شروع کر دے تو مقابلہ مشکل ہو جائے گا۔ ارباب اقتدار سے مل کر اس نے اپنی اس رائے کا اظہار کیا اور کہا کہ ایتھنزیوں کو رات میں بازگشت کرنے کا موقع نہیں دینا چاہئے اس لئے مناسب ہوگا کہ سرقوسی اور ان کے حلیف فوراً راستہ روک دیں اور دروں پر قبضہ کر کے فوجی دستے تعینات کر دیں ارباب اقتدار کو اس رائے سے پورا اتفاق تھا اور اس پر عمل کرنا چاہتے تھے لیکن انھیں یقین تھا کہ سپاہی جو ایک زبردست اور خوں ریز لڑائی کے بعد آرام لے رہے تھے، فوراً کوچ کرنے پر راضی نہیں ہوں گے۔ اس کے علاوہ شہر میں ہرقل کی قربانی کا تیوہار منایا جا رہا تھا جس میں اکثر سپاہی فتح کی خوشی میں شراب پی کر بدمست ہو گئے تھے۔ ان اسباب کی بنا پر فوج کی فوری روانگی عاملوں کو ناممکن معلوم ہوئی۔ ہرموکراتیس نے جب دیکھا کہ ارباب اقتدار اس بارے میں کچھ نہیں کر سکتے تو خود اپنے طور پر ایک ترکیب سوچی۔ اس کو اندیشہ دراصل یہ تھا کہ کہیں ایتھنزی رات میں چپکے سے روانہ ہو کر راستہ کے سب سے زیادہ دشوار گزار مقامات سے آگے نہ بڑھ جائیں۔ اس لئے اس نے غروب آفتاب کے ساتھ ہی اپنے دو ایک دوستوں کو چند سواروں کے ساتھ ایتھنزی لشکر کی جانب بھجوایا۔ سواروں نے لشکر کی حدود سماعت میں پہنچ کر ان لوگوں کو ایسے انداز میں مخاطب کیا جیسے وہ ایتھنزیوں کے بہی خواہ تھے اور بہ آواز بلند کہا "نکیاس کو خبر کر دینا (نکیاس نے واقعی چند مخبر لگا رکھے تھے جو اسے شہر کے حالات کی اطلاع دیا کرتے تھے) سرقوسیوں نے راستوں پر پہرے لگا دیے ہیں اس لئے رات میں سفر کرنا مناسب نہیں ہوگا۔ دن میں

یا بازگشت کی جائے تو ضروری تیاریوں کے لئے کافی وقت بھی مل جائے گا۔" اتنا کہنے کے بعد یہ لوگ واپس ہو گئے اور لشکر میں جن لوگوں کے کانوں تک یہ بات پہنچی انھوں نے ایتھنزی سپاہ سالاروں کو مطلع کیا۔ یہ سنتے ہی سپاہ سالاروں نے رات میں کوچ کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ انھیں اطلاع دینے والوں کی نیت پر کوئی شبہ نہیں ہوا۔

چونکہ بازگشت فی الفور عمل میں نہیں آسکی اس لئے وہ دوسرے روز بھی وہیں رکے رہے تاکہ سپاہی ضروری سامان باندھ بوندھ لیں۔ انھیں ہدایت دی گئی کہ سارا غیر ضروری اسباب چھوڑ کر گزارے کے لئے صرف قیمتی اشیا ساتھ رکھیں۔ اس عرصہ میں سرقوسیوں اور گلی پوس نے وہ سارے راستے بند کر دیے جن پر سے ایتھنزی لشکر کے گزرنے کا امکان تھا، اور ندیوں کے گھاٹ پر پہرے مقرر کرنے کے بعد ایک خاص جگہ ٹھیر گئے جہاں ایتھنزیوں کو آسانی سے روکا جا سکتا تھا۔ اس اثنا میں اُن کے بیڑے کے جہاز ساحل کے قریب پہنچ کر سارے ایتھنزی جہازوں کو ڈھکیل کر اپنے ساتھ لے گئے۔ بعض جہازوں میں منصوبہ کے مطابق خود ایتھنزیوں نے آگ لگا دی تھی۔ بقیہ جہاز جو ریت پر چڑھا دیے گئے تھے ان کو اطمینان کے ساتھ رسّوں سے باندھ کر شہر میں پہنچا دیا گیا کیونکہ مزاحمت کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

اس کے بعد جب نکیاس اور دیموس تھینس کو اطمینان ہو گیا کہ ساری تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں تو سمندری لڑائی کے دو روز بعد واپسی کا سفر شروع کیا۔ سپاہیوں کی حالت نہایت قابل رحم تھی۔ ایک تو بحری بیڑے کی مکمل تباہی کی وجہ سے دشمن کی زد سے بچ کر نکل جانے کی کوئی امید نہیں تھی اور سارے لشکر اور خود سلطنت ایتھنز کے خاتمہ کا سخت اندیشہ تھا، دوسرے روانگی کا منظر نہایت المناک اور عبرت انگیز تھا۔ کشتوں کی لاشیں بے گور و کفن پڑی تھیں اور جب

کسی سپاہی کی نظر اپنے دوست کی لاش پر پڑتی تھی تو وہ فرط غم سے بے تاب ہو جاتا تھا۔
مردوں سے زیادہ دردناک زندوں کی حالت تھی جو بیمار یا گھایل تھے اور جنھیں وہیں
چھوڑ دیا جا رہا تھا۔ ان بے چاروں کا حال مردوں سے بھی زیادہ قابل رحم تھا۔ وہ
رو رو کر منت سماجت کر رہے تھے اور جو دوست یا عزیز پاس سے گزرتا اُسے نام لیکر
بلاتے اور چلاتے کہ ہمیں بھی ساتھ لے چلو۔ جب کوئی توجہ نہ کرتا تو خیمہ کے چوبوں کے
سہارے اس طرح اُٹھتے جیسے وہ بھی قافلہ کے ساتھ ہو جائیں گے۔ اپنے آپ کو
گھسیٹتے ہوئے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے اور جب طاقت جواب دے دیتی تو بصد
آہ و بکا دیوتاؤں کی دہائی دیتے مگر کوئی ان کی مدد نہیں کر سکتا تھا۔ سارے سپاہیوں
کی آنکھیں پُرنم اور دل پراگندہ تھے۔ دشمن کے علاقہ کو چھوڑنا بھی شاق گزر رہا
تھا حالانکہ یہاں ان پر مصیبت کے آسمان ٹوٹ پڑے اور آئندہ اور بھی زیادہ
تباہی کا اندیشہ تھا اور سپاہی اس آفت کو اپنے کئے کی سزا سمجھ کر مایوس اور اُداس
تھے۔ لشکر جس میں چالیس ہزار سے کم آدمی نہیں تھے، ایک قحط زدہ شہر معلوم ہوتا
تھا..... ایک بڑا شہر جس کی فاقہ کش آبادی غذا کی تلاش میں باہر نکل آئی ہو۔
ہر شخص بوجھ سے لدا ہوا تھا اور سپاہیوں نے وہ تمام چیزیں ساتھ رکھی تھیں جن سے
سفر میں مدد ملنے کا امکان تھا۔ بھاری ہتھیار بند پیادوں اور سواروں نے مسلح
ہونے کے باوجود خلاف معمول اپنا راشن خود اپنے پاس رکھا تھا کیونکہ ایک تو
خدمت گاروں کی کمی تھی دوسرے اُن پر بھروسہ بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ایک عرصہ
سے خدمت گار لشکر چھوڑ کر بھاگ رہے تھے اور اب تو بھاگنے والوں کی تعداد میں
اور اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ تاہم لشکر کے ساتھ کچھ زیادہ خوراک نہیں تھی کیونکہ رسد کی
قلت ہو گئی تھی۔ گو مرگ انبوہ جشنے دارد کا عالم تھا مگر جب یہ خیال آتا تھا کہ کس
شان و شکوہ سے جنم پہ چلے تھے اور کس قدر عبرت ناک حشر ہوا تو سب کو سخت صدمہ

ہوتا تھا۔ یا تو وہ دوسروں کو غلام بنانے آئے تھے یا اب یہ خوف تھا کہ خود غلام نہ بنا دیے جائیں۔ ایتھنز سے انھیں نیک تمناؤں کے ساتھ رخصت کیا گیا تھا اور روانگی کے وقت فضا فتح و نصرت کے ترانوں اور دعاؤں سے گونج رہی تھی لیکن اس کے برخلاف بازگشت کے وقت سامنے بس اندھیرا ہی اندھیرا نظر آتا تھا۔ وہ اب سمندر کی بجائے بری راستہ سے مراجعت پر مجبور تھے اور بحری فوج کے خاتمہ کی وجہ سے ساری توقعات بھاری ہتھیار بند پیادوں سے وابستہ ہو گئی تھیں۔ اس میں شک نہیں کہ وہ سخت پریشان تھے مگر جب سخت تر مشکلات کا خیال آتا تھا جو آئندہ درپیش تھیں تو ہر مصیبت قابل برداشت معلوم ہوتی تھی نکیاس نے جب سپاہیوں کو مایوس اور افسردہ دیکھا تو صفوں میں گشت لگائی اور ممکنہ حد تک تسلی دیتے اور ہمت دلانے کی کوشش کی۔ جب وہ ایک دستہ سے دوسرے دستہ کی طرف جاتا تھا تو آواز بلند سے بلند تر ہو جاتی تھی تاکہ زیادہ سے زیادہ سپاہی سن سکیں۔ اس نے کہا:۔

ایتھنزیو اور حلیفو! اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم سخت مشکلات میں مبتلا ہیں مگر امید کا دامن ہرگز نہیں چھوڑنا چاہیے۔ ہم سے پہلے لوگوں نے اس سے زیادہ خونیں آزمائشوں کا ثابت قدمی سے مقابلہ کیا ہے اور اپنے مقصد میں کامیاب رہے ہیں۔ آپ بے وجہ اپنی بربادی کا خود کو ذمہ دار سمجھ کر زیادہ دل شکستہ نہ ہوں۔ مجھے دیکھیے۔ میری جسمانی حالت آپ میں سے کسی سے بہتر نہیں ہے اور یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ بیماری نے مجھے کس قدر کمزور کر دیا ہے۔ گو میں خانگی اور پبلک زندگی میں کسی اور سے کسی طرح کم درجہ نہیں رکھتا لیکن آج اسی قدر خطرے میں ہوں جس قدر خطرے میں اس لشکر کا ادنٰے سے ادنیٰ فرد ہے۔ میں نے ساری عمر دیوتاؤں کی عبادت اور اطاعت میں بسر کی ہے۔ انسانوں کے ساتھ عدل و انصاف کیا ہے اور کسی پر ظلم

وزیادتی نہیں کی ہے۔ اس لئے مجھے اب بھی مشکلات پر قابو پانے کی امید ہے اور میں
مایوس نہیں ہوں۔ درحقیقت اب ہمیں توقع کرنی چاہیے کہ مشکلات کے بادل چھٹ
جائیں گے۔ قسمت ہمارے دشمنوں کا کافی ساتھ دے چکی ہے۔ اور اگر بالفرض ہماری
مہم کسی دیوتا کی خفگی اور برہمی کا باعث ہوئی ہے تو اس کا کافی خمیازہ ہم بھگت
چکے ہیں اور بجا طور پر امید کی جا سکتی ہے کہ اب دیوتا ہم پر رحم کریں گے۔ اب ہم
اُن کے غیض و غضب کے نہیں بلکہ لطف و کرم کے مستحق ہیں۔ اور پھر آپ اپنی تعداد پر
بھی غور کیجئے۔ کتنا بڑا لشکر ہے! ان بھاری ہتھیار بند جوانوں کے دست و بازو
پر نظر کیجئے جو آپ کے ساتھ ہیں۔ خواہ مخواہ نراس ہونے سے تو کام نہیں بنے گا۔ ہمارا
لشکر کثیر جہاں رُکے وہیں ایک شہر آباد ہو جائے گا اور سسلی میں کوئی شہر ایسا نہیں ہے
جو آسانی سے ہمارے مقابلہ پر آسکے یا ایک دفعہ قدم جما لینے کے بعد ہمیں اپنی جگہ
سے ہٹا سکے۔ اب یہ آپ کا فرض ہے کہ کوچ کے دوران میں نظم و ضبط اور سلامتی کا
خیال رکھیں۔ ہر سپاہی کو تہیہ کر لینا چاہئے کہ جس مقام پر بھی دشمن سے مقابلہ ہو
اُسے اپنا وطن اور اپنا مورچہ اور قلعہ سمجھ کر ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹے گا اور
دشمن کو بہر حال شکست دے گا۔ ہم دن رات اپنا سفر جاری رکھیں گے کیونکہ ہمارے
پاس رسد کافی مقدار میں موجود نہیں ہے اور اگر ہم اپنے صقالی طرف داروں کے
کسی علاقہ میں پہنچ گئے تو پھر کوئی خطرہ باقی نہیں رہے گا۔ سرقوسیوں کے خوف سے
صقالی اب بھی ہمارے وفادار ہیں اور انھیں قاصد بھجوا کر اطلاع کر دی گئی ہے کہ
سامان رسد کے ساتھ ہم سے آملیں۔ مختصر یہ کہ یہ وقت ہمت اور جرات سے کام لینے
کا ہے۔ اگر ہم نے ہمت ہار دی تو اس نواح میں کہیں پناہ نہیں ملے گی۔ اور اگر دشمن
کی زد سے باہر نکلنے میں کامیاب ہو گئے تو پھر ہم سب اپنے اپنے وطن کو واپس
ہو سکیں گے اور عزیزوں اور دوستوں سے مل سکیں گے۔ ہم میں جو لوگ اتھنز کے ہیں

وہ اپنی مملکت کے جھنڈے کو جو اس وقت سرنگوں ہے دوبارہ اونچا کریں گے۔ شہر کی طاقت اور رونق شہریوں سے ہے نہ کہ در و دیوار سے۔ ملاح اور سپاہی نہ ہوں تو خالی جہاز کس کام کے۔"

نکیاس تقریر کرتے ہوئے ایک صف سے دوسری صف کی طرف بڑھ رہا تھا اور جو سپاہی صفوں سے الگ منتشر حالت میں نظر آئے اُن کو اُس نے ان کے مقام پر قطار میں شریک کر دیا۔ ساتھ ہی دیموس تھینیس نے بھی اپنے تحت کی فوجوں سے اسی قسم کی باتیں کیں اور صفوں کو درست کیا۔ لشکر اس ترکیب سے آگے بڑھ رہا تھا کہ آگے خود نکیاس کا دستہ تھا اور پیچھے دیموس تھینیس کی فوجیں چل رہی تھیں۔ لشکر کے بیچ میں ایک مربع نما جگہ خالی رکھی گئی تھی جس میں باربردار اور خدمتگار تھے۔ فوج کا بڑا حصہ اندرونی قطاروں میں تھا اور بیرونی حصہ میں بھاری ہتھیار بند پیادے تھے۔ جب یہ لوگ دریائے اناپوس کے گھاٹ پر پہنچے تو سرقوسیوں اور ان کے حلیفوں کی ایک فوج نے جو وہاں موجود تھی راستہ روکنے کی کوشش کی۔ ایتھنزی ان کو شکست فاش دے کر آگے تو بڑھ گئے لیکن اب ہر قدم پر سرقوسی سوار اُن کو دق کر رہے تھے اور ہلکے ہتھیار بند سپاہی الگ تیروں کی بوچھاڑ کر رہے تھے۔ اُس روز انھوں نے تقریباً ساڑھے چار میل کی مسافت طے کی جس کے بعد شب بسری کے لئے ایک پہاڑی پر رک گئے۔ دوسرے روز ذرا سویرے وہاں سے چل کر کوئی دو میل آگے بڑھے اور اُس کے بعد میدان میں اتر کر ایک مقام پر پڑاؤ ڈال دیا۔ یہاں کچھ آبادی تھی اس لئے وہ کھانے پینے کی چیزیں لینا چاہتے تھے۔ اس کے علاوہ پانی بھی ساتھ لینا تھا کیونکہ جس سمت میں وہ جا رہے تھے وہاں آگے کئی فرلانگ تک پانی کمیاب تھا۔ اس عرصہ میں سرقوسیوں نے آگے بڑھ کر اکرائی درہ پر جہاں ایک ڈھلوان چٹان کی دونوں جانب

پہاڑی نالہ تھا قبضہ کرکے مورچہ بنا لیا۔ دوسرے روز اتھنزی لشکر کی رفتار سست ہوگئی کیونکہ اب سرقوسیوں اور اُن کے حلیفوں کے بے شمار سوار اور تیر انداز بار بار حملے کر رہے تھے۔ اتھنزی فوج نے کافی عرصہ تک ان حملہ آوروں کا مقابلہ کیا لیکن بالآخر اسی مقام کو واپس چلے گئے جہاں سے روانہ ہوئے تھے۔ اب ان کی رسد ختم ہو چکی تھی لیکن حملہ آور سواروں کی وجہ سے اپنی جگہ سے ہٹنا بھی ناممکن تھا۔

دوسرے روز گجردم انھوں نے دوبارہ سفر شروع کیا اور لڑ بھڑ کر اُس پہاڑی پر پہنچ گئے جہاں دشمن نے مورچہ قایم کر رکھا تھا۔ یہ درہ نہایت تنگ تھا اور لشکر کو اس میں سے گزرنے سے روکنے کے لئے پیادوں کی کثیر تعداد موجود تھی جس کی ہر صف میں ایک کے پیچھے ایک کئی سپاہی تھے۔ اتھنزیوں نے اس مورچہ پر حملہ کیا تو چٹان پر سے پتھروں کی بارش کی گئی اور چٹان چونکہ ڈھلوان تھی اس لئے حملہ آوروں کو کافی نقصان پہنچا۔ اس کے بعد اتھنزی ہار کر دم لینے کے لئے پیچھے ہٹ گئے۔ اس دوران میں آسمان پر ابر چھا گیا اور کڑک اور چمک کے ساتھ بارش ہونے لگی جیسا کہ اکثر موسم خزاں کے آغاز سے پہلے ہوتا ہے۔ اتھنزیوں نے اس سے بُرا شگون لیا اُن کی رہی سہی ہمت نے بھی جواب دیا اور انھوں نے سمجھا کہ مکمل تباہی کے آثار پیدا ہو گئے۔ جس وقت وہ سستا رہے تھے گلی پوس نے سپاہیوں کی ایک ٹولی اس غرض سے روانہ کی کہ جس راستے اتھنزی آئے تھے اُس پر اُن کے عقب میں ایک دیوار کھڑی کر دی جائے لیکن اتھنزیوں نے فوراً کچھ فوج بھجوا کر انھیں بھگا دیا۔ اس کے بعد میدان کی طرف ہٹ کر رات بسر کی۔ دوسرے روز جب وہ وہاں سے روانہ ہوئے تو سرقوسیوں نے چاروں طرف سے گھیر کر حملے کئے اور کئی سپاہیوں کو زخمی کر ڈالا۔ جب کبھی اتھنزی

مقابلہ کے لئے آگے بڑھتے تھے حملہ آور پیچھے ہٹ جاتے تھے لیکن پھر جب ایتھنزی قدم بڑھاتے تو دوبارہ حملے کرتے تھے۔ وہ خاص طور پر عقب لشکر پر وار کر رہے تھے اور چاہتے تھے کہ فوج کے اس حصہ کو شکست فاش دیں تاکہ سارے لشکر میں ہراسانی پھیل جائے۔ ایتھنزیوں نے ان حملوں کو کافی دیر تک برداشت کیا لیکن چار پانچ فرلانگ کی مسافت طے کرنے کے بعد دم لینے کی غرض سے میدان میں رک گئے تو سرقوسی بھی اپنے مرکز کو لوٹ گئے۔

نکیاس اور دیموس تھینس نے دیکھا کہ فوج کی حالت بد سے بدتر ہوی جا رہی ہے غذا اور ضرورت کی دوسری اشیا کی سخت قلت ہوگئی ہے اور دشمن کے متواتر حملوں سے اکثر سپاہی اپاہج اور ناکارہ ہوگئے ہیں تو طے کیا کہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں مشعلیں روشن کر کے اس راستہ پر نہیں جسے سرقوسیوں نے بند کر رکھا تھا بلکہ اس کی مخالف سمت میں ساحل سمندر کی طرف بڑھ جائیں۔ یہ راستہ قطانہ کو نہیں بلکہ سسلی کے دوسرے سرے پر کامارینہ گیلا اور اس نواح کے دوسرے یونانی اور غیر یونانی شہروں کو جاتا تھا۔ چنانچہ مشعلیں روشن کی گئیں اور لشکر نے اپنی جگہ سے حرکت کی۔ عام طور سے دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی فوج رات میں خصوصا دشمن کے علاقہ میں سے گزرے اور دشمن کی فوج اسی نواح میں موجود ہو تو سپاہی بلا وجہ ہر آہٹ پر ٹھٹکتے اور ہر چیز سے دہشت زدہ ہو جاتے ہیں اور سپاہیوں کی تعداد جتنی زیادہ ہوتی ہے اس قسم کے واقعات کے امکانات اتنے ہی بڑھ جاتے ہیں۔ چنانچہ لشکر میں بھی ایسے واقعات پیش آئے۔ نکیاس کی فوج منتشر نہیں ہوئی اور قدم بڑھا کر آگے بڑھ گئی لیکن دیموس تھینس کے دستے جو عقب لشکر میں تھے اور جن کی تعداد پوری فوج کے نصف سے زیادہ تھی پیچھے رہ گئے اور ان کی قطار کی ترتیب بھی ایک حد تک متاثر ہوگئی۔ یہ لوگ سویرا

ہونے تک کسی طرح ساحل سمندر تک پہنچ گئے اور وہاں سے ہیلو راُن کی شاہراہ پر تیزی سے آگے بڑھنے لگے۔ وہ دریائے کالکی پار کرکے پہنچ کر اس کے ساتھ ساتھ اندرون ملک جانا چاہتے تھے جہاں توقع تھی کہ صقالی ان کے منتظر ہوں گے جنھیں قاصد بھیج کر خبر کر دی گئی تھی۔ دریا کے گھاٹ پر پہنچے تو وہاں بھی ایک سرقوسی دستہ موجود تھا جو ایک دیوار اور جنگلا کھڑا کرکے راستہ بند کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اتھنزیوں نے حملہ کرکے سرقوسیوں کو ہٹا دیا اور گھاٹ چڑھ کر اپنے رہبروں کے مشورہ کے مطابق اری نیوس نامی ایک اور ندی کی طرف روانہ ہوئے۔

اُدھر جب دن نکلنے کے بعد سرقوسیوں اور اُن کے حلیفوں نے دیکھا کہ اتھنزی لشکر اپنی جگہ پر نہیں ہے تو گلی پوس پر اکثر لوگوں نے الزام لگایا کہ اُس نے عمداً دشمن کو بچ کر نکل جانے کا موقع دیا۔ لشکر جس راستہ سے گیا تھا اُس کا پتہ چلانے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی اور وہ فوراً حتی الامکان تیزی سے تعاقب میں روانہ ہوئے اور تقریباً دوپہر کے کھانے کے وقت اُن کے برابر پہنچ گئے۔ انھوں نے پہلے دیموس تھینس کی فوج پر اچانک حملہ کیا جو رات کے متذکرۂ بالا واقعات کی بنا پر قدرے پیچھے رہ گئی تھی اور ایک حد تک بے ترتیبی سے چل رہی تھی۔ سرقوسی سواروں نے اب زیادہ آسانی سے انھیں گھیر لیا کیونکہ وہ بقیہ لشکر سے جدا ہو چکے تھے۔ اب وہ نہ آگے بڑھ سکتے تھے اور نہ پیچھے ہٹ سکتے تھے کیونکہ دشمن نے ان کو حلقہ میں لے لیا تھا۔ نکیاس کی فوج پانچ چھ میل آگے نکل گئی تھی۔ وہ زیادہ تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا کیونکہ اس کا خیال تھا کہ خیریت اسی میں ہوگی کہ جلد از جلد مسافت طے کی جائے اور جب تک مجبوری نہ ہو رک کر مقابلہ نہ کیا جائے۔ لیکن دیموس تھینس تیزی سے آگے نہیں

بڑھ سکتا تھا۔ کیونکہ دشمن کے حملے زیادہ تر اُسی کے دستوں پر ہو رہے تھے جو عقب لشکر میں تھے اور اب جو سرقوسیوں نے دوبارہ تعاقب شروع کیا تو آگے بڑھنے کی بجائے صف بندی کرکے لڑنے پر زیادہ توجہ کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی فوجیں پیچھے رہ گئیں۔ حملہ آوروں نے چاروں طرف سے گھیر کر خود دیموس تھینیس اور اس کے ایتھنزی دستوں کو ایک احاطہ میں ڈھکیل دیا جس کے اطراف دونوں طرف سڑک تھی۔ اس باغیچہ میں بہت سے زیتوں کے درخت تھے جن کے پیچھے سے ایتھنزیوں پر ہر جانب سے تیر برسائے جاتے تھے اور پتھر پھینکے جا رہے تھے۔ اب سرقوسیوں کو اسی قسم کی لڑائی میں فائدہ نظر آرہا تھا۔ وہ جانتے تھے کہ مقابلہ کی لڑائی ہو تو مرتا کیا نہ کرتا کے بمصداق ایتھنزی جان لڑا دیں گے اور حملہ آوروں کو زیادہ نقصان پہنچے گا۔ اس کے علاوہ اب انھیں کامیابی کا اس قدر زیادہ یقین ہو گیا تھا کہ اپنے آپ کو خطرہ میں ڈال کر فتح کی مسرتوں سے محروم نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اُن کا خیال یہ بھی تھا کہ اسی طرح دور سے ضربات پہنچائے جائیں تو دشمن ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو جائے گا۔

واقعہ یہ ہے کہ دن بھر ہر سمت سے تیروں برچھیوں اور پتھروں سے مسلسل اور متواتر حملے کرنے کے بعد جب انھوں نے دیکھا کہ ایتھنزی سپاہی زخموں اور صعوبت سفر کی وجہ سے خستہ حال اور انتہائی درد و کرب میں مبتلا ہیں تو گلی پوس اور سرقوسیوں اور اُن کے حلیفوں نے اعلان کیا کہ جزایری علاقوں سے تعلق رکھنے والے سپاہی ہتھیار ڈال کر ایتھنزی فوج سے نکل آئیں تو ان کو گرفتار نہیں کیا جائے گا۔ یہ سن کر چند شہروں کے سپاہی ہتھیار ڈال کر دشمن کی طرف چلے گئے۔ اس کے بعد چند شرایط کے تحت دیموس تھینس نے اطاعت قبول کرلی اور بقیہ سپاہیوں نے بھی ہتھیار ڈال دیے۔ شرطیں یہ تھیں کہ نہ تو کسی سپاہی کو

قتل کیا جائے گا اور نہ قید کر کے یا ضروریات زندگی سے محروم کر کے ہلاک کیا جائیگا۔ ایتھنز کی فوج کے اس حصہ میں کل چھ ہزار سپاہی تھے جنھوں نے ہتھیار ڈالنے کے بعد جو کچھ روپیہ پیسہ پاس تھا وہ بھی فاتحین کے حوالہ کر دیا۔ چار ڈھال بھر کے اس طرح اکھٹے ہوئے جو فوراً شہر سرقوسہ کو بھجوا دیے گئے۔

اس عرصہ میں نکیاس اسی روز اپنی فوج کے ساتھ دریائے اری نیوس کے پاس پہنچ گیا اور اسے عبور کر کے اس پار ایک ٹیلہ پر قیام کیا۔ دوسرے روز سرقوسیوں نے پہنچکر اطلاع دی کہ دیموس تھینیس نے ہتھیار ڈال دیے ہیں اسلئے وہ بھی ہتھیار ڈال دے۔ نکیاس کو شبہ ہوا تو اس نے عارضی صلح کر کے حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے ایک سوار کو بھجوایا اور جب اس خبر کی توثیق ہوگئی تو قاصد کے ذریعہ گلی پوس اور سرقوسیوں کو صلح کا پیش کش دیا اور کہا کہ اگر وہ فوج کے راستے میں حایل نہ ہوں تو ایتھنز سرقوسہ کو اس جنگ کے سارے مصارف ادا کرے گا سرقوسیوں اور گلی پوس نے اس تجویز کو مسترد کر دیا اور جس طرح دیموس تھینس اور اس کے ساتھیوں کو حلقہ میں لے لیا گیا تھا اسی طرح نکیاس کی فوج کو بھی چاروں طرف سے گھیر کر شام تک تیر اور پتھر برساتے رہے۔ ڈیموس تھینس کی فوج کی طرح نکیاس کی فوج میں بھی خوراک اور دوسری ضروریات زندگی کی انتہائی قلت تھی، اس کے باوجود وہ دشمن کی نظر بچا کر رات کے اندھیرے میں سفر جاری رکھنا چاہتے تھے لیکن جب اس غرض سے ہتھیار سنبھالے تو سرقوسیوں نے فوراً خطرہ کا اعلان کر دیا۔ اکثر سپاہیوں نے تو ہتھیار واپس رکھ دیے لیکن تقریباً تین سو کا ایک دستہ دشمن کو راستہ سے ہٹا کر آگے بڑھ گیا۔

جونہی سویرا ہوا نکیاس نے فوج کو کوچ کا حکم دیا۔ صعوبت سفر سے تھکی ہوئی اس بھوکی پیاسی خستہ حال فوج پر اب ہر طرف سے دشمن کے تیر، پتھر اور برچھے

پڑ رہے تھے۔ ایتھنزی افتاں و خیزاں بڑھے جا رہے تھے اور اُن کا خیال تھا کہ ندی پار کرنے میں کامیابی ہو جائے تو دشمن کے حملہ کا دباؤ کم ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ پیاس سے سپاہیوں کا برا حال تھا۔ جب اسی ناروس ندی کے قریب پہنچے تو نظم و ضبط بالکل باقی نہیں رہا۔ سارے سپاہی بے تحاشا گھاٹ کی طرف دوڑے۔ ہر ایک کی یہی کوشش تھی کہ پہلے پار اُترے لیکن دشمن کے حملوں کی وجہ سے گھاٹ کو عبور کرنا ناممکن تھا۔ سپاہی ایک دوسرے پر بری طرح گر رہے تھے جن کو روند کر دوسرے آگے بڑھنے کی کوشش میں تھے۔ بعض برچھیوں کی زد میں آ کر وہیں ٹھنڈے ہو گئے، بعض بھیڑ میں ٹھوکر کھا کر گرے تو پھر اُٹھ نہ سکے۔ سرقوسی ندی کے اُس کنارے پر بھی پہنچ گئے تھے جو ڈھلواں تھا اور وہاں سے تیر چلا رہے تھے اور پتھر مار رہے تھے۔ سینکڑوں تشنہ لب پانی پر ٹوٹ پڑے تو پلوپونیزی بڑھ کر ان کو بلا مزاحمت قتل کرنے لگے۔ کشت و خون کی وجہ سے ندی کا پانی ناپاک ہو گیا مگر پیاس کے مارے ایتھنزی فوج کے سپاہی یہی گدلا اور خون آلود پانی پی رہے تھے جس کے لئے آپس میں ہاتھا پائی بھی ہو رہی تھی۔

آخر کار جب گھاٹ پر کشتوں کے پشتے لگ گئے اور چند سپاہی جو ندی کو عبور کرنے میں کامیاب ہوئے ان کو سرقوسی سواروں نے ہلاک کر ڈالا تو نکیاس نے گلی پوس کے آگے ہتھیار ڈال دیے جس پر اسے سرقوسیوں سے زیادہ اعتماد تھا۔ اور اُس سے اور لاکے دیمونیوں سے کہا کہ آپ میرے ساتھ جو سلوک چاہیں کریں مگر سپاہیوں کے قتل عام کو روکئے۔ گلی پوس نے فوراً حکم دیا کہ ایتھنزی فوج کے سپاہیوں کو گرفتار کر لیا جائے۔ چنانچہ بقیہ سپاہی گرفتار کر لئے گئے جن میں سے بہتوں کو فتح مند سپاہیوں نے چھپا کر اپنی ذاتی ملک بنا لیا۔ رات میں جو تین سو ایتھنزی سپاہی دشمن کو راستے سے ہٹا کر آگے بڑھ گئے تھے ان کے

تعاقب میں چند دستے بھجوائے گئے جنھوں نے اُن کو بھی گرفتار کر لیا۔ سرکاری ملک کی حیثیت سے جتنے سپاہی گرفتار کر کے اکٹھے کیے گئے ان کی تعداد کچھ زیادہ نہیں تھی مگر جن لوگوں کو فاتح سپاہیوں نے چھپا کر اپنی ملک بنا لیا تھا اُن کی تعداد بہت بڑی تھی جو سارے سسلی میں پھیل گئی۔ ان کے بارے میں کوئی معاہدہ بھی نہیں ہوا تھا جیسا کہ دیموس تھینس کی فوج کے بارے میں ہوا تھا۔ اس کے علاوہ بے شمار سپاہی گھاٹ پر ہلاک ہو گئے تھے اور اس بلا کا کشت و خون ہوا تھا کہ سسلی کی ساری جنگ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اور پھر باز گشت کے دوران میں دوسرے مقامات پر دشمن سے جو مقابلے ہوئے ان میں بھی کئی سپاہی مارے گئے تھے۔ تاہم بہت سے بچ کر نکل گئے۔ بعض تو گھاٹ کے پاس سے فرار ہوئے اور بعض کچھ روز غلامی کرنے کے بعد بھاگ نکلے اور قطانہ میں پناہ لی۔

سرقوسی اور اُن کے حلیف اب ایک جگہ جمع ہونے اور مال غنیمت اکٹھا کرنے کے بعد جتنے بھی اسیران جنگ کو لے جا سکتے تھے اپنے ساتھ سرقوسہ لے گئے۔ بقیہ ایتھنزیوں اور ان کے حلیفوں کو اپنی پتھر کی کانوں میں نظر بند کر دیا۔ لیکن دیموس تھینس اور نکیاس دونوں گلی پوس کی مرضی کے خلاف قتل کر دیے گئے حالانکہ وہ دشمن کی فوج کے ان سپاہ سالاروں کو اپنے ساتھ لاکے دیمون لے جانا چاہتا تھا تاکہ فتح کی مسرتیں دوبالا ہو جائیں۔ ان میں سے ایک یعنے دیموس تھینس جزیرہ سفاک تیریہ اور پیلوس کی لڑائی کی وجہ سے لاکے دیمون کا سخت ترین دشمن مانا جاتا تھا تو دوسرے یعنے نکیاس کو وہ اپنے بہترین دوستوں میں شمار کرتے تھے کیونکہ اُس نے ایتھنزیوں کو اسیران سفاک تیریہ کو رہا کرنے کی ترغیب دی تھی۔ اس بنا پر لاکے دیمونی اُس کے شکر گزار تھے اور نکیاس نے اسی پر بھروسہ کر کے گلی پوس کے آگے ہتھیار رکھ دیے تھے۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ

چند سرقومیوں کو اندیشہ ہوا کہ ممکن ہے اذیتیں دے کر تفتیش کی جائے تو اس کے بعض انکشافات ان کے خلاف پڑیں۔ اور دوسروں خاص کر کور نعقیوں کو ڈر تھا کہ ممکن ہے نکیاس جو بہت دولت مند آدمی تھا رشوت دے کر بچ نکلے اور ان کو دوبارہ نقصان پہنچائے۔ اس بنا پر ان لوگوں نے حلیفوں کو ان کے قتل پر آمادہ کیا اور وہ قتل کر دیے گئے۔ ان اغراض کے پیش نظر یا اسی قسم کے دوسرے اسباب کی بنا پر ایک ایسی ہستی کا خاتمہ کر دیا گیا جو میرے زمانہ کے سارے یونانیوں میں ایسے حسرت ناک انجام کی کم سے کم مستحق نہ تھی کیوں کہ اس کی ساری عمر صداقت پرستی اور نکوکاری میں بسر ہوئی تھی۔

پتھر کی کانوں میں اسیران جنگ کے ساتھ نہایت بے دردی کا برتاؤ کیا گیا اوایل موسم خزاں میں وہ سب ایک چھوٹے سے گہرے گڑھے میں ڈال دیے گئے جہاں ہوا کا گزر نہیں تھا۔ چھت نہ ہونے کی وجہ سے رات میں شدید سردی ہوتی تھی اور دن میں سخت دھوپ مارے ڈالتی تھی۔ درجہ حرارت کے غیر معمولی اتار چڑھاؤ کی وجہ سے اکثر قیدی بیمار ہو گئے۔ جگہ کی اس قدر تنگی تھی کہ سب کچھ وہیں کرنا ہوتا تھا۔ جو لوگ زخموں کی تاب نہ لاکر یا موسم کی شدت یا کسی اور سبب سے جانبر نہ ہو سکے ان کی نعشیں وہیں ایک کونے میں پڑی سڑ رہی تھیں جس سے ہوا متعفن ہو گئی تھی۔ ان بدنصیبوں کو دانہ پانی بھی کافی مقدار میں نہیں ملتا تھا۔ چنانچہ آٹھ ماہ تک صرف آدھا پائنٹ پانی اور ایک پائنٹ غلہ فی کس کے حساب سے راشن دیا جاتا تھا۔ غرض اس تنگ و تاریک گڑھے میں انھیں ہر طرح کی تکلیف اور اذیت پہنچی۔ تقریباً ستر روز تک سارے قیدی یہیں رکھے گئے جس کے بعد ایتھنزیوں اور سسلی اور اطالیہ سے تعلق رکھنے والے چند افراد کے سوائے باقی سب کو غلام بنا کر فروخت کر دیا گیا۔ یہ بتانا

مشکل ہے کہ فاتحین نے کل کتنے آدمی گرفتار کیے لیکن بہرحال ان کی تعداد سات ہزار سے کم نہیں ہو سکتی۔

یہ اس جنگ کا سب سے زیادہ زبردست کارنامہ تھا اور میں تو اسے تاریخ یونان کا سب سے زبردست کارنامہ سمجھتا ہوں کیوں کہ اس سرزمین میں آج تک کسی اور لڑائی کا انجام فاتحین کے لیے اس قدر شان دار اور مفتوحین کے حق میں اس درجہ مکمل تباہی کا باعث نہیں ہوا۔ ایتھنزیوں کو ہر مقام پر اور ہر لحاظ سے شکست پر شکست ہوئی اور مصائب و مشکلات کے آسمان ٹوٹ پڑے۔ بحری بیڑے کا نام و نشان تک مٹ گیا، فوجیں نیست و نابود ہو گئیں اور ہزاروں کے لشکر میں سے صرف معدودے چند افراد ہی بچ کر اپنے وطن کو لوٹ سکے۔

آٹھواں حصّہ

چوبیسواں باب

جنگ کا انیسواں اور بیسواں سال۔ ایونیہ کی بغاوت

ایران کی مداخلت۔ ایونیہ میں لڑائی

سلی میں لشکر کے مکمل صفایہ کی اطلاعیں ایتھنز پہنچیں تو ایک عرصہ تک کسی کو یقین نہ آیا۔ چند قابل اعتماد سپاہیوں نے جو خوش قسمتی سے بچ نکلے تھے اپنی روداد غم بالتفصیل سنائی مگر کسی کی سمجھ ہی میں نہیں آتا تھا کہ اس قدر بڑا لشکر بالکل نیست و نابود ہو سکتا ہے لیکن جب ساری اطلاعوں کی توثیق ہو گئی تو عوام ان خطیبوں پر سخت برہم ہوئے جن کی پرجوش تقریروں نے ملک کو اس مہم پر ابھارا تھا، جیسے خود انھوں نے تائید میں اپنی رائے نہیں دی تھی۔ کاہنوں اور جوتشیوں پر بھی بہت بگڑے جن کی پیشین گوئیوں نے فتح کی امید دلائی تھی۔ ایتھنزی پہلے ہی مختلف مشکلات میں مبتلا تھے اور متعدد مقامات پر ان کا موقف کمزور ہو چلا تھا اس کے بعد جب یہ تباہی آئی تو خوف و ہراس

اور بدحواسی کی انتہا نہ رہی۔ وہ اس سے پہلے کبھی اس درجہ بدحواس نہیں ہوئے تھے نہ صرف حکومت کو بلکہ انفرادی طور پر ہر شہری کو سخت صدمہ ہوا کہ ہزاروں بھاری ہتھیار بند پیادوں، سواروں اور آزمودہ سپاہیوں کا صفایا ہو گیا جن کی جگہ لینے والا اب کوئی نہیں تھا۔ اور پھر سب سے بڑی آفت یہ آن پڑی کہ نہ سمندر میں کافی جہاز تھے اور نہ خزانہ میں روپیہ، ملاح اور جہازی بھی ناپید تھے۔ اس لئے اُن کو اپنا مستقبل نہایت تاریک نظر آرہا تھا۔ وہ خائف تھے کہ اس غیر معمولی اور زبردست فتح کی وجہ سے اہل سسلی کی جرائتیں بہت بڑھ جائیں گی اور وہ بری اور بحری حملہ آور ہوں گے۔ اس کے علاوہ پلوپونیزی اور اُن کے حلیف پہلے سے زیادہ فوجوں کے ساتھ بہ یک وقت بری اور بحری حملہ کریں گے اور خود ایتھنز کے حلیف منحرف ہو کر اُن سے جا ملیں گے۔ یہ سارے خطرے لگے ہوئے تھے تاہم انھوں نے طے کیا کہ چاہے انجام کچھ ہی ہو مقابلہ آخر دم تک کیا جائے گا اور اس غرض سے نیا بیڑا تعمیر کرنے کے لئے روپیہ اور لکڑی کی فراہمی کی فکر شروع کی۔ یہ بھی طے پایا کہ حلیفوں اور خاص کر یوبیہ سے رشتہ اتحاد کو زیادہ مضبوط بنایا جائے، شہر کے اخراجات نظم و نسق میں کمی کرنے کی تدبیریں کی جائیں اور سلطنت کے بارے میں حسب ضرورت مشاورت کے لئے ایک "مجلس بزرگاں" قایم کی جائے۔ غرض ان پریشان کن حالات میں انتہائی مصلحت اندیشی اور دانشمندی کا ثبوت دیا گیا جو عمومیت کا نشان امتیاز ہے۔

ان ساری قراردادوں پر فوراً عمل شروع کیا گیا۔ اب موسم گرما ختم ہو گیا اور سرما کے اوایل تک سسلی میں ایتھنزیوں کی تباہی کے تذکرے یونان میں ہر طرف ہر شخص کی زبان پر تھے اور ہر سمت کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ جو مملکتیں پہلے غیر جانب دار تھیں اب رضاکارانہ طور پر ایتھنزیوں کے خلاف جنگ میں شرکت کی تیاری

کر رہی تھیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک کا بجائے خود یہی خیال تھا کہ اگر سسلی کی مہم میں ایتھنزی کامیاب ہو جاتے تو ان کی خیر نہ ہوتی۔ اس کے علاوہ انھیں جنگ میں اپنی شرکت فائدہ مند نظر آتی تھی کیونکہ اس کے طویل عرصہ تک جاری رہنے کا امکان نہیں تھا۔ لاکے ڈیمون کے حلیف بھی جنگ سے تنگ آ گئے تھے اور چاہتے تھے کہ کسی نہ کسی طرح اس آفت سے نجات ملے لیکن ایتھنز کے خلاف سب سے زیادہ جوش و جذبہ کا اظہار خود اس کے حلیف کر رہے تھے جو جلد از جلد علم بغاوت بلند کر کے اس کی گرفت سے آزاد ہونے کے لئے بے تاب تھے۔ وہ جذبات سے مغلوب ہو کر یہ باور کرنے کے لئے ہرگز آمادہ نہیں تھے کہ ایتھنز اپنے اقتدار کو اگلے موسم گرما تک محفوظ رکھ سکے گا۔ ان میں سے بعض ملکوں کے پاس ضروری ساز و سامان اور وسایل بھی نہیں تھے لیکن اس کے باوجود انھوں نے فوری بغاوت کی ٹھان لی تھی۔ علاوہ بریں لاکے ڈیمون کو یہ بھی امید تھی کہ موسم بہار میں اس کے صقلوی حلیف اپنے نوساختہ اور زبردست بحری بیڑے کے ساتھ امداد کے لئے آئیں گے۔ اس طرح جب حالات ہر طرف ساز گار نظر آئے تو لاکے ڈیمونیوں نے جنگ پر ممکنہ حد تک زیادہ سے زیادہ توجہ اور طاقت صرف کرنے کا عزم مصمم کر لیا۔ وہ سمجھتے تھے کہ فتح کے ساتھ ہی ایتھنز کی جانب سے آئندہ ایسا کوئی خدشہ نہیں رہے گا جو اس کے سسلی کی مہم میں کامیاب ہو جانے کی صورت میں پیدا ہو سکتا تھا۔ اور یہ کہ ایتھنزی اقتدار کے زوال کے بعد انھیں ساری اقلیم یونان پر برتری حاصل ہو جائے گی۔

ان مقاصد کی تکمیل کے لئے لاکے ڈیمونی شاہ آگس ڈیکیلیہ کی لشکر گاہ سے چند فوجیں لے کر حلیفوں سے بحری بیڑے کے لئے روپیہ جمع کرنے کی غرض سے اسی موسم سرما میں فوراً روانہ ہوا اور خلیج مالیہ کی طرف مڑ کر اوٹے تائیوں کے

بہت سے مویشی پکڑ لئے۔ لاکے دیمون سے ان کی دشمنی ایک عرصہ سے چلی آرہی تھی اس لئے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر آگس نے انھیں نقصان پہنچایا اور تھالسویوں کی مخالفت کے باوجود اُن کے ماتحت فنیوسی اکائیوں اور نواح تھسالیہ کے دوسرے علاقہ کے لوگوں سے جبراً روپیہ اور یرغمال لئے اور انھیں کورنتھ میں نظر بند رکھ کر اُن کے ہم وطنوں کو اپنے اتحاد میں شریک کرنے کی کوشش کی۔ لاکے دیمونی ایک سو جہاز بھی بنوانا چاہتے تھے جس کا کام مختلف شہروں میں بانٹ دیا گیا۔ اس کے مطابق انھوں نے پچیس جہازوں کی تعمیر اپنے ذمہ لی اور پچیس کا مطالبہ بوئیشیہ سے کیا۔ فوکیسیوں اور لوکریسیوں کو مل کر پندرہ جہاز بنانے کے لئے کہا گیا۔ کورنتھیوں کے ذمہ پندرہ اور آرکیدیوں، پیلینیوں، اور سکیونیوں کے ذمہ کل دس جہازوں کی تعمیر کی گئی۔ اس کے علاوہ میگاریوں تروے زینیوں، اپیدوروسیوں اور ہرمونیوں سے کل دس جہازوں کی تعمیر کا مطالبہ کیا گیا۔ اس کے علاوہ وہ ساری تیاریاں شروع کیں جو موسم بہار میں فوجی اقدامات کرنے کے لئے ضروری سمجھی گئیں۔

اس دوران میں اتھنزی خاموش نہیں رہے بلکہ انھوں نے بھی جنگ کی تیاری کی۔ اسی موسم سرما میں حسب قرار داد چوبینہ اکھٹا کر کے تیزی سے جہازوں کی تعمیر کا کام شروع کیا اور سونیوم میں استحکامات تعمیر کئے تاکہ غلہ لانے والے جہازوں کو اس کے گرد گھوم کر آنے میں کوئی خطرہ نہ پیدا ہو۔ اس کے علاوہ سسلی کی مہم پر روانگی کے دوران میں لقونیہ پر جو فوجی چوکی قائم کی گئی تھی اُس کا تخلیہ کر دیا۔ اور مصارف کی دوسری غیر ضروری مدات میں بھی تخفیف کر کے کفایت سے کام لینا شروع کیا۔ علاوہ برایں سب سے اہم کام یہ تھا کہ حلیفین پر کڑی نگرانی رکھی تاکہ وہ بغاوت نہ کرنے پائیں۔

جس سرگرمی سے دونوں فریقوں نے اس جنگ کے آغاز کے وقت تیاری کی تھی وہی سرگرمی اور جوش و خروش اب بھی دکھا رہے تھے۔ ایسے میں ایتھنز کے حلیف یوبیہ میں اسی موسم سرما میں آگس کے پاس ایلچی بھجوا کر بغاوت کا ارادہ ظاہر کیا۔ آگس نے اس تجویز کو فوراً منظور کر کے الکامینس این استھینے لائداس اور میلانتھوس کو لاکے دیمون سے طلب کیا تاکہ یوبیہ میں فوجی کمان اُن کے سپرد کی جائے۔ جب یہ دونوں افسر تقریباً تین سو نو آزاد غلاموں کے دستے کے ساتھ آگئے تو اُن کی روانگی کے لئے ضروری تیاریاں شروع ہوئیں۔ مگر اس دوران میں چند لسبوسی آگئے اور انہوں نے بھی ایتھنز کے خلاف بغاوت کے لئے مدد مانگی۔ ان لوگوں کو اہل بوشیہ کی تائید حاصل تھی اس لئے آگس نے یوبیہ کو فوج کی روانگی کچھ عرصہ کے لئے ملتوی کر دی اور الکامینیس کو جو گورنر کی حیثیت سے یوبیہ جانے والا تھا اب لسبوس جانے کا حکم دیا۔ اس کے علاوہ اس نے لسبوسیوں اور بوشیہ والوں کو اپنے بیڑے کے دس دس جہاز دینے کا وعدہ بھی کیا۔ یہ ساری کارروائی آگس نے اپنے طور پر اور لاکے دیمون سے احکام حاصل کئے بغیر کی کیونکہ ڈیکیلیہ میں اُس کے پاس ایک زبردست فوج تھی اور اُسے اختیار حاصل تھا کہ جہاں چاہے فوجیں بھجوائے اور جتنی چاہے فوج بھرتی کرے اور حلیفوں سے روپیہ وصول کرے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں حلیف لاکے دیمون کی حکومت سے زیادہ آگس کے احکام کی پابندی کرتے تھے اور وہ جس طرف جاتا تھا لوگ اُس کی طاقتور فوج سے مرعوب ہو جاتے تھے جس وقت آگس لسبوسیوں کی بغاوت سے متعلقہ انتظامات میں مصروف تھا، خیوس اور اریتھریہ والوں نے بھی ایتھنز کے خلاف بغاوت کا ارادہ کیا لیکن اس بارے میں امداد کے لئے آگس کے پاس نہیں آئے بلکہ لاکے دیمون

گئے۔ اُن کے ساتھ ایران کے شاہ دادیوس ابن اردشیر کے ماتحت ساحلی اضلاع کے والی تسافرنز کا فرستادہ سفیر بھی تھا جس نے پلوپونیزیوں سے فوجی امداد مانگی اور اس کا خرچ اپنے خزانہ سے ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ وہ کئی سال سے خراج ادا نہیں کر سکا تھا کیونکہ ایتھنز کے اثر میں آکر یونانی مملکتیں ٹال مٹول کر رہی تھیں حال ہی میں جب شاہ ایران نے خراج کے بقایہ کا مطالبہ کیا تو تسافرنز نے سوچا کہ اگر ایتھنز کی قوت کمزور ہو جائے تو نہ صرف خراج کی وصولی آسان ہو جائے گی بلکہ ایران اور لاکے دیمون کے مابین مخالفہ بھی ہو جائے گا جس سے شاہ ایران کے احکام کے مطابق ساحل کاویہ کے باغی سردار اموزگیس کو جو پسوتھینس کی ناجائز اولاد تھا' قتل یا زندہ گرفتار کرنے میں مدد ملے گی۔

جن دنوں خیوسی اور تسافرنز متحد ہو کر اپنا مشترکہ مقصد حاصل کرنے کی کوشش میں تھے تقریباً انہی دنوں کالی گاتیوس ابن لاؤفون نامی میگاری اور طماغورث ابن اثینا غورث نامی کزی کینی' یہ دونوں افراد فرنابازو کی جانب سے ایک پیام لے کر لاکے دیمون پہنچے۔ ان دونوں کو ان کے وطن سے خارج کر دیا گیا تھا اور انھوں نے فرنابازو ابن فرنابیز کے دربار میں پناہ لے رکھی تھی فرنابازو چاہتا تھا کہ اُس کی امداد کے لئے ہلیسپونت کو ایک بحری بیڑا بھجوایا جائے تاکہ تسافرنز کے پیش نظر جو مقصد تھا اُسے خود پورا کرنے کی کوشش کرے اپنے علاقہ کی یونانی مملکتوں کو بغاوت پر آمادہ کر کے خراج وصول کرے اور خود اپنی وساطت سے ایران اور لاکے دیمون کے مابین معاہدہ کرائے۔

فرنابازو اور تسافرنز کے فرستادہ ایلچی لاکے دیمونیوں سے علٰحدہ علٰحدہ گفت و شنید کر رہے تھے اور ہر ایک نے اپنی تجویز منوانے کے لئے بہت زور لگایا تو یہ طے کرنا مشکل ہو گیا کہ جہاز اور بری فوج پہلے ایونیہ اور خیوس

بھجوائی جائے یا میلیسونت روانہ کی جائے۔ لیکن آخر کار لاکے دیمونیوں نے خیوسیوں اور تسافرنز کے حق میں فیصلہ کیا جنھیں اس سال کے ایفورا ینڈریوس کے خاندانی دوست الکی بیادیس کی تائید حاصل تھی۔ در اصل اسی تعلق سے یہ خاندان اس لقونوی نام سے موسوم ہوا۔ "الکی بیادیس" اینڈریوس کا خاندانی نام ہے۔ تاہم لاکے دیمونیوں نے اپنے ایک آدمی پیرئوکی فرنیس کو خیوس بھجوایا تاکہ اپنی بحری قوت اور شہر کی طاقت اور وسایل کے بارے میں خیوسیوں نے جو باتیں بیان کی تھیں اُن کے سچ جھوٹ کا پتہ چلے۔ اور جب توثیق ہوگئی تو فوراً خیوس اور اریتھریہ سے محالفہ کرکے چالیس جہازوں کی روانگی کی منظوری دی کیونکہ خیوسیوں کے بیان کے مطابق خود ان کے پاس ساٹھ سے زیادہ جہاز موجود تھے۔ ابتداً لاکے دیمونی ان چالیس میں سے دس جہاز خود اپنے بیڑے میں سے اور اپنے امیر البحر میلانکریداس کے تحت بھجوانا چاہتے تھے لیکن بعد میں بھونچال آگیا تو میلانکریداس کی بجائے کالکی دیوس کو دس کی بجائے پانچ لقونوی جہازوں کے ساتھ روانہ کیا۔ اس کے بعد موسم سرما ختم ہوا تو جنگ کا انیسواں سال اختتام کو پہنچا جس کی یہ تاریخ طوسی دیدس نے لکھی ہے۔

اس کے بعد اوایل موسم گرما میں خیوسیوں نے زور دینا شروع کیا کہ موجودہ جہاز جلد بھجوائے جائیں کیوں کہ انھیں خوف تھا کہ ان خفیہ کارروائیوں کا ایتھنزوالوں کو پتہ نہ چل جائے۔ لاکے دیمونیوں نے فوراً تین اسپارٹیوں کو کورنتھ بھجوایا تاکہ جہاز جلد از جلد گھسیٹ کر خاکنائے کی دوسری جانب ایتھنز کی طرف کے سمندر میں اتار دئے جائیں۔ اور حکم دیا کہ سارے جہاز خیوس جائیں جس سے اُن جہازوں کو بھی مستثنےٰ نہیں کیا گیا جو آگس لسبوس کی مہم کے لئے تیار کر لیا تھا۔ اس بیڑے میں محالف مملکتوں کے کل اُنتالیس جہاز شریک تھے۔

کالی گاتیوس اور طا غورث نہ تو فرنایازو کی جانب سے خیوس کی اس مہم میں شریک ہوئے اور نہ پچیس تالنت کی وہ رقم ادا کی جو فوجی امداد حاصل کرنے کیلئے وہ اپنے ساتھ لائے تھے بلکہ انھوں نے بعد میں ایک اور فوج لے جانے کا تصفیہ کیا لیکن آلگس نے جب دیکھا کہ لاکیدیمونی بہر حال پہلے خیوس کو بیڑا بھجوانا چاہتے ہیں تو اپنی رائے بدل دی اور اُن کا ہم خیال ہو گیا۔ اس کے بعد مجلس حلیفین نے کورنتھ میں یہ قرارداد منظور کی کہ بحری بیڑا کالکی دیوس کی کمان میں جو لقونیہ میں پانچ جہاز تیار کر رہا تھا پہلے خیوس جائے، اس کے بعد آلگس کے نامزد کردہ کمان دار الکامینیس کے ساتھ لسبوس روانہ ہو اور آخر میں کلیارخوس ابن رام فیاس کی کمان میں ہیلسپونٹ جائے۔ یہ بھی طے پایا کہ پہلے اس بیڑے کے آدھے جہاز خاکنائے کی دوسری جانب لے جائے جائیں جو سمندر میں اترتے ہی خیوس کی جانب روانہ ہو جائیں تاکہ ایتھنزیوں کی بیشتر توجہ ان کی جانب رہے اور بقیہ جہازوں کے راستہ میں زیادہ رکاوٹیں نہ پیدا ہوں۔ ایتھنزیوں کے پاس اس وقت کوئی قابل لحاظ بیڑا نہیں تھا اور وہ اس قدر کمزور ہو گئے تھے کہ انھیں حقیر سمجھ کر مہم کی روانگی کو راز میں رکھنا تک ضروری نہیں سمجھا گیا۔ اس منصوبہ کے مطابق اکیس جہاز فوراً خاکنائے کی دوسری جانب پہنچا دیئے گئے۔

جہازوں کا یہ دستہ روانگی کے لئے بے تاب تھا لیکن کورنتھی ساتھ چلنے پر راضی نہیں ہوتے تھے کیونکہ ابھی دنوں خاکنائے کا میلہ ہو رہا تھا جس کے اختتام سے قبل وہ وطن چھوڑنا نہیں چاہتے تھے کیونکہ روایتاً ان ایام میں لڑائی جائز نہیں تھی۔ آلگس نے اُن کے اس اعتراض کو وہم پرستی سے تعبیر کر کے کہا کہ میں اس مہم کی ساری ذمہ داری اپنے سر لیتا ہوں اس لئے اگر کوئی عذاب نازل ہو تو مجھ

بھی پر ہو گا' آپ لوگ مطمئن رہیں۔ لیکن کورنتھی اس پر بھی راضی نہیں ہوئے تو مجبوراً جہاز رُکے رہے اور اس دوران میں ایتھنزیوں کو شبہ ہوا کہ خیوس میں کچھ سازشی کارروائی ہو رہی ہے چنانچہ انھوں نے اپنے ایک سپاہ سالار ارسطو کراتیس کو بھجوا کر خیوسیوں سے بازپرس کی۔ جب انھوں نے سازش کے الزام کو بے بنیاد بتایا تو ایتھنزیوں نے خواہش کی کہ خیوسی اپنی وفاداری کے ثبوت میں جہازوں کا ایک دستہ ان کے ساتھ روانہ کریں جس پر انھوں نے سات جہاز حوالہ کر دئے۔ جہاز دینے پر خیوسی اس لئے راضی ہو گئے کہ ان کی اکثریت کو خفیہ گفت و شنید کا پتہ نہیں تھا اور معدودے چند لوگ جو راز سے واقف تھے خایف ہوئے کہ عوام کو حقیقت حال سے واقف کرایا جائے تو معلوم نہیں اس کا ردعمل کیا ہو گا کیونکہ پلوپونیزی بیڑے کی آمد میں تاخیر ہو گئی تو اب ان کو اس کے آنے کی توقع نہیں رہی تھی۔

اس دوران میں خاکنائے کورنتھی کے میلے میں کھیلوں کے مقابلے شروع ہوئے جن میں شرکت کی دعوت ایتھنزیوں کو بھی دی گئی تھی۔ وہاں خیوسیوں کے خفیہ عزائم کا زیادہ واضح طور پر پتہ چل گیا تو میلے سے واپسی کے بعد ایتھنزیوں نے کنکریائے سے بیڑے کی روانگی کو روکنے کے لئے ضروری انتظامات کئے جس کا فریق مخالف کو پتہ نہیں چلا۔ میلہ ختم ہوا تو پلوپونیزی الکامینیس کی کمان میں اکیس جہازوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اس کے ساتھ ہی ایتھنزی بھی اکیس جہاز لے کر ان کے مقابلہ کے لئے کھلے سمندر کی سمت بڑھے۔ لیکن جب دشمن کے جہاز کچھ ہی دور جانے کے بعد ساحل کی طرف پلٹ گئے تو ایتھنزی بیڑا بھی اپنے مرکز کو لوٹ گیا کیونکہ اس وقت ان کے ساتھ خیوس کے سات جہاز بھی تھے جن پر انھیں اعتماد نہیں تھا۔ اس کے کچھ دیر بعد سینتیس جہازوں میں سوار

ہو کر دشمن کے تعاقب میں روانہ ہوئے جو ساحل ساحل اسپیریوم کی طرف جا رہا تھا جو اپیدوروس کی سرحد پر ایک غیر آباد کورنتھی بندرگاہ ہے۔ سمندر میں ایک پلوپونیزی جہاز ضایع ہو گیا جس کے بعد انھوں نے اپنے سارے جہازوں کو لنگر انداز کر دیا تو ایتھنزیوں نے نہ صرف ان پر سمندر کی جانب سے حملہ کیا بلکہ ساحل پر اتر کر بھی حملہ آور ہوئے اور بڑی خوں ریز اور ہنگامہ خیز دست بدست لڑائی ہوئی جس میں ایتھنزیوں نے دشمن کے اکثر جہازوں کو ناکارہ کر دیا اور اس کے کمان دار الکامینیس کو ہلاک کر ڈالا۔ اس معرکہ میں چند ایتھنزی سپاہی بھی مارے گئے۔

اس کے بعد دشمن کی ناکہ بندی کے لئے کافی تعداد میں جہاز متعین کر کے ایتھنزی پاس ہی ایک چھوٹے سے جزیرے پر لنگر انداز ہوئے جہاں وہ قیام کرنا چاہتے تھے اور ایتھنز سے کمک طلب کی۔ لڑائی کے دوسرے روز بقیہ جہازوں میں کورنتھی پلوپونیزیوں کی امداد کے لئے آئے جس کے کچھ عرصہ بعد اس نواح کے کورنتھی باشندے بھی اکٹھے ہو گئے۔ اس ویران مقام پر نگرانی کی دشواریوں سے پریشان ہو کر پہلے تو انھوں نے سوچا کہ جہازوں میں آگ لگا دی جائے لیکن بعد میں طے پایا کہ انھیں خشکی پر چڑھا کر حفاظت کا کام بری فوج کے سپرد کر دیا جائے اور جب کبھی موقع ملے دشمن کی نظر بچا کر کسی طرف نکل جائیں۔ آگس کو اطلاع ملی تو اس نے بھی تھرمون نامی ایک اسپارٹی کو بھجوایا۔ لاکے دیمونیوں کو بیڑے کی خاکنائے سے روانگی کی اطلاع پہلے ایک سوار کے ذریعہ ملی جسے الکامینیس نے ایفوروں کی ہدایت کے مطابق اس غرض سے بھجوایا تھا۔ اطلاع ملتے ہی انھوں نے فوراً خود اپنے جہاز کالکی دیوس کے تحت روانہ کرنے اور الکی بیادیس کو ساتھ بھجوانے کا تصفیہ کیا۔ اس دستہ کی روانگی کے انتظامات سرگرمی سے

ہو رہے تھے کہ اتنے میں اگلے بیڑے کے اسپیر یوم میں پناہ گزیں ہونے کی خبر آئی۔ اس طرح جب ایونیہ کی مہم کی بسم اللہ ہی غلط ہوئی تو وہ بہت پست ہمت ہو گئے اور نہ صرف مزید جہاز بھجوانے کا ارادہ ترک کر دیا بلکہ جو لاکے دیمونی جہاز روانہ ہو چکے تھے اُن کو بھی واپس بلا لینا چاہتے تھے۔

الکی بیادیس نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اینڈیوس اور دوسرے ایفوروں کو دوبارہ یہ کہہ کر ترغیب دی کہ اس موقع پر استقلال اور ثابت قدمی سے کام لینا چاہیئے۔ اُس نے کہا کہ خیوسیوں کو اسپیر یوم کے حادثہ کی اطلاع ملنے سے پہلے ہی وہ ایونیہ پہنچ جائے گا جہاں اتھنزیوں کی کمزوری اور لاکے دیمونیوں کے جوش و خروش کا ذکر کر کے شہروں کو بغاوت پر راضی کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی کیونکہ جو کچھ وہ کہے گا اُسے سب سچ مانیں گے۔ اُس نے خانگی میں اینڈیوس سے یہ بھی کہا کہ اگر ایونیہ سے بغاوت کرانے کا سہرا آپ کے سر رہے اور شاہ ایران سے لاکے دیمون کا اتحاد کرانے کا امتیاز آگس کی بجائے (یاد رہے کہ آگس الکی بیادیس کا دشمن تھا) آپ کو حاصل ہو تو بہت بڑی بات ہوگی۔ جب اینڈیوس اور اُس کے شرکائے کار راضی ہو گئے تو وہ کالکی دیوس کو لے کر انتہائی سرعت کے ساتھ روانہ ہوا۔

تقریباً انہی دنوں سولہ پلوپونیزی جہازوں کا بیڑا جس نے گلی پوس کے ساتھ سرقوسہ کی جنگ میں حصہ لیا تھا سسلی سے واپس آ رہا تھا۔ سفر کے دوران میں لیوکاس کے قریب اکیس جہازوں کے اتھنزی بیڑے سے اس کی مڈ بھیڑ ہوئی جو ہپوکلیس ابن مینی پوس کی کمان میں تھا۔ اتھنزیوں نے جو خاص اسی مقصد سے یہاں متعین کئے گئے تھے ان پر زبردست حملے کئے لیکن پلوپونیزی کسی طرح بچ کر کورنتھ کے علاقہ میں داخل ہو گئے اور انھیں صرف ایک جہاز کا

نقصان ہوا۔

اُدھر کالکی دیوس اور الکی بیادیس نے راستہ میں جو بھی جہاز ملے اُن کو جبراً اپنے ساتھ لے لیا تاکہ ان کی آمد کی کسی کو اطلاع نہ ہو سکے اور کوری گوس پہنچنے تک جانے کی اجازت نہیں دی جو ارض برِاعظم پر واقع ہے۔ یہاں ان کی ملاقات چند خیوسی نامہ نگاروں سے ہوئی جنھوں نے مشورہ دیا کہ وہ خیوس کو اپنی آمد کی اطلاع نہ دیں بلکہ اچانک وہاں پہنچ جائیں۔ چنانچہ جب وہ دفعتاً نمودار ہوئے تو اکثر شہریوں کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کیا جائے مگر چند لوگوں نے جو صورت حال سے واقف تھے ایسا انتظام کر رکھا تھا کہ جب پلوپونیزی شہر میں داخل ہوئے تو کونسل کا اجلاس ہو رہا تھا۔ کالکی دیوس اور الکی بیادیس نے فوراً مجمع کو مخاطب کر کے کہا کہ مزید جہاز آ رہے ہیں لیکن اپیرپوم کے واقعہ کا کوئی ذکر نہیں کیا' تو خیوسیوں نے ایتھنز کے خلاف بغاوت کا اعلان کر دیا جس کے فوراً بعد اریتھریائی بھی بغاوت میں شریک ہو گئے۔ اس کے بعد تین جہاز کلازومینائے گئے' اور وہاں بھی بغاوت کا اعلان کرا دیا جس کے بعد اہلِ کلازومینائے فوراً ارض برِاعظم پہنچے اور پولکنہ میں استحکامات کی تعمیر کا کام شروع کیا تاکہ بشرطِ ضرورت جزیرہ کا تخلیہ کر کے وہاں پناہ لی جا سکے۔

جس وقت ان باغی علاقوں میں استحکامات کی تعمیر کا کام ہو رہا تھا اور لڑائی کی تیاریاں کی جا رہی تھیں' خیوس کی سرکشی کی خبر ایتھنز پہنچی تو ایتھنزیوں نے اسے اپنے لئے نہایت زبردست اور صریح خطرہ سمجھا۔ اُن کو یقین ہو گیا کہ حلیفوں کی اتنی بڑی تعداد کے منحرف ہو جانے کے بعد بقیہ اتحادی مملکتیں بھی خاموش نہیں رہیں گی اور اس قدر حیران اور ہیبت زدہ ہو گئے کہ ایک ہزار تالنت کی جو رقم مستقل طور پر الگ کر کے رکھدی گئی تھی اُس کے استعمال پر سے

فوراً پابندی اُٹھالی۔ اس رقم کے بارے میں یہ طے پایا تھا کہ جو شخص بھی اس کو صرف کرنے کی تحریک پیش کرے یا ایسی کسی تحریک پر رائے لینے کی تجویز پیش کرے، اُسے مستوجب سزا قرار دیا جائے گا۔ چنانچہ اس جنگ کے دوران میں اس بارے میں اس وقت تک پوری احتیاط برتی گئی تھی۔ لیکن اب یہ طے کیا گیا کہ اس رقم سے ایک بڑا بحری بیڑا تیار کیا جائے۔ ساتھ ہی یہ بھی طے ہوا کہ استرمبی کائدیس ابن دیوتیموس کو فوراً آٹھ جہازوں کے ساتھ ایونیہ بھجوایا جائے۔ یہ آٹھ جہاز اسپیریوم کی ناکہ بندی پر متعین کئے گئے تھے لیکن جب کالکی دیوس اچانک اپنے جہاز لے کر آگے بڑھ گیا اور اس کے تعاقب میں کامیابی نہیں ہوئی تو یہ جہاز لوٹ آئے تھے۔ استرمبی کائدیس کی روانگی کے کچھ عرصہ بعد ناکہ بندی کرنے والے بیڑے کے اور بارہ جہاز تھراسیکلیس کی کمان میں بھجوانے کا تصفیہ ہوا۔ اس کے علاوہ انھوں نے اسپیریوم پر متعینہ پانچ خیوسی جہازوں کو طلب کر کے اُس پر کام کرنے والے غلاموں کو آزاد کر دیا اور عملہ کے دوسرے اراکین نظر بند کر دئے گئے۔ پلوپونیزیوں کی ناکہ بندی کرنے والے بیڑے سے جو جہاز ہٹا لئے گئے تھے اُن کی جگہ اب دس نئے جہاز جلد از جلد تیار کر کے بھجوائے گئے، اور مزید تیس جہاز تیار کرنے کا تصفیہ کیا گیا۔ یہ سارا کام بڑے جوش و خروش اور مستعدی سے کیا گیا اور خیوس کو کمک بروقت بھجوانے کی ہر طرح کی کوشش کی گئی۔

اس عرصہ میں استرمبی کائدیس اپنے آٹھ جہازوں کے ساتھ ساموس پہنچا جہاں سے ایک ساموسی جہاز لے کر وہ تیوس روانہ ہوا اور شہر والوں کو شر انگیز تحریکات سے علٰحدہ رہنے کی تاکید کی۔ کالکی دیوس بھی تیئیس جہازوں کے ساتھ خیوس سے تیوس پہنچا جس کی امداد کے لئے کلازومینیوں اور اریتھریہ والوں کا بری فوجیں ساحل پر ساتھ آگے بڑھ رہی تھیں۔ اس کی خبر ملتے ہی استرمبی کائدیس

اُن کی آمد سے پہلے تیوس سے چل کھڑا ہوا اور جب سمندر میں دشمن کے جہازوں کی تعداد زیادہ نظر آئی تو ساموس کی طرف مڑ گیا جس پر کالکی دیوس کے جہاز تعاقب میں روانہ ہوئے۔ تیوس والوں نے پہلے بری فوجوں کو شہر میں داخل ہونے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا لیکن جب ایتھنزی بیڑا فرار ہو گیا تو انہوں نے شہر کے دروازے کھول دئے۔ یہاں انھوں نے کچھ دیر تک تو کالکی دیوس کے جہازوں کا انتظار کیا جو ایتھنزیوں کا پیچھا کر رہے تھے اور اس کے بعد خود ہی اُس فصیل کو مسمار کرنا شروع کیا جو ایتھنزیوں نے شہر کے عقب میں خشکی کی جانب تعمیر کی تھی۔ اس کام میں چند غیر یونانیوں نے بھی ان کا ہاتھ بٹایا جو تسافرنز کے نایب استاگیس کی کمان میں آئے تھے۔

اس اثنا میں استرمبی کاییدیس کا علاقہ ساموس تک تعاقب کرنے کے بعد کالکی دیوس اور الکی بیادیس نے پلوپونیز سے آئے ہوئے جہازوں کے ملاحوں کو مسلح کر کے خیوس میں متعین کر دیا اور اُن کی جگہ خیوسیوں کو بھرتی کرنے اور مزید بیس جہاز تیار کرنے کے بعد ملطہ کو بغاوت پر ابھارنے کے لئے روانہ ہوئے۔ ملطہ کے کئی بااثر شہری الکی بیادیس کے دوست تھے اور اُس کی خواہش یہ تھی کہ پلوپونیز سے مزید جہاز آنے سے پہلے ہی اس شہر کو اعلان بغاوت پر راضی کر لیا جائے۔ خیوسی فوجوں اور کالکی دیوس کی مدد سے زیادہ سے زیادہ شہروں میں جلد بغاوت کروا کے وہ خیوسیوں اور خود اپنا اور کالکی دیوس کے علاوہ اینڈیوس کے لئے بھی سرخروئی اور امتیاز حاصل کرنا چاہتا تھا جس نے اُسے جہاز دے کر روانہ کیا تھا۔ تقریباً پورے سفر کے اختتام تک اس کی آمد کا دشمن کو پتہ نہیں چلا اور استرمبی کاییدیس اور تھراسکلیس (جو ایتھنز سے بارہ جہاز لے کر ابھی ابھی آیا تھا اور دشمن کے تعاقب میں استرمبی کاییدیس

کے ساتھ شریک ہو گیا تھا) سے کچھ پہلے ملطہ پہنچ کر اُس نے وہاں بھی بغاوت کرادی۔ ایتھنزی اس کے کچھ ہی دیر بعد پہنچے لیکن ملطہ والوں نے داخلہ کی اجازت نہیں دی تو پاس ہی جزیرہ لادے پر جا اُترے۔ ملطہ کے اعلان بغاوت کے فوراً بعد کالکی دیوس اور تسافرنز نے شاہ ایران اور لاکے دیمون کے مابین اولیں محالفہ کیا جس کا متن یہ تھا:—

"لاکے دیمونیوں اور اُن کے حلیفوں نے شاہ ایران اور تسافرنز کے ساتھ حسب ذیل شرایط پر معاہدہ اتحاد کیا:—

(۱) جو ممالک یا شہر اس وقت شاہ ایران کے تحت ہیں یا اُن کے پیش رؤں کے زیرنگیں تھے، شاہ ایران کے ماتحت رہیں گے۔ اور ایتھنز کو ان مملکتوں سے بطور خراج یا اور کسی شکل میں جو آمدنی ہوتی ہے، اُسے وصول کرنے سے ایتھنزیوں کو روکنے کے لئے شاہ ایران اور لاکے دیمونی اور ان کے حلیف متحدہ کوشش کریں گے۔

(۲) ایتھنزیوں کے خلاف جنگ میں شاہ ایران اور لاکے دیمونی اور اُن کے حلیف ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے۔ اور جب تک دونوں فریق یعنے ایک طرف شاہ ایران اور دوسری طرف لاکے دیمونی اور اُن کے حلیف متفق نہ ہوں، ایتھنز سے صلح نہیں کی جائے گی۔

(۳) اگر کوئی مملکت شاہ کے خلاف بغاوت کرے تو لاکے دیمونی اور اُن کے حلیف اُسے اپنا دشمن قرار دیں گے۔ اور اسی طرح اگر کوئی مملکت لاکے دیمونیوں اور اُن کے حلیفوں کے خلاف بغاوت کرے تو شاہ ایران اُسے اپنا دشمن قرار دیں گے۔"

اس محالفہ کی تکمیل کے بعد خیوسی مزید دس جہاز تیار کر کے اناٗیہ روانہ ہوئے

...تاکہ ملطہ کی صورت حال کا پتہ چلایا جائے اور دوسرے شہروں میں بغاوت کرائی جائے لیکن کالکی دیوس نے قاصد بھجوا کر انھیں لوٹ جانے کی ہدایت دی اور کہا کہ اموَرگیس اپنی بری فوجوں کے ساتھ قریب آچکا ہے تو وہ زیوس کے مندر کی طرف بڑھے اور وہاں جب دس جہازوں کا ایک اور دستہ آتا ہوا نظر آیا جس کو لے کر تھراسکلیس کی روانگی کے بعد دیومیدون ایتھنز سے چلا تھا تو ایک خیوسی جہاز ایفی سوس کی طرف چلایا اور بقیہ تیوس کی جانب فرار ہو گئے۔ ایتھنزیوں نے اُن کے چار خالی جہاز پکڑ لیے جن کے ملاحوں اور سپاہیوں کو ساحل پر اتر کر فرار ہونے کا موقع مل گیا۔ بقیہ خیوسی شہر تیوس میں پناہ گزیں ہو گئے۔ اس کے بعد ایتھنزی بیڑا ساموس روانہ ہوا تو خیوسی جن کے ساتھ بری فوج بھی تھی اپنے بقیہ جہازوں کو لے کر لبیدوس اور ایرائے گئے اور ان شہروں میں بھی بغاوت کرا دی جس کے بعد خیوسی بیڑا اور بری فوج دونوں اپنے شہر کو واپس ہو گئے۔

تقریباً انہی دنوں اُن بیس پلوپونیزی جہازوں نے جو ایتھنزیوں کے تعاقب کی بنا پر اسپیرائیوم میں ساحل پر چڑھا دئیے گئے تھے اور جن کی ناکہ بندی بیس ایتھنزی جہاز کر رہے تھے (جیساکہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں) یکایک آگے بڑھ کر ناکہ بندی کرنے والے بیڑے کو شکست دی اور اُس کے چار جہاز چھین کر کنکرلیے لوٹ گئے، جہاں انھوں نے خیوس اور ایونیہ کو روانگی کی تیاری دوبارہ شروع کی۔ یہاں استیوخوس اُن سے آملا جسے اب لاکے دیمون نے امیر البحر اعظم بنا کر بھجوایا تھا۔ تیوس سے جب بری فوجیں ہٹ گئیں تو تسافرنز خود ایک فوج لے کر وہاں پہنچا اور رہی سہی فصیل کا بھی صفایا کر کے واپس چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ ایتھنزی آپہنچے تو تیوسیوں نے چند شرائط کے تحت انھیں بھی شہر میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔

جس طرح ان کے دشمن کو دی گئی تھی۔ وہاں سے ایتھنزی بیڑا ساحل کے ساتھ ساتھ اراسئے روانہ ہوا اور جب اس شہر کی تسخیر میں کامیابی نہیں ہوی تو واپس لوٹ گیا۔

انہی دنوں ساموسی عوام نے اونچے طبقوں کے خلاف شورش کی۔ ان شورشیوں کو چند ایتھنزیوں کی تائید حاصل تھی جو تین جہازوں کے ساتھ آئے تھے۔ عوام نے اونچے طبقہ کے کل دو سو افراد کو قتل کر ڈالا اور چار سو کو جلا وطن کر کے اُن کی اراضی اور مکانات پر خود قابض ہو گئے جس کے بعد ایتھنزیوں نے اُن کی آزادی کا اعلان کر دیا کیونکہ اب انھیں شہر کی وفاداری کا یقین ہو چکا تھا۔ عوام نے زمینداروں کو مملکت کے نظم و نسق سے بالکل بے تعلق کر دیا اور اُن کے ساتھ ازدواجی تعلقات قایم کرنے کی مناہی کرادی۔

خیوسیوں کے جوش و خروش میں کوئی کمی نہیں ہوئی تھی۔ اُن میں اب پلوپونیزیوں کی مدد کے بغیر بھی مختلف مملکتوں کو بغاوت پر اُکسانے کی طاقت پیدا ہو گئی تھی اس کے علاوہ وہ اپنے لئے سخت خطرہ محسوس کر رہے تھے جس کے مقابلہ کے لئے زیادہ سے زیادہ مملکتوں کو اپنے ساتھ شریک بغاوت کرنے میں کوشاں تھے۔ چنانچہ اسی موسم بہار میں وہ اپنے تیرہ جہازوں کے ساتھ لسبوس کی مہم پر روانہ ہوئے لاکے دیمون کی ہدایات یہ تھیں کہ لسبوس کے بعد وہ ہیلسپونٹ جائیں۔ اُدھر پلوپونیز کی بری فوجیں جو اس وقت خیوس میں تھیں، حلیفوں کی فوجوں کے ساتھ کلازومینائے اور کوما کی طرف یوالاس کی سرکردگی میں بڑھیں۔ ساتھ ہی بحری بیڑا دیاداس نامی پیری اوئیکی کے تحت پہلے متھمنہ پہنچا اور بغاوت کرانے کے بعد چار جہاز وہاں متعین کر کے بقیہ بیڑے کے ساتھ متی لنہ پہنچ کر اُسے بھی بغاوت میں شریک کیا۔

اس عرصہ میں لاکے دیمونی امیر البحر استیوخوس اپنے منصوبہ کے مطابق کنکرائے سے

چار جہازوں کے ساتھ خیوس روانہ ہوا۔ اُس کے پہنچنے کے تین روز بعد پچیس ایتھنزی جہاز دیومیدون اور لیون کی کمان میں، جو دس جہازوں کی کمک لے کر اس سے کچھ ہی عرصہ پہلے ایتھنز سے آیا تھا، لسبوس روانہ ہوئے۔ اس کے کچھ دیر بعد اُسی روز استیوخوس اپنے بیڑے کے ساتھ ایک خیوسی جہاز لے کر ممکنہ امداد دینے کے ارادہ سے لسبوس کی طرف بڑھا۔ پیرہا پہنچنے کے بعد دوسرے روز وہ ارےسوس روانہ ہوا تو خبر ملی کہ متی لنہ پر ایتھنزیوں نے بڑی آسانی سے قبضہ کر لیا۔ ہوا یہ کہ ایتھنزیوں کے بیڑے کی آمد کی کسی کو اطلاع نہیں تھی۔ وہ یکایک بندرگاہ میں داخل ہوئے اور خیوسی بیڑے کو شکست دینے کے بعد ساحل پر بری فوجوں کو مغلوب کر کے شہر میں داخل ہو گئے۔ اس واقعہ کی اطلاع ارےسوسیوں اور خیوسی جہازوں کے ذریعہ ملی جو یوبولوس کے ساتھ متھمنہ میں تھے۔ متی لنہ کی تسخیر کے بعد یہ جہاز بھاگ نکلے تو ایک کو تعاقب کر کے ایتھنزیوں نے پکڑ لیا اور بقیہ تین جہاز اب استیوخوس کے دستہ سے آملے۔ استیوخوس اس کے بعد آگے نہیں بڑھا بلکہ ارےسوس والوں کو ہمت دلا کر مسلح کیا اور بھاری ہتھیار بند پیادوں کو اپنے جہازوں سے اُتار کر اتیونیکوس کے تحت انتیہ اور متھمنہ روانہ کر کے خود بھی ساحل کے ساتھ ساتھ اپنے دستہ کے علاوہ تین خیوسی جہازوں کو لے کر جو وہاں موجود تھے اس توقع کے ساتھ اُسی سمت روانہ ہوا کہ متھمنہ والے اِن فوجوں اور جہازوں کو دیکھیں گے تو ثابت قدمی سے کام لیں گے اور بغاوت کا ارادہ ترک نہیں کریں گے۔ لیکن جب لسبوس میں ہر بات اُس کے خلاف پڑی تو اپنی فوجوں کے ساتھ خیوس لوٹ گیا اور بری فوجیں جو ہیلسپونت جانے کے لیے جہازوں میں سوار کی گئی تھیں، اپنے اپنے شہروں کو واپس کر دی گئیں۔ اس کے بعد

کنکرائے کے پلوپونیزی بیڑے کے چھ جہاز خیوس میں اپنی فوجوں سے جا ملے۔ لسبوس میں دوبارہ سابقہ نظام قایم کرنے کے بعد ایتھنزی پولکنا روانہ ہوئے جہاں ارض بر اعظم پر کلازومینی استحکامات تعمیر کر رہے تھے اس پر قبضہ کرنے کے بعد انھوں نے سارے شہریوں کو ان کے پرانے شہر میں منتقل کر دیا جو جزیرہ پر واقع ہے، سوائے ان لوگوں کے جو بغاوت کے بانی تھے اور جو دافنوس کو فرار ہو گئے۔ اس طرح کلازومینائے دوبارہ ایتھنز کے تحت آ گیا۔

اسی موسم گرما میں بیس جہازوں کے ایتھنزی بیڑے متعینہ لادے نے جو ملط کی ناکہ بندی کر رہا تھا، پانورموس واقع علاقہ ملط پر اچانک دھاوا کر کے لاکے دیموتی کماندار کالکی دیوس کو ہلاک کر دیا جو چند سپاہیوں کے ساتھ مقابلہ پر آیا تھا۔ اور اس کے تیسرے روز دوبارہ پانورموس جا کر اپنی فتح کی یادگار نصب کی لیکن چونکہ ملط پر ایتھنز کا مکمل اقتدار نہیں تھا اس لئے وہاں کے باشندوں نے اس یادگار کو مٹا ڈالا۔ اس عرصہ میں لیون اور دیومیدون نے اوئے نوسائے، نواح خیوس کے جزایر اور علاقہ اریتھریہ کے سداوسا اور تیلیوم کے قلعوں اور لسبوس کے مرکزوں سے خیوس کے خلاف جنگ کی۔ ان کے جہازوں میں بھاری ہتھیار بند پیادے سوار تھے جن سے بحری فوج کا کام لیا جا رہا تھا۔ کاروالمے اور بولی سوس کے ساحل پر اتر کر انھوں نے خیوسیوں کو جو مقابلہ کے لئے آئے تھے شکست دی اور سخت نقصان پہنچایا، آس پاس کے علاقوں کو تباہ کرنے کے بعد ایتھنزیوں نے ان کو فانائے پر اور اس کے بعد لیوکونیوم میں بھی شکست دی۔ اس طرح مسلسل ہزیمت اٹھانے کے بعد خیوسی میدان میں آ کر مقابلہ کرنے سے گریز کرنے لگے تو ایتھنزیوں نے سارے علاقہ کو تباہ تاراج کر ڈالا۔ یہاں اجناس اور دوسری ضروریات

زندگی کے وافر ذخیرے تھے کیونکہ ایرانیوں کی یورش کے بعد سے اس وقت تک اس علاقہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے لاکے ڈیمونیوں کے بعد خیوسی ہی وہ لوگ ہیں جو خوش حالی میں دوراندیشی سے کام لینے کے راز سے واقف ہیں اور اپنے شہر کی وسعت اور وسایل میں اضافہ کے ساتھ ساتھ اُس کی حفاظت اور سلامتی کے لئے زیادہ موثر اور مستحکم انتظامات کرتے ہیں۔ انھوں نے ایتھنز کے خلاف بغاوت کا اعلان بھی جذبات کی رو میں آکر نہیں کیا بلکہ پہلے پورا یقین کر لیا کہ بہت سے بہادر حلیف امکانی خطرات کا مقابلہ کرنے میں اُن کا ساتھ دیں گے۔ اس کے علاوہ جب سسلی میں تباہی کے بعد خود ایتھنزیوں نے بھی اپنی مایوس کن بدحالی اور مکمل بے سروسامانی کا اعتراف کر لیا تو خیوسیوں نے تحریک انحراف کا ساتھ دینا مناسب سمجھا۔ اگر اُن کے اندازے غلط نکلے اور سخت نقصانات اٹھانے پڑے تو یہ غلطی صرف انھوں نے نہیں کی تھی بلکہ اور بھی کئی مملکتیں یہی سمجھتی تھیں کہ ایتھنز کا اقتدار بہت جلد ختم ہو جائے گا۔ جس وقت اُن کی ناکہ بندی کر کے ملک کو تباہ کیا جا رہا تھا چند خیوسیوں نے دوبارہ شہر کو ایتھنز کے حوالہ کرنے کی فکر شروع کی۔ اس کی اطلاع جب ارباب اقتدار کو ملی تو انھوں نے خود اس کے خلاف کوئی چارۂ کار اختیار نہیں کیا بلکہ امیرالبحر استیوخوس کو بلا کر جس کے ساتھ چار جہاز تھے، خاموشی سے غور کیا کہ اس سازش کو یرغمال لے کر فرو کیا جائے یا کوئی اور طریقہ اختیار کیا جائے۔

جس وقت خیوس میں یہ واقعات پیش آ رہے تھے، ایک ہزار بھاری ہتھیار بند ایتھنزی پیادے پندرہ سو آرگوسی (ان میں پانسو ہلکے ہتھیار بند تھے جن کے لئے اسلحہ ایتھنزیوں نے فراہم کئے تھے) اور مخالفین کے ایک ہزار

سپاہی، اسی موسم گرما کے اواخر میں اڑتالیس جہازوں کے بیڑے کے ساتھ، جن میں چند بار بردار جہاز تھے، فری نخوس اونوماکلیس اور اسکرونیدیس کی کمان میں ایتھنز سے ساموس روانہ ہوئے اور وہاں سے ملطہ پہنچ کر پڑاؤ ڈال دیا۔ ان کے مقابلہ کے لئے آٹھ سو بھاری ہتھیار بند ملطی پیادے کالکی دیوسس کی فوج کے پلوپونیزیوں، تسافرنز کے چند غیر ملکی اجیر سپاہیوں اور خود تسافرنز اور اس کی سوارہ فوج کے ساتھ شہر سے باہر آئے اور ایتھنزی فوج پر حملہ کر دیا۔ ایتھنزی فوج کے آرگوسی صفوں کے مقابلہ میں دشمن کے ملطی دستے تھے۔ آرگوسی اپنے ایونی حریف کو حقیر سمجھ کر ایک دم آگے بڑھ گئے، تو ملطیوں نے بُری طرح شکست دے کر ان کے تین سو آدمیوں کو ہلاک کر ڈالا۔ ایتھنزیوں نے پہلے پلوپونیزیوں کو شکست دی اور اس کے بعد غیر یونانیوں اور ان دستوں کو حملہ کر کے بھگا دیا جو ابھی لڑائی میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ ایتھنزیوں نے ملطیوں پر حملہ نہیں کیا جو اپنی جانب کی فوج کو شکست فاش کھاتے دیکھ کر شہر پناہ کے اندر واپس چلے گئے، اور اس طرح ایتھنز کو مکمل فتح ہوئی۔ اس معرکہ میں ہر دو جانب کے ایونیوں نے اپنے حریف دوریانیوں کو شکست دی۔ ایتھنزیوں نے اپنے مقابل کے پلوپونیزیوں کو ہرایا تو ملطیوں نے آرگوسیوں کو۔ فتح کی یادگار نصب کرنے کے بعد ایتھنزیوں نے محاصرہ کی دیوار بنانے کی تیاریاں شروع کیں۔ ان کا خیال تھا کہ اس شہر پر جو ایک خاکنائے پر واقع ہے، قبضہ ہو جائے تو دوسرے شہر آسانی سے ایتھنز کے طرف دار ہو جائیں گے۔

اس اثنا میں سر شام خبر آئی کہ پلوپونیز اور سسلی کے پچپن جہازوں کا بیڑا کچھ ہی دیر میں آنے والا ہے۔ ان میں سے بیس جہاز سسلی والوں نے زیادہ تر سرقوسہ کے ہرموکراتیس کے اصرار پر فراہم کئے تھے، جو چاہتا تھا کہ ایتھنز کی

رہی سہی طاقت کا جلد خاتمہ کر دیا جائے۔ بیس سرقوسی اور دو سلی نوسی جہاز تھے بقیہ جہاز پلوپونیز کے تھے جن کی تیاری کا ذکر ہم اس سے پہلے کر چکے ہیں۔ یہ دونوں دستے تھری ہینیس نامی لاکے دیموئی کی سرکردگی میں امیرالبحر استینوخوس کے پاس بھجوائے گئے تھے۔ یہ بیڑا پہلے ملطہ کے قریب جزیرہ لیروس پر رکا اور جب یہ چلا کہ ایتھنزیوں نے شہر کو گھیر لیا ہے تو خلیج ایاس میں داخل ہو گئے تاکہ ملطہ کی صورت حال کی تفصیلات کا پتہ چلایا جائے۔ اس اثنا میں الکی بیادیس گھوڑے پر سوار ہو کر تائی کیوسہ پہنچا جو ملطہ کے علاقہ میں واقع ہے اور جہاں پلوپونیزی شب بسری کے لئے لنگر انداز تھے۔ لڑائی کی تفصیلات سنانے کے بعد جس میں خود اس نے ملطیوں اور تسافرنز کے ساتھ حصہ لیا تھا، الکی بیادیس نے کہا کہ ملطہ سخت خطرہ میں ہے۔ اگر بر وقت مدد نہیں کی گئی تو ایتھنزی اس پر قبضہ کر لیں گے۔ اس کے بعد سارا ایونیہ ہاتھ سے نکل جائے گا اور ہم اپنے مقصد میں ناکام ہو جائیں گے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ محاصرہ کو روکنے کی کارروائی فوراً کی جائے۔

یہ سن کر انھوں نے طے کیا کہ دوسرے روز سویرے ملطہ کی طرف اقدام کیا جائے گا۔ اس عرصہ میں ایتھنزی کماندار فری نخوس کو لیروس میں پلوپونیزی بیڑے کی آمد کی اطلاع باوثوق ذرائع سے مل گئی اور جب شرکائے کار نے وہیں ٹھیر کر دشمن کے بیڑے کا آخر دم تک مقابلہ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو اس نے یہ کہہ کر صاف انکار کر دیا کہ نہ تو میں ٹھیرنا مناسب سمجھتا ہوں اور نہ میرا بس چلے تو آپ میں سے کسی کو ٹھیرنے دوں گا۔ یہ کوئی عقلمندی نہیں ہوگی کہ دشمن کے جہازوں اور سپاہیوں کی صحیح تعداد معلوم کرنے کے بعد ہمیں مقابلہ کرنے کے مواقع حاصل ہونے کے باوجود محض بدنامی کے خوف سے اپنے آپ کو خطرہ میں

ڈال دیا جائے۔ مصلحت وقت کے مطابق پیچھے ہٹ جانے میں کوئی قباحت نہیں، چاہے دنیا کچھ بھی کہے۔ برخلاف اس کے سوچے سمجھے بغیر دشمن سے جا بھڑنے اور ہزیمت اٹھانے میں زیادہ رسوائی ہوتی ہے۔ اس سے نہ صرف ہمارے شہر کی بدنامی ہوگی بلکہ مملکت کا وجود بھی خطرہ میں پڑ جائے گا۔ بدقسمتی سے حال میں جو نقصانات ہماری مملکت کو پہنچے ہیں اُن کے پیش نظر یہ ہرگز حق بجانب نہیں ہوگا کہ ہم رضاکارانہ طور پر حملہ میں پہل کریں، چاہے ہمارے ساتھ کتنی ہی زیادہ طاقتور فوج ہو۔ مجبوری کی بات اور ہے لیکن ہم جان بوجھ کر تو اپنے آپ کو خطرات میں نہیں ڈال سکتے۔ اس کے بعد اُس نے حکم دیا کہ زخمی سپاہی جلد از جلد جہازوں میں پہنچا دیے جائیں۔ ساری فوج سامان رسد کے ساتھ سوار ہو جائے۔ اور مال غنیمت کو وہیں چھوڑ دیا جائے تاکہ بوجھ کے اضافہ سے جہازوں کی رفتار متاثر نہ ہو۔ ساموس پہنچنے کے بعد جتنے جہاز مل سکیں گے اکٹھے کیے جائیں گے اور مناسب موقع ملے تو دشمن پر حملہ کیا جائے گا۔ فری نخوس نے جو کچھ کہا اُس پر عمل بھی کر دکھایا۔ نہ صرف اس موقع پر بلکہ ہمیشہ اور سارے معاملات میں اُس نے بڑی سوجھ بوجھ اور مصلحت اندیشی کا ثبوت دیا۔ ایتھنزی اپنی فتح کو نامکمل چھوڑ کر سرِ شام ملطہ سے چل پڑے اور ساموس پہنچنے کے بعد آرگوسی جو اپنے دستہ کی شکست اور کشت وخون کی وجہ سے سخت کرب و اضطراب کی حالت میں تھے، اپنے وطن کو واپس چلے گئے۔

جونہی سویرا ہوا پلوپونیزی لنگر اٹھا کر تائی کیوسہ سے روانہ ہوئے ایتھنزیوں کے چلے جانے کے بعد ملطہ کی بندرگاہ میں داخل ہوگئے۔ انھوں نے ایک روز وہاں قیام کیا۔ دوسرے وہ اُن خیوسی جہازوں کو ساتھ لے کر

جو لڑائی کی ابتدا میں دشمن کے تعاقب سے بچنے کے لئے کالکی دیوس کے ساتھ بھاگ آئے تھے، تانی کیوسہ کو لوٹ گئے جہاں وہ رسّے، چرخیاں اور جہازوں کا دوسرا سامان چھوڑ آئے تھے۔ اس مقام پر تسافرنز اپنی بری فوج کے ہمراہ آیا اور انھیں ایاسوس جانے کی ترغیب دی جس پر اس کے دشمن اموگیس کا قبضہ تھا۔ پلوپونیزیوں نے اس کی خواہش کے مطابق اچانک حملہ کر کے شہر پر قبضہ کر لیا اس کے باشندے آنے والے جہازوں کو ایتھنزی سمجھ رہے تھے اور ان کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آئی کہ پلوپونیزی حملہ کرنے آرہے ہیں۔ لڑائی میں سب سے زیادہ جرات کا مظاہرہ سرقوسیوں نے کیا۔ پسوتھنیس کی ناجائز اولاد اموگیس کو جس نے شاہ ایران کے خلاف بغاوت کر رکھی تھی، گرفتار کر کے تسافرنز کے حوالہ کر دیا گیا تاکہ وہ چاہے تو بادشاہ کی خواہش کے مطابق اُسے ایران بھجوا دے۔ فوج نے ایاسوس کی آبادی کو لوٹا تو بہت سا قیمتی مال واسباب ملا کیونکہ یہاں کے باشندے نہایت قدیم زمانہ سے دولت مند تھے۔ اموگیس کی فوج کے اکثر اجیر سپاہی پلوپونیز سے تعلق رکھتے تھے اس لئے پلوپونیزیوں نے اُن کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا بلکہ سب کو اپنی فوج میں بھرتی کر لیا۔ شہر کو سارے اسیران جنگ کے ساتھ جن میں غلام بھی تھے اور آزاد شہری بھی بہ قیمت ایک دوری اسٹیٹر فی کس تسافرنز کے حوالہ کرنے کے بعد پلوپونیزی ملطہ کو واپس چلے گئے۔ انھوں نے پیدارتوس ابن لیون کو جو لاکے دیمون سے خیوس میں سپہ سالاری کے فرائض انجام دینے آیا تھا، اموگیس کے فوج کے بھرتی شدہ اجیر سپاہیوں کے ساتھ بری راستہ سے ارتھرائے بھجوا دیا اور فلپ کو ملطہ کا گورنر مقرر کیا۔

اب موسم گرما ختم ہوگیا۔ اس کے بعد سرما میں تسافرنز نے ایاسوس کے دفاع کے لئے ضروری انتظامات کئے اور اس کے بعد ملطہ جا کر الاکے دیمونیوں سے اپنے وعدہ کے مطابق سارے جہازیوں کو فی کس ایک ایگائی ڈراکما کے حساب سے ایک ماہ کی تنخواہ دی۔ اس نے یہ بھی بتادیا کہ آیندہ فی کس یومیہ تین اوبول سے زیادہ ادا نہیں کیا جائے گا البتہ اگر شاہ ایران سے مشورہ کے بعد یہ طے پائے کہ پورا ڈراکما ہی دیا جائے تو حسبہ عمل کیا جائے گا۔ مگر جب خیوسی جنرل ہرموکراتیس نے اس فیصلہ کے خلاف احتجاج کیا (تھری مینیس امیرالبحر نہیں تھا بلکہ صرف بیڑے کو استیوخوس کے حوالہ کرنے کے لئے بھجوایا گیا تھا اس لئے شرح مشاہرہ کے بارے میں اس نے کوئی اعتراض نہیں کیا) تو یہ طے پایا کہ فی کس یومیہ تین اوبول کے علاوہ پانچ جہازوں کا خرچ بھی ادا کیا جائے گا۔ اور تسافرنز پچپن جہازوں کے لئے ماہانہ تیس تالنت دینے پر رضامند ہوگیا۔ یہ بھی طے پایا کہ اس کے علاوہ اور جو جہاز تھے ان کا خرچ بھی اسی تناسب سے ادا کیا جائے گا۔

اسی موسم سرما میں ساموس کے ایتھنزی بیڑے میں اور پینتیس جہاز شامل ہوگئے جو خارمینوس اسٹرومبی کائدیس اور یوکتےمون کے تحت ایتھنز سے آئے تھے۔ اس کے بعد انھوں نے ان جہازوں کو بھی طلب کر لیا جو خیوس اور دوسرے مرکزوں پر متعین تھے کیونکہ اب ملطہ کی بحری ناکہ بندی کرنی تھی اور اس کے علاوہ وہ خیوس کے خلاف بری اور بحری فوج بھجوانا چاہتے تھے یہ بھی طے پایا کہ اس امر کا تصفیہ کہ کون کماندار کس فوج کے ساتھ جائے قرعہ اندازی کے ذریعہ کیا جائے گا۔ چنانچہ حسبہ عمل کیا گیا اور اسٹرومبی کائدیس اوناسکیس اور یوکتےمون خیوس کے خلاف تیس جہازوں کے ساتھ روانہ

ہوئے۔ اس کے علاوہ اُن کے ساتھ بار بردار جہازوں میں بھاری ہتھیار بند پیادے بھی تھے جو اس سے پہلے ملطہ ہو آئے تھے۔ بقیہ بیڑا جس میں چوہتر جہاز تھے ملطہ کے خلاف روانہ ہوا۔

اس اثنا میں استیوخوس کو جو خیوس میں سازش کے انسداد کے لئے یرغمال جمع کر رہا تھا (جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں) جب اطلاع ملی کہ تھری مینس کے ساتھ پلوپونیز سے اور جہاز آگئے ہیں اور لیگ کا موقف زیادہ مضبوط ہوگیا ہے تو خیوس میں اپنا کام ادھورا چھوڑ کر دس پلوپونیزی اور دس خیوسی جہازوں کو لے کر تیلیوم روانہ ہوا لیکن اس شہر پر حملہ کرکے قبضہ کرنے میں کامیابی نہیں ہوئی اس کے بعد کلازومنیائے پہنچ کر شہر کے ایتھنزی فریق کو اندرون ملک دافنوس میں منتقل ہوئے اور پلوپونیزی فریق کا ساتھ دینے کا حکم دیا جس کی تائید شاہ ایران کے مقرر کردہ صوبہ دار ایونیہ تاموس نے بھی کی۔ جب ان احکام کی کسی نے پرواہ نہیں کی تو استیوخوس نے شہر پر حملہ کر دیا جس کے گرد شہر پناہ نہیں تھی۔ لیکن اس کے باوجود کامیابی نہیں ہوئی اور ہوا کا اس قدر زبردست طوفان آیا کہ اس کے تھپیڑوں نے استیوخوس کے جہاز کو فوکائیہ اور کوما تک ڈھکیل دیا۔ بقیہ پلوپونیزی جہاز کلازومنیائے ماراتھوسا پلے لے اور دریسی موسا کے قرب وجوار کے جزیروں پر پہنچ گئے جہاں آٹھ روز تک رکے رہنا پڑا جس کے دوران میں انھوں نے کلازومینیہ والوں کی ساری جائداد لوٹ لی اور جو کچھ ملا کھا پی کر بقیہ مال غنیمت کے ساتھ استیوخوس سے ملنے فوکائیہ اور کیوما روانہ ہوئے۔

یہاں لسبوس کے ایلچیوں نے پہنچ کر استیوخوس سے کہا کہ لسبوسی پھر بغاوت کرنا چاہتے ہیں اور اُسے مدد کرنے پر راضی کر لیا لیکن کورنتھی اور دوسرے

حلیف سابقہ ناکامی کی بنا پر خلاف تھے اس لئے لنگر اٹھا کر خیوس روانہ ہوا جہاں سارے جہاز جو طوفان کی وجہ سے منتشر ہو گئے تھے بالآخر یکجا ہو گئے۔ اس کے بعد پیدارینوس جس کی ملطہ سے ساحل کے ساتھ ساتھ روانگی کا تذکرہ ہم کر چکے ہیں، ارتھرائے پہنچا اور وہاں سے فوج کے ساتھ خیوس روانہ ہوا تو وہاں پانسو سپاہیوں کا ایک مسلح دستہ موجود تھا جسے کالکی دیوس اپنے پانچ جہازوں سے اتار کر چھوڑ گیا تھا۔ اس اثنا میں چند لسبوسیوں نے بغاوت کا پیش کش دیا تو استیوخوس نے پیدارینوس اور خیوسیوں سے خواہش کی کہ اپنا بیڑا لے جا کر لسبوس میں بغاوت کرائیں تاکہ حلیفوں کی تعداد میں اضافہ ہو اور اگر اس مقصد میں کامیابی نہ ہو تو کم از کم ایتھنزیوں کو نقصان پہنچائیں۔ لیکن خیوسیوں نے اس پر کوئی توجہ نہیں کی اور پیدارینوس نے خیوسی جہاز حوالہ کرنے سے صاف انکار کر دیا۔

جب یہ صورت پیش آئی تو استیوخوس پانچ کورنتھی، ایک میگاری اور ایک ہرمیونی جہاز کے علاوہ لقونیہ سے اس کے ساتھ جو بیڑا آیا تھا اُسے ساتھ لے کر امیر البحر کے عہدہ کا جائزہ لینے کے لئے ملطہ روانہ ہوا۔ جاتے وقت اُس نے خیوسیوں کو بہت ڈرا دھمکا کر کہا کہ اگر کبھی ان کو امداد کی ضرورت پڑے تو وہ ہرگز توجہ نہیں کرے گا۔ وہ ارتھرائد میں بمقام کوری کوس ایک پہاڑی کے پاس شب بسری کے لئے لنگر انداز ہوا۔ اس پہاڑی کی دوسری جانب ایتھنزی بیڑا پڑا تھا جو ساموس سے روانہ ہو کر خیوس پر حملہ کی غرض سے جا رہا تھا۔ لیکن ان دونوں کو ایک دوسرے کی موجودگی کی اطلاع نہیں ہوئی اتنے میں پیدارینوس کا ایک خط استیوخوس کو ملا جس میں لکھا تھا کہ چند ارتھریائی اسیران جنگ جنھیں دشمن نے رہا کر دیا ہے اپنے شہر کو ایتھنز کے حوالہ کرنے کی

سازش کے ارادہ سے ساموس سے آئے ہیں۔ اس خط کو دیکھتے ہی اتیوخوس
فوراً ارتیھرائے لوٹ گیا اور اس طرح اتھنزیوں سے مٹ بھیڑ ہوتے ہوتے رہ گئی
اب پیداریوس بھی جہاز میں سوار ہو کر وہاں پہنچ گیا۔ جب تحقیق کے بعد پتہ چلا
کہ اسیران جنگ نے رہائی حاصل کرنے کے لئے یہ بہانہ کیا تھا اور سازش کی خبر
میں کوئی اصلیت نہیں ہے تو انھیں بری کر دیا گیا جس کے بعد پیداریوس
خیوس واپس ہو گیا اور ارتیوخوس نے دوبارہ ملطہ کا رخ کیا۔

اس دوران میں جب اتھنزی بیڑا کوری کوس کے گرد گھوم رہا تھا، اس کی
مٹ بھیڑ آرگی نوس کے قریب تین مسلح خیوسی جہازوں سے ہوئی۔ ایسے میں ایک
زبردست طوفان آیا تو خیوسی جہاز بہزار دقت بندرگاہ میں داخل ہو گئے۔
تین اتھنزی جہاز جو تعاقب کرنے میں سب سے آگے تھے، بالکل ٹوٹ پھوٹ
گئے، جن کو موجوں نے شہر خیوس کے قریب پہنچا دیا۔ ان کے ملاح یا تو قتل
کر دئے گئے یا گرفتار کر لئے گئے۔ بقیہ اتھنزی جہازوں نے کوہ مماس کے دامن میں
فونی کوس کی بندرگاہ میں پناہ لی جہاں سے بعد میں روانہ ہو کر وہ لسبوس میں
داخل ہوئے اور استحکامات کی تعمیر کی تیاری شروع کی۔

اسی موسم سرما میں لاکے ڈیمونی ہقراطوس تھیوریائی، ایک لقونوی اور
ایک سرقوسی جہاز لے کر جن کی کمان دورلوس ابن دیاغورث اور اس کے دو
شرکائے کار کے سپرد تھی، پلوپونیز سے روانہ ہو کر کنی دوس پہنچا جس نے تساقرنز
کی تحریک پر پہلے ہی بغاوت کر دی تھی۔ جب ان کی آمد کی خبر ملطہ پہنچی تو احکام
آئے کہ وہ اپنی فوج کا نصف حصہ کنی دوس کی حفاظت کے لئے چھوڑ کر بقیہ
بیڑے کے ساتھ تریوپیوم کے گرد تیزی سے چکر لگائیں اور مصر سے آنے والے سارے
تجارتی جہازوں کو گرفتار کر لیں۔ تریوپیوم کنی دوس میں ہے جہاں

اپولو کا مندر واقع ہے۔ اس کی اطلاع ایتھنزیوں کو ملی تو ساموس سے روانہ ہو کر انھوں نے تریوپیوم میں چھ پلوپونیزی جہاز پکڑ لئے جو مصر سے آنے والے جہازوں کی گھات میں تھے۔ ان جہازوں کے ملاح اور سپاہی بچ کر نکل گئے۔ ایتھنزی اب کنی دوس کی طرف بڑھے اور اس کی شہر پناہ پر چڑھائی کی بڑی حد تک کامیاب کوشش کی لیکن شہر میں داخل نہیں ہو سکے۔ دوسرے روز جب انھوں نے دوبارہ حملہ کیا تو زیادہ کامیاب نہیں رہے کیونکہ ایک تو رات میں شہریوں نے اپنے دفاعی انتظامات ٹھیک کر لئے تھے۔ دوسرے گرفتار شدہ جہازوں نے ملاح اور سپاہی بھی شہر کے دفاع میں شریک ہو گئے تھے۔ جب یہ صورت حال پیش آئی تو ایتھنزی پیچھے ہٹ گئے اور کنی دوس کے علاقوں کو تاخت و تاراج کرنے کے بعد ساموس لوٹ گئے۔

تقریباً انہی دنوں استیوخوس ملطہ پہنچا۔ یہاں پلوپونیزی بیڑے اور چھاونی میں ہنوز سامان رسد اور ضروریات زندگی کی افراط تھی کیونکہ سپاہیوں کو معقول مشاہرہ مل رہا تھا اور ان کے پاس ایاسوس کی لوٹ کا مال بھی موجود تھا۔ ملطہ والے بھی جنگ کے لئے بڑے جوش و خروش کا اظہار کر رہے تھے۔ مگر پلوپونیزیوں کا خیال تھا کہ کالکی دیوس نے تسافرنز سے جو معاہدہ کیا تھا وہ لاکے دیمون کے حق میں اتنا مفید نہیں تھا جتنا تسافرنز کے لئے۔ اس لئے تھری مینیس کے قیام کے دوران ہی میں ایک اور معاہدہ ہوا جس کا متن یہ تھا:—

لاکے دیمونیوں اور اُن کے حلیفوں اور شاہ دادیوس اور اُس کے بیٹوں اور تسافرنز کے مابین حسب ذیل معاہدہ اور عہدنامۂ دوستی طے پایا:—

(۱) نہ تو لاکے دیمونی اور نہ لاکے دیمونیوں کے حلیف کسی ایسے ملک یا

شہر کے خلاف جنگ کریں گے یا کسی اور طرح سے نقصان پہنچائیں گے جو شاہ داریوس کے تحت ہوں یا اُس کے پیش روؤں کے ماتحت رہے ہوں۔ لاکے دیمونی یا اُن کے حلیف ایسی مملکتوں سے کوئی خراج وصول نہیں کریں گے۔ شاہ داریوس یا اُن کے کسی ماتحت علاقہ کے لوگ لاکے دیمونیوں یا اُن کے حلیفوں کے خلاف نہ تو جنگ کریں گے اور نہ کسی اور طرح سے نقصان پہنچائیں گے۔

(۲) اگر لاکے دیمونی یا اُن کے حلیف شاہ ایران سے کوئی مدد مانگیں یا شاہ ایران لاکے دیمونیوں یا اُن کے حلیفوں سے امداد طلب کریں تو باہمی گفت و شنید کے بعد جو طریقہ کار طے پائے اُس پر عمل ہوگا۔

(۳) دونوں فریق مل کر اتھینز اور اُس کے حلیفوں کے خلاف جنگ کریں گے اور اگر آئندہ صلح ہو تو وہ بھی اس معاہدہ کے دونوں فریقوں کی متفقہ رضامندی سے ہوگی۔

(۴) شاہ ایران کے مطالبہ پر ان کے ماتحت علاقوں کو جو بھی فوجیں بھجوائی جائیں اُن کا خرچ شاہی خزانہ سے ادا ہوگا۔

(۵) اگر کوئی مملکت جو اس معاہدہ میں شریک ہے شاہ ایران کے علاقہ پر حملہ آور ہو تو بقیہ شریک معاہدہ مملکتیں اس حملہ کو روکیں گی اور ممکنہ حد تک شاہ ایران کی مدد کریں گی۔ اور اگر دولت ایران کا کوئی علاقہ یا شاہ ایران کے تحت کا کوئی ملک لاکے دیمون یا اُس کے حلیفوں کے ملک پر حملہ کرے تو شاہ ایران حملہ آوروں کو روکیں گے اور لاکے دیمون اور اُس کے حلیفوں کی ممکنہ حد تک مدد کریں گے۔

اس معاہدہ کی تکمیل کے بعد تھری مینیس پلوپونیزی بحری بیڑا استیوخوس کے سپرد کر کے ایک چھوٹی کشتی میں روانہ ہوا جس کے بعد پتہ نہیں چل سکا کہ

اُس کا کیا حشر ہوا۔ ایتھنزی فوجیں ایلسبوس سے خیوس پہنچ گئیں اور سمندر اور
خشکی دونوں پران کو پورا اقتدار حاصل ہو گیا جس کے بعد انھوں نے دلفی نیوم
میں استحکامات کی تعمیر شروع کی۔ اس مقام پر جو خشکی کی جانب قدرتی طور پر
مستحکم تھا ایک سے زیادہ بندرگاہیں تھیں اور خیوس سے اس کا فاصلہ بھی زیادہ
نہیں تھا۔ اس عرصہ میں خیوسیوں نے کوئی کارروائی نہیں کی بلکہ اپنی جگہ خاموش
بیٹھے رہے۔ متعدد معرکوں میں شکست کھانے کے بعد اب ان میں آپس کے
اختلافات پیدا ہو گئے تھے۔ پیدار یتوس نے تائی دیوس ابن ایون کے فریق
کو اٹیکا کی طرف داری کے الزام میں جب قتل کرادیا اور اس کے بعد بقیہ
شہر پر اُس کی مرضی کے خلاف چند سری حکومت مسلط کر دی گئی تو خیوسیوں کو آپس میں
ایک دوسرے کی نیت پر شبہ ہونے لگا تھا اس لئے وہ نہ تو خود کو ایتھنزیوں
کے مقابلہ کے لئے کافی طاقت ور سمجھتے تھے اور نہ پیدارتیوس کے اجیر سپاہیوں
کو۔ ملطہ کو قاصد بھجوا کر انھوں نے استیوخوس سے مدد مانگی تو اُس نے انکار کر دیا
جس کی بنا پر لاکے دیمون میں پیدارتیوس نے اُس پر غداری کا الزام لگایا۔
جس وقت خیوس میں ایتھنزی متذکرۂ بالا کارروائیوں میں مصروف تھے ساموس
کے مرکز سے ان کا بحری بیڑا بار بار ملطہ کے خلاف آگے بڑھ رہا تھا لیکن جب
دیکھا کہ دشمن مقابلہ پر آنا ہی نہیں چاہتا تو کوئی مزید کارروائی نہیں کی بلکہ ساموس
میں خاموش بیٹھے رہے۔

اسی موسم سرما میں وہ ستائیس جہاز جو کالی گاتیتس نامی میگاری اور
تماغورث نامی کائی زکینہ کی فرمائش پر لاکے دیمونیوں نے فرنابازو کے لئے
تیار کئے تھے، راس الجدی کے دنوں میں انتس تھینس نامی اسپارٹی کے تحت
پلوپونیز سے ایونیہ روانہ ہوئے۔ اس بیڑے کے ساتھ لاکے دیمونیوں نے بارہ

اسپارٹی افراد کو روانہ کیا جو استیوخوس کے مشیر مقرر کیئے گئے تھے، اور جن میں لیخاس ابن آرکسی لاؤس بھی شامل تھا۔ ان مشیروں کو یہ ہدایات دی گئی تھیں کہ ملطہ میں اس جنگ کی بہتر پیش رفت کی نگرانی کریں' فرنابازو کے پاس ہیلیسپونٹ کو متذکرہ چھ یا اس سے کم یا زیادہ جہاز اپنے صوابدید کے مطابق روانہ کریں اور ان کی کمان کلیاخوس ابن رام فیاس کے سپرد کی جائے جو لاکے دیمون سے انہی کے ساتھ آیا تھا۔ اور اگر وہ مناسب سمجھیں تو استیوخوس کو برطرف کر کے امیر البحر کا عہدہ انتس تھنیس کے سپرد کریں کیونکہ پیدارتیوس کے مراسلات کی بنا پر اب استیوخوس کی وفاداری کے بارے میں شبہات پیدا ہو گئے تھے۔

چنانچہ حسیہ مالیہ سے روانہ ہو کر کھلے سمندر میں سے گزر کر یہ بیڑا میلوس پر رکا۔ جہاں دس ایتھنزی جہازوں سے اس کی مڈ بھیڑ ہوئی جن میں سے تین خالی جہاز گرفتار کر کے پلوپونیزیوں نے جلا دیئے۔ اس کے بعد اس ڈر سے کہ میلوس سے جو ایتھنزی جہاز بچ کر نکل گئے وہ ساموس میں ان کی آمد کی اطلاع اپنے بیڑے کو نہ کر دیں' کریٹ کی طرف روانہ ہوئے۔ (ان کا یہ خیال بالکل درست تھا کیونکہ واقعی ساموس میں اس واقعہ کی اطلاع ہو گئی) اور احتیاطاً سفر کو طول دے کر کاؤنوس واقع ایشیا پہنچے جہاں انھوں نے اپنے آپ کو خطرہ سے باہر سمجھا اور ملطہ کو قاصد روانہ کر کے اپنے لئے بدرقہ طلب کیا

اس عرصہ میں استیوخوس کے مسلسل انکار کے باوجود خیوسی اور پیدارتیوس بار بار قاصد بھجوا کر اصرار کرتے رہے کہ سارے پلوپونیزی جہازوں کے ساتھ محاصرین کے خلاف ان کی مدد کی جائے۔ انھوں نے کہا ہماری مملکت ایونیہ کی بڑی حلیف مملکتوں میں سے ہے جسے دشمن نے سمندر کی طرف سے گھیر لیا ہے اور خشکی کے علاقوں کو پامال کیا جا رہا ہے اس لئے فوری امداد ضروری ہے۔

خیوس میں غلاموں کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ لاکے دیموان کے سوائے کسی اور شہر میں اتنے غلام نہیں تھے۔ تعداد کی اسی کثرت کی وجہ سے اُن سے کوئی خطا ہوتی تو اُس کی سزا بھی سخت دی جاتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب ایتھنزیوں نے اچھی طرح سے قدم جمالئے اور قلعہ بھی بنالیا تو بہت سے غلام فرار ہو کر دشمن کی طرف چلے گئے اور ملک کے طول و عرض سے اُن کی واقفیت خیوسیوں کے لئے نہایت مضرت رساں ثابت ہوئی۔ خیوسیوں نے استیوخوس سے کہا کہ دلفی نیوم کے استحکامات کی تعمیر ہنوز مکمل نہیں ہوئی ہے اور محاصرین اپنی لشکر گاہ اور بیڑے کی حفاظت کے لئے ایک اور اونچی فصیل بنا رہے ہیں۔ جب یہ فصیل بھی تیار ہو جائے گی تو اُن کو ہٹانا مشکل ہو جائے گا اس لئے فوری امداد لازمی ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں استیوخوس نے دھمکی دے رکھی تھی کہ خیوس کی کبھی مدد نہیں کرے گا اس لئے وہ اب بھی آمادہ نہیں تھا لیکن جب حمایتین نے آمادگی ظاہر کی تو جانے کی تیاری کا حکم دیا۔

اس دوران میں کاؤنوس سے اطلاع آئی کہ لاکے دیموئی کمشنروں کے ساتھ ستائیس جہازوں کا بیڑا آ گیا ہے تو استیوخوس نے فوراً سارے کام روک دئے۔ اب اُس کے نزدیک سب سے اہم کام یہ تھا کہ نئے بیڑے کو حفاظت کے ساتھ لانے کا اہتمام کرے تاکہ لاکے دیموئی کمشنر جو اُس کی حرکات و سکنات پر خفیہ نگرانی کے لئے بھجوائے گئے تھے، سلامتی کے ساتھ منزل مقصود تک پہنچ جائیں۔ چنانچہ اس بنا پر خیوس کا ارادہ ترک کر کے وہ کاؤنوس کیلئے روانہ ہوا۔ ساحل کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتے ہوئے میروپدکوس پر رک کر اُس نے شہر پر دھاوا کیا جس کے اطراف شہر پناہ نہیں تھی اور جو حالیہ زلزلہ کی وجہ سے برباد ہو گیا تھا۔ یہ زلزلہ اس قدر شدید تھا کہ اس سے پہلے کبھی اتنا شدید زلزلہ

نہیں آیا تھا۔ اہلِ شہر فرار ہو کر پہاڑیوں پر چلے گئے تھے اس لئے اُس نے سارے علاقہ کو پامال کر کے مال و اسباب لوٹ لیا۔ البتہ صرف آزاد شہریوں کو گرفتار نہیں کیا کوس سے نکل کر رات کے وقت کنی دوس پہنچا تو وہاں کے باشندوں نے اصرار کیا کہ ملاحوں کو جہازوں سے اترنے نہ دیا جائے بلکہ فوراً آگے بڑھ جائیں۔ انھوں نے کہا کہ پلوپونیز کے جس بیڑے کو لانے کے لئے جا رہے ہیں اسی کی تلاش میں ایتھنزی کماندار خارمینوس بیس جہازوں کے ساتھ ساموس سے آیا ہوا ہے۔ ساموس میں ایتھنزیوں کو میلوس سے اطلاع مل گئی تھی کہ ستائیس جہازوں کا بیڑا پلوپونیز سے آرہا ہے۔ اس کے بعد جب پتہ چلا کہ پلوپونیزی کاؤنوس پہنچ گئے ہیں تو وہ سائمے، کالکے، رھودس اور لائی کیہ میں ان کی گھات میں بیٹھے۔ یہ اطلاع ملی تو استیوخوس جیسا آیا تھا ویسا ہی سائمے کو روانہ ہوا تاکہ دشمن کو خبر نہ ہونے پائے اور اُس پر سمندر میں اچانک حملہ کیا جا سکے۔ لیکن بارش اور کہر کی وجہ سے سفر میں بڑی مشکلات پیش آئیں اور اندھیرے میں جہاز ایک دوسرے سے جُدا ہو گئے۔ جب سویرا ہوا تو بیڑے کا ایک جہاز ایک طرف تھا تو دوسرا دوسری طرف اور اکثر جہاز بکھر کر جزیرے کے اطراف منتشر ہو گئے تھے۔ خارمینوس اور ایتھنزیوں کو صرف اس بیڑے کا میسرہ نظر آیا تو انھوں نے اُسے پلوپونیز کا بیڑا سمجھا جس کی کاؤنوس سے آمد کا انھیں انتظار تھا اپنے بیس جہازوں کے بیڑے میں صرف چند جہاز لے کر اُس پر حملہ آور ہوئے جس سے دشمن کے تین جہاز ڈوب گئے اور بقیہ ناکارہ ہو گئے۔ اس طرح اس لڑائی میں ایتھنزیوں کا پلڑا بھاری تھا کہ یکایک پلوپونیزیوں کے بقیہ جہاز نمودار ہوئے اور انھیں چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اب ایتھنزی فرار پر مجبور ہو گئے اور چھ جہازوں کا نقصان اٹھانے کے بعد تیوت لوسا یا جزیرۂ بیت پہنچ کر وہاں سے

ہالی کارناسوس چلے گئے۔ اس کے بعد پلوپونیزی کنی دوس کی بندرگاہ میں داخل ہوئے جہاں کاؤنوس سے آنے والے ستائیس جہاز اُن سے آملے۔ اب یہ سارا بیڑا سائمے روانہ ہوا جہاں فتح کی یادگار نصب کی گئی اور اس کے بعد کنی دوس لوٹ کر سارے جہازوں نے لنگر ڈال دیئے۔

جونہی اتھینزیوں کو اس بحری معرکہ کی اطلاع ملی وہ ساموس سے سارے جہاز لے کر سائمے کی طرف بڑھے لیکن نہ تو انہوں نے کنی دوس کے بیڑے پر حملہ کیا اور نہ پلوپونیزی اُن پر حملہ آور ہوئے۔ اور سائمے میں وہ جو رسّے چرخیاں اور جہازوں کا دوسرا سامان چھوڑ گئے تھے اُسے لے کر براعظم کی بندرگاہ لودامی پر ٹھیرتے ہوئے ساموس کو لوٹ گئے۔ کنی دوس میں سارے پلوپونیزی جہاز اکٹھے ہو گئے تو اُن کو حسبِ ضرورت ٹھیک ٹھاک کیا جا رہا تھا۔ ساتھ ہی گیارہ لاکے دیمونی کمشنر تسافرنس سے گفت و شنید کر رہے تھے جو اُن سے ملنے کے لئے آیا تھا۔ لاکے دیمونی سابقہ معاہدوں کے بعض پہلوؤں کو غیر تشفی بخش سمجھتے تھے اس لئے اب یہ سوچا جا رہا تھا کہ دونوں فریقوں کے باہمی مفاد کو پیش نظر رکھتے ہوئے زیادہ مؤثر طور پر جنگ جاری رکھنے کے لئے کیا طریقے اختیار کئے جائیں۔ اس موقع پر سابقہ معاہدوں کی تنقیص کرنے والوں میں لیخاس کا لہجہ سب سے زیادہ تلخ تھا۔ اُس نے کہا کہ تسافرنس سے کالکی دیوس اور تھری مینیس نے جو معاہدے کئے ہیں وہ دونوں قطعاً ناقابلِ عمل ہیں۔ یہ ایک نہایت مہمل بات ہوگی کہ شاہ ایران اس روشن زمانہ میں ان تمام ملکوں پر قبضہ و اقتدار کا ادعا کرے جن پر سابق میں اُس کی یا اس کے اسلاف کی حکومت تھی۔ اس ادعا کے مضمرات نہایت خطرناک ہیں۔ اس کے معنی تو یہ ہوں گے کہ سارے جزائر سسلی و لوکرس اور حدودِ بوشیہ تک سارے علاقے دوبارہ

محکوم ہو جائیں گے اور لائکے دیمون اہل یونان کو آزاد کرانے کی بجائے اُن پر ایران کی غلامی مسلط کر دے گا۔ اس کے بعد لخاس نے تسافرنز سے کہا کہ زیادہ قابل قبول شرایط پر ایک اور معاہدہ کیا جائے کیونکہ سابقہ معاہدات ہرگز قابل قبول نہیں ہیں اور موجودہ شرایط کے تحت ایران سے فوجوں کا خرچ لینا بھی اب کسی کو گوارا نہیں ہے۔ یہ سُن کر تسافرنز کو اس قدر غصہ آیا کہ وہ کوئی بات طے کئے بغیر ہی اُٹھ کر چلا گیا۔

پچیسواں باب

جنگ کا بیسواں اور اکیسواں سال ۔ الکی بیادیس کی ریشہ دوانیاں ۔ ایران سے رقمی امداد کی موقوفی ۔ ایتھنز میں سیاسی انقلاب اور چندسری حکومت کا قیام ساموس میں فوج کی وطن پرستی

پلوپونیزیوں نے چندسر برآوردہ شہریوں کی دعوت پر اب رھوڈس جانے کا تہیہ کیا جو ایک طاقتور جزیرہ تھا۔ وہاں ملاحوں کی کوئی کمی نہیں تھی اور اس کی بری فوج بھی طاقتور تھی۔ اس کے علاوہ وہ اب تسافرنز سے روپیہ لینا نہیں چاہتے تھے بلکہ اپنے بیڑے کا خرچ خود اپنے اتحاد کے وسایل سے چلانا مقصود تھا۔ چنانچہ اسی موسم سرما میں اُن کا بیڑا کنی دوس سے روانہ ہوا۔ جزیرہ رھوڈس پر پہلا مقام جہاں اُن کے چورانوے جہاز پہنچے کا می روس تھا جس کے اکثر باشندے بدحواس ہو کر فرار ہو گئے کیونکہ شہر کے اطراف فصیلیں نہیں تھیں اور پھر وہ اس

سازش سے قطعاً ناواقف تھے لیکن بعد لا کے دیمونیوں نے اس شہر کے علاوہ دو اور شہروں یعنے لندوس اور ایالی سوس کے باشندوں کو ایک جگہ اکھٹا کرکے جزیرہ کی ساری آبادی کو ایتھنز کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا اور اس طرح رہودس پلوپونیز کا طرف دار بن گیا۔ اس عرصہ میں ایتھنزیوں کو خبر ہوگئی تو وہ فوراً ساموس سے بیڑا لے کر آگے بڑھے لیکن اس مقام تک جانے کے بعد جہاں سے جزیرہ صاف طور سے نظر آرہا تھا کالکے کی طرف مڑ گئے اور وہاں سے ساموس واپس ہوگئے۔ اس کے بعد کالکے، کوس اور ساموس کے مرکزوں سے اقدام کرکے انھوں نے اس جزیرے کے خلاف کارروائیاں شروع کیں۔

پلوپونیزیوں نے رہوڈیوں سے تیس تالنت بطور چندہ وصول کئے اور اس کے بعد جہازوں کو ساحل پر گھسیٹ کر اسی روز تک اپنی جگہ خاموش بیٹھے رہے۔ اسی زمانہ میں بلکہ اس سے کچھ عرصہ قبل اور ان کے رہوڈس جانے سے پہلے حسب ذیل سازشیں ہوئیں:—

کالکی دیوس کی ہلاکت اور ملطہ کی لڑائی کے بعد پلوپونیزی الکی بیادیس کو شبہ کی نظر سے دیکھنے لگے اور استیوخوس کے نام لاکے دیمون سے احکام آئے کہ اس کا خاتمہ کر دیا جائے۔ وجہ یہ بتائی گئی کہ الکی بیادیس کو آگس سے شخصی خصومت ہے اور اس کے علاوہ اس کے افعال اور کردار پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ الکی بیادیس پریشان ہوکر فوراً تسافرنز کے پاس پہنچ گیا اور اس سے مل کر پلوپونیزیوں کو نقصان پہنچانے کی کوششیں شروع کیں۔ اب وہ ہر معاملہ میں تسافرنز کا مشیر بن گیا اور سپاہیوں کی تنخواہ روزانہ ایک ڈراکما سے گھٹا کر تین اوبول کر دی جس کی ادائی بھی پہلے کی طرح وقت پر نہیں کی جاتی تھی۔ اس نے تسافرنز کو پلوپونیزیوں سے یہ کہنے کا مشورہ دیا کہ ایتھنزی جو جہاز رانی کا

اُن سے زیادہ دیرینہ تجربہ رکھتے ہیں، اپنے جہازیوں کو تین اوبول مشاہرہ دیتے ہیں۔ اس لئے نہیں کہ اُن کے خزانہ میں روپے کی کمی ہے بلکہ وہ چاہتے ہیں کہ زیادہ مشاہرہ دے کر اُن کی عادتیں نہ بگاڑیں اور وہ عیش و عشرت میں پڑ کر کم زور نہ ہو جائیں۔ اس کے علاوہ تنخواہیں پابندی سے تقسیم نہیں کرتے تاکہ ہر وقت کچھ نہ کچھ بقایا رہے اور اِس کے خیال سے جہازی اور سپاہی ساتھ چھوڑ کر نہ جا سکیں اُس نے تسافرنز سے یہ بھی کہا کہ رشوتیں دے کر اس بارے میں کپتانوں کی تائید حاصل کی جائے۔ چنانچہ اس ترکیب سے اُس نے سارے افسروں کو اپنا ہمنوا بنا لیا، سوائے ہرقوسی ہرموکراتیس کے جس نے اتحاد کے سارے اراکین کی جانب سے اس طریق کار کی مخالفت کی۔ اس عرصہ میں حلیف مملکتوں نے مالی امداد مانگی تو الکی بیادیس نے تسافرنز کی جانب سے سختی سے جواب دیا اور کہا بڑی شرم کی بات ہے کہ خیوسی جو ساری اقلیم یونان میں سب سے زیادہ متمول ہیں اپنی مدافعت کے لئے نہ صرف ایک غیر ملکی طاقت کا سہارا لیں بلکہ یہ بھی چاہیں کہ اُن کی آزادی کی حفاظت کے لئے دوسرے نہ صرف اپنی جان کو خطرہ میں ڈالیں بلکہ روپیہ بھی صرف کریں۔ دوسروں کے بارے میں اُس نے کہا کہ یہ مملکتیں اعلان بغاوت سے پہلے ایتھنز کو بڑی بڑی رقمیں ادا کرتی تھیں، اسلئے خود اپنے مفاد کے لئے کم از کم اتنی ہی رقمیں دینے پر اُن کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیئے۔ اور یہ بھی کہا کہ تسافرنز اس وقت جنگ کا خرچ خود اپنے خزانہ سے ادا کر رہا ہے اس لئے لازمی طور پر کفایت اُس کے پیش نظر ہے لیکن جوں ہی ایران کے شاہی خزانہ سے روپیہ آ جائے گا تنخواہیں پوری طرح بے باق کر دی جائیں گی اور مختلف شہروں کو مناسب امداد بھی دی جائے گی۔

الکی بیادیس نے تسافرنز کو یہ بھی مشورہ دیا کہ وہ نہ تو جنگ کو ضرورت سے

زیادہ جلد ختم کرنے کی کوشش کرے، نہ فینیقی بیڑے کو طلب کرے جو اُس کے حکم سے تیار کیا جارہا تھا اور نہ زیادہ یونانی جہازیوں اور ملاحوں کے خرچ کی ادائی کا ذمہ لے کر ایک ہی فریق کو برّی اور بحری دونوں اعتبار سے طاقتور بننے کا موقع دے بلکہ ایک فریق کو سمندر تو دوسرے کو خشکی تک محدود رکھا جائے تاکہ ان میں سے ایک سر اُٹھائے تو دولت ایران دوسرے سے مدد لے سکے۔ لیکن اگر ایک ہی فریق بحری اور بری دونوں اعتبار سے طاقتور ہو جائے تو اُس کے خلاف کسی سے مدد نہیں لی جاسکے گی اور سرکوبی کے لئے شاہ ایران کو خود اپنی فوجیں بھجوا کر کارروائی کرنی ہوگی جس میں خطرات بھی زیادہ پیش آئیں گے اور روپیہ بھی زیادہ صرف ہوگا۔ سب سے کم خرچ طریقہ یہ ہے کہ یونانی مملکتوں کو ایک دوسرے سے لڑنے دیا جائے تاکہ وہ سب کمزور ہو جائیں اس طریقہ سے شاہ ایران کا کم سے کم روپیہ صرف ہوگا اور دولت ایران کا مفاد بھی خطرے میں نہیں پڑے گا۔ اس کے علاوہ شاہ ایران اقلیم یونان میں ایتھنزیوں کو اپنی سلطنت کا حصہ دار بنالیں تو وہ بہت کارآمد ثابت ہونگے۔ ایتھنز بری علاقوں کی تسخیر کا خواہش مند نہیں ہے اور وہ جن اصولوں کے لئے اور جس طریقہ سے لڑ رہا ہے، شاہ ایران کے لئے فائدہ مند ہیں۔ وہ چاہتا ہے کہ شاہ کی مدد سے سمندر پر اپنا اقتدار قایم کرے اور یونان کی ان تمام مملکتوں کو شاہ کی اطاعت پر مجبور کرے جو ایرانی مقبوضات میں شامل ہیں اور جنھیں پلوپونیزی آزاد کرانا چاہتے ہیں۔ اور یہ بات قرین قیاس نہیں ہے کہ وہ اہل یونان کو ایتھنزیوں کی غلامی سے تو نجات دلائیں جو یونان کے باشندے ہیں لیکن موقع ملے تو ایرانیوں کی غلامی سے نجات دلانے کی کوشش نہ کریں جو غیر یونانی ہیں۔ یہ استدلال پیش کر کے الکی بیادیس نے

زور دیا کہ فریقین کو ایک دوسرے سے لڑنے دیا جائے تاکہ دونوں کم زور ہو جائیں
اور جونہی ایتھنز کی طاقت بڑی حد تک گھٹ جائے پلوپونیزی اقتدار کا فوراً
خاتمہ کر دیا جائے۔ تسافرنز نے اس رائے سے بڑی حد تک اتفاق کیا یا
کم از کم اُس کے چہرے سے پتہ چلتا تھا کہ اُسے یہ حکمت عملی مناسب معلوم ہوئی۔
اس مفید مشورے کے بعد الکی بیادیس کو تسافرنز کا اعتماد حاصل ہو گیا اور اُس
نے اس رائے پر عمل کر کے پلوپونیزیوں کو زیادہ روپیہ نہیں دیا۔ اُس نے انھیں
سمندر میں لڑنے کا موقع بھی نہیں دیا اور ہمیشہ یہی کہتا رہا کہ فنیقی بیڑا
آنے والا ہے جس کے بعد وہ بڑی سے بڑی بحری طاقت کا مقابلہ کامیابی
سے کر سکیں گے۔ اس طرح عرصہ تک بے کار رہنے سے پلوپونیزی بیڑا جو غیر معمولی
طور پر طاقتور ہو گیا تھا' اُس کی کارکردگی بُری طرح متاثر ہو گئی۔ اس کے علاوہ
جنگ سے متعلقہ سارے امور میں تسافرنز نے ایسا رویہ اختیار کیا کہ اُس کی
سرد مہری چھپ نہ سکی۔

الکی بیادیس نے تسافرنز اور شاہ ایران کو جن کے کیمپ میں وہ اس
وقت تھا' یہ مشورہ صرف اس لیے نہیں دیا کہ وہ واقعی اُسے نہایت مناسب
سمجھتا تھا بلکہ دراصل وہ اس وقت اپنے وطن کو لوٹنے کی ترکیبیں بھی سوچ رہا
تھا۔ اُسے پوری اُمید تھی کہ اگر وہ ایتھنز کو تباہ نہ کرے تو ایک نہ ایک روز
ایتھنزیوں کو ہموار کر کے واپس جانے میں کامیابی ہو جائے گی۔ اور اب اُس نے
سوچا کہ اگر ان پر یہ ظاہر ہو جائے کہ تسافرنز کے مزاج میں اُسے بڑا دخل حاصل
ہے تو بہت ممکن ہے جلاوطنی کے احکام کو منسوخ کر کے اُسے واپس بلا لیا جائے
چنانچہ ہوا بھی یہی۔ جب ساموس کے ایتھنزیوں کو پتہ چلا کہ تسافرنز پر اُس کا
بہت اثر ہے تو کپتان اور دوسرے بااثر فوجی زیادہ تر بطور خود (گو اس کی ایک

وجہ یہ بھی تھی کہ الکی بیادیس نے سر برآوردہ افراد سے کہلوایا تھا کہ فوج کے بااثر حلقوں سے کہا جائے کہ اگر عمومیت کے موجودہ شیطانی نظام کو ختم کر کے جس نے اُسے وطن سے نکال باہر کیا، چند سری حکومت قایم کی جائے تو وہ بخوشی وطن لوٹ کر تسافرنز کو اتھینز کا دوست بنا دے گا) عمومیت کا تختہ الٹنے پر بیکایک کمر بستہ ہو گئے۔

اس منصوبہ پر پہلے لشکر میں غور و خوض کیا گیا جس کے بعد شہر میں اس کا چرچا شروع ہوا۔ بعض اشخاص ساموس سے روانہ ہو کر الکی بیادیس کے پاس پہنچ گئے تو اس نے کہا کہ اگر آپ لوگ عمومیت کو ختم کر دیں تاکہ شاہ ایران ہم پر بھروسہ کر سکیں تو میں پہلے تسافرنز سے اور اُس کے بعد شاہ ایران سے دوستی کا معاہدہ کرا دوں گا۔ اونچے طبقہ کے لوگ جن کو فرداً فرداً بھی جنگ سے سخت نقصان پہنچا تھا، حکومت کو اپنے ہاتھ میں لینے اور دشمن کو شکست دینے کے لئے بے تاب ہو گئے۔ الکی بیادیس سے ملاقات کے بعد لوٹ کر ان لوگوں نے اپنے حامیوں کی جماعتیں بنائیں اور ساری فوج سے کھلے طور پر کہا کہ اگر الکی بیادیس کو بحال کر دیا جائے اور عمومیت کا خاتمہ ہو جائے تو شاہ ایران ہمارا دوست ہو جائے گا اور ہمیں مالی امداد دے گا۔ اکثر سپاہی پہلے تو ان سازشوں کی وجہ سے برافروختہ ہوئے لیکن بادشاہ کی جانب سے ملنے والے مشاہرہ کی امید پر جلد خاموش ہو گئے، اور عدیدی سازشوں نے اس اعلان کے بعد اپنے اکثر حامیوں کو یکجا کر کے الکی بیادیس کی تجاویز پر دوبارہ غور و خوض شروع کیا۔ سب کی یہ رائے تھی کہ تجویز مفید ہے اور الکی بیادیس پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے لیکن فری نخوس نے جو ابھی تک سپاہ سالاری کے فرایض انجام دے رہا تھا اس تحریک کی سخت مخالفت کی۔ وہ بجا طور پر یہ سمجھتا تھا کہ الکی بیادیس کو اس سے کوئی

دل چسپی نہیں ہے کہ ملک کا نظام حکومت عمومی ہو یا عدیدی۔ وہ سیاسی انقلاب محض اس غرض سے چاہتا ہے کہ اُس کے دوست جلاوطنی کے احکام منسوخ کر کے اُسے واپس بلا سکیں۔ فری نخوس نے کہا کہ ہماری اولین کوشش یہ ہونی چاہیے ملک میں داخلی جھگڑے نہ پیدا ہوں۔ یہ ناممکن ہے کہ شاہ ایران اپنا فائدہ اس میں سمجھے کہ اس وقت جیسا کہ لاکے دیمونیوں نے ہمارے مساوی بحری قوت حاصل کرلی ہے اور سلطنت ایران سے متعلقہ چند اہم شہر اُن کے قبضہ میں ہیں، خواہ مخواہ ایتھنز کی حمایت کی جائے جس پر اُسے اعتماد نہیں ہے اور پلوپونیزیوں سے دوستی نہ کرے جنھوں نے اُسے کبھی نقصان نہیں پہنچایا۔ اُس نے یہ بھی کہا کہ ایتھنز میں عمومیت کو ختم کرنے کے ارادہ سے باغی حلیفوں کو عدیدیت کا پیشکش دیا جائے تو محض اس بنا پر نہ وہ بغاوت سے جلد باز آئیں گے اور نہ اس سے وفادار حلیفوں کے جذبۂ رفاقت کو تقویت پہنچے گی۔ حلیف عدیدی یا عمومی طرز کی خاطر غلام بننے کو ہرگز ترجیح نہیں دیں گے کیونکہ اُن کے شہر میں اس وقت جس طرز کا بھی دستور رائج ہے اُس کے تحت انھیں آزادی حاصل ہے۔ اس کے علاوہ وہ جانتے ہیں کہ نام نہاد اونچے طبقوں کی حکومت بھی عمومیت ہی کی طرح مستبد ہوگی کیونکہ اس میں اقتدار انہی لوگوں کو ملے گا جنھوں نے عمومی دور میں مخالفین کے خلاف سخت قوانین کی ضرورت محسوس کی اور اُن کو منظور کروا کے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر عنانِ حکومت اونچے طبقوں کے ہاتھ میں چلی جائے تو وہ اتحادیوں کا کسی عدالتی کارروائی کے بغیر ہی زبردستی خاتمہ کر ڈالیں گے۔ اس کے برخلاف عموم اُن کے محافظ و مددگار رہیں جو خاطیوں کو قرار واقعی گوشمالی دیتے ہیں۔ مجھے اچھی طرح سے معلوم ہے کہ حلیفین کو تجربہ نے یہ ساری باتیں سکھا دی ہیں اور اس بارے میں اُن کی رائے یہی ہے

آخر میں فری نخوس نے کہا کہ ان اسباب کے پیش نظر نہ تو میں الکی بیادیس کی پیش کردہ تجاویز کی تائید کروں گا اور نہ مجھے آپ لوگوں کی یہ سازشیں پسند ہیں۔

اس کے باوجود حاضرین اپنی رائے پر قایم رہے اور ایک قرارداد منظور کرکے پیساندر اور بعض دوسرے افراد کو اپنا نمایندہ بنا کر ایتھنز بھجوانے کی تیاری شروع کی جس کا مقصد یہ تھا کہ الکی بیادیس کی بحالی اور شہر میں عمومیت کے خاتمہ کے بارے میں گفت وشنید اور معاہدہ کیا جائے تاکہ اس کے بعد تسافرنز سے ایتھنز کے دوستانہ تعلقات قایم ہوسکیں۔

فری نخوس نے دیکھا کہ اب الکی بیادیس کی بحالی کی تجویز روانہ کی جائے گی اور ایتھنزی اُسے منظور کرلیں گے تو گھبرایا کہ میں نے سبھا میں جو مخالفت کی تھی اُس کی بنا پر الکی بیادیس بحالی کے بعد انتقام لے گا۔ اس اندیشہ کی بنا پر اُس نے یہ چال چلی کہ لاکے دیموٹی امیرالبحر استیوخوس کے پاس جو ملطہ کے نواح میں موجود تھا ایک خفیہ خط روانہ کیا۔ اس خط میں لکھا تھا کہ تسافرنز کو ایتھنز کا طرف دار بنا کر الکی بیادیس پلوپونیز کے مفاد کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ اس کے علاوہ موجودہ سازش کی پوری تفصیل درج کرکے آخر میں لکھا کہ جذبۂ انتقام سے مغلوب ہوکر میں نے یہ چارۂ کار اختیار کیا ہے گو میں جانتا ہوں کہ اس سے خود میرے ملک کو نقصان پہنچے گا۔ امید ہے کہ آپ میری اس کمزوری کو نظرانداز فرمادیں گے۔ خط پڑھنے کے بعد استیوخوس نے الکی بیادیس کو سزا دینے کا نہ تو ارادہ کیا اور نہ ثانی الذکر اب پہلے کی طرح اُس کے پاس آنے کی جرأت کرتا تھا۔ اس کے برخلاف میگنیشیہ پہنچ کر اُس نے وہ خط الکی بیادیس اور تسافرنز کے آگے رکھ دیا اور خود مخبر بن گیا۔ اور کہا جاتا ہے (گو معلوم نہیں اس میں کس حد تک صداقت ہے) کہ تسافرنز کا تنخواہ یاب جاسوس بن کر وہ زیر بحث امور کے علاوہ دوسری باتوں کے

بارے میں بھی خفیہ اطلاعات بھجوایا کرتا تھا۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ جب سپاہیوں کا یومیہ گھٹا دیا گیا تو اس نے کچھ زیادہ مخالفت نہیں کی۔ اس کے بعد الکی بیادیس نے ساموس میں ایتھنزی ارباب اقتدار کے پاس فوراً ایک خط بھجوایا اور فری نخوس کی ریشہ دوانیوں کی تفصیل بیان کرکے خواہش کی کہ اسے قتل کردیا جائے۔ اس الزام سے اور زیادہ پریشان اور بدحواس ہوکر فری نخوس نے استیوخوس کو ایک اور خط لکھا اور شکایت کی کہ اس نے سابقہ خط کے راز کو افشا کردیا۔ ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ اب میں چاہتا ہوں کہ آپ ساموس کے سارے ایتھنزی بیڑے کو نیست و نابود کریں اور یہ بھی تفصیل سے بتادیا کہ اس کے لئے کیا طریقے اختیار کرنے ہوں گے۔ اس کے علاوہ یہ بھی لکھا کہ ساموس میں دفاع کے لئے استحکامات نہیں ہیں اور آپ کی وجہ سے میری زندگی سخت خطرہ میں پڑ گئی ہے اس لئے اگر میں اپنے جانی دشمنوں سے بچنے کی غرض سے ایسی تدبیریں اختیار کروں تو مجھ پر کوئی الزام نہیں لگا سکتا۔ استیوخوس نے یہ بھی الکی بیادیس کو دکھادیا۔

اس اثنا میں فری نخوس کو بروقت اطلاع مل گئی کہ استیوخوس دھوکہ دے رہا ہے اور اس بارے میں الکی بیادیس کا خط آیا ہی چاہتا ہے تو پیش بندی کیلئے اس نے خود فوج کو بتادیا کہ دشمن لشکرگاہ پر حملہ کی تیاری کر رہا ہے۔ اُسے پتہ چل گیا ہے کہ نہ یہاں استحکامات ہیں اور نہ سارا بیڑا بندرگاہ کی حدود میں لنگر انداز ہے۔ یہ بھی کہا کہ یہ اطلاع نہایت باوثوق ذرائع سے ملی ہے اور شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے اس لئے ضرورت ہے کہ استحکامات جلد تعمیر کئے جائیں اور دفاع کے سارے پہلوؤں پر فوری توجہ کی جائے۔ یاد ہوگا کہ وہ خود سپاہ سالار تھا اور اُسے سارے اختیارات حاصل تھے چنانچہ فوراً کام شروع ہوا اور فوج نے بڑی محنت کی تو ساموس میں استحکامات جلد تعمیر ہوگئے جو بصورت دیگر ممکن

نہیں تھا۔ اس کے کچھ ہی عرصہ بعد الکی بیادیس کا خط آیا جس میں لکھا تھا کہ فری نخوس فوج کے ساتھ غداری کر رہا ہے اور دشمن عنقریب حملہ کرنے والا ہے۔ لیکن الکی بیادیس کے بیان کو کسی نے سچ نہیں مانا۔ لوگوں نے سمجھا کہ وہ دشمن کے رازوں سے واقف ہے اور شخصی عداوت کی بنا پر فری نخوس کو بہتان لگا کر پھانسنا اور یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ وہ دشمن سے ملا ہے۔ بنا بریں الکی بیادیس کے خط سے بجائے اس کے کہ فری نخوس کو کوئی نقصان پہنچے، اُس خفیہ خبر کی توثیق ہو گئی جو اُس نے فوج کو پہلے ہی سنا دی تھی۔

اس کے بعد الکی بیادیس نے تسافرنز کو ایتھنز کا دوست بنانے کی کوشش شروع کی۔ اگرچہ تسافرنز پلوپونیزیوں سے خایف تھا کیونکہ سمندر کے ایشیائی علاقوں میں اُن کے جہازوں کی تعداد ایتھنزی جہازوں سے زیادہ تھی لیکن تھری مینس سے طے شدہ معاہدہ کے بارے میں کنی دوس میں جب پلوپونیزیوں سے ناچاقی ہو گئی تو اس کے ایتھنز سے اتحاد کرنے پر راضی ہونے کے امکانات پیدا ہو گئے تھے۔ نفاق تو واقعتاً پیدا ہو چکا تھا کیونکہ پلوپونیزی اس دوران میں رھوڈس پہنچ چکے تھے اور الکی بیادس کا یہ استدلال کہ لاکے ڈیمونی ساری مملکتوں کو آزاد کرانا چاہتے ہیں، لخاس کے اس بیان کی بنا پر صحیح ثابت ہو چکا تھا کہ لاکے ڈیمونی اتحاد کسی ایسے معاہدہ کی پابندی نہیں کر سکتا جس کی رو سے ایران کو اُن ساری مملکتوں پر اقتدار حاصل ہو جائے جو سابق میں شاہ یا اُن کے پیش رووں کے تحت تھیں۔

جس وقت الکی بیادیس تسافرنز کو ایتھنز سے اتحاد پر جسے اب غیر معمولی اہمیت حاصل ہو گئی تھی، راضی کرنے کی انتہائی کوشش کر رہا تھا، پساندر کیساتھ ساموس کے ایتھنزیوں کے فرستادہ نمایندے ایتھنز پہنچے اور مجلس عوام میں تقریر کے

ذریعہ اپنی تجاویز کا اجمالی خاکہ پیش کیا۔ انھوں نے بطور خاص زور دیا کہ اگر الکی بیادیس کی بازطلبی عمل میں آئے اور عمومی دستور میں تبدیلی کر دی جائے تو شاہ ایران سے اتحاد ممکن ہو سکے گا اور اس کے بعد پلوپونیزیوں پر غلبہ پانا آسان ہو جائے گا۔ کئی مقرروں نے عمومیت کے سوال پر اُن کی مخالفت کی اور الکی بیادیس کے دشمنوں نے شور مچایا کہ اُس کی بازطلبی سے دستور کی صریح خلاف ورزی ہوگی جسے برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ یومولپیدائے اور کرکی کیس نے اسرار مذہبی کا واسطہ دے کر احتجاج کیا جن کی بے حرمتی کی بنا پر اُسے جلاوطن کیا گیا تھا اور دیوتاؤں سے التجا کی کہ شہر کو اُس کی واپسی کی لعنت سے محفوظ رکھیں۔ اس پر شور ہنگامہ میں پساندر اپنی جگہ سے اُٹھا اور ہر ایک مخالف کو مجمع سے باہر لے جا کر پوچھا "آپ جانتے ہیں کہ اس وقت پلوپونیز کے پاس بھی اتنے ہی جہاز ہیں جتنے ہمارے پاس ہیں اور زیادہ شہر اُن کے ساتھ ہو گئے ہیں۔ اس کے علاوہ شاہ ایران اور تسافرنز کی جانب سے اُن کو رقمی امداد مل رہی ہے اور ہمارا خزانہ خالی ہو چکا ہے۔ ان حالات میں کیا آپ نہیں سمجھتے کہ جب تک کوئی شخص شاہ ایران کو ہماری حمایت پر راضی نہ کرے ہمارے ملک کے بچنے کی کوئی توقع نہیں ہو سکتی؟" جب انھوں نے اس رائے سے اتفاق کیا تو اُس نے صاف صاف کہا "اس مقصد میں ہمیں اس وقت تک کامیابی نہیں ہو سکتی جب تک ملک میں کوئی اعتدال پسند طرز حکومت قائم کیا جائے اور سارا اختیار و اقتدار ایک قلیل تر جماعت کے سپرد کر کے شاہ کا اعتماد حاصل نہ کیا جائے۔ ہمیں چاہئے کہ الکی بیادیس کی جلاوطنی کے احکام فوراً منسوخ کر دیں کیونکہ اُس کے سوائے کوئی اور شخص ایران کو ہمارا دوست نہیں بنا سکتا۔ اس وقت سوال یہ نہیں ہے کہ ہمارا طرز حکومت کیا ہو۔ سوال خود سلطنت کی فنا و بقا کا ہے۔ سلطنت

محفوظ رہے تو طرز حکومت میں جب چاہیں ہم حسب ضرورت تبدیلی کر سکتے ہیں۔"

پہلے تو لوگوں نے عدیدی طرز حکومت کے قیام کی تحریک پر سخت برہمی کا اظہار کیا لیکن جب پساندر نے اچھی طرح سے وضاحت کردی کہ موجودہ حالت میں اس کے سوائے نجات کا کوئی اور راستہ نہیں ہے تو خوف سے خاموش ہو گئے اور اپنی جگہ سوچ لیا کہ ایک نہ ایک روز اپنے طرز حکومت کو دوبارہ بدل دینگے اس کے بعد عموم نے یہ قرارداد منظور کی کہ پساندر دس مشیروں کے ساتھ تسافرز اور الکی بیادیس کے پاس جاکر بہتر سے بہتر طریقہ پر جملہ امور طے کرے۔ ساتھ ہی پساندر کے لگائے ہوئے جھوٹے الزامات کی بنا پر مجلس نے فری نخوس اور اس کے شریک کار اسکرونیدیس کو ان کے عہدوں سے برطرف کر کے دیو میدون اور لیون کا تقرر کیا تاکہ وہ بیڑے کی کمان داری سنبھال لیں۔ الزام یہ لگایا گیا تھا کہ فری نخوس نے ایاسوس اور امورگیس کے ساتھ غداری کی مگر دراصل پساندر اس وقت جب کہ الکی بیادیس سے کام نکالنا تھا، فری نخوس کی موجودگی کو مناسب نہیں سمجھا۔ پساندر نے شہر کی اُن تمام انجمنوں سے بھی ربط پیدا کیا جو عدالتی مقدمات اور انتخابات سے دلچسپی رکھتی تھیں اور اس امر پر زور دیا کہ عمومیت کا خاتمہ کرنے کے لئے متحدہ محاذ تیار کیا جائے۔ اس کے علاوہ سارے انتظامات حکمۂ عجلت کے ساتھ کئے تاکہ مزید تاخیر نہ ہو اور اس کے بعد اپنے دس مشیروں کے ساتھ سمندر کے راستہ تسافرز سے ملنے کے لئے روانہ ہوا۔

اسی موسم سرما میں لیون اور دیو میدون نے جو اپنی خدمات کا جائزہ لے چکے تھے رھوڈس پر حملہ کیا تو دیکھا کہ پلوپونیزلوں نے اپنے جہاز گھسیٹ کر ساحل پر چڑھا دیے ہیں انھوں نے رھوڈیوں کے خلاف اقدام کیا اور انھیں میدان جنگ میں شکست دے کر کالکے روانہ ہوئے۔ اور کوس کی بجائے اُسے

اپنا فوجی مرکز بنایا کیوں کہ یہاں سے رھوڈس کا ساحل جہاں پلوپونیزی جہاز تھے زیادہ صاف نظر آتا تھا۔ اور وہ چاہتے تھے کہ جونہی پلوپونیزی اپنے بیڑے کو سمندر میں اُتاریں اس پر فوراً حملہ کر دیا جائے۔ اس اثنا میں زینوفانتیس نامی ایک لقوتوی خیوس سے پیدار تیوس کی جانب سے یہ پیام لے کر رھوڈس آیا کہ ایتھنزی استحکامات کی تعمیر مکمل ہو چکی ہے اور یہ کہ اگر پلوپونیزی بیڑے کے سارے جہاز مل کر حملہ آور نہ ہوں تو شہر پر ایتھنز کا قبضہ ہو جائے گا۔ یہ سن کر پلوپونیزیوں نے فوراً روانگی کے انتظامات شروع کئے۔ اس عرصہ میں پیدار تیوس نے اپنی فوج کے اجیر سپاہیوں اور ساری خیوسی فوج کے ساتھ اس فصیل پر دھاوا کیا جو ایتھنزی جہازوں کی حفاظت کے لئے کھڑی کی گئی تھی اور اس کے کچھ حصہ پر قبضہ کر لیا جہاں خشکی پر چند جہاز پڑے تھے۔ جب یہ صورت حال پیش آئی تو ایتھنزی بیڑے کے جہاز فوراً امداد کے لئے آگے بڑھے۔ انھوں نے پہلے خیوسیوں کو شکست فاش دے کر پسپا کر دیا اور اس کے بعد پیدار تیوس کے گرد جو دستے تھے ان کو شکست دی جس میں خود پیدار تیوس بھی مارا گیا۔ اس معرکہ میں متعدد خیوسی ہلاک کر دئے گئے اور بہت سے اسلحہ بھی ایتھنزیوں کے ہاتھ لگے۔

اسکے بعد ایتھنزیوں نے خیوس کے گرد اپنا حلقہ اور زیادہ تنگ کر دیا اور خشکی اور سمندر دونوں جانب سخت تر انتظامات کئے۔ اس وقت شہر کی حالت بہت خراب تھی۔ بلکہ وہاں زبردست قحط پڑ گیا۔ اس اثنا میں ایتھنزی سفرا پیانڈر کی سرکردگی میں تسافرنز کے دربار میں پہنچے اور مجوزہ معاہدہ کے بارے میں اس سے گفتگو شروع کی۔ لیکن الکی بیادیس کو پورا یقین نہیں تھا کہ تسافرنز معاہدہ کرنے پر راضی ہو جائے گا (تسافرنز پلوپونیز سے

زیادہ اتھینز سے خائف تھا۔ اس کے علاوہ خود الکی بیادیس کے مشورہ کے مطابق اس کی خواہش یہ تھی کہ یہ دونوں آپس میں لڑ کر کمزور ہو جائیں) اس لئے اس نے یہ چال چلی کہ تسافرنز کی جانب سے ضرورت سے زیادہ اور ناقابل قبول شرطیں پیش کیں۔ جنھیں اتھینزی کسی طرح قبول نہیں کر سکتے تھے۔ میرا خیال ہے کہ تسافرنز کا انکار تو خوف کی بنا پر تھا لیکن جب الکی بیادیس نے دیکھا کہ وہ کسی صورت بھی اتحاد پر راضی نہیں ہوگا تو معاملہ کو اس طرح ختم کرنا چاہتا تھا کہ اتھینزی سمجھیں اُس نے تو تسافرنز کو ہموار کر رکھا تھا مگر ہم نے زیادہ شرطیں منظور نہیں کیں اس لئے ناکامی ہوئی۔ الکی بیادیس نے تسافرنز کی جانب سے جو گفتگو کے وقت خود بھی موجود تھا، اس قدر زیادہ اور بے جا مطالبات پیش کئے گئے مطالبات کو منظور کرنے دور دیر تک ہاں میں ہاں ملانے کے بعد بھی ان بے چاروں کو خواہ مخواہ خیال ہوا کہ ناکامی خود انہی کے انکار کی وجہ سے ہوئی۔ اس نے ایونیہ کے سارے علاقوں کی تفویض کا مطالبہ کیا اس کے بعد جزایر کی حوالگی کی شرط پیش کی اور بعض اور رعایتیں مانگیں اور اتھینزیوں نے ان میں سے کسی مطالبہ کی مخالفت نہیں کی لیکن آخرکار تیسری ملاقات میں الکی بیادیس کو تشویش ہوئی کہ اُس کے اثر و رسوخ کا راز فاش نہ ہو جائے اس لئے یہ شرط پیش کی کہ شاہ ایران کو جہاز تیار کروانے اور اپنے علاقائی سمندر میں جتنے جہاز چاہیں اور جہاں چاہیں لانے لے جانے کی آزادی ہونی چاہیے۔ یہ سنتے ہی اتھینزیوں نے انکار کر دیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ ایران سے اتحاد ناممکن ہے۔ انہیں الکی بیادیس پر بڑا غصہ آیا کہ اُس نے سخت دھوکہ دیا۔ اس کے بعد وہ ساموس کو روانہ ہوئے۔

اس کے فوراً بعد اسی موسم سرما میں تسافرنز ساحل کے ساتھ ساتھ

کاؤنوس کی جانب روانہ ہوا۔ وہ چاہتا تھا کہ پلوپونیزی بیڑے کو ملطہ واپس بلائے اور تنخواہیں تقسیم کرکے مناسب شرطوں پر ایک اور معاہدہ کرے تاکہ پلوپونیز سے اس کا تعلق پوری طرح سے منقطع نہ ہونے پائے۔ اُسے اندیشہ تھا کہ اگر ان کے بہت سے جہازوں کا خرچ اور تنخواہیں ادا نہیں کی گئیں تو وہ لڑنے پر مجبور ہو کر شکست کھا جائیں گے یا اگر بہت سے جہاز خالی پڑے رہیں تو ایتھنزی اس کی امداد کے بغیر ہی اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اس سے بڑا اندیشہ یہ لگا ہوا تھا کہ کہیں پلوپونیزی خوراک اور رسد کی فراہمی کے لئے براعظم کے علاقوں کو پامال کرنا نہ شروع کر دیں۔ ان تمام امور پر غور و خوض کرنے نفع و نقصان کے پہلوؤں کو جانچنے کے بعد فریقین کے توازن قوت کو برقرار رکھنے کی حکمت عملی کے مطابق اُس نے پلوپونیزیوں کو طلب کر لیے تنخواہیں تقسیم کیں اور ایک تیسرا معاہدہ کیا جس کی شرطیں حسب ذیل تھیں۔

"شاہ داریوش کے دور حکومت کے تیرھویں سال' لاکے دیموں میں الکزی پیداس کی ایفوری کے زمانہ میں بمقام مائن دیر لاکے دیمونیوں اور اُن کے حلیفوں اور تسافرنز' ہیرامینیس اور فارناکیس کے بیٹوں کے مابین دولت ایران اور لاکے دیمونیوں اور اُن کے حلیفوں سے متعلقہ امور و مسائل کے بارے میں حسب ذیل معاہدہ ہوا:۔

(۱) ایشیا کے جو ممالک شاہ ایران کے زیر نگیں ہیں وہ دولت ایران میں شامل رہیں گے، اور شاہ کو اختیار ہو گا کہ اپنی مقبوضات کے ساتھ جیسا چاہیں سلوک کریں۔

(۲) لاکے دیمونی اور اُن کے حلیف ایران کی مقبوضات پر نہ حملہ کرینگے اور نہ کسی اور طرح سے نقصان پہنچائیں گے۔ اسی طرح شاہ ایران بھی لاکے دیمونیوں

اوران کے حلیفوں کے علاقوں پر نہ حملہ کریں گے اور نہ کسی اور طرح سے نقصان پہنچائیں گے۔ اگر کوئی لاکے ڈیمونی مملکت یا ان کا کوئی حلیف ایران کی مقبوضات پر حملہ کرے یا نقصان پہنچائے تو لاکے ڈیمونی اور ان کے اتحادی حملہ آوروں کو روکیں گے اسی طرح اگر ایران کے تحت کی کوئی مملکت لاکے ڈیمونیوں یا ان کے اتحاد کی کسی مملکت پر حملہ کرے یا نقصان پہنچائے تو شاہ ایران حملہ آوروں کے خلاف کارروائی کریں گے۔

(۳) اس وقت جو جہاز موجود ہیں معاہدہ کے مطابق ان کے خرچ اور تنخواہوں کی ادائی تسافرنز کے ذمہ رہے گی۔ لیکن شاہ ایران کا بیڑا آجانے کے بعد لاکے ڈیمونی چاہیں تو اپنے جہازوں کا خرچ خود برداشت کریں۔ اگر اس کے بعد بھی وہ چاہیں کہ سارا خرچ تسافرنز ہی کے خزانہ سے ادا ہو تو حسبِ عمل کیا جائے گا۔ اور لاکے ڈیمونی اور ان کے حلیف جنگ ختم ہونے کے بعد یہ رقم تسافرنز کو لوٹا دیں گے۔

(۴) شاہ ایران کا بیڑا آجانے کے بعد لاکے ڈیمونیوں اوران کے اتحادیوں کے جہاز شاہی جہازوں کے ساتھ مل کر تسافرنز اور لاکے ڈیمونیوں اور ان کے اتحادیوں کے منشا کے مطابق جنگ میں حصہ لیں گے۔ ایتھنز سے صلح اس وقت تک نہیں کی جائے گی جب تک کہ معاہدہ ہذا کے دونوں فریق راضی نہ ہوں۔"

اس معاہدہ کی تکمیل کے بعد تسافرنز نے فنیقی بیڑے کو لانے اور اپنے دوسرے وعدوں کو پورا کرنے کی تیاری شروع کی یا کم از کم دوسروں پر یہ ظاہر کرنا چاہا کہ وہ ایفائے عہد کی کوشش کر رہا ہے۔

اب موسم سرما ختم ہو رہا تھا کہ بولیشیہ والوں نے سازش کے ذریعہ اورو پوس پر قبضہ کر لیا اگرچہ اس مقام پر ایتھنز کا ایک حفاظتی دستہ موجود

تھا۔ اس سازش میں حملہ آوروں کا ساتھ ارتیریہ کے چند شہریوں اور خود اوروپوسیوں نے دیا جو یوبیہ میں بغاوت کرانے کی فکر میں تھے۔ یہ مقام ارتیریہ کے بالمقابل واقع ہے جس پر اتھینزی قبضہ کی وجہ سے ارتیریہ اور یوبیہ کے دوسرے علاقوں کے لئے خطرات پیدا ہو گئے تھے۔ اور اوروپوس پر قبضہ کرنے کے بعد ارتیریہ والے رھوڈس میں پلوپونیزیوں کے پاس پہنچے تاکہ انھیں یوبیہ لے جائیں مگر پلوپونیزی پہلے خیوس کی مدد کرنا چاہتے تھے جو سخت مشکلات اور مصائب میں مبتلا تھا چنانچہ وہ سارے جہاز لے کر خیوس کے لئے روانہ ہوئے۔ ٹری اپیوم کے قریب سمندر میں انھیں اتھینزی بیڑا نظر آیا جو کالکے کی طرف سے آرہا تھا لیکن فریقین نے ایک دوسرے پر حملہ کرنے کی کوشش نہیں کی اور اتھینزی جہاز ساموس کی طرف بڑھ گئے تو پلوپونیزی اس نتیجہ پر پہنچے کہ لڑائی کے بغیر خیوس کو دشمن کے پنجہ سے چھڑانا ممکن نہیں ہے۔ یہ سوچ کر وہ ملطہ کی طرف چلے گئے اس کے بعد سرما ختم ہوا اور اس کے ساتھ ہی اس جنگ کا بیسواں سال اختتام کو پہنچا جس کی یہ تاریخ طوسی دیدس نے لکھی ہے۔

اس کے بعد جب گرمیاں آئیں تو اوائل موسم بہار میں ویرکلیداس نامی اسپارٹی ایک چھوٹی سی فوج کے ساتھ بری راستہ سے ہیلیسپونٹ روانہ کیا گیا تاکہ ابیدوس میں بغاوت کرائی جائے جو ملطہ کی ایک نوآبادی ہے ادھر جب استیوخوس کی سمجھ میں نہ آیا کہ خیوسیوں کی امداد کس طور پر کی جائے تو خیوسی محاصرہ کے دباؤ سے مجبور ہو کر بحری لڑائی کے لئے شہر سے باہر نکل آئے۔ استیوخوس رھوڈس ہی میں تھا کہ پیداریتوس کی ہلاکت کے بعد ملطہ سے لیون نامی ایک اسپارٹی اُن کا کمان دار بن کر آیا جکے ہمراہ انتس تھنیس

بھی تھا۔ لیون کے ساتھ بارہ جہاز خیوس پہنچے جو پہلے ملطہ کے حفاظتی بیڑے میں شریک تھے۔ ان میں پانچ تھوریائی اور چار سر قوسی جہاز تھے اور ایک جہاز اناثیہ کا ایک ملطہ کا اور ایک خود لیون کا تھا۔ خیوس کے سارے سپاہی ایک ساتھ شہر سے باہر نکل کر ایک مستحکم مقام پر پہنچ گئے جس کے ساتھ ہی ان کے چھتیس جہاز وں سامنے آگے بڑھ کر ایتھنزی بیڑے پر حملہ کیا جس میں بتیس جہاز تھے۔ سخت خوں ریز لڑائی ہوئی جس میں خیوسیوں ہی کا پلڑا بھاری رہا لیکن چونکہ اب دن کافی گزر چکا تھا اس لئے خیوسی شہر میں واپس چلے گئے۔

اس کے فوراً بعد دیرکلیدا س ملطہ سے خشکی کے راستہ ہلیسپونٹ پہنچا اور اُس نے فرنا بازو نے مل کر ابیدوس میں بغاوت کرادی جس کے دو روز بعد لمپاسکوس بھی ایتھنز سے منحرف ہوگیا۔ اس کی اطلاع استرومبی کوس کو ملی تو وہ چوبیس ایتھنزی جہازوں کے ساتھ جن میں بھاری ہتھیار بند پیادوں کو لے جانے والے بار بردار جہاز بھی تھے، خیوس سے روانہ ہوکر لمپاسکوس پر حملہ آور ہوا اور جو فوجیں مقابلہ پر آئیں ان کو پسپا کر کے شہر پر پہلے ہی حملہ میں قبضہ کرلیا جس کے اطراف شہر پناہ نہیں تھی۔ اس نے شہر کو لوٹ کر سارے غلاموں کو گرفتار کرلیا اور آزاد شہریوں کو ان کے حال پر چھوڑ کر ابیدوس کا رُخ کیا۔ لیکن جب ابیدا ؤر وسیوں نے اطاعت قبول کرنے سے انکار کیا اور حملہ کر کے شہر پر قبضہ کرنے میں کامیابی نہیں ہوئی تو سمندر کو عبور کر کے مقابل کے ساحل پر چلا گیا اور ستوس واقع خرسونیز کو جس پر سابق میں ایرانیوں نے قبضہ کرلیا تھا (جیسا کہ تاریخ ہٰذا کے پچھلے ابواب میں ذکر کیا جاچکا ہے) سارے ہلیسپونٹ کے دفاع کے لئے فوجی مرکز مقرر کیا۔

اس عرصہ میں خیوسیوں نے سمندر پر پہلے سے زیادہ اقتدار حاصل کر لیا۔ اور ملطہ کے پلوپونیزیوں اور استیوخوس کو جب بحری معرکہ اور اس کے بعد استروسبی کا نڈیس کے دستے کی روانگی کا پتہ چلا تو پھر ایک بار ان کی ہمت بندھ گئی۔ استیوخوس دو جہاز لے کر ساحل کے ساتھ ساتھ خیوس پہنچا اور وہاں سے سارے جہاز لے کر مکمل بیڑے کے ساتھ ساموس کے خلاف روانہ ہوا لیکن اتھینزیوں نے جواب آپس میں ایک دوسرے کو شبہ کی نظر سے دیکھنے لگے تھے' مقابلہ کے لئے کوئی اقدام نہیں کیا تو ملطہ کو لوٹ گیا۔ اتھینزی آپس میں ایک دوسرے سے خایف اس لئے تھے کہ تقریباً اسی زمانہ میں یا اس سے کچھ پہلے اتھینز میں عمومیت کو ختم کر دیا گیا تھا جب پساندر اور اس کے ہمراہی سفرا تسافرنز سے گفت وشنید کے بعد ساموس واپس ہوئے تو انھوں نے فوراً فوج کے امور میں پہلے سے زیادہ دل چسپی لینی شروع کی اور اونچے طبقوں کے ساموسیوں کو چند سری طرز حکومت قایم کرنے میں مدد دینے کے لئے اُکسانا شروع کیا۔ یہ وہی طرز حکومت تھی جس سے بچنے کے لئے ساموس کے ایک فریق نے حال ہی میں بغاوت کی تھی۔ انہی دنوں ساموس کے اتھینزیوں نے آپس میں صلاح مشورہ سے طے کیا کہ الکی بیادیس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے کیونکہ ایک تو وہ ساتھ دینے پر راضی نہیں تھے دوسرے عدیدی نظام کو اس سے کوئی فائدہ بھی نہیں پہنچ سکتا۔ انھوں نے یہ بھی طے کیا کہ اب جب کہ ہم ایک تحریک شروع کر چکے ہیں تو اسے کامیاب بنانا اور اپنے مفاد کی حفاظت کرنا ہمارا فرض ہے۔ ساتھ ہی ہمیں چاہئے کہ کامیابی سے جنگ کو جاری رکھیں اور روپیہ پیسہ اور دوسری ضروریات کی تکمیل خود اپنے خانگی وسایل سے کریں کیونکہ اب انھیں سب کچھ اپنے ہی لئے کرنا ہے۔

اس طرح انھوں نے ایک دوسرے کی ہمت بڑھانے اور اپنا مقصد حاصل کرنے کا پکا ارادہ کر لیا اور پھر سفیروں کی ٹولی کے نصف حصہ کو پیسانڈر کے ساتھ ایتھنز روانہ کر دیا تاکہ وہاں ضروری کارروائیاں کی جائیں اور یہ ہدایت بھی دی کہ جن ماتحت مملکتوں کے پاس سے اُن کا گزر ہو اُن سب میں چندسری نظام قایم کرتے جائیں۔ بقیہ سفیر اپنی اغراض کی تکمیل کے لئے دوسرے ماتحت شہروں کو بھجوا دئے گئے۔ دائترے فیز کو بھی جو تھریسی شہروں کا کماندار مقرر ہوا تھا اور اس وقت نواح خیوس میں موجود تھا اسی غرض سے تھاسوس روانہ کیا گیا جس نے وہاں کی عمومیت کو ختم کر دیا۔ لیکن اس کی واپسی کے بعد دو ماہ بھی نہیں گزرے تھے کہ تھاسوسیوں نے اپنے شہر میں استحکامات کی تعمیر شروع کی کیونکہ وہ ایتھنز کی حکومت خواص سے تنگ آ چکے تھے اور انھیں توقع تھی کہ لاکے دیمونی بہت جلد پہنچ کر آزاد کرا دیں گے۔ درحقیقت وہاں کا ایک فریق (جس کو ایتھنزیوں نے جلاوطن کر دیا تھا) پلوپونیزیوں سے ملا ہوا تھا جو شہر میں اپنے دوستوں کی مدد سے پہلے ہی سے اس کوشش میں تھا کہ فوجی امداد حاصل کر کے حکومت کے خلاف بغاوت کر دی جائے۔ جب ایتھنزیوں نے چندسری حکومت قایم کر دی تو اُن کی مراد بڑی حد تک خود بخود بر آئی یعنے حکومت کی اصلاح کشت و خون کے بغیر ہو گئی اور عمومیت بھی باقی نہیں رہی جو اُن کے خلاف تھی۔ اس طرح تھاسوس میں پانسہ الٹا پڑا اور ایتھنز کے عدیدی سازشی اپنے مقصد میں قطعاً ناکام رہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اکثر ماتحت مملکتوں میں یہی صورت حال پیش آئی۔ جس شہر میں بھی اعتدال پسند حکومت قایم ہوئی اور آزادی عمل حاصل ہو گئی اُس نے فوراً مکمل آزادی کی طرف قدم بڑھایا اور سیاسی اصلاح کا جو فریب ایتھنزی دینا چاہتے تھے وہ بالکل ناکام رہا۔

پساندر اور اُس کے شرکائے کار نے ساحل کے ساتھ ساتھ سفر کے دوران میں سارے شہروں میں عمومیت کو ختم کر دیا اور بعض مملکتوں سے بھاری ہتھیار بند پیادے اپنے ساتھ لے کر ایتھنز پہنچا تو دیکھا کہ اُس کے ہم نوا تحریک کو کافی آگے بڑھا چکے ہیں۔ چند نوجوانوں نے ایک خفیہ ٹولی بنالی تھی اور انھوں نے اینڈرو کلیس نامی ایک شہری کو قتل کر دیا جو عوام کا سب سے بڑا رہنما تھا اور زیادہ تر اُسی کی کوششوں سے الکی بیادیس کی جلاوطنی عمل میں آئی تھی۔ اس شخص کو بطور خاص اس لیے قتل کیا گیا کہ ایک تو وہ ہر دلعزیز رہنما تھا دوسرے اُن کا خیال تھا کہ بازطلبی کے بعد الکی بیادیس کے پاس رسائی کے لئے یہ کارنامہ بہت کام آئے گا۔ اس کے علاوہ چند اور بداطوار افراد کا نوجوانوں نے اسی طرح خاتمہ کر دیا۔ نئے طرز حکومت کے حامیوں کا کھلا مطالبہ یہ تھا کہ جنگ میں شریک ہونے والے سپاہیوں کے سوائے کسی اور کو سرکاری خزانہ سے تنخواہیں نہ دی جائیں اور پانچ ہزار سے زیادہ شہریوں کو حکومت میں شریک نہ کیا جائے اور یہ پانچ ہزار متمول اور تندرست و توانا ہوں تاکہ اپنے روپے اور قوت بازو سے ملک کی خدمت کر سکیں۔

لیکن یہ باتیں محض عام شہریوں کو اپنا ہم نوا بنانے کے لئے کہی جاتی تھیں اور در اصل سارے اختیارات خود بانیان انقلاب غصب کرنا چاہتے تھے۔ شہر میں یہ سب کچھ ہو رہا تھا مگر مجلس عوام اور بین کونسل کے اجلاس بھی منعقد ہوتے تھے گو ان میں کوئی ایسا مسئلہ پیش نہیں ہوتا تھا جسے سازشیوں نے قبل از قبل منظور نہ کر لیا ہو۔ سازشی جلسوں کے لئے نہ صرف مقرر فراہم کرتے تھے بلکہ قبل از قبل یہ بھی طے کر لیا جاتا تھا کہ کس مقرر کو کیا کہنا چاہیے۔

عوام پر خوف غالب تھا اور سازشیوں کی بڑی تعداد کی موجودگی کی وجہ سے لوگ دم نہیں مار سکتے تھے۔ جو بھی اُن کا سد راہ ہوتا کسی نہ کسی ترکیب سے فوراً موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا تھا۔ نہ تو قاتلوں کی کوئی تلاش کرتا تھا اور نہ کسی کو انصاف کی توقع ہو سکتی تھی۔ عوام یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے مگر خوف کی وجہ صرف شکایت زبان پر نہیں لاتے تھے۔ خاموش رہ کر خود بچ نکلے تو اسی کو غنیمت سمجھتے تھے۔ عام خیال یہ تھا کہ شہریوں کی بڑی تعداد سازش میں شریک ہے جو واقعہ نہیں تھا مگر اس غلط فہمی کی وجہ سے عوام سہمے ہوئے تھے۔ شہر کی وسعت اور پھیلاؤ کی وجہ سے ایک کو دوسرے کی مشکل سے خبر ہو سکتی تھی اور ایسا کوئی ذریعہ بھی نہیں تھا جس سے پتہ چل سکے کہ کون سازشی ہے اور کون نہیں ہے اس لئے لوگ دوسروں سے نہ اپنی شکایات بیان کر سکتے تھے اور نہ مل کر خرابیوں کو دور کرنے کے طریقے سوچ سکتے تھے۔ وہ ڈرتے تھے کہ کہیں مخاطب سازشیوں ہی سے نہ ہو۔ نہ اجنبی پر بھروسہ کیا جا سکتا تھا نہ درست آشنا پر۔ غرض ہر شخص دوسرے کو شبہ کی نظر سے دیکھتا تھا اور یہ سمجھتا تھا کہ اس کا پڑوسی سازش سے تعلق رکھتا ہے۔ سازشیوں نے یہ چالاکی کی کہ اپنے ساتھ بعض ایسے افراد کو بھی شریک کر لیا جن کے بارے میں کبھی تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ عدیدی گروہ میں بار پا سکیں گے۔ عوام کی اکثریت کے شبہات کو در اصل اسی وجہ سے زیادہ تقویت پہنچی اور اس طرح قریب دیگر معدودے چند سازشی عوام الناس کی زد سے محفوظ ہو گئے۔

اس مرحلہ پر پیساندر اپنے شرکائے کار کے ساتھ ایتھنز پہنچا اور اس نے فوراً ہی مزید کارروائیاں شروع کیں۔ پہلے مجلس عوام میں یہ تحریک منظور کروائی گئی کہ نئے دستور کی تدوین کا کام دس افراد کی ایک جماعت کے سپرد کیا جائے

جسے کامل اختیارات حاصل ہوں اور جب مسودہ تیار ہو جائے تو ایک مقررہ دن وہ عوام کے سامنے بہترین طرزِ حکومت کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کریں۔ چنانچہ جب مقررہ دن آیا تو عوام کو لولونوس کے بت خانہ یوسائیدوں کے احاطے میں طلب کیا گیا جو شہر سے تقریباً ایک میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس موقع پر دستور سازی کے لئے منتخب شدہ دس افراد نے صرف ایک قرارداد پیش کی جو یہ تھی کہ ہر شخص کو تحریکات پیش کرنے کا حق حاصل ہے۔ لیکن اس کارروائی پر کوئی قانون کی خلاف ورزی کا الزام لگائے تو اس کے لئے بھاری جرمانہ یا سخت جسمانی سزا مقرر کی گئی جس سے راستہ صاف ہو گیا۔ اس کے بعد صاف طور پر اعلان کر دیا گیا کہ موجودہ قوانین کے تحت قائم کردہ سارے تنخواہ یاب سرکاری عہدے تخفیف کر دیے گئے ہیں۔ پانچ افراد کو مجلس ملکی کا صدر منتخب کر کے یہ اختیار دیا جائے گا کہ وہ سو اراکین کی ایک مجلس منتخب کریں۔ ان سو میں سے ہر ایک شخص مزید تین شہریوں کو نامزد کرے گا یہ چار سو جنہیں حکومت کے پورے اختیارات حاصل رہیں گے کونسل کے ایوان میں اجلاس کریں گے اور حسب ضرورت مجلس پنج ہزار کا اجلاس طلب کریں گے۔

یہ قرارداد پساندر نے پیش کی جو بظاہر شروع ہی سے عمومیت کو ختم کرنے کی تحریک میں سب سے زیادہ پیش پیش تھا۔ مگر در اصل جس شخص نے اس بدلی تحریک کو مربوط و مستحکم کر کے اس انقلاب عظیم کا راستہ صاف کیا اور جس کی فکر و نظر نے اس کے ہر پہلو کو سلجھایا وہ انتی فون تھا۔ انتی فون اپنے زمانہ میں ایتھنز کے قابل ترین افراد میں سے تھا۔ وہ فہم و فراست سے نہ صرف معقول تجویزیں سوچتا تھا بلکہ غیر معمولی قوت بیان کی مدد سے لوگوں کی رائے بھی ہموار کرتا تھا۔ لیکن اس نے اپنے آپ کو اسمبلی میں یا عوام کے آگے پیش کرنا نہیں چاہا کیوں کہ

اس کی ذہانت اور قابلیت کی شہرت سے مرعوب ہو کر لوگ اُسے پسند نہیں کرتے تھے۔ مجلس عوام کے اجلاسوں اور عدالتوں میں لوگ اُس کے مشوروں کی بدولت سب سے زیادہ کامیاب ہوتے تھے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ بعد میں جب عموم نے چارسو کی حکومت کا خاتمہ کر دیا اور اسی عدیدی طرز حکومت کے قیام سے تعلق رکھنے کے الزام میں موت کی سزا دینے کی غرض سے انتی فون پر مقدمہ چلایا تو اس نے اس غیر معمولی خوبی اور قابلیت سے اپنی صفائی پیش کی کہ اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ فری نخوس نے بھی عدیدیت کی جوش وخروش کے ساتھ تائید کی اور وہ بھی پیش پیش رہا۔ وہ الکی بیادیس سے خائف تھا اور جانتا تھا کہ الکی بیادیس ساموس ہیں استیوخوس سے اس کی سازشوں سے واقف ہے مگر اسے یقین تھا کہ عدیدی طرز حکومت قائم ہو جائے تو الکی بیادیس کی بازطلبی کا کوئی امکان نہیں رہے گا۔ اور ایک دفعہ اس میدان میں قدم رکھنے کے بعد اس نے ہر خطرے کا بے مثال جرأت و استقلال سے مقابلہ کر کے اپنے مقصد سے غیر معمولی خلوص کا ثبوت دیا۔ اتنی زیادہ اور اس درجہ قابل اور ذہین ہستیوں کی بدولت یہ مہم جو بلاشبہ عظیم الشان تھی لازمی طور پر آگے بڑھی اگرچہ ایتھنزی عوام کو آزادی سے محروم کرنا کوئی آسان مرحلہ نہیں تھا کیونکہ وہ خود سروں کی معزولی کے بعد تقریباً ایک سو سال سے آزاد تھے اور اس تمام دوران میں نہ صرف یہ کہ کسی کی اطاعت پر مجبور نہیں ہوئے بلکہ پچاس سال سے زیادہ عرصہ تک اپنے تحت کی مملکتوں پر حکمرانی بھی کرتے رہے۔

مجلس نے بہ اتفاق آرا مجوزہ دستور کی توثیق کر دی جس کے بعد اس کی تحلیل عمل میں آئی اور چارسو کی مجلس کے اراکین کونسل کے ایوان کی طرف بڑھے۔ اس وقت شہر کی صورت حال یہ تھی کہ دیکلیہ میں دشمن کی فوجوں کی

موجودگی کی وجہ سے سارے انجینئری ہر وقت یا تو فصیل کی نگرانی کرتے تھے یا مختلف فوجی چوکیوں میں ڈیوٹی کرتے تھے۔ اس روز ان لوگوں کو جو شریک راز نہیں تھے حسب معمول بعد برخاست گھر جانے کی اجازت دی گئی لیکن جو سازش میں شریک تھے اُن سے کہا گیا کہ گھر نہ جائیں بلکہ مورچوں اور چوکیوں کے پاس ہی ایسے مقامات پر ٹھیرے رہیں کہ دوسروں کو پتہ نہ چلنے پائے اور اگر مجلس کی کارروائیوں کے خلاف کوئی آواز اٹھائے تو اس کا گلا گھونٹ دیں۔ اس کے علاوہ چند اندریائی اور تینفیائی، تین سو کارستی اور آئی گینہ کے چند آباد کار بھی تھے جو اسی غرض سے مسلح ہو کر آئے تھے۔ ان کو بھی یہی ہدایات دی گئیں۔ جب یہ سارے انتظامات مکمل ہو چکے، چار سو کی مجلس کے اراکین جن میں سے ہر ایک نے آستین میں خنجر چھپا رکھا تھا، ایک سو بیس یونانی نوجوانوں کے ساتھ، جن سے جبر و تخویف اور کشت و خون کا کام لیا جاتا تھا بین کونسل کے چیمبر میں پہنچے اور اراکین سے کہا اپنی تنخواہ لو اور گھر جاؤ۔ وہ ان سارے اراکین کی بقیہ میعاد ملازمت کی تنخواہ کی رقم بھی اپنے ساتھ لائے تھے۔ اس کے بعد ہر ایک رکن اپنی تنخواہ لے کر چلا گیا۔

جب بین کونسل کے اراکین اس طرح بے چون و چرا اٹھ کر چلے گئے اور بقیہ شہریوں نے کوئی جنبش نہیں کی تو چار سو کا گروہ ایوان کے اندر داخل ہوا اور فی الوقت صرف یہ کارروائی کی کہ پریتینوں کا قرعہ اندازی کے ذریعہ انتخاب کیا۔ انھوں نے عہدہ سنبھالنے کا شکرانہ ادا کیا اور دیوتاؤں کو قربانیاں دیں لیکن اس کے بعد جو طرز اختیار کیا وہ عمومی طریقوں سے بالکل مختلف تھا۔ البتہ صرف الکی بیادیس کی واپسی کو روکنے کی غرض سے سابقہ حکومت کے جلاوطنی سے متعلقہ احکام منسوخ نہیں کئے گئے مگر شہریوں کے ساتھ ظلم و تعدی سے پیش آئے۔ بہتروں کو نہیں تو

چند شہریوں کو ضرور مروا ڈالا جنھیں وہ اپنا دشمن سمجھتے تھے اور بعض کو جیل بھجوا دیا یا جلاوطن کر دیا۔ انھوں نے لاکے دیمونی شاہ آگس کے پاس صلح کے لئے سفارت بھی بھجوائی اور کہلوایا کہ اب ایتھنز میں متلون مزاج عوام کا بے اصول راج نہیں رہا ہے اور اقتدار ذمہ دار ہاتھوں میں آگیا ہے اس لئے بہتر تعلقات کی توقع کی جا سکتی ہے۔

لیکن آگس کو یقین نہیں آیا کہ شہر میں امن وامان قایم ہو گیا ہے یا یہ کہ ایتھنزی جو قدیم الایام سے آزاد رہے ہیں آسانی سے محکومی کو گوارا کر لیں گے اس نے سوچا کہ بالفرض اگر اس وقت شہر میں کوئی ہیجان برپا نہیں ہے تو بھی اگر ایک بڑی فوج لے کر اقدام کیا جائے تو فوراً افراتفری پھیل جائے گی۔ اسلئے اس نے ایتھنزی سفرا کو مایوس کن جواب دے کر رخصت کر دیا اور پلوپونیز سے ایک بڑی امدادی فوج طلب کر کے اور ان کے علاوہ دیکیلیہ کے دستوں کو بھی ہمراہ لے کر کچھ ہی عرصہ بعد یکایک تیزی سے اقدام کر کے شہر کی فصیلوں تک جا پہنچا۔ اس کا خیال تھا کہ یا تو ایتھنز کے داخلی انتشار کی وجہ سے اس کی تسخیر میں مدد ملیگی یا شہر کے اندر اور باہر انتشار اور افراتفری کی بنا پر دشمن ہتھیار ڈال کر اطاعت قبول کر لے گا اور لڑائی کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ اور اگر یہ بھی نہوا تو کم از کم لمبی دیواریں تو ضرور قبضہ میں آجائیں گی کیونکہ ان کی نگرانی کے لئے فوج متعین نہیں ہے۔ چنانچہ لاکے دیمونی فوجیں آگے بڑھنے لگیں لیکن شہر میں کوئی بدنظمی یا ہلچل نہیں پیدا ہوئی اور جب حملہ آور زیادہ قریب آگئے تو ایتھنزی سوارہ فوج بھاری ہتھیار بند پیادوں ہلکے ہتھیار بند دستوں اور تیر اندازوں نے شہر سے نکل کر حملہ کیا اور آگس کے چند سپاہیوں کو جو زیادہ قریب آگئے تھے ہلاک کر کے لاشوں اور ہتھیاروں پر قبضہ کر لیا۔ اب آگس کی آنکھیں کھل گئیں اور

ایتھنز کی حالت کے بارے میں غلط فہمیاں دور ہوگئیں۔ چنانچہ وہ فوج کو لے کر فوراً ڈیکیلیہ لوٹ گیا اور چند روز بعد پیلوپونیز سے آئی ہوئی امدادی فوجوں کو واپس بھجوا دیا گیا۔ اس کے بعد بھی چار سو کو امید تھی کہ لاکے دیمون سے صلح ہو سکتی ہے۔ چنانچہ انھوں نے آگس کے پاس دوبارہ سفارت بھجوائی۔ اس دفعہ جوابات جیت ہوئی وہ زیادہ امید افزا تھی اور آگس خود بھی اپنی صلح چاہتا تھا اس لئے اس نے مشورہ دیا کہ معاہدہ کی شرطیں طے کرنے کے لئے لاکے دیمون کو سفیر بھجوائے جائیں۔

انھوں نے دس اشخاص کی ایک جماعت کو ساموس بھی بھجوایا تاکہ فوج کو ایتھنز کے حالات کے بارے میں ہر طرح اطمینان دلایا جائے اور کہا جائے کہ چند سری حکومت اس لئے قائم نہیں کی گئی ہے کہ شہر یا اہل شہر کو کوئی نقصان پہنچایا جائے بلکہ اس کا مقصد سارے ملک کی مشکلات کو دور کرنا ہے اور یہ کہ اقتدار صرف چار سو کے نہیں بلکہ پانچ ہزار شہریوں کے ہاتھ میں ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ایتھنزیوں کو مختلف مقامات پر لڑائی اور بیرونی ممالک میں کاروبار کی وجہ کبھی فرصت ہی نہیں ملی کہ کسی ایسے اہم مسئلہ پر غور کریں جس کے لئے مجلس پنج ہزار کو طلب کرنے کی ضرورت پیش آئے۔ ساموس جانے والوں کو اور ساری باتوں کے بارے میں بھی ضروری تفہیم کردی گئی اور انھیں نئی حکومت کے قیام کے فوراً بعد روانہ کر دیا گیا کیونکہ انھیں بجا طور پر اندیشہ تھا کہ بحری فوج کی بہت بڑی تعداد چند سری حکومت کی اطاعت کو قبول نہیں کرے گی اور ممکن ہے کہ فوج کی مخالفت بالآخر عدیدی اقتدار کے خاتمہ کا سبب بن جائے۔

اور واقعہ یہ ہے کہ اب ساموس میں عدیدیت کے مسئلہ نے ایک نیا رخ

اختیار کرلیا تھا اور ٹھیک اس وقت جب چار سو کا گروہ سازشوں میں مصروف تھا یہاں حسب ذیل واقعات پیش آئے :—

ساموس کی آبادی کا وہ فریق جس نے اونچے طبقوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا اور جس کا ذکر ہم کر چکے ہیں عمومی فریق کہلاتا تھا۔ پساندر نے آکر اُن کو سمجھایا بجھایا اور ساموس میں مقیم عدیدی سازشیوں نے بھی ہموار کرنے کی ہر طرح کوشش کی تو فوراً اپنا مسلک بدل کر تین سو افراد کی ایک جماعت نے عمومی فریق کی بیخ کنی کرنے کی قسم کھائی اور بقیہ شہریوں پر جن کو اب وہ عمومی فریق سمجھتے تھے دھاوا کرنے کی تیزی سے تیاریاں کر رہے تھے۔ اس عرصہ میں انھوں نے ہی پر بولس نامی ایک اتھنزی کو قتل کر دیا جو ایک بد اطوار شخص تھا جسے اتھنزیوں نے اپنے شہر اور برادری سے خارج کر دیا تھا یہ اخراج اس لیئے عمل میں آیا کہ وہ کوئی با اثر شہری تھا یا سوسائٹی میں کوئی خاص مقام رکھتا تھا جس سے حکومت خائف تھی بلکہ اس بدمعاش کا وجود شہر کے لئے باعث ننگ سمجھا گیا۔ اتھنزی سپاہ سالار فارمینوس اس کا یار غار تھا اور ان لوگوں نے چند اور اتھنزیوں سے مل کر ایک ٹولی بنائی تھی اور ایک دوسرے کا ساتھ دینے کا عہد و پیمان کیا تھا۔ ان سب بد اطوار افراد نے مل کر اب ساموس کے عوام پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ عوام کو پتہ چلا تو انھوں نے لیون اور دیومیدون نامی سپاہ سالاروں کو مطلع کیا۔ ان سپاہ سالاروں کو عوام کا اعتماد حاصل تھا اور اسی وجہ سے وہ عدیدیت کے دل سے حامی نہیں تھے۔ انھوں نے تھراسی بولس کو بھی اطلاع دی جن میں سے اول الذکر ایک جنگی جہاز کا کپتان تھا اور ثانی الذکر کا تعلق بھاری ہتھیار بند پیادہ فوج سے تھا۔ اس کے علاوہ ان تمام لوگوں کو خبر کی گئی جو ہمیشہ سے عدیدیت کے سخت دشمن سمجھے

جاتے تھے۔ ساموسی عوام نے ایتھنزیوں سے کہا آپ لوگوں کو چاہیئے ہماری مدد کریں اگر آپ نے مدد نہیں کی اور الگ کھڑے تماشا دیکھتے رہے تو ہم تباہ ہو جائیں گے اور ساموس جو آپ کی رہی سہی سلطنت کا آخری سہارا ہے ایتھنز کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ عوام کے نمایندوں کی یہ باتیں سننے کے بعد متذکرہ بالا افراد نے فرداً فرداً ہر ایک سپاہی سے مل کر حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ انھوں نے خاص طور پر پارالوس نامی کشتی کے ملاحوں کو ابھارا، جو سب کے سب ایتھنزی اور آزاد شہری تھے اور اس وقت سے عدیدیت کے دشمن تھے جب ایتھنز میں اس کے وجود میں آنے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ لیون اور دیومیدون نے اس خیال سے کہ ممکن ہے وہ پارالوس کو کسی اور مقام پر لے جانے پر مجبور ہو جائیں، حفاظت کے لئے چند جہاز بھی مقرر کر دئے۔ اس کے بعد تین سو کے گروہ نے جب عوام پر حملہ کیا تو یہ سب امداد کے لئے پہنچ گئے جن میں سب سے آگے پارالوس کے ملاح تھے۔ ساموس کے عوام دشمن پر فتح یاب ہوئے اور انھوں نے تین سو میں سے تقریباً تیس کو قتل کر ڈالا۔ تین سرغنوں کو جلاوطن کر کے بقیہ کو عام معافی دے دی اور اور عمومی طرز کی حکومت قائم کر کے اتفاق اور اتحاد کی زندگی بسر کرنے لگے۔

اس کے بعد اہل ساموس اور ایتھنزی لشکر کی جانب سے پارالوس نامی جہاز کلے ریاس ابن آرکستراتوس نامی ایتھنزی کے ساتھ جس نے انقلاب میں نمایاں حصہ لیا تھا، یہاں کی صورت حال کی اطلاع دینے کے لئے فوراً ایتھنز روانہ کیا گیا کیونکہ ساموس میں ہنوز چار سو کی حکومت کے قیام کی اطلاع نہیں تھی پارالوس کے ایتھنز کی بندرگاہ میں داخل ہوتے ہی عدیدی حکومت کے ارباب نے اس کے دو تین ملاحوں کو گرفتار کر لیا اور بقیہ کو ایک جنگی جہاز میں سوار کر کے

ساحل یوبیہ کی حفاظت کے لئے روانہ کر دیا۔ لیکن شہر کے حالات دیکھنے کے بعد کائیریاس کسی ترکیب سے فوراً نکل آیا اور ساموس لوٹ کر چار سو کے ظلم وستم کی اس درجہ ہولناک تصویر کھینچی کہ سپاہیوں کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اُس نے انتہائی مبالغہ سے کام لے کر کہا کہ سارے شہریوں کو کوڑے لگائے جا رہے ہیں۔ سارے لوگ دم بخود ہیں۔ کسی کی مجال نہیں کہ حاکموں کے خلاف زبان کھول سکیں۔ سپاہیوں کے بیوی بچوں کی بے آبروئی ہو رہی ہے۔ یہاں فوج کے جو سپاہی عددیت کے حامی نہیں ہیں اُن کے عزیزوں کو جیلوں میں بھرتے اور عدول حکمی کی صورت میں گردن اُڑا دینے کا تصفیہ کیا گیا ہے۔ یہ ساری بے بنیاد باتیں اُس نے بیان کیں اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سی تہمتیں لگائیں۔

ان باتوں کا فوری ردعمل یہ ہوا کہ سپاہیوں نے عددی تحریک کے بانیوں اور اُن کے سارے حامیوں کا خاتمہ کرنے کی سوچنے لگے۔ لیکن جب اعتدال پسند افراد نے سمجھا بجھا کر بتایا کہ اس اقدام کے نتائج نہایت خطرناک ہوں گے۔ دشمن کی فوجیں پاس ہی ہیں اور موقع کی منتظر ہیں۔ اس کے بعد تھراسی بولوس ابن لیکوس اور تھراسی لوس نے جو اس انقلاب کے سربراہ تھے، علی الاعلان طے کیا کہ ساموس کی حکومت کو بدل کر عمومیت قایم کی جائے۔ انھوں نے سپاہیوں کو بڑی بڑی قسمیں دے کر حمایت کا عہد لیا اور عددی فریق کو اور بھی بڑی قسمیں دے کر پابند کیا کہ عمومی دستور کو قبول کر کے متحد ہو جائیں۔ پلوپونیز سے جنگ جاری رکھیں اور چار سو کی حکومت کو اپنا دشمن سمجھیں اور اس سے کوئی مراسلت یا گفت وشنید نہ کریں یہی حلف سارے بالغ ساموسیوں سے بھی لیا گیا اور سپاہیوں نے اپنے سارے امور و رنج و راحت میں اہل ساموس کو شریک کر لیا کیونکہ اب یقین ہو گیا تھا کہ لشکریا

اہلِ ساموس کی نجات کا اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں رہا ہے اور یہ کہ ایتھنز کے عدیدی کامیاب ہوں یا ملطہ کی پلوپونیزی فوج دونوں صورتوں میں اُن پر تباہی آئے گی۔

اب کشمکش لشکر اور ایتھنز کے چار سو کے مابین تھی لشکر ایتھنز میں عمومیت قایم کرنا چاہتا تھا اور چار سو لشکر پر عدیدیت کو مسلط کرنے میں کوشاں تھے۔ اس اثنا میں لشکر نے اپنی مجلس عوام کو طلب کر کے سابقہ حکومت کے سپاہ سالاروں اور بعض ایسے سپاہ داروں کو برطرف کر دیا جن کی نیت پر شبہ تھا اور نئے سپاہ سالار اور افسر مقرر کئے گئے۔ تھراسی بولوس اور تھراسی لوس کو تو انھوں نے پہلے ہی منتخب کر لیا تھا۔ اس موقع پر انھوں نے ایک دوسرے کا دل بڑھانے کے لئے تقریریں بھی کیں اور دوسری باتوں کے علاوہ کہا کہ ہمیں اس بنا پر پست ہمت نہیں ہونا چاہیے کہ ایتھنز نے ہمارے ساتھ غداری کی ہے، کیوں کہ انحراف کرنے والے فریق کی تعداد کم ہے اور اس کے وسایل بھی ہمارے وسایل کے مساوی نہیں ہیں۔ سارا بحری بیڑا ہمارے قبضہ میں ہے جس کی مدد سے ہم تحت کی مملکتوں کو مجبور کر کے روپیہ حاصل کر سکتے ہیں جیسے اس وقت حاصل کرتے تھے جب ہماری حکومت کا مرکز ایتھنز میں تھا۔ ہمارا شہر ساموس کوئی کم زور شہر نہیں ہے بلکہ اس نے جب ایتھنز سے جنگ کی تو ثانی الذکر کے بحری اقتدار کے چھن جانے میں زیادہ کسر باقی نہیں رہ گئی تھی۔ اور جہاں تک دشمن سے لڑائی کا تعلق ہے ہمارا فوجی مرکز وہی ہے جو پہلے تھا اس لئے کوئی فرق نہیں پڑتا اور پھر چونکہ بحری بیڑا ہمارے پاس ہے اس لئے ہم رسد اور اشیائے ضرورت کی فراہمی کا انتظام خود ایتھنز سے زیادہ بہتر طریقہ پر کر سکتے ہیں۔ ایتھنز پری اوس کے راستہ پر محض اس وجہ سے قابض رہا کہ ہم یہاں موجود نہیں اور اگر

انھوں نے دوبارہ عمومی دستور نافذ کرنے سے انکار کر دیا جلد پتہ چل جائے گا کہ فوج آسانی سے انھیں سمندر سے بے دخل کر سکتی ہے وہ فوج کو سمندر سے بے دخل نہیں کر سکتے۔ اس کے علاوہ اب دشمن کو شکست دینے میں ہمیں تھریسے کوئی مدد نہیں مل سکتی اس لئے اگر ہمارا تعلق ایسے لوگوں سے منقطع ہو گیا تو کیا نقصان ہوا جن کے پاس نہ اب سپاہیوں کو دینے کے لئے روپیہ ہے (سپاہیوں کو اپنی روزی خود ہی حاصل کرنی پڑتی تھی) اور نہ عقل و تدبر جس کی بنا پر مملکتوں کو اپنی فوجوں پر حکم چلانے کا حق پہنچتا ہے۔ اس بارے میں بھی ہمارے وطن کی حکومت نے سخت غلطی کی جو اسلاف کے رائج کردہ دیرینہ دستور کو منسوخ کر دیا۔ مگر ہم اس دستور کو بحال کر رہے ہیں اور ایتھنز کی حکومت کو بھی ہم اپنی پیروی پر مجبور کریں گے۔ اس سے ظاہر ہے کہ عقل و تدّبر کی حد تک بھی لشکر، ایتھنز سے پیچھے نہیں ہے۔ اس کے علاوہ جس روز ہم الکی بیادیس کی بازطلبی کی منظوری اور اس امر کی ضمانت دیں کہ اُسے کوئی گزند نہیں پہنچایا جائے گا' وہ بخوشی شاہ ایران سے ہمارا اتحاد کرا دے گا۔ فرض کیجئے کہ ان تمام معاملات میں ہمیں ناکامی ہو جائے تو بھی پریشانی کی کوئی بات نہیں ہو گی۔ بحری بیڑا ہمارے پاس موجود ہے اور ہم جہاں چاہیں گے چلے جائیں گے۔ دنیا بہت وسیع ہے اور شہروں اور زمینوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔

آپس میں اس طرح کے خیالات ظاہر کر کے اور ایک دوسرے کی ہمت افزائی کر کے انھوں نے جنگ کی جدوجہد کو پہلے کی طرح جوش اور مستعدی سے جاری رکھا اور چار سو کی حکومت کی جانب سے جو دس افراد تفہیم کی غرض سے ساموس روانہ کئے گئے تھے انھیں راستہ میں یہ مقام دیلوس اس صورت حال کا پتہ چل گیا تو

وہ وہیں رک گئے اور کوئی کارروائی نہیں کی۔

تقریباً اسی زمانہ میں ملطہ میں پلوپونیزی بیڑے کے سپاہیوں نے شور مچانا شروع کیا کہ استیوخوس اور تسافرنز پلوپونیز کے مفاد کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ استیوخوس بحری لڑائی لڑنے پر کسی صورت راضی نہیں ہوتا تھا (نہ اس وقت راضی ہوا جب پلوپونیزی بیڑا عروج پر تھا اور ایتھنز کے پاس بہت کم جہاز تھے اور نہ اب آمادہ تھا حالانکہ پلوپونیزی اپنی اطلاعوں کے مطابق سمجھتے تھے کہ ایتھنزی اپنی حکومت سے منحرف ہو گئے ہیں، ساموس میں افراتفری پھیلی ہوئی ہے اور جہازیوں میں اتفاق و اتحاد نہیں ہے) بلکہ ہر دفعہ یہی کہہ کر ٹال دیتا تھا کہ تسافرنز کا بحری بیڑا آجائے تو لڑیں گے حالانکہ اس کا وجود ہی نہیں تھا اور مسلسل بےکاری اور جمود کی وجہ سے پلوپونیزی بیڑا کمزور ہوا جا رہا تھا تسافرنز نے صرف یہ کہ فینیقی بیڑے کو طلب نہیں کیا بلکہ پلوپونیزیوں کو ایک تو تنخواہیں پابندی سے نہیں دیتا تھا دوسرے پوری تنخواہیں نہیں دیتا تھا بلکہ بقایا رکھتا تھا جس کی وجہ سے بیڑے کی حالت بد سے بدتر ہو رہی تھی۔ جب نوبت یہاں تک پہنچی تو انھوں نے کہا کہ ہم اور زیادہ انتظار نہیں کر سکتے بلکہ فوراً فیصلہ کن لڑائی لڑیں گے۔ اس بارے میں سب سے زیادہ عجلت سرقوسیوں کو تھی۔

استیوخوس اور اس کے ساتھی اس بے چینی سے واقف تھے چنانچہ مجلس جنگ کا اجلاس منعقد کر کے انھوں نے تصفیہ بھی کر لیا تھا کہ ایک فیصلہ کن جنگ کی جائے گی۔ اور جب ساموس میں خلفشار کی اطلاعیں آئیں تو وہ اپنے سارے جہازوں کے ساتھ جن کی تعداد ایک سو دس تھی فوراً اس کے خلاف روانہ ہوئے اور ملطیوں کو حکم دیا کہ بری راستہ سے میکالے کو روانہ ہو جائیں۔ اس وقت ایتھنزی ساموس کے بیاسی جہازوں کے ساتھ گلاؤکے واقع علاقہ میکالے میں ٹھیرے ہوئے

ساموس سے ارض براعظم کا فاصلہ کم سے کم رہ جاتا ہے۔ ایتھنزیوں نے جب پلوپونیزی بیڑے کو آتے دیکھا تو ساموس کی طرف لوٹ گئے۔ ان کے جہازوں کی تعداد کم تھی اس لئے انھوں نے اس ایک لڑائی میں اپنا سب کچھ خطرے میں ڈال دینا مناسب نہیں سمجھا۔ علاوہ بریں ملطہ سے انھیں اطلاعیں ملی تھیں کہ دشمن ایک فیصلہ کن لڑائی کے لئے کوشاں ہے۔ اور پھر انھیں امید تھی کہ استرمبی کاندیس اپنے بیڑے کے ساتھ ہیلیپونٹس سے آئے گا جس کے پاس خیوس سے ایبیدوس جانے والے جہازوں کے ساتھ قاصد بھی بھجوا دیا گیا تھا۔ ان اسباب کی بنا پر ایتھنزی پیچھے ہٹ کر ساموس چلے گئے۔ اس کے بعد پلوپونیزی بیڑا میکالے کی بندرگاہ میں داخل ہوا اور انھوں نے وہیں ملطیوں کی بری فوج اور اس نواح کے باشندوں کے ساتھ قیام کیا۔ دوسرے روز وہ ساموس کے خلاف اقدام کرنے والے تھے کہ ہیلیپونٹس سے استرومبی کاندیس کے بیڑے کی آمد کی اطلاع ملی جس کے ساتھ ہی وہ ملطہ واپس چلے گئے۔ اب ایتھنزی بیڑے کی قوت میں اضافہ ہو گیا تو ایک سو اٹھتی جہاز لے کر فیصلہ کن لڑائی کے لئے وہ خود ملطہ روانہ ہوئے لیکن دشمن مقابلہ پر نہیں آیا تو ساموس لوٹ گئے۔

چھبیسواں باب

جنگ کا اکیسواں سال۔ الکی بیادیس کی ساموس کو بازطلبی۔ یوبیہ کی بغاوت اور چارسو کی حکومت کا خاتمہ۔ کنوسما کی لڑائی۔

پلوپونیزی اپنے متحدہ بیڑے کو بھی دشمن کے مقابلہ میں کم زور سمجھتے تھے چنانچہ یہی وجہ تھی کہ انھوں نے لڑائی سے انکار کر دیا اور سوچنے لگے کہ جہازوں کی تعداد میں اضافہ کرنے کے لئے روپیہ کہاں سے آئے گا۔ تسافرنز تو بڑا بخیل نکلا لہذا اس سے کوئی امید نہیں ہو سکتی۔ یہ سوچ کر ایتھنزی بیڑے کے ملطہ سے واپس ہونے کے فوراً بعد اسی موسم گرما میں انھوں نے پلوپونیز کے سابقہ احکام کے مطابق کلیارفوس ابن رام فیاس کو چالیس جہازوں کے ساتھ فرنابازو کے پاس بھجوانے کا تصفیہ کیا جس نے امداد طلب کی تھی اور خرچ دینے پر بھی راضی تھا۔ اس کے علاوہ بانی زنطہ نے بغاوت کر کے لاکے دیمونی اتحاد میں شریک ہونے کا پیش کش بھی دیا تھا۔ چنانچہ کلیارفوس چالیس جہازوں کے ساتھ

روانہ ہوا اور ایتھنزیوں کی نظر بچانے کی غرض سے کھلے سمندر میں داخل ہوا تو طوفان کی زد میں آ گیا جس کے تھپیڑوں میں بیشتر جہاز دیلوس کے علاقہ میں داخل ہو گئے۔ خود کلیارفوس بھی انہی میں سے ایک جہاز میں تھا۔ وہاں یہ بیڑا ملطہ کو واپس ہو گیا۔ ملطہ سے کلیارفوس خشکی کے راستہ ہیلیسپونت پہنچا تاکہ ہیلکسوس نامی میگاری کی سرکردگی میں جو دس جہاز ہیلیسپونت پہنچنے میں کامیاب ہوئے تھے ان کی کمان سنبھالے۔ بازنطہ میں بغاوت انہی جہازوں کی مدد سے کرائی گئی۔ اس کے بعد ساموس میں کمان داروں کو اطلاع ملی تو انھوں نے ہیلیپونٹ کی نگرانی کے لئے جہازوں کا ایک دستہ بھجوایا اور بازنطہ کے روبرو فریقین میں ایک جھڑپ ہوئی جس میں ہر دو جانب کے آٹھ جہازوں نے حصہ لیا۔

اس دوران میں ساموس کے سربراہوں اور خاص کر تھراسی بولوس نے جس نے حکومت کا ڈھانچہ بدلنے کے فوراً بعد ہی طے کر لیا تھا کہ الکی بیادیس کی بازطلبی ضروری ہے اپنی مجلس عوام میں جس میں سارے سپاہی شریک تھے، اس کی معافی اور بازطلبی کی تحریک پیش کر کے منظوری لی اور تسافرنز کے پاس جا کر اُسے ساتھ لے آیا۔ کیونکہ اب نجات کا واحد راستہ یہی معلوم ہوتا تھا کہ الکی بیادیس کی مدد سے تسافرنز کو پلوپونیزیوں سے جدا کر کے اپنا دوست بنا لیا جائے۔ الکی بیادیس نے مجلس عوام کے ایک اجلاس میں اپنا شخصی دکھڑا سنانے اور جلاوطنی کا شکوہ و شکایت کرنے کے بعد جنگ اور سیاسی مسایل پر کچھ اس انداز سے رائے زنی کی کہ حاضرین کے دل کامیابی کی توقعات سے معمور ہو گئے۔ اس نے تسافرنز پر اپنے اثر کا ذکر بہت بڑھا چڑھا کر اور انتہائی مبالغہ کے ساتھ کیا تاکہ ایتھنز کی عدیدی حکومت مرعوب ہو، ساموس کے ایتھنزی لشکر میں اس کی ساکھ بڑھے اور سپاہیوں میں خود اعتمادی پیدا ہو اور ساتھ ہی ساتھ، دشمن تسافرنز سے اس

درجہ بدظن ہو جائے کہ آئندہ امداد کی ساری امیدوں پر پانی پھر جائے۔ اس مقصد سے اُس نے بڑی بڑی توقعات دلائیں اور کہا کہ تسافرنز قسمیں کھا کھا کر کہتا ہے کہ مجھے ایک دفعہ اتھینز کی دوستی کا یقین ہو جائے تو فوج کو جس قدر رسد اور سامان کی ضرورت ہوگی فراہم کروں گا اور جب تک مجھ میں استطاعت رہے اتھینز یوں کو اس بارے میں کوئی تکلیف نہیں ہونے دوں گا چاہے اس کے لئے مجھے خود اپنے نقرئی کوچ کو ڈھلوا کر سکّے ہی کیوں نہ تیار کروانے پڑیں۔ تسافرنز یہ بھی کہتا ہے کہ وہ فنیقی بیڑا پلوپونیزیوں کی امداد کے لئے نہیں بلکہ آپ کی مدد کے لئے لائے گا۔ وہ سب کچھ کرنے پر آمادہ ہے مگر شرط یہ ہے کہ وہ اتھینزیوں کی دوستی پر بھروسا کر سکے۔ اور کہتا ہے کہ جب تک آپ جلا وطنی کے احکام منسوخ کر کے مجھے واپس نہ بلا لیں اور میں بیچ میں پڑ کر ضمانت نہ دوں اسے اتھینزیوں پر بھروسا نہیں ہو سکتا۔

الکی بیادیس نے یہ اور اسی قسم کی بہت سی دوسری باتیں بیان کیں تو اتھینزیوں نے اپنے موجودہ سپاہ سالاروں کے علاوہ اس کو بھی فی الفور سپاہ سالار منتخب کیا اور اپنے سارے امور اس کے سپرد کر دئے۔ اب فوج میں ہر شخص کو اپنی سلامتی کا یقین ہو گیا اور چار سو کی عدیدی حکومت کے خلاف انتقامی کارروائی میں کامیابی کی اس درجہ امید ہو گئی کہ وہ کسی قیمت پر بھی اُس کے بتائے ہوئے راستہ سے ہٹنے کو تیار نہیں ہو سکتے تھے۔ اس تقریر سے متاثر ہو کر اتھینزی پلوپونیزیوں کو جن کی فوجیں پاس ہی تھیں، حقیر سمجھ کر عدیدیوں کے خلاف پیریاوس کی جانب اقدام کرنے کی سوچنے لگے تو اُس نے سخت مخالفت کی اور کہا کہ فوری خطرہ پلوپونیزیوں کی جانب سے لگا ہوا ہے اس لئے اُن کے مقابل سے ہٹ کر پیریاوس پر حملہ کرنا ہرگز قرین مصلحت نہیں ہوگا۔ فوج کی اکثریت بہت زور

دے رہی تھی اور جوش وخروش کا اظہار کر رہی تھی، اس کے باوجود وہ اپنی رائے پر قایم رہا اور کہا کہ چونکہ آپ لوگوں نے مجھے اپنا سپاہ سالار بنایا ہے اس لئے میں پہلے تسافرنز سے مل کر طے کروں گا کہ اب اُس کی مدد سے جنگ جیتنے کے لئے کیا طریقہ کار اختیار کیا جانا چاہیئے اور یہ کہہ کر مجلس کا اجلاس ختم ہوتے ہی سا موس سے چلا گیا تا کہ سب سمجھیں کہ فوج کو اس پیا اور اُس کو فوج پر پورا بھروسا ہے۔ اس کے علاوہ وہ تسافرنز کی نظروں میں بھی اپنی ساکھ بڑھانا اور بتانا چاہتا تھا کہ اب میں سپاہ سالار منتخب ہو گیا ہوں اور جو چاہوں کر سکتا ہوں۔ آپ کو نفع بھی پہنچا سکتا ہوں اور نقصان بھی۔ اور اس ترکیب سے وہ تسافرنز سے ایتھنزیوں کو اور ایتھنزیوں سے تسافرنز کو خایف کرنا چاہتا تھا۔

اس عرصہ میں ملطہ کے پلوپونیزیوں کو جو پہلے ہی تسافرنز سے بدظن تھے الکی بیادیس کی بازطلبی کی خبر مل گئی تو وہ اور زیادہ متنفر ہو گئے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایتھنزی بیڑے سے ملطہ میں مقابلہ کرنے سے جب انھوں نے انکار کر دیا تو تسافرنز نے فوج کی تنخواہیں ادا کرنے میں اور بھی تاخیر اور تساہل سے کام لینا شروع کیا۔ یوں بھی الکی بیادیس سے ربط ضبط کی بنا پر اُس کی نامقبولیت میں پہلے ہی روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا تھا یہاں تک کہ حسب سابق ایک روز سپاہیوں اور لشکر کے دوسرے ذی اثر افراد نے ایک جگہ جمع ہو کر اپنی شکایات پر غور کرنا شروع کیا اور کہا کہ آج تک ہمیں کبھی پوری تنخواہ نہیں ملی۔ ایک تو تنخواہ کم ملتی ہے دوسرے وقت پر اور پابندی سے ادا نہیں کی جاتی۔ اسلئے یا تو ہمیں جلد کوئی فیصلہ کن لڑائی لڑنی ہو گی یا کسی اور مقام پر منتقل ہونا پڑے گا جہاں رسد اور ضرورت کی چیزیں مل سکیں ورنہ ڈر ہے کہ ملاح اور جہازوں کے کارکن ساتھ چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ ان ساری خرابیوں کی

ذمہ داری استیوخوس پر ہے جو اپنے ذاتی اغراض کے تحت تسافرنز کی خوشامد کرتا اور ہاں میں ہاں ملاتا رہتا ہے۔ لشکر میں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ حسب ذیل واقعہ پیش آیا:۔

تھوریائی اور سرقوسی جہازوں کے بیشتر ملاح آزاد شہری تھے جو تنخواہ کے معاملہ میں بے باکی سے کھری کھری سناتے تھے۔ اس دفعہ استیوخوس نے بھی سخت لہجہ اختیار کر کے انھیں ڈانٹا اور دھمکی دی تو دوریوس نے جو اپنے ملاحوں کی طرف سے احتجاج کر رہا تھا طیش میں آ کر مارنے کے لئے ڈنڈا اٹھایا جس کے ساتھ ہی اس کے سارے ساتھی بھی استیوخوس کی طرف لپکے جیسا کہ ملاحوں کی عادت ہے۔ لیکن استیوخوس اُن کے تیور دیکھ کر پہلے ہی بھانپ گیا تھا کہ خیر نہیں ہے اور اُس نے بروقت فرار ہو کر ایک قربان گاہ میں پناہ لی جس کے بعد حملہ آور واپس چلے گئے۔ اس اثنا میں ملطیوں نے یکایک چڑھائی کر کے اُس قلعہ پر قبضہ کر لیا جو تسافرنز نے ملطہ کے علاقہ میں بنایا تھا اور قلعہ کی محافظ فوج فرار پر مجبور ہو گئی۔ اس کارنامہ کو سارے اتحادیوں اور خصوصاً سرقوسیوں نے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا لیکن لخاس نے نہ صرف ناراضگی ظاہر کی بلکہ یہ بھی کہا کہ ملطیوں اور دوسرے اتحادیوں کو جن کی ملکیتیں شاہ ایران کے علاقہ میں ہیں چاہئے کہ جنگ کے کامیاب اختتام تک جہاں تک ہو سکے تسافرنز کی اطاعت کریں اور اُسے خوش رکھنے کی کوشش کریں۔ اس پر ملطی بہت برہم ہوئے۔ اس کے علاوہ دوسرے امور کے بارے میں بھی اس قسم کے خیالات کے اظہار کی بنا پر انھیں لخاس سے اس درجہ دشمنی ہو گئی کہ چند روز بعد بیمار ہو کر مرا تو ملطیوں نے جس مقام پر اُسے دفن کرنا چاہتے تھے وہاں تدفین کی اجازت نہیں دی۔

اس طرح استیوخوس اور تسافرنز سے فوج سخت ناراض اور بیزار ہوتی جارہی تھی کہ اس اثنا میں منداروس نے لاکے دیمون سے آکر امیر البحر کے عہدہ کا جائزہ لے لیا۔ اس کے بعد جب استیوخوس لاکے دیمون واپس جانے لگا تو تسافرنز نے اپنے شریک راز گاؤنی تیس نامی کاریائی کو ساتھ کر دیا جو دونوں زبانیں جانتا تھا تاکہ قلعہ پر قبضہ کے خلاف ملطیوں کی شکایت کی جائے اور ساتھ ہی ملطی جو الزامات عاید کریں اُن کی تردید کی جائے۔ تسافرنز کو اطلاع ملی تھی کہ زیادہ تر اُس پر الزامات لگانے کے لیے ملطیوں کی ایک جماعت اسپارٹا جا رہی ہے جس کے ساتھ ہرموکراتیس بھی ہے۔ ہرموکراتیس یہ الزام لگانا چاہتا تھا کہ تسافرنز الکی بیادیس سے سازباز کر کے پلوپونیز کے مفاد کو نقصان پہنچا رہا ہے اور جنگ کے دونوں فریقوں کو دھوکہ دے کر اپنا کام نکالنے کی فکر میں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جب سے تسافرنز نے تنخواہوں میں کمی کر دی تھی ہرموکراتیس اُس کا دشمن ہو گیا تھا اور جب بالآخر اُسے سرقوسہ سے جلاوطن کر دیا گیا اور نئے کمان دار پوتامس، مسکون اور دیمارخوس سرقوسہ سے آئے تسافرنز نے جلاوطنی میں ہرموکراتیس کا اور زیادہ سختی سے تعاقب کیا اور دوسری باتوں کے علاوہ یہ بھی مشہور کر دیا کہ اُس نے رشوت مانگی تھی اور تسافرنز نے دینے سے انکار کر دیا تو اُس کا دشمن ہو گیا۔

جس وقت استیوخوس اور ملطی اور ہرموکراتیس لاکے دیمون کے لیے روانہ ہوئے الکی بیادیس تسافرنز سے مل کر ساموس واپس آچکا تھا۔ اس کی واپسی کے بعد چارسو کی حکومت کے نمایندے جو لشکر کی تفہیم کی غرض سے بھجوائے گئے تھے، جیسا کہ ہم پچھلے صفحات میں ذکر کر چکے ہیں، دیلاس سے ساموس پہنچے اور مجلس عوام کو جمع طلب کرنے کی کوشش کی۔ سپاہیوں نے پہلے تو سننے سے انکار کر دیا اور چلایا کہ

یہ لوگ عمومیت کے دشمن ہیں اس لیئے ان کا خاتمہ کر دینا چاہیئے لیکن بالآخر بدقت
تمام ان کو خاموش کرنے میں کامیابی ہوئی۔ اس کے بعد عدیدی حکومت کے نمائندوں
نے کہا کہ حال میں طرزِ حکومت میں جو تبدیلی کی گئی ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ شہر کو
تباہی اور دشمن کے قبضہ سے بچایا جائے۔ چنانچہ دشمن نے اس کی کوشش بھی
کی اور نئی حکومت قائم ہونے کے بعد حملہ کیا لیکن مقابلہ کر کے اُسے پسپا کر دیا گیا
انھوں نے کہا کہ نئی حکومت میں مجلس پنج ہزار کے سارے اراکین موثر طور پر
شامل رہیں گے۔ کائریاس کا بیان سراسر غلط اور بے بنیاد بہتان ہے۔ نہ تو
آپ لوگوں کے عزیزوں کی کوئی بے حرمتی کی گئی اور نہ کوئی ناروا سلوک کیا گیا۔
آپ کے سارے متعلقین اور رشتہ دار پہلے کی طرح پوری طرح اپنی جائداد پر قابض
اور متصرف ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں انھوں نے بیان کیں
لیکن حاضرین کا غم و غصہ بڑھتا ہی چلا گیا۔ مختلف لوگوں کی مختلف رائے تھی
مگر اس خیال کی اکثریت تائید میں تھی کہ پیرئی اوس کے خلاف اقدام کیا جائے۔
اس نازک موقع پر پہلی دفعہ الکی بیادیس نے واقعی اپنے وطن کی بڑی خدمت کی
اور نہایت اہم قدم اٹھایا۔ صورت حال یہ تھی کہ ساموس کا ایتھنزی لشکر
اپنے ہم وطنوں پر حملہ کرنے پر تلا ہوا تھا اور ہر شخص جذبات کی شدت سے
مغلوب ہوا جا رہا تھا اور اگر واقعی فوج ساموس چھوڑ کر چلی جاتی تو یقیناً آیونیہ
اور ہیلیسپونٹ دشمن کے قبضہ میں چلے جاتے۔ سب لوگ حملہ کی تائید میں تھے
مگر الکی بیادیس نے مخالفت کی اور انھیں اس ارادہ سے باز رکھا۔ اک موقع پر
جب کہ سارے لشکر کے جذبات برانگیختہ تھے، کوئی قوت انھیں روک نہیں
سکتی تھی لیکن الکی بیادیس فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور شخصی اور انفرادی اسباب
کی بنا پر عدیدی حکومت کے فرمانرواؤں کی جو مخالفت کی جا رہی تھی اس کو

سخت ناروا قرار دیا اور انھیں اپنی طرف سے یہ جواب دے کر رخصت کر دیا کہ مجھے پانچ ہزار کی حکومت پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن چار سو کو معزول کر کے اُن کی جگہ پانچ سو کی کونسل قایم کی جائے۔ اس تجویز سے پورا اتفاق کیا کہ اخراجات نظم و نسق میں ممکنہ حد تک تخفیف کر کے فوج کے خرچ اور تنخواہوں کیلئے زیادہ روپیہ بچایا جائے اور یہ مشورہ دیا کہ ایتھنز والے جہاں تک ہو سکے دشمن کا ڈٹ کر جواں مردی سے مقابلہ کریں کیونکہ شہر محفوظ رہے تو آیندہ فریقین میں اتحاد کی امید ہو سکتی ہے لیکن اگر ساموس میں لشکر تباہ ہو جائے یا ایتھنز کے فریق کا دشمن خاتمہ کر دے تو اتحاد اور مصالحت کا سوال ہی باقی نہیں رہے گا۔ اسی اثنا میں آرگوس سے ایلچی آئے جنھوں نے ساموس کی ایتھنزی عمومیت کو امداد کا پیش کش دیا۔ الکی بیادیس نے اُن کا شکریہ ادا کر کے رخصت کر دیا اور کہا کہ جس وقت امداد کی ضرورت ہو گی آرگوس کو مطلع کیا جائیگا۔ ان آرگوسیوں کو پارالوس جہاز کے ملاح یہاں لائے جنھیں، جیسا کہ ہم اس سے پہلے بتا چکے ہیں سپاہیوں کی حمل و نقل کا جہاز دے کر یوبیہ کے ساحل پر گشت لگانے کی غرض سے چار سو کی حکومت نے بھجوایا تھا۔ اُس کے بعد ان لوگوں سے کہا گیا کہ لائس پودیاس، ارسطوفون، میلے سیاس نامی ایتھنزی ایلچیوں کو لاکے دیمون لے جائیں لیکن آرگوس پہنچ کر انھوں نے ایلچیوں کو پکڑ کر آرگوسیوں کے حوالہ کر دیا اور کہا کہ عمومیت کو مٹانے میں یہی لوگ نمایاں حصہ لے رہے ہیں اور اس کے بعد ایتھنز لوٹنے کی بجائے اسی جہاز میں آرگوس کے ایلچیوں کو سوار کروا کے ساموس آ گئے۔

اسی موسم گرما میں الکی بیادیس کی بازطلبی اور تسافرنز کی حرکات کی وجہ سے جب پلوپونیزیوں کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور یقین ہو گیا کہ وہ

ایتھنزیوں سے مل گیا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے محض اپنے آپ کو الزامات
سے بری ثابت کرنے کی غرض سے اسپینڈوس جانے کی تیاری کی۔ اُس نے
لیخامس کو ساتھ چلنے کی دعوت دی اور کہا کہ اُس کی غیر موجودگی میں فوج کی تنخواہیں
تاموس تقسیم کرے گا۔ اسپینڈوس جانے سے در اصل اس کا مقصد کیا تھا اس
بارے میں اختلاف آراء ہے اور کوئی بات یقین سے نہیں کہی جا سکتی کیونکہ
فنیقی بیڑا تو بہر حال آیا نہیں۔ البتہ اس کا قطعی ثبوت موجود ہے کہ ایک سو
سینتالیس فنیقی جہاز اسپینڈوس تک آئے تھے لیکن اس کے آگے کیوں نہیں
بڑھے اس بارے میں مختلف لوگوں کی مختلف رائے ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ
پلوپونیزیوں کے وسائل کو ضائع کرنا چاہتا تھا چنانچہ اپنی غیر موجودگی میں تنخواہیں
تقسیم کرنے کے لئے اُس نے نائب بھی مقرر کیا تو ایسا جو خود اس سے بھی برا آجر
ثابت ہوا۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ فنیقیوں کو جہازوں پر مامور کرنا ہی
نہیں چاہتا تھا بلکہ صرف اس غرض سے اسپینڈوس بلایا تھا کہ انھیں برخواست
کر کے روپیہ وصول کرے۔ اور بعضوں کی رائے ہے کہ جب لاکے ڈیمون میں
تسافرنز کے خلاف بہت شور ہونے لگا تو وہ اپنی صفائی کے لئے اسپینڈوس
گیا تا کہ یہ کہنے کا موقع ملے کہ واقعی جہاز تیار تھے چنانچہ وہ خود ان کو لانے
کے لئے گیا بھی تھا۔ مگر میرے نزدیک یہ بات بالکل صاف ہے کہ وہ یونانی بیڑوں
کو فرسودہ اور مفلوج کرنا چاہتا تھا۔ اس کا مقصد ایک تو یہ تھا کہ اسپینڈوس سے
اس کی واپسی تک یونانی بیڑے پڑے سڑتے رہیں، دوسرے وہ نہیں چاہتا
تھا کہ اُس کی مدد سے کسی ایک فریق کا پلڑا بھاری ہو جائے۔ اگر تسافرنز
جنگ کو ختم کرنے کا متمنی ہوتا تو وہ کبھی کے ختم ہو جاتی بشرطیکہ وہ کھلم کھلا
اور قطعی طور پر کسی ایک فریق کے ساتھ ہو جاتا۔ فنیقی بیڑا آجاتا تو اغلب ہے کہ

اس کی مدد سے لاکے دیمونیوں کی فتح ہوتی کیوں کہ یوں بھی اُن کی بحری طاقت ایتھنزیوں سے کسی طرح کم نہیں تھی بلکہ برابر تھی۔ لیکن بیڑا نہ لانے کی جو وجہ اُس نے بتائی اسی سے اُس کا قصور بہت صاف طور پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ اُس نے کہا کہ شاہِ ایران نے جتنے جہازوں کی تیاری کا حکم دیا تھا اتنے جہاز تیار نہیں تھے اس لئے وہ نہیں لاسکا لیکن یہ سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے کیونکہ اگر وہ کم جہازوں کی مدد سے اور شاہی خزانہ کا کم روپیہ صرف کر کے اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہوتا تو یقیناً یہ اس کا اور بڑا کارنامہ سمجھا جاتا۔ بہر حال چاہے اُس کا مقصد کچھ ہی ہو تسافرنز اسپندوس جاکر فنیقیوں سے ملا اور اس کی خواہش پر بیڑے کو لانے کیلئے پلوپونیزیوں نے فلپ نامی لاکے دیمونی کو دو جہازوں کے ساتھ بھجوایا۔

الکی بیادیس کو جب پتہ چلا کہ تسافرنز اسپندوس گیا ہے تو خود بھی تیرہ جہاز لے کر اُسی سمت روانہ ہوا اور ساموس کے ایتھنزی لشکر سے وعدہ کر گیا کہ فنیقی بیڑے کو ان کی امداد کے لئے لائے گا اور اگر یہ ممکن نہ ہوا تو بہر حال اُسے پلوپونیز کی مدد کے لئے جانے سے روک دے گا۔ اغلب ہے کہ اُسے بہت پہلے ہی سے معلوم تھا کہ تسافرنز بیڑے کو لانا نہیں چاہتا تھا اور اسی سفر سے تسافرنز کا مقصد یہ تھا کہ اُسے خود اپنا اور ایتھنز کا دوست ظاہر کر کے پلوپونیزیوں کی نظروں میں زیادہ سے زیادہ مشتبہ کر دے تاکہ وہ ایتھنزیوں کا ساتھ دینے پر مجبور ہو جائے۔

جب الکی بیادیس کے جہاز لنگر اٹھا کر مشرق کی طرف سیدھے فاسے لوس اور اور کاؤنوس روانہ ہوئے، چار سو کی حکومت کی جانب سے ساموس کو فرستادہ ایلچی ایتھنز واپس پہنچے اور الکی بیادیس کا پیام سنایا جس میں کہا گیا تھا کہ جنگ ہمت اور ثابت قدمی سے جاری رکھی جائے اور فوج کے ساتھ مصالحت کرانے اور

پلوپونیزیوں پر فتح پانے کی امید ظاہر کی گئی تھی۔ یہ سن کر عدیدی حکومت کے اُن ارکین کے ارادے اور قوی ہو گئے جن کی اکثریت پہلے ہی نئے نظام کی شاکی ہو گئی تھی اور جو چاہتے تھے کہ کسی طرح اس جھمیلے سے چھٹکارہ ملے۔ چنانچہ اب انھوں نے خفیہ جلسے کرکے حکومت پر نکتہ چینی شروع کی۔ اُن کے سرگروہ موجودہ حکومت میں سپاہ سالاری کی اہم خدمات اور اہم انتظامی عہدوں پر قابض تھے جن میں تھرامینس ابن ہاکنون اور استقراطیس ابن اسکے لیاس بھی شامل تھے۔ یہ لوگ ممتاز ترین عہدہ دار ہونے کے باوجود ساموس کی اتھنزی فوج اور خاص کر الکی بیادیس سے خایف تھے، جیسا کہ خود اُن کے بیانات سے ظاہر ہوتا ہے اور انھیں یہ اندیشہ بھی لگا ہوا تھا کہ عوام کی رضامندی کے بغیر لاکے دیمون کو جو ایلچی بھیجے گئے ہیں وہ مملکت کو کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔ تاہم انھوں نے یہ اصرار تو نہیں کیا کہ اقتدار معدودے چند ہاتھوں میں مرکوز نہ رہے لیکن اس امر پر زور دینا شروع کیا کہ نام نہاد مجلس پنج ہزار کے وجود کا ثبوت پیش کیا جائے اور دستور کی بنیادیں وسیع تر کی جائیں۔ مگر یہ محض ایک سیاسی نعرہ تھا جس کے پیچھے ذاتی اور انفرادی اغراض کام کر رہے تھے اور یہ طریقے ایسی عدیدی حکومتوں کے لئے سم قاتل کا حکم رکھتے ہیں جن کی بنیادیں عمومیت کے کھنڈر پر قایم کی گئی ہوں۔ کیوں کہ اس صورت میں حکومت کا ہر رکن اپنے آپ کو دوسرے کا ہمسر ہی نہیں بلکہ آقا اور سردار سمجھتا ہے۔ عمومیت میں ناکام امیدوار اپنی شکست زیادہ آسانی سے مان لیتا ہے کیونکہ وہ فریق مقابل کی مساوی حیثیت کو تسلیم کرتا ہے اور اس کے مقابلہ میں ہار جانے کو موجب ذلت نہیں قرار دیتا۔ شورش پسند افراد کی سب سے زیادہ حوصلہ افزائی اس اطلاع سے ہوئی کہ الکی بیادیس نے ساموس میں بڑی قوت حاصل کر لی ہے۔ اس کے علاوہ وہ عدیدی کو پائداری بھی

نہیں سمجھتے تھے۔ ان حالات کی بنا پر اب ان میں سے ہر ایک دوسرے پر سبقت کر کے عموم کی قیادت حاصل کرنے میں کوشاں تھا۔

اس اثنا میں چار سو کی مجلس کے ان سربراہوں اور اراکین نے جو عمومیت کے سخت ترین دشمن تھے ایلچیوں کی ساموس سے واپسی کے بعد جب دیکھا کہ نہ صرف عوام بلکہ ایسے ساتھی بھی جن پر انھیں اعتماد تھا خلاف ہوئے جا رہے ہیں تو اپنی جد و جہد کو تیز تر کر دیا۔ عمومیت کے ان سربرآوردہ مخالفین میں فری نخوس بھی شامل تھا جس کا ساموس میں الکی بیادیس سے جھگڑا ہو چکا تھا۔ ارستارخوس جو عمومیت کا نہایت سخت اور ازلی دشمن تھا اور اس کے علاوہ پیاندر انتی فون اور دوسرے رہنما بھی اسی گروہ سے تعلق رکھتے تھے جنھوں نے پہلے اقتدار حاصل کرتے ہی اور پھر جب فوج نے اتھینز سے قطع تعلق کر کے عمومیت کی تائید کا اعلان کیا خود اپنے ساتھیوں کو ایلچی بنا کر لاکے دیمون بھجوایا اور صلح کے لئے انتہائی کوشش کی اور ساتھ ہی ایتی تونیہ کو قلعہ بند کرنے کا کام جلد از جلد ختم کرنے کی پہلے سے زیادہ کوشش کی۔ تھرامینس اور اس کے حامیوں کا خیال تھا کہ یہ قلعہ زیادہ تر ساموس کی اتھینزی فوجوں کو پری اوس میں داخل ہونے سے روکنے کے لئے نہیں بلکہ حسب ضرورت دشمن کی فوج اور بحری بیڑے کو بہ آسانی داخل کرنے کے لئے بنایا گیا تھا۔ ایتی تونیہ کا ٹیلہ پری اوس کے دہانے سے متصل واقع ہے اور خشکی کی جانب جو فصیل بھی اس سے ملا کر ایسے قلعہ بند کیا گیا تاکہ چند سپاہی تعنیات کر دئے جائیں تو بندرگاہ کے دہانہ پر موثر قبضہ رہے۔ خشکی کی جانب کی پرانی فصیل اور نئی دیوار جو اس کے اندر سمندر کی جانب بنائی جا رہی تھی دونوں کا سلسلہ ان دو میں سے ایک مینارے جا ملتا تھا جو بندرگاہ کے دہانہ پر اور اسی جگہ واقع تھے جہاں داخلہ کا راستہ

تنگ ہو جاتا ہے۔ پری اوس کے بڑے حصے کو بھی دیوار بنا کر چین دیا گیا تھا جو پرانی فصیل سے ملا ہوا تھا اور وہاں فوجی دستہ مقرر کر کے بندرگاہ میں آنے والے اجناس کے جہازوں کو مال وہیں اتارنے اور اپنے ذخایر بھی وہیں رکھنے پر مجبور کیا جا رہا تھا اور اُن سے کہا جاتا تھا کہ فروخت عمل میں آنے کے بعد مال شہر میں لے جایا کریں۔

ان انتظامات اور قلعہ کی تعمیر سے تھرامینس کو پہلے ہی شکایت تھی اور جب ایلچی دشمن کو صلح پر آمادہ کرنے میں ناکام ہو کر واپس آئے تو اس کے اس خیال کو مزید تقویت پہنچی کہ اے تیونیہ کا قلعہ مملکت کی تباہی کا باعث ہو گا۔ انہی دنوں یوبیہ نے پلوپونیز سے امداد طلب کی تو بیالیس جہازوں کا بیڑا جس میں چند صقالوی اور لوکریں اور تارنظوم کے جہاز بھی شامل تھے لقونیہ میں لاس کے قریب سے اگے ساندریدوس ابن اگے ساندر نامی اسپارٹی کی سرکردگی میں گزر رہا تھا۔ تھرامینس کو اس کی اطلاع ملی تو اُس کے خیال کو مزید تقویت پہنچی اور اُس نے کہا کہ یہ بیڑا یوبیہ کی مدد کے لئے نہیں بلکہ اے تیونیہ کو قلعہ بند کرنے والے فریق کی امداد کے لئے آیا ہے اور یہ کہ اگر جلد احتیاطی تدبیریں اختیار نہیں کی گئیں تو شہر آناً فاناً دشمن کے قبضہ میں چلا جائے گا۔ یہ کوئی بے بنیاد اتہام بھی نہیں تھا بلکہ واقعی عدیدی فریق اس قسم کی کوششیں کر رہا تھا۔ عدیدی چاہتے تھے کہ پہلے یہ کوشش کی جائے کہ سلطنت بھی ہاتھ سے نہ جائے اور اقتدار بھی قایم رہے۔ اگر اس میں کامیابی نہ ہو تو بحری بیڑے اور استحکامات کی مدد سے اپنی جگہ آزاد رہیں۔ لیکن اگر بالفرض یہ بھی ممکن نہ ہو تو جمہوریت کی بحالی کے بعد عوام کے غیض و غضب کا شکار ہونے کی بجائے دشمن کو شہر میں داخل کر کے صلح کر لی جائے، بحری بیڑا اور استحکامات اُس کے حوالہ کر دیے

جائیں اور جان بخشی کی ضمانت ملے تو کسی قیمت پر بھی اقتدار ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے۔

اس غرض سے انھوں نے قلعہ بندی کے کام کو نہایت تیزی سے آگے بڑھایا تاکہ بروقت تکمیل ہو سکے اور دشمن کے داخلہ کے لئے عقبی دروازے اور راستے تعمیر کئے۔ اس اثنا میں ان کارروائیوں کی مخالفت پہلے معدودے چند لوگوں تک محدود رہی جو خفیہ طور پر ایک دوسرے سے ملتے تھے لیکن جب فری نخوس لاکے دیمون کے سفارتی سفر سے واپس آیا تو ایک پری پولی نے جو اس کی گھات میں تھا، چوک میں برسر عام اس کی پیٹھ میں چھرا بھونک دیا اور وہ کونسل کے ایوان سے چند ہی قدم کے فاصلہ پر گر کر مر گیا۔ قاتل کا پتہ نہیں چلا لیکن چار سو کی مجلس نے اس کے ساتھی کو سخت اذیت پہنچا کر تفتیش کی۔ اس کے باوجود معلوم نہیں ہو سکا کہ اس قتل کے پیچھے کس کا ہاتھ تھا۔ البتہ صرف یہ پتہ چلا کہ پری پولی کے کماندار کی قیام گاہ اور دوسرے مکانات میں بہت سے لوگ اکٹھے ہوا کرتے تھے۔ اس کے بعد اس سلسلہ میں کوئی مزید کارروائی نہیں کی گئی تو تھرامینس اور ارستقراطیس اور ان کے مجلس چار صد سے متعلقہ اور غیر متعلقہ حامیوں کے دل اس قدر بڑھ گئے کہ انھوں نے مزید اقدام کرنے کا تہیہ کر لیا کیونکہ اس دوران میں پلوپونیزی بیڑا لاس کے گرد گھوم کر اپیداؤروس میں لنگر انداز ہوا اور اس کے بعد انھوں نے آئی گینہ کو تاخت و تاراج کیا۔ اس پر تھرامینس نے کہا کہ اگر دشمن کو یوبیہ جانا مقصود ہوتا تو ای گینہ میں داخل ہونے کے بعد اپیداؤروس لوٹ کر لنگر انداز ہونے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ انھیں عدیدیوں نے اپنی مدد کے لئے طلب کیا ہے اس لئے ہمیں اب خاموش نہیں بیٹھنا چاہئے۔ حکومت کی مخالفت میں کئی افراد نے تقریریں کیں اور شکوک و شبہات کا اظہار کیا گیا جس کے بعد انھوں نے پورے جوش و خروش

کے ساتھ اپنی جدوجہد شروع کی۔ اِتے تیونیہ میں جو بھاری ہتھیار بند دستے قلعہ تعمیر کر رہے تھے ارستقراطیس اُن کا سپاہ دار تھا جس کے اپنے قبیلہ کا ایک دستہ بھی کام پر لگا ہوا تھا۔ اُس نے الکزیکلس کو گرفتار کر لیا جو نئی حکومت کا سپاہ سالار اور عدیدی حکومت کے پرجوش حامیوں میں سے تھا اور اُسے ایک مکان میں بند کر دیا۔ اس کام میں ٹنی کیہ میں پری پولی کے کمان دار ہرمون کے علاوہ دوسرے لوگوں نے بھی اُس کی مدد کی اور سب سے بڑی بات یہ کہ بھاری ہتھیار بند پیادوں کی بہت بڑی اکثریت نے ساتھ دیا۔ اس واقعہ کی اطلاع جس وقت مجلس چارصد کو ملی اُن کا اجلاس ہو رہا تھا، اور سارے اراکین نے، سوائے اُن لوگوں کے جو منحرف ہو گئے تھے، ارادہ کیا کہ فوراً ہتھیار لے کر مخالفین پر حملہ کیا جائے اور انھوں نے تھرامینس اور اُس کے ساتھیوں کو دھمکی دی۔ تھرامینس نے اُن کے الزامات کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ میں ابھی جاکر الزیکلیس کو رہا کرانے کی کوشش کرتا ہوں اور اپنے فریق سے متعلقہ ایک سپاہ سالار کو ہمراہ لے کر پری اوس پہنچا۔ اس وقت اُس کے ساتھ ارستارخوس اور سوارہ فوج کے چند نوجوان بھی تھے۔ اب ہر طرف انتشار اور افراتفری پھیل گئی۔ شہر میں لوگ سمجھ رہے تھے کہ پری اوس پر قبضہ ہو چکا اور الکزیکلیس قتل کر دیا گیا۔ اور پری اوس والے سمجھ رہے تھے کہ کچھ ہی دم میں شہر کے عدیدی اُن پر حملہ آور ہوں گے۔ عمر رسیدہ افراد نے لوگوں کو دوڑنے پھرنے اور اسلحہ خانوں سے ہتھیار لینے سے روکا اور شہر کے فارسالی پروکسے موس طوسی دیدس نے مخالف فریقوں کے بیچ میں کھڑے ہو کر اپیل کی کہ دشمن موقع کا منتظر ہے، آپ لڑیں گے تو مملکت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ یہ سن کر دونوں فریق خاموش ہو گئے اور انھوں نے ایک دوسرے پر وار نہیں کیا۔ اس عرصہ میں تھرامینس جو خود سپاہ سالار تھا پری اوس پہنچا اور بظاہر بھاری ہتھیار بندوں کو

چیخ چیخ کر ڈانٹا۔ لیکن ارستارقوس اور دوسرے عموم دشمن افراد واقعی سخت غصہ میں تھے۔ اس کے باوجود اکثر بھاری ہتھیار بندوں نے اس کا کچھ اثر نہیں لیا اور قلعہ کے انہدام میں اسی طرح مصروف رہے اور انھوں نے تھرامینس سے پوچھا کیا یہ قلعہ کسی مفید مقصد سے بنایا گیا ہے اور کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ اسے ڈھا دیا جائے۔ اس کا جواب تھرامینس نے یہ دیا کہ اگر آپ اسے منہدم کرنا چاہتے ہیں تو جہاں تک میرا تعلق ہے میں آپ کی رائے سے متفق ہوں۔ یہ سنتے ہی بھاری ہتھیار بند پیادے اور پری اوس کے دوسرے لوگ فوراً دیواروں پر چڑھ گئے اور ان کو توڑنا شروع کیا۔ انھوں نے یہ اعلان بھی کیا کہ جو لوگ چاہتے ہیں کہ چار سو کی بجائے پانچ ہزار کی حکومت ہو وہ قلعہ کو توڑنے میں ہاتھ بٹائیں۔ عمومیت کے طرف داروں کو صاف صاف الفاظ میں مخاطب نہیں کیا کیوں کہ اندیشہ تھا کہ اگر مجلس پنج ہزار واقعی موجود ہو اور مخاطب کا تعلق انھی سے ہو تو آفت آجائے گی۔ درحقیقت اسی غرض سے چار سو چاہتے تھے کہ نہ تو مجلس پنج ہزار وجود میں آئے اور نہ شہریوں کو یہ پتہ چلے کہ سرے سے اُن کا وجود ہی نہیں ہے۔ اُن کا خیال تھا کہ اتنا بڑا جم غفیر اقتدار میں شریک رہے تو عددیت باقی نہیں رہے گی بلکہ صریحاً عمومیت ہو جائے گی اور ساتھ ہی لوگ اس خیال سے ایک دوسرے سے خائف رہیں گے کہ ممکن ہے مجلس پنج ہزار واقعی موجود ہو۔

اگرچہ چار سو کی مجلس کے اراکین اس وقت سخت خائف تھے مگر اس کے باوجود وہ دوسرے روز کونسل کے ایوان میں یکجا ہوئے۔ اُدھر پری اوس میں بھاری ہتھیار بند پیادے الکزیکلیس کو رہا کرنے اور قلعہ کو مسمار کرنے کے بعد ہتھیار لے کر دیونی سوس کی تماشہ گاہ کو چلے گئے جو منی کیہ کے قریب

واقع ہے۔ وہاں انھوں نے ایک جلسہ کیا جس میں طے پایا کہ شہر میں داخل ہو جانا چاہیئے چنانچہ اس ارادہ سے آگے بڑھ کر اناکیوم پر رُکے تو وہاں چار سو کے نمایندوں کا ایک وفد اُن سے ملا جنھوں نے فرداً فرداً ہر ایک سپاہی کو سمجھانے کی کوشش کی اور جو لوگ زیادہ مایل بہ اعتدال نظر آئے اُن سے کہا کہ آپ ضبط سے کام لیجئے اور دوسروں کو بھی اطمینان دلائیے۔ ہم مجلس پنج ہزار کے اراکین کے ناموں کا اعلان کریں گے اور چار سو حکمرانوں کی مجلس کا انتخاب مجلس پنج ہزار کی رائے کے مطابق اسی کے اراکین میں سے باری باری ہوگا لیکن اگر آپ نے صبر و ضبط سے کام نہ لیا تو دشمن آسانی سے شہر پر قبضہ کر لے گا۔ اس طرح جب بہت سے سپاہیوں کو سمجھایا گیا اور اُن کے سوالات کا جواب دے کر شبہات دور کیے گئے تو ملک کا وسیع تر مفاد اُن کے پیش نظر ہو گیا اور اب انھوں نے یہ طے کیا کہ ایک مقررہ روز دونوں فریق دیون سوس کی تماشہ گاہ میں ملیں اور اتفاق اور اتحاد کو بحال کیا جائے۔

ملاپ کا دن آیا تو تماشہ گاہ میں جلسہ کی تیاریاں ہو رہی تھیں کہ عین اُسی وقت اطلاع آئی اگے سانڈر کے بیالیس جہاز میگارا کی طرف سے سلاس کے ساحل کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ رہے ہیں۔ اب ہر ایک نے سمجھا کہ تھرامینس اور اُس کے حامی جو بات بار بار کہا کرتے تھے وہی صحیح نکلی اور دشمن کے جہاز اے تیونیہ کی طرف آ رہے ہیں۔ انھوں نے کہا اچھا ہوا کہ ہم نے قلعہ کو مسمار کر دیا گیا۔ گو یہ ممکن ہے کہ اگے سانڈر ایلا دوے پر ایپیداؤروس اور اُس کے نواح میں گھوم رہا ہو لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شہر کے حالات کی اطلاع پا کر وہ خود موقع سے فائدہ اٹھانے کی نیت سے

آیا ہو۔ بہرحال اطلاع ملتے ہی ایتھنزی بہت بڑی تعداد میں پرئی اوس کی طرف دوڑے کیونکہ غنیم کا خطرہ آپس کے جھگڑوں کی بہ نسبت بہت زیادہ پریشان کُن تھا اور پھر دشمن کہیں دور نہیں بلکہ خود ایتھنز کی بندرگاہ کے پاس آ پہنچا تھا۔ بعض دوڑ کر ان جہازوں میں سوار ہو گئے جو سمندر میں موجود تھے، بعض نے دوسرے جہاز سمندر میں اُتارے یا استحکامات اور بندرگاہ کے دہانے کی حفاظت کے لئے بھاگے۔

اس اثنا میں پلوپونیزی بیڑا سوتیوم کے گرد گھوم کر تھوری کوس اور پراسیائے میں لنگر انداز ہوا اور اُس کے بعد اوروپوس میں داخل ہو گیا۔ ایتھنز میں انقلاب کا ہنگامہ برپا تھا لیکن ایتھنزیوں کے لئے یوبیہ کی حفاظت کا سوال بہت اہم تھا اور وہ اُس کی مدد کے لئے جانے میں ایک لمحہ کی بھی تاخیر نہیں کرنا چاہتے تھے کیوں کہ اٹیکا کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد اُن کے لئے یوبیہ ہی سب کچھ تھا اس لئے عجلت میں غیر تربیت یافتہ ملاحوں سے کام لینے پر مجبور ہوئے اور تھوفارس کو چند جہازوں کے ساتھ اریتیریہ روانہ کیا۔ یہ جہاز یوبیہ پہنچے تو وہاں کے جہازوں کو ملا کر بیڑے میں کل چھتیس جہاز ہو گئے جو فوراً لڑنے پر مجبور ہوئے کیونکہ ملاحوں کے دوپہر کے کھانے سے فارغ ہونے کے بعد اگے ساندریداس اوروپوس سے روانہ ہو گیا جو براہ سمندر اریتیریہ سے سات میل کے فاصلہ پر ہے اور جب ایتھنزیوں نے اُسے آتے دیکھا تو سپاہی فوراً جہازوں میں سوار ہو گئے لیکن ملاح موجود نہیں تھے۔ وہ مضافات شہر میں کھانے کے لئے سودا خریدنے گئے تھے۔ اریتیریہ والوں نے یہ انتظام کیا تھا کہ بازار میں کوئی چیز نہ مل سکے تاکہ ایتھنزیوں کو جہاز تیار کرنے میں زیادہ دیر لگے اور دشمن ایک دم

سر پر پہنچ جائے تو جس حالت میں ہوں اُسی حالت میں لڑنے پر مجبور ہو جائیں
انھوں نے اریتریہ سے پلوپونیزیوں کو اشارہ کے ذریعہ اطلاع بھی دی کہ
انھیں کس وقت روانہ ہونا چاہئے۔ اس طرح ایتھنزی پوری طرح تیار نہیں
تھے مگر اس کے باوجود اریتریہ کی بندرگاہ کے قریب دشمن کا مقابلہ کرنے
پر مجبور ہو گئے۔ ساری مشکلات کے باوجود وہ کچھ عرصہ تک ہمت سے لڑے
مگر اس کے بعد پسپا ہوئے تو حملہ آوروں نے ساحل تک تعاقب کیا۔ جن
ایتھنزیوں نے اریتریہ کو اپنا طرف دار سمجھ کر شہر میں پناہ لینے کی کوشش کی انکو
شہریوں نے بے دردی سے قتل کر ڈالا لیکن جو علاقہ اریتریہ کے ایتھنزی قلعہ میں
پہنچ گئے یا کالسس جانے والے جہازوں پر چڑھ گئے وہ محفوظ رہے۔ پلوپونیزیوں
نے بائیس ایتھنزی جہازوں پر قبضہ کرنے اور اُن کے عملہ کو ہلاک یا گرفتار
کرنے کے بعد فتح کی یادگار نصب کی اور اس کے کچھ ہی عرصہ بعد سارے یوبیہ
میں ایتھنز کے خلاف بغاوت کرادی، سوائے اوریوس کے جس پر خود ایتھنزی
قابض تھے اور اس جزیرے کے سارے علاقوں میں مناسب بندوبست کر دیا
جب یوبیہ کے سانحہ کی اطلاع ایتھنز پہنچی تو ایسی پریشانی اور مایوسی ہوئی کہ
اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ سسلی میں لشکر کی تباہی پہلے پہل بڑی مصیبت
معلوم ہوئی تھی لیکن نہ تو اس وقت ایتھنزی اس درجہ بدحواس ہوئے تھے اور نہ
کسی اور موقع پر اس سے پہلے انھیں اس قدر زبردست صدمہ پہنچا تھا۔ اب
صورت حال یہ تھی کہ ساموس میں فوج نے بغاوت کر رکھی تھی، ایتھنز کے پاس
نہ تو جہاز تھے اور نہ ملاح۔ اس کے علاوہ شہریوں میں اس قدر پھوٹ پڑی ہوئی
تھی کہ کسی وقت بھی فساد برپا ہو سکتا تھا۔ ایسے مشکل موقع پر یوبیہ کی شکست
کی وجہ سے ان کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ اٹیکا پر دشمن کے قبضہ کے بعد

یوبیہ اُن کے لئے سب سے زیادہ اہم تھا اور جب وہ بھی ہاتھ سے نکل گیا تو لازمی طور پر اتھینزی حد درجہ ہراساں ہو گئے۔ اب سب سے بڑا اور فوری اندیشہ یہ لگا ہوا تھا کہ فتح مند دشمن خود پری اوس کے خلاف اقدام نہ کرے جس کی حفاظت کے لئے جہاز بھی نہیں تھے۔ واقعی اگر پلوپونیزی ذرا ہمت سے کام لیتے اور پری اوس تک بڑھ آتے تو اُن کی موجودگی سے یا تو شہر کے فریقوں کے اختلافات اور شدید ہو جاتے یا اگر رُک کر محاصرہ کرتے تو ایونیہ کا بحری بیڑا اعدیدیت کی مخالفت کے باوجود اپنے عزیزوں اور ہم وطنوں کی امداد کے لئے آنے پر مجبور ہو جاتا اور اس عرصہ میں ہیلسپونٹ، ایونیہ اور اس کے نواح کے جزائر اور یوبیہ تک کے سارے علاقہ پر یا یوں کہئے کہ ساری اتھینزی سلطنت پر لاکے ڈیمونین قابض ہو سکتا تھا لیکن جیسا کہ سابق میں متعدد موقعوں سے پلوپونیزیوں نے فائدہ نہیں اٹھایا اسی طرح اس دفعہ بھی خاموش رہے۔ فریقین کے قومی کردار کا تضاد (یعنے لاکے ڈیمونیوں کی بے عملی اور تعویق پسندی کے مقابلہ میں اتھینزیوں کا من چلا پن اور مستعدی) اتھینز جیسی سلطنت کے لئے جس کا اقتدار بحری طاقت پر مبنی تھا بطور خاص مفید ثابت ہوا۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت سرقوسیوں سے لڑائی میں مل گیا۔ اُن کے خصائل چونکہ اتھینزیوں ہی کے سے تھے اس لئے انھیں ان کے مقابلہ میں نمایاں کامیابی ہوئی۔

غرض ہر قسم کی مشکلات کے باوجود اطلاع پاتے ہی اتھینزیوں نے بیس جہاز تیار کئے اور ہنکس میں جہاں پہلے مجلس عوام کے اجلاس ہوا کرتے تھے نئے نظام کے تحت مجلس کا پہلا اجلاس طلب کیا جس میں چار سو کو معزول کر کے حکومت مجلس پنج ہزار کے تفویض کی گئی اور اس کی رکنیت کا ہر وہ شخص اہل قرار دیا گیا جو ایک ہوپ لیت سپاہی کے لئے اسلحہ فراہم کر سکے۔ یہ بھی طے

پایا کہ کسی سرکاری خدمت کے لئے تنخواہ نہیں دی جائے گی اور اگر کوئی تنخواہ لے تو مردود قرار دیا جائے گا۔ اس کے بعد کئی اور جلسے ہوئے جن میں واضعانِ قوانین کا انتخاب کیا گیا اور دستور کی ترتیب کے لئے ضروری انتظامات کئے گئے۔ اس دستور کے نفاذ کے ابتدائی دور میں جتنی اچھی حکومت ایتھنز میں تھی کم از کم میری زندگی میں کسی اور دور میں قایم نہیں ہوئی۔ اس نظام میں طبقاتی اونچ نیچ کو ایک دوسرے کے ساتھ بڑی خوبی سے ہم آہنگ کر دیا گیا تھا اور اسی کی بدولت ہر قسم کی تباہی کے باوجود ایتھنز پھر ایک دفعہ سنبھل کر اٹھ سکا۔ نئی حکومت نے جلا وطن افراد کی بازطلبی کی منظوری بھی دے دی اور الکی بیادیس اور ساموس کے ایتھنزی لشکر کے پاس سفیر بھیجا کر اس امر پر زور دیا کہ جنگ زیادہ جرات اور ثابت قدمی سے جاری رکھی جائے۔

اس انقلاب کے ساتھ ہی پساندر اور الکزیکلیس کے حامی اور عدیدی تحریک کے سربراہ چپکے سے دیکیلیہ چلے گئے سوائے سپاہ سالار ارستارخوس کے جو چند غیر یونانی تیر اندازوں کو لے کر تیزی سے اوئے نوئے روانہ ہوا۔ بوئیشیہ کی سرحد پر اس ایتھنزی قلعہ کا کورنتھیوں نے محاصرہ کر لیا تھا کیونکہ دیکیلیہ سے آنے والے ایک فوجی دستہ کو قلعہ کی محافظ فوج نے ہلاک کر دیا تھا۔ اس مہم میں کورنتھی رضاکارانہ طور پر شریک ہو گئے تھے اور بوئیشیوں سے مدد مانگی تھی۔ قلعہ کے ارباب سے ربط پیدا کر کے ارستارخوس نے باور کرایا کہ ایتھنز میں ان کے ہم وطنوں نے لاکے دیمونیوں سے مصالحت کر لی ہے اور صلح کی ایک شرط یہ بھی قرار پائی ہے کہ اوئے نوئے اہل بوئیشیہ کے حوالہ کر دیا جائے۔ قلعہ کی فوج نے اس کی بات کو سچ مانا کیونکہ وہ سپاہ سالار تھا۔ اس کے علاوہ محصور ہونے کی وجہ سے اُن کو ایتھنز کے حالات کی اطلاع بھی نہیں تھی اس لئے انھوں نے

قلعہ کا تخلیہ کر دیا۔ اس طرح اوئے نوئے بولیشیہ کے قبضہ میں چلا گیا اور عدیدیت کے خاتمہ کے ساتھ ایتھنز کی مشکلات بھی دور ہو گئیں۔

اب ہم ملطہ کے بلوپونیزیوں کا حال بیان کرتے ہیں۔ تسافرنز کے اسپیندوس چلے جانے کے بعد اس کے مقرر کردہ نائبوں نے فوج کی تنخواہیں ادا نہیں کیں۔ نہ تو فنیقی بیڑا ہی آیا اور نہ تسافرنز کی واپسی کے آثار نظر آئے۔ فلپ نے جو تسافرنز کے ساتھ گیا تھا اور اس کے علاوہ ہیوکراتیس نامی اسپارٹی نے جو فاسے لس میں تھا، امیر البحر منداروس کو لکھا کہ فنیقی بیڑے کے آنے کے کوئی آثار دکھائی نہیں دیتے اور یہاں ہمارے ساتھ تسافرنز بہت برا سلوک کر رہا ہے۔ ساتھ ہی فرنابازو کی جانب سے بلاوے پر بلاوا آ رہا تھا اور تسافرنز کی طرح وہ بھی یہی چاہتا تھا کہ کسی طرح بحری بیڑے کی مدد سے اپنے علاقہ کی ان مملکتوں میں جو ہنوز ایتھنز کے تحت تھیں بغاوت کرا دی جائے اور اسے کامیابی کی بڑی امید بھی تھی۔ فرنابازو کے مسلسل اصرار پر بالآخر اسی موسم گرما میں منداروس اس کی مدد کرنے پر راضی ہو گیا۔ ساموس کے ایتھنزی لشکر کی زد سے بچنے کے لئے اس نے بہتری احتیاطی تدبیریں اختیار کیں اور کم سے کم وقت میں تیاری کر کے تہتر جہازوں کے ساتھ ملطہ سے ہلسپونت روانہ ہوا۔ اسی موسم گرما میں اس سے پہلے سولہ بلوپونیزی جہاز ہلسپونت بھجوائے گئے تھے جنھوں نے خرسونیز کے ایک حصہ کو پامال کیا۔ منداروس کا جہاز طوفان میں آ کر اکاروس جا پہنچا اور موسم کی خرابی کی وجہ سے پانچ چھ روز وہیں ٹھیرنے کے بعد خیوس پہنچا۔

اس عرصہ میں تھراسی لوس کو اس کی ملطہ سے روانگی کی اطلاع مل گئی تو وہ پچپن جہازوں کے ساتھ فوراً ساموس سے روانہ ہوا اور چاہتا تھا کہ

منداروس سے پہلے ہلیسپونت پہنچ جائے لیکن جب پتہ چلا کہ منداروس خیوس میں ہے تو یہ سمجھ کر کہ وہ چند روز وہیں ٹھیرے گا لسبوس میں اور اس کے مقابل ساحل براعظم کے قریب چند جہاز نگرانی کے لئے مقرر کر دئے تاکہ دشمن کے بیڑے کی آمد کی اطلاع بروقت مل سکے۔ اور خود ساحل کے ساتھ ساتھ متھمنا چلا گیا اور ضروری انتظامات مکمل کر لئے تاکہ دشمن کا بیڑا زیادہ عرصہ تک وہیں رکا رہے تو لسبوس بڑھکر حملہ کیا جائے۔ اور اس دوران میں لسبوس کے شہر ارے سوس کے خلاف اقدام کر کے اس پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا جہاں متھمنا کے بعض سربرآوردہ جلاوطن افراد نے بغاوت کرادی تھی ان لوگوں نے تین سو بھاری ہتھیار بند پیادوں کی فوج بنائی تھی جن میں سے پچاس فدائی تھے جنھوں نے بطور خاص آخری دم تک وفادار رہنے کا حلف اٹھایا تھا۔
اس فوج کی سپہ سالاری اناکساندر نامی ایک تھیبزی کے سپرد کی گئی تھی کیونکہ لسبوسیوں اور تھیبزیوں میں خونی رشتہ ہے۔ اس فوج کی مدد سے انھوں نے کیوما سے آگے بڑھ کر پہلے متھمنا پر حملہ کیا لیکن متی لنہ سے ایتھنزی محافظ دستہ نے آگے بڑھ کر ان کو پسپا کر دیا اور اس کے بعد شہر کے قریب ایک اور معرکہ میں بھی ناکامی ہوئی تو وہ مایوس ہو کر وہاں سے ہٹ گئے اور پہاڑیوں کو عبور کر کے ارے سوس پہنچے اور شہر میں داخل ہو کر ایتھنز کے خلاف بغاوت کرادی۔ اس بنا پر تھراسی کوس نے اپنے سارے بیڑے کے ساتھ اس شہر پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ ان جلاوطن افراد اور ان کی فوج کی نقل و حرکت کی اطلاع ملتے ہی تھراسی بولوس پانچ جہاز لے کر اس سے پہلے ہی ساموس سے روانہ ہو چکا تھا لیکن وہ بروقت ارے سوس کو بچا نہیں سکا تو شہر کے پاس ہی اس نے اپنے بیڑے کو لنگر انداز کر دیا تھا۔ یہاں وہ دو

جہاز بھی اُس سے آملے جو ہلیسپونت سے ایتھنز لوٹ رہے تھے۔ اس کے علاوہ متھمنیوں کے جہاز بھی آگئے تو بیڑے میں جہازوں کی کل تعداد ستر تک پہنچ گئی اور بحری فوج کے سپاہیوں نے ارے سوس پر چڑھائی کے لئے منجنیقیں تیار کیں اور دوسرے ضروری انتظامات کئے۔

اس عرصہ میں منداروس نے خیوس میں مقیم پلوپونیزی بیڑے کے لئے دو روز کی رسد اکٹھی کی اور سپاہیوں کے یومیہ کی بابت فی کس تین سکے خیوسیوں سے وصول کرنے کے بعد تیسرے روز تیزی سے اس جزیرہ سے روانہ ہوگیا تاکہ ارے سوس کے ایتھنزی بیڑے سے مٹ بھیڑ نہ ہونے پائے۔ اس کا بیڑا کھلے سمندر کی جانب نہیں گیا بلکہ لسبوس کو دہنے ہاتھ کی طرف چھوڑتے ہوئے ارض براعظم کی سمت روانہ ہوا۔ کارتیریہ کی بندرگاہ واقع فوکس میں کچھ دیر کے لئے رُکے اور دن کے کھانے سے فارغ ہونے کے بعد یہ بیڑا کوما کے ساحل کے ساتھ ساتھ آگے بڑھا اور شام کا کھانا ارگنوسائے پر کھایا جو میتی لنہ کے مقابل ارض براعظم پر واقع ہے۔ اس کے بعد اس نے پھر ساحل کے ساتھ ساتھ سفر کیا اگرچہ اب رات زیادہ ہوچکی تھی اور ساحل براعظم پر ہارمانوس پہنچ کر جو متھمنا کے مقابل واقع ہے رات کا کھانا کھایا اور لکتوم، لاریسہ اور ہاماکسیتوس اور اُن کے آس پاس کی بلدیات کے پاس سے تیزی سے گزر کر آدھی رات سے کچھ پہلے رہوئے یوم پہنچ کر ہلیسپونت میں داخل ہوگیا۔ اس بیڑے کے چند جہاز سگیوم اور اس نواح کے دوسرے مقامات پر لنگر انداز ہوگئے۔

ستوس کے ایتھنزی بیڑے کو جس میں اٹھارہ جہاز تھے آتشیں نشانوں کے ذریعہ دشمن کی آمد کی اطلاع مل گئی۔ اس کے علاوہ دشمن کے ساحل پر یکایک

کئی مقامات پر آگ نظر آئی تو اس سے بھی بیڑے کی آمد کا پتہ چل گیا۔ ایتھنزی جس حالت میں تھے اُسی حالت میں اُسی رات ممکنہ عجلت کے ساتھ چل کھڑے ہوئے اور ساحل خرسونیز کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ کر الایوس پہنچ گئے تاکہ کھلے سمندر میں داخل ہو کر دشمن کی زد سے باہر ہو جائیں ابیدوس کے سولہ جہازوں کے دستہ کو پلوپونیز کے بہی خواہوں نے پہلے ہی ایتھنزی بیڑے کی موجودگی کی اطلاع دے دی تھی لیکن اس کے باوجود ایتھنزی اُن کی نظر بچا کر آگے بڑھنے میں کامیاب ہو گئے لیکن علی الصباح مندراروس کے بیڑے سے مٹ بھیڑ ہوئی تو اس نے فوراً تعاقب شروع کیا۔ سارے ایتھنزی جہازوں کو بچ کر نکلنے کے لئے وقت نہیں مل سکا لیکن بیشتر جہاز امیروس اور لمنوس پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ سب سے پیچھے جو چار جہاز تھے اُن کو پلوپونیزیوں نے الایوس کے قریب پکڑ لیا۔ ان میں سے ایک جہاز پروتے سلاوس کے مندر کے پاس خشکی پر چڑھ گیا تو اس کے سارے ملاح اور سپاہی گرفتار کر لئے گئے۔ دوسرے دو جہاز پکڑ لئے گئے لیکن اُن کے ملاح اور سپاہی فرار ہو چکے تھے۔

چوتھا ایتھنزی جہاز امیروس کے ساحل پر چھوڑ دیا گیا تھا جس میں پلوپونیزیوں نے آگ لگا دی۔

اس کے بعد ابیدوس کے جہاز پلوپونیزی دستہ سے آملے تو اُن کے بیڑے میں جہازوں کی تعداد چھیاسی تک پہنچ گئی۔ اس بیڑے نے دن بھر الیائوس کا محاصرہ کر کے اُس پر قبضہ کرنے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہیں ہوئی تو بار کر ابیدوس چلا گیا۔ اُدھر ایتھنزیوں کو ان کے مقرر کردہ نگراں کاروں نے دھوکہ دیا اور اُن کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں آئی تھی کہ پلوپونیزی بیڑا اُن کو خبر ہوئے بغیر آگے جا سکے گا اس لئے وہ اطمینان سے ادے سوس کے محاصرہ میں مصروف تھے۔ جونہی

دشمن کی آمد کی اطلاع ملی وہ فوراً محاصرہ برخاست کر کے تیزی سے ہلسپونٹ کی جانب روانہ ہوئے اور دو پلوپونیزی جہازوں کو گرفتار کر لیا جو تعاقب کے جوش میں کھلے سمندر میں دور تک آگے بڑھ گئے تھے۔ اس کے بعد دوسرے روز انھوں نے الیائوس ہی میں لنگر ڈال دیا اور جو جہاز ایمبروس میں پناہ گزین ہو گئے تھے اُن کو واپس لانے کے بعد پانچ روز تک لڑائی کی تیاری میں مصروف رہے۔

اس کے بعد ان بیڑوں میں لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی کے لئے ایتھنزی جہاز قطاریں بنا کر ساحل ستوس کی طرف بڑھے۔ پر پونیزیوں نے جب ان کو آتے دیکھا تو مقابلہ کے لئے امیدوس سے آگے بڑھے۔ لڑائی سے پہلے دونوں بیڑوں نے اپنے پہلو کے جہازوں کو دور تک پھیلا دیا۔ ایتھنزیوں نے ساحل خرسونیز کے ساتھ ساتھ اداکوس سے ارمیانی تک چھہتر جہاز اور پلوپونیزیوں نے ابیدوس سے وار و ونوس تک چھیاسی جہاز پھیلا دئے۔ پلوپونیزی میمنہ سرقوسیوں پر مشتمل تھا اور میسرہ کی کمان منداروس کے ہاتھ میں تھی جس میں بیڑے کے بہترین جہاز شامل تھے۔ ایتھنزی میسرہ تھراسی لوس کے تحت اور میمنہ تھراسی بولوس کے تحت تھا اور دوسرے کماندار بیڑے کے مختلف حصوں میں رکھے گئے تھے۔ پہلے پلوپونیزیوں نے تیزی سے حملہ کرنے کی غرض سے اقدام کیا اور اپنے میسرہ کے جہازوں کو دشمن کے میمنہ سے آگے تک پھیلا کر انھیں آبنائے سے باہر جانے سے روکے اور ایتھنزی قلب لشکر کے جہازوں کو ساحل پر چڑھا دینے کی کوشش کی جو دور نہیں تھا۔ دشمن کے ارادوں کو تاڑ کر ایتھنزیوں نے اپنے بازو کو بھی پھیلا دیا اور اُس کے میسرہ سے بھی آگے بڑھ گئے ان کا میسرہ بھی راس خرسونیز سے آگے تک بڑھ چکا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ

قلب لشکر کے جہازوں کے مابین زیادہ فاصلہ چھوڑنا پڑا اور وہ کم زور ہو گیا، خاص کر اس لئے کہ دشمن کے مقابلہ میں اُن کے جہازوں کی تعداد کم تھی۔ اس کے علاوہ راس کنوسما کے پاس ساحل ایک دم مڑ گیا ہے جس کی وجہ سے انھیں اپنا دوسرا بازو بھی نظر نہیں آتا تھا۔

اب پلوپونیزیوں نے اتھنزی بیڑے کے قلب پر حملہ کرکے اسے ساحل کی طرف دھکیل دیا اور جب حملہ کے دباؤ سے جہاز خشکی پر چڑھ گئے تو اپنے جہازوں سے اُتر کر اتھنزی ملاحوں اور سپاہیوں پر حملہ آور ہوئے لیکن ان کی مدد کیلئے دوسرے جہاز نہیں آسکے۔ میمنہ سے آکر تھراسی پولوس مدد نہیں کرسکا کیوں کہ متعدد جہاز اُس کے دستہ پر حملے کر رہے تھے۔ تھراسی پولوس بھی یسرہ سے نکل کر مدد نہیں کرسکا کیونکہ راس کنوسما کے بیچ میں حایل ہونے کی وجہ سے اُسے خبر ہی نہیں تھی کہ دوسری جانب کیا ہو رہا تھا۔ اس کے علاوہ اُسے سرقوسی اور دوسرے جہازوں کے حملوں کو بھی روکنا تھا جن کی تعداد اسکے جہازوں سے کم نہیں تھی۔ لیکن بالآخر جب فتح مندی کے زعم میں پلوپونیزی جہازوں نے اپنی قطاروں سے نکل کر دشمن کا تعاقب کرنا شروع کیا اور اُن کے بیڑے کا بیشتر حصہ منتشر ہو گیا۔ یہ دیکھ کر تھراسی پولوس کے دستہ نے جو اس وقت تک ایک جانب پیچھے ہٹتا جا رہا تھا فوراً پلٹ کر حملہ کیا اور پلوپونیزیوں کو شکست فاش دی۔ اس کے بعد اس کے جہاز فتح مند پلوپونیزی پہلو کے جہازوں پر جھپٹے تو وہ اس قدر بدحواس ہوئے کہ لڑے بغیر ہی فرار ہو گئے۔ اُدھر تھراسی پوکس کے مقابلہ میں سرقوسی بھی ہار گئے، اور جب انھوں نے پلوپونیزیوں کو فرار ہوتے دیکھا تو خود بھی فرار ہو گئے۔

اس معرکہ میں پلوپونیزیوں کو مکمل شکست ہوئی اور اُن کے اکثر جہاز

پناہ لینے کے لئے پہلے دریائے مندلوس کو اور وہاں سے ابیدوس کو فرار ہو گئے۔ صرف چند جہاز اتھنزیوں کے ہاتھ لگے کیونکہ ہلسپونٹ میں جگہ کی قلت کی وجہ سے جہازوں کی نقل و حرکت مشکل تھی اور دشمن کی زد سے بچ کر محفوظ مقام پر پہنچنے کے لئے زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ اِس کے باوجود یہ فتح اتھنزیوں کے لئے نہایت بر وقت اور مفید ثابت ہوی۔ چند معمولی سمندری جھڑپوں میں ناکامی اور سسلی میں بیڑے کی مکمل تباہی کی وجہ سے وہ پلوپونیزیوں سے مرعوب ہو گئے تھے لیکن اس فتح سے اُن کے حوصلے پھر بڑھ گئے اور دشمن کی بحری طاقت کا رعب باقی نہیں رہا۔ اس لڑائی میں آٹھ خیوسی جہازوں، پانچ کورنتھی، دو امبریسیائی اور دو بولیشیائی جہازوں کے علاوہ ایک لیوکاسی، ایک لاکے دیمونی، ایک سرقوسی اور ایک پلے نیائی جہاز اتھنزیوں کے ہاتھ لگا جس کے مقابلہ میں اتھنز کو پندرہ جہازوں کا نقصان ہوا۔ راس کنوسما پر اپنی فتح کی یادگار نصب کرنے اور اپنے شکستہ جہازوں کو اکٹھا کرنے کے بعد انھوں نے عارضی صلح کے تحت دشمن کو اپنے کشتوں کی لاشیں اٹھانے کی اجازت دے دی اور اِس فتح کی اطلاع دینے کے لئے ایک جہاز اتھنز کو روانہ کیا۔ اہل اتھنز یوبیہ میں حالیہ شکستوں کی وجہ سے پریشان تھے۔ اس کے علاوہ سیاسی انقلاب نے بھی شہر میں پراگندگی پھیلادی تھی۔ ایسے جب یہ جہاز فتح کی غیر متوقعہ خوش خبری لے کر پہنچا تو ان کی جان میں جان آگئی اور یہ امید بندھ گئی کہ پوری کوشش اور ہمت سے کام لیا جائے تو اب بھی ساری مشکلات سے نجات مل سکتی ہے۔

اس بحری لڑائی کے بعد اپنے جہازوں کو ٹھیک ٹھاک کرکے چوتھے روز اتھنزی ستوس سے کزی کوس کے خلاف روانہ ہوئے جس نے بغاوت

کردی تھی۔ راستہ میں ہادیا گیوم اور پریا پوس کے پاس آٹھ بائی زنطی جہاز لنگر انداز نظر آئے تو ساحل پر فوج کو لڑائی میں شکست دے کر انھوں نے جہازوں پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد کزی کوس پہنچے جس کے اطراف فصیل نہیں تھی، اور اس پر بھی قبضہ کر کے اہل شہر سے تاوان وصول کیا۔ اس اثنا میں پلوپونیزیوں نے ابیدوس سے الالیوس پہنچ کر اپنے ایسے جہاز واپس لے لئے جن کو نقصان نہیں پہنچا تھا۔ بقیہ جہازوں میں الالیوسیوں نے آگ لگا دی تھی۔ اس کے بعد انھوں نے ہپوکراتیس اور اپکلیس کو یوبیہ بھجوا کر وہاں کے پلوپونیزی دستے کو طلب کر لیا۔

انہی دنوں الکی بیادیس اپنے تیرہ جہازوں کے ساتھ کاؤنوس سے فاسے لس ہوتے ہوئے ساموس واپس ہوا اور اطلاع دی کہ اس کے کہنے پر یہ طے ہو گیا کہ فنیقی بیڑا پلوپونیزی بیڑے میں شریک نہیں ہوگا اور یہ کہ تسافرنز اب ایتھنز کی دوستی پر پہلے سے زیادہ مایل ہو گیا ہے۔ اس کے بعد الکی بیادیس نے اور نو جہاز تیار کئے، ہالکارناسیوں سے بڑی بڑی رقمیں وصول کیں اور کوس میں استحکامات تعمیر کئے۔ کوس میں گورنر کا تقرر کر کے جب وہ ساموس واپس ہوا تو موسم خزاں قریب آ گیا تھا اس اثنا میں جب تسافرنز کو پتہ چلا کہ پلوپونیزی بیڑا میلے توس سے ہلسپونٹ روانہ ہو چکا ہے تو اسپندوس سے دوبارہ لوٹ کر ممکنہ تیزی سے ایونیہ کی سمت روانہ ہوا۔ جس وقت پلوپونیزی ہلسپونٹ میں تھے انتاندری جو ایونی النسل ہیں، چند بھاری ہتھیار بند پیادے ساتھ لے کر ابیدوس سے روانہ ہوئے اور کوہ ایدا کو عبور کر کے بری راستہ سے شہر میں داخل ہو گئے کیونکہ تسافرنز کے ایرانی نایب ارساکیس نے اُن کے ساتھ ناروا سلوک کیا تھا۔ ارساکیس وہ شخص ہے جس نے اس سے

پہلے ایک خفیہ جھگڑے کا بہانہ کر کے دیلوس کے سربرآوردہ شہریوں کو فوجی خدمات قبول کرنے کی دعوت دی تھی' یہ دیلوسی اترامینیوم میں اس لئے آباد ہو گئے تھے کہ دیلوس کی تخصیص کے سلسلہ میں اتھنزیوں نے انھیں نکال باہر کیا تھا تو اسی بہانے وہ اپنے دوست اور اتحادی کی حیثیت سے انھیں شہر سے باہر لے گیا اور جب یہ لوگ کھانا کھا رہے تھے اُس کے سپاہیوں نے یکایک گھیر کر ان سب کا خاتمہ کر دیا۔ اس واقعہ کی بنا پر انتاندری خائف تھے کہ ممکن ہے وہ ایک روز اُن کو بھی نقصان پہنچائے۔ اس کے علاوہ ارساکیس انھیں ضرورت سے زیادہ زیر بار بھی کر رہا تھا اس لئے انھوں نے اُس کے فوجی دستہ کو اپنے قلعہ سے نکال باہر کیا۔

تسافرنز کو پلوپونیزیوں کے اس اقدام کی اطلاع ملی تو وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ اب تعلقات انتہائی حد تک خراب ہو چکے ہیں کیونکہ اس سے پہلے ملطہ اور کنےدوس سے بھی اُس کے فوجی دستوں کو نکال باہر کیا گیا تھا۔ وہ گھبرایا کہ کہیں پلوپونیزی اور زیادہ نقصان نہ پہنچائیں۔ اس کے علاوہ اُس نے سوچا کہ ممکن ہے فرنا بازو اُن سے مدد لے کر جلد اور نسبتاً کم صرفہ سے اتھنزیوں کے مقابلہ میں کامیاب ہو جائے۔ اس خیال سے اس نے طے کیا کہ ہلیسپونٹ میں پلوپونیزیوں سے مل کر انتاندروس کے واقعہ کے بارے میں شکایت کرے اور فنیقی بیڑے اور دوسرے امور کے سلسلہ میں عاید شدہ الزامات کی ممکنہ حد تک صفائی پیش کرے۔ اس غرض سے پہلے افےسوس روانہ ہو کر اُس نے آرتمیس دیوتا کے مندر میں قربانی دی۔

(اس موسم گرما کے بعد جب سرما بھی ختم ہو جائے گا تو اس جنگ کا اکیسواں سال اختتام کو پہنچے گا)۔

ختم